خصائلِ نبوی ﷺ

"اردو شرح"

شمائلِ ترمذی

للامام العلام ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی

ترجمہ و حواشی

فضیلۃ الشیخ عبد الصمد ریالوی — فضیلۃ الشیخ منیر احمد وقار

تخریج

نصیر احمد کاشف

انصار السنہ پبلیکیشنز۔ لاہور

فہرست مضامین

مقدمۃ الکتاب

باب نمبر ۱:

رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک کا بیان

باب نمبر۲:

مہر نبوت کا بیان

باب نمبر۳:

رسول اللہ ﷺ کے مبارک بالوں کا بیان

باب نمبر۴:

رسول اللہ ﷺ کے کنگھی کرنے کا بیان

باب نمبر۵:

رسول اللہ ﷺ کے سفید بالوں کا بیان

باب نمبر۶:

رسول اللہ ﷺ کا اپنے مبارک بالوں کو خضاب لگانے کا بیان

باب نمبر ۷:

رسول اللہ ﷺ کا سرمہ لگانا

باب نمبر ۸:

رسول اللہ ﷺ کے لباس کا بیان

باب نمبر۹:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت (گزر بسر) کا بیان

باب نمبر۱۰:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزوں کا بیان

باب نمبر۱۱:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاپوش مبارک کا بیان

باب نمبر۱۲:

رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا بیان

باب نمبر۱۳:

نبی کریم ﷺ کا دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا

باب نمبر ۱۷:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پگڑی مبارک کا بیان

باب نمبر ۱۸:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی مبارک کا بیان

باب نمبر ۱۹:

رسول اللہ ﷺ کی رفتار مبارک کا بیان

باب نمبر ۲۰:

رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کے کپڑے کا بیان

باب نمبر ۲۱:

رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کی کیفیت

باب نمبر ۲۲:

حضور ﷺ کے تکیہ مبارک کا بیان

باب نمبر۲۳:

رسول اللہ ﷺ کا کسی کے سہارے ٹیک لگانا

باب نمبر۲۴:

رسول مقبول ﷺ کے کھانا کھانے کا بیان

باب نمبر۲۵:

رسول اللہ ﷺ کی روٹی کا بیان

باب نمبر ۲۵:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کا بیان

باب نمبر ۲۷:

رسول اللہ ﷺ کے کھانے کے وقت وضو کے طریقے کا بیان

باب نمبر ۲۸:

رسول اللہ ﷺ کی کھانا کھانے سے پہلے اور بعد کی دعائیں

باب نمبر ۲۹:

رسول اللہ ﷺ کے پیالے کا بیان

باب نمبر ۳۰:

رسول اللہ ﷺ کے میوہ جات تناول فرمانے کا بیان

باب نمبر ۳۱:

رسول اللہ ﷺ کے مشروبات کا بیان

باب نمبر ۳۲:

رسول اللہ ﷺ کے پینے کے طریق کار کے بیان میں

باب نمبر ۳۳:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو استعمال کرنے کے بیان میں

باب نمبر ۳۴:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کرنے کا انداز

باب نمبر ۳۵:

رسول اللہ ﷺ کے ہنسنے کا بیان

باب نمبر ۳۶:

رسول اللہ ﷺ کے مزاح کا طریقہ

باب نمبر ۳۷:

رسول اللہ ﷺ کا اشعار کہنے کا انداز

باب نمبر ۳۸:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کے وقت گفتگو کرنا

باب نمبر ۳۸:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا بیان

حدیث نمبر ۴۰:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا بیان

باب نمبر ۴۱:

نمازِ چاشت کا بیان

باب نمبر ۴۲:

گھر میں نفلی نماز کا بیان

باب نمبر۴۳:

رسول اللہ ﷺ کے روزوں کا بیان

باب نمبر۴۴:

رسول اللہ ﷺ کے انداز قرأت کا بیان

باب نمبر ۴۵:

رسول اللہ ﷺ کی گریہ وزاری کا بیان

باب نمبر ۴۸:

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کا بیان

باب نمبر۴۹:

رسول اللہ ﷺ کے حیاء کا بیان

باب نمبر۵۰:

رسول اللہ ﷺ کے سینگی لگوانے کا بیان

باب نمبر۵۱:

رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی کا بیان

باب نمبر۵۲:

رسول اللہ ﷺ کی گزر بسر کا بیان

باب نمبر:۵۳

رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک کا بیان

باب نمبر۵۴:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کا بیان

باب نمبر ۵۵:

رسول اللہ ﷺ کی وراثت کا بیان

باب نمبر ۵۶:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا بیان

☆............☆............☆

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ،
أَمَّا بَعْدُ!

انسانیت کے انفرادی معاملات سے لے کر اجتماعی بلکہ بین الاقوامی معاملات اور تعلقات کا کوئی ایسا گوشہ نہیں کہ جس کے متعلق پیارے پیغمبر ﷺ نے راہنمائی نہ فرمائی ہو، کتب احادیث میں انسانی زندگی کا کوئی پہلو تشنہ نہیں ہے یعنی انفرادی اور اجتماعی سیرت و اخلاق سے متعلق محدثین نے پیارے پیغمبر ﷺ کے فرامین کی روشنی میں ہر چیز جمع فرما دی ہے۔ عہد نبوی ﷺ سے لے کر اب تک کوئی بھی دور ایسا نہیں گزرا کہ جس میں حدیث اور روایات لکھنے کا سلسلہ منقطع ہوا ہو۔ ((تسمعون منی ، و یسمع منکم و یسمع ممن سمع منکم ...... الحدیث))

عہد نبوی ﷺ سے پہلی صدی ہجری کے خاتمہ تک کے جامعین حدیث اور قلم بند کی ہوئی یادداشتوں اور مجموعوں کا سلسلہ کچھ اس طرح ہے؟ سادا تنا ابو ہریرۃ، عبداللہ بن عباس، عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن عمر، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، ابوسعید خدری، عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابوبکر، عمر بن خطاب، عثمان، علی المرتضیٰ، ام سلمہ، ابوموسیٰ الاشعری، ابوذر غفاری، ابوایوب انصاری، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اجمعین !

ان کے علاوہ اس دور کے ان تابعین کو بھی نہیں بھلایا جا سکتا جن کی جہو مخلصہ کی بدولت سنت کے خزانوں سے امت محمدیہ ﷺ مالا مال ہوتی رہی ہے اور تا قیامت ہوتی رہے گی۔ مثلاً سعید بن مسیّب عروہ بن زبیر، سالم بن عبداللہ بن عمر اور نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ ہیں۔

یاد رہے کہ اس مبارک دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ نے زیادہ تر اپنی ذاتی یادداشتوں کو قلم بند کرنے پر توجہ دی۔ اس کی مثال صحیفہ صادقہ، صحیفہ صحیحہ، مسند ابوہریرۃ، صحیفہ علیؓ، رسول کریم ﷺ کا تحریری خطبہ فتح مکہ کے موقع پر جو ابوشاہ یمنی کی درخواست پر قلم بند کروایا گیا، صحیفہ جابرؓ، روایات سیدہ عائشہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات کے مجموعے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے صحیفے، عمرو بن حزم کی کتاب، رسالہ سمرہ بن جندب، صحیفہ سعد بن عبادہ، اور مکتوبات امام نافع رحمہ اللہ ہیں۔

دوسرے دور میں تابعین کی ایک بڑی جماعت تیار ہوگئی جس نے دورِ اول کے تحریری سرمایہ کو وسیع تر

تالیفات میں سمیٹ لیا۔ امام زہری رحمہ اللہ کا نام اس دور کی جلیل القدر شخصیتوں میں شامل ہے۔ ان کو عمر بن عبدالعزیزؒ نے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا تھا، ان کے علاوہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ کے گورنر ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم کو ہدایت لکھ بھیجی تھی کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس جو ذخیرہ احادیث ہے اسے ضرور قلم بند کریں۔ امام زہری کے مجموعہ حدیث مرتب کرنے کے بعد اس دور کے دوسرے علماء و محدثین نے بھی تدوین و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ اس دور میں حدیث کے بہت سارے مجموعے مرتب ہوئے جن میں امام مالک کی موطا کو نمایاں مقام حاصل ہے۔اس دور کی چند دوسری مصنفات اور تالیفات کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ جامع سفیان ثوری

۲۔ جامع ابن المبارک

۳۔ جامع امام اوزاعی

۴۔ جامع ابن جریج وغیرہ۔

اس دور میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث، فتاویٰ صحابہ و تابعین کو ایک ہی مجموعہ میں مرتب کر لیا جاتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی وضاحت ہو جاتی تھی کہ یہ صحابہ یا تابعی کا قول ہے یا حدیث رسول ﷺ۔

اس کے بعد تیسرا دور آتا ہے۔ یہ دور تقریباً دوسری صدی ہجری کے نصف آخر سے چوتھی صدی ہجری کے خاتمہ تک پھیلا ہوا ہے۔اس دور میں:

(۱) احادیث نبوی کو آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے الگ کر کے مرتب کیا گیا۔

(۲) قابل اعتماد روایات کے علیحدہ مجموعے تیار کیے گئے۔

(۳) اور علم حدیث کی حفاظت کے لیے محدثین کرام نے کئی ایک علوم کی بنیاد ڈالی۔ مثلاً

(۱) علم اسماء الرجال

(۲) علم مصطلح الحدیث

(۳) علم غریب الحدیث

(۴) علم تخریج الاحادیث

(۵) علم الناسخ والمنسوخ

(۶) اور فقہ الحدیث وغیرہ۔

اس دور کے ممتاز اور مشہور جامعین حدیث میں سے امام احمد بن حنبل، امام محمد بن اسماعیل البخاری، امام مسلم بن حجاج القشیری، امام ابوداؤد سجستانی، امام احمد بن شعیب النسائی، امام محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی اور امام

ابو عیسیٰ الترمذی ہیں۔ ان کے علاوہ اس دور میں بہت سے محدثین نے تالیفات کیں، یعنی عقائد، عبادات، اخلاقیات اور معاملات وغیرہ تمام عنوانات پر مؤلفات حدیث موجود ہیں۔

چوتھا دور پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں (۱) حدیث کی اہم کتابوں کی شروح اور حواشی اور دوسری زبانوں میں تراجم کیے گئے۔ (۲) جن علوم حدیث کا اوپر ذکر گزرا ہے۔ ان پر بہت سی تصانیف وجود میں آئیں۔ (۳) علماء محدثین نے اپنے ذوق اور لوگوں کی ضرورت کے مطابق تیسرے دور کی تالیفات سے احادیث منتخب کر کے مفید کتابیں مثلاً (۱) مشکوٰۃ المصابیح (۲) ریاض الصالحین (۳) منتقی الاخبار (۴) اور بلوغ المرام وغیرہ مرتب کیں۔

ہند و پاک کی تقسیم سے قبل یہاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے علم حدیث کی شمع روشن کی۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ان کی اولاد وا حفاد اور تلامذ اور ایسے ہی نواب صدیق حسن خان قنوجی اور شیخ الکل فی الکل سیّد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی محنتوں اور کاوشوں سے اس ملک کی سرزمین نور سنت سے روشن ہوگئی۔ یہ وہ سلسلہ علم حدیث ہے کہ جس کا دن بھی روشن اور رات بھی روشن ہے۔ لیلھا کنھارھا!

الحمدللہ! اس ملک میں تراجم، شروح اور منتخب احادیث کے مجموعوں کی ترتیب واشاعت کا مقدس مشغلہ اب تک جاری ہے۔ شمائل ترمذی کا یہ ترجمہ، تحقیق اور شرح بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

"الشمائل" ...... "شمال" کی جمع ہے۔ اور کلمہ "شمائل" کے کئی ایک معانی ہیں۔ مثلاً یہ کلمہ "یمین" "دائیں" کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ ایسے ہی "الخلق" کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ پس "شمائل" کا معنی "اخلاق" ہے۔ لیکن علمائے حدیث نے اس میں ذرا توسیع کر دی ہے کہ انہوں نے "شمائل" پر لکھی جانے والی کتب میں صرف آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "اخلاقیات" اور پیدائشی "خلقی" اخلاقیات دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے احادیث جمع کی ہیں۔ "شمائل" پر لکھی جانے والی کتب میں سے "كفاية الطالب اللبيب في خصائص الحبيب ، حافظ السيوطی"...... " مناهل الصفا فی تخریج أحاديث الشفاء للسيوطی ایضاً"...... "سيرت الرسول ﷺ ، لابن كثير " ......" السير والمغازی ، لابن اسحاق " ......"الدرر فی اختصار المغازی والسير ، لابن عبدالبر " ......"الشفاء للقاضی عياض" ......" سبل الهدی والرشاد فی سيرة خير العباد ، للصالحی الشامی "...... قابل ذکر ہیں۔

امام ترمذی نے اپنی کتاب "شمائل" میں نبی ﷺ کی سیرت وصورت کو بڑے عمدہ پیرائے میں نہایت محنت وکاوش اور عرق ریزی سے پیش کیا ہے۔ یہ کتاب نہایت جامع اور علمی وفقہی خصوصیات کی حامل ہے۔ اس

کتاب میں جس انداز سے رسول کریم ﷺ کی سیرت وصورت کو پیش کیا گیا ہے، کسی دوسری کتاب میں ایسا دیکھنے اور پڑھنے کو نہیں ملتا، ذلك فضل الله يوتيه من يشاء!

کچھ صاحب کتاب کے متعلق:

نام و نسب :......امام ترمذی رحمہ اللہ کی کنیت ابوعلی، نام محمد بن سورۃ اور وطن کی نسبت ترمذی ہے۔

ولادت :......آپ کی ولادت ۲۰۰ھ یا ۲۰۹ء میں ہوئی۔

تحصیل علم کی خاطر اسفار :......آپ نے تحصیل علم کی خاطر حجاز، بصرہ، کوفہ، خراسان، شام اور مصر کی طرف سفر کیا۔

اساتذہ :......آپ نے اپنے وقت کے بڑے بڑے شیوخ حدیث سے فیض حاصل کیا جس میں امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، احمد بن منیع، ہناد بن سری، اسحاق بن موسیٰ اور محمد بن مثنی جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں۔ صدر اوّل کے مشائخ سے شرف ملاقات اور استفادہ کا موقع ملا، ان میں قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار اور علی بن حجر جیسے ائمہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ :......لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے امام ترمذی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا، ان کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وہ اپنے زمانے میں بڑی عظمت کے مالک تھے۔ علم حدیث میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

حافظہ :......امام ترمذی نہایت ذہین اور عمدہ حافظے کے مالک تھے، تفصیل واقعات کی خاطر اردوخواں طبقہ ''بستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز دہلویؒ پڑھ سکتا ہے۔

علمی خدمات :......ان کی علمی خدمات کے بارے میں آپ کے ہم عصر علماء اور بعد کے اہل علم ومشائخ نے بہت کچھ تعریفی وتوصیفی کلمات ان کے تعارف میں لکھے ہیں۔

امام ابواحمد الحاکم فرماتے ہیں:

"سمعت عمر بن عليك يقول: مات البخاری فلم يخلّف بخراسان مثل أبی عيسٰی فی العلم والحفظِ والورع والزُّهد" (سیر اعلام النبلاء: ۱۳/ ۲۷۳)

زھد و ورع :......امام ترمذی نہایت پرہیزگار، بلند اخلاق وکردار کے مالک تھے، خشیت الٰہی کا غلبہ بہت زیادہ تھا یہی وجہ ہے کہ آخری عمر میں خشیت الٰہی کے سبب بہت روتے تھے جس کی وجہ سے بینائی بھی جاتی رہی تھی۔

وفات :......امام ترمذی نے ۱۳رجب ۲۷۸ھ پیر کی شب عباسی خلیفہ معتمد علی اللہ کے عہد میں وفات پائی۔ رحمه الله رحمة واسعة۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ثقات ابن حبان: ۱۵۳/۱۳۔ انساب للسمعانی: ۴۵/۹۔ سیر اعلام

النبلاء: ۱۳/ ۲۷۰۔ تہذیب التہذیب: ۹/ ۳۸۷۔

خدمت حدیث رسول ﷺ کے تعلق و محبت کے جذبے کے تحت شمائل ترمذی کا ترجمہ، تخریج اور فوائد کو مسلمانوں میں عام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبولِ عام بخشے۔ اور مترجمین و شارحین جناب علامہ منیر احمد وقار اور مولانا عبدالصمد ریالوی صاحب اور جناب نصیر کاشف صاحب کے ہم انتہائی شکر گزار ہیں، جنہوں نے اپنا اپنا کام بڑی محنت و لگن سے سرانجام دیا۔ یاد رہے کہ احادیث کی تحقیق اور دراسہ میں علماء متقدمین اور محدث محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے منہج کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی جملہ دینی مساعی کو بھی قبول فرمائے اور ان کے علم و عمل میں خیر و برکت عطا فرمائے آمین!

ہمارے ان دوستوں نے ترجمہ وفوائد کی زبان کو سادہ اور انداز بیان عام فہم رکھا ہے۔ اور مطالب حدیث وہی ذکر کیے ہیں کہ جس میں کسی قسم کا الجھاؤ اور پیچیدگی نہ ہو۔

اور ہمارے معاونین (ممبران ادارہ) جناب ابو یحییٰ محمد طارق، منصور سلیم، مرزا ذاکر احمد، محمد ساجد، ناظر سدھو، محمد منصور سخیرا دعاؤں کے حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت قبول فرمائے، پریشانیاں دُور کرے، دنیا اور آخرت کو بہتر بنا دے۔ اور ایسے ہی بھائی محمد رمضان محمدی (اسلامی اکادمی) جناب عبدالرؤف (کمپوزر) حافظ حامد محمود الخضری اور ناشر ابو مومن منصور احمد کو دنیا و آخرت کی بلندی عطا فرمائے، یہ احباب بھی کسی نہ کسی لحاظ سے ہمارے ساتھ شریک کار ہیں۔ من لم یشکر الناس لم یشکر الله!

فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ بھی ڈھیروں دعاؤں اور شکریہ کے حق دار ہیں جو ہمارے اس ادارہ اور حدیث کے کام کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ جزاہ الله فی الدنیا و الآخرہ خیر الجزا!

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو ہمارے سب کے لیے اخروی سعادت اور کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنا دے، اور حدیث رسول کی خدمت کا بے پناہ جذبہ عنایت فرما دے۔ و صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه أجمعین!

مجلس شوریٰ ادارہ

محمد اکرم سلفی — ابوطلحہ صدیقی

محمد شاہد انصاری — ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

انصار السنہ پبلی کیشنز، لاہور۔

مقدمة الكتاب

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِيْنُهٗ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ، وَمِـنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○﴾

(آل عمران : ۱۰۲)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا○﴾ (النساء : ۱)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا○﴾ (الاحزاب : ۷۰۔۷۱)

اَمَّا بَعْدُ!

فَإِنَّ اَحْسَنَ الْكِتَابِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيِ مُحَمَّدٌ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، وَالضَّلَالَةُ فِي النَّارِ .

اَمَّا بَعْدُ!

ہر محبوب کی یہ چاہت ہوتی ہے کہ محبّ اس کی اداؤں کو اپنائے کیونکہ محبّ صادق کی شان ہی یہ ہے:

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّهُ مُطِيْعُ

لیکن دنیائے محبت کا یہ اعجوبہ ہے کہ محبوب حقیقی، خالق کائنات، اللہ عزوجل یہ چاہتا ہے کہ اسے چاہنے والا اس کے محبوب جناب محمد ﷺ کی اداؤں پر عمل کرے اور اس کے صلہ میں خود نہ صرف محبوب رب العالمین بن جائے، بلکہ اپنی زندگی کی ساری خطاؤں، غلطیوں اور گناہوں پر معافی کا قلم پھرا کر بہار خلد کا مالک بن جائے۔

آیت کریمہ ﴿قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ الآیہ میں اسی رمز محبت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

رب العالمین، جو خالق کائنات اور الہ العالمین ہے اس کے سامنے سجدہ ریز ہونا، اس کی ربوبیت والوہیت کے باوصف اس کا حق ہے لیکن جس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا خود رب العالمین حکم دے اس کے آگے خوشی خوشی جھکنا رازِ توحید ہے ابلیس لعین یہ رازِ توحید نہ سمجھ سکا اور راندۂ درگاہ ہوا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لعنت و ملامت کا حق دار ٹھہرا۔

تو جب محبوبِ حقیقی کی چاہت اتباعِ رسول ﷺ میں ہے تو ضروری تھا کہ اتباع کرنے والوں کے لیے متبوع کے حالات وتذکار واضح ہوں، چنانچہ محبوب حقیقی اللہ عزوجل نے ایسا اہتمام کر دیا کہ نہ صرف آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ محفوظ ہوگئی بلکہ آپ ﷺ کے غلاموں اور نوکروں کی، نیز آپ ﷺ کی ادائیں لکھنے والوں کی زندگیاں بھی محفوظ ہوگئیں۔ اور آج مخالفین بھی یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ جس طرح مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ کی زندگی کے شب و روز کو محفوظ کیا ہے اس سے زیادہ حفاظت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ آپ ﷺ کی ہی سیرت و کردار کا اعجاز ہے، ایسی سیرت سے روگردانی نوعِ انسانی کی بے نصیبی ہوگی، خوش نصیب وہی ہے جو سیرت طیبہ پر عمل کر کے سعادت ابدی حاصل کر لے۔

شیخ احمد جواد الدومی رحمہ اللہ جو شمائل کے شارحین میں سے ایک ہیں "الاتحافات الربانية بشرح الشمائل المحمدية" میں لکھتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ کی صفاتِ جلیلہ کی معرفت آپ ﷺ کی عظمت شان کی معرفت کا ذریعہ ہے اور آپ کی عظمت، تعظیم شریعت کا ...... اور تعظیم شریعت، عمل کا ...... اور عمل، سعادتِ ابدی کا وسیلہ ہے۔

(ص: ۱۸، مطبوعہ القاہرہ)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عظیم الشان کتاب "الشمائل المحمدیه" لکھ کر افرادِ اُمت پر بڑا احسان کیا ہے کہ اس کتاب میں سیّد کائنات، سید ولد آدم، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے عسر و یسر، شب و روز اور سفر و حضر سے متعلقہ معلومات کو احادیث کی روشنی میں جمع کر دیا ہے۔ کتاب پڑھنے والا کبھی مسکراتا اور ہنستا ہے تو کبھی روتا اور سسکیاں بھرتا ہے۔ سیّد کائنات ﷺ کے رخِ زیبا کا بیان پڑھتا ہے تو دل کی کلی کھل جاتی ہے اور جب گذر اوقات پر نظر جاتی ہے تو بے اختیار آنسوؤں کی لڑیاں گرنا شروع ہو جاتی ہیں۔ کفایت علی کافی کہتا ہے:

نبیؐ کے جو شمائل کا بیان ہے
محبوں کے لیے آرامِ جان ہے

زبانِ ہند میں ان کو سناؤں
رلاؤں عاشقوں کو اور ہنساؤں

(بہارخلد، شمائل کا منظوم ترجمہ)

یہ بات لاریب ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل نبوی کی تالیف وتصنیف کا حق ادا کر دیا ہے اب قارئین کی ذمہ داری شروع ہوتی ہے کہ مطالعہ کریں اور مطالعہ کا حق اسی وقت ادا ہوسکتا ہے جب ہم سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کو اپنی عملی زندگی میں اُتاریں اور سیرت نبوی علی صاحبہا التحیۃ والتسلیم میں جو عملی اسباق ہیں ان پر عمل پیرا ہو جائیں۔ کیونکہ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کا تقاضا بھی تبھی پورا ہوگا۔

آیئے ایک نظر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے سجائے ہوئے گلشن کو دیکھیں:

سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال بے مثال تھا۔ سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ .))

''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر خوبصورت کوئی چیز کبھی دیکھی ہی نہیں۔''

سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ جن کو بڑا عرصہ خدمت گاری کا موقعہ ملا، فرماتے ہیں:

((لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ .))

''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد۔''

☆ ایسا حسن و جمال کہ یہ حال ہے کہ پیشانیاں جھکنے کے لیے، دل بے قابو ہونے کے لیے اور آنکھیں مچلنے کے لیے بے قرار تھیں

☆ جسم مبارک، معلوم ہوتا تھا کہ چاندی میں ڈھالا گیا ہو، چمکتا ہوا، دمکتا ہوا اور مہکتا ہو۔

☆ رنگ مبارک، سنہری بھی، روپہلی بھی اور نمک آ گیں بھی، ایسا کہ بس دیکھتے ہی جایئے

☆ قد مبارک، نہ بہت زیادہ دراز، نہ بہت پست، بلکہ درمیانہ اور نہایت ہی موزوں۔

☆ روئے مبارک، اس کی بات نہ پوچھئے ایسے چمکتا تھا کہ جس طرح چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔ بلکہ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''چاند سے بھی زیادہ حسین۔'' اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''چہرہ مبارک ایسا جیسے کہ قرآن کریم رحل میں کھلا پڑا ہو۔''

☆ فرق مبارک، نہایت موزوں، موئے مبارک نہ بالکل سیدھے نہ بہت گھنگریالے، بس گرہ گیر تھے۔ کبھی کانوں کی لوتک جھولتے رہتے اور کبھی شانوں کو چوم چوم لیتے۔ کبھی دو دو زلفیں پڑی ہیں، کبھی چار چار گیسو بکھرے ہوئے ہیں۔ کبھی مانگ نکلی ہوئی ہے کبھی مانگ نکالی جارہی ہے۔

☆ چشم مبارک، نہایت سیاہ اور سفیدی میں سرخ ڈورے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رحمت کے دو میکدے ہوں جو نشہ ایمان اور لذت شرم وحیاء سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور پیمانے بھرنے کے لیے سرنگوں ہیں۔

☆ ابروئے مبارک، لمبی لمبی اور انتہائی خوبصورت، جو ہلالین عیدین کی طرح خوشنما تھیں۔

☆ بینی مبارک، بلند اور اونچی جو رفعت شان کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھی۔

☆ رخسار مبارک، ہموار وتاباں اور ہونٹ مبارک کشادہ، دندان مبارک نہایت چمکیلے۔ اگلے دانتوں میں جھری ہے، جب ہنستے ہیں تو چمک اُٹھتے ہیں۔ اور ایسے جیسے لعل و جواہر دمک اُٹھے ہوں اسی جلوۂ لعل و جواہر کو قہقہہ کہہ لیجیے یا کھلکھلا کر ہنسنا، لب مبارک اکثر تبسم بکھیرتے رہتے۔

☆ ریش مبارک، گھنی تھی، صرف چند بال سفید بلکہ سیاہی مائل سرخ جو تمہید سفیدی تھے۔

☆ دونوں شانوں کے درمیان خوبصورت فاصلہ تھا، جس پر چاندی کی طرح صاف و شفاف صراحی دار گردن ...... اور اس کے نیچے مہر نبوت ...... سبحان اللہ

☆ سیّد کائنات ﷺ کی ہتھیلیاں جو گوشت سے پُر تھیں اور ریشم و دیبا سے زیادہ نرم و ملائم۔

☆ آپ ﷺ کی کلائیاں لمبی لمبی اور پھر ہاتھ مبارک کے کیا کہنے؟ جس پر دست برکت پھیرا باغ باغ ہوگیا، شفایاب ہوگیا، بیماریاں اور عیوب دم دبا کر بھاگ گئے۔

☆ پائے مبارک پر گوشت اور نشانِ پا گہرا، لیکن خرامِ ناز ایسا کہ شرمائے، شرمائے جھکے جھکے، اور خوبی رفتار جیسے نشیب سے فراز کی طرف جا رہے ہوں۔

☆ سیّد کائنات ﷺ کا لباس مبارک ...... سیاہ عمامہ زیب سر اقدس فرماتے، رومی جبہ اور سیاہ بالوں والی کملی بھی زیب تن فرمائی، سفید لباس پسندیدہ تھا۔ تہمبند باندھتے جو نصف پنڈلی تک رہتا، ایک جانثار پر نظر اقدس پڑی کہ نیچا تہہ بند باندھے جا رہے ہیں، ارشاد فرمایا: ((أَمَـالَكَ فِـيَّ أُسْوَة)) ''کیا میرے طرزِ عمل میں تیرے لیے نمونہ نہیں ہے؟''

یقیناً محبّ صادق کو حکم کی نہیں، نشانِ قدم کی ضرورت ہوتی ہے وہ اسی پر مرمٹتا ہے، موشگافیاں اور تاویلیں ''اصحابِ عقل و دانش'' کو مبارک ہوں۔ اسی جانثار کو فرمایا: ((فَلَا حَـقَّ لِلْإِزَارِ فِـي الْـكَـعْبَيْنِ)) ''تہہ بند کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔'' سبحان اللہ! حقوق کی پاسداری کا انداز ملاحظہ فرمائیں کیسی ادائیگی حقوق ہے؟ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بات تو سب مصلحین اور ریفارمر کرتے آئے ہیں اور گوش انسان ان سے واقف ہیں لیکن حقوق الاعضاء کی بات نہ کسی ریفارمر اور مصلح کی زبان پر آئی نہ کسی کان نے سنی، کیا خوب ارشاد فرمایا کہ جس کا جو حق ہے وہ اسی کو ملنا چاہیے حق تلفی نہ ہو۔ آج ہماری بربادی اور بے حیثیتی کی اصل وجہ یہی حق تلفیاں ہیں۔

☆ نجاشی، شاہ حبشہ نے سیّد کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں چمڑے کے موزوں کی ایک جوڑی بھیجی تھی، آپ ﷺ نے اسے شرفِ زینت بخشا۔ علاوہ ازیں دو تسمے والے پاپوش بھی استعمال فرمائے، یہ پھٹ جاتے تو خود ہی مرمت فرما لیتے۔ اللہ اللہ! آقا و مولیٰ کا یہ حال اور غلام کہلانے والوں کا یہ حال کہ سینکڑوں اور ہزاروں روپے جوتوں پر صرف کیے جا رہے ہیں اور یہ ہمت عوام تو عوام، علماء کو بھی نہیں کہ پھٹی ہوئی جوتی کو خود مرمت کر لیں۔

☆ نبی اکرم ﷺ جہاں سیّد الانبیاء والرسل اور سیّد ولد آدم تھے وہاں سیّد الفقراء والمساکین بھی تھے۔ آپ ﷺ کی گذر اوقات انتہائی سادہ تھی کبھی بھی کوئی چیز پیٹ بھر کر تناول نہیں فرمائی، نہ کھجور اور نہ ہی کوئی اور طعام۔ مدنی زندگی کے اخیر دور میں تو فراوانی تھی اور فقر اختیاری تھا کہ جو کچھ ہاتھ لگا اصحابِ صفہ میں، غرباء اسلام اور مسکینوں، بیواؤں میں تقسیم کر دیتے، لیکن ابتدائے اسلام میں تو ایسا کٹھن وقت بھی آیا کہ کئی کئی دن گزر جاتے، پتوں اور پانی کے سوا کچھ میسر نہ ہوتا جیسا کہ ارشاد ہے:

((وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ وَمَالِيْ وَلِبَلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُوْكَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيْهِ اِبِطُ بِلَالٍ .))

''یقیناً مجھ پر تیس دن رات ایسے بھی گزر گئے ہیں کہ کھانے کے لیے وہ بھی نہ تھا جو کوئی جانور کھا سکے۔ صرف وہی تھا جو بلال رضی اللہ عنہ تھوڑا بہت بغل میں چھپا کر لاتے تھے۔''

☆ فقر اختیاری میں عام معمول یہ بن گیا تھا کہ گھر میں دو دن مسلسل کبھی ایسے نہ گزرے کہ پیٹ بھر کر جَو کی روٹی بھی تناول فرمائی ہو۔ کبھی چپاتی نوش نہیں فرمائی اور نہ ہی کبھی میز پر کھایا، ہمیشہ زمین پر اور دستر خوان پر تناول فرمایا۔ آج ہماری کم نصیبی دیکھئے کہ کبھی ڈائننگ ٹیبل سجائے جا رہے ہیں تو کبھی مرغن کھانوں کے ڈھیر لگائے جا رہے ہیں کسی چیز کی کمی نہیں، ہاں کمی ہے تو شکر کی۔ حمد و ثناء کی اور پالنے والے کی تعریف کی۔ ہاں ہاں۔ شکر اور تعریف تو کجا! یہاں تو ناشکری کی حد کر دی جاتی ہے۔

☆ سیّد کائنات نے اپنے اوقاتِ یومیہ کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، ایک حصہ اللہ عزوجل کی عبادت و ریاضت، آیات باری تعالیٰ میں غور و فکر اور تسبیح و تہلیل میں گذرتا، دوسرا حصہ اہل خانہ کے لیے، تیسرا اپنے لیے۔ اور پھر جو حصہ اپنے لیے مخصوص تھا اس کو پھر دو حصوں میں تقسیم کر لیا، ایک اپنے لیے اور دوسرا لوگوں کے لیے۔ پھر عوام و خواص جب ملاقات کے لیے اُمڈتے تو خواص کو ترجیح دیتے اور خواص وہ جنہیں قرآن اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کی نوید سناتا ہے۔ آج ہمارے رہنمایانِ قوم کے نزدیک قرآنی خواص بے حال و بے حیثیت اور سوٹڈ بوٹڈ خواص زیادہ احترام پاتے ہیں۔ ظاہری زیب و زیبائش اور جھوٹی شان و

شوکت سے مرعوب لوگوں کا طرزِ زندگی ایسے ہی ہوتا ہے جیسے ہمارے لیڈروں اور رہنمایانِ قوم کا ہے۔ پھر ذلت ومسکنت مقدر بن جاتی ہے۔غور کیجیے! میں دنیا والوں کی بات نہیں کرتا کہ انہوں نے تو دنیا کو آخرت پر ترجیح دے رکھی ہے، میں علماء وفضلاء کی بات کرتا ہوں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کے دعوے دار ہیں، کیسا تضاد ہے؟ کیسی دورنگی ہے؟ زبان کچھ بولتی ہے اور عمل سے کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے۔

ببیں تفاوت رہ زکجا است تا بکجا!

قول وفعل میں ہم آہنگی سیرت طیبہ کا خاص اعجاز ہے،غور فرمائیں کہ سیّد کائنات ﷺ نے تو کبھی مزاح میں بھی جھوٹ کی ذرا آمیزش نہیں کی اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے سچ بھی جھوٹ کے پلندے ہیں اور جھوٹ کا تو کہنا ہی کیا!

امام ترمذی رحمہ اللہ کے سجائے ہوئے گلشن کے یہ چند پھول ہیں، پوری لطف اندوزی اور لذت آشنائی تو شمائل کا مطالعہ کرنے سے ہی حاصل ہوگی۔غرضِ عرض یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کی سیرت کو صرف پڑھنے تک ہی محدود نہ رکھیں کہ مطالعہ سیرت میں جو وقت گزرے گا نیکی میں گزرے گا بلکہ مطالعہ سیرت میں عملی اسباق تلاش کر کے ان کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنائیں۔ ورحم اللہ عبداً اجتهد واستفاد وأفاد.

"الشمائل المحمدیه" کے ترجمہ،فوائد،شرح اور تخریج کا کام انتہائی اہم تھا جو بفضل اللہ تعالیٰ اتمام پذیر ہوا۔آنے والے صفحات میں امام ترمذی رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی، شمائل کے موضوع پر علمائے کرام کی خدمات، شمائلِ ترمذی کی شروحات اور ہماری اس شرح شمائل کی خصوصیات کے لیے علیحدہ فصلیں قائم کی گئی ہیں۔

رہوارِ قلم کو اختتامی کلمات تک پہنچانے سے قبل میں اللہ عزوجل کا شکر گزار ہوں کہ اس نے اس عظیم کام کی توفیق عطا فرمائی، اگر اس کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو میں ایک لفظ کیا ایک حرف لکھنے پر بھی قادر نہ تھا۔ لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ . اس کے بعد ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس سعید اور بابرکت کام کے لیے میری کسی بھی طرح معاونت فرمائی خصوصاً اپنے والدین کریمین کا کہ انہوں نے اپنی آہِ سحر گاہی میں ہمیشہ مجھے یاد رکھا، میرے بیوی بچوں کے لیے نان ونفقہ کا اہتمام کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، اور اللہ رب العزت سے میرے لیے دین ودنیا کی تمام حسنات کا تقاضا کرتے رہتے ہیں۔

اتفاقاً شمائل ترمذی کی شرح لکھنے کا آغاز انتہائی گرمی کے موسم میں لاہور کی جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث چونگی امرسدھو میں ہوا، ان دنوں علومِ اسلامیہ کی عظیم یونیورسٹی، جامعہ اُم حبیبہؓ للبنات (جہاں میں تدریس حدیث کے لیے تعینات ہوں) میں تعطیلات ہوئیں تو میں نے ایبٹ آباد کی جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ اہل حدیث میں جا ڈیرا لگایا، وہاں خطیب ہزارہ مولانا سرفراز احمد خان فاروقی، محترم جناب حاجی محمد بشیر صدر مسجد اور محترم جناب سرار محمد فرید

سیکرٹری مسجد کی شفقتیں شمائل کی شرح لکھنے میں شامل حال رہیں، تقریباً پندرہ دن کے قیام کے بعد وہاں سے رخت سفر باندھا اور واپس اپنے مرکز جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث چونگی امرسدھو لاہور میں آ گیا۔ یہاں میرے محترم بھائی جناب حافظ سعد رفیق نے خدمت وتواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور بفضل اللہ تعالیٰ شمائل کی شرح اتمام پذیر ہوئی۔ اس موقع پر محترم جناب محمد رمضان محمدی انچارج ریسرچ ورک ادارہ انصار السنہ پاکستان و انچارج اسلامی اکادمی لاہور کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو اکثر و بیشتر بشائر وعنایات لے کر تشریف لاتے رہے، اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص وللّٰہیت میں برکت فرمائے اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازے، اسی طرح محترم عبدالرؤف بھائی شکریہ کے حق دار ہیں کہ وہ میرے ہاتھ سے لکھی ہوئی ٹیڑھی میڑھی عبارتوں کو کمپیوٹر کمپوزنگ کا حسن دیتے رہے اور شمائل ترمذی کے کام کو عبادت سمجھ کر بڑی لگن اور رغبت سے سرانجام دیتے رہے، اللہ تعالیٰ ان کو برکات وعنایات سے نوازے۔

ادارہ انصار السنہ پاکستان کے سربراہان خصوصاً جناب محترم السیّد ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی اور فضیلۃ الشیخ شیخ العرب والعجم علامہ السیّد عبداللہ ناصر رحمانی حفظہما اللہ تعالیٰ و رعاہما جس لگن اور محنت سے ادارہ کی سرپرستی فرما رہے ہیں اُمید واثق ہے کہ بہت جلد خدمت حدیث کے بہت سے شاہکار اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے منصۂ شہود پر لانے والے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل ان ہر دو اصحاب پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے اور ان کی محنت ولگن اور جہد مسلسل میں چار چاند لگا دے یقیناً خدمت حدیث اور خدمت اہل حدیث میں ان کا نام اور ان کے دیگر اصحاب ومعاونین سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ ورحم اللّٰہ عبداً قال آميناً .

اللهم لك الحمد والشكر باقٍ لا ينسٰى من ذكره

اللهم لك الحمد والشكر ، يا من يتفضل بمزيد الإنعام على من شكره

اللهم لك الحمد يا من لا يخيب من رجاه

اللهم لك الحمد والشكر ، يا من يجيب المضطر اذا دعاه

اللهم لك الحمد والشكر ، فإنك لا تكل من توكل عليك إلى غيرك .

اللهم لك الحمد والشكر ، أنت ثقتنا حين تنقطع عنا الحيل ، وأنت رجاؤنا إذا ساء العمل .

اللهم لك الحمد والشكر ، على كل نعمة كانت ، و على كل نعمة سوف تكون خاصة أو عامة .

اللهم لك الشكر اللائق بجلالك ، ولك الحمد الذي ينبغي لكمالك وعظمة كبريائك

الـلهـم صـلى على محمد و على ال محمد كما صليت على إبراهيم و على ال إبراهيم إنك حـميـد مـجيد . اللهم بارك على محمد و على ال محمد كما باركت على إبراهيم وعلى ال إبراهيم إنك حميد مجيد .

الراقم الراجی إلی عفو اللّٰہ عزوجل
منیر احمد وقار بن نذیر احمد رحمانی
استاذ الحدیث جامعہ اُم حبیبہؓ للبنات
لاہور، پاکستان

☆............☆............☆

امام ترمذی رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی

نام ونسب اورنسبت:

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی بوغی رحمۃ اللہ علیہ۔
سُلَمی:...... آپ عرب کے معروف قبیلہ بنوسلیم سے تعلق رکھتے ہیں، اسی لیے نسبت میں سلمی کہلاتے ہیں۔
ترمذی:...... یہ ترمذ شہر کی طرف نسبت ہے جس میں آپ پیدا ہوئے، یہ نہر جیحون کے ساحل پر شمال کی طرف واقع ہے۔
بوغی:...... یہ بوغ بستی کی طرف نسبت ہے جو ترمذ شہر سے کچھ فاصلے پر واقع ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسی بستی میں آسودۂ خواب ہیں۔

سنہ ولادت اور تحقیق ترمذ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی قلم بند کرنیوالے مؤرخین نے بالجزم امام صاحب کا سنہ ولادت ذکر نہیں کیا، بعض نے اندازاً ۲۰۹ھ لکھا ہے جب کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ۲۱۰ھ کے دوران پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ امام ترمذی نابینا پیدا ہوئے جب کہ صحیح یہ ہے کہ آپ تحصیل علم اور رحلاتِ علمیہ کے بعد بڑھاپے میں نابینا ہوئے تھے۔ آپ ترمذ شہر میں ہی پلے بڑھے اور دوسرے شہروں میں تحصیل علم سے قبل اپنے شہر کے علماء وافاضل سے استفادہ کیا، تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کے دادا ''مروٗ'' شہر کے رہنے والے تھے، پھر وہاں سے ترمذ منتقل ہو گئے۔ اسی سے اشارہ ملتا ہے کہ آپ ترمذ میں پیدا ہوئے تھے۔
ترمذ لفظ کے تلفظ میں اختلاف ہے بعض لوگ تاء اور میم کو مفتوح پڑھتے ہیں اور بعض دونوں کو مضموم پڑھتے ہیں اور اس شہر کے لوگ ان دونوں کو کسرہ کے ساتھ پڑھتے اور بولتے ہیں، جب کہ ایک جماعت تاء کو فتح اور میم کو کسرہ دیتی ہے اور عبداللہ بن محمد انصاری کہتے ہیں کہ تاء کو مضموم اور میم کو مکسور پڑھا جائے گا، اس تفصیل کے باوصف یہ لفظ چھ طریقوں پر پڑھا اور بولا جاتا ہے: تَرْمَذِیْ ، تُرْمُذِیْ ، تِرْمِذِیْ ، تَرْمِذِیْ ، تُرْمِذِیْ اور تُرْمَذِیْ ان میں سے زیادہ فصیح اور زبان زدعام تِرْمِذِیْ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

تحصیل علم:

امام ترمذی کے تذکرہ نگاروں نے بالتحدید یہ نہیں لکھا کہ آپ نے حصول علم کی ابتدا کب کی، البتہ امام صاحب

کے حالات کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے حصولِ علم کا آغاز بیس سال کی عمر کے بعد کیا، یہ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اس دور کے بہت سے ایسے کبار محدثین سے آپ کا سماع بالواسطہ ہے کہ آپ کی عمر ان سے بلا واسطہ سماع کرنے کی متحمل تھی لیکن آپ نے ان سے بالواسطہ سماع کیا۔ آپ کے حالات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ۲۳۴ھ کے بعد رحلاتِ علمیہ کا آغاز کیا، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جو بیدار مغزی اور مضبوط حافظہ عطا ہوا تھا اس نے یہ کمی پوری کر دی حتی کہ حفظ وضبط میں آپ ضرب المثل بن گئے۔ آپ کے حفظ وضبط کا ایک حیرت انگیز واقعہ آپ کے تقریباً تمام وقائع نگاروں نے لکھا ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک شیخ کی دو جزء کے بقدر احادیث بالواسطہ اخذ وسماع کیں اور قلم بند بھی کر لیں۔ اتفاقاً مکہ مکرمہ کے راستہ میں وہ شیخ مل گئے تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے موقع غنیمت سمجھ کر گذارش کی کہ کیا میں فلاں اجزاء قراءت کر سکتا ہوں؟ خیال تھا کہ یہ دونوں جزء میرے پاس ہی ہیں۔ شیخ نے درخواست قبول کی اور فرمایا: اجزاء نکال لو، میں قراءت کرتا ہوں تم تقابل کرتے جاؤ۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اجزاء تلاش کیے مگر وہ ساتھ نہ تھے ان کی جگہ خالی اوراق والے دو اجزاء ہاتھ میں آ گئے۔ بہت پریشان ہوئے لیکن اس وقت ان کی سمجھ میں اس کے سوا اور کچھ نہ آیا کہ خالی اجزاء ہاتھ میں لے کر فرضی طور پر سننے میں مشغول ہو گئے۔ شیخ نے قراءت شروع کی اور اتفاقاً ان کی نظر خالی اور سفید اوراق پر پڑ گئی تو فرمانے لگے: اے لڑکے! کیا میرے ساتھ مذاق کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سارا واقعہ بیان کیا اور عرض کیا کہ اگرچہ وہ اجزاء ابھی میرے پاس نہیں ہیں لیکن لکھے ہوئے سے زیادہ محفوظ ہیں۔ شیخ نے فرمایا: ٹھیک ہے پڑھو۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تمام حدیثیں سنا دیں۔ شیخ نے خیال ظاہر کیا کہ شاید ان کو پہلے سے یاد کیا ہوا ہو اور اب اپنی قوتِ حفظ وضبط باور کرانا چاہتے ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ آپ دوسری حدیثیں سنا دیجیے اور امتحان لے لیجیے۔ شیخ نے اپنی خاص چالیس احادیث پڑھیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس کی چالیس احادیث سنا دیں اور ایک حرف میں بھی خطا نہ کی۔ تب شیخ کو ان کے حفظ وضبط کا یقین ہوا اور نہایت متعجب ہوئے۔

یہی بے نظیر حفظ وضبط امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے شیوخ وحفاظ سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے میں ممد و معاون بنا۔ اور اسی نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا اہل بنایا کہ وہ اپنے اساتذہ کرام میں سے بڑے بڑے ائمہ (جیسے امام بخاری، امام ابوزرعہ الرازی، اور امام دارمی رحمہم اللہ اجمعین) کے ساتھ بحث ومناظرہ میں حصہ لینے لگے۔

رحلاتِ علمیہ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جس دور میں اس کائنات ہستی میں تشریف لائے وہ علم وعرفان کی ترقی وعروج کا دور کہلاتا ہے۔ عرب وعجم میں بڑے بڑے محدثین اپنے علم سے عوام وخواص کو بہرہ ور کر رہے تھے چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے خراسان، عراق اور حرمین شریفین کا سفر کیا اور وہاں کے علماء وافاضل سے شرف تلمذ حاصل کیا، لیکن شام اور مصر میں

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نہیں گئے۔ اس لیے شامی اور مصری محدثین کی روایات آپ نازل سند سے بیان کرتے ہیں اگر وہاں تشریف لے جاتے تو ہشام بن عمار اور ان کے ہم عصر محدثین سے بلاواسطہ روایت کرتے جب کہ ان سے آپ بالواسطہ روایت کرتے ہیں، اسی طرح آپ کے سفر بغداد کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ بغداد گئے یا نہیں کیونکہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا تذکرہ تاریخ بغداد میں نہیں کیا اگر وہاں جاتے تو امام اہل السنہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کرتے۔ لیکن حافظ ابن نقطہ نے ذکر کیا ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ عروس البلاد بغداد میں گئے تھے اور وہاں آپ نے حسن بن صباح، احمد بن منیع اور محمد بن اسحاق الصنعانی سے سماع کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بغداد گئے ہوں گے۔ باقی رہا خطیب بغدادی کا ''تاریخ بغداد'' میں ذکر نہ کرنا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بغداد نہیں گئے کیونکہ تاریخ بغداد میں بہت سے ایسے لوگوں کا ذکر نہیں جو بغداد تو گئے تھے لیکن علامہ خطیب بغدادی نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب میں نہیں کیا۔

مذکورہ شہروں میں علم وعرفان کے حصول کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہر واپس آ گئے پھر بخاریٰ اور نیسا پور میں بھی گئے اور وہاں ایک عرصہ تک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ملازمت اختیار کی۔ اور ان سے خوب خوب استفادہ کیا۔ بالجملہ آپ جن شہروں میں حصولِ علم کے لیے گئے ان کے نام یہ ہیں:

خراسان، البصرۃ، الکوفۃ، واسط، بغداد، مکہ، المدینۃ، الری، بخاریٰ، نیسا پور۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ اور شیوخ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے بڑے بڑے محدثین عظام سے تحصیل علم کیا۔ چند کے نام یہ ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری، امام قتیبہ بن سعید، امام اسحاق بن راہویہ، امام مسلم بن الحجاج القشیری، محمد بن عمرو السواق البلخی، محمود بن غیلان، اسماعیل بن موسیٰ الفزاری، احمد بن منیع، ابو مصعب الزہری، بشر بن معاذ العقدی، حسن بن احمد بن ابی شعیب، ابو عمار الحسین بن حریث، المعمر بن عبداللہ بن معاویہ الجمعی، عبدالجبار بن العلاء، ابو کریب، علی بن حجر، علی بن سعید مسروق الکندی، عمرو بن علی الفلاس، عمران بن موسیٰ القزاز، محمد بن ابان المستملی، محمد بن حمید الرازی، محمد بن عبدالاعلیٰ، محمد بن رافع، محمد بن عبدالعزیز بن ابی رزمۃ، محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب، محمد بن یحییٰ العدنی، نصر بن علی، ہارون بن الحمال، ہناد بن السری، ابو ہمام الولید بن شجاع، یحییٰ بن اکثم، یحییٰ بن حبیب بن عربی، یحییٰ بن درست البصری، یحییٰ بن طلحۃ الیربوعی، یوسف بن حماد المعنی، اسحاق بن موسیٰ الخطمی، ابراہیم بن عبداللہ الہروی، سوید بن نصر المروزی وغیرہم۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے خوب استفادہ کیا آپ کے اساتذہ میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ایسے استاذ ہیں جو آپ کے اساتذہ میں بھی شمار کیے جاتے ہیں اور آپ کے شاگردوں میں بھی۔ کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے روایت کی ہے اسی

طرح امام مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث اپنی صحیح میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے بیان کی ہے۔جن شیوخ سے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''جامع ترمذی'' میں حدیثیں روایت کی ہیں ان کی تعداد ۲۰۶ ہے۔

امام ترمذی کے تلامیذ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرنے والے لوگوں میں بڑے بڑے نام آتے ہیں جیسا کہ گزرا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی ''الجامع الصحیح'' میں نقل کی ہے اسی اعتبار سے آپ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاد ہیں۔علاوہ ازیں جن علمائے کرام نے آپ کی شاگردی اختیار کی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

ابوبکر احمد بن اسماعیل السمرقندی، ابو حامد احمد بن عبداللہ بن داؤد المروزی، احمد بن علی بن حسنو یہ المقری، احمد بن یوسف النسفی، اسد بن حمدویہ النسفی، الحسین بن یوسف الفربری، عبد بن محمد بن محمود النسفی، علی بن عمر بن کلثوم البصری، فضل بن عمار الصرام، ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب وغیرھم۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ محدثین کی نظر میں:

☆ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے استاذ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((مَا انْتَفَعْتُ بِكَ اَكْثَرُ مِمَّا انْتَفَعْتَ بِيْ .))

''میں نے تم سے اس سے زیادہ نفع اٹھایا جتنا تم نے مجھ سے اُٹھایا ہے۔''

☆ حافظ عمر بن علک کہتے ہیں:

((مَاتَ الْبُخَارِيُّ فَلَمْ يُخَلِّفْ بِخُرَاسَانَ مِثْلَ أَبِيْ عِيْسٰى فِي الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ وَالْوَرْعِ وَالزُّهْدِ .))

''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد خراسان میں علم وحفظ اور زہد و ورع میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ کوئی نہیں تھا۔''

☆ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے علم حدیث کی چار طریقوں پر خدمت کی: (۱) احادیث کو حفظ کیا۔ (۲) احادیث کو جمع کیا۔ (۳) حدیث کے فن میں تصنیف و تالیف کی۔ (۴) علم حدیث میں علما و افاضل سے مذاکرہ کیا۔''

☆ امام ابویعلیٰ خلیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت پر تمام اہل عصر کا اتفاق ہے، آپ امانت و دیانت اور علم وحفظ سے

معروف تھے۔''

☆ ابوسعد ادریسی کہتے ہیں:

''امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ان ائمہ حدیث میں سے ایک ہیں جن کی علم حدیث میں اقتداء کی جاتی ہے، آپ نے ''الجامع السنن'' تالیف کی، نیز تاریخ، تفسیر اور علل الحدیث پر تصنیفات چھوڑیں، آپ کا حفظ وضبط ضرب المثل تھا۔''

☆ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ان القابات سے یاد کیا: الحافظ، العلم، الامام، البارع

حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ مزی اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے آپ کو اپنے وقت کا اجل شیخ، متفق علی جلالته و حفظه و ورعه ، أحد الأئمة الأثبات جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

تنبیہ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ''مجہول'' کا لفظ بیان کیا ہے۔ علماء حدیث اور فن رجال کے ائمہ نے حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا ردّ کیا ہے اور اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں قلت اطلاع پر محمول کیا ہے اور یہ لفظ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت وشان اور رفعت کو کم کرنے کی بجائے حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی معلومات کا دائرہ بتا رہا ہے کہ علم رجال میں ان کی معلومات کیسی تھیں۔ کاش! حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع السنن دیکھ لیتے تو ایسا کبھی نہ کہتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب وفضائل:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ علم وعمل، زہد وتقویٰ، صلاح واستقامت اور خدا خوفی میں آیة من آیات اللّٰه تھے، دنیاوی اغراض ومقاصد اور منافع کے بجائے آپ کی تگ وتاز کا محور اُخروی زندگی کی سعادت وخوش بختی کا حصول تھا۔ یادِ الٰہی اور خوفِ الٰہی سے بکثرت روتے رہتے تھے، کہا جاتا ہے کہ آپ خشیت الٰہی سے بکثرت روتے حتی کہ آپ کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ہاں آپ کو اور آپ کی تالیفات کو خصوصاً ''جامع ترمذی'' کو بڑا بلند درجہ عطا فرمایا حتی کہ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہرات میں شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۸۱ھ کے پاس امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی جامع کا ذکر ہوا تو فرمانے لگے:

ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری ومسلم کی کتاب سے زیادہ نافع ہے، کیونکہ بخاری اور مسلم کی کتابوں سے تو صرف متبحر عالم ہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے لیکن ابوعیسیٰ کی کتاب سے ہر شخص مستفید ہوسکتا ہے۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ مختلف اسلامی علوم میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے خصوصیت کے ساتھ جن علوم کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ علم حدیث :......اس علم میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ اسناد ومتون بکثرت آپ کو حفظ تھے حتی کہ کہا جاتا ہے کہ آپ کو تین لاکھ احادیث ازبر تھیں۔ مزیر برآں ان احادیث کی صحت وسقم اور حسن وقبح سے آپ اچھی طرح واقف تھے۔ جامع ترمذی پڑھنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں کہ آپ عموماً ہر حدیث بیان کرنے کے بعد اس پر صحت وسقم اور حسن وقبح کا حکم لگاتے ہیں، یہ بات بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ کو متون واسانید پر معرفت تامہ حاصل تھی۔

۲۔ علم علل الحدیث :......علومِ حدیث میں علل الحدیث کے فن تک خاص خاص لوگوں کو رسائی حاصل ہوئی ہے جب کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس فن کے امام تھے۔ آپ ان معدودے چند محدثین میں سے ہیں جن کو علل الحدیث میں دسترس حاصل تھی بلکہ آپ نے اس فن میں ایک مایہ ناز کتاب (العلل الکبیر) بھی تالیف کی جو اپنے ما بعد آنے والے علماء وافاضل کے لیے ایک مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

۳۔علم الجرح والتعدیل و معرفة الرجال :......علوم الحدیث میں یہ فن اتنی ہی اہمیت کا حامل ہے جتنی اہمیت جسم میں روح کو حاصل ہے، اسی فن سے حدیث کی صحت وسقم کا پتہ چلتا ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ اس فن میں مہارت تبھی پیدا ہوسکتی ہے جب حدیث کے راویوں کے حالاتِ زندگی کی معرفت، ان کی ولادت اور وفات کی معرفت، ان کی کنیتوں اور نسبوں سے واقفیت حاصل ہو، نیز ان میں کون ثقہ ہے اور کون ضعیف۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام اُمور سے ایک عالم وعارف کی طرح نہ صرف واقف تھے بلکہ رجال کے بارے میں ان کا کلام بھی موجود ہے جو جامع ترمذی میں جابجا دیکھا جاسکتا ہے۔

٤۔ علم الفقه:......جامع ترمذی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام ترمذی فقہائے اسلام کے فقہی مناہج اور فقہاء کے اختلافات پر مکمل اطلاع رکھتے تھے۔ بلکہ صحابہ کرام اور تابعین کے فقہی استدلالات کے بارے میں ان کی معلومات بہت زیادہ تھیں اسی طرح اہل الرائے اور اہل الحدیث کی فقہ پر ان کو اطلاعِ تام حاصل تھی مزید برآں فقہی مسائل میں اختلافی آراء کے بعد راجح اور معمول بھا موقف پر اطلاع امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا میزہ ہے اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب مسائل فقہ میں رسوخ حاصل ہو۔ امام مبارک بن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”له فی الفقه ید صالحة ......کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ میں یدطولیٰ حاصل تھا۔“

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک و مذہب:

دیگر ائمہ حدیث کی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی کسی امام کے مقلد نہیں تھے، بعض لوگوں نے آپ کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ غلط ہے آپ مجتہد مطلق تھے اور مسائل و احکام میں کتاب وسنت کے تابع فرمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقلید شخصی اور تقلید اعمیٰ سے بچا کر اجتہاد مطلق کا درجہ عطا فرمایا تھا جیسا کہ ان کی کتاب ''الجامع'' سے واضح ہے۔

امام ترمذی کی تصنیفات:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا علم وفضل اپنی تصانیف کے سپرد کیا تاکہ بعد میں آنے والے لوگ استفادہ کرسکیں اور فی الواقع ایسا ہی ہوا، آپ کی تصانیف نے بڑی شہرت پائی کیونکہ ان میں وہ تمام فوائد مہمہ موجود ہیں جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکابر شیوخ حدیث سے حاصل کیے۔ آج بھی علمی ذخیرہ میں باوجود ایک مدت مدید گزرنے کے آپ کی تصانیف سے پورے تزک و احتشام کے ساتھ استفادہ کیا جارہا ہے اور ہر آنے والا دن ان کے احترام میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے۔ کہ شرق وغرب اور شمال وجنوب کے اہل علم ان تصانیف سے حظ وافر اُٹھا رہے ہیں۔ آپ کی جو تصانیف ہم تک پہنچ سکی ہیں ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ الجامع:...... یہ کتاب ''سنن ترمذی'' کے نام سے مشہور ہے اور امام ترمذی کی کتابوں میں سے مشہور ترین کتاب یہی ہے جو صحاح ستہ میں سے ایک عظیم دیوان کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلادِ اسلامیہ میں نہایت متداول ہے اور اس کی بے شمار طبعات عالم میں بکھری ہوئی ہیں اس کی افادیت واہمیت کے پیش نظر اس کی بیسیوں شروحات لکھی جا چکی ہیں جن میں سے سب سے عمدہ اور نفیس شرح ''تحفۃ الاحوذی'' ہے جو مولانا عبدالرحمٰن الرحمانی کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔

۲۔ العلل:...... یہ کتاب علل الحدیث پر ایک مستقل تصنیف ہے جسے دنیا ''العلل الکبیر'' کے نام سے جانتی ہے یہ اس کتاب کے علاوہ ہے جو جامع ترمذی کے آخر میں کتاب العلل کے نام سے ملحق ہے۔ ''العلل الکبیر'' عظیم الفائدہ اور کثیر المنفعہ کتاب ہے۔ مطبوع ہے۔

۳۔ الشمائل المحمدیہ:...... یہ کتاب ترجمہ اور تشریح وفوائد کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ عالیہ اور عاداتِ مبارکہ پر نہایت ہی عمدہ تالیف ہے مطبوع و متداول ہے اور اس پر کئی شروحات لکھی جا چکی ہیں۔

۴۔ تسمیۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:...... اس کا نام ''کتاب اسماء الصحابۃ'' ہے۔ یہ بھی مطبوع ہے۔

امام ترمذی کی مندرجہ ذیل کتب تک ہماری رسائی نہیں ہوسکی:

۱۔کتاب التاریخ

۲۔کتاب الزہد

۳۔کتاب الاسماء والکنی

فقہ کے موضوع پر ایک کتاب کا ذکر بھی تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔واللہ اعلم بالصواب

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا سفر آخرت:

علم وعرفان اور زہد وتقویٰ کی علامت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سوموار کی رات ۱۳ رجب ۲۷۹ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔اس وقت آپ کی عمر ستر سال تھی۔آپ کی وفات ترمذ شہر کے ایک گاؤں ''بوغ'' میں ہوئی اور وہیں آپ آسودۂ خواب ہیں۔رحمۃ اللہ علیہ ورضی عنہ۔

☆..........☆..........☆

کتب الشمائل

الشمائل:...... یہ شمال کی جمع ہے یہ لفظ عربی لغت میں عادت، خصلت اور طبیعت کے معنی میں مستعمل ہے، نیز یہ لفظ شین کے فتحہ کے ساتھ شمال کی طرف سے آنے والی ہوا کے لیے، اور شین کے کسرہ کے ساتھ بائیں جانب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

شمائل نبوی سے مراد نبی اکرم ﷺ کی عادات و خصائل اور اخلاق ہیں۔ اس موضوع کے تحت نبی اکرم ﷺ کی ظاہری و باطنی سیرت وصورت، آپ ﷺ کا اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، ملنا جلنا، لباس، مزاج اور آپ ﷺ کی حسن معاشرت وغیرھا کا پتہ چلتا ہے۔

محدثین عظام نے اس موضوع پر بے شمار کتابیں تصنیف کیں، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمحمد بن عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ المتوفی ۳۶۹ھ۔

۲۔ شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ لابی العباس جعفر بن محمد المستغفری المتوفی ۴۳۲ھ۔

۳۔ الانوار فی شمائل النبی المختار۔ لابی محمد الحسین بن سعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ۔

۴۔ الشفاء، قاضی عیاض، المتوفی ۵۴۴ھ۔

۵۔ الشمائل بالنور الساطع الکامل، ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم فزاری المعروف بہ ابن المقری الغرناطی المتوفی ۵۵۲ھ۔

۶۔ زواہر الانوار و بواہر الابصار والاستبصار فی شمائل النبی المختار۔ لیحیٰی بن یوسف الصرصری المتوفی ۶۵۶ھ۔

۷۔ الروض الباسم فی شمائل المصطفیٰ ابی القاسم، لزین الدین محمد عبدالرؤف المناوی المتوفی ۱۰۳۱ھ۔

۸۔ کشف اللثام عما جاء من الاحادیث النبویہ فی شمائل المصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام، لمحمد بن محمد الروفی المالکی المتوفی ۱۱۰۳ھ۔

۹۔ روضۃ النبی فی الشمائل، از حبیب اللہ القنوجی المتوفی ۱۱۴۰ھ۔

۱۰۔ الوسیلۃ العظمی فی شمائل المصطفیٰ خیر الوریٰ، پیر محمد بن مصطفیٰ المتوفی ۱۱۴۶ھ۔

۱۱۔ محصول المواہب الاحدیۃ فی خصائص والشمائل المحمدیہ، خلیل بن حسن الاسعردی المتوفی ۱۲۵۹ھ۔

۱۲۔ ینابیع المودۃ فی شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، از سلیمان بن ابراہیم القندوزی المتوفی ۱۲۹۴ھ۔

۱۳۔ عین الرحمۃ والنور فی شمائل النبی المبرور، لمحمد بن ثابت بن عبداللہ القبصر ی المتوفی ۱۳۱۱ھ۔

۱۴۔ شمائل محمدی، شیخ عبدالرسول بن عبدالصمد۔

۱۵۔ شمائل کبریٰ، ابونعیم عبدالحکیم نشتر جالندھری۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الشمائل المحمدیه" اس موضوع پر لاجواب کتاب ہے اور اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

شمائل ترمذی کی شروحات

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب پر بے شمار لوگوں نے مختلف انداز واطوار سے کام کیا ہے۔ بعض نے شرح لکھی، بعض علماء نے اس کا اختصار کیا، بعض نے اس کتاب کی احادیث کی تخریج کی، بعض نے حاشیہ اور ترجمہ کی خدمات سرانجام دیں۔ ذیل میں چند کا ذکر کیا جا رہا ہے:

☆ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۶ھ

☆ المواہب اللدنیۃ علی الشمائل المحمدیہ، از امام ابراہیم بن محمد الباجوری المتوفی ۱۲۶۳/۱۲۷۷ھ

☆ درر الفضائل فی شرح الشمائل، علیم الدین قنوجی

☆ بہجۃ المحاصل شرح الشمائل، شیخ ابوالامداد ابراہیم اللقانی المالکی

☆ اشرف الوسائل، از حافظ شہاب الدین احمد بن حجر المکی متوفی ۹۷۳ھ

☆ شرح حمائل، عربی وفارسی از شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح ابن جلال اللاری المتوفی ۹۷۹ھ

☆ شرح الشمائل، از عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی متوفی ۹۴۳ھ

☆ شرح الشمائل، از شیخ عبدالرؤف المناوی المتوفی ۱۰۳۱ھ

☆ زہر الحمائل علی الشمائل، از علامہ جلال الدین سیوطی

☆ شرح الشمائل للترمذی، علامہ سیّد محمد بن قاسم جسوس

☆ تہذیب الشمائل، از شیخ محمد بن عمر بن حمزہ الانطاکی

☆ شرح الشمائل للترمذی از مولوی محمد الحنفی المتوفی ۹۲۶ھ

☆ شرح الشمائل للترمذی، از محمد عاشق بن عمر الحنفی المتوفی ۱۰۳۲

☆ العطر الشذی للعلامہ عبدالمجید الشرنونی

☆ شرح الشمائل، لعبدالملک بن جمال الدین بن اسماعیل العصامی المتوفی ۱۰۳۷ھ

☆ ترجمہ شمائل، بزبان ترکی از احمد بن خیر الدین الایدینی المشہور بخواجہ اسحاق افندی المتوفی ۱۱۲۰ھ
☆ نظم شمائل ترمذی، بزبان ترکی از مصطفیٰ بن حسین الحلمی
☆ بہار خلد، از مولانا کفایت علی کافی، اُردو میں دلچسپ نظم ہے۔ مطبوع ہے۔
☆ الفوائد الجلیلۃ البہیۃ علی الشمائل المحمدیہ، از محمد بن قاسم بن اسد المغربی
☆ الاتحافات الربانیۃ بشرح الشمائل المحمدیہ، از عبد الجواد احمد الدومی
☆ السنی الوسائل بشرح الشمائل، از اسماعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۲ھ
☆ المواہب المحمدیہ بشرح الشمائل الترمذیہ، از سلیمان بن عمر المعروف بالجمل المتوفی ۱۲۰۴ھ
☆ شرح الشمائل للترمذی، از ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ المتوفی ۹۴۳ھ

خصوصیات شرح شمائل ترمذی

شمائل ترمذی کی جو شرح اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

☆ شمائل ترمذی کا پورا متن درج کیا گیا ہے صرف احادیث پر اکتفا نہیں کیا گیا۔
☆ شمائل ترمذی کی تمام احادیث پر اعراب لگا دیے گئے ہیں۔
☆ شمائل ترمذی کی تمام احادیث کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور تشریح وفوائد کے لیے علیحدہ عنوان دیا گیا ہے۔
☆ شمائل ترمذی کی احادیث کے راویوں کا مختصر مگر جامع اور مفید تعارف درج کیا گیا ہے۔
☆ احادیث میں اگر کسی واقعہ، قصہ اور غزوہ کی طرف اشارہ ہے تو اسے بھی مختصر واضح کیا گیا ہے۔
☆ قارئین کی سہولت کے لیے احادیث پر اہم عنوانات قائم کیے گئے ہیں نیز شرح کے دوران بھی بعض اہم مقامات پر عنوان قائم کیے گئے ہیں۔
☆ عموماً ہر باب کے آغاز میں پورے باب کا ماحصل اور خلاصہ مختصر طور پر ذکر کیا گیا ہے۔
☆ احادیث میں تعارض کے مقامات پر محدثین اور سلف صالحین سے مستفاد بہترین توجیہات سے اس کا عمدہ حل پیش کیا گیا ہے۔
☆ احادیث کی تخریج محدثین کے معیار صدق وکذب کے مطابق کی گئی ہے اور ہر حدیث پر اس کی شمائل والی سند اور دیگر اسناد کو دیکھتے ہوئے صحت وسقم کا حکم لگایا گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں شیخ ناصر الدین البانی اور دیگر محدثین کی خدمات سے استفادہ کیا گیا ہے۔
☆ شرح میں پیش آمدہ روایات واحادیث کی بھی محدثین کے انداز پر تخریج کی گئی ہے۔

☆ ہر حدیث پر شمائل ترمذی کی ترتیب سے حدیث کا نمبر درج کیا گیا ہے اسی طرح ہر باب کا نمبر اور باب کے مطابق ہر حدیث کا نمبر علیحدہ سے دیا گیا ہے۔

☆ شرح میں غیر ضروری طوالت سے حتی الامکان اجتناب کیا گیا ہے۔

☆ قارئین کرام کے لیے اسوۂ رسول ﷺ سے جو عمل کی راہیں ملتی ہیں ان کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ شرح میں کوشش کی گئی ہے کہ ضعیف اور موضوع روایات سے اجتناب کیا جائے، جب کہ اس سے پہلے شمائل ترمذی کی دیگر شروحات میں اس کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

☆ ہماری معلومات کے مطابق شمائل ترمذی کی یہ پہلی ایسی اُردو شرح ہے جو کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے جب کہ قبل ازیں تمام شروحات اور تراجم میں جدید وسائل کتابت سے استفادہ نہیں کیا گیا۔

☆ مذکورہ بالا خصوصیات کے ساتھ ساتھ اس ایڈیشن میں جمالیاتی تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں اس کتاب کو نہایت اعلیٰ سافٹ ویئر پر ڈیزائن کیا گیا ہے۔

☆............☆............☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱/۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان

(اس باب میں پندرہ احادیث ہیں)

خَلْقٌ: خاء کے فتح اور لام کے سکون سے ہے، جس کا معنی کسی چیز کا بغیر سابقہ مثال کے پیدا کرنا ہے۔ مگر یہاں اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت اور پیدائشی خصوصیات ہیں جو کہ حلیہ مبارک سے عبارت ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ کیسا تھا؟ یہی اس باب کی غرض انعقاد ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں پندرہ احادیث درج کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری حلیہ کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک، رنگ مبارک، بال مبارک، اعضاء مبارک، چال مبارک، لباس مبارک، ہتھیلی مبارک، سر مبارک، پلکیں مبارک کے ذکر کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ گفتگو، سخاوت وکریمی، مہر نبوت، صدق لسانی، مزاجِ گرامی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت اور میل جول، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب وجلال وغیرہ کے بارے میں تفصیلات درج ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک:

۱۔۱: أَخْبَرَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ، وَلَا بِالْقَصِيْرِ، وَلَا بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ، وَلَا بِالْآدَمِ، وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ، وَلَا بِالسَّبِطِ، بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَأْسِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ، وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ، وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً، وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُوْنَ

"سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت زیادہ دراز قامت تھے اور نہ ہی بہت پست قامت تھے، رنگ بہت زیادہ سفید تھا نہ ہی زیادہ گندمی، بال نہ زیادہ گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں منصبِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مکہ معظّمہ اور دس سال ہی مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے، ساٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت کیا، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں ہوئے تھے۔"

شَعْرَةً بَيْضَاءَ .

تخریج : صحيح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ ، حديث نمبر : ٣٥٤٨ـ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب قدر عمره واقامته مكة والمدينة ـ سنن ترمذي، كتاب اللباس والمناقب.

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تعارف:

راویٔ حدیث: اس حدیث کے راوی سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے والد محترم مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام الانصاری الخزرجی النجاری تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے دس سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کی ملازمت و خادمیت کے فرائض انجام دیئے، اور نبی اکرم ﷺ کی وفات تک یہ فریضہ ادا کرتے رہے، جبکہ آپ کی عمر اس وقت بیس سال ہوگئی تھی۔

سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''میری والدہ محترمہ مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا بیٹا ہے، اسے میں آپ کی خدمت کے لیے لائی ہوں، آپ اس کے لیے دعا فرمائیں تو آپ ﷺ نے ان الفاظ سے دُعا کی: ((أَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيْهِ .)) ......''اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت و برکت فرما۔'' [1] سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے مال بھی بہت دیا اور میری اولاد بھی آج سو سے اوپر ہے۔'' [2]

ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ سیّدنا اَنس رضی اللہ عنہ کا ایک باغ تھا جو سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا اور اس کے پھولوں سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ [3]

سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے براہِ راست بہت سی احادیث بیان کیں۔ نیز آپ نے سیّدنا ابوبکر صدیق، سیّدنا عمر فاروق، سیّدنا عثمان ذوالنورین، سیّدنا معاذ بن جبل، سیّدنا ابوذر غفاری، سیّدنا ابوہریرہ، اپنی والدہ سیّدہ اُمّ سلیم اور خالہ اُمّ حرام وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین سے احادیث روایت کیں۔ آپ کے شاگردوں میں امام حسن بصری، امام ابن سیرین، امام شعبی، امام ابوقلابہ، امام مکحول، امام عمر بن عبدالعزیز، امام ابن شہاب زہری اور امام قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ اجمعین بہت سے تابعین کے نام منقول ہیں۔

سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سنہ ۹۳ ہجری میں وفات پا گئے جبکہ آپ کی عمر ایک سو تین سال اور بقول بعض ایک

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الدعوات، باب الدعاء بكثرة المال والولد، حديث : ٦٣٧٨ـ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، من فضائل انس بن مالك رضي الله عنه، حديث : ٢٤٨١/١٤٢ .

[2] صحيح بخاری، كتاب الصوم، باب من زار قوماً فلم يفطر عندهم، حديث : ١٩٨٢ـ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل انس بن مالك رضي الله عنه، حديث : ٢٤٨١/١٤٣ .

[3] سنن ترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب لانس بن مالك رضي الله عنه، حديث : ٣٨٣٣ وقال "حسن غريب".

سوسات سال تھی۔ آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۲۲۳۶ ہے، ان میں سے بخاری ومسلم میں ۱۸۰ ہیں۔ صرف صحیح بخاری میں ۸۰ اور صحیح مسلم میں ۹۰ ہیں۔

☆ مفردات:

خَلْقَ: خاء کے فتح اور لام کے سکون سے ہے، جس کا معنی کسی چیز کا بغیر سابقہ مثال کے پیدا کرنا ہے، مگر اس سے مراد یہاں آپ ﷺ کی شکل وصورت اور پیدائشی خصوصیات ہیں، اور خاء اور لام کے ضمہ (پیش) کے ساتھ اس کا معنی طبیعت اور خصلت ہے۔

اَلْبَائِنُ: ہمزہ کے ساتھ اسم فاعل ہے بان یبین یعنی ظهر یظهر: ظاہر ہونا۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کا قد بہت زیادہ لمبا نہیں تھا جو دوسروں سے الگ ظاہر ہوتا ہو۔ یا یہ بَانَ يَبُوْنُ سے اسم فاعل ہے یعنی بَعُدَ يَبْعُدُ: دور ہونا۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ توسط سے دور نہ تھے کہ نمایاں طور پر بلند قامت ظاہر ہوتے ہوں۔

اَلْقَصِيْرُ: قَصُرَ يَقْصُرُ سے ماخوذ ہے جو کوتاہ قامت ہونا، چھوٹا ہونا کے معنی میں ہے۔ مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کوتاہ قامت نہ تھے۔

اَلْاَمْهَقُ: اسم تفضیل کا صیغہ ہے جو شدید البیاض یعنی سخت سفید کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہ لفظ ایسی سفیدی پر بولا جاتا ہے جس میں چمک اور روشنی نہ ہو جس طرح چونا وغیرہ، ایسی سفیدی مکروہ اور ناپسند ہوتی ہے اس میں روشنی، چمک اور سرخی نہ ہونے کی وجہ سے یہ کریہہ المنظر ہوتی ہے۔

اَلْآدَمُ: اسم تفضیل کا صیغہ ہے، اصل میں أَءْ دَمُ ہے۔ دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیا گیا ہے جو شدید السمرۃ یعنی گہرا گندمی رنگ کے معنی میں مستعمل ہے اور یہ سفیدی اور سیاہی کے بین بین ہوتا ہے۔

الجَعْد: جیم کے فتحہ (زبر) اور لام کے سکون (جزم) کے ساتھ ہے جو پیچ دار اور گھنگھریالے ہونا کے معنی میں مستعمل ہے۔

القَطِطُ: قاف اور طاء کے فتحہ (زبر)، نیز طاء کے کسرہ (زیر) کے ساتھ ہے جو بہت زیادہ پیچ دار ہونے کے معنی میں مستعمل ہے۔ شدید الجعودۃ یعنی بہت زیادہ گھنگھریالے بالوں والا ہونا۔

اَلسَبِطُ: سین کے فتحہ (زبر) اور باء کے کسرہ (زیر) کے ساتھ، کبھی باء کو جزم اور فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے۔ یہ جَعْد کی ضد ہے، بالوں کا سیدھا ہونا جن میں پیچ نہ ہو۔

الرأس: اس سے مراد الطرف الأخير (آخری کنارہ) ہے، یعنی چالیس سال پورے ہونے کے بعد آپ ﷺ مبعوث ہوئے۔

آپ ﷺ کا قد مبارک:

حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے حلیۂ مبارکہ کے بارے میں وضاحت ہے کہ آپ ﷺ بہت زیادہ لمبے قد والے نہیں تھے، جیسا کہ صحیح بخاری باب صفۃ النبی ﷺ میں سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ((كَانَ مَرْبُوْعًا)) ❶ آپ ﷺ درمیانے قد والے تھے۔ اور صحیح بخاری میں ہی سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسی باب میں مروی ہے کہ ((كَانَ رَبْعَةً)) ❷ آپ ﷺ درمیانے قد والے تھے جو لمبائی کے زیادہ قریب ہو۔ لفظ رَبْعَةً کی تشریح صحیح بخاری میں انہیں الفاظ سے ہے کہ آپ ﷺ نہ بہت لمبے قد والے تھے اور نہ چھوٹے۔ طویل البائن کی نفی سے ثابت ہوتا ہے کہ کچھ لمبے قد کی طرف مائل تھے اور لمبائی کے قریب تھے۔

آپ ﷺ کا رنگ مبارک:

حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے رنگ بارے وضاحت ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ مبارک بہت زیادہ حد سے بڑھا ہوا سفید بھی نہ تھا اور زیادہ شدید گندمی بھی نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کے سفید رنگ میں سرخی ملی ہوئی تھی۔ صحیح مسلم میں سیّدنا ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ سفید تھا۔ ❸ اور صحیح بخاری میں سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ((كَانَ أَزْهَرُ اللَّوْنِ)) ❹ روشن رنگ والے تھے۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ ((كَانَ أَبْيَضُ بَيَاضَةً إِلَى السَّمُرَةِ)) ❺ سفید رنگ والے تھے جس کی سفیدی گندمی رنگ کی طرف مائل تھی۔

طبرانی کی ایک روایت میں ہے صحابیِ رسول فرماتے ہیں: ((مَا أَنْسَى شِدَّةَ بَيَاضِ وَجْهِهِ مَعَ شِدَّةِ سَوَادِ شَعْرِهِ)) ❻ یعنی میں آپ ﷺ کے رنگ مبارک کی شدید سفیدی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے بالوں کی شدید سیاہی کو کبھی بھی نہیں بھول سکتا۔ آپ ﷺ کے رنگ بارے ابوطالب کا ایک مشہور شعر ہے ؎

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ مَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةً لِلْأَرَامِلِ ❼

''یعنی آپ ﷺ ایسے سفید رنگ والے ہیں کہ آپ کے چہرے کی وساطت سے بارش کا پانی مانگا جاتا ہے۔ آپ (ﷺ) یتیموں کے غم خوار، بیواؤں کی پناہ گاہ اور ان کی عصمت وحفاظت کے نگران ہیں۔''

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث: ۳۵۵۱، صحیح مسلم (۲۳۳۷).

❷ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث: ۳۵۴۷.

❸ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کان النبی ﷺ ابیض، حدیث: ۲۳۴۰.

❹ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث: ۳۵۴۷.

❺ دلائل النبوة للبیهقی ۱/۱۳۹. ❻ معجم کبیر طبرانی کما فی مجمع الزوائد (۴/۲۶)، باب صفة النبی ﷺ.

❼ صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء، حدیث: ۱۰۰۸.

ابن اسحاق نے ''السیرۃ النبویۃ'' میں سراقہ بن مالک کا قول یوں بیان کیا ہے:

((فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلٰى سَاقِهِ كَأَنَّهَا جُمَارَةٌ .)) ❶

''میں آپ ﷺ کی پنڈلی کو اس طرح دیکھنے لگا گویا کہ وہ ایک روشن چنگاری ہے۔''

مسند أحمد بن حنبل میں عمرۂ جعرانہ کے تذکرہ میں محرش کعبی سے یوں منقول ہے: ((فَنَظَرْتُ إِلٰى ظَهْرِهِ كَأَنَّهُ سَبِيكَةُ فِضَّةٍ .)) ❷ ''میں نے آپ ﷺ کی پشت مبارک کو دیکھا تو ایسے لگا جیسے چاندی کی ڈلی ہو۔''

ابوخیثمہ نے آپ ﷺ کے وصف کے متعلق بہت وضاحت اور بسط سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں: ((وَلَوْنُهُ الَّذِي لَا يُشَكُّ فِيهِ الْأَبْيَضُ الْأَزْهَرُ .)) ❸ ''آپ ﷺ کا رنگ مبارک جس میں کوئی شک نہیں وہ بہت سفید اور نہایت روشن اور چمک دار تھا۔''

مسند بزار میں قوی سند کے ساتھ سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ((كَانَ شَدِيدَ الْبَيَاضِ .)) ❹ ''بہت سفید رنگ والے تھے۔''

امام بیہقی ❺ اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں کہ تمام احادیث کو ملا کر مفہوم یوں اخذ کیا جائے گا کہ ''آپ ﷺ کے جسم مبارک کا جو حصہ دھوپ اور ہوا سے محفوظ تھا وہ بہت سفید، نہایت روشن اور چمک دار تھا اور جو حصہ دھوپ اور ہوا کے سامنے ہوتا تھا وہ سفید سرخی مائل کم گندمی رنگ والا تھا۔''

آپ ﷺ کے بال مبارک:

آپ ﷺ کے بالوں بارے حدیث میں وضاحت ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک نہ تو بہت گھنگھریالے اور پیچ دار تھے اور نہ ہی بہت زیادہ کھلے اور سیدھے تھے بلکہ ان دونوں حالتوں کے بین بین تھے۔

سنن ترمذی میں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ آپ ﷺ کے بال گھنگھریالے اور کنگھی کیے ہوئے تھے۔ ❻ صحیح بخاری، باب الجعد میں ہے کہ ((كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ رَجِلًا لَيْسَ بِالسَّبِطِ وَلَا الْجَعْدِ .)) ❼ ''آپ ﷺ کے بال نہ تو بالکل کھلے ہوئے تھے اور نہ بالکل گھنگھریالے اور کنگھی کیے ہوئے تھے۔'' مطلب یہ ہے کہ بالوں میں کسی قدر شکستگی پائی جاتی تھی۔

---

❶ سيرة ابن هشام (ص: ٢٢٦).

❷ مسند احمد (٣/٤٢٦)، سنن نسائی، کتاب مناسك الحج، باب دخول مكة ليلاً، حديث: ٢٨٦٧.

❸ دلائل النبوة للاصبهانی (٢/١٩٦)۔ دلائل النبوة للبيهقی (١/٢٧٠).

❹ مسند البزار (الكشف: ٢٣٨٧)۔ مجمع الزوائد (٤/٢٦)، باب صفة النبی ﷺ.

❺ دلائل النبوة للبيهقی (١/٢٧٠).

❻ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب (١٩)، حديث: ٣٦٣٨.

❼ صحيح بخاری، کتاب اللباس، باب الجعد، حديث: ٥٩٠٥۔ صحيح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفة شعر النبی ﷺ، حديث: ٢٣٣٨.

آپ ﷺ کو نبوت ملنے کی عمر:

حدیث میں آپ ﷺ کی بعثت بارے وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبی بنا کر لوگوں کی طرف بھیجا۔ سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی کی ایک دوسری روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے مروی ہے کہ: ((أُنْزِلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِينَ)) ❶ ''آپ ﷺ جب مبعوث ہوئے اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔'' اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جس ماہ میں آپ ﷺ پیدا ہوئے، اسی میں ہی آپ نبی ہو کر مبعوث ہوئے، حالانکہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ربیع الاوّل میں ہے اور بعثت کا مہینہ رمضان المبارک ہے تو اس طرح نبوت کے وقت چالیس سال سے کچھ عرصہ زائد بنتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ کسر کو شامل نہیں کرتے وہ چالیس کہہ دیتے ہیں، مگر مسعودی اور ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ مبعوث بھی ربیع الاوّل میں ہی ہوئے تو اس طرح چالیس سال مکمل ہو جاتے ہیں۔ بعض مؤرخین نے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی تاریخ میں بعید از حقیقت باتیں بھی لکھی ہیں، مثلاً بعض لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ رمضان میں پیدا ہوئے۔ بقول بعض محرم میں، اور بقول بعض رجب میں پیدا ہوئے۔ یحییٰ بن سعید، عن سعید بن المسیب کے طریق سے مستدرک حاکم میں یوں بھی مروی ہے کہ بعثت کے وقت آپ ﷺ کی عمر تینتالیس سال تھی۔ ❷ یہ روایت بھی شاذ ہے۔ اور بلاذری اور ابن ابی عاصم کا یہی قول ہے۔ تمام اقوال سے اقرب ترین اور اصح قول یہی ہے کہ آپ چالیس سال کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ (واللہ أعلم بالصواب)

آپ ﷺ کی کل عمر:

حدیث میں وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے بعثت ملنے کے بعد مکہ میں دس سال قیام فرمایا، یعنی چالیس سال بعثت سے پہلے مکی زندگی، پھر دس سال بعثت کے بعد مکی زندگی، پھر دس سال مدنی زندگی، یہ ساٹھ سال بنتے ہیں۔ اس حدیث کا مقتضیٰ تو یہی ہے کہ آپ ﷺ کی عمر ساٹھ سال تھی حالانکہ صحیح مسلم میں سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ ❸ صحیح بخاری، باب وفاۃ النبی ﷺ میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں بھی اسی طرح ہے۔ آپ فرماتی ہیں: ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ)) ❹ ''یعنی آپ ﷺ تریسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔'' جمہور کا بھی یہی قول ہے۔ اور صحیح مسلم میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی تریسٹھ سال مروی ہے۔ ❺

---

❶ صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ، حديث: ٣٥٤٧.

❷ مستدرك حاكم (٢/ ٦١٠)، دلائل النبوة للبيهقي (٢/ ١٣٢).

❸ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كم سن النبي ﷺ، حديث: ٢٣٤٨.

❹ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب وفاة النبي ﷺ، حديث: ٤٤٦٦۔

❺ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كم سن النبي ﷺ، حديث: ٢٣٤٩.

اسماعیلی کہتے ہیں: صحیح بات تو ایک ہی ہو سکتی ہے دونوں تو صحیح نہیں ہو سکتیں چنانچہ تطبیق یوں ہوگی کہ جو مکہ میں دس سال کہتے ہیں وہ کسر کو شمار نہیں کرتے۔ نامور مؤرخ امام سہیلی نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ ''جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ معظّمہ میں ٹھہرے وہ پہلی وحی سے شمار کرتے ہیں اور جو دس سال کہتے ہیں وہ فترۂ وحی کے بعد کی وحی سے شمار کرتے ہیں اور ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ سے یہ عرصہ شروع کرتے ہیں۔ ❶

جمہور علمائے تاریخ اور محدثین نیز جمہور علماء صحابہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا یہی قول ہے کہ آپ ﷺ نبوت کے بعد مکہ معظّمہ میں تیرہ سال ٹھہرے اور دس سال مدینہ میں قیام فرمایا اور آپ ﷺ کی رحلت تریسٹھ برس کی عمر میں ہوئی۔ یہی مشہور اور قوی قول ہے۔ سعید بن مسیّب اور علماء نے اس کو بلحاظ دلائل قوی کہا ہے۔ حدیث الباب میں بھی اسی طرح ہے کہ آپ دس سال مدینہ میں ٹھہرے اور تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے صرف مکہ میں قیام کی مدت دس سال مذکور ہے، جس کی تطبیق بیان کر دی گئی ہے۔

آپ ﷺ کے سفید بال:

حدیث الباب میں وضاحت ہے کہ بوقت وفات آپ ﷺ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں ہوئے تھے بلکہ ان سے بھی کم تھے۔

ابن ابی خیثمہ، ابوبکر بن عیاش سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیعہ سے پوچھا کیا تم کبھی سیّدنا انس کے پاس بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں، میں نے ان سے یہ بات سنی: ((شَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِشْرِيْنَ شَيْبَةً هَاهُنَا يَعْنِيْ الْعَنْفَقَةَ)) ❷ ...... ''کہ نبی اکرم ﷺ کے صرف بیس بال اس جگہ سے یعنی نچلے ہونٹ والی جگہ سے سفید ہوئے تھے۔''

اسی طرح اسحٰق بن راہویہ، ابن حبان اور بیہقی نے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: ((كَانَ شَيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَحْوًا مِّنْ عِشْرِيْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ فِيْ مَقْدَمِهِ)) ❸ ...... ''نبی اکرم ﷺ کے داڑھی کے اگلے حصے سے صرف بیس بال سفید ہوئے تھے۔'' عبداللہ بن بسر جمع قلت کا لفظ دس بالوں سے زائد نہیں بتاتے مگر ان دس بالوں کو عنفقہ (یعنی نچلے والی جگہ) کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں تو ان سے زائد کو سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق آپ ﷺ کی صدغین (کنپٹیوں) کے بالوں پر محمول کیا جائے گا۔

ابن سعد نے بوساطت حمید، سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ دورانِ حدیث بیان کیا کہ:

---

❶ روض الانف (۱/ ۴۲۰، ۴۲۱).

❷ سبل الهدى والرشاد (۲/ ۳۵)، دلائل النبوة للبيهقي (۱/ ۱۸۸) نحوه.

❸ صحيح ابن حبان (۶۲۶۱)۔ دلائل النبوة للبيهقي (۱/ ۲۰۶)۔ سنن ابن ماجه (۳۶۳۰) بمعناه.

((وَلَمْ يَبْلُغْ مَا فِي لِحْيَتِهِ مِنَ الشَّيْبِ عِشْرِيْنَ شَعْرَةً)) ❶ ''آپ ﷺ کی ڈاڑھی میں بیس بالوں تک بھی بڑھاپا نہیں پہنچا۔'' اور پھر حمید نے نچلے ہونٹ والی جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ صرف سترہ بال بڑھاپے سے متأثر ہوئے تھے۔ ایک دوسری روایت میں ابن سعد نے سیّدنا أنس رضی اللہ عنہ سے سترہ یا اٹھارہ بال ذکر کیے ہیں۔ ❷

مسند عبد بن حمید ❸ میں حماد عن ثابت عن أنس رضی اللہ عنہ کے طریق سے صرف چودہ بال سر اور ڈاڑھی میں سفید ہونے کا تذکرہ ہے۔ ❹ اسی طرح ابن ماجہ کی روایت میں سیّدنا أنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سترہ یا بیس بال کا ذکر ہے۔

جملہ روایات کو دیکھتے ہوئے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے ڈاڑھی اور سر کے جو بال جس راوی پر جتنے ظاہر ہوئے اس نے اتنی تعداد میں نقل کر دیئے، زیادہ سے زیادہ روایت بیس سے کم تعداد میں مروی ہے۔ حالانکہ بالوں کی سفیدی کے اسباب موجود تھے، جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ ''مجھے سورۃ ہود، واقعہ اور مرسلات میں بیان کردہ آخرت کے ہولناک واقعات نے بوڑھا کر دیا ہے۔'' ❺ بہرحال آپ ﷺ کے سر اور ڈاڑھی میں شیب نمایاں نہیں ہوا تھا۔ دنیا کے لوگ شیب کو عیب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ وقار، نور اور عظمت کی علامت ہے، سفید بالوں والوں کو خود اللہ تعالیٰ بھی رحمت اور شفقت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کی دعا پر انہیں مایوس واپس نہیں لوٹاتے۔

۱-۲: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَبْعَةً وَلَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ حَسَنَ الْجِسْمِ وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ أَسْمَرَ اللَّوْنِ إِذَا مَشَى يَتَكَفَّأُ.

''سیّدنا أنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ درمیانے قد والے تھے نہ ہی بہت لمبے تھے اور نہ بہت پست قامت، بلکہ آپ ﷺ کا جسم مبارک نہایت خوبصورت تھا۔ آپ ﷺ کے بال نہ بہت زیادہ گھنگھریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے، آپ ﷺ کا رنگ مبارک گندمی تھا جب آپ چلتے تو طاقت سے چلتے اور دائیں بائیں مائل ہوجاتے۔''

---

❶ طبقات ابن سعد (۱/۴۲۱).

❷ طبقات ابن سعد (۱/۴۲۱).

❸ مسند عبد بن حمید (۱۲۴۸)۔ صحیح ابن حبان (۶۲۶۰)۔ شمائل ترمذی (۳۸).

❹ سنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب من ترك الخضاب، حديث: ۳۶۲۹.

❺ سنن ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الواقعة، حديث: ۳۲۹۷ وفي الشمائل (۴۱).

تخریج: ......صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب الجعد، حديث : ٥٩٠٠ ـ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب صفة شعره وصفاته وحليته، حديث : ٢٣٣٨ ـ سنن ترمذي، كتاب اللباس : ١٧٥٦ ـ وكتاب المناقب : ٣٦٢٧ ـ سنن النسائي، كتاب الزينة ـ

☆ مفردات

رَبْعَةً: اس لفظ کو رَبْعًا بھی پڑھتے ہیں اور رَبْعَةً بھی، باء کا فتح بھی جائز ہے اور سکون بھی۔ اس کی جمع رَبَعات اور رَبْعَات اور مَرْبُوعات آتی ہے، یہ درمیانے قد والا ہونا، کے معنی میں مستعمل ہے، یعنی جو بہت لمبا اور چھوٹا ہونے کے بین بین ہو۔

أَسْمَرُ اللَّوْنِ: گندم گوں رنگ والے، سمرہ معمولی سے گندم گونی رنگ کو، جس میں سرخی کی ملاوٹ ہو، کہا جاتا ہے۔ یہاں اس سے مراد اس سفیدی کی نفی ہے جو شدید اور قوی ہو، ورنہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ پندرہ صحابیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف میں سفید، چمکدار اور روشن رنگ کا ذکر کیا ہے۔

يَتَكَفَّأُ: فاء کی تشدید کے ساتھ يَتَمَايَلُ کے معنی میں مستعمل ہے، یعنی دائیں مائل ہو جاتے، جھک جاتے۔ مراد یہ ہے کہ قدم کھلے کھلے ہوتے، اس لیے دائیں بائیں ہو جاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے یعنی نہ ہی زیادہ لمبے اور نہ ہی پست، بلکہ متوسط قد کے مالک تھے۔ لفظ "رَبْعَة" مذکر ومؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: "رَجُلٌ رَبْعَةٌ وَامْرَأَةٌ رَبْعَةٌ" عطر فروش کے ڈبہ کو بھی رَبْعَة کہا جاتا ہے، جیسا کہ کہتے ہیں: ((فَتَحَ الْعَطَّارُ رَبْعَهُ)) ......"عطر فروش نے اپنا ڈبہ کھولا۔" حدیث الباب میں لفظ رَبْعَة کی تشریح: ((لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ)) کے الفاظ سے کی گئی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک بہت زیادہ لمبا جو مضطرب اور لچکدار ہو، نہیں تھا اور نہ ہی آپ کوتاہ قامت تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کی خوبصورتی:

حدیث الباب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو حَسَن کہا گیا ہے، یہاں حسن سے مراد ظاہری حسن ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معنوی، اخلاقی اور صفاتی حسن سے مالا مال فرمایا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری جسمانی حسن سے بھرپور طور پر نوازا تھا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ((كَانَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّأَحْسَنَهُ خُلُقًا)) [1] ......یعنی چہرے

---

[1] صحيح بخاری، كتاب المناقب، باب صفة النبى ﷺ، حديث : ٣٥٤٩ ـ صحيح مسلم، كتاب الفضائل باب فى صفة النبى ﷺ، حديث : ٢٣٣٧/٩٣ .

کے لحاظ سے آپ ﷺ بہت خوبصورت تھے اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے بھی بہت اچھے اور نہایت حسین تھے۔

صحیح بخاری کتاب الادب میں سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنُ النَّاسِ وَأَجْوَدُ النَّاسِ وَأَشْجَعُ النَّاسِ)) ❶......یعنی ''آپ ﷺ تمام لوگوں سے بہت حسین تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔'' اس حدیث میں آپ ﷺ کی تینوں قوی (غضبیہ، عقلیہ اور شہوانیہ) کی کمال خوبیوں کو بیان کر دیا گیا ہے۔ قوت غضبیہ سے خوبیٔ شجاعت کا اظہار ہوتا ہے، اور قوت شہوانیہ کی اصلاح وارتقاء سے جود وسخاء وجود میں آتی ہے، اسی طرح قوت عقلیہ کے حسن سے معتدل مزاجی، صفائی قلب، عمدگیٔ طبع اور کمال عقل رونما ہوتا ہے۔ اس طرح آپ ﷺ تمام ظاہری اور حسی محاسن وفضائل کے ساتھ ساتھ معنوی اور صفاتی بلندیوں اور بے مثال کمالات سے سرفراز تھے۔

آپ ﷺ کے انہی حقیقی اوصافِ عالیہ وکاملہ کے پیش نظر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کے متعلق کہا تھا:

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ ... وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ ... كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

''اے نبی اکرم ﷺ آپ جیسا خوبصورت میری آنکھ نے کبھی دیکھا تک نہیں، اور آپ جیسا حسین وجمیل آج تک عورتیں جن ہی نہیں سکیں۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے ہیں گویا کہ جس طرح آپ چاہتے تھے ویسے ہی پیدا ہوئے ہوں۔''

آپ ﷺ کی چال مبارک:

حدیث الباب میں وضاحت ہے کہ آپ ﷺ جب چلتے تو طاقت سے اور تیز چلتے، اور دائیں بائیں مائل ہو جاتے تھے۔ لغت میں یَتَکَفَّاءُ کے تین معنی آتے ہیں: (۱) تیزی سے چلنا، (۲) آگے کی طرف جھک کر چلنا اور (۳) قدم اُٹھا کر چلنا۔ اور یہ تینوں صفات ہی آپ ﷺ کی چال مبارک میں پائی جاتی تھیں۔

سنن ترمذی ❷ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اس طرح چلتے گویا کہ آپ اونچی جگہ سے نیچے اُتر رہے ہیں اور چلتے وقت پاؤں کو اُٹھا اُٹھا کر رکھتے اور پاؤں کو گھسیٹتے نہ تھے۔

طبقات ابن سعد ❸ میں ہے، یزید بن مرثد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب چلتے تو تیز اختیاری سے چلتے، یہاں تک کہ جو آپ ﷺ کے پیچھے ہوتا وہ دوڑ کر بھی آپ ﷺ کے ساتھ نہ مل پاتا۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء، حدیث: ۶۰۳۳۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعته ﷺ، حدیث: ۲۳۰۷.

❷ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب (۱۸)، حدیث: ۳۶۳۷، وقال: حسن صحیح.

❸ طبقات ابن سعد (۳۷۹/۱).

دوسری صفت آپ ﷺ کی چال میں آگے کو جھکاؤ بھی ہوتا تھا، یہ وہی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے بارے میں فرمائی کہ؛

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾ (الفرقان: ٦٣)

زاد المعاد ❶ میں حافظ ابن قیم الجوزیہ فرماتے ہیں "هَـوْنًـا" کے معنی ہوتے ہیں، سکون اور وقار کے ساتھ بلا تکبر کے اور بلا کندھے ہلائے چلنا، جیسے بلندی سے نشیبی زمین کی طرف چلا جاتا ہے۔

تیسری صفت آپ ﷺ کی چال میں قدم اُٹھا کر چلنا بھی ہوتا تھا۔ طبقات ابن سعد ❷ میں ہے کہ جب آپ ﷺ چلتے تو مضبوط قدم اُٹھاتے، بیمار اور سست آدمی کی طرح نہ چلتے تھے۔

غرض یہ ہے کہ آپ ﷺ کی چال مبارک نہایت اچھی اور ہر ایک نقص وعیب سے پاک تھی۔

١ -٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ۔ يَعْنِي الْعَبْدِيَّ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ...... عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا مَرْبُوْعًا، بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، عَظِيْمَ الْجُمَّةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ، عَلَيْهِ حَلَّةٌ حَمْرَاءُ، مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ.

"ابو اسحٰق فرماتے ہیں میں نے سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ درمیانے قد والے تھے۔ آپ ﷺ کا سینہ کشادہ اور چوڑا تھا، آپ کے بال کانوں کی لو تک لمبے تھے۔ آپ سرخ جوڑا پہنے ہوئے تھے، میں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین کوئی بھی نہیں دیکھا۔"

تخریج: ...... صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ، حديث: ٣٥٥١۔ و كتاب اللباس، حديث: ٥٨٤٨۔ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب في صفة النبي ﷺ، حديث: ٢٣٣٧۔ سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب فى الرخصة فى ذلك او ر كتاب الترجل باب ماجاء في الشعر، حديث: ٤١٨٤۔ سنن ابن ماجه، حديث: ٣٦٩٩۔ سنن النسائي، كتاب الزينه، باب اتخاذ الجمة۔ سنن الترمذي، كتاب اللباس، حديث: ١٧٢٤.

راویٔ حدیث:...... اس حدیث کے راوی سیّدنا براء بن عازب بن حارث انصاری حارثی مدنی نزیل کوفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ اعیان صحابہ سے تھے، نبی اکرم ﷺ سے بہت سی حدیثیں روایت کیں اور بہت سے غزوات میں شریک ہوئے۔ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ "مجھے اور عبداللہ بن عمر کو چھوٹا ہونے کی وجہ سے جنگ بدر میں شرکت کی

❶ زاد المعاد (ص: ٦٥) فصل فى هدية فى مشيه.

❷ طبقات ابن سعد (٣٧٩/١).

اجازت نہ مل سکی۔'' ❶

انہوں نے سیّدنا ابوبکر صدیق، اور اپنے ماموں سیّدنا بردہ بن نیار رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عبداللہ بن یزید خطمی، ابوجحیفہ سوائی، عدی بن ثابت، سعد بن عبیدہ، ابوعمر زاذان اور ابواسحٰق سبیعی وغیرہ بہت سے لوگوں کے نام آتے ہیں۔

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے والد محترم قدماء انصار میں سے تھے۔ سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پندرہ غزوات میں شرکت کی۔ ❷ آپ اسّی سال سے کچھ اوپر عمر میں ۲۷ ہجری یا ۷۳ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ سے تقریباً ۳۰۵ احادیث مروی ہیں۔

☆ مفردات:

رَجِــــلُ: راء کے فتحہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ یہ لفظ پڑھا جاتا ہے جو جعودۃ (گھنگھریالے) اور سیوطۃ (سیدھے) کے بین بین معنی کے لیے مستعمل ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ ہی بہت زیادہ گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: شَعْرٌ رَجِلٌ وَرَجَلٌ. لٹکے ہوئے بال جن میں کنگھی کرنے سے تھوڑی سی خمی پیدا ہو جائے۔ (لغات الحدیث۔ جمع الوسائل)

اَلْمَرْبُوْعُ: مربوع الخلق، لوگوں میں سے میانہ قد جیسا کہ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ...... میانہ قد مرد۔

بعید: تصغیر بعید، کچھ دور اور کھلے ہوئے، بَعِیْدٌ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ یعنی دو کندھوں کے درمیان والی جگہ دور اور وسیع تھی۔

اَلْجُمَّةُ: اس سے مراد وہ بال ہے جو کندھوں پر گریں، بالوں کی تین قسمیں ہیں: لِمَّه، جُمَّه اور وَفْرَة۔ لمہ، جُمَّہ سے کم ہوتے ہیں اور وَفْرہ جو کانوں کی لو تک ہوں۔ حدیث میں ہے کہ: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْمُجَمِّمَاتِ مِنَ النِّسَاءِ .)) ❸ ...... ''اللہ تعالیٰ نے مردوں کی طرح پٹے رکھنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

شَحْمَةٌ: کان کے نیچے والا نرم حصہ جہاں بالی ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان میں قدرے فاصلہ تھا، یعنی پیٹھ کے اوپر کندھوں والا حصہ چوڑا اور عریض تھا، لفظ بعید، مکبر اور مصغر دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے کہ اگر لفظ مکبر ہوگا تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب عدة اصحاب بدر، حدیث: ۳۹۵۵، ۳۹۵۶.

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب کم غزا النبی ﷺ، حدیث: ٤٤٧٢.

❸ النهایة لابن الاثیر (۸۱٤/۱)۔ لسان العرب (۱۰٤/۱۲).

کے کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا یعنی یہ فاصلہ عام لوگوں کی نسبت زیادہ تھا اور اگر مصغر ہو تو لفظ بَعِیْدٌ کو بُعَیْد پڑھیں گے، اس صورت میں اس کا مطلب ہوگا کہ یہ فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا، بلکہ قدرے فاصلہ تھا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ نہ تو بہت زیادہ تھا اور نہ دونوں کندھے ملے ہوئے تھے۔

ملا علی قاری اور علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ کندھوں کے فاصلے سے سینہ اور پیٹھ کے کشادہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہی بات سیّدنا أبو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، جسے ابن سعد ❶ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ ((رَحْبُ الصَّدْرِ))......یعنی ''کشادہ سینے والے تھے۔''

آپ ﷺ کے سر مبارک کے بالوں کی کیفیت:

حدیث الباب میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کے سر مبارک کے بال بڑے تھے، جو آپ کے کانوں کی لو تک ہوتے تھے۔ امام ابن الاثیر جزری نے نہایہ فی غریب الحدیث ❷ میں کہا ہے کہ ''جمہ'' سر کے وہ بال ہوتے ہیں جو کندھوں پر جا پڑیں اور ''لمہ'' سر کے ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو ''جمہ'' سے کچھ کم ہوں، انہیں لمہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ کندھوں پر گرے ہوئے ہوتے ہیں اور ''وفرہ'' سر کے ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو کان کی لو تک پہنچ جائیں۔

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ صحیح مسلم اور سنن ترمذی میں اس طرح ہیں کہ: ((مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِیْ لِمَّةٍ أَحْسَنَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَعْرُهُ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيْدٌ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ .)) ❸ ......''یعنی میں نے کوئی ''لمہ'' بالوں والا شخص سرخ حلے میں (سرخ لباس کی بحث آگے آئے گی) نبی اکرم ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا، آپ کے بال شریف آپ کے دونوں مبارک کندھوں پر پڑتے تھے آپ کے دونوں کندھے کچھ کھلے اور چوڑے تھے، بہت لمبے بھی نہیں تھے اور نہ ہی کوتاہ قامت تھے۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے مبارک بال آپ کے کندھوں پر پڑتے تھے۔ ❹

صحیح مسلم کی ہی ایک روایت میں ((إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ)) ❺ کے الفاظ ہیں یعنی آپ ﷺ کے بال آپ کے کانوں کے نصف تک پہنچتے تھے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ((مَا بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ)) ❻ کے

---

❶ طبقات ابن سعد (۱/۴۱۵). ❷ النهاية لابن الاثير (۱/۸۱٤).

❸ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فی صفة النبی ﷺ، حديث: ۲۳۳۷/۹۲۔ سنن ترمذی (۳۶۳۵).

❹ صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب الجعد، حديث: ۵۹۰۳۔ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب صفة شعر النبی ﷺ، حديث: ۲۳۳۸/۹۵.

❺ صحيح مسلم، حديث: ۲۳۳۸/۹۶.

❻ صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب الجعد، حديث: ۵۹۰۵۔ صحيح مسلم، حديث: ۲۳۳۸/۹٤.

الفاظ ہیں، یعنی آپ ﷺ کے بال آپ کے کندھوں اور کانوں کے درمیان ہوتے تھے۔

ان تمام روایات میں قاضی عیاض نے اس طرح جمع کیا ہے کہ جن روایات میں کانوں کے قریب ہونے اور کانوں کی لو تک آنے والے بالوں کا ذکر ہے یہ ایک قسم شمار کیے جائیں اور یہی بال پیچھے کندھوں پر پڑنے والے ہوتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ مختلف اوقات کے لحاظ سے تھا، یعنی جب بال بڑھ جاتے تو کندھوں پر آ جاتے اور جب کٹوا دیئے جاتے تو کانوں تک ہو جاتے۔ اور ان سب روایات کی وضاحت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں آ جاتی ہے، وہ فرماتی ہیں: ((كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوْقَ الْوَفْرَةِ وَدُوْنَ الْجُمَّةِ)) ❶ ...... ''کہ آپ ﷺ کے سر مبارک کے بال شریف وفرہ سے کچھ بڑھ کر اور جمہ سے کچھ کم ہوتے۔'' اس روایت کو امام ابوداؤد نے بطریق ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا ہے۔

آپ ﷺ کے بالوں بارے سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں ثقہ سند کے ساتھ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا سے ایک روایت مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے چار گیسو دیکھے ہیں۔ ❷ یعنی آپ کے بال بٹے ہوئے / گوندھے ہوئے تھے۔ یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ ہجرت کے بعد چار دفعہ مکہ میں گئے۔ (۱) عمرۃ القضاء، (۲) فتح مکہ، (۳) عمرۂ جعرانہ اور (۴) حجۃ الوداع۔ اور آپ ﷺ کا یہ آنا از روئے بعض روایات فتح مکہ کے دن ہوا تھا۔ کیونکہ اس دن آپ ﷺ نے انہیں کے گھر میں غسل کیا اور چاشت کی نماز پڑھی تھی۔

صاحب انجاح الحاجۃ نے کہا ہے کہ شاید آپ ﷺ نے گرد و غبار سے بچاؤ کے لیے بالوں کی مینڈھیاں بنائی تھیں۔ اسی طرح صاحب تحفۃ الاحوذی کہتے ہیں کہ بظاہر یہی وجہ نظر آ رہی ہے کیونکہ آپ سفر میں تھے۔

آپ ﷺ کا لباس مبارک:

حدیث کے اگلے الفاظ میں نبی اکرم ﷺ کے لباس مبارک کا تذکرہ ہے۔ سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ((عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ)) جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ اس وقت سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے۔

قاموس میں ہے کہ ''حلہ'' ازار اور چادر کو کہتے ہیں، خواہ وہ کمبل ہو یا کوئی اور چادر۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ کم از کم دو کپڑوں پر مشتمل لباس کو حلہ کہا جاتا ہے۔ ''حمراء'' سے مراد سرخ ہے، لیکن ابن ہمام نے وضاحت کی ہے کہ اس

---

❶ سنن ابی داود، کتاب الترجل، باب ما جاء فی الشعر، حدیث: ٤١٨٧۔ سنن ترمذی (١٧٥٥)۔ سنن ابن ماجه (٣٦٣٥).

❷ سنن ابی داود، کتاب الترجل، باب فی الرجل، یعقص شعره، حدیث: ٤١٩١۔ سنن ترمذی، (١٧٨١)۔ سنن ابن ماجه (٣٦٣١).

سے مراد وہ یمنی دو کپڑے ہیں جن میں سرخ اور سبز دھاریاں ہوں۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ جوڑا بالکل سرخ تھا۔ حافظ ابن قیم جوزیہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ جس نے یہ خیال کیا کہ یہ حلہ خالص سرخ تھا۔ اس نے غلط سمجھا بلکہ حلہ حمراء سے مراد دو یمنی چادریں ہیں، جن میں دیگر یمنی چادروں کی طرح سرخ اور سبز دھاریاں ہوں، مگر امام شوکانی نے ان کا تعاقب کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''یہ بات بالکل واضح ہے کہ صحابیٔ رسول ﷺ نے اس کپڑے کو سرخ ہونے کے وصف سے موصوف فرمایا ہے اور یہ صحابی ہیں بھی اہل زبان! اس لیے ان کے قول کو بلا تاویل، حقیقی معنی پر محمول کرنا ضروری ہے۔'' اس حدیث سے مردوں کے لیے سرخ لباس کی رُخصت ثابت ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کا حسن و جمال:

حدیث الباب میں سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ)) ...... ''کہ میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی۔'' صحیح بخاری میں سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ان کو کسی نے سوال کیا کہ ((أَكَانَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ السَّيْفِ؟ قَالَ لَا بَلْ مِثْلُ الْقَمَرِ)) ❶ ...... ''کیا نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح چمک دار تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ آپ ﷺ کا چہرہ چاند کی طرح روشن تھا۔'' یعنی آپ ﷺ کا چہرہ مبارک صفائی اور لمبائی میں تلوار کی طرح نہیں تھا بلکہ گولائی اور روشنی میں چاند کی طرح تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جب ان سے یہ سوال پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: ((لَا بَلْ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ مُسْتَدِيْرًا)) ❷ ...... ''یعنی آپ ﷺ کا مبارک چہرہ سورج اور چاند کی طرح گول اور روشن تھا۔''

یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں یونس بن ابی یعفور عن ابی اسحٰق سبیعی کے طریق سے بیان کیا ہے کہ بنی ہمدان کی ایک عورت نے کہا: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کیا تھا، تو میں نے اس سے کہا کہ آپ نبی اکرم ﷺ کے حسن کو کسی چیز سے تشبیہ دیں تو اس عورت نے کہا: ((كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَلَمْ اَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ .)) ❸ ...... ''کہ آپ ﷺ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند تھا۔ آپ جیسا خوبصورت میں نے نہ آپ ﷺ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ((مَا رَأَيْتُ أَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ جَبْهَتِهِ)) ❹ ...... ''میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی خوبصورت کو نہیں دیکھا، ایسے لگتا تھا، جیسے

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث: ٣٥٥٢.
❷ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوة، حدیث: ٩-١/٢٣٤٤ عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ.
❸ دلائل النبوة للبیہقی (١/١٣٣)۔ سبل الهدی والرشاد (٢/٤٠).
❹ مسند احمد (٢/٣٥٠)۔ صحیح ابن حبان (٦٢٧٦)۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب (٢٦)، حدیث: ٣٦٤٨ وقال: غریب.

آپ کی پیشانی میں سورج چل رہا ہو۔“

یعنی آپ ﷺ کے چہرے کا حسن، چمک اور روشنی سورج کی طرح تھی، اسی لیے آپ کے رُخِ انور کو دیکھنے کی کسی میں تاب نہیں تھی۔ طبرانی میں ربیع بنت معوذ کی روایت میں ہے کہ ”اگر تم آپ ﷺ کو دیکھ لیتے تو یوں محسوس کرتے گویا کہ تم سورج کو طلوع ہوتا دیکھ رہے ہو۔“ [1] سورج سے تشبیہ سے مراد عموماً چمک اور اشراق ہوتا ہے جبکہ چاند کی تشبیہ سے مراد خوبصورتی ہوتی ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا حسن تمام محاسن کا جامع تھا۔

حدیث الباب میں لفظ قَطُّ تاکید منفی کے لیے آیا ہے۔ یہ لفظ بول کر انسان تو کجا ہر چیز یعنی شمس وقمر، ستارے اور کہکشاں وغیرہ کی نفی کر دی گئی ہے کہ میں نے کبھی بھی کوئی چیز آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھی۔ یہ صرف مبالغہ آرائی نہیں بلکہ واقعہ اور نفس الامر ہی یہ ہے۔

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ((جَمِيلُ ذَوَائِرِ الْوَجْهِ قَدْ مَلَأَتْ لِحْيَتُهُ مِنْ هٰذِهِ إِلىٰ هٰذِهِ حَتَّى كَادَتْ تَمْلأُ نَحْرَهُ .)) [2] ......”یعنی آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کے تمام پہلو نہایت خوبصورت تھے، چہرے کو ہر طرف سے ڈاڑھی نے بھر دیا تھا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر قسم کے ظاہری و باطنی محاسن اور خوبیوں سے سرفراز فرمایا ہوا تھا۔

١-٤ : حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ ، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيْ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ...... عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِيْ لِمَّةٍ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؛ لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيْدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالطَّوِيْلِ .

”سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے لمہ (لمبے بالوں) والا سرخ حلے میں ملبوس نبی اکرم ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی بھی نہیں دیکھا، آپ کے سر مبارک کے بال آپ کے مبارک کندھوں پر پڑتے تھے، آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا۔ آپ کا قد نہ چھوٹا اور نہ زیادہ لمبا تھا، (بلکہ درمیانہ جو بہت مناسب تھا۔)“

تخريج: ...... صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب الثوب الأحمر، حديث: ٥٨٤٨ـ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب صفة النبي ﷺ، حديث: ٦٠٦٥.

☆ **مفردات:**

لِمَّةٌ: اَلَمُّ يُلِمُّ: قریب آنا۔ ذی لمہ ایسے بالوں والا ہونا جو کندھوں تک پہنچے ہوئے ہوں۔

---

[1] معجم كبير طبرانی (١٨/١٢: ٢٠١٥٩٢)۔ سنن الدارمی (٦١)۔ دلائل النبوة (١/١٣٤).

[2] طبقات ابن سعد (١/٤١٧)۔

حُلَّة: جوڑا، ایک جیسے دو کپڑے۔

یَضْرِبُ: ضَرَبَ یَضْرِبُ: مارنا، یہاں یَضْرِبُ، یَصِلُ کے معنی میں ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کندھوں تک پہنچتے تھے۔

سرخ رنگ کا لباس مردوں کے لیے جائز ہے:

حدیث الباب پہلے باب کی چوتھی حدیث ہے، پہلی دو حدیثیں سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اور پھر دو روایات سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے آئی ہیں۔ یہ سیّدنا براء رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ہے۔

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے لمبے بالوں والا سرخ حلے میں ملبوس نبی اکرم ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی بھی نہیں دیکھا۔ لِـمَّة کی وضاحت گذشتہ حدیث میں گذر چکی ہے، البتہ سرخ جوڑے پر بحث قدرے تفصیل چاہتی ہے۔ سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے سرخ جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا۔

سنن ابی داؤد میں سند حسن سے ہلال بن عامر عن ابیہ مروی ہے کہ ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ بِمِنًى وَعَلَيْهِ بُرْدٌ أَحْمَرُ)) [1] ......یعنی "میں نے نبی اکرم ﷺ کو منیٰ میں سرخ چادر اوڑھے خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔" اور طبرانی [2] میں بھی سند حسن سے اسی طرح مروی ہے مگر وہاں منیٰ کی جگہ سوق المجاز کا ذکر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سرخ لباس کے متعلق سلف کے سات اقوال ہمارے سامنے آتے ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ سرخ لباس کے استعمال کا مطلقاً جواز۔ یہ قول سیّدنا علی، سیّدنا طلحہ، سیّدنا عبداللہ بن عباس، سیّدنا جعفر اور سیّدنا براء وغیرہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سعید بن مسیّب، ابراہیم نخعی، امام شعبی، ابوقلابہ، ابووائل اور تابعین کی ایک جماعت کا ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ سرخ لباس کا استعمال مردوں کے لیے مطلقاً حرام ہے، یہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے۔ امام شافعی اور کوفیوں کے ایک گروہ کا یہی مؤقف ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ کپڑے کو گاڑھے سرخ رنگ سے نہیں رنگنا چاہیے، اور اگر ہلکا رنگ رنگا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عطاء، طاؤس اور مجاہد کا یہی قول ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ سرخ لباس زینت اور شہرت کے لیے تو درست نہیں، البتہ گھروں کے اندر اور کام کاج اور

---

[1] سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الرخصة فی ذلك، حدیث: ٤٠٧٣۔ مسند احمد (٤٧٧/٣)

[2] معجم كبير طبرانی (٨١٠٠)۔

محنت مزدوری کے لیے درست ہے۔سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول منقول ہے اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔
پانچواں قول یہ ہے کہ جس کپڑے کا کاتا ہوا دھاگا رنگ کر کے بُنا جائے وہ درست ہے اور جو بُننے کے بعد رنگا جائے وہ درست نہیں۔ یہ قول امام خطابی کا ہے۔
چھٹا قول یہ ہے کہ سرخ لباس کی ممانعت صرف عصفر سے رنگے ہوئے کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اس سے صراحتاً منع کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ دوسرے رنگوں سے کوئی حرج نہیں۔
ساتواں قول یہ ہے کہ یہ ممانعت مکمل کپڑا رنگنے کے ساتھ مخصوص ہے، اگر سرخ کے علاوہ کوئی سفید یا سیاہ وغیرہ ملایا جائے تو جائز ہے۔اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یمنی چادریں پہننے والی حدیث بھی اسی پر محمول کی جائے گی۔
جیسا کہ حافظ ابن قیم الجوزیہ نے کہا ہے کہ بعض لوگ گاڑھا سرخ کپڑا پہن کر کہتے ہیں کہ ہم سنت کی پیروی کررہے ہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یمنی چادریں پہنی تھیں وہ دھاری دار تھیں یا صرف سرخ رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔
لیکن علامہ شوکانی کا تعاقب پہلے گذر چکا ہے جو انہوں نے حافظ ابن قیم الجوزیہ پر کیا ہے۔
طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہر ایک رنگ میں رنگا ہوا کپڑا میں جائز سمجھتا ہوں مگر سرخ گاڑھا اور خالص رنگا ہوا ظاہری لباس کے طور پر میں پسند نہیں کرتا، کیونکہ یہ آج کل مروّت کے خلاف ہے، اگر گناہ نہ بھی ہو تب بھی زمانہ اور وقت کے لباس کا خیال رکھنا بھی مروّت ہے، ورنہ اس کو شہرت پر محمول کیا جائے گا۔اور ممکن ہے کہ طبری کے قول کو ایک آٹھواں قول قرار دیا جائے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر تحقیق یہ ہے کہ سرخ لباس اس لیے اختیار کرنا کہ غیر مسلموں کا لباس ہے تو اس طرح کی بات میثرۃ الحمراء کے ساتھ ملتی جلتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواریوں کی سرخ گدیوں سے منع فرمایا تھا[1] کیونکہ وہ دیباج سے بناتے تھے اور غیر مسلموں سے مشابہت کرتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا۔اگر سرخ لباس اس لیے پہنا جائے کہ یہ عورتوں کا لباس ہے تو اس صورت میں عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے میں زجر اور وعید ہے اور ممنوع ہے۔ایسے میں ممانعت لذاتہ نہیں ہوگی بلکہ لعارض ہوگی۔اگر شہرت کے لیے یا مروّت کے توڑنے کے لیے ہو تو جہاں اس قسم کا خطرہ ہو تو وہاں پر ممانعت ہوگی، ورنہ امام مالک کی بات قوی معلوم ہوتی ہے کہ عام محفلوں میں اجتناب چاہیے اور گھروں میں جواز ہے۔انتھی
تمام احادیث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ صرف عصفر سے رنگ ہوئے لباس کی ممانعت ہے کیونکہ قوی احادیث

---

[1] صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب الميثرة الحمراء، حديث: ٥٨٤٩۔ صحيح مسلم۔ كتاب اللباس، باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة، حديث: ٢٠٦٦۔

سے یہ ثابت ہے، اس کے علاوہ سرخ لباس کی ممانعت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ یہ لباس شرعاً ممنوع نہیں ہے، البتہ شہرت یا غیر مسلموں یا عورتوں سے مشابہت کے طور پر بھی جائز نہیں۔

۱-۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ......

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، ضَخْمَ الرَّأْسِ، ضَخْمَ الْكَرَادِيسِ، طَوِيلَ الْمَسْرُبَةِ، إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ، لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ﷺ.

”سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نہ دراز قامت تھے اور نہ ہی کوتاہ قامت۔ ہتھیلیاں اور پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا مضبوط اور ہڈیوں کے جوڑ چوڑے تھے۔ آپ کے سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی لمبی لکیر تھی، جب آپ چلتے تو آگے کی طرف جھکے ہوئے چلتے گویا کہ آپ ڈھلوان کی طرف اُتر رہے ہیں، میں نے آپ ﷺ جیسا نہ (آپ ﷺ کی وفات سے) پہلے کوئی دیکھا ہے اور نہ ہی بعد میں۔“

تخریج: یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذي، كتاب المناقب، باب من صفة النبي ﷺ، حديث: ٣٦٤١۔ مستدرك حاكم، ٦٠٦/٢۔ مسند احمد بن حنبل، ٨٩/١، ٩٦، ١٠١، ١١٦، ١١٧، ١٢٧، ١٣٤، ١٥١۔ طبقات ابن سعد، ٤١٠/١۔ ٤١٢۔ دلائل النبوة از امام بيهقي جماع ابواب صفة رسول الله ﷺ، باب جامع صفة رسول الله ﷺ، ٢٧٠/١.

راویٔ حدیث: ...... اس حدیث کے راوی امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ ابن عم رسول اللہ ﷺ ہیں اور بچوں میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔

آپ کے والد ابوطالب نہایت باا‌ثر اور صاحب حیثیت مکی لیڈروں میں سے تھے۔ نبی اکرم ﷺ اپنی والدہ، پھر اپنے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد انہی کے زیر تربیت رہے۔ آپ ﷺ کو تجارت کی طرف راہنمائی بھی انہوں نے ہی کی۔ نبی اکرم ﷺ کے اعلانِ نبوت پر جب ہر طرف سے مخالفت ہونے لگی تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد نے ہر وقت آپ کا ساتھ دیا اور آپ کی نصرت وحمایت کی، نیز آپ کے مخالفین اور معاندین کی زیادتیوں سے محفوظ رکھا، بلکہ جب مخالفین نے آپ سے ہر طرح کا بائیکاٹ کر کے شعب ابی طالب میں محصور کر دیا، اس وقت بھی ابوطالب آپ کے ساتھ تھے۔ ابولہب کے علاوہ تمام بنو ہاشم اس میں تین سال تک محصور رہے، اس

نے مرتے دم تک نبی اکرم ﷺ کا ساتھ دیا اور نہایت مردانہ وار حالات کا مقابلہ کیا مگر آخر تک اسلام قبول نہ کیا اور کفر وشرک پر ہی وفات پائی۔

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ سیّدہ فاطمہ نے اسلام قبول کرلیا اور مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی۔ جب وہ وفات پاگئیں تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنی قمیص بطورِ کفن پہنائی۔

سیّدنا علی بعثت نبوی سے دس سال پہلے اور ہجرت نبوی سے ۲۳ سال پہلے پیدا ہوئے۔ سیّدنا علی کے والد مالی لحاظ سے کچھ کمزور تھے، اس لیے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی کفالت آپ ﷺ نے اپنے ذمہ لے لی اور ان کے دوسرے بھائی جعفر کی کفالت اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے ذمہ لگائی۔ یہی وجہ ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کبھی بھی شرک و بدعت کی غلاظتوں سے آلودہ نہیں ہوئے، بلکہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور آپ ﷺ کی نصرت کا اعلان کیا، جس پر مشرکین مکہ ہنسنے لگے کہ یہ بچہ کیا مدد کرے گا؟ آپ ﷺ جب تک مکہ میں رہے یہ بھی آپ کے ساتھ مشکلات کا سامنا کرتے رہے، تاآنکہ آپ ﷺ کو اذنِ ہجرت ملا تو اس موقع پر آپ ﷺ اپنے بستر پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو لٹا آئے تاکہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کا فریضہ انجام دیں، جو لوگوں نے آپ ﷺ کے پاس رکھ چھوڑی تھیں۔

مدینہ جاکر نبی اکرم ﷺ نے سلسلۂ مواخات قائم کیا تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی مؤاخات سہل بن حنیف سے قائم کی۔ ہجرت کے دوسرے سال آپ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ آپ کو دے کر اپنی دامادی کا شرف بخشا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیّدہ فاطمہ کی زندگی میں کوئی اور شادی نہ کی۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے دولڑکے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ہوئے۔ جن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔ [1]

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی، سوائے غزوۂ تبوک کے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ان کو مدینہ میں اپنے اہل وعیال کا نگران مقرر کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے جب سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر اس کام کے لیے بھیجا کہ وہ کفار سے تمام جنگی معاہدوں کی تنسیخ کا اعلان کردیں اور چار ماہ تک کی مہلت دیں۔ [2]

آئندہ سال سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تبلیغ دین کے لیے یمن گئے اور حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ جاملے۔ نبی اکرم ﷺ نے تریسٹھ قربانیاں اپنے ہاتھ سے کیں اور باقی سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے

---

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی رضی اللہ عنہما، حدیث: ۳۷۶۸ وقال "حسن صحیح".

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ، باب (۲۰)، حدیث: ٤٦٥٥.

کیں کہ وہ ان کو ذبح کر دیں۔ ❶

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا تو وہاں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے۔ آنحضرت ﷺ کی تدفین کے بعد بیعت عام میں بھی آپ شامل نہ ہو سکے مگر انہوں نے صرف مشاورت میں شامل نہ کرنے کو محسوس کیا۔ جس کا جواب بھی سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معقول طور پر دے دیا کہ حالات کی نزاکت اور مجبوری کے پیش نظر ایسے نہیں ہو سکا۔ یعنی انصار انتہائی بدگمانی کا شکار تھے اور سعد بن عبادہ کو امیر منتخب کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، اس وقت اگر فوراً یہ قدم نہ اُٹھایا جاتا تو حالات بہت خراب ہو سکتے تھے تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ مطمئن ہو گئے۔ ورنہ انہوں نے اپنے استحقاق خلافت کو نظر انداز کرنے کا تذکرہ بالکل نہیں کیا۔ کیونکہ اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں تھی۔ حدیث ((مَنْ كُنْتَ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ)) ❷ کو بھی آپ نے بطورِ استدلال پیش نہیں فرمایا بلکہ بیعت میں تاخیر کے لیے قرآن جمع کرنے میں مشغولیت کو سبب قرار دیا۔ اسی لیے خلافت صدیقی میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ مکمل طور پر آپ کے ساتھ معاون رہے۔

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بن گئے تو سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مکمل تعاون کرنے لگے اور ہر مرحلے میں ان کا ساتھ دیا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی اُمّ کلثوم، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی، جس سے ایک بیٹا زید بن خطاب پیدا ہوئے۔ نیز سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت عشرہ مبشرہ میں سے چھ آدمیوں کی کمیٹی بنادی جو اپنے میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کر لے گی، بالآخر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو گئے تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ بھی مکمل تعاون جاری رکھا اور ان کی خلافت پر بالکل مطمئن رہے۔ اپنے ایک لڑکے کا نام عثمان رکھا۔ جب ابن سبا کے سازشی لوگوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور آپ کے مکان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان بلوائیوں کو بذریعہ تلوار یہاں سے ہٹا دیں، مگر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں! میری وجہ سے کسی ایک کا بھی خون ہرگز نہیں بہنا چاہیے۔ تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجبوراً خاموشی اختیار کی، اور اپنے حسن و حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کو ان کی نگرانی پر متعین کر دیا۔ اسی لیے باغی دروازے کی طرف سے اندر جانے کی جرأت نہ کر سکے بلکہ پچھلی طرف سے گھر میں داخل ہو کر نہایت بے دردی سے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت اپنے ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! میں عثمان کے قتل سے بری ہوں۔ جب بلوائیوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو اپنے مستقبل سے خوف زدہ ہوئے کہ عوام ہمیں ختم کر دیں گے تو اپنے

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث: ١٢١٨.

❷ سنن ترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ، حديث: ٣٧١٣، وقال: حسن غريب.

اس فعل کے خمیازہ سے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر پھرنے لگے، سب سے پہلے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے مگر وہ خلافت کے لیے تیار نہ ہوئے۔ اسی طرح سیّدنا طلحہ، سیّدنا زبیر، سیّدنا سعد بن ابی وقاص اور سیّدنا ابن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی انکار کر دیا۔ دوبارہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کافی اصرار کیا تو دوسرے دن عام مجمع میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی پھر سیّدنا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے قاتلین عثمان سے انتقام اور قصاص کا مطالبہ کر دیا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے شام، مصر، بصرہ، کوفہ کی طرف گورنر بنا کر بھیجے جو سب واپس ہوگئے۔ اہل مکہ نے بھی بیعت سے انکار کر دیا۔ پورے ملک میں بدنظمی اور انتشار پھیل گیا۔ سیّدنا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما مکہ معظّمہ چلے گئے، وہاں سے بصرہ گئے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ معظّمہ سفر حج پر گئیں ہوئی تھیں۔ انہیں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کی خبر ملی تو انہوں نے قاتلین عثمان سے قصاص کا مطالبہ کیا۔ بالآخر اس کے نتیجہ میں جنگ جمل پیش آئی۔ بعدازاں صفین کا معرکہ ہوا جس کے آخر میں فیصلہ تحکیم پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ایک بہت بڑا گروہ یہ کہہ کر الگ ہو گیا کہ علی نے غیر اللہ کو حاکم مان کر شرک کیا ہے، یہ لوگ خارجی تھے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی، جو نہروان میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ کا ارادہ شام جانے کا تھا مگر فوج ہمت نہ کر سکی۔ پھر سیّدنا علی اور سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی طویل خط و کتابت کے بعد ایک صلح وجود میں آئی کہ دونوں فریق جنگ سے رُک جائیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس عراق اور امیر معاویہ کے پاس شام کی حکومت رہنے دی جائے۔ دونوں نے یہ بات تسلیم کر لی تھی۔

ادھر خارجیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ علی المرتضٰی، امیر معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو ایک ہی دن میں ایک ہی وقت میں (صبح کے وقت) قتل کر دیا جائے اور اس کے لیے انہوں نے تین آدمی الگ الگ متعین کیے۔ اتفاقاً اس دن سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نماز صبح کے وقت نہ آئے، ان کی جگہ جو شخص آیا وہ قتل کر دیا گیا۔ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا مگر آپ صرف زخمی ہوئے، مگر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو کاری زخم پہنچا، جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے اور شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کی اور ان سے بغض منافقت کی علامت ہے۔ آپ سے پانچ سو چھتیس احادیث مروی ہیں۔ آپ ۴۰ ہجری کو شہید ہوئے اور سحری کے وقت نامعلوم جگہ میں مدفون ہوئے۔

☆۔ مفردات:

شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ: شَثْنٌ کے لغت میں دو معانی آتے ہیں: (۱) کھردرا ہونا۔ (۲) پرگوشت ہونا۔ پہلا معنی یہاں درست نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں ریشم سے بھی زیادہ نرم تھے۔ دوسرا معنی درست ہے اور یہاں یہی مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں پرگوشت تھے۔

ضَخْمُ الرَّأْسِ: ضَخْمٌ کا معنی موٹا، بڑا، ڈالدار ہونا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا (جو ذہین و فطین اور

اعلیٰ عقل کی علامت ہوتا ہے) تھا۔ جیسا کہ اُردو میں بھی محاورہ ہے: ''سر بڑا سردار کا، پیر بڑا گنوار کا۔''

اَلْـكَرَادِيْس: ہڈیوں کے ملنے کی جگہیں، ہڈی کے جوڑ۔ کَرْدُوْس کی جمع ہے۔ کَرْدُوْس کی جمع کرادس بھی آتی ہے۔

اَلْـمَسْرُبَة: یہ سرب سے ماخوذ ہے، جس کے معنی راہ کے ہیں، یعنی ''مَـحَلُّ خُرُوجِ الْخَارِجِ'' یہاں پر طویل المسربۃ کے معنی ہیں کہ سینۂ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔

تَكَفَّأَ: آگے جھک کر چلنا اور کھلے کھلے قدم بھرنا۔

يَنْحَطُّ: حَطَّ کے معنیٰ اوپر سے نیچے اُترنا، معاف کردینا، نرخ گھٹ جانا۔

صَبَبٌ: نشیب۔

آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک:

حدیث الباب میں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے قد مبارک کے بارے میں طویل اور قصیر کی نفی کی ہے۔ تفصیل گذشتہ احادیث میں گذر چکی ہے، یہاں نئی چیز آپ ﷺ کی ہتھیلیاں ہیں۔ ان کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ہتھیلیوں اور پاؤں میں کچھ چھوٹا پن اور سختی وغلظت تھی۔ اور یہ صفت مردوں میں قابل تعریف وستائش ہے کیونکہ اس سے پکڑ میں مضبوطی اور قوت پائی جاتی ہے مگر عورتوں میں یہ صفت قابل تعریف نہیں ہے۔ قاموس میں شثن کے معنی غلظت اور خشونت (کھردرے پن) سے کیے گئے ہیں تو معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کی انگلیاں سخت اور مضبوط تھیں۔ مگر صحیح بخاری شریف میں سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: ((مَـا مَسَسْتُ حَرِيْرًا وَلَا دِيْبَاجًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .)) [1] ...... یعنی ''میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کوئی باریک یا موٹا ریشم نہیں چھوا۔''

ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ آپ ﷺ کی جلد مبارک میں نرمی تھی مگر ہڈیوں میں سختی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن مبارک کی نرمی کے ساتھ ساتھ طاقت اور پکڑ کی مضبوطی بھی آپ کو عطا کی ہوئی تھی۔ اس کی تائید طبرانی اور بزار کی روایت سے بھی ہوتی ہے، جسے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ:

((أَرْدَفَنِي النَّبِيُّ ﷺ فِيْ سَفَرٍ فَمَا مَسَسْتُ شَيْئًا قَطُّ أَلْيَنَ مِنْ جِلْدِهِ ﷺ .)) [2]

''آپ ﷺ نے مجھے ایک سفر میں اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا تو میں نے آپ ﷺ کے جسم سے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث: ۳۵۶۱۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب ریحه ﷺ، حدیث: ۲۳۳۰.

[2] معجم کبیر طبرانی (۴۵۹/۴) (۱۶۵۳۱)۔ مسند البزار (الکشف: ۲۴۷۹).

زیادہ کبھی کوئی نرم چیز کو نہیں چھوا۔"

آپ ﷺ کا سر مبارک:

حدیث الباب میں وضاحت ہے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک موٹا اور مضبوط تھا۔ یہ وصف بھی آپ ﷺ کی نجابت اور شرافت پر دلالت کرتا ہے۔ آپ کے اس وصف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کا سر بہت بڑا تھا جو بھدا معلوم ہو بلکہ اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب سر قدرتی طور پر بڑا ہوگا تو اس میں موجود دماغ بھی بڑا ہوگا اور یہ ایک خوبی کی بات ہے۔ اُردو میں بھی عام محاورہ ہے کہ "سر بڑے سرداروں کے اور پاؤں بڑے گنواروں کے" بلاشبہ آپ ﷺ عقل و فراست اور فہم و نجابت میں سب سے اعلیٰ تھے۔

❀ حدیث الباب میں صفات کا بیان کرتے ہوئے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ)) یعنی آپ ﷺ کی ہڈیوں کے ملنے کی جگہ یعنی جوڑ مضبوط اور موٹے تھے جو گوشت سے پُر تھے۔ کرادیس جمع ہے اور اس کی واحد کردوس ہے جو گھٹنوں، کہنیوں اور کندھوں وغیرہ کے جوڑوں کے لیے مستعمل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے اعضاءِ مبارکہ پُر از گوشت تھے۔

❀ حدیث الباب میں اگلی صفت ((طَوِيْلُ الْمَسْرُبَةِ)) ہے، جس کا معنی ہے کہ آپ کے سینے کے بال ایک ہلکی لکیر کی طرح پیٹ کی ناف تک چلے جاتے تھے۔

❀ آپ ﷺ کی چال مبارک کے متعلق گذشتہ حدیث میں تفصیل گذر چکی ہے۔

❀ آخر میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ سے قبل اور نہ بعد میں آپ کی مثل کوئی شخص نہیں دیکھا جو جسمانی حسن و خوبصورتی میں آپ جیسا ہو۔ اور اخلاق و کردار اور معنوی خوبیوں اور کامل اوصاف میں تو آپ قرآنِ مجید کی عملی تصویر تھے، جس کی مثل ناممکنات میں سے ہے۔

❀ اس حدیث میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے پہلے یا بعد میں آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی وفات سے پہلے اور بعد میں ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ یہ معنی اس لیے کیا گیا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے پہلے کا زمانہ پایا ہی نہیں۔ اس لیے "آپ سے پہلے" والا معنی کرنا درست نہیں ہوسکتا۔

۱-۶: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنِ الْمَسْعُوْدِيِّ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ، بِمَعْنَاهُ.

"سفیان بن وکیع فرماتے ہیں مجھے میرے والد وکیع نے بیان مسعودی سے بیان کرتے ہوئے، مذکورہ بالا سند کے ساتھ اور مذکورہ حدیث کے ہم معنی روایت بیان کی۔"

۱-۷: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، وَأَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ

الْحُسَيْنِ ...... وَهُوَ ابْنُ أَبِي حَلِيْمَةَ ...... وَالمَعْنَى وَاحِدٌ قَالُوْا: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ مَوْلَى غُفْرَةَ حَدَّثَنِي ......

إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ ...... مِنْ وُلْدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَّغِطِ ، وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ ، وَكَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ ، وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ ، كَانَ جَعْدًا رَجِلًا ، وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ ، وَكَانَ فِي وَجْهِهِ تَدْوِيرٌ ، أَبْيَضُ مُشْرَبٌ ، أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ ، أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ ، جَلِيْلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ ، أَجْرَدُ ، ذُوْ مَسْرُبَةٍ ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ ، وَالْقَدَمَيْنِ ، إِذَا مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَمْشِيْ فِي صَبَبٍ ، وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا ، بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ ، وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ، أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا ، وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً ، وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً ، وَأَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً مَنْ رَآهُ بَدِيْهَةً هَابَهُ ، وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ يَقُوْلُ نَاعِتُهُ: لَمْ أَرَقَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ﷺ .)) قال ابو عيسیٰ: سمعت أبا جعفر محمد بن الحسين يقول: سمعت الاصمعي يقول فی تفسير صفة النبی ﷺ: (الممغّط) الذاهب طولا ، وقال: سمعت أعرابيا يقول في

”ابراہیم بن محمد جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے (پوتے) تھے بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جب نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے تو فرماتے کہ: نبی اکرم ﷺ کا قد نہ تو زیادہ لمبا تھا اور نہ ہی بالکل پست، بلکہ عام لوگوں کی طرح آپ کا قد درمیانہ تھا، آپ کے بال مبارک بہت زیادہ پیچ دار بھی نہیں تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے بلکہ تھوڑے سے پیچ دار تھے، نہ آپ بھاری بھر کم تھے اور نہ ہی چہرہ بالکل گول تھا بلکہ تھوڑی سی گولائی تھی، آپ کا رنگ سفیدی سرخی مائل تھا، آنکھیں سیاہ اور پلکیں لمبی تھیں، جوڑوں کی ہڈیاں موٹی مضبوط اور گوشت سے پُر تھیں، جسم پر ضرورت سے زیادہ بال نہ تھے، سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی، ہاتھ اور پاؤں موٹے اور گوشت سے بھرے ہوئے تھے، جب آپ چلتے تو پوری قوت کے ساتھ چلتے گویا کہ نشیب کی طرف اُتر رہے ہیں، جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو اس کی طرف پورے دھیان کے ساتھ متوجہ ہوتے، آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی کیونکہ آپ خاتم الانبیاء تھے، آپ تمام لوگوں سے زیادہ کشادہ دل اور تمام لوگوں سے زیادہ راست گو تھے، آپ سب سے زیادہ نرم خو تھے، تمام لوگوں سے زیادہ ملنسار تھے، جو آپ کو اچانک دیکھتا مرعوب ہو جاتا، اور جو پہچانتے ہوئے ملتا وہ آپ سے محبت کرتا، آپ کی صفت بیان کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے آپ (کی وفات) سے قبل بھی اور بعد میں بھی آپ جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا۔“

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابوجعفر محمد بن حسین سے سنا، وہ فرماتے ہیں میں نے اصمعی سے سنا، وہ صفة النبی ﷺ میں آمدہ الفاظ کی تفسیر فرمارہے تھے کہ **اَلْمُمَّغِطُ** کا معنی ہے جو لمبائی میں بڑھتا چلا جائے، اور میں نے ایک اعرابی سے سنا وہ اپنے کلام میں کہہ رہا تھا: "**تَمَغَّطَ فِیْ نُشَّابَتِهِ**" یعنی اس نے اپنا تیر بہت لمبا کردیا، اور **اَلْمُتَرَدِّدُ** کا معنی ہے چھوٹا اور کم ہوکر اور سکڑ کر ایک دوسرے میں داخل ہونے والا، اور **اَلْقَطِطُ** کا معنی ہے بہت زیادہ گھنگھریالے بالوں والا ہونا، اور **اَلرَّجِلُ** اس کو کہتے ہیں جس کے بال کچھ مڑے ہوئے ہوں اور **اَلْمُطَهَّمُ** موٹے بدن اور زیادہ گوشت والے کو کہتے ہیں اور **اَلْمُكَلْثَمُ** گول چہرے والے کو، اور **اَلْمَشْرَبُ** جس کی آنکھ بہت سیاہ ہو، اور **اَلْأَهْدَبُ** لمبی پلکوں والے کو، اور **اَلْكَتِدُ** دونوں کندھوں کے ملنے کی جگہ، جس کو کاہل بھی کہتے ہیں، اور **اَلْمَسْرُبَةُ** ان بالوں کی لکیر کو کہتے ہیں جو سینہ سے ناف تک شاخ نما ہوتی ہے، اور **اَلشَّثْنُ** ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا موٹا ہونا، اور **اَلتَّقَلُّعُ** قوت کے ساتھ چلنا، اور **اَلصَّبَبُ** نیچے کی طرف اُترنا، کہا جاتا ہے کہ ہم بلندی سے نیچے کی طرف اُترے، اور **جَلِيْلُ الْمَشَاشِ** سے مراد کندھوں کا سرا، اور **اَلْعِشْرَةُ** سے مراد صحبت اختیار کرنا، اور **اَلْعَشِيْرُ** سے مراد ساتھ، صحبت اختیار کرنے والا، اور **اَلْبَدِيْهَةُ** سے مراد اچانک پریشان کرنا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "**بَدَهْتُهُ بِأَمْرٍ**"، میں نے اس کو اچانک پریشان کردیا۔

كلامه: تمغط فى نشابته، اى مدّها مدّاً شديداً. و(المتردد) الداخل بعضه فى بعض قِصَراً. وأما (القطط) فالشديد الجعودة. و(الرجلِ) الذى فى شعره مجونة، اى تثن قليل. وأما (المطهم) فالبادن الكثير اللحم. و(المكلثم) المرور الوجه. (المشرب) الذي فى بياضه حمرة و(الأدعج) الشديد سواد العين. و(الأهدب) الطويل الأشفار و(الكتد) مجتمع الكتفين وهو الكاهل و(المسربة) هو الشعر الدقيق الذى كأنه قضيب من الصدر إلى السرة. و(الشثن) الغليظ الأصابع من الكفين والقدمين و(التفلع) أن يمشي بقوة. و(الصبب) الحدور، يقال انحدرنا فى صبوب وصبب. وقوله (جليل المشاش) يديد رؤس المناكب. (العشرة) الصحبة. و(العشير) الصاحب و(البديهة) المناجأة، يقال: بدهة بأمر اى فجأته.

تخریج: ...... سنن ترمذي، كتاب المناقب، حديث نمبر: ٣٦٤٢، طبقات ابن سعد، ١/ ٤١٠۔ امام ترمذی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: "یہ حدیث حسن غریب ہے، اس کی سند متصل نہیں ہے۔" امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "کہ منقطع ہونے کے باوجود امام ترمذی اس روایت کو کیسے حسن کہہ رہے ہیں جبکہ

انقطاع کے علاوہ اس میں عمر بن عبداللہ مولیٰ غفرۃ بھی ہے اور وہ ضعیف ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''تقریب التہذیب'' میں ذکر کیا ہے۔'' لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے، ایک تو اس میں انقطاع ہے اور دوسری علت یہ ہے کہ اس میں مولیٰ غفرۃ ضعیف ہے۔

محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال (بزبانِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ):

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا موقع ملا بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کے گھر میں زیر کفالت و تربیت بھی رہے اور پھر شرفِ دامادی بھی ملا۔ چنانچہ جو آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرمائیں گے وہ بالکل ایک گھر کے بھیدی کا ہوگا جس کے سامنے جلوت و خلوت، عسر و یسر اور رضاء و غضب کے تمام پہلو تھے۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آمدہ صفات میں سے کچھ کا تذکرہ گذشتہ احادیث میں ہو چکا ہے، مکرر انہیں تفصیلاً لکھنے کی ضرورت نہیں، تفصیل کے لیے گذشتہ احادیث کی شرح کا مطالعہ کیا جائے۔

- سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی زیادہ دراز قامت بھی نہیں تھے اور نہ کوتاہ قامت تھے۔'' اس معنی کی ادائیگی کے لیے آپ نے مُمَّغِطْ کا لفظ استعمال کیا۔ لفظ مُمَّغِط دوسرے میم کی تشدید سے اور غین معجمہ کے ساتھ اسم فاعل ہے جو بہت لمبے، بے ڈھنگے لمبے کے معنی میں مستعمل ہے، اصل میں مُنْغِطِ تھا، نون مطاوعت کا میم سے بدل گیا پھر دوسرے میم میں ادغام ہو گیا اور یہ لفظ غین کی بجائے عین سے ہو تو بھی اسی معنی میں آئے گا۔
- اَلْقَصِیْرُ الْمُتَرَدِّدُ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ چھوٹے، سکڑے ہوئے اور ایک دوسرے میں متداخل نہیں تھے۔
- رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے متوسط تھے یہ لفظ بطورِ تاکید برائے صفات ماقبل ہے۔
- وَلَمْ یَکُنْ بِالْمُطَهَّمِ: ہا مفتوحہ مشددہ کے ساتھ ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک موٹا، بہت زیادہ گوشت والا اور پھولا ہوا نہیں تھا، بعض نے اس کے معنی کمزور جسم والا بھی کیے ہیں گویا کہ یہ لفظ متضاد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک درمیانہ تھا نہ کمزور کہ بغیر گوشت کے ہو اور نہ گوشت سے زیادہ بھرا ہوا اور پھولا ہوا بلکہ بین بین تھا۔
- وَلَا بِالْمُکَلْثَمِ: یہ کَلْثَمَۃٌ سے اسم مفعول ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ چہرے کا گوشت جمع ہو جائے اور کمزوری نہ ہو، یہ معنی قاموس میں ہیں اور ابن اثیر جزری نے نہایہ فی غریب الحدیث میں لکھا ہے کہ ''مُکَلْثَمْ'' چھوٹے جبڑے کو کہتے ہیں جو ہوشیار، تنگ پیشانی والا اور گول بھی ہو۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس پر

گوشت بھی کم ہو۔'' تو آپ کا چہرہ مُکَلْثَمْ صفات والا نہیں تھا بلکہ آپ نرم، ہموار، ملائم چہرے والے تھے، جس میں کچھ گولائی ہوتی ہے اور کچھ لمبائی یعنی گولائی اور لمبائی کے بین بین آپ کا چہرہ تھا۔

❀ **أَبْيَضُ مُشْرَّبٌ:** لفظ مُشْرَبْ تخفیف اور تشدید (مُشَرَّبْ) کے ساتھ یعنی آپ کا چہرہ سفید تھا، جس میں سرخی ملی ہوئی ہو۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے: ((كَانَ أَزْهَرُ اللَّوْنِ)) [1] کہ آپ چمکدار رنگ والے تھے اور صحیح مسلم میں ابوالطفیل سے مروی ہے: ((كَانَ أَبْيَضُ مَلِيْحًا)) [2] کہ آپ سفید رنگ والے، خوبصورت اور درمیانے تھے۔ بعض روایات میں ((اَسْمَرُ اللَّوْنِ)) [3] بھی آیا ہے۔

تمام احادیث کو جمع کیا جائے تو خلاصہ یوں نکلتا ہے کہ آپ کا رنگ مبارک سفید، روشن اور چمکدار تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ سرخی مائل تھا، کیونکہ خالص سفید جس میں سرخی نہ ہو وہ اتنا خوبصورت نہیں ہوتا بلکہ جس میں کچھ سرخی کی ملاوٹ ہو وہ زیادہ خوبصورت ہوتا ہے اور آپ ﷺ کا رنگ بھی ایسا ہی تھا۔ مُشْرَبْ بمعنی مخلوط اور ملا ہوا اور مُشَرَّبْ تشدید کے ساتھ کا معنی بہت زیادہ ملا ہوا کیونکہ تشدید تکثیر اور مبالغہ کے لیے ہے۔

❀ **أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ:** بہت زیادہ سیاہ آنکھوں والے، دَعْجَةٌ بہت زیادہ سیاہی کو کہتے ہیں یعنی آپ ﷺ کی آنکھوں میں سیاہی بہت زیادہ تھی۔

نبی کریم ﷺ کی پلکیں:

آپ ﷺ کی آنکھیں تو سیاہ، سرمگیں تھیں اور آنکھوں کے ساتھ پلکیں بھی لمبی تھیں، سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: '' أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ '' آپ لمبی پلکوں والے تھے، اسی طرح سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جو دلائل النبوۃ اور طبقات ابن سعد میں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ کی پلکیں لمبی اور گھنی تھیں۔ [4]

یاد رہے کہ پلکوں کا بڑا ہونا آنکھ اور چہرے کے حسن کی علامت ہے اور پلکوں پر بالوں کا نہ ہونا آنکھ کے مرض کی علامت ہے۔

سیّد کائنات ﷺ کا اندازِ گفتگو:

نبی اکرم ﷺ جب کسی سے مخاطب ہوتے تو مکمل طور پر اس کی جانب توجہ فرماتے۔ جب آپ دائیں یا بائیں جانب متوجہ ہونا چاہتے تو اپنے پورے بدن مبارک سمیت اس طرف متوجہ ہوتے، چور آنکھوں سے دائیں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث: ۳۵۴۷.

[2] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کان النبی ﷺ ابیض، حدیث: ۹۹/ ۲۳۴۰.

[3] دیکھئے: رقم الحدیث: ۲.

[4] دلائل النبوة (۱/ ۱۵۸)۔ طبقات ابن سعد (۱/ ۴۱۴).

بائیں دیکھتے اور نہ ہی صرف گردن موڑ کر دیکھتے، کیونکہ اس طرح وہ دیکھتا ہے جو ہلکا اور ناسمجھ ہو، بلکہ آپ جس طرف بھی توجہ فرماتے تو لاپرواہی کا اظہار نہ کرتے جیسے متکبرین کی عادت ہوتی ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آپ ﷺ سے جب کوئی ملاقات کرتا تو آپ ﷺ اس کی طرف سے توجہ نہ ہٹاتے، یہاں تک کہ وہ خود ہی بات ختم کر دیتا۔ [1] امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر ایک باب باندھا ہے: ((إِكْرَامُ الرَّجُلِ جَلِيْسَهُ)) اس میں اشارہ کیا ہے کہ مجلس کے آداب واکرام میں سے یہ ہے کہ اہل مجلس کی بات توجہ سے سنی جائے، بے توجہی اور بے رُخی اختیار نہ کی جائے خواہ وہ بات کیسی ہی ہو اگر مناسب بات نہ ہو تو سنجیدگی سے اس کو منع کر دیا جائے۔

مہر نبوت:

مہر نبوت کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ آئندہ ایک مستقل باب قائم کریں گے، وہاں اس بارے مکمل تفصیل پیش کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

سیّد الانبیاء ﷺ کی سخاوت:

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ " أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا " سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔
أَجْوَدْ مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی تمام لوگوں سے بہت زیادہ سخی تھے، جود، سخاء، سماحہ اور کرم قریب قریب الفاظ ہیں، جن کا مفہوم یہ ہے کہ کمیت و کیفیت میں بڑی بڑی اشیاء دل کی خوشی اور وسعت سے بن مانگے دے دینا۔

سقراط نے کہا ہے: ((أَلْجَوَّادُ هُوَ الَّذِيْ يُعْطِيْ بِلا مَسْئَلَةٍ صَيَانَةً لِلْآخِذِ مِنْ ذِلِّ السَّوَالِ .))
......یعنی جواد اور سخی وہ ہوتا ہے جو بن مانگے دے تاکہ لینے والے کو مانگنے کی ذلت سے بچایا جائے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَمَا الْجَوَّادُ مَنْ يُعْطِي إِذَا مَا سَأَلْتَهُ وَلٰكِنْ مَنْ يُعْطِي بِغَيْرِ سَوَالٍ

''سخی وہ نہیں ہوتا جس سے مانگو تو تب دے بلکہ سخی وہ ہے جو بن مانگے دے دے۔''

❀ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ان اخلاقِ عالیہ میں مقابلہ / برابری کرنا ناممکن تھا۔ ہر آدمی آپ ﷺ کے اس وصف اور عادت سے واقف اور آگاہ تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا فَقَالَ: لَا .)) ......کبھی بھی ایسے نہیں ہوا کہ نبی اکرم ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے ''نہ'' کر دی ہو۔

---

[1] سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب (٤٦)، حدیث: ٢٤٩٠ ۔ سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب اکرام الرجل جلیسه، حدیث: ٣٧١٦.

❀ سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں:

مَا قَالَ لَا قَطُّ إِلَّا فِی تَشَهُّدِهِ   وَلَوْ لَا التَّشَهُّدُ لَمْ تَسْمَعْ لَهُ لَا ❶

''یعنی آپ ﷺ نے تشہد کے علاوہ کبھی ''لا'' نہیں کہا، اور اگر تشہد نہ ہوتو تم آپ سے کبھی ''لا'' نہ سنتے۔''

❀ جب بھی آپ کے پاس کوئی مانگنے والا مستحق آیا تو آپ نے اس کو کبھی خالی ہاتھ نا کام واپس نہیں کیا بلکہ آپ نے اسے وہ چیز ضرور عنایت فرمادی۔ اگر اس وقت وہ چیز میسر نہ ہوتی تو آپ قرض لے کر اسے وہ عنایت فرمادیتے یا اسے کل آنے کا کہہ دیتے۔ سیّدنا انس بن مالک اور سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُسْأَلُ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ .)) ❷ ...... ''آپ سے جو چیز بھی مانگی جاتی آپ وہ چیز ضرور دے دیتے تھے۔''

❀ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور مسلم میں مروی ہے کہ ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدُ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَأَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَكَانَ إِذَا لَقِيَهُ جِبْرَئِيْلُ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ .)) ❸ ...... ''آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان کے مہینے میں تو بہت ہی زیادہ سخی ہو جاتے تھے، جب آپ کو جبرائیل علیہ السلام ملتے تو تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔''

❀ صحیح مسلم میں سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی (صفوان بن امیہ) نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں چر رہی تھیں، سب دے دیں تو وہ اپنے لوگوں (مشرکین) کے پاس آ کر کہنے لگا: سارے مسلمان ہو جاؤ، کیونکہ محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ بھوکا رہنے کا خیال ہی نہیں گذرتا۔ ❹

❀ مختلف احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ساٹھ سے زیادہ لوگ ایسے تھے، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے سو سو اونٹ بطورِ تالیفِ قلب عطا فرماتے تھے۔ ❺

❀ صحیح مسلم شریف میں ہی ہے کہ آپ ﷺ نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ دیئے پھر سو اور دیئے پھر سو اور

---

❶ سبل الهدى والرشاد (٧/٤٩).

❷ صحيح بخاری، كتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء، حديث: ٦٠٣٦ عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ بمعناه۔ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فی سخائه ﷺ، حديث: ٢٣١٢، عن انس رضی اللہ عنہ.

❸ صحيح بخاری، كتاب الصوم، باب اجود ما كان النبی ﷺ يكون فی رمضان، حديث: ١٩٠٢۔ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب جوده ﷺ، حديث: ٢٣٠٨.

❹ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فی سخائه ﷺ، حديث: ٢٣١٢.

❺ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة قلوبهم، حديث: ١٠٦٠.

دیئے۔ ❶

❀ آپ ﷺ کا یہ وصف جود وسخاء نبوت سے قبل بھی آپ میں موجود تھا، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ پریشان ہو کر گھر لوٹے، سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے یہ سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے تو اپنے آپ پر خوف محسوس ہوتا ہے تو سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: ((كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتُؤَدِّي الْاَمَانَةَ .)) ❷

......"کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بوجھ والے کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، فقیر و تنگ دست کو کام دیتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں، حق کے مصائب پر مدد کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں اور امانت ادا کرتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔"

سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سب اوصاف فطری تھے اور نبوت سے قبل ہی آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔

❀ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے ہوازن کے جنگی قیدی جو چھ ہزار تھے، وہ واپس کر دیئے۔ ❸ اس کے علاوہ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی (ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم) یہ سب ایک وقت میں تقسیم کر دیا، جنگی قیدیوں کے علاوہ یہ مال اس وقت کروڑوں، اربوں روپے کی مالیت کا بنتا ہے جو آپ نے لوگوں کو لوٹا دیا۔

❀ صحیح بخاری میں سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اتنا سونا دیا جتنا وہ اُٹھا سکتے تھے۔ ❹

❀ حسن بن ضحاک نے آپ ﷺ کے شمائل میں ذکر کیا ہے کہ آپ کے پاس نوے ہزار درہم آئے تو آپ نے ان کو ایک چٹائی پر بکھیر دیا پھر ان کو اسی وقت تقسیم کر دیا اور کسی بھی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ موڑا۔ ❺

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، فی سخائه ﷺ، حدیث: ۲۳۱۳.

❷ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول الله ﷺ، حدیث: ۳۔ صحیح مسلم، کتاب بدء الوحی الی رسول الله ﷺ، حدیث: ۱۶۰.

❸ صحیح بخاری، کتاب الوکالة، باب اذا وهب شيئا لوكيل......، حدیث: ۲۳۰۷، ۲۳۰۸، لیکن اس میں تعداد کا ذکر نہیں ہے۔ نیز دیکھئے: سيرة ابن هشام (ص: ۵۸۶).

❹ صحیح بخاری، کتاب الجزية، باب ما اقطع النبی ﷺ من البحرين، حدیث: ۳۱۶۵.

❺ الشفا لقاضی عیاض (۱/۱۰۰)، باب الجود والکرم.

❀ شمائل میں ہی آگے ایک حدیث آ رہی ہے کہ کسی نے آپ سے کچھ مانگا تو آپ نے فرمایا: میرے پاس تو اب کچھ بھی نہیں لیکن میری ذمہ داری پر کسی سے جو کچھ لینا ہے خرید لو، جب ہمارے پاس کچھ مال آئے گا تو ہم ادائیگی کر دیں گے، اس پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ جو طاقت نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلّف نہیں بنایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو ناپسند کیا۔ اتنے میں ایک انصاری صحابی نے کہا: ((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنْفِقْ وَلَا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا)) ...... ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! خرچ کرتے جایئے اور عرش والے کے تنگ دست کر دینے سے نہ ڈریئے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیئے اور آپ کا چہرۂ انور خوشی سے کھل اُٹھا اور فرمایا: ((بِهٰذَا أُمِرْتُ)) مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔ ❶ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے یہ دعا کرتے ہیں کہ ((أَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا)) ❷ ''اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے اور کنجوسی کرنے والے پر ہلاکت مسلط فرما۔''

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ((يَا ابْنَ آدَمَ اَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ)) ❸ کہ ''آدم کے بیٹے! خرچ کر کہ میں تجھ پر (اس کے بدلے میں زیادہ) خرچ کروں۔''

❀ معجم طبرانی اور مسند بزار میں ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ان کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر رکھا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: اے بلال! ہمیں کچھ کھلایئے تو وہ کہنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہی ایک کھجوروں کا ڈھیر ہے جو میں نے آپ کے لیے اور آپ کے مہمانوں کے لیے چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اس بات سے ڈرتا نہیں کہ تجھے اس کے عوض جہنم میں ڈال دیا جائے۔ اے بلال! خرچ کرتے جاؤ اور اللہ عرش والے کے فقیر کر دینے سے خوف نہ کھاؤ۔ ❹

❀ امام ترمذی نے شمائل میں اور امام طبرانی نے اپنی معجم میں ایک اور روایت ربیع بنت معوذ بن عفراء سے ان الفاظ میں درج کی ہے کہ ''میں ایک دفعہ کھجوروں کا ایک تھال اور ایک ککڑی بطورِ تحفہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لپ بھر کر سونا عنایت فرمایا۔'' ❺

---

❶ شمائل ترمذی (ح: ٣٥٦)، باب ما جاء فی خلق رسول اللهﷺ.

❷ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول الله تعالی ﴿فاما من اعطی واتقی﴾، حدیث: ١٤٤٢۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فی المنفق والممسك، حدیث: ١٠١٠.

❸ صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الاهل، حدیث: ٥٣٥٢۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی النفقة وتبشیر المنفق، حدیث: ٩٩٣.

❹ معجم کبیر طبرانی (١٠١٣)۔ مسند البزار (الکشف: ٣٦٥٣)۔ مجمع الزوائد (١٢٦/٣).

❺ معجم کبیر طبرانی (٢٧٤/٢٤)۔ شمائل ترمذی (٢٠٣)۔ مسند احمد (٣٥٩/٦).

❀ جامع ترمذی میں سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کوئی چیز آئندہ دن کے لیے ذخیرہ بنا کر نہیں چھوڑی۔ ❶

❀ ایک دفعہ آپ حنین سے واپس آرہے تھے کہ کچھ دیہاتی آپ سے لٹک گئے، آپ سے مانگنے لگے، یہاں تک کہ آپ کو ایک کیکر کے درخت کے قریب لے گئے، جس سے آپ کی چادر اٹک کر اتر گئی، آپ وہاں کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے: میری چادر مجھے پکڑاؤ، پھر فرمایا: ((فَلَوْ كَانَ لِيْ عَدَدَ هٰذِهِ الْعِضَاةِ نَعَمًا لَقَسَمْتُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِي بَخِيْلًا وَلَا كَذَّابًا وَلَا جَبَانًا .)) ❷ ''اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں تم لوگوں میں انہیں تقسیم کر دیتا، پھر تم مجھے بخیل، جھوٹا یا بزدل نہ پاتے۔''

یہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کے چند ایک واقعات، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت قلبی، جود و کرم اور عطاء و عنایت کی صحیح مقدار اور اندازہ لگانے سے ہمارے اوراق و اقلام قاصر ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر سارے جہان کی سخاوتیں ایک طرف ہو جائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت ایک پلڑے میں ہو تو آپ کی سخاوت بھاری ہو جائے گی۔ اندازہ کیجیے کہ قیامت کے دن ہر کوئی نبی، ولی اور شہید، یا نیک بخت، سب نَفْسِيْ نَفْسِيْ کا ورد کر رہے ہوں گے مگر ایک سرورِ کائنات ہوں گے جو اس سخت دن میں بھی أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ کہیں گے۔ ❸

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق لسانی:

❀ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں: ((وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً)) ...... یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے ہر حال میں زبان و کلام میں انتہائی صادق اور سچے تھے۔

صدق، عدل اور امانت قریب قریب اوصاف ہیں اور صدق ان سب کو جامع ہے۔ لَهْجَة زبان اور کلام کو کہا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت امین، باانصاف اور سچے تھے، نبوت سے قبل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام امین تھا، کیونکہ آپ امانت دار اور ہر حال میں صادق القول تھے۔

❀ بناءِ کعبہ کے وقت حجر اسود کو نصب پر جب قریش مکہ نے آپس میں اختلاف کیا اور نوبت قتل و غارت تک پہنچنے لگی تو ایک مردِ صالح نے کہا: آپس میں لڑنے کی بجائے یہ طے کر لو کہ صبح سب سے پہلے جو آئے وہ

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی معیشة النبی ﷺ واهله، حدیث: ٢٣٦٢ـ والشمائل (٣٥٥).

❷ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب الشجاعة فی الحرب والجبن، حدیث: ٢٨٢١.

❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرائیل، باب (ذریة من حملنا مع نوح)، حدیث: ٤٧١٢ـ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها، حدیث: ١٩٤.

ہمارا جج اور فیصل ہوگا۔ صبح ہوئی تو نبی اکرم ﷺ سب سے پہلے بیت اللہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے کہا: ((جَاءَ الْأَمِيْنُ رَضِيْنَا بِهِ)) ❶ امانت دار آ گیا، ہم سب آپ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ پچیس برس کے تھے اور ابھی بعثت نہیں ہوئی تھی۔

❀ پھر جب آپ مبعوث ہوئے اور ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ والی آیت نازل ہوئی تو آپ نے خاندان کے تمام افراد کو بلا بھیجا اور فرمایا: اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک دشمن حملہ آور ہونے والا ہے تو تم مان لوگے؟ تو سب نے بیک زبان کہا: ((مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا)) ہمارا تجربہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ سچ ہی کہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اے قریش! اے بنو ہاشم! اے بنوعبدالمطلب! میں تمھیں عذاب شدید کے آگے آگے اس سے ڈرانے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ تو ابولہب کہنے لگا: ((تَبًّا لَكَ مَا جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهٰذَا؟)) ...... ''تو ہلاک ہو جائے، کیا تو اسی لیے ہمیں جمع کرتا رہا ہے۔'' تو فوراً یہ سورت نازل ہوگئی:

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○﴾ [اللهب]

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (خود) ہلاک ہوگیا۔ نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ ہی اس کی کمائی۔ وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا۔ اور اس کی بیوی بھی (جائے گی)، جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے۔ اس کی گردن میں کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔'' ❷

آپ ﷺ کی سچائی کو کفار بھی مانتے تھے اور دل سے سچا جانتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں:

﴿قَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظَّالِمِيْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○﴾ [الانعام: ۳۳]

''ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں، سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

یعنی یہ آپ کی نبوت کو صحیح، درست، سچی اور من جانب اللہ دل سے مانتے ہیں مگر ضد، عناد، حسد اور سرکشی کی وجہ

---

❶ سيرة ابن هشام (ص: ۱۹۷)۔ دلائل النبوة (۱/۴۳۸).

❷ صحيح بخاری، کتاب التفسير، سورة الشعراء، حديث: ۴۷۷۰۔ صحيح مسلم، کتاب الإيمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها، حديث: ۱۹۴.

سے اس کا زبانی انکار کرتے ہیں۔

❀ ابن جریر کہتے ہیں کہ اخنس بن شریق نے بنی زہرہ سے بدر کے دن کہا: محمد (ﷺ) تمہارا بھانجا ہے، سب سے زیادہ حق تو تمہارا ہے کہ اس سے دفاع کرو اور اس کی حمایت کرو، اگر وہ نبی ہے تو تم اس سے آج کیوں لڑائی کرتے ہو، اگر وہ سچا نہ بھی ہو تو پھر بھی تم اس کا دفاع کرنے کے زیادہ حق دار ہو، یہاں ہی ٹھہرو میں ابوالحکم (ابوجہل) سے مل لوں، یاد رکھو اگر محمد (ﷺ) غالب آ گیا تو تم تو محفوظ اور صحیح سالم رہو گے اور اگر وہ مغلوب ہو گیا تو پھر یہ لوگ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ (کہتے ہیں کہ اس دن اس کا نام اخنس (پیچھے ہٹنے والا) پڑ گیا۔ پہلے اُبی تھا۔) پھر اخنس ابوجہل سے جا ملا اور علیحدگی میں ابوجہل سے کہنے لگا: اے ابوالحکم! مجھے یہ تو بتاؤ کہ محمد (ﷺ) سچا ہے یا جھوٹا؟ یہاں تو کوئی بھی نہیں، نہ تو یہاں وہ (ﷺ) ہے اور نہ ہی قریش کا کوئی دوسرا فرد یہاں موجود ہے جو ہمارا کلام سنتا ہو، ابوجہل کہنے لگا: ((وَيْحَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا (ﷺ) لَصَادِقٌ وَمَا كَذَبَ مُحَمَّدٌ (ﷺ) قَطُّ وَلٰكِنْ إِذَا ذَهَبَ بَنُوْ قُصَيٍّ بِاللَّوَاءِ وَالْحَجَابَةِ وَالسِّقَايَةِ وَالنُّبُوَّةِ فَمَاذَا يَكُوْنُ لِسَائِرِ قُرَيْشٍ .)) [1] ”کہ تیرا برا ہو۔ محمد (ﷺ) یقیناً سچا ہے اور محمد (ﷺ) نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا، لیکن بنوقصی سرداری کے جھنڈے پر قبضہ کر لیں، کعبہ کی دربانی بھی لے لیں، پانی پلانے کا اعزاز بھی لے لیں، اور نبوت بھی انہیں مل جائے تو باقی قریش کو کیا ملے گا۔“

❀ اسی طرح دیگر روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابوجہل باوجود اپنی ساری جہالت وضلالت کے کھلے لفظوں میں کہتا تھا کہ: اے محمد (ﷺ) ہم تیری تکذیب نہیں کرتے، تو تو سچا اور امانت دار ہے، ہم تو صرف تیری لائی ہوئی (نبوت ورسالت) کا انکار کرتے، اور اسے جھٹلاتے ہیں۔ [2]

❀ ابن اسحٰق اور بیہقی نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نضر بن الحارث نے قریش کو کہا تھا: ((قَدْ كَانَ مُحَمَّدٌ (ﷺ) فِيْكُمْ غُلَامًا حَدَثًا ، أَرْضَاكُمْ فِيْكُمْ ، وَأَصْدَقُكُمْ حَدِيْثًا ، وَأَعْظَمُكُمْ أَمَانَةً ، حَتَّى إِذَا رَأَيْتُمْ فِيْ صَدْغَيْهِ الشَّيْبَ ، وَجَاءَكُمْ بِمَا جَاءَكُمْ بِهِ ، قُلْتُمْ سَاحِرٌ ، لَا وَاللّٰهِ مَا هُوَ بِسَاحِرٍ .)) [3] ...... ”یعنی محمد (ﷺ) تم میں نوجوان لڑکے تھے تو اس وقت سے وہ تم میں نہایت ہی پسندیدہ شخص تھے اور زبان وکلام میں انتہائی صادق اور سچے تھے، اور

---

[1] تفسیر ابن جریر (۳۳۳/۱۱)۔ سیرۃ ابن هشام (ص: ۱٤٥) بمعناه.

[2] سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الانعام، حدیث: ۳۰٦٤.

[3] سیرۃ ابن هشام (ص: ۱۳۷)۔ دلائل النبوة للبیهقی (۷۷/۲).

امانت داری میں بھی بہت عظیم شخصیت کے مالک تھے، پھر جب ان کے کنپٹیوں کے پاس والے بالوں پر بڑھاپا آ گیا اور وہ تمہارے پاس وہ چیز لے کر آئے، جو انہوں نے پیش کی، تو تم کہنے لگے کہ یہ جادوگر ہے۔ خدا کی قسم! وہ ہرگز جادوگر نہیں ہے۔'' یہ بات نضر بن الحارث نے اس وقت کہی تھی جب اس نے یہ سنا کہ ابوجہل نے نبی کریم ﷺ کے سر مبارک پر پتھر مار کر انہیں شہید کرنے کا ارادہ کیا تو جبرائیل علیہ السلام اس کے سامنے بہت بڑے سانڈھ کی شکل میں آئے تو وہ بھاگ گیا اور اس کا ہاتھ اس پتھر پر خشک ہو کر بے جان ہو گیا۔

❀ نبی کریم ﷺ کی سچائی اور صاف گوئی پر مکہ معظّمہ کے رئیس ابوسفیان (جو بعد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی صف میں داخل ہو گئے تھے) کے وہ واقعات بھی دلالت کرتے ہیں جو شاہِ روم ہرقل کے دربار میں پیش آئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے وہ تمام گفتگو اپنی صحیح میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے درج کی ہے۔ [1] سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوسفیان نے بتایا کہ مجھے ہرقل شاہِ روم نے قریش کے ایک قافلے سمیت اپنے پاس بلایا۔ یہ قافلہ شام میں بغرض تجارت اُس عرصہ کے دوران گیا تھا جو عرصہ نبی اکرم ﷺ نے کفارِ قریش سے معاہدۂ حدیبیہ کی صورت میں مقرر فرمایا تھا، تو جب ہم اس کے پاس گئے تو وہ ایلیاء میں تھا اس نے اپنا ترجمان بلایا، پھر وہ کہنے لگا کہ وہ شخص جس نے تمہارے ملک میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم میں سے اس کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا: میں سب سے زیادہ اس کا قریبی رشتہ دار ہوں۔ شاہ روم نے کہا: اس کو میرے قریب لے آؤ اور اس کے ساتھیوں کو بھی نزدیک لا کر اس کے پیچھے کھڑے کر دو۔ پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سب سے یہ کہہ دو کہ میں ابوسفیان سے کچھ سوالات پوچھوں گا، اگر اس نے مجھ سے کسی بات میں جھوٹ بولا تو تم اس کی تکذیب کرنا۔ ابوسفیان کہتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر مجھے اس بات سے شرم اور حیاء مانع نہ ہوتا کہ یہ جھوٹ مجھ سے منسوب ہوتا رہے گا، تو میں ضرور جھوٹ بولتا۔ اس کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ جو مندرجہ ذیل ہے:

قیصر: اس شخص کا تمہاری نگاہ میں حسب ونسب اور خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان: وہ ہم میں سے اچھے حسب ونسب اور شریف خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔

قیصر: تم میں سے یہ بات (نبوت ورسالت کی بات) اس سے پہلے کسی اور نے کبھی کہی ہے؟ یعنی اس سے پہلے تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

---

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۷۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب کتب النبی ﷺ الی هرقل……، حدیث: ۱۷۷۳۔

ابوسفیان: نہیں، کبھی نہیں۔
قیصر: کیا اس کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بادشاہ گذرا ہے؟
ابوسفیان: نہیں۔
قیصر: کیا صاحب حیثیت اور شرفاء لوگ اور معززین اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور اور غریب لوگ؟
ابوسفیان: کمزور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔
قیصر: اس کے پیروکار بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟
ابوسفیان: بڑھ رہے ہیں۔
قیصر: جو اس کے دین میں جاتا ہے تو ان میں سے کسی شخص نے ناراضگی یا ناپسندیدگی سے اس کو کبھی ترک بھی کیا ہے؟
ابوسفیان: نہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اپنے دین سے نہیں پھرا۔
قیصر: کیا تم اس پر جھوٹا ہونے کا الزام لگا سکتے ہو؟
ابوسفیان: نہیں، اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔
قیصر: وہ کبھی دھوکہ اور غدر بھی کرتا ہے؟
ابوسفیان: نہیں نہیں، وہ دھوکہ اور غدر نہیں کرتا۔ ہاں اب ہم اس کی طرف سے ایک معاہدے میں ہیں، معلوم نہیں وہ اس کا کیا کرے۔ ابوسفیان کہتے ہیں: اس کلمہ کے علاوہ کوئی بات بھی میں اپنی طرف سے نہیں ملا سکا۔
قیصر: کیا تم نے اس سے کبھی جنگ کی ہے؟
ابوسفیان: جی ہاں، ہماری اس کی جنگ ہوئی ہے۔
قیصر: پھر کیا بنا؟
ابوسفیان: ہماری اور اس کی جنگ ڈول کی طرح رہی ہے، کبھی وہ غالب اور ہم مغلوب، اور کبھی ہم غالب اور وہ مغلوب۔
قیصر: وہ شخص تمہیں کس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے، اور تمہیں کس بات کا حکم کرتا ہے، اور کس سے منع کرتا ہے؟
ابوسفیان: وہ کہتا ہے کہ تم اکیلے اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور جو کچھ تمہارے باپ دادا کہتے آئے ہیں، اس کو چھوڑ دو۔ اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور

جھوٹ، بدکاری اور قطع رحمی سے منع کرتا ہے۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے کہا: میں نے تجھ سے اس کے حسب و نسب اور خاندان کے متعلق سوال کیا تھا اور تم نے جواب دیا کہ وہ اچھے حسب و نسب اور شریف خاندان والا ہے، اسی طرح پیغمبر اچھے خاندانوں میں ہی مبعوث کیے جاتے ہیں۔ میں نے تجھ سے پوچھا کہ کیا اس سے قبل بھی تمہارے خاندان میں کسی نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں۔ یہ بات میں نے اس لیے پوچھی تھی کہ اگر کسی نے اس سے پہلے یہ بات کہی ہوتی تو میں یہ کہہ سکتا تھا کہ اس نے بھی یہ بات اس پہلے آدمی کی دیکھا دیکھی اور اس کی اقتداء میں کہہ دی ہے۔ پھر میں نے تجھ سے یہ بات پوچھی کہ کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ تو نہیں ہوا؟ تم نے کہا: نہیں۔ یہ میں نے اس لیے پوچھا کہ اگر واقعی ان میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں سمجھ سکتا تھا کہ یہ شخص اپنے بڑوں کی بادشاہی اور حکومت مانگ رہا ہے۔ پھر میں نے تجھ سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا تم اس پر جھوٹ بولنے کا الزام لگا سکتے ہو یا نہیں؟ تو تم نے کہا کہ نہیں، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو میں ضرور یہ باور کر سکتا تھا کہ جھوٹا آدمی ہے جب لوگوں پر جھوٹ بول لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے میں کیوں دریغ کرے گا۔ پھر میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ اشراف اور صاحب حیثیت لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں یا کمزور اور غریب لوگ؟ تو تم نے کہا کہ کمزور لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں تو پیغمبروں کی اطاعت کرنے والے شروع میں ہمیشہ ایسے ہی لوگ رہے ہیں۔ پھر میں نے تم سے یہ سوال کیا تھا کہ اس کے پیروکار بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ تو تم نے کہا: وہ بڑھ رہے ہیں، تو ایمان کا معاملہ بھی اسی طرح ہوتا ہے، حتی کہ وہ مکمل ہو جاتا ہے۔ پھر میں نے یہ سوال کیا تھا کہ کوئی ناراض ہو کر یا ناپسندیدگی کی وجہ سے اس کا دین قبول کر کے چھوڑ بھی دیتا ہے؟ تو تم نے کہا کہ نہیں، تو ایمان کی یہی خصوصیت ہے کہ جب دل میں اس کی بشاشت اور حلاوت بیٹھ جائے تو وہ اس میں جاگزیں ہو جاتی ہے، پھر اس سے نکلتی نہیں۔ پھر میں نے پوچھا تھا کہ کیا وہ غدر اور دھوکہ کرتا ہے یا نہیں؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں، تو رسولوں کی یہی شان ہے کہ وہ غدر یا دھوکہ کبھی نہیں کرتے۔ پھر میں نے پوچھا تھا کہ وہ تمہیں کس چیز کی طرف دعوت و حکم دیتا ہے تو تم نے جواب دیا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا اور شرک سے بچنے کی تلقین کرتا ہے اور بتوں کی عبادت سے روکتا ہے اور نماز، سچائی اور پاکدامنی کی طرف بلاتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو وہ میرے ان قدموں کی جگہ کا بھی مالک ہو جائے گا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان اوصاف کے پیغمبر کا ظہور ہونے والا ہے لیکن میرا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا، اگر مجھے یہ علم ہو کہ میں اس پیغمبر کی طرف آسانی سے پہنچ سکتا ہوں تو میں اس کی ملاقات کے لیے ہر تکلیف و مصیبت برداشت کر کے بھی ضرور پہنچوں۔ اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ پھر اس نے نبی اکرم ﷺ کا وہ مکتوب مبارک جو آپ ﷺ نے دحیہ کلبی کے ذریعہ عظیم بصری کی طرف بھیجا تھا اور اس نے ہرقل کو بھیج دیا تھا وہ منگوا کر پڑھا۔ اس میں یہ مضمون تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

((مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ إِلٰى هِرَقْلِ عَظِيْمِ الرُّوْمِ ، سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى . أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ ، يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ ، وَيَآ أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ .))

''محمد، اللہ نے بندے اوراس رسول کی طرف سے، ہرقل روم کے سربراہ کی جانب، سلامتی ہدایت کی اتباع کرنے والوں پر ہے۔ بعدازاں! میں تم کو دعوت اسلام دیتا ہوں اسلام لاکر مطیع ہو جاؤ، سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو دوہرا اجر دے گا، اور اگر تو مطیع ہونے سے پھرا تو یاد رکھ یقیناً تمام رومیوں کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا اور اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آ ؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں، پس اگر وہ منہ پھیرلیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔''

ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب وہ خط پڑھ کر فارغ ہوا تو اس کے پاس بہت زیادہ شور برپا ہوگیا۔ آوازیں اونچی اونچی آنی شروع ہوگئیں تو ہمیں شاہی دربار سے نکال دیا گیا۔ جب ہم نکال دیئے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابن ابی کبشہ کا معاملہ تو بہت عظیم ہوگیا، اس سے تو پیلے رنگ والوں کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ (ابن ابی کبشہ سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں، ابوکبشہ آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام ہے تو عرب لوگوں کا انداز ہے کہ جب کسی کی تحقیر کریں تو کسی گمنام باپ دادا کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔)

ابوسفیان کہتے ہیں: پھر میں اسی یقین پر رہا کہ نبی اکرم ﷺ ضرور غالب آجائیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلمان کردیا۔

آپ ﷺ کا مزاج گرامی:

❀ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی طبیعت اور مزاج کے بارے میں فرماتے ہیں: ((أَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً)) کہ نبی اکرم ﷺ نرم پہلو اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ عَرِيْكَةٌ طبیعت کو کہتے ہیں۔ امام ابن اثیر جزری اپنی مایہ ناز کتاب ''النہایۃ فی غریب الحدیث'' [1] میں فرماتے ہیں: ''يُقَالُ فُلَانٌ لَيِّنُ الْعَرِيْكَةِ إِذَا كَانَ سَلِسًا مِطْوَاعًا مُنْقَادًا قَلِيْلَ الْخِلَافِ . '' ''کہ فلان آدمی نرم طبیعت والا ہے، یہ اس وقت کہا جاتا

[1] النهاية لابن الأثير (٣/ ٤٤٧).

ہے جب وہ نہایت آسانی سے بات کو مان لینے والا ہو، بہت زیادہ تابع فرماں اور مطیع ہونے والا ہو اور بہت کم اختلاف کرنے والا ہو۔''

طبیعت کا نرم ہونا ایک ایسا وصف ہے جو اخلاف کے نہایت بلند معیار کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے اگر کسی طرف سے ظلم و زیادتی بھی سرزد ہو جائے تو اس کے جواب میں بالکل نرم رویہ اختیار کرنا۔ جس طرح قرآنِ مجید میں ہے کہ؛ ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [الشوری: ٤٣] ''یعنی جو شخص صبر کرے اور (زیادتی ظلم) معاف کر دے تو یہ اعلیٰ اور بلند اُمور میں سے ہے۔''

❀ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی نرمیٔ طبع کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾

[آل عمران: ١٥٩]

''اے پیغمبر ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہی ان کے لیے نرم طبیعت بن گئے، اگر آپ ترش رو، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے آس پاس سے بھاگ جاتے۔''

❀ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کو یوں بیان فرمایا:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة: ١٢٨]

''بے شک تم میں ایک ایسے رسول آئے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں، جن کو تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔''

❀ آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ چونکہ قرآنِ مجید کی ایک عملی شکل تھے اور قرآن میں آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِينَ﴾ [الاعراف: ١٩٩]

''آپ درگذر کو اختیار کریں۔ نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے اعراض کریں۔''

❀ اسی طرح سورۂ فصلت میں ارشاد فرمایا:

﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ [فصلت: ٣٤]

''برائی کو بھلائی سے دفع کرو، پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔''

❀ آپ ﷺ کے اخلاق کے متعلق سورۂ انبیاء میں فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الانبیاء: ۱۰۷]

''کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں پر رحمت کرنے کے لیے ہی مبعوث فرمایا ہے۔''

❀ اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے: امام مسلم نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ مشرکین کے خلاف بددعا کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً .)) [1] ...... کہ ''میں لعنت کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا بلکہ مجھے تو سراپا رحمت بنایا گیا ہے۔''

❀ شیخین نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا کہ آپ ﷺ سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا اُحد سے بڑھ کر آپ پر کوئی سخت دن آیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! مجھے تیری قوم سے بہت تکلیفیں اُٹھانا پڑیں، مجھے عقبہ کے دن بھی بہت تکلیف اُٹھانا پڑی، میں نے طائف کے سردار ابن عبد یالیل بن کلال کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا کہ مجھ پر ایمان لاؤ، میری مدد کرو، مجھے اپنے ہاں قیام کا موقعہ دو تاکہ میں آزادی سے دعوت اِلی اللہ کا کام کرسکوں، مگر انہوں نے میری بات نہ مانی۔ ایک دوسری روایت میں تفصیلاً مذکور ہے کہ ان لوگوں نے بات ماننے کی بجائے اپنے ہاں کے گھٹیا اور بازاری لونڈوں، نوکروں اور غلاموں کو ہشکا کر آپ ﷺ کے پیچھے لگادیا کہ جاؤ اور اس شخص کو بستی سے نکال باہر کرو۔ ایک غول کا غول آپ ﷺ کے آگے پیچھے ہولیا۔ یہ لوگ گالیاں دیتے، شور مچاتے اور پتھر مارتے تھے۔ پتھر تاک کر ٹخنوں کی ہڈیوں پر مارتے تاکہ زیادہ اذیت پہنچے۔ حضور ﷺ جب نڈھال ہوجاتے تو بیٹھ جاتے۔ لیکن طائف کے غنڈے آپ کو بازو سے پکڑ کر اُٹھادیتے۔ اور پھر ٹخنوں پر پتھر مارتے اور تالیاں بجا بجا کر ہنستے۔ خون بے تحاشا بہہ رہا تھا، اور جوتیاں اندر اور باہر سے لتھڑ گئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب میں وہاں سے نہایت غمگین حالت میں واپس آیا تو قرن الثعالب میں مجھے یوں محسوس ہوا کہ بادل مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس میں جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی گفتگو اور قوم کا جواب سن لیا ہے اور ایک فرشتہ جو پہاڑوں پر مامور ہے اس کو بھیجا ہے کہ آپ اس کو جو حکم دیں وہ بجالائے۔ پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دے کر سلام کیا اور کہا کہ جبرائیل علیہ السلام ٹھیک کہہ رہے ہیں، مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اگر آپ کہیں تو میں مکہ کے دو پہاڑوں کو آپس میں ملادوں تاکہ یہ سب درمیان میں پس جائیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں، شاید ان کی اولاد سے کوئی ایسا ہو، جو اللہ اکیلے کی عبادت کرے اور

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، حديث: ۲۵۹۹.

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ ❶

❀ آپ ﷺ کے یہ اوصاف ''تورات'' میں بھی مذکور ہیں۔ چنانچہ سنن دارمی، مسند احمد اور ترمذی میں سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے یہ اوصاف ''تورات'' میں اس طرح مذکور ہیں:

((يَـأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وحَرْزًا لِلْأُمِّيِّيْنَ ، وَأَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُـوْلِيْ ، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ' لَسْتَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ ، وَلَا يَـدْفَـعُ السَيِّـئَةَ بِالسَّيِّئَةِ وَلٰكِنْ يَعْفُوْا وَيَغْفِرُ ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ حَتَّى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْـعَـوْجَـاءَ بِـأَنْ يَـقُـوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَيُفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَاٰذَانًا صُمًّا وَقُلُوْبًا غُلْفًا .)) ❷

''اے نبی ہم نے ہی آپ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں دینے والا، آگاہ کرنے والا بھیجا ہے، ان پڑھوں کے لیے بچاؤ کا سامان بنا کر بھیجا ہے۔ اور آپ میرے بندے اور رسول ہیں میں نے آپ کا نام (اللہ پر) توکل کرنے والا رکھا ہے۔ آپ نہ تو سخت طبیعت ہیں نہ ہی سخت گو اور نہ ہی بازاروں میں اونچی آواز کرنے والے، اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے، بلکہ درگذر اور معاف کرنے والے، اور اس وقت تک اللہ تعالیٰ آپ کو نہیں لے جائے گا جب تک کہ ٹیڑھی راہ پر چلنے والی امت سیدھی راہ پر نہ چل پڑے وہ ایسے کہ تمام لوگ کہہ کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو اس سے اندھوں کی آنکھیں کھل جائیں، بہروں کو کان مل جائیں اور مردہ دلوں کے دروازے کھل جائیں۔''

❀ صحیح بخاری میں سیّدنا أنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: ((كَـانَـتْ اَمَةٌ مِـنْ أَمَاءِ الْمَدِيْنَةِ تَأْخُذُ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَاءَ تْ .)) ❸ ''کہ آپ ﷺ اتنے نرم مزاج تھے کہ مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی ایک لونڈی آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔''

❀ اسی طرح صحیح مسلم میں سیّدنا أنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت جو عقل کے لحاظ سے کمزور یا

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین......، حدیث: ۳۲۳۱۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقی النبی ﷺ من اذی المشرکین، حدیث: ۱۷۹۵.

❷ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کراهیة السخب فی الاسواق، حدیث: ۲۱۲۵.

❸ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الکبر، حدیث: ۶۰۷۲.

مجذوبہ تھی تو اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((یَا أُمَّ فُلَانٍ! اُنْظُرِي اَيَّ السِّكَكِ شِئْتِ حَتّٰى اَقْضِيَ لَكِ حَاجَتَكِ فَخَلَا مَعَهَا فِيْ بَعْضِ الطُّرُقِ حَتّٰى فَرَغَتْ مِنْ حَاجَتِهَا .)) ❶ ''کہ اے اُمّ فلان! جس گلی میں بھی مجھے اپنی ضرورت کے لیے لے جانا چاہتی ہو لے جا، کہ میں تیری ضرورت کو پورا کروں، پھر آپ ﷺ اس کے ساتھ کسی راستے میں گئے، یہاں تک کہ اس نے جو بات کہنی تھی وہ کہہ کر فارغ ہوگئی۔''

❀ سنن نسائی اور سنن دارمی میں سیّدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ((لَا يَأْنَفُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَ الْأَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِيْنَ فَيَقْضِيَ لَهُ الْحَاجَةَ .)) ❷ ''کہ آپ ﷺ بیواؤں اور مساکین کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان کے ساتھ چلنے سے نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ جدھر وہ لے جانا چاہتے آپ وہاں ان کے ساتھ چلے جاتے۔''

❀ صحیح بخاری اور مسلم میں روایت ہے: ((مَا انْتَقَمَ النَّبِيُّ ﷺ لِنَفْسِهِ قَطُّ .)) ❸ ''کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی اپنی جان کے لیے کسی سے بدلہ نہیں لیا۔''

❀ اسی طرح شیخین نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ: ((مَا ضَرَبَ شَيْئًا بِيَدِهِ قَطُّ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا .)) ❹ ''آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی چیز کو نہیں مارا، نہ ہی کسی عورت کو اور نہ ہی کسی خادم کو۔''

❀ صحیح مسلم میں سیّدنا اُنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ انتہائی اچھے اخلاق والے تھے۔ ایک دفعہ مجھے کسی کام کے لیے کہا تو میں نے کہا: ((وَاللّٰهِ لَا أَذْهَبُ .)) ''اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا۔'' اور میرے دل میں یہ بات تھی کہ میں جاؤں گا۔ میں وہاں سے اُٹھا اور کچھ کھیلنے والے بچوں کے پاس کھڑا ہوگیا۔ آپ بھی میرے پیچھے پیچھے چلے آئے۔ آپ ﷺ نے پیچھے سے میری گدی کو پکڑا، میں مڑا تو دیکھا کہ آپ ہنس رہے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جس طرف تجھے بھیجا اِدھر نہیں جائے گا؟ تو میں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ جا رہا ہوں۔ ❺

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قربه ﷺ من الناس......، حدیث: ۲۳۲۶.

❷ سنن نسائی، کتاب الجمعة، باب ما يستحب من تقصير الخطبة، حدیث: ۱۴۱۵۔ سنن الدارمی (۷۵).

❸ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ "يسروا ولا تعسروا" حدیث: ۶۱۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدته ﷺ للآثام، حدیث: ۲۳۲۷.

❹ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدته ﷺ للآثام، حدیث: ۲۲۲۸.

❺ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ، حدیث: ۲۳۱۰.

❀ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک دفعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت حاشیوں والی ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ ایک دیہاتی نے آ کر آپ کو اتنا زور اور سختی سے اپنی طرف کھینچا کہ آپ اس کے سینے کے قریب آ گئے اور چادر کے حواشی سے آپ کے جسم اطہر پر نشانات ظاہر ہو گئے۔ تو وہ کہنے لگا: مجھے بیت المال سے کچھ دینے کا حکم دیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ دینے کا حکم دیا۔ [1]

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ: ایک یہودی عالم کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرض دینا تھا، اس نے آپ سے اس قرض کا تقاضا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فی الحال میرے پاس اس کی ادائیگی کا اہتمام نہیں۔ وہ کہنے لگا: پھر میں تو جب تک آپ قرض ادا نہ کر دیں واپس نہیں جاؤں گا۔ فرمایا: ٹھیک ہے پھر میں تیرے پاس ہی بیٹھا رہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ہی نمازِ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس یہودی عالم کو ڈانٹنے اور دھمکیاں دینے لگے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا: تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ایک یہودی آپ کو اپنی قید میں رکھ رہا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے ذمی اور معاہد پر ظلم کرنے سے روکا ہے۔ پھر دن طلوع ہوا اور اندھیرا روشنی میں بدلا تو یہودی عالم نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اب میرا آدھا مال فی سبیل اللہ وقف ہے۔ خدا کی قسم! میں نے یہ جو کچھ کیا یہ سب بطورِ آزمائش کیا ہے، کیونکہ ''تورات'' میں آپ کی صفت موجود ہے کہ محمد بن عبداللہ کی ولادت مکہ اور جائے ہجرت مدینہ ہوگی، اور ان کی بادشاہی شام میں ہوگی۔ آپ سخت کلام، سخت دل نہیں ہوں گے، بازاروں میں شور وشغب کرنے والے نہیں ہوں گے، لغو اور فحش کاموں سے پرہیز کرنے والے ہوں گے۔ پھر کہنے لگا: یہ میرا مال ہے اسے جہاں چاہو خرچ کر دو۔ [2]

ان احادیث وواقعات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی اور نرم مزاجی کی ایک ادنیٰ جھلک سامنے آ گئی ہے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ ؎

نہ در تقریر می آید نہ در تحریر می گنجد

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحك، حدیث: ٦٠٨٨۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اعطاء المؤلفة ومن یخاف علی ایمانه، حدیث: ١٠٥٧.

[2] دلائل النبوة للبیهقی (٣١/٧).

آپ ﷺ کی معاشرت اور میل جول:

نبی کریم ﷺ میل جول، مصاحبت اور معاشرت میں بہت ہی اچھے تھے، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ آپ کی اس صفت کو ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں کہ: ((وَأَکْرَمُهُمْ عِشْرَةً)) جامع ترمذی اور شمائل ترمذی دونوں نسخوں میں اسی طرح ہے اور مصابیح میں عِشْرَةً کے بجائے عَشِيْرَةً ہے، جس کے معنی قبیلے کے ہیں یعنی آپ ﷺ اچھے قبیلے اور اعلیٰ خاندان سے متعلق تھے۔ مگر صحیح بات وہی ہے جو پہلے گذر چکی کہ آپ ﷺ زندگی گذارنے، میل ملاپ اور معاملہ و برتاؤ کرنے میں بہت اچھے تھے۔

یہ ایک ایسا وصف ہے جس پر پورے اسلامی معاشرے کا انحصار ہے، اس لیے آپ ﷺ کا یہ وصف انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اسی وصف سے آپ نے ایک ایسے بہترین معاشرے کو وجود بخشا، جس کے عمدہ اور انمٹ نقوش تا قیامت باقی رہیں گے۔ آپ نے زندگی کے ہر شعبہ میں ایسے عملی اور مثالی نمونے چھوڑے، جن کی مثال دنیا کی تاریخ میں کوئی معاشرہ بھی پیش نہیں کرسکتا۔ آپ نے ذاتی انفرادی زندگی کے اصول بھی بتائے اور خود ان پر عمل بھی کر کے دکھایا، اسی طرح دیگر افرادِ معاشرہ کے ساتھ درجات و مراتب کو ملحوظ رکھ کر سلوک و رویہ رکھنے کے اصول و قواعد الگ الگ متعین فرمائے۔

❀ سب سے پہلے والدین کے حقوق اور ان سے حسن سلوک کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد والدین سے نیکی کرنے کا حکم فرمایا گیا اور فرمایا کہ ان کو ''اُف'' تک نہ کہو۔

سورۂ اسراء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا o وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا o﴾ [الاسراء: ۲۳، ۲۴]

''اور آپ کا پروردگار حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا، اگر آپ کی موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا، بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا، اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے رب! ان پر ویسا ہی رحم کر، جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔''

سورۂ عنکبوت میں فرمایا:

﴿وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا وَاِنْ جَاھَدٰکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا

تُطِعۡهُمَا﴾ [العنکبوت : ۸]

''اور ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے۔ ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں کہ آپ میرے ساتھ اسے شریک کرلیں جس کا آپ کو علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مانئے۔''

سورۂ لقمان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِـوَالِدَيۡكَ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ ۝ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا﴾ [لقمان : ۱۴۔ ۱۵]

''اور ہم نے ہر انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا، اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا۔''

اور سورۂ احقاف میں فرمایا:

﴿وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا ؕ وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰهُ﴾ [الاحقاف : ۱۵]

''اور ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا۔ اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے کام کروں جن سے تو خوش ہو جائے۔''

❀ صحیح بخاری میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میرے حسن سلوک اور اچھے ساتھ کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔ اس نے پھر پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔ اس نے عرض کیا: اس کے بعد کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ''تیری ماں''۔ اس نے تیسری بار پوچھا کہ حضور ﷺ اس کے بعد کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے

فرمایا: ''پھر بھی تیری ماں اس حسن سلوک اور اچھے ساتھ کی مستحق ہے۔'' اس نے عرض کیا: پھر اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا: ''تیرا باپ''۔ ❶

جامع ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی خوشی باپ کی خوشنودی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔'' ❷

❀ اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے کی ترغیب دی ہے، بلکہ فرمایا: ''اگرچہ وہ قطع رحمی کا ارتکاب بھی کریں تو تم ان سے صلہ رحمی کا برتاؤ کرو۔'' ❸

مزید فرمایا کہ: ''صلہ رحمی درازیٔ عمر اور فراخیٔ رزق کا بہت بڑا سبب ہے۔'' ❹

صحیح بخاری میں ہے کہ ''نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا اور صلہ رحمی کرنا جنت میں لے جاتا ہے۔'' ❺ ...... ''اور قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' ❻

❀ چھوٹے بچوں کو بوسہ دینا، پیار کرنا، گلے لگانا بھی آپ ﷺ کا معمول تھا۔ بلکہ ایک دفعہ آپ نے سیّدنا حسن کو بوسہ دیا تو اقرع بن حابس تمیمی آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہنے لگا: میرے دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو کبھی بوسہ نہیں دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ)) ❼ ...... ''کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔'' ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم تو نہیں دیتے! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَوَ أَمْلِكُ إِنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ .)) ❽ ...... ''اگر اللہ نے تیرے دل سے نرمی اور رحمت چھین لی ہے تو

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبة، حدیث: ۵۹۷۱۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین، حدیث: ۲۵۴۸.

❷ سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، باب الفضل فی رضا الوالدین، حدیث: ۱۸۹۹.

❸ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافئی، حدیث: ۵۹۹۱.

❹ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم، حدیث: ۵۹۸۵.

❺ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب فضل صلة الرحم، حدیث: ۵۹۸۳۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان الذی یدخل به الجنة، حدیث: ۱۳.

❻ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع، حدیث: ۵۹۸۴۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها، حدیث: ۲۵۵۶.

❼ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبیله، حدیث: ۵۹۹۷۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب رحمته ﷺ الصبیان، حدیث: ۲۳۱۸.

❽ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبیله، حدیث: ۵۹۹۸۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبیان، حدیث: ۲۳۱۷.

اس میں میرا کوئی اختیار نہیں۔"

❀ آپ ﷺ نے یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کے حقوق بطورِ خاص بیان کیے۔ فرمایا: ((أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ كَهَاتَيْنِ)) ❶ کہ یتیم کی کفالت کرنے والا اور میں قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح ایک ساتھ ہوں گے۔" اور فرمایا: ((اَلسَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ كَالَّذِيْ يَقُوْمُ اللَّيْلَ وَيَصُوْمُ النَّهَارَ .)) ❷ "کہ بیواؤں اور مسکینوں کی نگہداشت اور اصلاح کا خیال رکھنے والا، مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح یا روزہ دار اور رات کو قیام کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔

❀ ہمسایوں کے متعلق فرمایا: "مجھے جبرائیل علیہ السلام وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ ضرور اسے وارث بنائیں گے۔" ❸ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ مومن نہیں ہوسکتا" پھر فرمایا: "اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہوسکتا"، پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! کون مومن نہیں ہوسکتا؟ فرمایا: "جس کے ہمسائے اس کی تکلیفوں سے امن میں نہ ہوں۔" ❹ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ مہمان کی عزت وتوقیر اور مہمان نوازی کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔" ❺

❀ اپنے گھر والوں سے حسن معاشرت میں بھی نبی کریم ﷺ انتہائی بے مثال تھے۔ چنانچہ فرمایا: ((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ .)) ❻ "کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔" آپ ﷺ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب فضل من یعول یتیماً، حدیث: ٦٠٠٥۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الساعی علی الارملة، حدیث: ٦٠٠٦۔ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب فضل الاحسان الی الارملة......، حدیث: ٢٩٨٢.

❷ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الوصاءة بالجار، حدیث: ٦٠١٤۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصیة بالجار والاحسان الیه، حدیث: ٢٦٢٤.

❸ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اثم من لا یأمن جاره بوائقه، حدیث: ٦٠١٦.

❹ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن بالله والیوم الآخر......، حدیث: ٦٠١٨۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف، حدیث: ٤٧.

❺ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی ﷺ، حدیث: ٣٨٩٥۔ سنن الدارمی (٢٢٦٥)، وقال الترمذی "حسن غریب صحیح".

❻ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الوصاة بالنساء، حدیث: ٥١٨٦۔ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء، حدیث: ٦٠/(٣٦٤٤).

مزید فرماتے ہیں: ((اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا .)) ❶ ''کہ عورتوں کو اچھی نصیحت کیا کرو۔''

آپ ﷺ نے عورتوں کے حقوق متعین فرمائے۔ چنانچہ فرمایا: ''اس کو کھانا اور لباس دو، اور چہرے پر نہ مارو، اس کو گالی نہ دو اور نہ برا کہو، اور (ناراضگی کے عرصہ میں بھی) صرف اپنے گھر میں اس سے ناراض ہو اور علیحدگی رکھو۔'' ❷ اسی طرح ایک دفعہ فرمایا: ((لَقَدْ طَافَ بِأَهْلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءُ كَثِيرٍ يَشْكُوْنَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُوْلٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ .)) ❸ ''کہ آل محمد ﷺ کے پاس بہت سی عورتیں اپنے خاوندوں کی شکایات لے کر آئیں ہیں (یاد رکھو) یہ لوگ تم میں سے اچھے لوگ نہیں ہیں۔'' (سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی) نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ((أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ .)) ❹ ...... ''کہ ایمان کے لحاظ سے کامل ایمان والے وہ لوگ ہی ہیں جو اچھے اخلاق والے ہوں، اور گھر والوں کے ساتھ بہت زیادہ نرمی کرنے والے ہوں۔''

❀ عمومی معاشرت میں آپ ﷺ نے ایسے سنہرے اصول قائم فرمائے، جن سے عمدہ اصول وضوابط کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے عدل واحسان، لین الکلام، ہر معاملے میں رفق اور نرمی، ایثار اور قربانی، مؤدّت اور دوستی کے راہنما اصولوں پر جماعت مومنین کے معاشرے کی بنیاد رکھی۔ انبیاء کرام کی بعثت کا بنیادی مقصد تو یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طریقے بتائے جائیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ معاشرت کے اصول بھی انبیاء کرام علیہم السلام نے بیان فرمائے اور امتوں کو ان کا پابند کیا۔ اسی طرح نبی کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے تمام شعبوں میں ہدایات جاری فرمائیں۔ خرید وفروخت، زمینداری، کاشتکاری، صنعت کاری، وغیرہ تمام پیشوں کے متعلق بھی ہدایات دیں۔ یہ وہ عشرت تھی جس کے بارے میں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ((أَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً)) یعنی نبی اکرم ﷺ، دنیوی زندگی چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی ہر دو کے لحاظ سے بہت اچھے اور بہترین تھے۔ اور آپ کی ہدایات بھی کامل واکمل تھیں، اسی لیے اب کسی نئے نبی کی ضرورت ہی نہیں۔

نبی کریم ﷺ کا رعب وجلال:

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سرورِ کائنات ﷺ کی صفاتِ عالیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ رعب و

❶ سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها، حدیث: ۲۱۴۲۔ سنن ابن ماجه (۱۸۵۰)۔ سنن کبری نسائی (۱۱۳۶۷).

❷ سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء، حدیث: ۲۱۴۶۔

❸ سنن ابن ماجه (۱۹۸۶م)، سنن کبری نسائی (۹۱۲۳).

❹ مسند احمد (۹۹/۶)۔ سنن ترمذی، کتاب الإیمان، باب فی استکمال الإیمان، حدیث: ۲۶۱۲.

جلال اور انس و مؤانست کی جامع صفات کے پیکر تھے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں: ((مَنْ رَاٰہُ بَدِیْهَةً هَابَهُ وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ .)) ''کہ جو شخص آپ کو پہلے پہل دیکھتا وہ آپ سے مرعوب ہو جاتا اور جو شخص جان پہچان کے بعد آپ سے ملتا جلتا رہتا تو وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔''

بَدِیْهَةً کا معنی اچانک اور پہلے پہل ہے، یعنی میل جول اور اختلاط سے پہلے جو شخص آپ کو دیکھتا: هَابَهُ وہ آپ کے ہیبت و وقار اور سکون کی وجہ سے ڈر جاتا۔ هَیْبَةً کا معنی خوف ہے۔ قاموس میں ہے: '' وَهُوَ قَرِیْبٌ مِنَ الرَّوْعَةِ وَالتَّحْقِیْقُ أَنَّهُمَا لَیْسَتَا بِمَعْنَی وَاحِدٍ کَمَا فِیْ '' عُرُوْسِ الْأَفْرَاحِ '' قَالَ رُبَّمَا یَتَوَهَّمُ إِنَّ الرَّوْعَ وَالْمَهَابَةِ وَاحِدٍ وَلَیْسَ کَذٰلِكَ بَلِ الرَّوْعُ الْفَزَعُ وَالْمَهَابَةُ الْإِجْلَالُ .)) ...... ''ہیبت کا لفظ ''روع'' کے قریب قریب ہے۔ تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک معنی میں نہیں ہیں، جیسا کہ ''عروس الافراح'' میں ہے کہ بسا اوقات یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ ''روع'' اور ''مھابۃ'' ایک معنی میں ہے لیکن ایسے نہیں ہے کیونکہ ''روع'' گھبراہٹ اور دہشت کو کہتے ہیں اور ''مھابۃ'' دل میں بزرگی اور بڑائی جاننے کے لیے مستعمل ہے۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول میں سرورِ کائنات ﷺ کی توقیر و تعظیم اور اجلال و اکرام کا ذکر ہے کہ جو شخص آپ پر اچانک نگاہ ڈالتا، اس کے دل میں آپ ﷺ کی ہیبت و عظمت چھا جاتی اور جو شخص آپ سے میل ملاقات رکھتا اور جان پہچان ہو جاتی، وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔ دوسرے مرحلے میں جو محبت کا ذکر ہے، اس سے مہابت اور تعظیم و اجلال کی نفی نہیں ہوتی، تو مفہوم یہ ہے کہ جب جان پہچان اور قرب و اختلاط ہو جاتا تو اس ہیبت و اجلال کے ساتھ محبت و مودّت بھی پیدا ہو جاتی۔

❀ آپ ﷺ کے وقار کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ ((کَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْقَرُ النَّاسِ فِي مَجْلِسِهِ .)) [1] ''آپ مجلس میں انتہائی باوقار انداز میں تشریف فرما ہوتے تھے۔''

❀ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کا جو معاملہ تھا وہ انتہائی اجلال و توقیر اور تعظیم کا تھا۔ چنانچہ سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے امام مسلم اپنی صحیح میں بیان فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنی موت کے لمحات میں ایک لمبی حدیث میں کہا:

((وَمَا کَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا أَجَلَّ فِي عَیْنِيْ مِنْهُ، وَمَا کُنْتُ أُطِیْقُ أَنْ أَمْلَأَ عَیْنِيْ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّيْ لَمْ أَکُنْ لَأَمْلَأَ عَیْنَيَّ مِنْهُ .)) [2]

---

[1] ابوداود فی المراسیل (ص: ۲۴۱) باب الادب و من طریقه القاضی عیاضی فی الشفا (۱/۱۲۱).

[2] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الاسلام یهدم ما قبله، حدیث: ۱۲۱.

''میرے ہاں سب سے زیادہ محبوب نبی اکرم ﷺ تھے اور میری آنکھوں میں آپ ﷺ سے زیادہ اجلال وتوقیر کسی کا نہیں تھا، آپ کی جلالتِ قدر کی وجہ سے میں آنکھ بھر کر نبی اکرم ﷺ کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا، اور مجھے کوئی سوال کرے کہ میں آپ ﷺ کی شکل وصورت بیان کروں تو میں ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ میں کبھی بھی آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھا۔''

❀ اسی طرح امام ترمذی سیّدنا اُنس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے گھر سے صحابہ کرام مہاجرین وانصار کی مجلس میں نکلتے تو ان میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تو ((فَلَا يَرْفَعُ أَحَدٌ مِّنْهُمْ إِلَيْهِ بَصَرَهُ إِلَّا أَبُوبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَيَتَبَسَّمَانِ إِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ إِلَيْهِمَا .)) [1] ''کہ سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی آپ کی طرف نظر اُٹھانے کی جرأت نہ کرتا، صرف وہ دونوں آپ کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور آپ ﷺ بھی ان دونوں کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔''

❀ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے عصر کی نماز دو رکعت پڑھائی، نماز پڑھنے والوں میں سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، مگر نبی ﷺ کی ہیبت وجلال کی وجہ سے کسی کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپ سے کہہ سکے۔ یہاں تک کہ صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق بھی سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ)) ''کہ وہ دونوں بھی مارے ہیبت کے بول نہ سکے،'' تو ایک لمبے ہاتھوں والے نے آپ ﷺ سے پوچھا......الخ [2]

❀ اسی طرح جب کفارِ مکہ نے معاہدۂ حدیبیہ کی مخالفت کرتے ہوئے بنوخزاعہ کے خلاف بنوبکر کی مدد کی اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے حلیف بنوخزاعہ کی مدد کا اعلان کیا تو ابوسفیان نے اس کے نتائج سے خوفزدہ ہو کر مدینہ کا سفر کیا تاکہ معاہدے کی تجدید ہوسکے۔ اس موقع پر ابوسفیان آپ ﷺ کے پاس آئے، مگر آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ ابوسفیان آپ ﷺ کے بعد ابوبکر وعمر اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس بھی گئے کہ میری بات تو سنو، اور میری گفتگو نبی اکرم ﷺ سے کرواؤ، مگر سب نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہم کوئی بات کرنے کی جرأت نہیں رکھتے، بالآخر ابوسفیان کو مایوس اور ناکام واپس آنا پڑا، پھر یہی شروعات فتح مکہ کی باعث بنیں۔ [3]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب (۳۸)، حدیث: ۳٦٦۸.

[2] صحیح بخاری، کتاب السهو، باب یکبر فی سجدتی السهو، حدیث: ۱۲۲۹، صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب السهو فی الصلاة والسجود له، حدیث: ۵۷۳.

[3] سیرة ابن هشام (ص: ۵٤۱)، تاریخ ابن جریر (۲/٤۸)، البدایة والنهایة (٤/۳۲۰).

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کا رعب وجلال اتنا تھا کہ کوئی شخص بھی آپ سے بات نہ کرتا تو کجا، آنکھیں اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کرسکتا تھا، اسی لیے نہیں کہ آپ جابر اور ظالم تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ آپ کی ذات سے کبھی بھی کوئی فضول عمل وحرکت سرزد نہیں ہوئی۔ آپ کو کبھی اگر ہنسنے کی ضرورت بھی محسوس ہوئی تو صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ حالت ہوتی کہ آپ کی مجلس میں ایسے خاموشی اور سکون کے ساتھ بیٹھتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

❀ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ بن مسعود کفارِ مکہ کی طرف سے بات چیت کے لیے آئے تو انھوں نے صحابہ کرام کا حضور ﷺ سے رویہ دیکھا، آپ ﷺ کے لیے ان کے اجلال واکرام کے مناظر دیکھے تو واپس قریش کے پاس جاکر کہنے لگے: اے قریش کی جماعت! میں نے فارس کے بادشاہ کسریٰ، روم کے بادشاہ قیصر اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے درباروں میں جا جا کر ان کی عظمت و جبروت کو قریب سے دیکھا ہے مگر خدا کی قسم! میں نے جس طرح محمد (ﷺ) کو اس کے ساتھیوں کے درمیان دیکھا ہے اس طرح میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا۔ جس طرح یہ اپنے سربراہ کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں اس طرح کوئی بھی اپنے بادشاہ کی نہیں کرتا۔ میں نے ان کو ایسی قوم پایا ہے جو کبھی بھی محمد (ﷺ) کو نہیں چھوڑے گی بلکہ مرتے دم تک اس کا ساتھ دے گی۔ [1]

❀ آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا منظر بھی ملاحظہ فرمائیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے موقعہ پر جب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا تو انھوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اکراماً روک لیا اور بیت اللہ کا طواف کرنے کی اجازت بھی دی تو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تو روک لیا جائے اور میں طواف کرلوں؟ [2]

این خیال است محال است و جنوں

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کے سامنے آپ کے وقار اور عظمت و ہیبت کی وجہ سے کلام تک نہ کرسکتے تھے، اسی لیے انھوں نے ایک دیہاتی / بدوی آدمی کے ذریعہ اس آیت کریمہ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ﴾ کا مفہوم معلوم کیا۔ (ترمذی شریف)

یہ چند واقعات وآثار تو صرف اشارہ ہے آپ ﷺ کے اکرام وجلال کا، وگرنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پوری

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد، حدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲.

[2] سیرة ابن هشام (ص: ۵۰۲).

زندگیاں ہی نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر سے لبریز ہیں۔

کوئی آپ ﷺ سا ہو تو سامنے آئے:

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی وارداتِ قلبی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ((یَقُوْلُ نَاعِتُهُ لَمْ أَرْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ﷺ .)) ''آپ ﷺ کی صفت بیان کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے قبل اور بعد آپ ﷺ جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا۔''

حقیقت الامر یہی بات ہے کہ آپ ﷺ کی مثل کائنات میں کوئی بھی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ نہ پیدائش میں، نہ اخلاق میں اور نہ مقام ومرتبہ میں۔ آپ نے تمام فضائل دینیہ اور دنیویہ کو اپنے احاطے میں لے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت کامل خلقت عطا فرمائی کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کے اعضاء نہایت تام، متناسب اور معتدل تھے، آپ کا قد مبارک بھی نہایت موزوں تھا، آپ کا رنگ مبارک بھی نہایت صاف، چمکدار، روشن اور سفید سرخی و گندمی مائل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فہم وفراست اور عقل و دانش میں بھی کمال عطا فرمایا تھا، آپ کی گفتگو اور کلام بھی نہایت صاف اور کمال فصاحت و بلاغت سے معجزانہ طور پر آراستہ تھی۔ اسی طرح خاندانی عز وشرف اور حسب ونسب کی برتری میں، اسی طرح کھانے پینے، پہننے رہنے وغیرہ تمام خصائل میں آپ بے مثل و بے مثال تھے۔

اسی طرح تمام اخلاقِ عالیہ اور آدابِ شرعیہ میں آپ کی مثال ناممکن ہے۔ چنانچہ حلم و برداشت، صبر وشکر، عدل واحسان، عفوو درگذر، جود وسخا، شرم وحیاء، شجاعت ومردانگی، وقار وسکون، رحمت و رأفت جیسے اوصافِ عالیہ و کاملہ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا صفاتِ کمال میں سے اگر ایک دو صفات بھی کسی شخص میں پائی جائیں تو صرف ان ایک دو صفات کی بنیاد پر صدیوں تک اس کا نام اعزاز واکرام سے لیا جاتا ہے، اور اس کے ان اوصاف سے مثال بیان کی جاتی ہے، جس طرح حاتم طائی کے نام سے سخاوت میں مثال دی جاتی ہے۔ جب ایک دو صفات والا شخص اتنا بلند مقام رکھتا ہے تو اس سیّدِ ولد آدم، افضل واکمل کائنات کا کیا کہنا! جن کے وجود مبارک اور بدنِ اطہر کے تغیر ہونے کا بھی امکان نہیں، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ تر وتازہ رہے گا۔

یہی وہ اوصاف وکمالات تھے جن کی وجہ سے روئے زمین پر آپ جیسا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا، چشم کائنات نے کوئی آپ جیسا دیکھا ہی نہیں، شمس وقمر کبھی آپ جیسے کسی دیگر پر طلوع ہی نہیں ہوئے۔ زمان ومکان کے میدانوں میں کوئی ایسا پایا ہی نہیں گیا۔ اسی لیے راوی کہتا ہے کہ:

''میں نے آپ جیسا شخص نہ آپ سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ ہی آپ کے بعد کہیں نظر آسکا۔''

مَضَتِ الدُّهُوْرُ وَمَا أَتَيْنَ بِمِثْلِهِ وَلَقَدْ أَتَى فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهِ

اور حسان بن ثابت فرماتے ہیں:

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِى وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهُ.

سیّد کائنات ﷺ کی سیرت وصورت:

۱-۸: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَيْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْعَجْلِيُّ ...... إِمْلاءً عَلَيْنَا مِنْ كِتَابِهِ ...... قَالَ: أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وُلْدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيْجَةَ، يُكْنَى أَبَا عَبْدِاللّٰهِ، عَنِ ابْنٍ لِأَبِي هَالَةَ......

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما، قَالَ: سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ، وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا أَتَعَلَّقُ بِهِ فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخْمًا مُفَخَّمًا، يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، أَطْوَلَ مِنَ الْمَرْبُوْعِ، وَأَقْصَرَ مِنَ الْمُشَذَّبِ، عَظِيْمَ الْهَامَةِ، رَجِلَ الشَّعْرِ، إِنْ أنْفَرَقَتْ عَقِيْقَتُهُ فَرَقَ، وَإِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ إِذَا هُوَ وَفَّرَهُ، أَزْهَرَ اللَّوْنِ، وَاسِعَ الْجَبِيْنِ، أَزَجَّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَيْرِ قَرَنٍ، بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ، أَقْنَى الْعِرْنَيْنِ، لَهُ نُوْرٌ يَعْلُوْهُ، يَحْسَبُهُ مَنْ لَمْ

حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں ھند بن ابی ہالہ سے دریافت کیا (کیونکہ) وہ آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کو بڑی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے، اور میں چاہتا تھا کہ وہ مجھے آپ ﷺ کے ایسے اوصاف بتادیں جن کو میں اپنے دل میں بٹھالوں، تو وہ کہنے لگے کہ: ”آپ ﷺ نہایت عظیم اور باوقار شخصیت کے مالک تھے، چودھویں رات کے چاند کی طرح آپ کا چہرہ مبارک چمکتا تھا۔ قد مبارک عام درمیانے قد سے کچھ لمبا اور بہت لمبے قد سے تھوڑا کم تھا۔ سر مبارک (اعتدال کے ساتھ) بڑا تھا، بال مبارک کچھ گھنگھریالے تھے، پیشانی کے بال اگر کھل جاتے تو آپ ﷺ ان کی مانگ نکال لیتے ورنہ آپ کے بال جب وفرہ ہوتے تو کانوں کی لو سے زیادہ لمبے نہ ہوتے، آپ ﷺ چمکدار روشن رنگ والے تھے، پیشانی وسیع اور کشادہ تھی، آپ ﷺ لمبی، باریک خمدار پلکوں والے تھے جو

يَتَأَمَّلْهُ أَشَمَّ، كَثَّ اللِّحْيَةِ، سَهْلَ الْخَدَّيْنِ، ضَلِيْعَ الْفَمِ، مُفَلَّجَ الْأَسْنَانِ، دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ، كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيْدُ دُمْيَةٍ فِيْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ، مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ، بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ، سَوَاءَ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ، عَرِيْضَ الصَّدْرِ، بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ، أَنْوَرَ الْمُتَجَرَّدِ؛ مَوْصُوْلَ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِيْ كَالْخَطِّ، عَارِيَ الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوَى ذٰلِكَ، أَشْعَرَ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَأَعَالِيْ الصَّدْرِ، طَوِيْلَ الزِّنْدَيْنِ، رَحْبَ الرَّاحَةِ، شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، سَائِلَ الْأَطْرَافِ، أَوْ قَالَ شَائِلَ الْأَطْرَافِ، خُمْصَانَ الْأَخْمَصَيْنِ، مَسِيْحَ الْقَدَمَيْنِ، يَنْبُوْ عَنْهُمَا الْمَاءُ، إِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا، يَخْطُوْ تَكَفِّيًا وَيَمْشِيْ هَوْنًا، ذَرِيْعَ الْمِشْيَةِ، إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ؛ وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيْعًا، خَافِضَ الطَّرَفِ؛ نَظَرُهُ إِلَى الْأَرْضِ أَكْثَرُ مِنْ نَظَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ؛ جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ. يَسُوْقُ أَصْحَابَهُ، وَيَبْدَأُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ.))

پوری اور کامل تھیں، ان کے کنارے آپس میں ملے ہوئے نہیں تھے، ان کے درمیان ایک رگ جو غصے کے وقت خون سے بھر کر اوپر ابھر آتی تھی، یہ درمیان سے محدب تھی آپ ﷺ کے ناک کا بانسہ باریک اور لمبا اس کے اوپر ایک اونچا نور دکھائی دیتا، جس نے غور سے نہ دیکھا ہوتا وہ خیال کرتا کہ آپ ﷺ کی ناک مبارک درمیان سے اونچی ہے، آپ ﷺ گھنی داڑھی والے اور کشادہ و ہموار رخساروں والے تھے، کشادہ منہ والے تھے، دانت مبارک کھلے اور کشادہ تھے، سینے کے بال ناف تک باریک لکیر کی طرح تھے، آپ ﷺ کی گردن مبارک صاف چاندی کی طرح خوبصورت منقش مورتی کی گردن جیسی تھی، درمیانی اور معتدل خلقت والے تھے، مضبوط اور متوازن جسم والے تھے، آپ ﷺ کا سینہ اور پیٹ برابر اور ہموار تھا، آپ ﷺ کا سینہ مبارک کشادہ تھا۔ دونوں کندھوں کے درمیان کچھ دوری اور فرق تھا، آپ ﷺ کی ہڈیوں کے جوڑ موٹے اور گوشت سے پُر تھے، جسم کا وہ حصہ جو کپڑے سے یا بالوں سے ننگا ہوتا وہ روشن اور چمکدار تھا، سینے کے اوپر سے ناف تک ایک لکیر کی طرح بال ملے ہوئے تھے، چھاتی اور پیٹ بالوں سے خالی تھے، دونوں بازوؤں، کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے، کلائیوں اور پنڈلیوں کی ہڈیاں لمبی تھیں، اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں، ہاتھ اور پاؤں کی ہڈیاں موٹی اور مضبوط تھیں، انگلیاں لمبی اور پاؤں کے تلوے قدرے گہرے

قَالَ: فَقُلْتُ: صِفْ لِي مَنْطِقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ، دَائِمَ الْفِكْرَةِ، لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ، طَوِيْلُ السَّكْتِ، لَا يَتَكَلَّمُ فِي غَيْرِ حَاجَةٍ، يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهُ بِاسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، كَلَامُهُ فَصْلٌ، لَا فُضُوْلٌ وَلَا تَقْصِيْرٌ دَمِثٌ لَيْسَ بِالْجَافِي وَلَا الْمُهِيْنُ، يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَإِنْ دَقَّتْ، لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَاقًا وَلَا يَمْدَحُهُ. وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَلَا مَا كَانَ لَهَا، فَإِذَا تُعُدِّيَ الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهِ شَيْءٌ حَتَّى يَنْتَصِرَ لَهُ، وَلَا يَغْضَبُ لِنَفْسِهِ، وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا. إِذَا أَشَارَ أَشَارَ بِكَفِّهِ كُلِّهَا، وَإِذَا تَعَجَّبَ قَلَبَهَا، وَإِذَا تَحَدَّثَ اتَّصَلَ بِهَا، وَضَرَبَ بِرَاحَتِهِ الْيُمْنٰى بَطْنَ إِبْهَامِهِ الْيُسْرٰى. وَإِذَا غَضِبَ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ، وَإِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهُ جُلُّ ضِحْكِهِ التَّبَسُّمُ، يُفْتَرُ عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ قَالَ الْحَسَنُ: فَكَتَمْتُهَا الْحُسَيْنَ زَمَانًا، ثُمَّ حَدَّثْتُهُ، فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَمَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ، وَوَجَدْتُهُ قَدْ سَأَلَ أَبَاهُ عَنْ مَدْخَلِهِ وَمَخْرَجِهِ وَشَكْلِهِ، فَلَمْ يَدَعْ مِنْهُ شَيْئًا. قَالَ الْحُسَيْنُ: فَسَأَلْتُ

تھے، قدم ہموار اور اتنے نرم و نازک کہ ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا، چلتے تو قوت کے ساتھ آگے کی جانب جھک کر چلتے، بڑے سکون اور وقار کے ساتھ تیز تیز چلتے، چلتے ہوئے معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ بلندی سے نشیب کی طرف اُتر رہے ہیں اور جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو یکبارگی متوجہ ہوتے، نظر جھکا کر چلتے، آپ ﷺ کی نگاہ آسمان کے بجائے زمین کی طرف زیادہ ہوتی، آپ کی عادت عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی، صحابہ کرام کو اپنے آگے چلاتے، اور جو شخص بھی ملتا اُسے سلام کرنے میں پہل کرتے۔'' سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا کہ آپ ﷺ کی بول چال اور گفتگو کے متعلق کچھ ذکر کریں تو انھوں نے کہا:

''نبی اکرم ﷺ مسلسل غمگین رہتے اور ہمیشہ سوچ اور فکر میں ڈوبے رہتے، کسی وقت بھی آپ کو آرام میسر نہیں تھا، آپ لمبی دیر تک خاموش رہتے اور بلاضرورت کوئی کلام نہ کرتے، کلام کی ابتداء اور اختتام اللہ تعالیٰ کے نام سے فرماتے، آپ ﷺ کا کلام جامع کلمات پر مشتمل ہوتا، آپ ﷺ کا کلام الگ الگ الفاظ وکلمات والا ہوتا، آپ ﷺ کی بات ایسی مکمل ہوتی کہ اس میں تشنگی یا زیادتی نہ ہوتی۔ آپ ﷺ سخت دل اور ظالم بھی نہیں تھے اور نہ ہی کوتاہ اندیش یا کسی کو حقیر سمجھنے والے، کسی کا احسان اگرچہ تھوڑا ہو، اس کو بڑا خیال کرتے اور اس کی نیکی میں سے کسی چیز کی بھی مذمت نہیں کرتے تھے۔ آپ کھانے پینے کی کسی چیز میں عیب نہیں نکالتے تھے اور نہ ہی اس کی بے جا تعریف کرتے۔ دنیا اور اس کے تمام اُمور آپ کو غضبناک نہ کر سکے، ہاں اگر حق سے تجاوز کی جاتی تو کوئی چیز بھی آپ

أَبِـي عَـنْ دُخُوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: كَـانَ إِذَا أَوٰى إِلٰـى مَـنْـزِلِـهِ جَزَّأَ دُخُوْلَهُ ثَلَاثَةَ أَجْـزَاء، جُـزْ ءاً لِـلّٰــهِ، وَجُـزْ ءاً لِأَهْـلِهِ، وَجُزْءاً لِـنَفْسِهِ، ثُمَّ جَزَّأَ جُزْأَهُ بَيْـنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ، فَيَرُدُّ ذٰلِكَ بِالْخَاصَّةِ عَلَـى الْعَـامَّةِ وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا. وَكَـانَ مِـنْ سِيْـرَتِـهِ فِي جُزْءِ الْأُمَّةِ إِيْثَارُ أَهْـلِ الْـفَضْلِ بِإِذْنِهِ، وَقَسَمَهُ عَلٰى قَدْرِ فَـضْـلِهِـمْ فِـي الـدِّيْـنِ، فَـمِـنْهُـمْ ذُوْ الْحَاجَةِ، وَمِنْهُمْ ذُوْ الْحَاجَتَيْنِ، وَمِنْهُمْ ذُوُ الْـحَــوَائِـجِ، فَيَتَشَــاغَـلُ بِهِـمْ، وَيَشْـغَـلُهُـمْ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ وَالْأُمَّةَ مِنْ مُسَا ءَلَتِهِـمْ عَـنْـهُ، وَإِخْبَـارِهِمْ بِالَّذِيْ يَـنْبَغِـيْ لَهُـمْ، وَيَقُوْلُ: "لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ، وَأَبْلِغُوْنِيْ حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ إِبْلَاغَهَا، فَإِنَّهُ مَنْ أَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ إِبْلَاغَهَا ثَبَتَ اللّٰهُ قَـدَمَيْـهِ يَوْمَ الْقِيَامَة." لَا يُذْكَرُ عِنْدَهُ إِلَّا ذٰلِكَ، وَلَا يَــقْبَــلُ مِـنْ أَحَـدٍ غَيْـرَهُ،

کے غصے کو اس وقت تک روک نہ سکتی جب تک آپ اس کا انتقام نہ لے لیتے۔ آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے ناراض نہ ہوتے اور نہ ہی اپنی ذات کے لیے انتقام لیتے تھے۔ جب آپ ﷺ اشارہ فرماتے تو اپنے پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے، جب کسی بات پر تعجب کا اظہار فرماتے تو ہتھیلی کو اُلٹا کر دیتے، جب بات فرماتے تو آپ کی بات ہتھیلی کو تحریک دینے کے ساتھ ملی ہوتی اور اپنی دائیں ہتھیلی اپنے دائیں انگوٹھے کی اندر والی جانب بند کرتے، جب آپ ﷺ غصہ میں ہوتے تو منہ پھیر لیتے اور احتراز فرماتے اور جب خوش ہوتے تو اپنی نظر جھکا دیتے، آپ کا زیادہ سے زیادہ ہنسنا صرف مسکراہٹ تک محدود تھا۔ آپ مسکراتے تو اولوں کی طرح سفید دانت ظاہر ہوتے۔'' سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ عرصہ یہ باتیں اپنے بھائی سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ سے ذکر نہ کیں، پھر جب ان سے ذکر کیں تو مجھے معلوم ہوا کہ انھوں نے مجھ سے بھی پہلے جا کر ان سے یہ باتیں معلوم کر لی تھیں، اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے والد محترم (سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے نبی اکرم ﷺ کے گھر میں آنے جانے اور شکل وصورت کے متعلق بھی دریافت کیا تھا۔ غرض یہ کہ انھوں نے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی۔ تو سیّدنا

يَدْخُلُوْنَ رُوَّادًا وَلَا يَفْتَرِقُوْنَ إِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ، وَيَخْرُجُوْنَ أَدِلَّةً يَعْنِي عَلَى الْخَيْرِ. قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَخْرَجِهِ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِيْهِ؟ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْزِنُ لِسَانَهُ إِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ، وَيُؤَلِّفُهُمْ وَلَا يُنَفِّرُهُمْ، وَيُكْرِمُ كَرِيْمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُوَلِّيْهِ عَلَيْهِمْ، وَيُحَذِّرُ النَّاسَ وَيَحْتَرِسُ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَطْوِيَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ بِشْرَهُ وَخُلُقَهُ. وَيَتَفَقَّدُ أَصْحَابَهُ، وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ، وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقَوِّيْهِ، وَيُقَبِّحُ الْقَبِيْحَ وَيُوَهِّيْهِ. مُعْتَدِلَ الْأَمْرِ غَيْرَ مُخْتَلِفٍ، لَا يَفْعَلُ مَخَافَةَ أَنْ يَفْعَلُوْا أَوْ يَمِيْلُوْا، لِكُلِّ حَالٍ، عِنْدَهُ عَتَادٌ، لَا يَقْصُرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَاوِزُهُ. اَلَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ، اَفْضَلُهُمْ عِنْدَهُ أَعَمُّهُمْ نَصِيْحَةً، وَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَنْزِلَةً أَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَمُؤَازَرَةً. قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَجْلِسِهِ. فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَقُوْمُ وَلَا يَجْلِسُ إِلَّا عَلَى ذِكْرٍ، وَإِذَا انْتَهَى إِلَى قَوْمٍ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ، وَيَأْمُرُ بِذَلِكَ. يُعْطِي كُلَّ جُلَسَائِهِ بِنَصِيْبِهِ، لَا يَحْسِبُ جَلِيْسُهُ أَنَّ أَحَدًا أَكْرَمُ عَلَيْهِ مِنْهُ، مَنْ

حسین کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے نبی اکرم ﷺ کے گھر آنے کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ گھر میں آتے تو اپنے وقت کے تین حصے بنالیتے، ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کے لیے، دوسرا حصہ اپنے گھر والوں کے حقوق اور کام کاج کے لیے، اور تیسرا حصہ اپنی ذات کے حقوق اور کام کاج کے لیے، پھر اپنے حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کردیتے، پھر عام لوگوں پر خواص کے ذریعے یہ حصہ بھی دے دیتے، اور اپنے کے لیے کچھ وقت بھی بچا کر نہ رکھتے۔ آپ ﷺ کی سیرت سے ایک بات یہ تھی کہ آپ ﷺ اپنی اُمت والے حصے میں اپنے حکم سے صاحب فضل لوگوں کو ترجیح دیتے، اور دین داری میں ان کے مرتبے کے مطابق اس کو تقسیم کردیتے، تو ان میں کوئی ایک ضرورت والا ہوتا، کوئی دو ضرورتوں والا، اور کوئی زیادہ ضرورتوں والا۔ تو آپ ﷺ ان کی ایسی ضروریات کی تکمیل میں مشغول رہتے، جو ان کی اپنی اور پوری اُمت کی اصلاح سے متعلق ہوتیں۔ وہ لوگ آپ ﷺ سے اچھی باتوں کے متعلق پوچھتے اور آپ انھیں ایسے جواب دیتے رہتے، جو ان کی ضرورت یا حیثیت کے مناسب حال ہوتا۔ اور آپ ﷺ فرماتے: ''یہاں پر موجود لوگ میری یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں۔ اسی طرح جو لوگ یہاں نہیں پہنچ پاتے ان کی ضرورتیں مجھ تک پہنچاؤ۔ اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے قدموں کو ڈگمگانے سے محفوظ رکھے گا۔'' '' آپ ﷺ کے پاس ایسی ہی اصلاحی باتیں کی جاتیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات آپ قبول ہی

جَالَسَهُ أَوْ فَاوَضَهُ فِي حَاجَةٍ صَابَرَهُ حَتَّى يَكُوْنَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ عَنْهُ، وَمَنْ سَأَلَهُ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهُ إِلَّا بِهَا، أَوْ بِمَيْسُوْرٍ مِنَ الْقَوْلِ، قَدْ وَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهُ وَخُلُقُهُ، فَصَارَ لَهُمْ أَبًا، وَصَارُوْا عِنْدَهُ فِي الْحَقِّ سَوَاءٌ. مَجْلِسُهُ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَّحِلْمٍ وَّحَيَاءٍ وَّأَمَانَةٍ وَّصَبْرٍ، لَا تُرْفَعُ فِيْهِ الْأَصْوَاتُ، وَلَا تُؤْبَنُ فِيْهِ الْحُرَمُ، وَلَا تُنْثَى فَلَتَاتُهُ، مُتَعَادِلِيْنَ، بَلْ كَانُوْا يَتَفَاضَلُوْنَ فِيْهِ بِالتَّقْوٰى، مُتَوَاضِعِيْنَ، يُوَقِّرُوْنَ فِيْهِ الْكَبِيْرَ، وَيَرْحَمُوْنَ فِيْهِ الصَّغِيْرَ، وَيُؤْثِرُوْنَ ذَا الْحَاجَةِ، وَيَحْفَظُوْنَ الْغَرِيْبَ. " قَالَ الْحُسَيْنُ: سَأَلْتُ أَبِي عَنْ سِيْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي جُلَسَائِهِ؟ فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَائِمَ الْبِشْرِ، سَهْلَ الْخُلُقِ، لَيِّنَ الْجَانِبِ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ، وَلَا صَخَّابٍ، وَلَا فَحَّاشٍ، وَلَا عَيَّابٍ، وَلَا مُشَاحٍ. يَتَغَافَلُ عَمَّا لَا يَشْتَهِيْ، وَلَا يُؤْيِسُ مِنْهُ رَاجِيْهِ، وَلَا يُخَيِّبُ فِيْهِ. قَدْ تَرَكَ نَفْسَهُ مِنْ ثَلَاثٍ: اَلْمِرَاءِ، وَالْإِكْثَارِ، وَمَا لَا يَعْنِيْهِ. وَتَرَكَ

نہ فرماتے۔ اکابر لوگ آپ کے پاس جاتے، اور وافر علم کی دولت لے کر واپس پلٹتے، پھر لوگوں کے پاس خیر اور بھلائی کے راہنما بن کر میدان عمل میں آتے۔'' سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں نے حسین رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے باہر جانے کے متعلق سوال کیا کہ اس دوران کیا کام کرتے تھے؟ تو انھوں نے جواباً کہا: ''رسول اللہ ﷺ اپنی زبان مبارک بامقصد باتوں کے علاوہ بالکل روک کر رکھتے، لوگوں کو آپس میں جوڑنے کی کوشش کرتے، انھیں ایک دوسرے سے متنفر نہ کرتے، آپ ﷺ ہر قوم کے معزز آدمی کی عزت کرتے، اور اس کو ان کا سرپرست بناتے، آپ ﷺ لوگوں کو بداعمالیوں سے بچنے کی تلقین فرماتے اور خود بھی ان سے محتاط رہتے مگر ان کی شر اور بدخلقی کو اپنے دل میں بالکل جگہ نہ دیتے۔ آپ اپنے ساتھیوں کے حالات ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے پھر اچھی چیز کی تحسین فرماتے اور اس کو قوت بخشتے، اور بری چیز کی قباحت بیان کر کے اس کو کمزور کرنے کی کوشش فرماتے۔ آپ ﷺ ہمیشہ میانہ روی اختیار فرماتے، اختلاف بالکل نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ کبھی بھی غفلت نہ کرتے کہ کہیں لوگ بھی غافل نہ ہو جائیں، اور حق سے ہٹ کر باطل کی طرف نہ جھک جائیں۔ ہر مشکل گھڑی کے لیے آپ ﷺ کے پاس اس سے نمٹنے کے لیے تیاری موجود ہوتی، جو حق سے کمی کوتاہی یا تجاوز کرنے سے بالکل محفوظ رکھتی۔'' ''آپ ﷺ کا قرب

النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ: كَانَ لَا يَذُمُّ أَحَدًا، وَلَا يَعِيبُهُ، وَلَا يَطْلُبُ عَوْرَتَهُ، وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا فِيمَا رَجَا ثَوَابَهُ. وَإِذَا تَكَلَّمَ أَطْرَقَ جُلَسَاؤُهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوسِهِمُ الطَّيْرِ، فَإِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوا، لَا يَتَنَازَعُونَ عِنْدَهُ الْحَدِيثِ، وَمَنْ تَكَلَّمَ عِنْدَهُ أَنْصَتُوا لَهُ حَتَّى يَفْرُغَ، حَدِيثُهُمْ عِنْدَهُ حَدِيثُ أَوَّلِهِمْ. يَضْحَكُ مِمَّا يَضْحَكُونَ مِنْهُ، وَيَتَعَجَّبُ مِمَّا يَتَعَجَّبُونَ مِنْهُ، وَيَصْبِرُ لِلْغَرِيبِ عَلَى الْجَفْوَةِ فِي مَنْطِقِهِ وَمَسْأَلَتِهِ، حَتَّى إِنْ كَانَ أَصْحَابُهُ لَيَسْتَجْلِبُونَهُمْ، وَيَقُولُ: "إِذَا رَأَيْتُمْ طَالِبَ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَأَرْفِدُوهُ." وَلَا يَقْبَلُ الثَّنَاءَ إِلَّا مِنْ مُكَافِئٍ، وَلَا يَقْطَعُ عَلَى أَحَدٍ حَدِيثَهُ حَتَّى يَجُوزَ، فَيَقْطَعُهُ بِنَهْيٍ أَوْ قِيَامٍ

انھیں حاصل ہوتا جو سب سے زیادہ پسندیدہ سمجھے جاتے تھے۔ درجات کے لحاظ سے سب سے بہتر آدمی آپ کے ہاں وہ شمار ہوتا، جو سب سے زیادہ خیر خواہ ہوتا، اور مقام و مرتبہ کی رُو سے سب سے بڑا آدمی آپ ﷺ کی نظر میں وہ ہوتا جو غم خواری اور ہمدردی میں سب سے اچھا ہوتا۔''

سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے بیٹھنے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ جب بھی بیٹھتے یا اُٹھتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر ضرور کرتے، جب کسی مجلس میں آتے تو جہاں جگہ ملتی وہاں بیٹھ جاتے اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی) یہی حکم دیتے۔ آپ ﷺ مجلس کے ہر آدمی کو اس کا حصہ دیتے، آپ کا ہم نشین یہ خیال بھی نہ کرتا کہ کوئی دوسرا شخص آپ ﷺ کی نظر میں اس سے زیادہ معزز ہے۔ جو لوگ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوتے، جب تک وہ نہ چلے جاتے آپ وہاں بیٹھے رہتے، اگر کوئی آپ ﷺ سے کچھ مانگتا، تو آپ اسے ضرور دیتے یا نرم لہجے میں معذرت فرماتے۔ آپ ﷺ کی کشادہ روئی اور خوش خلقی تمام لوگوں کو حاوی اور شامل تھی۔ آپ ﷺ تو ان کے لیے باپ کی طرح تھے اور وہ سارے آپ ﷺ کے نزدیک برابر حق رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی مجلس علم، حوصلہ، حیاء، امانت اور صبر کی ہوتی، جس میں آوازیں بلند نہ کی جاتیں، قابل احترام چیزوں پر عیب نہ لگایا جاتا، اور نہ ہی کسی کے عیوب کی اشاعت کی جاتی۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کے علاوہ سب برابر ہوتے، سب ایک دوسرے کے لیے عاجزی اور انکساری سے پیش آتے۔ بڑے کی عزت و وقار، چھوٹے پر رحم، ضرورت مند کو ترجیح اور مسافر بے وطن کی حفاظت و دیکھ بھال کا لحاظ رکھا جاتا۔''

سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت آپ ﷺ کے ہم نشینوں کے متعلق کیسی تھی؟ تو انھوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کشادہ روئی اور ہنس مکھی سے پیش

آتے، نہایت نرم خواور نرم پہلو تھے، ترش رو اور سخت دل نہیں تھے، نہ شور برپا کرتے، نہ بے ہودہ باتیں کرتے، نہ ہی کسی کو عیب لگاتے اور نہ ہی آپ بخل کرتے۔ جو چیز پسند نہ ہوتی، اس سے بے پرواہ رہتے، آپ ﷺ اپنے اُمیدوار کو اس کی نیکی سے مایوس نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کو ناکام ہونے دیتے۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات کو تین چیزوں سے محفوظ رکھا: جھگڑے سے، بہت باتیں کرنے یا بہت مال اکٹھا کرنے سے، اور فضول و بے مقصد باتوں سے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کی تین باتوں کو چھوڑا ہوا تھا: آپ ﷺ کسی کی مذمت نہ کرتے، نہ کسی کو عیب لگاتے، اور نہ کسی کے نقائص تلاش کرتے، آپ ﷺ زبان سے وہی بات نکالتے جس کے ثواب کی آپ ﷺ کو اُمید ہوتی۔ جب آپ ﷺ کلام کرتے تو سب لوگ سر جھکا دیتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں، جب آپ ﷺ خاموش ہوتے، تب وہ کلام کرتے۔ لوگ آپ کے پاس بات کرنے میں جھگڑتے نہ تھے۔ بلکہ جو شخص بھی بات کرتا اس کے فارغ ہونے تک سب اس کے لیے خاموش رہتے۔ آپ سب کی بات اسی طرح توجہ سے سنتے، جس طرح سب سے پہلے کی بات سنی ہوتی۔''

''جس بات پر سب لوگ ہنستے آپ بھی اس پر ہنستے اور لوگ جس بات پر تعجب کرتے آپ بھی اس پر تعجب کرتے تھے۔ باہر سے آنے والے مسافر کی بول چال یا مانگنے میں زیادتی اور سختی پر صبر فرماتے تھے، اسی لیے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہ چاہتے تھے کہ کوئی باہر کے دیہات سے اجنبی آدمی آئے، اور آپ سے سوال کرے، تاکہ وہ بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔'' آپ ﷺ فرماتے: ''جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ اپنی ضرورت کی چیز مانگ رہا ہے، تو ضرور اس کی مدد کرو۔'' ''پوری پوری تعریف (جو مبالغہ سے خالی ہوتی) کرنے والے کی تعریف کو ہی قبول فرماتے، اسی طرح آپ ﷺ کسی کی بات کو اس وقت تک نہ کاٹتے، جب تک وہ حد سے تجاوز نہ کر جائے، جب وہ تجاوز کرتا تو آپ ﷺ اس کی بات کو منع کر دیتے یا وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوتے۔''

تخریج: ......المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۲/ ۱۵۵۔ المستدرك للحاکم: ۳/ ۶۴۰، دلائل النبوة لابی نعیم: ۳/ ۶۷۲۔ دلائل النبوة للبیهقی: ۱/ ۲۸۶. یہ روایت سخت ضعیف ہے، اس کی سند میں جمیع بن عمیر بن عبدالرحمٰن العجلی ضعیف رافضی ہے، اسے امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی سب محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی لیے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

اس روایت کی سند میں دوسری کمزوری یہ ہے کہ جمیع بن عمیر کا استاذ مجھول ہے۔ امام ترمذی کے علاوہ اصحابِ صحاح ستہ میں سے کسی نے اسے اپنی کتاب میں جگہ نہیں دی۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ [1] میں اس روایت کی ایک اور سند ذکر کی ہے، لیکن اس میں حسن بن محمد العقیقی العلوی ہے، جو متہم بالکذب ہے۔ اسی طرح بیہقی کی سند میں علی

[1] دلائل النبوة للبیهقی (۱/ ۲۸۶۔ ۲۹۷).

بن جعفر بن محمد بھی کمزور راوی ہے۔ اسی لیے علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''سلسلہ ضعیفہ'' میں تخریج کیا ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث متفرق ابواب میں ایک ہی سند کے ساتھ اصل کتاب میں موجود تھی، تو میں نے اپنے اجتہاد سے سب کو یکجا کردیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ یہ روایت یعقوب بن سفیان الفسوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق ہے، اس نے بھی اس کو اکٹھا روایت کیا ہے اور ان سے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''البدایۃ'' میں نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ ''یہ لمبی حدیث حافظ ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''شمائل'' میں سفیان بن وکیع سے بیان کی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اشارہ تک نہیں کیا کہ حافظ ابوعیسیٰ ترمذی نے اس کو متفرق سندوں سے روایت کیا ہے۔ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر میں نے یہی روایت ابونعیم کے ہاں بھی ایک ہی سیاق میں دیکھی ہے۔

☆ راویٔ حدیث:

اس حدیث کے راوی سیّدنا حسن بن علی، بن ابی طالب القرشی الہاشمی المدنی الشہید رضی اللہ عنہما ہیں۔ آپ ۳ ہجری نصف رمضان میں پیدا ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ولادت پر عقیقہ کیا۔ اور اپنی بیٹی سے فرمایا: ''سر منڈوا کر اس کے بالوں کے برابر چاندی مسکینوں پر خرچ کردو۔'' ❶ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرا بیٹا میرے پاس لاؤ، اس کا نام کیا رکھا ہے؟'' سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ''حرب'' فرمایا: ''نہیں! اس کا نام ''حسن'' ہے۔'' ❷ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے براہِ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اپنے والد محترم جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، والدہ محترمہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کچھ احادیث بیان کی ہیں۔

آپ کے شاگردوں میں سوید بن غفلہ، ابوالحوراء السعدی، امام شعبی، ھبیرہ بن مریم، اصبغ بن نباتہ، مسیّب بن نجیہ کے نام ملتے ہیں۔ آپ کے فرزند حسن بن الحسن نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔

سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ اپنے جد مکرم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ ایک دن سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازِ عصر پڑھ کر نکلے، آپ کے ساتھ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے کہ راستہ میں سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں، اُٹھا کر گردن پر رکھ لیا اور کہنے لگے: ''میرا باپ تجھ پر قربان ہو، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہے، علی کے مشابہ نہیں، اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے۔ ❸ ابوالحوراء کہتے ہیں: میں نے ایک دن سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات یاد ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الاضاحی، باب (١٩)، العقيقة بشاة، حديث: ١٥١٩.

❷ صحيح ابن حبان (٦٩٥٨)۔ مستدرك حاكم (١٦٥/٣).

❸ صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ، حديث: ٣٥٤٢.

''ایک دفعہ میں نے صدقے کی کھجوروں سے ایک کھجور اُٹھا کر منہ میں ڈال لی تو نبی اکرم ﷺ نے وہ لعاب سمیت میرے منہ سے نکال لی اور فرمایا: ((إِنَّـا آلُ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ .)) ...... ''کہ ہم آل محمد (ﷺ) پر صدقہ لینا حلال نہیں ہے۔'' ❶

پھر سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ابوالحوراء کو اور باتیں بھی بیان کیں۔

سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نماز میں سجدے کی حالت میں ہوتے تو سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ آ کر آپ ﷺ کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے، اگر رکوع کی حالت میں آتے تو آپ ﷺ اپنی ٹانگوں کے درمیان فاصلہ زیادہ کر لیتے تاکہ وہ دوسری جانب گذر سکیں۔ ❷

سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے اور سیّدنا حسن کو اپنے ہاتھوں میں لے کر فرمایا: ((أَللّٰهُـمَّ إِنِّـي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا .)) ❸ ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب بنالے۔''

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''میرا یہ بیٹا (حسن) سیّد ہے، شاید اللہ تعالیٰ اس وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے۔'' ❹

ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حسن اور حسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔'' ❺

سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ فرشتہ آج ہی اُترا ہے اور اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے مجھے سلام کہنے اور یہ خوشخبری دینے کی اجازت مانگی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خواتینِ جنت کی اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم نوجوانانِ جنت کے سردار ہوں گے۔'' ❻

سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ سردار، خوبصورت، عقل مند، سخی، نیک، پرہیزگار، بڑی شان و شوکت والے، بہت زیادہ نکاح کرنے والے، اور بہت طلاق دینے والے تھے۔

سیّدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما سرخ قمیص پہنے، گرتے اُٹھتے آ رہے تھے، آپ ﷺ نے منبر سے اُتر کر ان کو پکڑا اور اپنے ساتھ منبر پر بٹھالیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ

---

❶ مسند احمد (۱/۲۰۰).

❷ مسند احمد (۱۹٦۱۱)، تاریخ دمشق ۱۳/۲۳٦) عن ابی بکرة رضی اللہ عنہ.

❸ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، حدیث: ۳۷٤۷.

❹ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، حدیث: ۳۷٤٦.

❺ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۷٦۸ وقال: حسن صحیح.

❻ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب (۱۰٤)، حدیث: ۳۷۸۱، مسند احمد (٥/٤٤) وقال: حسن غریب

نے سچ فرمایا ہے کہ: ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ ''تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں۔'' میں ان دونوں کو دیکھ کر صبر نہ کرسکا۔ پھر آپ خطبہ دینے لگے۔ [1]

سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ ایک بہترین خطیب بھی تھے۔ آپ نے ایک دن کوفہ کے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''تحمل مزاجی بہترین زیور ہے، وقار و تمکنت مروّت کی علامت ہے، جلد بازی بیوقوفی کی نشانی ہے، بیوقوفی سے (مؤقف اور نظریے میں) کمزوری پیدا ہوتی ہے، گھٹیا لوگوں کی ہم نشینی عیب کا باعث ہے اور بدکار لوگوں سے میل جول تہمت کا سبب بنتا ہے۔''

سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو وہ سات مہینے گیارہ دن حکومت کے والی رہے، پھر سیّدنا امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہوگئے۔ سیّدنا جعفر صادق رحمہ اللہ کہتے ہیں: آپ کی عمر ۴۷ سال تھی، بعض نے پچاس سال اور امام بخاریؒ نے اکیاون (۵۱) سال لکھی ہے۔ آپ ۴۹ ہجری کو مدینہ منورہ میں وفات پاگئے اور بقیع کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ رضی الله عنه وارضاه

☆ ھند بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ:

ھند بن ابی ھالہ، سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے، کیونکہ وہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ماں کی طرف سے بھائی تھے، ابوھالہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو دو بیٹے ھند اور ھالہ پیدا ہوئے۔ یہ ھند جنگ جمل میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شہید ہوگئے تھے۔

☆ مفردات اور شرح:

وَصَّافًا: بہت وضاحت سے بیان کرنے والا، وَصَفَ يَصِفُ وَصْفًا وَصِفَةً بیان کرنا، تعریف کرنا۔

فَخْمًا مُفَخَّمًا: فخم کا اصل معنی موٹا ہونا، جب یہ کسی انسان کے لیے بولا جائے تو اس کا معنی ''عظیم المرتبہ ہونا'' ہے۔ تو فَخْمًا کا معنی اپنی ذات میں عظیم المرتبہ ہونا، قابل تعظیم اور ہر دل عزیز ہونا ہے۔ اور روایت میں اس سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عظیم اور باوقار شخصیت کے مالک تھے، اگرچہ آپ اپنی جسمانی خلقت میں بہت بڑے نہیں تھے، بلکہ نہایت معتدل الخلقت تھے، مگر شخصیت، جمال و جلال اور شوکت و ہیبت کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عظیم، رعب دار اور عظیم الشان تھے۔

''فَخْم'' مصدر بمعنی صفت ہے، یعنی آپ پیکر عظمت تھے، اور مُفَخَّمٌ اسم مفعول: یعنی لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت و ہیبت چھائی ہوئی تھی اور یہ آپ کا خاصہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی عنایت تھی، جیسا کہ صحیح

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب الامام یقطع الخطبة للامر یحدث، حدیث: ۱۱۰۹۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب (۱۰۳)، حدیث: ۳۷۷۴. وقال: حسن غریب، سنن نسائی (۱۴۱۴).

بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةِ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا . فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ ، وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً .)) ❶

”مجھے پانچ خصوصی خصائل عطا کیے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی نہیں ملے۔ (بعض روایات میں ہے کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے)، (۱) دشمن کے دل میں ایک مہینے کی مسافت سے میرا رُعب اور ڈر ڈال دیا گیا ہے، (۲) میرے لیے تمام زمین مسجد اور مطہر بنادی گئی ہے، (حالانکہ مجھ سے پہلے لوگوں کے لیے صرف اپنے اپنے گرجوں، کنیسوں اور محرابوں میں عبادت کرنا ضروری تھا، اسی طرح جب پانی نہ ملے تو زمین کی مٹی میرے لیے اور میری اُمت کے لیے بطورِ تیمّم پاک کرنے والی ہے، حالانکہ پہلی اُمتوں کے لیے یہ رُخصت نہیں تھی) اس لیے جس شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے تو وہ اسی جگہ نماز پڑھ لے (اگر پانی نہ ہو تو تیمّم کر کے ہی پڑھ لے)۔ (۳) میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی حلال نہیں تھیں۔ (بلکہ غنیمتیں، صدقات وخیرات اور تمام قربانیاں میدان یا اونچی جگہ رکھ دی جاتیں اور آسمان سے ایک آگ آتی اور ان کو کھا جاتی، ہاں اگر کوئی خامی وخرابی یا نقص وغلول ہوتا تو اس کے دُور کرنے تک آگ نہ آتی۔) (۴) مجھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سفارش کی اجازت فرمائیں گے۔ (۵) مجھ سے پہلے انبیاء خاص طور پر اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے مگر مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔“ (ایک روایت میں ”جوامع الکلم“ یعنی جامع کلمات بھی آپ کی خصوصیت ہے۔) ❷

يَتَلَأْلَأُ: ”لُؤْلُو“ سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ستارے اور بجلی کا چمکنا ہے اور روایت میں اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں چودھویں رات کے چاند کی آب وتاب، چمک، رونق اور صفائی تھی، یعنی آپ ﷺ کا چہرہ مبارک نہایت چمکدار اور روشن تھا۔ جیسا کہ امام طبرانی نے معجم کبیر میں ایک صحابی سے نقل کیا ہے کہ: ((مَا أَنْسٰى شِدَّةَ بَيَاضِ وَجْهِهِ)) ❸ ”میں آپ کے چہرۂ مبارک کی سفیدی کبھی نہیں بھول سکتا۔“ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک چاندی کی ڈلی کی طرح سفید اور صاف تھی۔ ❹ تیسری روایت میں

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب (۱)، حدیث: ۳۳۵۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: ۵۲۱.

❷ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب قول النبی ﷺ ”نصرت بالرعب......“ حدیث: ۲۹۷۷۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: ۵۲۳.

❸ معجم کبیر طبرانی کما فی مجمع الزوائد (۲۶/۴) باب صفة النبی ﷺ.

❹ مسند احمد (۴۲۶/۳)، سنن نسائی، کتاب مناسك الحج، باب دخول مكة ليلًا، حديث: ۲۸۶۷.

ہے کہ آپ ﷺ کی پنڈلی روشن چنگاری کی طرح تھی۔ [1]

أَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلیٰ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهٗ.

أَلْمَرْبُوْع: درمیانہ قد، جو نہ بہت لمبا ہو اور نہ کوتاہ۔

اَلْمُشَذَّبُ: شَذَّبَ سے اسم مفعول ہے، جس کا معنی دور ہونا، لمبا تڑنگا ہونا ہے، یہ لفظ کھجور کے اس درخت پر بولا جاتا ہے، جس کی بالیاں اور ڈالیاں کاٹ لی جائیں تو وہ لمبا تڑنگا تنا معلوم ہوتا ہے۔ انسانوں میں یہ لفظ ایسے شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے جو اپنے قد کاٹھ میں بڑا نمایاں لمبا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے جسم پر گوشت کی کمی ہو۔ روایت میں اس لفظ سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایسے دبلے پتلے اور لمبے تڑنگے شخص کی طرح نہ تھے کہ دیکھنے میں خوبصورت نہ لگتے ہوں۔

اَلْھَامَةُ: سر، موزوں سر۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کا سر اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، جو آپ کے بدن مبارک پر نہایت موزوں تھا۔

عَقِیْقَةٌ: سر کے بال بَٹ جانا، جس کو مانگ کہتے ہیں۔ عقیقہ نوزائیدہ بچے کے بالوں کو بھی کہا جاتا ہے، مگر یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ [2] فرماتے ہیں: عقیقہ اصل میں بچے کے ان بالوں کو کہتے ہیں جو مونڈے نہ جائیں، جب ان کو مونڈ دیا جاتا ہے تو ان کو عقیقہ نہیں کہتے، بسا اوقات مونڈنے کے بعد بھی ان کو استعارۃً عقیقہ کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے اور یہاں بھی یہ لفظ استعارۃً استعمال ہوا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے پیشانی کے بال مبارک۔

أَزْھَرُ اللَّوْنِ: سفید اور چمک دار رنگ والا۔ زَھْرَةٌ اصل ہے جس کے معنی سفیدی خوبصورتی، تازگی اور روشنی کے ہیں۔ ''زہرۃ'' پھول کی کلی کو بھی کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کا رُخِ انور پھول کی کلی کی طرح تازہ اور روشن تھا، جس کو دیکھنے والا جاذبیت سے دیکھتا ہی چلا جائے۔ آپ ﷺ کے رنگ مبارک کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ دیکھئے: حدیث نمبر: ۱۔

أَزَجَّ الْحَوَاجِبِ: اَزَجَّ: لمبی خمیدہ کمان کی طرح، زَجَّجٌ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی نفیس باریکی کے ہیں۔ ''حَوَاجِبِ'' حاجب کی جمع ہے یعنی ابرو۔ معنی یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے ابرو لمبے اور خمیدہ تھے، جو قوس کی شکل لیے ہوئے تھے۔

سَوَابِغَ فِیْ غَیْرِ قَرْنٍ: ''سوابغ'' بھرے ہوئے، پورے پورے، ''قرن'' ملے ہوئے نیز ''قرن'' کا معنی پلکوں کا اتنا لمبا ہونا کہ دونوں طرفین ایک دوسری سے مل جائیں۔ مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کی پلکیں بڑی لمبی تھیں

[1] سیرۃ ابن ہشام (ص: ۲۲۶). [2] دلائل النبوۃ (۱/۲۶۹).

جو آنکھوں کے مؤخر حصے تک پہنچی ہوئی تھیں، لیکن دونوں طرف کی آپس میں ملی ہوئی نہیں تھیں، بلکہ جدا جدا تھیں۔ اگر دونوں طرف کی پلکیں آپس میں ملی ہوئی ہوں تو خوبصورتی کے بجائے وحشت کا منظر پیش کرتی ہیں۔

عِرْقٌ: رگ۔ **یَدُرُّہُ:** ابھر آتی تھی، پھول جاتی تھی۔ مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دونوں ابرؤوں کے درمیان ایک رگ تھی، جس میں آپ کے غضبناک ہونے پر خون دوڑنے لگتا اور وہ اُبھر آتی یا پھول جاتی تھی۔

اَقْنَی الْعِرْنَیْنِ: **اَقْنٰی:** لمبا، باریک، اونچا اور بلند جو درمیان سے محدب ہو۔ **عِرْنَیْنِ** ناک کا بانسہ/ بینی، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ناک کا بانسہ لمبا، باریک اور درمیان سے محدب تھا، ایسی ناک دیکھنے میں بڑی خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

أَشَمَّ: بلند بینی **شَمَّ** سے صفت کا صیغہ ہے، **شَمَمٌ** کا معنی ہوتا ہے، بلند ہونا، اوپر سے برابر ہونا اور نتھنوں کا ذرا سا باہر نکلنا۔

کَثَّ اللِّحْیَةِ: گھنی داڑھی والا۔ حافظ ابن اثیر نے ''نہایہ'' [1] میں لکھا ہے کہ ڈاڑھی کی کثاثت یہ ہے کہ باریک اور لمبی نہ ہو، بلکہ اس میں کثافت (گھنا پن) ہو۔ ''مجمع البحرین'' میں ہے کہ اس کا معنی ہے گھنی اور چھوٹی ڈاڑھی۔

سَھْلَ الْخَدَّیْنِ: '' **سَھْلَ** '' ہموار، '' **الْخَدَّیْنِ** '' رخسارے، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے رخسارے کشادہ اور ہموار تھے۔

ضَلِیْعَ الْفَمِ: ''ضلیع'' کشادہ اور وسیع کو کہتے ہیں، پورے اعضاء والے مضبوط آدمی کو بھی کہتے ہیں۔ عرب لوگ منہ کے کشادہ ہونے کو فصاحت کا سبب جانتے تھے۔

مُفَلَّجُ: فصل، جدائی، کشادگی۔ یہ **فَلَجٌ** سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے دانتوں کے درمیان فرق اور کشادگی۔

دَقِیْقُ الْمَسْرُبَةِ: '' **مَسْرُبَةٌ** '' یہ سرب سے ماخوذ ہے، جس کے معنی راہ کے ہیں۔ یعنی '' **مَحَلُّ خُرُوْجِ الْخَارِجِ** '' نکلنے والے کے نکلنے کی راہ۔ یہاں مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سینے مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔

جِیْدٌ: گردن یا گردن کا وہ حصہ جہاں ہار پہنتے ہیں۔

دُمْیَة: پُتلی، مورتی، وہ پُتلی جو منقش اور مزین ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ ہاتھی کے دانت کی پُتلی، پرانے زمانے میں پتھر، ہاتھی دانت یا لکڑیوں سے خوبصورت مورتیاں، گڑیاں یا پُتلیاں بنائی جاتی تھیں، جنھیں حسن و جمال کے لیے معیار اور کسوٹی سمجھا جاتا تھا۔ آج بھی اگر گذشتہ ادوار کی تہذیب و ثقافت پر مشتمل کسی عجائب گھر میں جائیں تو حسین

---

[1] النہایة لابن الاثیر (٤/٢٦٣)۔

وجمیل مجسمے صفائی ستھرائی اور چمک دھمک میں ایسے نظر آتے ہیں جیسے آج ہی بنا کر رکھے ہوں، اور پھران پر یہ بھی شبہ پڑتا ہے کہ یہ اصلی انسان ہے یا اس کا مجسمہ۔ متنبّی شاعر اپنے محبوب کی تعریف میں کہتا ہے ؎

صَنَمًا مِّنَ الْأَصْنَامِ لَوْلَا الرُّوْحُ

''اگر میرے محبوب میں روح نہ ہوتو یہ کوئی مجسمہ ہی معلوم ہوتا ہے۔''

الغرض خوبصورتی کے لیے مورتیوں اور خصوصی طور پر مزین ومنقش مجسموں سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ روایت کے الفاظ سے مراد بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ کی گردن چاندی کی صفائی کی طرح ایک خوبصورت مورتی کی گردن کا حسن لیے ہوئے تھے۔

مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ: آپ ﷺ کی پیدائش میں ایسا اعتدال اور کمال و جمال تھا کہ اس میں کسی جگہ بھی کوئی افراط وتفریط نہیں تھی۔

بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ: ''بَادِنٌ'' فربہ ہونا، مضبوط اعضاء والا ہونا، ''مُتَمَاسِك''، قوی ہونا۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اعضاء فربہ ہونے کے باوجود بڑے قوت والے تھے اور ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے تھے۔ جسم میں ڈھیلا پن نہیں تھا کہ لٹکتا ہوا نظر آئے۔

عَرِيضُ الصَّدْرِ: آپ ﷺ کا سینہ مبارک کشادہ تھا۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ''رَحْبُ الصَّدْرِ'' کے الفاظ ہیں، معنی ایک ہی ہے۔

الْكَرَادِيسِ: کرادیس، کردوس کی جمع ہے۔ ہڈیوں کے جوڑ کو کہتے ہیں۔

أَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ: وہ جوڑ جو بالوں یا کپڑے سے خالی ہوتا ہے وہ نہایت روشن اور چمکدار تھے۔ ''مُتَجَرَّدٌ'' را کے فتحہ کے ساتھ مصدر میمی ہے، بمعنی برہنگی اور ننگا پن، اور را کے کسرہ کے ساتھ جسم کو کہتے ہیں۔

طَوِيْلُ الزَّنْدَيْنِ: زَنْدٌ کی جمع، تثنیہ ''زَنْدَانِ''، حالت رفعی میں اور ''زَنْدَيْنِ''، حالت نصبی وجری میں۔ کلائی کی ہڈی کو زَنْدٌ کہا جاتا ہے۔ کلائی کی یہ دو ہڈیاں زَندِ اعلیٰ اور زَندِ اسفل کہلاتی ہیں، ان کو زَندِ انس اور زَندِ وحشی بھی کہا جاتا ہے۔ اندر والی ہڈی کو ''زَندِ انس'' اور باہر والی ہڈی کو ''زَندِ وحشی'' کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی یہ ہڈیاں/کلائیاں قدر لمبی تھیں۔

اَللَّبَّة: ذبح کرنے کی جگہ، حلقوم۔

اَلثَّدْيَيْنِ: چھاتی، دونوں پستان۔

رَحْبٌ: سخی، کشادہ، ''رَحْبُ الرَّاحَةِ''، ہتھیلی، ہاتھ۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کشادہ ہتھیلی والے یعنی بڑے سخی تھے۔

شَثْنٌ: سختی اور مضبوطی۔

سَائِل: سیل سے ماخوذ ہے، جو طویل کے معنی میں مستعمل ہے۔ دوسری روایت میں ''شائل'' کے الفاظ ہیں، معنی دونوں کا ایک ہے کہ ہاتھوں کے اطراف اور انگلیاں لمبی تھیں۔

خَمْصَانُ الْأَخْمَصَيْنِ: ''اخمص'' پاؤں کا وہ مقام جو ایڑی اور پنجہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اسی سے مبالغہ کا صیغہ ''خَمْصَانِ'' ہے۔ خَمْصٌ یا خَمُوصٌ کا معنی ورم بیٹھ جانا، پیٹ خالی ہونا۔ یہاں مراد ''تلوے خالی ہونا'' ہے۔

مَسِحُ الْقَدَمَيْنِ: ہموار، سپاٹ تلوے والے، یعنی چمکتے نرم، جن میں شگاف اور پھٹن نہ ہو۔ کھر درے پن سے مبرا تھے۔

إِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا: ''زال'' کا معنی چلنا، ''قلعا'' کا معنی زور سے پاؤں اُٹھانا۔ مراد یہ ہے کہ جب چلتے تو پاؤں اُٹھا اُٹھا کر رکھتے، پاؤں کو گھسیٹ کر نہ چلتے۔

يَمْشِي هَوْنًا: بڑے سکون اور وقار سے چلتے۔ ''هَوْنًا'' نرم انداز سے۔

ذَرِيعُ الْمِشْيَةِ: ''ذَرِيعٌ'' جلدی اور تیز رفتاری کی وجہ سے کشادہ قدموں سے چلنے والا۔

يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ: ''يَنْحَطُّ'' انحطاط سے ہے۔ اِنْحَطَّ يَنْحَطُّ نیچے اترنا۔ صَبَبٌ: نشیب اور ڈھلوان کو کہا جاتا ہے۔

خَافِضُ الطَّرْفِ: ''خَافِضٌ'' نیچی نظر سے دیکھنے والا۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نظر کو نیچے رکھتے، یعنی شرم و حیا کی وجہ سے نظر کو ہمیشہ نیچی اور پست رکھتے۔

جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ: آپ ﷺ کی نظر کا بڑا حصہ صرف آنکھ کے ایک کنارے سے دیکھ لینا ہوتا۔ یعنی آپ کسی چیز کو نظر بھر کر نہ دیکھتے۔ جس طرح آپ کی ہنسی مبارک محض ہلکی سی مسکراہٹ ہوتی تھی، اسی طرح آپ کا دیکھنا بھی گوشۂ چشم سے اور طائرانہ نگاہ سے ہوتا۔

يَسُوقُ أَصْحَابَهُ: اپنے ساتھیوں کو آگے رکھ کر چلاتے تھے، یعنی ہمیشہ سب سے پیچھے چلتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عجز و انکسار تھا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ کبھی سب سے آگے نہ چلتے، بلکہ یا تو سب سے پیچھے چلتے، یا درمیان میں چلتے، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یوں گم ہو جاتے کہ جو کوئی مدینہ کے باہر سے آتا وہ پوچھتا تھا کہ تم میں محمد ﷺ کون ہیں؟ [1] آپ ﷺ نے اپنے لیے کوئی امتیاز نہیں رکھا ہوا تھا۔

مُتَوَاصِلُ الْأَحْزَانِ: ''مُتَوَاصِلٌ'' ایسی مسلسل چیز کو کہتے ہیں جس میں انقطاع نہ ہو۔ ''صَوْمُ الْوِصَالِ''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب القراءة والعرض على المحدث، حدیث: ٦٣

بھی اسی سے مشتق ہے، یعنی ایسے روزے جو بغیر انقطاع کے مسلسل رکھے جائیں۔ "اَلْأَحْزَان: حُزْنٌ کی جمع ہے، جس کے معنی غم کے ہیں۔ حَزَنَ، یَحْزُنُ غم میں ڈال دینا۔ مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ مسلسل غمزدہ رہتے تھے۔

جَوَامِعُ الْکَلِمِ: "جوامع" جامع کی جمع ہے۔ وہ کلام جو کم الفاظ اور زیادہ معانی پر مشتمل ہو۔ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ خصوصیات عطا فرمائیں جن میں سے ایک جوامع الکلم ہے، یعنی تھوڑی بات جو بہت زیادہ معانی پر مشتمل ہو۔

لَیْسَ بِالْجَافِيْ: جافی: جفاء سے ماخوذ ہے، جو قطع رحمی اور طبیعت کی سختی سے عبارت ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سخت طبیعت نہیں تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ((اَلْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ .)) [1] "فحش اور بیہودگی زیادتی اور ظلم سے ہے۔" نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ بَدَأَ جَفَا)) [2] جو دیہاتوں میں سکونت رکھے وہ سخت طبع ہو جاتا ہے۔ یعنی لوگوں سے میل ملاپ کم ہونے کی وجہ سے اس کی طبیعت میں سختی اور زیادتی آ جاتی ہے۔

وَلَا الْمَهِیْنِ: یہ میم کے فتحہ اور ضمہ دونوں طرح مروی ہے۔ میم کے فتحہ کے ساتھ یہ مَهَانَةٌ سے ماخوذ ہے، جو کمزور اور حقیر کے معنی میں آتا ہے، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ گھٹیا اور حقیر نہیں تھے، نہایت بلند اخلاق و کردار، سوچ و فکر اور پکے سچے قول و فعل کے مالک تھے۔

اور میم کے ضمہ کے ساتھ یہ باب اَهَانَ یُهِیْنُ سے اسم فاعل ہوگا، یعنی آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کو ذلیل و رسوا نہ کرتے، بلکہ سب کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ رکھتے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے ساتھیوں کے متعلق کوئی بری بات نہ پہنچاؤ، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب ان کے ہاں سے جاؤں تو بالکل صاف دل ہو کر جاؤں۔ [3]

یُعَظِّمُ: باب تفعیل سے ہے۔ بڑا اور عظیم خیال کرنا۔

دَقَّتْ: دَقَّ یَدُقُّ چھوٹا ہونا، دقیق: چھوٹا۔ ایک حدیث میں ہے: ((أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِی کُلَّهُ دِقَّهُ وَجِلَّهُ .)) [4] "اے اللہ! میرے تمام گناہ معاف کر دے چھوٹے ہوں یا بڑے۔"

ذَوَاقًا: ہر وہ چیز جسے کھایا یا پیا جائے۔

---

[1] سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الحیاء، حدیث: ۲۰۰۹۔ سنن ابن ماجه (۴۱۸۴)۔ مسند احمد (۵۰۱/۲).

[2] مسند احمد (۲۹۷/۴) بهذا اللفظ۔ سنن ابی داود، کتاب الصید، باب فی اتباع الصید حدیث: ۲۸۵۹۔ سنن ترمذی (۲۲۵۶)۔ سنن نسائی (۴۳۱۴) بلفظ "مَنْ سَکَنَ الْبَادِیَةَ جَفَا".

[3] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب رفع الحدیث من المجلس، حدیث: ۴۸۶۰۔ سنن ترمذی (۳۸۹۶).

[4] صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، حدیث: ۴۸۳.

أَشَاحَ: بچانا۔ ڈرانا۔

جُلُّ ضِحْكِهِ التَّبَسُّمُ: جل سے مراد ہر چیز کا معظم (بڑا) حصہ۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ہنسنا اکثر و بیشتر مسکراہٹ پر مشتمل ہوتا۔

يَفْتُرُ: تیزی کے بعد سکون اور سختی کے بعد نرمی۔ یعنی آپ ﷺ تیز ہنسی کو مسکراہٹ میں بدل دیتے تھے۔

حَبِّ الْغَمَامِ: بادل کے دانے، مراد اولے ہیں۔ یہاں دانتوں کو اولوں سے تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ اولے بہت زیادہ سفید ہوتے ہیں تو آپ ﷺ جب مسکراتے، تو آپ ﷺ کے دانت اولوں کی طرح سفید ظاہر ہوتے۔

رُوَّاد: رائد کی جمع ہے اور رائد اس کو کہتے ہیں: جو قافلے یا لشکر کے آگے جا کر ان کے لیے پانی اور ان کے جانوروں کے لیے گھاس پھوس تلاش کرے۔ یہاں اس سے مراد کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

لَا تُؤْبَنُ: عیب نہ لگایا جاتا۔

اَلْحَرَمِ: قابل احترام چیزیں۔

لَا تُنْثٰی: شائع اور مشہور نہ کیا جاتا۔

فَلْتَاتُهُ: اس کی لغزشیں۔ فلتة کی جمع ہے بمعنی کوتاہی، لغزش۔

لَيِّنُ الْجَانِبِ: نرم گوشہ۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ دوسروں کے لیے نرم گوشہ رکھتے۔ عموماً یہ محاورہ معیشت کی کمزوری پر بولا جاتا ہے، مگر یہاں مراد نرم رویہ اور نرم گوشہ ہونا ہے۔

فَظٌّ: ترش رو۔ تیوڑی چڑھائے ہوئے، سخت رو۔

غَلِيظ: سخت دل، ظالم۔

سَخَّاب: بہت اونچی اونچی باتیں کر کے شور پیدا کرنے والا، جس سے لوگوں کو کوفت محسوس ہو۔

فَحَّاش: فحش اور بے ہودہ باتیں اور حرکتیں کرنے والا۔

عَيَّاب: عیب لگانے میں جلد بازی کرنے والا یا بہت زیادہ عیب لگانے اور نقص نکالنے والا۔

مُشَاحٍ: باب مفاعلہ سے ہے اختلاف اور جھگڑا کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کے معنی بخل کرنے والا بھی ہے، مگر یہاں مراد پہلا معنی ہی ہے۔

اَلْمِرَاءُ: اختلاف اور جھگڑا۔

اَلْإِكْثَار: بہت زیادہ باتیں کرنا یا بہت زیادہ مال جمع کرنا۔ بعض نسخوں میں اکثار کے بجائے ''الا کبار'' ہے، جو کبر اور غرور کے معنی میں آتا ہے۔

اَطْرَقَ: سر کو جھکانا۔

یَسْتَجْلِبُوْنَهُمْ: اِسْتَجْلَبَ، یَسْتَجْلِبُ: کسی چیز کو حاصل کرنا یا سبب بن جانا۔ مراد یہ ہے کہ صحابہ کرام دیہاتیوں کے انتظار میں رہتے کہ وہ آپ ﷺ سے سوال کریں اور ہم بھی مستفید ہوسکیں۔ گویا وہ ہمارے استفادے کا سبب بن جائیں۔

مُکَافِیءٌ: برابر چیز کو کہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی صفات میں عمل کی راہیں:

مندرجہ بالا روایت میں حضور ﷺ کی صفات خَلْقیہ اور خُلْقیہ کا بیان ہے۔ خَلقی صفات کے بارے میں تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ قابل اتباع نہیں ہیں، کیونکہ ان میں ہر انسان مجبور محض ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کی صفت ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا رہتا تھا۔ آپ ﷺ کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ بال مبارک کچھ گھنگھریالے تھے، پیشانی مبارک کشادہ تھی، خمدار پلکیں تھیں وغیر ذلک۔

لیکن وہ صفات جن کا تعلق خَلقی کے بجائے خُلقی صفات سے ہے، وہ قابل اتباع ہیں اور یہی ہمارے لیے سرمایۂ حیات ہیں کہ ہم ان کو اپنی زندگیوں میں لائیں۔ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی اپنے ماموں ھند بن ابی ھالہ سے یہی کہہ رہے ہیں کہ آپ مجھے آپ ﷺ کی صفات بتائیں تاکہ میں ان سے تعلق پیدا کروں اور ان کو حرزِ جان بنالوں۔ اسی لیے تو جب ھند بن ابی ھالہ نے آپ ﷺ کی صفات خَلقیہ کا ذکر کیا تو سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے آپ ﷺ کی بول چال اور گفتگو کے متعلق کچھ ذکر کریں۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ھند بن ابی ھالہ نے ذکر کیا اس میں ہمارے لیے عمل کی راہیں متعین ہوتی ہیں، ان میں سے کچھ چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

❀ پہلی چیز یہ ہے کہ: ''آپ ﷺ مسلسل غمگین رہتے اور ہمیشہ غور وفکر میں ڈوبے رہتے۔''

آپ ﷺ کی یہ صفت ایک نہایت سنجیدہ شخصیت کا نقشہ پیش کرتی ہے کیونکہ لااُبالی اور بے پروائی اختیار کرنے والے غور وفکر میں غلطاں اور غم واندوہ میں غرق نہیں ہوتے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آپ کو کون سے ایسے غم لاحق تھے، جن کی وجہ سے آپ ہمیشہ غمگین رہتے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ [الشعراء:۳] ''کہ ان کافروں، مشرکوں اور بے ایمانوں کے ایمان نہ لانے پر شاید آپ تو اپنی جان کھودیں گے۔''

مفسر قرآن، فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ تفسیر ''احسن البیان'' میں محولہ بالا آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ ''نبی اکرم ﷺ کو انسانیت سے جو ہمدردی، اور ان کی ہدایت کے لیے جو تڑپ تھی اس آیت میں اسی

کا اظہار ہے۔“

- دوسری چیز یہ ہے کہ: ”آپ ﷺ لمبی دیر تک خاموشی اختیار کرتے اور بلاضرورت کوئی کلام نہ کرتے۔“ آپ ﷺ کی یہ صفت بلاوجہ اور ہر وقت زبان کو حرکت دینے والوں کے لیے دعوتِ عمل دیتی ہے کہ وہ بلامقصد باتوں، بے ہودہ کلمات، لچر گانے اور فحش کلامی سے پرہیز کریں۔ اور اپنی زبانوں کو اللہ کے ذکر، تلاوتِ قرآن اور نبی اکرم ﷺ پر درود، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے استعمال کریں۔
- تیسری صفت یہ ہے ”آپ ﷺ اپنے کلام کی ابتداء اور انتہا اللہ کے ذکر سے کرتے۔“ لہٰذا ہمیں بھی اپنے امور کا آغاز و منتہا اللہ تعالیٰ کی یاد سے کرنا چاہیے۔
- چوتھی صفت یہ ہے کہ ”آپ ﷺ سخت دل اور ظالم نہیں تھے۔“ ہمارے دلوں کی کیفیت کیا ہے؟
- پانچویں صفت یہ ہے کہ ”کسی کا احسان، اگرچہ تھوڑا ہوتا اس کو بڑا خیال کرتے۔“
- چھٹی صفت یہ ہے کہ ”کھانے پینے کی کسی چیز میں عیب زنی نہ کرتے۔“
- ساتویں صفت یہ ہے کہ ”دنیا کے اُمور کی وجہ سے غضبناک نہ ہوتے، ہاں حق سے تجاوز کی جاتی تو انتقام لیے بغیر غصہ کو روکنے والی کوئی چیز نہ ہوتی۔“
- آٹھویں صفت یہ ہے کہ ”اپنی ذات کے لیے کبھی ناراض نہ ہوتے اور نہ انتقام لیتے۔“
- نوویں صفت یہ ہے کہ ”غصہ میں ہوتے تو منہ پھیر لیتے اور (مخاطب سے کلام کرنے سے) احتراز فرماتے۔“
- دسویں صفت یہ ہے کہ ”آپ کا زیادہ سے زیادہ ہنسنا صرف مسکراہٹ تک محدود رہتا تھا۔“
- گیارھویں صفت یہ ہے کہ ”اپنے گھر میں آکر اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کے لیے اپنے وقت کا ایک حصہ مقرر فرماتے۔“
- بارہویں صفت یہ ہے کہ ”لوگوں کو آپس میں جوڑنے کی کوشش کرتے اور انھیں ایک دوسرے سے متنفر نہ کرتے۔“
- تیرھویں صفت یہ ہے کہ ”اپنے ساتھیوں کے حالات دریافت فرماتے، اچھائی کو اچھا اور برائی کو (احسن انداز سے) برا کہتے۔“
- چودھویں صفت یہ ہے کہ ”اپنے ہر کام میں میانہ روی اختیار کرتے۔“
- پندرھویں صفت یہ ہے کہ ”(دین و دنیا کے معاملات میں) کبھی غفلت کا شکار نہ ہوتے کہ لوگ بھی غافل نہ ہو جائیں۔“
- سولہویں صفت یہ ہے کہ ”اچھے اور پسندیدہ اخلاق و کردار والوں کو اپنے قرب سے سرفراز فرماتے۔“

- ستارھویں صفت یہ ہے کہ ''جب کسی مجلس میں جاتے تو جہاں جگہ ملتی، بیٹھ جاتے۔''
- اٹھارویں صفت یہ ہے کہ ''تمام ہم مجلس ساتھیوں کو ایک نظر اور ایک ہی حیثیت دیتے، ہاں زیادہ تقوے والے لوگ زیادہ مقام وحیثیت پاتے۔''
- انیسویں صفت یہ ہے کہ ''سائل کو خالی واپس نہ کرتے، کچھ نہ ہوتا تو اچھے انداز، اور نرمی سے معذرت کر لیتے۔''
- بیسویں صفت یہ ہے کہ ''آپ ﷺ کی (عمومی اور نجی نیز خصوصی) مجلس میں علم، حوصلہ، حیاء داری، امانت اور صبر جیسی عظیم صفات پر بحث ہوتی۔''
- اکیسویں صفت یہ ہے کہ ''آپ کی محفلوں میں حرمتوں کو پائمال نہ کیا جاتا، اور نہ ہی کسی کے عیوب کو پھیلایا جاتا۔''
- بائیسویں صفت یہ ہے کہ ''بڑے کی عزت و وقار اور چھوٹے پر رحم وشفقت آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔''
- تیئسویں صفت یہ ہے کہ ''ضرورت مند ومحتاج کی ضرورت واحتیاج پوری کرنا، اور مسافر بے وطن کی حفاظت وخیال آپ ﷺ کا شیوہ تھا۔''
- چوبیسویں صفت یہ ہے کہ ''ہمیشہ کشادہ روئی اور ہنس مکھی کے ساتھ ملتے۔''
- پچیسویں صفت یہ ہے کہ ''لڑائی جھگڑے، شور شرابہ اور فضول و بے مقصد باتوں سے دُور رہتے۔''
- چھبیسویں صفت یہ ہے کہ ''خواہ مخواہ کسی کی مذمت نہ کرتے، عیب زنی نہ کرتے اور زبان سے وہ کلمات نکالتے جن کے ثواب کی اُمید ہوتی۔''

یہ وہ باتیں تھیں جو ھند بن ابی ھالہ، حسن بن علی اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی روایت میں آتی ہیں۔ اور یہ سب کی سب ایسی ہیں جن کا تعلق صفاتِ خُلقیہ سے ہے، یعنی ان میں انسان مجبورِ محض نہیں، بلکہ یہ صرف کرنے سے پیدا ہوتی ہیں، اگر کوئی ان پر عمل کرنے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کر لے تو اس میں یہ صفات پیدا ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۱-۹: حَدَّثَنَا أَبُوْ مُوْسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ......

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَلِيْعَ الْفَمِ، أَشْكَلَ الْعَيْنَيْنِ، مَنْهُوْسَ الْعَقِبِ . " قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ: لِسِمَاكٍ: مَا ضَلِيْعُ الْفَمِ؟ قَالَ: عَظِيْمُ الْفَمِ . قُلْتُ: مَا أَشْكَلُ الْعَيْنِ؟ قَالَ: طَوِيْلُ شَقِّ الْعَيْنِ، قُلْتُ: مَا مَنْهُوْسُ الْعَقِبِ؟ قَالَ: قَلِيْلُ لَحْمِ الْعَقِبِ .

" سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ضلیع الفم، اشکل العینین اورمنہوس العقب تھے۔ شعبہ کہتے ہیں: میں نے (اپنے استاذ) سماک بن حرب سے پوچھا کہ ضلیع الفم کے کیا معنی ہیں؟ انھوں نے کہا: کشادہ اورفراخ منہ والے۔ میں نے کہا: اشکل العینین کا مطلب کیا ہے؟ انھوں نے کہا: آنکھوں کے گوشے/کنارے لمبے تھے۔ میں نے کہا: منہوس العقب کے کیا معنی ہیں؟ انھوں نے کہا: ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔"

تخریج: ...... صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب صفة شعر النبى ﷺ وصفاته وحليته، حديث: ٢٣٣٩۔ سنن ترمذي، كتاب المناقب، حديث: ٣٦٤٩۔ مسند أبي داؤد الطيالسى، برقم: ٢٤٠٨۔ مسند أحمد بن حنبل: ٥/ ٨٨، ٩٦، ١٠٣.

راویٔ حدیث:......اس حدیث کے راوی سیّدنا ابوخالد جابر بن سمرۃ بن جنادۃ بن جندب رضی اللہ عنہ ہیں۔ جابر اور ان کے والد سمرۃ دونوں کو شرفِ صحابیت حاصل ہے۔ سیّدنا جابر بن سمرۃ مشہور صحابی ہیں، انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے بہت سی احادیث بیان کی ہیں۔ یہ سیّدنا عمر بن خطاب، سیّدنا سعد، سیّدنا ابوایوب انصاری اور اپنے والد سیّدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے تلامذہ میں امام شعبی، تمیم بن طرفۃ، سماک بن حرب، عبدالملک بن عمیر، ابوخالد الوالبی، حصین بن عبدالرحمٰن اور ابواسحٰق سبیعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نام ملتے ہیں۔

سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فتح مدائن میں حاضری دی، ان کے تین بیٹے تھے: خالد، طلحہ اور سالم۔ سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہم پر سے گذرتے تو شفقت سے ہمارے رُخساروں کو چھوتے، تو میرے جس رُخسار کو آپ ﷺ نے مس کیا تھا وہ دوسرے رُخسار سے بڑا خوبصورت ہوگیا۔ [1]

امام ابن سعد نے لکھا ہے: جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بشر بن مروان کی حکومت میں فوت ہوئے، جب وہ عراق کا حاکم تھا۔ [2] خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں کہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ ٦٧ ہجری میں وفات پا گئے۔ ایک دوسرا قول ٧٢ ہجری کا ہے۔ آپ سے ١٤٦ (ایک سو چھیالیس) احادیث مروی ہیں۔

---

[1] معجم كبير طبرانى (١٩٠٩)۔ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب طيب رائحه ﷺ، حديث: ٢٣٢٩ بمعناه.

[2] طبقات ابن سعد (٦/ ٣٤)، الاصابة (١/ ٢٦٣)۔ مستدرك حاكم (٣/ ٦١٧).

☆ مفردات:

ضَلِيعَ الْفَمِ: ضَلِيع: عظیم، بڑا۔ ضليع الفم: کشادہ دہن، قوی چہرے والا۔ اہل عرب کے نزدیک کشادہ دہن اور قوی چہرے والے شخص کو محترم، بزرگ اور محمود سمجھا جاتا تھا۔ اور جس کا منہ چھوٹا ہوتا، اہل عرب اس کو اچھا نہیں گردانتے تھے۔ کشادہ دہنی کو فصاحت کی علامت سمجھتے۔ اسی لیے ربّ کائنات نے محبوب کائنات ﷺ کو کشادہ دہن عطا فرمایا۔ یہ بھی نہیں کہ آپ کا منہ مبارک بہت بڑا تھا، بلکہ اعتدال کے ساتھ کشادہ تھا۔

أَشْكَلُ الْعَيْنَيْنِ: اَشْكَلُ: سرخی ملا ہوا۔ أَشْكَلَ الْعَيْنَيْنِ: دونوں آنکھوں کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی۔ عرب لوگ جب پانی میں خون کی سرخی ملی ہوئی ہوتو اس پانی کو " مَاءَ أَشْكَلِ " کہتے ہیں۔ ایسی آنکھیں قابل تعریف اور خوبصورت ہوتی ہیں۔ سماک بن حرب نے اس کا معنی ''آنکھوں کے لمبے شگاف'' کیا ہے۔ اہل لغت اور دوسرے ائمہ حدیث کہتے ہیں کہ سماک کو یہاں یہ معنی کرنے میں اشتباہ ہوا ہے، ان کے ترجمہ کے مطابق ایسی آنکھوں کے لیے " عَيْنُ النَّجْلَاءِ " کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ " أَشْكَلُ الْعَيْنِ " کا صحیح معنی آنکھ کے سفید حصے میں سرخ ڈوریاں ہونا ہے۔ بہرحال آپ ﷺ کی آنکھوں کی سفیدی میں کچھ سرخی تھی۔

مَنْهُوسُ الْعَقِبِ: '' مَنْهُوسٌ '' نَهَسَ يَنْهِسُ سے ہے، جس کا معنی دانتوں سے گوشت نوچنا۔ تاہم یہاں پر مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ایڑیاں مبارک موٹی اور پر گوشت نہیں تھیں۔ بعض روایات میں ''منهوس الكعبين'' اور بعض میں ''منهوس العقبين'' کا لفظ ہے۔ معنی وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

۱ - ۱۰: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ أَشْعَثَ يَعْنِي ابْنَ سَوَّارٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ، فَلَهُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ.

''سیّدنا جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا۔ آپ نے سرخ جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا۔ میں کبھی آپ ﷺ کو دیکھتا ہوں، کبھی چاند کو دیکھتا ہوں۔ پس واقعہ یہ ہے کہ آپ میرے نزدیک چاند سے بھی بہت زیادہ خوبصورت تھے۔''

تخریج: یہ حدیث ضعیف ہے۔ سنن ترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء فى الرخصة فى لبس الحمرة للرجال، حديث نمبر: ۲۸۱۲۔ سنن دارمی: ۱/ ۳۰۔ مستدرك حاكم: ٤/ ۱۸٦۔ المعجم الكبير للطبراني، برقم: ۱۸٤۲۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے اشعث کے طریق کے علاوہ نہیں جانتے۔'' اشعث سے مراد اشعث بن سوار ہیں جو کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے مطابق ضعیف

ہیں۔ امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں ''لین'' یعنی کمزوری ہے۔ امام ابن خراش رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ اشعث نامی تمام لوگوں سے زیادہ ضعیف ہے۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پر ان کی موافقت کی ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ''مختصر الشمائل المحمدیہ'' میں صفحہ نمبر: ۲۷ میں صحیح قرار دیا ہے۔

لیکن مذکورہ بالا سند کو دیکھتے ہوئے یہ روایت صحیح قرار نہیں دی جا سکتی، کیونکہ اس میں اشعث بن سوار الکندی الکوفی النجار ضعیف راوی ہیں۔ اور سنن ترمذی، سنن دارمی، مستدرک حاکم اور المعجم الکبیر کی اسناد کے مطابق اس روایت کا مدار بھی اشعث بن سوار پر ہے، کوئی اس کا متابع بھی نہیں، اور دوسری مصیبت اس میں یہ ہے کہ اشعث بن سوار کے استاذ ابواسحق بھی مدلس ہیں اور صیغۂ عنعنہ کے ساتھ روایت کر رہے ہیں، لہٰذا یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ واللہ أعلم بالصواب۔

☆ **مفردات:**

إِضْحِيَان: صفت بمعنی روشن چاندنی والی۔ اس میں نون زائد ہے۔ **ضَاحِيَةٌ** اس چیز کو کہتے ہیں جو واضح اور کھلی ہوئی ہو۔ شجرة ضاحية: غیر سایہ دار درخت۔ ضاحية البلد: شہر کا کنارہ۔ یہاں سے مراد ایسی رات ہے جس میں بادل نہ ہو، اور رات ایسی روشن ہو کہ چاند کی چاندنی خوب چمک رہی ہو۔

حُلَّةٌ حَمْرَاءُ: حلہ کم از کم دو کپڑوں کو کہا جاتا ہے۔ حمراء: سرخ، یہ احمر کی مؤنث ہے۔ اس حدیث اور دیگر احادیث (جو پہلے بیان کی جا چکی ہیں) سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ لباس پہن لیتے تھے۔ تفصیلاً پہلے یہ بحث گذر چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں حدیث نمبر: ۳۔

۱-۱۱: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِيُّ ، عَنْ زُهَيْرٍ...... عَـنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ بْـنَ عَـازِبٍ أَكَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِثْلَ السَّيْفِ؟ قَالَ: لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ .

''ابواسحق کہتے ہیں ایک شخص نے سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخِ انور تلوار کی طرح (چمکدار) تھا؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ چاند کی طرح (چمکدار) تھا۔''

تخریج: ...... صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب في صفة النبى ﷺ، حديث نمبر: ۳۵۵۲۔ سنن ترمذي، كتاب المناقب، باب ماجاء فى صفة النبى ﷺ: ۳۶۳۶۔ سنن دارمي المقدمه، برقم: ۶۴۔ مسند أحمد بن حنبل: ۴ / ۲۸۱۔

راویٔ حدیث: ...... سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر: ۳ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح :......سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کو تلوار کے ساتھ تشبیہ دینے والے کی نفی اس لیے کی ہے کہ تلوار لمبی ہوتی ہے جبکہ آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک تو گول سا تھا۔ جو چاند کے مانند تھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ "مِثْلُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ مُسْتَدِيْرًا" [1] "سورج اور چاند کی طرح گول تھا۔" سورج سے مشابہت میں چمک دمک اور چاند سے مشابہت میں خوبصورتی و عمدگی پائی جاتی ہے، لیکن ان سے تشبیہ میں استدارۃ (گولائی) نہیں پائی جاتی، اس لیے "مُسْتَدِيْرًا" کا لفظ الگ ذکر کر دیا تاکہ یہ صفت بھی مشابہت میں سمجھی جائے، تو گویا آپ ﷺ کا چہرۂ انور حسن و گولائی میں چاند کی طرح تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ تلوار میں صرف چمک ہوتی ہے نورانیت نہیں ہوتی، بخلاف چاند کے کہ اس میں دونوں چیزیں ہیں۔ یاد رہے کہ یہ تشبیہ تو صرف تقریب کے لیے ہے ورنہ ایک چاند تو کیا! ہزاروں چاند بھی محبوبِ کائنات محمد ﷺ کے ناخن پا کے ادنیٰ حسن و جمال کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

أَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهُ .

۱-۱۲: حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ الْمَصَاحِفِيُّ ...... سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ......، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَبْيَضَ كَأَنَّمَا صِيغَ مِنْ فِضَّةٍ، رَجِلَ الشَّعْرِ .

"سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ مبارک ایسے سفید اور چمکدار تھا جیسا کہ چاندی سے ڈھالا گیا ہو، آپ ﷺ کے بال مبارک کنڈل دار (خمیدہ) تھے۔"

تخریج: ...... یہ روایت اس طریق کے ساتھ صرف امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس میں صالح بن ابی الاخضر ہے، جو ضعیف ہے، اس کے باوجود یہ حدیث صحیح ہے، کیونکہ اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں، بلکہ بعض شواہد تو صحیحین میں بھی ہیں۔ امام البانی رحمہ اللہ نے ان شواہد کو اپنے "سلسلہ صحیحہ" برقم (۲۰۵۳) میں جمع کیا ہے۔ فلیراجع إلیها من یرید التفصیل .

راویٔ حدیث:......اس حدیث کے راوی سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں ذیل میں ان کے تذکار ملاحظہ فرمائیں:

الامام الفقیه المجتهد الحافظ صاحب رسول الله ﷺ ابو هریره الدوسی الیمانی، سیّد الحفاظ الاثبات .

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوة و صفة، حدیث: ۱۰۹/۲۳۴۴.

آپ کے نام میں اختلاف ہے، سب سے راجح قول یہ ہے کہ ان کا نام عبدالرحمٰن بن صخر ہے۔ ابو ہریرہ کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ یہ کنیت جنگلی بلی کی وجہ سے رکھی گئی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے وہ کہیں سے ملی تو میں نے اسے اپنی آستین میں ڈال لیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: "یَا أَبَا هِرّ" اسی سے میری یہ کنیت مشہور ہوگئی۔

ان کے والد کا نام عبدشمس یا عمر یا سعید تھا، جسے رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ سے بدل دیا۔ والدہ کا نام میمونہ بنت صبیح تھا۔

اساتذہ: سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے بہت زیادہ علم حاصل کیا۔ نیز آپ نے سیّدنا اُبی، سیّدنا ابوبکر، سیّدنا عمر، سیّدنا اُسامہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ، سیّدنا فضل بن عباس، سیّدہ بصرہ بنت ابی بصرہ اور کعب الاحبار رضی اللہ عنہم اجمعین سے علم حدیث حاصل کیا۔

تلامذہ: سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام کی کثیر تعداد نے علم حاصل کیا۔ ایک محتاط قول کے مطابق ان کی تعداد آٹھ سو تک پہنچ جاتی ہے۔ انھوں نے جنگ خیبر کے سال ۷ ہجری کے آغاز میں مدینہ منورہ آکر اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کی ملازمت اختیار کی، اور اہل صفہ میں رہنے لگے۔ شوقِ طلبِ حدیث اتنا زیادہ تھا کہ لوگ کاروبار کے لیے بازاروں میں چلے جاتے، اور یہ نبی اکرم ﷺ کے در پر بیٹھے رہتے کہ کب آپ ﷺ کچھ فرمائیں اور میں محفوظ کرلوں۔

آپ نے سخت تکلیف اور بھوک میں بھی مسجد کا دامن نہیں چھوڑا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک چادر سے ناک پونچھا تو کہنے لگے: الحمدللہ اب تو ابو ہریرہ بھی سوتی چادر سے ناک صاف کر رہا ہے۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ میں حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور منبر نبوی کے درمیان بھوک کی شدت سے غشی کھا کر گر پڑتا تھا، تو میرے پاس سے گذرنے والا مجھے مرگی کی وجہ سے بے ہوش سمجھ کر مجھے دم کرنے بیٹھ جاتا، تو میں اُٹھ کر کہتا: جو تم سمجھتے وہ نہیں، یہ سب بھوک کی وجہ سے ہے۔ [1]

صحیح بخاری میں ہی ہے کہ ایک دن سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے، لوگوں کے راستے پر بیٹھ گئے، اتنے میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ گذرے تو سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اللہ کی کتاب سے ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرا مقصد یہ تھا کہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں گے مگر انھوں نے ایسے نہ کیا۔ پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ گذرے، انھوں نے بھی ایسا نہ کیا۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ جب گذرے تو آپ ﷺ نے میرے چہرے پر بھوک کے آثار دیکھ کر مجھے بلایا اور کہا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: جی!

---

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی هریرة رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۸۴۰، وقال: حسن غریب. مستدرك حاكم (۵۰۶/۳).

یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ پھر مجھے ساتھ لے کر اپنے گھر چلے گئے۔ وہاں پیالے میں دودھ دیکھا تو فرمایا: یہ کہاں سے آیا ہے؟ کہا گیا کہ یہ آپ کے لیے فلاں شخص نے بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! جاؤ اہل صفہ کو بلالاؤ۔ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے، نہ ان کا کوئی گھر تھا اور نہ کوئی مال۔ جب آپ ﷺ کے پاس کہیں سے صدقہ آتا تو آپ انھیں بھیج دیتے اور خود اس سے کچھ نہ لیتے، اور جو ہدیہ آتا اس میں انھیں بھی شریک کر لیتے۔

آپ ﷺ کا اہل صفہ کو بلانے کے لیے بھیجنا میری پریشانی کا باعث ہوا، کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ یہ دودھ میں پی لوں، تاکہ وجود میں اس سے کچھ طاقت آجائے، تمام اہل صفہ کے لیے یہ دودھ کیا حیثیت رکھتا ہے؟ مگر حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر کوئی راستہ بھی نہ تھا۔ میں انھیں بلالایا، جب وہ بیٹھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ! یہ پیالہ پکڑو اور ان اہل صفہ کو پلاتے جاؤ۔ میں ان کو پلاتا، جب ایک پی لیتا تو دوسرے کو پلاتا، حتی کہ تمام اہل صفہ دودھ پی کر فارغ ہوگئے، تو میں نے وہ پیالہ نبی اکرم ﷺ کو دے دیا۔ آپ ﷺ نے اپنا سر اُٹھا کر مسکراتے ہوئے فرمایا: اب صرف تم اور میں رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: تم پیو، میں نے پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر پیو۔ میں نے پھر پیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اور پیو۔ حتی کہ میں نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے، اب کوئی گنجائش باقی نہیں رہی، تب آپ ﷺ نے باقی ماندہ دودھ پی لیا۔ [1] آپ رضی اللہ عنہ کی انھیں محنتوں اور طلب حدیث میں مشقتوں کی وجہ سے ہر مومن شخص کے دل میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی محبت موجود ہے۔ اور کیوں نہ ہوں کہ جب نبی اکرم ﷺ کی دُعا بھی ان کے بارے میں یہی ہے۔ تفصیل کے لیے خود ان کا اپنا بیان کردہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ایمان والا ہر شخص جب میرے متعلق سنتا ہے تو وہ مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے۔ راوی نے کہا: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہنے لگے: میری ماں مشرکہ تھی، میں اس کو اسلام کی دعوت دیتا تھا مگر وہ انکار کرتی تھی۔ ایک دن میں نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے نبی اکرم ﷺ کے متعلق کچھ ناپسندیدہ کلمات بولے، تو میں روتا ہوا نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور انھیں ساری بات بتائی، اور عرض کیا کہ آپ ﷺ میری ماں کے لیے دعا کریں۔ تو آپ ﷺ نے یہ دعا کی: ((أَللّٰھُمَّ اھْدِ أُمَّ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ .)) ''اے اللہ! ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرما'' تو میں دوڑ کر اسے خوشخبری دینے چلا گیا۔ جب گھر پہنچا تو دروازہ بند تھا، مجھے پانی گرنے کی آواز آئی۔ میری والدہ نے میری آہٹ محسوس کی تو کہنے لگی: تھوڑی دیر ٹھہرو، پھر قمیص پہن کر

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب ما ذکر النبی ﷺ وحض علی اتفاق اھل العلم، حدیث: ۷۳۲۴. وانظر رقم الحدیث: ۷۲.

دروازہ کھولا اور جلدی اوڑھنی اوڑھ لی اور کہنے لگی: ((أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ .)) ❶ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نبی اکرم ﷺ کی طرف واپس آیا تو جس طرح پہلے حزن وغم سے رو رہا تھا، اب فرحت اور خوشی سے رو رہا تھا، تو میں نے آپ ﷺ کو اپنی والدہ کے اسلام لانے کی خبر بتادی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے اور میری والدہ کو اپنے مومن بندوں کے محبوب بنادے۔ تو آپ نے یہ دعا فرمائی: ((أَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ وَأُمَّهُ إِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَحَبِّبْهُمْ إِلَيْهِمَا .)) کہ ''اے اللہ! اپنے اس بندے کی اور اس کی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دل میں ڈال دے، اسی طرح ایمان والوں کی محبت بھی ان کے دل میں ڈال دے۔'' ❷

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت حدیث میں عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سبقت رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ روایات ان سے مروی ہیں۔ بعض لوگوں نے آپ کو کثرتِ روایت پر کچھ کہا تو فرمایا:

''تم کہتے ہو کہ ابوہریرہ نبی اکرم ﷺ سے بہت حدیثیں بیان کرتا ہے، اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ کیا وجہ ہے کہ مہاجرین و انصار تیری طرح احادیث بیان نہیں کرتے؟ تو اصل میں بات یہ ہے کہ میرے مہاجر بھائیوں کو بازاروں میں خرید وفروخت نے مشغول کر رکھا تھا، اور میرے انصار بھائیوں کو اپنے کام کاج ہی فرصت کا موقعہ نہ دیتے تھے، اور میں صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین شخص تھا، صرف شکم سیری پر نبی اکرم ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑتا، تو جب وہ سب غائب ہوتے، میں اس وقت بھی آپ ﷺ کی خدمت میں موجود ہوتا، اور جس کو وہ بھلا دیتے، میں اس کو یاد رکھتا۔ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث بیان کی، پھر فرمایا: ''جو اپنا کپڑا میری بات پوری ہونے تک بچھادے، پھر وہ اسے سمیٹ لے تو جو کچھ میں نے کہا ہے اس کو وہ سب یاد ہو جائے گا۔'' تو میں نے اپنی چادر بچھادی، جب آپ کی بات مکمل ہوگئی تو میں نے چادر اُٹھا کر اپنے سینے سے لگالی۔ تو مجھے آج تک آپ ﷺ کی حدیث سے کچھ نہیں بھولا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میری بات مکمل ہونے تک چادر بچھائے پھر اسے سمیٹ لے تو مجھ سے سنی ہوئی حدیث کبھی بھی نہیں بھولے گا، تو میں نے اسی طرح کیا تو آپ ﷺ سے سنی ہوئی حدیث مجھے کبھی نہیں بھولی۔'' ❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابه، حدیث: ٦٤٥٢.

❷ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی هریرة رضی اللہ عنہ، حدیث: ٢٤٩١۔ مسند احمد (٢/٣١٩).

❸ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ما جاء فی قول الله تعالیٰ ﴿فإذا قضیت الصلاة.....﴾، حدیث: ٢٠٤٧۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی هریرة رضی اللہ عنہ، حدیث: ٢٤٩٢.

اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد رکھنے میں مجھ سے زیادہ کوئی بھی نہیں ہاں ابن عمرو لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ ❶

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نہ صرف علم حدیث میں بلکہ فقہ واجتھاد کے فن میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ وہ صحابہ کرام میں فقیہ اور مفتی کے طور پر معروف تھے۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کسی نے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھو! کیونکہ ایک دفعہ میں اور میرا ایک ساتھی اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں دعا کر رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمانے لگے: ''جس کام میں تم مصروف تھے اسی میں لگے رہو'' تو میں نے اور میرے ساتھی نے کچھ دعا کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی۔ پھر ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: یا اللہ! جو کچھ میرے ساتھیوں نے مانگا ہے وہ مجھے بھی عنایت فرما، اور ایسا علم بھی عطا فرما جو کبھی بھی نہ بھولے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی، پھر ہم نے بھی یہی دعا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوہریرہ تم سے سبقت لے گئے ہیں اور تم پیچھے رہ گئے ہو۔'' ❷

اس کے باوجود بعض کوتاہ بین اور عاقبت نا اندیش سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو ''غیر فقیہ'' ''غیر'' ''مجتھد'' کہتے ہیں۔ اس سلسلے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں ایک عبرتناک واقعہ نقل کیا ہے جس کی سند کے تمام راوی اپنے اپنے دور کے امام تھے۔ واقعہ بیان کرنے والے قاضی ابوالطیب فرماتے ہیں کہ ''ہم جامع المنصور میں مجلس بحث ونظر میں تھے کہ خراسانی جوان آیا تو اس نے حدیث مصراۃ کے متعلق پوچھا اور دلیل مانگنے لگا۔ جب سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل دی گئی، تو وہ چونکہ حنفی تھا، اس لیے کہنے لگا: ابوھریرہ حدیث میں مقبول نہیں ہیں۔ ابھی اس نے اپنا کلام مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ اس پر جامع المنصور کی چھت سے ایک سانپ آ گرا۔ لوگ اٹھ کر بھاگنے لگے وہ شخص بھی اس کے آگے آگے بھاگنے لگا مگر وہ سانپ اس کا پیچھا نہ چھوڑ رہا تھا تو اسے لوگوں نے کہا: توبہ کرو، توبہ کرلو۔ تو اس نے کہا: میں توبہ کرتا ہوں۔ تو وہ سانپ فوراً غائب ہو گیا، اور اس کا کوئی نشان اور پتہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کدھر گیا۔'' ❸

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو بلفظہٖ وبحروفہٖ یاد کر کے اسی طرح ادا کرنے میں سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا مقام اتنا بلند ہے جس تک دوسرے کسی کی رسائی ناممکن ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ اپنے آخری ایام میں بیمار ہو گئے تو اس حالت میں مروان آیا اور کہنے لگا: ((شَفَاكَ اللّٰهُ

---

❶ صحيح بخاری، كتاب العلم، باب كتابة العلم، حديث: ١١٣.

❷ مستدرك حاكم (٥٠٨/٣)۔ مجمع الزوائد (٤١/٩)۔ الاصابة (٢٠٨/٤).

❸ سير اعلام النبلاء (٦١٨/٢۔٦١٩).

يَـا أَبَـا هُرَيْرَةَ .)) ❶ ''اللہ آپ کو شفا دے۔'' تو انہوں نے دعا کی: ((اَللّٰـهُـمَّ أُحِبُّ لِقَاءَ كَ فَاَحِبَّ لِـقَـائِـيْ .)) ''یا اللہ! میں تجھ سے ملنا چاہتا ہوں تو بھی میری ملاقات میں اپنی چاہت عطا فرما۔'' پھر مروان ابھی بازار کے وسط میں نہیں پہنچا تھا کہ یہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

واقدی نے لکھا ہے کہ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ۵۹ ہجری کو اٹھتر برس کی عمر میں فوت ہوئے جبکہ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ آپ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دونوں ۵۷ ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے دو سال قبل فوت ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ ولید بن عتبہ نے پڑھائی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں الوداع کیا اور بقیع میں دفن کیے گئے۔ سیّدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے (۵۳۷۴) احادیث ہیں۔

((أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِهِ وَارْحَمْهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً .))

☆ مفردات:

صِيُغَ: ڈھالا گیا، زیور۔ صَوغ سے ہے جو سانچ اور قالب میں ڈھالنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور فِضَّة سے وہ چاندی مراد ہے جو معدن سے تازہ تازہ نکلی ہو، جس کی سفیدی، تیز اور سخت نہیں ہوتی، بلکہ قدرے سرخی مائل ہوتی ہے۔ گویا سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چاندی کے زیور کی طرح بنائے گئے تھے، یہ تشبیہ اس کی نرمی، ملائمت اور چمک میں ہے، خالص سفیدی کی وجہ سے نہیں۔

رَجِلَ الشَّعْرِ: '' رَجِلَ الشَّعْرِ '' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک گھنگھریالے اور سیدھے ہونے کے بین بین تھے۔ بالوں کے گھنگھریالے اور سیدھے ہونے کے بین بین والی حالت کو رَجِل کہتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے: ((لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ كَانَ جَعْدًا رَجِلًا .)) ❷ ''یعنی بال مبارک نہ ہی تو بہت زیادہ گھنگھریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے، بلکہ بین بین تھے۔'' جُعُوْدَت: بالوں کا بہت گھنگھریالے ہونا۔ سَبُوْطَتُ: بالوں کا بالکل سیدھے ہونا۔ رَجِلُ: جعودت اور سبوطت کے بین بین ہونا۔ جیسا کہ سیّدنا اُنس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، وہ کہتے ہیں: ((كَـانَ شَـعْـرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَـعْـرًا رَجِلًا لَيْـسَ بِالْجَعْدِ وَلَا السَّبْطِ .)) ❸ ''کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال جعودت اور سبوطت کے بین بین تھے۔''

---

❶ طبقات ابن سعد (۳۳۹/٤)۔ سیر اعلام النبلاء (٦٢٥/٢).

❷ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب (١٩)، حدیث: ٣٦٣٨. وقد تقدم برقم (٧).

❸ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الجعد، حدیث: ٥٩٠٥، ٥٩٠٦۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفة شعر النبی ﷺ، حدیث: ٢٣٣٨.

سیّد کائنات ﷺ کے رنگ مبارک کی تحقیق:

حدیث الباب میں آپ ﷺ کے رنگ مبارک کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ مبارک سفید تھا گویا کہ آپ کو چاندی سے ڈھال کر بنایا گیا ہے اس سے پہلے گذر چکا ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ مبارک بہت زیادہ سفید بھی نہیں تھا اور نہ ہی بہت زیادہ گندمی تھا، بلکہ آپ ﷺ کا رنگ سفید، سرخی مائل، انتہائی چمکدار اور روشن تھا۔

گذشتہ حدیث میں آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو چاند کی طرح روشن بتایا گیا ہے، دوسری حدیث میں آپ ﷺ کو سورج اور چاند کی طرح کہا گیا ہے، تیسری حدیث میں کہا گیا کہ اگر آپ نبی اکرم ﷺ کو دیکھیں تو ایسا لگے گویا کہ سورج طلوع ہو گیا، چوتھی روایت میں یہ ہے کہ گویا آپ ﷺ کی پیشانی پر سورج چل رہا ہو۔ پانچویں میں آپ ﷺ کو ازھر اللون کہا گیا یعنی آپ روشن اور چمکدار رنگ والے تھے۔ چھٹی روایت میں آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ساتویں حدیث میں أَبْيَضُ مُشَرَّبٌ بتایا گیا ہے کہ آپ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ آٹھویں روایت اس بارے میں یہ کہتی ہے کہ ((وَلَا بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ وَلَا بِالْآدَمِ .)) یعنی آپ نہ بے حد سفید تھے اور نہ بالکل گندمی۔

ان تمام احادیث کو ملا کر یہ مفہوم برآمد ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ کا مبارک سفید، روشن اور چمکدار تھا، مگر بہت زیادہ سفید نہیں، بلکہ سفید سرخی مائل تھا جس میں سفیدی اور سرخی کی آمیزش معلوم ہوتی تھی۔

۱-۱۳: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: أَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: عُرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ فَإِذَا مُوْسَى علیہ السلام ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ، وَرَأَيْتُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ، وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ علیہ السلام، فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ۔ يَعْنِيْ نَفْسَهُ۔ وَرَأَيْتُ جِبْرَائِيْلَ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا دِحْيَةُ.

”جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: (شب معراج میں) انبیاء کرام میرے سامنے لائے گئے تو میں دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام ایسے دبلے پتلے، کم گوشت والے آدمی تھے جیسے کہ شنوءۃ (قبیلہ) کے افراد سے ہیں، اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ ان سب لوگوں میں جو میری نظر میں ہیں حلیہ کے اعتبار سے عروہ بن مسعود کے مشابہ ہیں، اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے حلیہ کے اعتبار سے تمہارے آقا (ﷺ) کے مشابہ ہیں اور میں نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو وہ میرے نزدیک میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے دحیۃ

(کلبی) کے مشابہ ہیں۔“

تخریج: ...... صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب سراء برسول الله ﷺ، حدیث نمبر ۱۶۷۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر: ۳۶۵۱۔ مسند احمد بن حنبل: ۳/ ۳۳۴.

راویٔ حدیث: ...... اس حدیث کے روای سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ذیل کی سطور میں ان کے تذکار ملاحظہ فرمائیں۔

ابوعبداللہ وابوعبدالرحمٰن الجابر بن عبداللہ الانصاری الخزرجی السلمی المدنی رضی اللہ عنہ آپ بیت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد محترم کے ساتھ موجود تھے اور عقبہ کے ستر آدمیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ نے بیت الرضوان میں بھی شرکت کی۔ آپ کے اساتذہ میں نبی اکرم ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا علی المرتضی، سیدنا ابوعبیدہ، سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا زبیر وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

آپ کے تلامذہ میں سعید بن المسیّب، عطاء بن ابی رباح، سالم بن حسن اُبّی، حسن بصری، الحسن بن محمد بن الحنفیہ، ابوجعفر الباقر، محمد بن المنکدر، ابوالزبیر، مجاہد، شعبی، عمرو بن دینار وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین کے نام ملتے ہیں۔

آپ مدینہ کے مفتی تھے۔ آپ کے والد بدری نقباء میں سے تھے اور جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ خود اپنے والد کے حکم سے جنگ احد میں شرکت نہ کرسکے اور اپنی بہنوں کی نگرانی پر مامور رہے۔ ایک دفعہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبور اُحد کے پاس ایک چشمہ جاری کروایا۔ کھدائی کے دوران سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کے والد کی قبر کھل گئی تو وہ ابھی تک تروتازہ نعش کی صورت میں تھے، بوسیدہ نہیں ہوئے تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سولہ جنگوں میں شریک رہا۔ جب تک میرے والد بقید حیات تھے میں جنگ میں شرکت نہ کرسکا، کیونکہ وہ مجھے میری بہنوں (جو نو عدد تھیں) پر نگران بنا دیتے تھے۔ سب سے پہلی جنگ، جس میں میں شرکت کرسکا، وہ حمراء الاسد تھی۔

آپ کو احادیث سننے اور انہیں یاد رکھنے کا بڑا ذوق وشوق تھا۔ قصاص کے بارے میں ایک حدیث سننے کے لیے مصر جیسے دور دراز ملک کا سفر کیا اور عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس سے وہ حدیث سن کر واپس آ گئے، دیگر کسی کام کی وجہ سے مصر میں نہ ٹھہرے۔ [1]

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ۷۸ ہجری میں ۹۴ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ آخری عمر میں نابینا ہو چکے تھے۔ آپ کی نمازِ جنازہ ابان بن عثمان (جو اس وقت مدینہ کے والی تھے) نے پڑھائی۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الخروج فی طلب العلم تعلیقاً و کتاب التوحید، باب قول الله تعالیٰ ﴿ولا تنفع الشفاعة....﴾، تعلیقا في ترجمه الباب والادب المفرد (۹۹۹)۔ مسند احمد (۳/۴۹۵).

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اہل حدیبیہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ)) [1]
''تم تمام زمین والوں میں سے بہتر ہو۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے صحیح بخاری میں ۲۶، صحیح مسلم میں ۱۲۶ ہیں۔

☆ مفردات:

عُرِضَ: پیش کیا گیا مصدر عَرْضَ ہے جس کے معنی پیش کرنا، ظاہر ہونا، دکھانا، سامنے آنا ہے۔

ضَــرْبٌ مِنَ الـرِّجَـالِ: دُبلے پتلے کم گوشت، چھریرے بدن والا، اکہرا بدن، جب ''رجال'' کے ساتھ ''ضرب'' آئے، تو اس کے معنی دبلے پتلے اور اکہرے بدن والا آدمی مراد ہوتا ہے۔

شَنُوْءَة: یہ یمن کے ایک قبیلے کا نام ہے۔ لغت کے اعتبار سے '' شنوءة '' دوری کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ ایک دوسرے سے دوری یا برائیوں اور گندگیوں سے دور ہونے کی وجہ سے شنوءة کہلاتے تھے۔ یائے نسبت لگا کر اسے شنوئی پڑھا جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جدّ الانبیاء سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ تھے:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر انبیاء کرام پیش کیے گئے۔'' یہ واقعہ معراج کا بھی ہوسکتا ہے اور حالت خواب کا بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں دونوں طرح کی احادیث موجود ہیں۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ '' ابھی میں بیت المقدس کے راستہ میں تھا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دکھائے گئے گئے۔'' [2] ایک روایت میں ہے کہ '' آپ کو مسجد بیت المقدس میں لایا گیا، وہاں سارے انبیاء موجود تھے، میں نے ان کو دیکھا، پھر نماز کی امامت کروائی۔'' [3] ایک روایت میں ہے کہ '' سفر معراج میں جب آسمانوں کی سیر ہوئی تو مجھے پہلے آسمان پر فلاں نبی، دوسرے پر فلاں نبی دکھائے گئے۔'' [4] الغرض ہم بلاتکییف وتاویل ایمان لاتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ انبیاء دکھائے گئے۔ یہی اہل السنہ اور سلف صالحین کا مسلک ہے، اس میں اپنی عقل لڑانے اور بحث وتمحیص کی ضرورت نہیں۔ حدیث الباب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیة، حدیث: ٤١٥٤ـ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب استحباب مبایعة الامام الجیش، حدیث: ١٨٥٦/٧١.

[2] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ٢٣٧٥.

[3] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب ذکر المسیح ابن مریم، حدیث: ١٧٢.

[4] صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی قوله عزوجل ﴿وكلم الله موسى تكليمًا﴾، حدیث: ٧٥١٧ـ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الاسراء برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ١٦٢ـ١٦٤.

جدالانبیاء سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ ''وہ تمھارے صاحب (محمد ﷺ) کے مشابے ہیں'' گویا آپ اپنے جدامجد سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی شکل وصورت پر تھے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی مشابہت:

حدیث مذکور میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دکھائی گئی حالت کا بیان ہے کہ آپ ایسے دبلے پتلے تھے جیسے شنوءہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ شنوءہ قبیلے کے لوگ سمارٹ جسم کے مالک تھے، جس پر زیادہ گوشت اور چربی نہ ہوتی تھی۔

دوسری روایات میں سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے یہ اوصاف بھی آپ ﷺ نے بیان فرمائے: ((رَجُلٌ آدَمُ طُوَالٌ جَعْدٌ .)) ❶ ''کہ آپ گندم گوں رنگ والے، لمبے قد والے اور پیچ دار بالوں والے تھے۔'' صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ ((کَأَنِّیْ أَنْظُرُ إِلیٰ مُوْسٰی هَابِطًا مِنَ الثَّنِیَّةِ وَلَهُ جُؤَارٌ إِلَی اللّٰهِ بِالتَّلْبِیَةِ .)) ❷ ''کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام گھاٹی سے اترتے ہوئے دکھائی دیئے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند آواز میں تلبیہ پکار رہے تھے۔'' ❸ صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں یہ کیفیت ہے کہ ''وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالے ہوئے تھے۔'' صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے: ((مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ .)) ❹ ''وہ لمبے قد والے تھے اور بالوں میں کچھ خمیدگی تھی۔''

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت:

مذکور حدیث میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت عروہ بن مسعود ثقفی کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ دیگر روایات میں یہ تفصیلات آتی ہیں:

((مَرْبُوْعُ الْخَلْقِ)) ❺ درمیانے قد والے۔ ((إِلَی الْحُمْرَةِ وَالْبَیَاضِ)) ❻ سرخ اور سفید رنگ کے بین بین رنگ والے۔ ((سَبْطُ الرَّأْسِ)) ❼ کھلے سر والے، جس کے بال گھنگھریالے نہ ہو۔ ((رَجُلًا آدَمَ)) ❿ گندمی رنگ والے۔ ((لَهُ لِمَّةٌ کَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ)) ❽ ان کے بال لمہ تھے اور جتنے لمہ بالوں کو آپ نے دیکھا ہے ان میں سے سب سے خوبصورت تھے۔ ((قَدْ رَجَّلَهَا)) ❾ آپ نے ان کو

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین والملائکة......، حدیث: ۳۲۳۹۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الاسراء برسول الله ﷺ، حدیث: ۱۶۵/۲۶۷.

❷ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الاسراء برسول الله ﷺ، حدیث: ۱۶۶/۲۶۸.

❸ صحیح مسلم، حواله سابق، حدیث: ۱۶۶/۲۶۹.

❹ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الاسراء برسول الله ﷺ، حدیث: ۱۶۸.

❺، ❻، ❼ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین......، حدیث: ۳۲۳۹۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الاسراء برسول الله ﷺ، حدیث: ۱۶۵/۲۶۷.

❽، ❾، صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب رؤیا اللیل، حدیث: ٦۹۹۹.

کنگھی کر رکھی تھی۔

لِمّہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں کی لو سے آگے نکل چکے ہوں اور ابھی کندوں تک نہ پہنچے ہوں، جب کندھوں تک پہنچ جائیں تو ان کو جُمّہ کہتے ہیں اور جو کانوں تک ہوں انہیں و فرہ کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان کے بال کندھوں سے اوپر اور کانوں سے نیچے تھے۔

عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ قریش کی طرف سے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سفیر بن کر آئے تھے ❶ لیکن ۹ ھ میں مسلمان ہوگئے یہ اپنے قبیلے کے بہت خوبصورت، وجیہ اور اعلیٰ آدمی تھے۔ مشرکین کے ہاں ان کا مقام بڑا بلند تھا، اسی لیے انہوں نے کہا تھا: ((لَوْلَا نُزِّلَ الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ .)) کہ قرآن ان دو بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ ''بڑے آدمی'' سے مراد ان کے ہاں عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ تھے۔ ❷

اس حدیث میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ عروہ بن مسعود ثقفی کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ برصغیر میں غلام احمد قادیانی کذاب نے خود کو مثیلِ مسیح کہا ہے، تو چونکہ اس کا حلیہ عروہ بن مسعود ثقفی کے مشابہ نہیں ہے، بلکہ یہ کذاب، حد درجہ بدخصلت، بدصورت اور بدہیئت تھا، اس لیے اس نے یہ تاویل کی کہ قرب قیامت آنے والے مسیح کا حلیہ مسیح علیہ السلام سے مختلف ہوگا۔ لیکن یہ تاویل غلط ہے کیونکہ دوسری حدیث میں جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دجال میری امت میں نکلے گا، وہ چالیس تک رہے گا۔ (راوی کا بیان ہے کہ مجھے علم نہیں کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال) پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجیں گے وہ عروہ بن مسعود ثقفی کے مشابہ ہوں گے اور وہ دجال کو ہلاک کریں گے۔'' ❸ اس حدیث میں صراحتاً ہے کہ قربِ قیامت دجال کو قتل کرنے والے مسیح علیہ السلام حلیہ میں سیدنا عروہ بن مسعود ثقفی کے مشابہ ہوں گے۔ لہٰذا ایسے وجالوں کی تاویلات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

حدیث الباب میں جبرئیل علیہ السلام کو دِحیہ کلبی کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ دحیہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مندرجہ ذیل سطور ملاحظہ فرمائیں:

دحیہ بن خلیفہ بن فروہ بن فضالہ کلبی القزاعی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور بواسطۂ عظیم بصری، ہرقل ملک الروم کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی تھے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ روایات بیان کیں ہیں۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد، حدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲.

❷ تفسیر ابن جریر (۲۱/۵۹۳)۔ تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲/۲۰۶).

❸ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال، حدیث: ۲۹۴۰.

ان کے تلامذہ میں منصور بن سعید، محمد بن کعب قرظی، عبداللہ بن شداد، عامر الشعبی، خالد بن یزید بن معاویہ کے نام آتے ہیں۔ سیّدنا دحیہ الکلبی کا تعلق قبیلہ بنوکلب کے ساتھ تھا جو عرب کا بہت بڑا قبیلہ تھا یہ علاقہ شام کے قریب آباد تھا اوراس کی آگے بہت سی شاخیں تھی۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ دحیہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر سے پہلے مسلمان ہوگئے تھے لیکن جنگ بدر میں شرکت نہیں کر سکے، [1] جبرئیل امین علیہ السلام انسانی شکل میں اکثر ان ہی کے روپ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے۔ [2] یہ بڑے خوبصورت تھے، جہاں سے گذرتے لوگ ان کو دیکھنے کے لیے کھڑے ہوجاتے، حتی کہ عورتیں اور بچے بھی ان کی خوبصورتی کے چرچے کرتے تھے۔ اُمّ المؤمنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا یوم خیبر میں دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آ گئیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ یہود کے سردار کی لڑکی ہے، لہٰذا وہ آپ کے پاس ہونی چاہیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ الکلبی سے سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سات لونڈیوں کے عوض لے لی۔ [3] یہ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وقت تک بقید حیات رہے۔

۱-۱۴: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ۔ اَلْمَعْنِي وَاحِدٌ۔ قَالَا: أَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ......

عَنْ سَعِيْدِ الْجَرِيْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يَقُوْلُ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَمَا بَقِيَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ رَآهُ غَيْرِي. قُلْتُ: صِفْهُ لِي، قَالَ: كَانَ أَبْيَضُ؛ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا.

”سعید (بن ایاس) الجریری فرماتے ہیں: میں نے ابوالطفیل سے سنا، وہ فرماتے تھے: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور اب روئے زمین پر میرے سوا کوئی شخص باقی نہیں رہا، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔ (سعید کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: آپ میرے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیجئے؟ انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ والے، خوبصورت اور پیدائش میں ہر لحاظ سے درمیانے تھے۔“

تخریج: ...... صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کان النبی ﷺ ابیض صلیح الوجہ، حدیث نمبر:

[1] طبقات ابن سعد (٤/٢٩٤)۔ سیر اعلام النبلاء (٢/٥٥١).

[2] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی، حدیث: ٤٩٨٠۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ام سلمة رضی اللہ عنہا، حدیث: ٢٤٥١.

[3] صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب ما یذکر فی الفخذ، حدیث: ٣٧١۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلة اعتاقه امته، حدیث: ١٣٦٥/٨٤.

۱۸۲۰، ۲۳۴۰ ـ دلائل النبوة از امام بیهقی: ٦ / ٥٠١ ـ طبقات ابن سعد: ١ / ٤١٨ ـ شرح السنة از امام بغوي: ٧ / ٣٥٤٢.

راویٔ حدیث: ...... اس حدیث کے راوی ابوالطفیل عامر بن واثلہ بن عبداللہ بن عمرو لیثی ہیں، جن کو ابوالطفیل الکنانی الحجازی کہا جاتا ہے۔

یہ ہجرت نبوی کے بعد پیدا ہوئے، انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو اپنی لاٹھی سے رکن کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ ❶

ان کے اساتذہ میں سیدنا ابوبکر صدیق، سیّدنا عمر بن الخطاب، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا علی المرتضی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام ملتے ہیں۔

ان سے کسبِ فیض کرنے والوں میں حبیب بن ابی ثابت، ابن شہاب زھری، ابو الزبیر مکی، علی بن زید بن جدعان، عبداللہ بن عثمان اور سعید بن ایاس الجریری کے نام ملتے ہیں۔

سیدنا ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے آٹھ سال پائے ہیں۔ ❷ سیدنا ابوالطفیل زبان کے بڑے سچے، اپنے قبیلے کے عمدہ شاعر اور اپنے علاقے کے اعلیٰ شاہسوار تھے۔ انھوں نے بڑی لمبی عمر پائی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی جنگوں میں شریک رہے، اس کے بعد یہ مکہ معظّمہ میں ہی رہے۔ سنہ ۱۰۰ ہجری کے قریب مکہ میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ سنہ ۱۰۷ ہجری میں فوت ہوئے، لیکن وھب بن جریر کہتے ہیں کہ میرے والد نے کہا سنہ ۱۱۰ ہجری مَیں مکہ میں تھا کہ میں نے ایک بہت بڑا جنازہ دیکھا۔ پوچھا تو پتہ چلا یہ صحابی رسول ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے۔ ❸ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْ جَمِيعِ مَنْ أَحَبَّهُمُ اللّٰهُ.

☆ مفردات:

مَلِيْحًا: ملاحت سے مشتق ہے جو عمدگی اور خوبصورتی کے معنی میں آتا ہے۔

مُقَصَّدًا: قصد سے مشتق ہے جو میانہ روی کے معنی میں مستعمل ہے۔ مقصّد ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو نہ ہی جسیم ہو، اور نہ ہی پتلا نحیف ہو، بلکہ درمیانہ ہو۔ اسی طرح قد میں نہ بہت لمبا ہو اور نہ کوتاہ قامت ہو۔ ایسے ہی رنگ میں نہ بہت سفید ہو، نہ زیادہ گندمی، بلکہ درمیانہ ہو۔ اسی طرح تمام صفات میں میانہ روی والا ہو۔

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الطواف على بعير وغيره، حديث: ١٩٧٥.

❷ مستدرك حاكم (٦١٧/٣)ـ طبقات ابن سعد (٦/٦٤).

❸ تهذيب الكمال (٨١/١٤)ـ تاريخ دمشق (١٣٤/٢٦).

۱-۱۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، أَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ ثَابِتٍ الزُّهْرِيُّ ، حَدَّثَنِى إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ۔ ابْنُ أَخِي مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ۔ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ كُرَيْبٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ ، إِذَا تَكَلَّمَ رُؤِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنَ ثَنَايَاهُ .

’’سیدنا (عبداللہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ثنایا اور رباعیات کے درمیان قدرے فاصلہ تھا، جب آپ کلام کرتے، تو دکھائی دیتا کہ آپ کے دو دانتوں کے درمیان سے نور جیسی کوئی روشنی نکل رہی ہے۔‘‘

تخریج: سنن دارمی/ مقدمه: ۱ / ۵۸۔ شرح السنة از امام بغوی: ۷ / ۳۵۳۸۔ دلائل النبوة از امام بیهقي: ۱ / ۲۱۵۔ المعجم الاوسط للطبرانی کما فی المجمع: ۸ / ۲۷۹۔ امام ہیثمی فرماتے ہیں: اس روایت کی سند میں عبدالعزیز بن ثابت زہری ہے جو کہ ’’ضعیف‘‘ بلکہ ’’متروک‘‘ ہے۔ امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو سخت ضعیف کہا ہے، دیکھئے: ’’سلسلة الاحادیث الضعیفه‘‘ حدیث نمبر: ۴۲۲۰۔

راویٔ حدیث: اس حدیث کے راوی حبر الامۃ، فقیہ العصر، امام التفسیر، ابوالعباس عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب القرشی الهاشمی المکی رضی اللہ عنہ ہیں۔

اساتذہ: نبی اکرم ﷺ کے علاوہ سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا ابوسفیان بن حرب، سیدنا ابوذر، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا زید بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

تلامذہ: ان کا بیٹا علی، بھتیجا عبداللہ، مجاہد، عکرمہ، مقسم، کریب، ابومعبد، سیدنا انس بن مالک، سیدنا ابوالطفیل، سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہم وغیرھم۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نہایت خوبصورت، قدآور، پرشکوہ، کامل العقل، ہوشیار اور نہایت باکمال لوگوں میں سے تھے۔ ان کے تین بیٹے فضل، محمد اور عبیداللہ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی البتہ ان کے بیٹے علی کے ہاں اولاد ہوئی اور تمام خلفائے عباسیہ انہی علی کی پشت سے ہوئے۔ دو بیٹیاں تھیں جن کے نام لبابہ اور اسماء ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس فتح مکہ کے سال اپنے والدین کے ساتھ ہی ہجرت کر کے مدینہ آئے ۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا عباس کی نشانی، عبداللہ بن عباس کو دیکھا تو ان کے سر پر دست شفقت پھیرا، اور علم وحکمت کے حصول کی ان کے لیے ان الفاظ سے دعا فرمائی: ((أَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْقُرْآنَ .)) [1] ’’اے اللہ! اسے اپنی کتاب قرآن کریم سکھا دے۔‘‘ اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ ابن عباس تمام صحابہ میں تفسیر قرآن میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ ’’اللھم علمه الکتاب‘‘ حدیث: ۷۵ بلفظ ’’اللھم علمه الکتاب‘‘۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور قریب کر کے کہا: ''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انہوں نے تجھے بلا کر تیرے سر پر دستِ شفقت رکھا اور پھر تیرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور یہ دعا کی: ((اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ .)) [1] ''کہ اے اللہ! اسے دین میں سمجھ عطا فرما اور قرآن کی تفسیر کا علم دے دے۔''

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بڑے بڑے اکابر کی موجودگی میں اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے۔ جس پر مہاجرین میں سے کچھ لوگوں نے ناراضگی محسوس کی، کہ ہمارے بھی اس طرح کے بیٹے ہیں مگر ان کو یہ مقام نہیں ملتا، تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھیں بتادوں گا کہ ان کی اتنی منزلت کیوں ہے؟ پھر ایک دن آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ سورۃ نصر کا مفہوم کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب فتح ملے تو اس کی تعریف اور اس سے استغفار کرو۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ کیا کہتے ہیں؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔ فتح اور اس کے بعد لوگوں کا وفدوں کی شکل میں آنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کارِ نبوت مکمل ہونے کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی نشانی ہے۔ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسی لیے ان کو اپنے پاس جگہ دیتا ہوں کہ یہ قرآن کو بڑی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ [2]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اکہتر سال زندگی گذار کر سنہ ٦٧ ہجری یا ٦٨ ہجری میں فوت ہوئے، ان سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (١٦٦٠) حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے صحیحین میں ٧٥، صرف صحیح بخاری میں ایک سو بیس، اور صرف صحیح مسلم میں نو احادیث مروی ہیں۔

☆ مفردات:

أَفْلَجُ الثَّنِيَّتَيْنِ: فَلَجُ تحریک یعنی لام کی حرکت ساتھ، ثنایا اور رباعیات میں فاصلہ اور سوراخ کو کہتے ہیں اور فَـرَق ثنایا کے درمیانی سوراخ کو کہا جاتا ہے۔ حدیث میں چونکہ فَـلَـج کا لفظ ہے، اس لیے اس کا ترجمہ ثنایا اور رباعیات میں فاصلہ کیا گیا ہے۔

ثَنَایَا: اگلے دو دانتوں کو کہتے ہیں، اوپر والے دانتوں کو ثنایا عُلیا اور نیچے والوں کو ثنایا سُفلیٰ کہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانتوں کی روشنی اور چمک:

حدیث الباب میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو نور جیسی کوئی روشنی

---

[1] مسند احمد (١/٢٦٦).

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ﴿اذا جاء نصر اللہ﴾، حدیث: ٤٩٧٠.

آپ کے دانتوں سے برآمد ہوئی۔ یہی بات متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی نقل کی گئی ہے، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک بڑے پاکیزہ اور چمکدار تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تو آپ کے دانتوں کا حسن کھل جاتا تھا۔ یہ خوبصورتی اور حسن و جمال کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانتوں کی صفائی ستھرائی اور زیبائش کا بیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک کرنا بڑا پسند تھا، اپنے گھر میں داخل ہوتے تو مسواک کرتے، [1] باہر مسجد میں جاتے ہوئے مسواک کرتے، بلکہ بعض روایات کے مطابق صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حسن عادت کو نماز کی اقامت کے بعد صفوں میں کھڑے کھڑے بھی اختیار کیا کرتے تھے۔ [2]

أَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

یہاں پہلا باب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے متعلق تھا۔ مکمل ہوا اب دوسرا باب مہر نبوت کے بارے میں شروع ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

☆............☆............☆

[1] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب السواک، حدیث: ۲۵۳.

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب السواک، حدیث: ۴۷۔ سنن ترمذی (۲۳).

دوسرا باب:

مہر نبوت کا بیان

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

اس باب میں نبی اکرم ﷺ کی اس مہر نبوت کی ہیئت، شکل، مقدار اور صفات وغیرہ کا تذکرہ ہے جو سیّد کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان (بائیں مونڈھے کے ذرا قریب) تھی۔

لفظ خاتم تاء کے فتحہ (زبر) اور کسرہ (زیر) دونوں طرح درست ہے۔ کسرہ کے ساتھ اس سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جس کے ساتھ کسی چیز کو بند کرنے کے بعد مہر لگا دی جائے، پھر وہ چیز مہر شدہ سیل بند کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لیے جب مشروب کا ذکر فرمایا تو ارشاد ہوا: ﴿خِتٰمُهٗ مِسْكٌ﴾ [المطففين : ٢٦] اہل جنت کا مشروب مہر شدہ، سیل بند ہوگا، جس کی مہر کستوری کی ہوگی۔ اور فتحہ کے ساتھ یہ لفظ انگوٹھی کے معنی میں آتا ہے، تاہم یہاں سے مراد ختم نبوت کی مہر ہے، جو نبی کریم ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان بیضوی شکل میں ابھری ہوئی تھی اور اس پر بال مبارک بھی تھے۔

مہر نبوت کی ساخت:

مہر نبوت کیسی تھی اس کے متعلق آئندہ روایات میں کچھ تفصیلات آرہی ہیں، کچھ دیگر روایات بھی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی پشت مبارک پر دونوں کندھوں کے درمیان (بائیں کندھے کے ذرا قریب) گوشت کی ابھری ہوئی ایک بیضہ نما گلٹی سی تھی اور اس پر بال بھی تھے، اس کو دیکھنے والے یا ہاتھ سے ٹٹولنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مختلف الفاظ کے ساتھ اس کا بیان کیا ہے، یعنی اس کی ساخت و بناوٹ کے متعلق جو کسی مشاہدہ کرنے والے کی سمجھ میں آیا، اس نے بیان کر دیا، یا اس کی کوئی مثال بیان کر دی۔ کسی نے اسے بند مٹھی کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جسم مبارک پر دونوں کندھوں کے درمیان ایسی ابھری ہوئی تھی جیسے کسی نے مٹھی بند کر کے رکھ دی ہو۔ (1) جس نے اس مقام پر بال محسوس کیے، اس نے بیان کرنے میں "شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ" (2) کے الفاظ استعمال کیے کہ یہ بہت سے بالوں کا مجموعہ تھا۔ حالانکہ یہ گلٹی سی تھی جس پر کثرت سے بال تھے۔ کسی صحابی نے مہر نبوت کو چکور اور کسی نے کبوتری کے انڈے سے تشبیہ دی ہے، (3) بعض نے دلہن کی ڈولی یا پلنگ پر لگائی جانے والی مسہری کے ساتھ لٹکنے والی گھنڈیوں کے ساتھ تشبیہ

(1) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوة، حدیث: ٢٣٤٦. نیز دیکھئے: حدیث: ٢٣.

(2) مسند احمد (٥/٧٧)۔ مستدرك حاكم (٢/٦٠٦)۔ نیز دیکھئے: حدیث: ٢٠.

(3) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوة، حدیث: ٢٣٤٤/١٠٩.

دی ہے، بعض نے کپڑے سے بنائے گئے موٹے موٹے بٹنوں کی تشبیہ کا ذکر کیا ہے اور کسی نے کہا ہے کہ: ((بَضْعَةٌ نَاشِزَةٌ)) ❶ جسم اطہر پر اٹھا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔ کسی نے کہا: ((مِثْلُ الْبُنْدُقَةِ مِنَ اللَّحْمِ .)) ❷ ......کہ گوشت کی گولی کی طرح تھا۔ الغرض! چیز تو ایک ہی ہے، مگر دیکھنے والوں اور ہاتھ سے ٹٹولنے والوں نے جو کچھ محسوس کیا اسی طرح بیان کر دیا۔ لہٰذا ان مختلف تشبیہات کو تعارض پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مہر نبوت پیدائشی تھی یا......:

یہاں ایک اور بحث قابل غور ہے کہ یہ مہر پیدائشی تھی یا نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ کے جسم اطہر پر ابھری؟ اس بارے چار اقوال ہیں:

۱۔ آپ ﷺ مہر نبوت سمیت پیدا ہوئے۔

۲۔ آپ ﷺ کی پیدائش کے بعد آپ کے کندھوں کے درمیان رکھی گئی۔

۳۔ پہلی مرتبہ جب سینہ مبارک چاک کیا گیا، اس وقت رکھی گئی۔

۴۔ نبوت ملنے کے وقت رکھی گئی۔

احادیث کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہر آپ ﷺ کی ولادت کے وقت پر جسم اطہر پر موجود نہیں تھی بلکہ یہ اس وقت ظہور میں آئی جب جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے بچپن میں قبیلہ بنوسعد میں آپ کا پیٹ چاک کیا۔ اس میں سے دل نکال کر تمام معنوی نجاستوں سے پاک کر کے ماءِ زم زم کے ساتھ سونے کے تھال میں دھویا، پھر دل میں علم وحکمت کا خزینہ ڈالا اور اس کے مقام پر رکھ دیا، اس کا اثر آپ کے دل والی جگہ میں آگے اور پیچھے ظاہر ہوا جو کندھوں کے درمیان نمایاں نظر آ رہا تھا۔ ابو یعلی موصلی نے مسند میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں شداد بن اوس سے روایت بیان کی ہے کہ فرشتے نے جب آپ کا دل نکال کر دھویا اور دوبارہ رکھا تو اس کے ہاتھ میں ایک مہر تھی، علم وحکمت کے خزینہ کے ساتھ وہ مہر بھی وہاں لگائی تو دل نور سے بھر گیا۔ ❸

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جب دل نور سے بھر گیا تو ہوسکتا ہے یہی نور بائیں جانب پشت کی طرف سے واضح ہو گیا۔

مغازی ابن عائذ میں شداد بن اوس سے مروی ہے کہ فرشتہ آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک مہر تھی، جس کی روشنی اور شعاع تھی، تو اس نے اس مہر کو آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ ❹

---

❶ مسند احمد (٣/٦٩). نیز دیکھئے: حدیث: ۲۲. ❷ صحیح ابن حبان (٦٢٦٩).

❸ مسند ابی یعلی و دلائل النبوۃ لابی نعیم کما فی سبل الھدی والرشاد (٢/٥١).

❹ مغازی ابن عائذ کما فی سبل الھدی والرشاد (٢/٥١).

مسند احمد بن حنبل اور طبرانی وغیرہما میں روایت ہے کہ عتبہ بن عبد السلمی نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے اس معاملہ نبوت کی ابتداء کیسے ہوئی؟ تو آپ نے بنوسعد میں اپنے دودھ پینے کا واقعہ بیان فرمایا جس میں یہ بھی ہے کہ فرشتوں نے جب آپ کا سینہ مبارک چاک کیا تو ایک دوسرے سے کہا کہ اب اسے سی دو۔ تو دوسرے نے اس کو سی دیا اور اس پر مہر نبوت لگا دی۔ [1]

تو ان روایات سے یہ مفہوم ثابت ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ کا دل مبارک پہلی مرتبہ زم زم کے پانی سے دھو کر دوبارہ رکھا گیا تو اس وقت یہ مہر نبوت ظاہر ہوئی۔

باقی یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ سینگی کے نشان یا کالے یا سبز رنگ کے تِل کی طرح تھی یا اس پر ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔ یا اس پر'' سِرْ فَأَنْتَ الْمَنْصُوْرُ ''لکھا ہوا تھا تو یہ سب خود ساختہ باتیں ہیں، ان میں سے کوئی بات بھی ہماری تحقیق کے مطابق ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

نبی اکرم ﷺ کی مہر نبوت چکور کے انڈے جیسی تھی:

٢۔١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، أَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ...... قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ: ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: إِنَّ ابْنَ أُخْتِيْ وَجِعٌ فَمَسَحَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهِ، فَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَنَظَرْتُ إِلَى الْخَاتَمِ الَّذِيْ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، فَإِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ.

'' سائب بن یزید فرماتے ہیں: مجھے میری خالہ رسول اکرم ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! میرا بھانجا تکلیف میں ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی اور آپ ﷺ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا باقی ماندہ پانی پیا۔ پھر میں آپ ﷺ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہوا، تو میں نے آپ کے کندھوں کے درمیان مہر دیکھی، جو چکور کے انڈے جیسی تھی۔''

تخریج: ...... امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں کتاب الطهارة، كتاب المرضى، كتاب الدعوات اور باب صفته النبی ﷺ میں روایات کیا ہے۔ صحيح مسلم، باب صفته النبی ﷺ، حديث نمبر: ٢٣٤٥۔ المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر: ٦٦٨٠، ٢٢٨٢۔ سنن ترمذی، كتاب المناقب، حديث نمبر: ٣٦٤٦۔

روائ حدیث: اس حدیث کے راوی سیدنا ابوعبداللہ، ابویزید السائب بن یزید بن سعید بن ثمامہ الکندی

[1] مسند احمد (٤/١٨٤)۔ معجم كبير طبرانی ()۔ مجمع الزوائد (٣/٣٩١)۔ سنن الدارمی (١٣)۔

المدنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ بنی عبد شمس کے حلیف تھے۔ ۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ سائب بن یزید کہتے ہیں: جب میرے باپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا، تو اس وقت میں سات برس کا تھا۔ گویا بعض دیگر صحابہ کرام عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح یہ بھی کم سن صحابہ میں سے تھے۔

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے عبداللہ بن خطل کو قتل کرنے کا حکم کیا تھا، جبکہ وہ کعبہ کے پردوں کے پیچھے سے نکلا۔ [1]

آپ سے روایت کرنے والوں میں امام زھری، ابراہیم بن عبداللہ قارظ، یحییٰ بن سعید، عمر بن عطاء، عبدالرحمٰن بن حمید وغیرھم کے نام ملتے ہیں۔ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ ۹۱ ہجری اور دوسرے قول کے مطابق ۹۴ ہجری میں وفات پا گئے۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْ جَمِيعِ مَنْ رَأٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

☆ مفردات:

وَجِعٌ: بیمار۔ وَجِعَ یَوْجَعُ وَیَیْجَعُ وَیَاجَعُ: درد والم میں ہونا، درد محسوس کرنا۔ وَجِعٌ أَیْ ذُوا الْوَجْعِ، درد والم والا ہونا، تکلیف میں ہونا۔ اس کی جمع وَجْعٰی، وَجَاعٰی، أَوْجَاع آتی ہے۔ مؤنث وَجِعَةٌ اس کی جمع وَجِعَات، وَجْعٰی آتی ہے۔

اَلخَاتِمُ: جس سے مہر لگائی جائے۔ اس کی جمع خواتیم آتی ہے۔ اور فتحہ کے ساتھ انگوٹھی کے معنی میں مستعمل ہے۔

اَلبَرکَة بَرَكَ یَبْرُكُ الْبَعِیرُ: اونٹ نے سینہ زمین سے لگایا۔ اونٹ کا بیٹھنا، بَرَّكَ فِیهِ وَبَارَكَ لَهُ: برکت کی دعا کرنا۔

زِرّ: زَرَّ یَزُرُّ ـ القمیص: بٹن لگانا۔ الشيءَ: جمع کرنا، مضبوط کرنا۔ زِرّ: بٹن یا انڈہ جیسی کوئی چیز۔

حَجلَة: حَجَلَ یَحْجُلُ: ایک پاؤں کو اٹھا کر دوسرے کے بل چلنا۔ حُجْلَةُ الْعُرُوْسِ اس پردے دار ڈولی کو کہتے ہیں، جو دلہن کے لیے تیار کی جائے۔ نیز چکور کو بھی کہتے ہیں، اس کی جمع حَجْلٰی اور حَجْلَانِ آتی ہے۔

تشریح:

((ذَهَبَتْ بِیْ خَالَتِیْ .)) سید الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان کی خالہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا، البتہ ان کی والدہ محترمہ کا نام علبة بنت شریح تھا۔

((فَمَسَحَ بِرَأْسِیْ وَدَعَالِیْ بِالْبَرَکَةِ .)) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا، اور برکت کی دعا کی۔ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مسح کرنے اور دعا کرنے کو اپنے لیے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

---

[1] مستدرك حاكم (٦٧٦٢) ـ معجم اوسط طرانی (٤٣٩٤)

عطاء مولیٰ سائب کہتے ہیں کہ سیدنا سائب کے سر پر کھوپڑی سے لے کر اگلے حصے تک بال سیاہ تھے اور سر کے پچھلے حصے رخساروں اور داڑھی کے بال سفید تھے، تو میں نے انھیں عرض کیا: میں نے آپ سے زیادہ سیاہ بال کسی کے نہیں دیکھے۔ تو وہ کہنے لگے: تمھیں معلوم ہے ایسے کیوں ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور برکت کی دعا کی تھی، اس لیے یہ آپ ﷺ کی ہتھیلی والی جگہ کبھی بوڑھی نہیں ہوئی۔ [1]

فوائد:

❀ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتیں بچوں کو ساتھ لے کر معالج یا طبیب کے پاس جاسکتی ہیں۔ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ .)) ''نبی اکرم ﷺ کے پاس میری خالہ مجھے لے کر گئیں۔''

❀ نبی اکرم ﷺ بچوں کے ساتھ بڑی شفقت اور پیار سے پیش آتے تھے، کیونکہ سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((فَمَسَحَ رَأْسِيْ .)) ''آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا'' جیسے بڑے بزرگ لوگ بچوں کو پیار سے بوسہ دیتے ہیں یا رخسارے چھوتے ہیں، اسی قبیل سے آپ ﷺ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا۔

❀ کسی نیک اور صالح آدمی کے وضوء سے بچا ہوا پانی پینا ثابت ہو رہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی مہر نبوت کبوتری کے انڈے جیسی تھی:

٢-٢ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَعْقُوْبَ الطَّالْقَانِي ، أَنَا أَيُّوْبُ بْنُ جَابِرٍ ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ...... عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ الْخَاتَمَ بَيْنَ كَتِفَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غُدَّةً حَمْرَاءَ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ .

''سیدنا جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے دو کندھوں کے درمیان مہر دیکھی جو ایک سرخ رنگ کی گلٹی کی صورت میں تھی جیسا کہ کبوتری کا انڈہ ہوتا ہے۔''

تخریج: ...... صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث نمبر: ٢٣٤٤۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر: ٣٦٤٧۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ١٩٠٨، ١٩٠٩۔ مسند احمد بن حنبل: ٥/ ٩٠، ٩٥، ٩٨، ١٠٤، ١٠٧۔ شرح السنة للبغوی: ٧ / ٣٥٢٧.

☆ مفردات:

غُدَّةٌ: گلٹی: چمڑے اور گوشت کے درمیان ایک گوشت کا سخت سا ٹکڑا، جو بسا اوقات کسی عارضے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور حرکت دینے سے ادھر اُدھر حرکت کرتا ہے۔ جمع غُدَدٌ اور غَدَائِدآتی ہے۔

---

[1] معجم کبیر طبرانی (٦٥٥٤) و معجم اوسط (٤٩٩٧) ۔ دلائل النبوۃ للبیہقی (٦/ ٤٢٠)

بَيْضَةٌ: بَاضَ، يَبِيضُ ـــ الطائر: پرندے کا انڈے دینا۔ بَیْضَةٌ خود۔ انڈہ۔ جمع: بَيْضَاتٌ، بَيْضٌ اور بُيُوضٌ.

اَلْحَمَامَةُ: کبوتر اور کبوتری دونوں کے لیے یہی لفظ مستعمل ہے، بعض دفعہ واحد کے لیے حمام اور جمع کے لیے حمامات اور حمائم آتا ہے۔

تشریح:

گذشتہ روایت میں مہر نبوت کے حجم کو چکوار کے انڈے سے تشبیہ دی گئی ہے، کبوتری کا انڈہ بھی چکور کے انڈے کی طرح ہی ہوتا ہے، تاہم چکور کا انڈہ ذرا بڑا ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حمراء کا لفظ آیا ہے کہ مہر نبوت کا رنگ سرخ تھا، حالانکہ صحیح مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ مہر نبوت آپ ﷺ کے جسم اطہر کی طرح تھی [1] اور جسم کے بارے میں یہ تحقیق گزر چکی ہے کہ وہ سفید سرخی مائل تھا۔ اسی طرح یہاں حمراء کا معنی بھی سرخی مائل کیا جائے گا۔

سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر عرش الٰہی حرکت کرنے لگا:

۲۔۳: حَدَّثَنَا أَبُوْ مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ، أَنَا يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ......

عَنْ جَدَّتِهِ رُمَيْثَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔ وَلَوْ أَشَاءُ أَنْ أُقَبِّلَ الْخَاتَمَ الَّذِيْ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِنْ قُرْبِهِ لَفَعَلْتُ۔ يَقُوْلُ لِسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ يَوْمَ مَاتَ: اهْتَزَّلَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ.

''سیدہ رمیثہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات اس وقت سنی جبکہ مجھے آپ ﷺ کا اس قدر قرب حاصل تھا کہ اگر میں چاہتی تو آپ ﷺ کی مہر نبوت جو دونوں کندھوں کے درمیان تھی کو چوم لیتی، اور وہ بات یہ تھی کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو اس دن آپ ﷺ نے فرمایا: ان کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا عرش حرکت کرنے لگا ہے۔''

تخریج: ...... اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مسند (۳۲۹/۶) میں روایت کیا ہے۔ آخری جملہ: ((اهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ.)) صحیح بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔ دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الانصار: ۷ / ۳۸۰٤۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابه: ۳ / ۱۲۳، ۱۲۵، برقم: ۱۹۱۵، ۱۹۱٦۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کی راویہ سیدۃ رمیثہ بنت عمرو بن ھشام بن عبدالمطلب بن عبد مناف ہیں۔ کم سن

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوۃ، حدیث: ۲۳٤٤/۱۰۹۰

صحابیات میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان سے صرف دو روایات مروی ہیں۔ ایک مذکورہ روایت اور دوسری صلاۃ ضحیٰ کے بارے میں۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں ان سے روایت لی ہے۔ اسی طرح یہاں امام ترمذی نے ان سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

☆ **مفردات:**

اُقَبِّلُ: میں چوم لیتی، بوسہ دیتی۔ اس کا مصدر تقبیل ہے۔ اَلْقُبْلَۃ: بوسہ، جمع قُبَل اور قُبُلات آتی ہے۔

اِھْتَزَّ: حرکت میں آ گیا، ہل گیا۔ ثلاثی مجرد ھَزَّ ہے، جس کے معنی حرکت دینا، خوش کرنا، ٹوٹ جانا ہے۔ اِھْتَزَّ کا مصدر اِھْتِزَاز ہے جو حرکت کرنا، دل خوش ہونا، جھومنا کے معنی میں مستعمل ہے۔

تشریح:

سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اللہ تعالیٰ کے عرش کا حرکت میں آنا۔ علمائے کرام نے اس کے مفہوم میں اختلاف کیا ہے۔

(۱) ایک قول تو حدیث کے ظاہر کے مطابق ہے کہ سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روح کے آسمانوں پر جانے کے وقت حقیقتاً عرشِ الٰہی نے بطورِ اظہارِ فرحت وسرور کے حرکت کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بات کی تمیز ومعرفت عطا فرما دی تاکہ وہ اس طرح اظہارِ خوشی کر سکے۔

(۲) دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد عرش نہیں، بلکہ حاملین عرش ہیں اور حرکت سے مراد خوشی اور فرحت کا اظہار ہے۔

(۳) تیسرا مفہوم یہ ہے کہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت ایک بہت بڑا حادثہ تھی، جس سے عرش الٰہی بھی متاثر ہوا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرش کی حرکت کا ذکر دس یا اس سے بھی زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول ہے اس لیے صحیح بات یہی ہے جو روایت کے ظاہری الفاظ سے واضح ہو رہی ہے۔ عرش کے علاوہ دیگر کئی ایسی چیزوں کا حرکت کرنا ثابت ہے جو عمومی طور پر حرکت نہیں کرتیں، یا ان میں وہ حِس نہیں ہوتی، جیسا کہ لکڑی کا وہ ستون جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت بایں طور حاصل تھی کہ آپ اس پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ اسی طرح اُحد پہاڑ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق وفاروق اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم اجمعین کی آمد پر جھوم اٹھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ: ((إِنَّ أُحُدًا نُحِبُّهُ وَيُحِبُّنَا)) [1] ''اُحد پہاڑ سے ہم محبت رکھتے ہیں اور اُحد پہاڑ بھی ہم سے محبت کرتا ہے۔''

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے چونکہ بنو قریظہ کے یہود کے بارے میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ ان کے جنگجو قتل کر دیئے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب فضل الخدمة فی الغزو، حدیث: ۲۸۸۹۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة، حدیث: ۱۳۶۵۔ بلفظ "هذا جبل یحبنا ونحبه"

جائیں اوران کی اولادوں اورعورتوں کوقیدی بنالیا جائے، اس لیے جب سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافق لوگ کہنے لگے: ''یہ جنازہ تو بہت ہلکا پھلکا ہے۔'' اس سے ان کا مطلب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی توہین وتحقیر تھا کہ انہوں نے یہود کے بارے میں ظلم وزیادتی کا فیصلہ کیا ہے، اس لیے جنازہ ہلکا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فیصلہ درست قرار دیا بلکہ فرمایا: یہی فیصلہ اللہ تعالیٰ کا بھی تھا۔ تو منافقین کی مذکورہ بات سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ان کے جنازے کا وزن لوگوں پر کم اس لیے ہے کہ ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے میں شریک ہیں اور سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں کہ کون ان کے جنازے کو کندھا دیتا ہے۔'' [1] اس طرح منافقوں کے استحقار کا ایسا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، جس سے سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شان اور زیادہ بڑھ گئی۔

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوئے۔ جب مسلمان ہوئے تو اپنی قوم کے سامنے کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: اے بنی عبدالاشہل! اپنے متعلق تم مجھے کیسا جانتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے: مرتبہ و مقام کے لحاظ سے تم ہمارے سردار ہواور ہر طرح نگران اور محافظ ہو۔ تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم سب مردوں اور عورتوں سمیت جب تک مسلمان نہیں ہوجاتے، اس وقت تک تم سے میرا بولنا حرام ہے۔ تو بنی عبدالاشہل قبیلے کا کوئی آدمی بھی ایسا نہ رہا جس نے اسلام نہ قبول کرلیا ہو، سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ [2]

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ معظّمہ گئے تو وہاں امیہ بن خلف کے پاس ٹھہرے کیونکہ امیہ بھی شام کو تجارت کے لیے جاتے ہوئے ان کے پاس ٹھہرا کرتا تھا۔ امیہ نے کہا: دوپہر ہونے دو، لوگوں کی بے خبری میں طواف کعبہ کرلینا۔ چنانچہ دوپہر کے وقت سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ جب طواف کررہے تھے تو ابوجہل آ گیا اور کہنے لگا: یہ کون ہے جو امن واطمینان سے طواف کررہا ہے؟ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں سعد ہوں۔ ابوجہل نے کہا: تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ بھی دے رکھی ہے، پھر بھی نہایت امن سے طواف کررہے ہو؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! ابوجہل نے تلخ کلامی سے کام لیا تو جواباً حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی سخت کلامی کی۔ امیہ بن خلف کہنے لگا: ابوالحکم پر آواز بلند نہ کرو، یہ اس وادی کے سردار ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو نے مجھے طواف سے روک دیا تو میں تیری شام کی تجارت کا راستہ بند کردوں گا۔ اُمیہ بار بار کہتا رہا کہ آواز بلند نہ کرو، یہاں تک کہ سعد رضی اللہ عنہ غصے ہوگئے اور فرمانے لگے: مجھے چھوڑ دو! میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے کہ میں اُمیہ کو قتل کردوں گا۔ کہنے لگا: مجھے؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! تجھے۔ اُمیہ کہنے لگا: خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب بات کریں تو جھوٹ نہیں کہتے۔ پھر اس نے جاکر اپنی بیوی سے بات کی کہ میرے یثربی بھائی نے مجھے یہ کہا ہے۔ تو وہ بھی کہنے لگی: اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں کہتے۔ پھر

---

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۸۴۹ وقال "حسن صحیح غریب".

[2] سیرۃ ابن هشام (ص: ۲۰۰ ـ ۲۰۱).

جب یہ بدر کی لڑائی میں جانے لگا تو اس کی بیوی نے اسے وہ بات یاد دلائی تو اس نے نہ جانے کا ارادہ کرلیا لیکن ابوجہل کہنے لگا: تم اس وادی کے سرداروں میں سے ہو، اس لیے ہمارے ساتھ دن، دو دن تو چلو، وہ نکل پڑا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل کر دیا۔ ❶

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوئے، جنگ خندق میں انہیں حبان بن العرقۃ نے ایک تیر امارا جو ان کے بازو کی رگ میں جالگا، جس سے ان کا بہت سا خون بہہ گیا۔ انھیں وہاں پر داغ بھی دیا گیا مگر اس سے ان کا ہاتھ پھول گیا تو داغنا چھوڑ دیا، پھر دوبارہ داغ دیا تو پھر ہاتھ پھولنے لگا، جب انہوں نے یہ بات دیکھی تو دعا کی: ''اے میرے اللہ! جب تک بنوقریظہ کے متعلق میری آنکھوں کو ٹھنڈک نہ مل جائے، مجھے موت نہ دینا۔'' ابھی دعا سے فارغ ہوئے تو خون رسنا بند ہوگیا۔ پھر جب وہ ان کے متعلق فیصلہ کر چکے تو دوبارہ خون بہنا جاری ہوگیا۔ ❷ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسی حالت میں گلے لگالیا، خون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور اور داڑھی مبارک پر پھیلنے لگا، اس کے بعد ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جب دفن کیا جارہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک دو دفعہ سبحان اللہ کہا۔ اور سب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی سبحان اللہ کہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا تو سب نے اللہ اکبر کہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس اللہ کے اس بندے پر متعجب ہوں کہ اس کی قبر پہلے تنگ ہوگئی پھر کشادہ کر دی گئی۔ ❸

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا عرش (خوشی سے) حرکت میں آیا، اس کے لیے آسمان کے تمام دروازے کھول دیئے گئے، اور ستر ہزار ایسے فرشتے اس کے جنازے میں شرکت کے لیے آئے، جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آئے تھے۔ ❹

آپ غزوۂ احزاب کے سال ۳۷ سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔

۲۔۴: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: أَنَا عِيسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ مَوْلَى غُفْرَةَ......

قَالَ: ثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، مِنْ وُلْدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ

''ابراہیم بن محمد علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت/حلیہ بیان کرتے...... پھر

❶ صحیح بخاری، کتاب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث: ۳۶۳۲.

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب، حدیث: ۴۱۲۲۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب جوا زقتال من نقض العهد، حدیث: ۱۷۶۹/۶۷.

❸ دلائل النبوۃ للبیهقی (۴/۸۱)۔ معجم کبیر طبرانی (۵۲۰۸).

❹ دلائل النبوۃ للبیهقی (۴/۸۰)۔ معجم کبیر طبرانی (۵۱۹۵).

عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ إِذَا وَصَفَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ...... فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ، وَقَالَ: بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ، وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ.

انہوں نے طویل حدیث بیان کی جس میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان نبوت کی مہر تھی، آپ ﷺ خاتم النّبیین تھے۔''

مذکورہ بالا روایت پہلے بھی گذر چکی ہے۔ تخریج وتفصیل کے لیے پہلے باب کی حدیث نمبر: ۷ ملاحظہ فرمائیں۔

آپ ﷺ خاتم الانبیاء والرسل ہیں:

اس روایت میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ [الاحزاب: ۴۰]

''محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [الاعراف: ۱۵۸]

''کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

اور بھی بہت سی آیات سے آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ احادیث بھی اس موضوع پر بہت زیادہ ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری مثال اور پہلے انبیاء کی مثال ایک محل کی طرح ہے، جس کو بہت اچھی طرح بنایا گیا۔ مگر اس سے ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی، تو دیکھنے والے جب اس کے پاس آتے ہیں تو اس کی خوبصورتی سے خوش ہوتے ہیں۔ مگر یہ ایک اینٹ کی جگہ (اس کی خوبصورتی کو داغدار کرتی تھی) تو یہ جگہ میں نے پُر کردی اور یہ عمارت مجھ سے مکمل کردی گئی۔ اور رسول محمد پر ختم کردیے گئے۔'' [1]

ایک روایت میں ہے کہ ''یہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں ہی رسولوں (کے سلسلے) کو ختم کرنے والا ہوں۔'' [2]

اسی طرح صحیح بخاری اور مسلم کی ایک اور حدیث ہے کہ:

((كَانَتْ بَنُوْا إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَأَنَّهُ لَا نَبِيَّ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، حدیث: ۳۵۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونه ﷺ خاتم النبیین، حدیث: ۲۲۸۷ واللفظ له.

[2] صحیح بخاری، کتاب المناقب باب خاتم النبیین، حدیث: ۳۵۳۵۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونه ﷺ خاتم النبیین، حدیث: ۲۲/۲۲۸۷.

بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ فَیَکْثُرُوْنَ .))❶

''بنی اسرائیل کا نظم ملکی انبیاء چلاتے تھے، جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو اس کی جگہ پر دوسرا نبی آ جاتا، لیکن میرے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں ہوگا، اس لیے خلفاء ہوں گے اور بہت زیادہ ہوں گے۔''

صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَی الْأَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِیْتُ جَوَامِعُ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَأُرْسِلَتْ إِلَی النَّاسِ کَافَّةً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ .))❷

''مجھے دوسرے تمام انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے، مجھے جامع کلمات (ایسے کلمات جن کے الفاظ تھوڑے ہوں اور ان کا مفہوم بہت زیادہ ہو۔) عطا کیے گئے۔ اور مجھے رعب اور دبدبے کے ذریعے مدد دی گئی (کہ میں دشمن سے ایک مہینے کی مسافت پر ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ میرا رعب اور دبدبہ دشمن کے دل میں ڈال دیتا ہے) اور میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئیں، (جبکہ مجھ سے پہلے انبیاء کے ادوار میں ایسا تھا کہ مال غنیمت اکٹھا کر کے کسی اونچی جگہ یا وسیع جگہ رکھ دیا جاتا، اور آگ اسے کھا جاتی اگر اس میں کوئی غلول ہوتا تو آگ نہ کھاتی) اور میرے لیے پوری زمین سجدہ گاہ بنا دی گئی اور پاک کرنے والی بنا دی گئی، اور مجھے کائنات کے تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا، اور مجھے خاتم النّبیین بنا کر بھیجا گیا۔''

ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

((أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ .))❸

''اے علی رضی اللہ عنہ! تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی، مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔''

اس ضمن میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ ہم نے صرف بخاری و مسلم کی چند احادیث ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث: ۳۴۵۵۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب وجوب الوفاء ببیعة الخلیفة، حدیث: ۱۸۴۲.

❷ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: ۵۲۳/۶.

❸ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك، حدیث: ۴۴۱۶۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۴۰۴ واللفظ له.

آپ ﷺ کی مہر نبوت جیسے بالوں کا مجموعہ ہو:

٢-٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، أَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ ، أَنَا عُزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ......

قَالَ: ثَنِي عُلْبَاءُ بْنُ أَحْمَرَ الْيَشْكُرِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ زَيْدٍ عَمْرُو بْنُ أَخْطَبَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : ((يَا أَبَا زَيْدٍ ادْنُ مِنِّي فَامْسَحْ ظَهْرِيْ .)) فَمَسَحْتُ ظَهْرَهُ ، فَوَقَعَتْ أَصَابِعِيْ عَلَى الْخَاتِمِ ، قُلْتُ: وَمَا الْخَاتَمُ؟ قَالَ: شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ .))

''علباء بن احمر یشکری فرماتے ہیں مجھے ابوزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اے ابوزید! میرے قریب آؤ، اور میری پشت پر ہاتھ پھیرو'' تو میں نے آپ ﷺ کی پشت پر ہاتھ پھیرا، تو میری انگلیاں مہر نبوت پر جا لگیں۔ (علباء بن احمر شکری) کہتے ہیں: میں نے پوچھا: ''مہر نبوت کیسی ہے؟'' انہوں نے کہا: ''چند بالوں کا مجموعہ۔''

تخریج: ...... مسند احمد بن حنبل (٥/ ٣٤١)، مستدرك حاكم (٢/ ٦٠٦)، صحيح ابن حبان، (٨/ ٧٢)، طقبات ابن سعد، (١/ ٤٢٥، ٤٢٦)۔ اس حدیث کی سند امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کے راوی سیدنا ابوزید عمرو بن اخطب الانصاری الخزرجی الاعرج رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ ان مشاہیر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے تھے جو بصرہ میں آ کر آباد ہوئے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی: ((أَللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ)) [1] ''اے میرے اللہ! انہیں حسین بنا دے۔'' پھر یہ تقریباً سو سال کی عمر تک پہنچ گئے تھے مگر ان کے بال کم ہی سفید ہوئے تھے۔

انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے چند احادیث بیان کیں۔ صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب میں بھی ان کی احادیث مروی ہیں۔ یہ عبدالملک بن مروان کی خلافت میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

علباء بن احمر یشکری البصری، یہ ثقہ تابعی ہیں، ان کے اساتذہ میں سیّدنا ابوزید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ، عکرمہ مولیٰ ابن عباس وغیرہم کے نام ملتے ہیں اور ان کے تلامذہ میں ابوعلی رجبی، داؤد بن ابی الفرات، الحسین بن واقد اور عزرۃ بن ثابت وغیرہم کے نام ملتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں ان کے بارے میں خیر ہی جانتا ہوں، ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابن معین اور امام ابوزرعہ رحمہما اللہ نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ اس طرح امام بن حبان رحمہ اللہ نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ میں ان کی روایات آتی ہیں۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی مہر نبوت دیکھ کر مسلمان ہو گئے:

٢-٦ : حَدَّثَنَا أَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حَرِيْثٍ الْخُزَاعِيُّ ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ......

[1] مسند احمد (٥/ ٧٧)

ثَـنِـيْ أَبِـيْ ثَـنِـيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِى بُرَيْدَةَ، يَقُوْلُ: جَاءَ سَلْمَانُ الْفَارْسِيُّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ قَدِمَ الْـمَـدِيْنَةَ بِمَائِدَةٍ عَلَيْهَا رُطَبٌ فَوَضَعَهَا بَيْـنَ يَـدَيْ رَسُوْلِ اللّٰـهِ ﷺ فَـقَـالَ: يَا سَـلْـمَـانُ مَـا هٰذَا؟ فَقَالَ: صَدَقَةٌ عَلَيْكَ وَعَـلَى أَصْحَابِكَ، فَقَالَ: ارْفَعْهَا فَإِنَّا لَا نَـأْكُـلُ الـصَّـدَقَةَ. قَالَ: فَرَفَعَهَا، فَجَاءَ الْـغَـدَ بِمِثْلِهِ، فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا سَلْمَانُ؟ فَقَالَ: هَـدِيَّةٌ لَكَ فَـقَـالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ ﷺ لِأَصْـحَـابِـهِ: "ابْسُـطُـوْا". ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْخَاتَمِ عَلَى ظَهْرِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَآمَنَ بِـهِ. وَكَـانَ لِـلْيَهُـوْدِ، فَاشْتَرَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِـكَـذَا وَكَذَا دِرْهَمًا وَعَلَى أَنْ يَـغْـرِسَ لَهُـمْ نَـخْلًا فَيَعْمَلَ سَلْمَانُ فِيْهِ حَتَّى تُطْعِـمَ. فَغَرَسَ رَسُوْلُ الـلّٰهِ ﷺ الـنَّـخِيْلَ إِلَّا نَـخْـلَةً وَاحِـدَةً غَـرَسَهَـا عُمَرُ رضي الله عنه، فَـحَمَلَتِ النَّخْلُ مِنْ عَامِهَا وَلَـمْ تَـحْـمِـلِ النَّخْلَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا شَأْنُ هٰذِهِ النَّخْلَةِ؟" فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنَا غَرَسْتُهَا. فَنَزَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَـغَرَسَهَا فَحَمَلَتْ مِنْ عَامِهَا.

''عبداللہ بن بریدۃ کہتے ہیں میں نے اپنے والد سیدنا بریدۃ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے، تو سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک دستر خوان لے کر آئے، جس میں کچھ تر و تازہ کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ کی خدمت میں اسے رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے سلمان! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ آپ ﷺ کے لیے اور آپ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے لیے صدقہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اٹھا لو، ہم صدقہ نہیں کھاتے۔'' (راوی کہتا ہے) انہوں نے وہ دستر خوان اٹھا دیا۔ پھر دوسرے دن اسی طرح وہ ایک دستر خوان لائے، اور آپ ﷺ کے آگے رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''سلمان یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: حضور ﷺ یہ آپ کے لیے ہدیہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اس کو بچھا دو۔ پھر سلمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر مہر دیکھ کر آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ سلمان رضی اللہ عنہ چونکہ یہود کے غلام تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اتنے اور اتنے درہموں کے بدلے خرید لیا، نیز اس عوض میں کہ سلمان ان یہود کو کچھ کھجوروں کے پودے لگا کر دیں پھر ان کے پھل آور ہونے اور کھائے جانے کے قابل ہونے تک اس میں کام بھی کریں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے بابرکت ہاتھ سے سارے پودے لگائے، صرف ایک پودا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگایا، تو باقی تمام پودے پہلے سال ہی پھلدار ہو گئے صرف ایک پودا ثمر آور نہیں ہوا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا وجہ ہے؟ یہ ایک پودا کیوں ثمر آور نہیں ہوا؟'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میں نے لگایا تھا۔ تو آپ ﷺ نے اسے اکھیڑ

کر دوبارہ لگا دیا تو وہ اسی سال پھلدار ہو گیا۔"

تخریج: ......مسند احمد بن حنبل (٥/ ٣٥٤)، صحیح ابن حبان (١٠/ ١٢٨)، المستدرك للحاكم (٣/ ٦٠٣، ٦٠٤)۔ اس روایت کی سند حسن ہے۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کے راوی سیدنا ابو عبداللہ، ابو سہل، ابو ساسان، ابو الحصیب بریدۃ بن الحصیب بن عبداللہ بن الحارث بن الاعرج بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ ہجرت کے سال مسلمان ہوئے، غزوۂ خیبر اور فتح مکہ میں شامل ہوئے، غزوہ خیبر میں عَلَم انہیں کے پاس تھا۔ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے مقرر کردہ امراء میں سے تھے۔

ان سے روایت کرنے والوں میں سلیمان، عبداللہ بن بریدۃ، ابو نضرۃ عبدی، عبداللہ بن مولا وغیرہم کے نام ملتے ہیں۔ یہ ٦٣ ہجری میں فوت ہوئے۔ بعض کہتے ہیں ٦٢ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان سے قریباً ڈیڑھ سو احادیث مروی ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

عبداللہ بن بریدۃ رحمۃ اللہ علیہ:

ابو سہل عبداللہ بن بریدۃ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار تابعین عظام میں ہوتا ہے، انہوں نے سیدنا انس بن مالک، سیدنا بریدۃ، سیدنا سمرہ بن جندب، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کسب فیض کیا۔

ان کے تلامذہ میں بشیر بن مہاجر، ابو بکر جبرئیل بن احمر وغیرہم کے نام ملتے ہیں۔

خود فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تیسرے سال پیدا ہوا۔ امام یحیٰ بن معین، ابو حاتم الرازی اور امام عجلی رحمہم اللہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

ان کا بھائی سلیمان بن بریدۃ "مرو" کا قاضی تھا اور ١٠٥ ہجری میں عہدۂ قضاء کے دوران ہی فوت ہو گیا، ان کے بعد عبداللہ بن بریدہ قاضی بن گئے اور دس سال تک یعنی ١١٥ ہجری تک اس منصب پر رہے، پھر وفات پا گئے۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:

ابو عبداللہ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی اور خادم تھے۔ انہوں نے بڑی لمبی عمر پائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ساٹھ سے زیادہ روایات بیان کیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں سیّدنا عبداللہ بن عباس، سیّدنا انس بن مالک اور سیّدنا ابو الطفیل رضی اللہ عنہم وغیرہم کے نام ملتے ہیں۔

آپ بڑے عقلمند بیدار مغز، عبادت گذار اور نہایت شریف النفس انسان تھے۔ فارس کے رہنے والے تھے، فارس اصفہان کے علاقے کو کہتے ہیں۔ آج کل یہ ایران کے نام سے معروف ملک ہے۔ آپ مجوسی (آتش پرست) تھے،

ابتداء ہی سے عبادت گذار، زاہد اور راہبانہ طبیعت رکھتے تھے۔ تلاشِ حق میں عمر کا اکثر حصہ صرف کیا۔ آتش پرستی سے تائب ہو کر عیسائیت قبول کی، ایران سے عراق، عراق کے شہر بغداد سے مختلف عیسائی عالموں، راہبوں اور پادریوں سے ہوتے ہوئے موصل پہنچے۔ موصل سے نصیبین نصیبین سے عموریا کے عیسائی پادری کے پاس پہنچے۔ یہ پادری دوسروں کی نسبت نہایت خداترس، نرم دل اور کتب سماویہ کا بہترین عالم تھا۔ جب وہ مرنے لگا تو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: اب میں کس کے پاس جاؤں؟ اس نے جواب دیا: عیسائی علماء ختم ہو چکے ہیں البتہ عرب میں دین ابراہیم کا داعی، نبی، آخر الزمان پیدا ہوگا جس کی علامت یہ ہے کہ وہ صدقہ نہیں کھائے گا، ہدیہ قبول کرے گا اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ چنانچہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ عموریہ سے نکل پڑے، اثنائے سفر میں چند عرب تاجروں سے پالا پڑا، وہ ان کو مکہ مکرمہ میں لے آئے اور اپنا غلام ظاہر کر کے مدینہ منورہ کے بنو قریظہ قبیلے کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس طرح وہ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مدینہ منورہ آیا تو وہ تمام نشانیاں پالی جو مجھے عموریہ کے عیسائی پادری نے مدینہ کی بتائی تھیں، اب میرے دل میں وہ تلاش حق والا جذبہ اُمڈ آیا کہ جس نبی آخر الزمان کی علامات اس پادری نے بتائی تھیں ان پر رہنمائی کرنے والا کوئی مل جائے۔ اسی تلاش میں پتہ چلا کہ ایک صاحب قباء میں تشریف لائے ہیں، جو مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے یہاں آئے ہیں اور اپنے آپ کو داعی حق اور اللہ کے نبی کہتے ہیں۔ میں نے ان کی علامتیں دیکھنے کے لیے کچھ کھجوریں جمع کیں اور ان کی خدمت میں لے گیا اس کے بعد والا واقعہ مذکور حدیث الباب میں ہے۔

ابو وائل کہتے ہیں ایک دن میں اور ایک ساتھی سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو وہ کہنے لگے: اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلف سے منع نہ کیا ہوتا تو میں آپ کے لیے تکلف کرتا، پھر روٹی اور نمک لا کر پیش کر دیا۔ تو میرا ساتھی کہنے لگا: کاش کہ ہمارے نمک میں پودینہ ہو جائے تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنا وضوء کا برتن رہن دے کر پودینہ منگوایا، جب کھانا کھا چکے تو میرے ساتھی نے یہ دعا پڑھی: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَنَّعَنَا بِمَا رَزَقَنَا .)) ''اس اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جس نے ہمیں جو کچھ دیا اس پر قناعت بھی بخشی۔'' تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اگر تم کو اللہ تعالیٰ نے قناعت بخشی ہوتی تو میرا وضوء کا برتن سبزی والے کے پاس گروی نہ پڑا ہوتا۔'' [1]

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نہایت عابد و زاہد اور دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے تھے۔ وفات کے وقت آپ کے ترکہ (سامان اور بستر) کی کل قیمت تیس یا چالیس درہم سے زائد نہ تھی۔

وفات کے وقت اپنی بیوی کو بلایا اور کہا: میرے کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں کھول دو، کیونکہ آج میرے کچھ مہمان میری ملاقات کو آئیں گے، کوئی پتہ نہیں کس دروازے سے اندر آئیں، کچھ خوشبو میرے بستر کے گرد چھڑک دو۔

---

[1] شعب الایمان للبیہقی (۹۲۷۲)۔ معجم کبیر طبرانی (۶۰۸۵)

وہ کہتی ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی جبکہ آپ سوئے ہوئے تھے۔ [1] امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی عمر ڈھائی سو سال، اور دوسری روایت میں ساڑھے تین سو سال لکھی ہے، اس سے کم وبیش کے اقوال بھی ہیں مگر کوئی قابل اعتماد ثبوت نہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایک سو بیس سال اور اَسّی سال کا تذکرہ ملتا ہے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَاسِعَةً .

فائدہ: ...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ قبول نہیں فرماتے تھے، ہدیہ قبول فرمالیتے۔ صدقہ اسے کہتے ہیں جو اعلیٰ ادنیٰ کو دیتا ہے، اور اس سے مقصود آخرت میں اچھا عوض اور اللہ تعالیٰ کے تقرب کا حصول ہے، لیکن ھدیہ میں اعلیٰ سے ادنیٰ اور تقرب الی اللہ کی قید نہیں ہوتی، بلکہ جس کو ہدیہ دیا جارہا ہے اس کی تکریم تعظیم مقصود ہوتی ہے، اور اس کا بدلہ اسی نے دینا ہوتا ہے جسے ہدیہ دیا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمالیتے اور اس کا بدل بھی دیتے تھے۔

مہر نبوت جیسے ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا ہو:

٢-٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، أَنَا بِشْرُ بْنُ الْوَضَّاحِ ، أَنَا أَبُوْ عَقِيْلٍ الدَّوْرَقِيُّ......

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ عَنْ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ يَعْنِيْ خَاتَمَ النُّبُوَّةِ ۔ فَقَالَ: كَانَ فِيْ ظَهْرِهِ بَضْعَةٌ نَاشِزَةٌ .

''ابونضرۃ عوفی فرماتے ہیں میں نے سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ کی پشت مبارک میں ایک ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔''

تخریج: ...... یہ روایت حسن ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے علاوہ اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔ (٣/٦٩)۔

راویٔ حدیث: ...... اس روایت کے راوی سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

((الامام المجاهد، مفتی المدينه، ابوسعيد، سعد بن مالك، بن سنان، بن ثعلبة، بن ابجر الخدری .))

بعض کہتے ہیں کہ ابجر کا نام خدرہ تھا، اور کچھ کہتے ہیں کہ ابجر کی والدہ کا نام خدرۃ تھا، ان کے والد مالک بن سنان جنگ احد میں شہید ہوئے، اور خود ابوسعید خدری غزوہ خندق اور بیعت الرضوان میں شریک ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا

---

[1] معجم كبير طبرانی (٥٩٩٢) ۔ طبقات ابن سعد (٤/٦٦) ۔ حلية الاولياء (١/٢٠٨)

عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے اور دیگر صحابہ کرام سے بھی روایت کی ہے۔ آپ کے شاگردوں میں سیّدنا عبداللہ بن عمر، سیّدنا جابر بن عبداللہ، سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے نابغۂ عصر لوگوں کے نام آتے ہیں، علاوہ ازیں عامر بن سعد، عمرو بن سلیم، ابوسلمہ بن عبدالرحمان، سعید بن المسیب، سعید بن جبیر، حسن بصری رحمہم اللہ علیہم اجمعین وغیرہم نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد کے وقت میری عمر تیرہ سال تھی، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا گیا تو میرے باپ نے کہا: یہ موٹا تازہ ہے، اسے جنگ پر جانے کی اجازت دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اچھی طرح دیکھ کر فرمایا: ''اسے واپس لے جاؤ'' تو مجھے واپس کر دیا گیا۔ ❶

حنظلہ بن ابی سفیان کہتے ہیں کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نوجوان صحابہ میں بہت بڑے عالم دین تھے۔

بقی بن مخلد نے اپنی مسند کبیر میں ان کی مکرر سمیت (۱۱۷۰) احادیث ذکر کی ہیں، جن میں سے صحیحین میں ۴۳۔ صحیح بخاری میں ۱۶، اور صحیح مسلم میں ۵۲ ہیں۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ۶۳ ہجری میں فوت ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ واقعۂ حرہ کے ایک سال بعد فوت ہوئے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الحمدللہ! میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے متعلق مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ پابند کروں'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فقراء المؤمنین کو خوشخبری دے دو کہ وہ قیامت کے دن اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں عیش کریں گے۔ ❷

☆ مفردات:

اَلظَّھر : **مَا یُقَابِلُ الْبُطْنَ** بطن (پیٹ) کے مقابل والے حصے کو ظہر کہتے ہیں، کاندھے سے سرینوں تک کا حصہ ظہر کہلاتا ہے، اس کی جمع اظہر، ظہور اور ظہران آتی ہے۔

بَضعَةٌ: **الْبِضْعَةُ وَالْبَضْعَةُ وَالْبُضْعَةُ** تینوں طرح پڑھا جاتا ہے، گوشت کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں، یا کسی بھی چیز کے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع بَضْعٌ، بِضَعٌ، بِضَاعٌ اور بَضَعَاتٌ آتی ہے۔

نَاشِزَةٌ: **نَشَزَ یَنْشُزُ فِیْ عَنْ مَکَانِهٖ اِذَا ارْتَفَعَ**: کسی چیز کا اپنی جگہ سے بلند ہونا، اس کی جمع نواشز ہے۔

مہر نبوت کے چاروں طرف تل تھے:

۲-۸: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ: أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ الْبَصْرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ......

❶ مستدرك حاكم (۳/۵٦۳).

❷ سنن ابی داوٗد، كتاب العلم، باب فی القصص، حديث: ۳٦٦٦۔ حلية الاولياء (۱/۱۸۰).

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِيْ نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَدُرْتُ هٰكَذَا مِنْ خَلْفِهِ فَعَرَفَ الَّذِيْ أُرِيْدُ، فَأَلْقَى الرِّدَاءَ عَنْ ظَهْرِهِ، فَرَأَيْتُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ عَلَى كَتِفَيْهِ مِثْلَ الْجَمْعِ، حَوْلَهَا خِيْلَانٌ كَأَنَّهَا ثَآلِيْلُ . فَرَجَعْتُ حَتَّى اسْتَقْبَلْتُهُ . فَقُلْتُ: غَفَرَاللّٰهُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ . فَقَالَ: "وَلَكَ". فَقَالَ الْقَوْمُ: اسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: نَعَمْ . وَلَكُمْ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ [محمد: ١٩].

’’سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ پیچھے چکر لگایا، تو آپ ﷺ نے میرے ارادے کو بھانپ لیا، اسی لیے آپ ﷺ نے اپنی کمر سے چادر ہٹادی تو میں نے مہر نبوت کی جگہ دیکھی، جو مٹھی کی مانند تھی، جس پر تلوں کے نشان اس طرح تھے جس طرح ابھرے ہوئے مسّے یا پستانوں کے سرے ہوتے ہیں۔ (یہ دیکھنے کے بعد) میں واپس آپ کے چہرے کی طرف آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’تجھے بھی معاف فرمائے۔‘‘ لوگوں نے کہا: تیرے لیے تو رسول اللہ ﷺ نے بخشش کی دعا کی ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں! تمھارے لیے بھی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (محمد: ١٩) ’’اے نبی! تو اپنے، اور ایماندار مردوں، اور عورتوں کے گناہوں کی بخشش طلب کر۔‘‘

تخریج: ......صحیح مسلم (کتاب الفضائل (٤ / ١١٢)، برقم (١٨٢٣، ١٨٢٤)۔ مسند (٥ / ٨٣، ٨٢)، طبقات (١ / ٤٢٦)، مسند حمیدی (٨٦٧)، عمل الیوم واللیلة للنسائی (برقم: ٢٩٥، ٤٢١، ٤٢٢) شرح السنة (٣٥٢٨/٧)

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن سرجس المزنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے بخشش کی دعا فرمائی تھی۔ آپ نے نبی اکرم ﷺ سے براہِ راست احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں عثمان بن حکیم، قتادہ بن دعامہ، عاصم الاحول کے نام ملتے ہیں۔ آپ عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت میں ٨٠ ہجری میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔

☆ **مفردات:**

الجمع: ہاتھ کی انگلیوں کو اکٹھی کر کے مکے کی شکل دی جائے تو اسے جمع کہا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ تشبیہ ہیئت یا بناوٹ کی ہے، ورنہ رنگ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ مہر نبوت آپ کے جسم اطہر کی طرح تھی۔ [1]

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوة، حدیث: ٢٣٤٤/١٠٩.

خیــلان: الخال، ان تلوں اور خالوں کو کہا جاتا ہے جو جسم پر نمایاں ہوں۔ آپ ﷺ کے یہ تل سبزی یا سیاہی مائل تھے اور ان پر گھنے بال بھی تھے۔ ثَالِیل: اس کی واحد ثُؤلُول ہے جس کا معنی ”حُلْمَةُ الثَّدْيِ“ (پستان کا سرا) ہے۔ یہ لفظ چھوٹے چھوٹے چنوں کے دانوں یا پھوڑوں اور مسّوں کی طرح گول گول سے تل کے معنی میں مستعمل ہے۔

مہر نبوت کے بارے میں ایک تنبیہ:

یہاں دوسرا باب مکمل ہو رہا ہے، جو مہر نبوت کے بارے میں تھا۔ باب کی تمام روایات سے واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے کندھے مبارک کے قریب مہر نبوت تھی جو آپ ﷺ کے نبی ہونے کی علامت ہے۔ مہر نبوت ایک ایسی نشانی ہے جو ما قبل انبیاء علیہم السلام میں سے کسی میں بھی نہ تھی، گویا یہ رسول اللہ ﷺ کا وصف خاص تھا۔ لیکن بعض مقلدین نے یہ وصف اپنے امام میں بھی ثابت کرنے کی جسارت کی ہے، چنانچہ مولانا ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ خصائل محمدی، صفحہ ۵۹ میں لکھتے ہیں:

> ”رسول اللہ ﷺ کے شانۂ مبارک کے قریب مہر نبوت تھی، جو آپ کے نبی (علیہ السلام) ہونے کی علامت ہے، مہر نبوت ایک ایسی نشانی ہے جو ما قبل انبیاء علیہم السلام میں سے کسی میں بھی نہ تھی، گویا یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ مبارک تھا، لیکن بعض متعصب احناف نے یہ وصف امام ابوحنیفہ میں بھی ثابت کرنے کی ناحق جسارت اور جرات کی ہے کہ امام صاحب نے خواب میں دیکھا کہ میں قبر نبوی کھود کر نبی اکرم ﷺ کی ہڈیوں کو اپنے سینے سے لگا رہا ہوں۔ اس خواب سے امام صاحب بڑے خائف ہوئے، اور بصریٰ میں پہنچ کر محمد بن سیرین سے اپنا یہ خواب بیان کیا۔ (امام محمد بن سیرین اس وقت بہت بڑے معبر تھے)، انہوں نے فرمایا: یہ خواب تو وہی شخص دیکھ سکتا ہے جس کا نام ابوحنیفہ ہے۔ امام صاحب فرمانے لگے: ابوحنیفہ میں ہی ہوں۔ امام محمد بن سیرین نے امام صاحب کی پشت دیکھی جس میں مسہ (مہر نبوت کا طرح) تھا، انہوں نے فرمایا: ہاں تم ہی ابوحنیفہ ہو، جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سنت کو زندہ کرے گا۔“ (جامع المسانید، جلد:۱، صفحہ:۱۸)

مولانا گوندلوی مزید لکھتے ہیں کہ:

> ”کس قدر جسارت ہے کہ جو وصف رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص تھا جس میں کوئی دوسرا نبی بھی شریک نہیں، اسے امام ابوحنیفہ میں ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔ دراصل یہ تقلید کی کارفرمائی ہے کہ مقلدین حضرات غلو سے کام لیتے ہوئے بسا اوقات شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے ائمہ کو منصب نبوت کے مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔ جب تقلید ہی بذات خود باطل ہے تو اس سے اچھے نتائج کیسے حاصل ہو سکتے ہیں۔“

تیسرا باب:

رسول اللہ ﷺ کے مبارک بالوں کا بیان

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

شَعْرٌ: بال۔ اس سے مراد سر کے بال ہیں۔ سر کے بال مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے زینت ہیں اور گنجا ہونا عیب ہے ہاں کسی خاص وقت بالوں کو کٹوانا یا مونڈھ دینا عیب نہیں سمجھا جاتا بلکہ اچھی صفت قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ اعمالِ حج میں مردوں کے لیے ہیں کہ حج بیت اللہ کرنے والے دس ذوالحجہ کو قربانی کے بعد اپنے سر کے بال کٹوالیں تو ٹھیک ہے اور اگر مونڈھوالیں تو زیادہ بہتر اور انسب ہے۔

اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ احادیث درج کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب اپنے بال کٹواتے تو وہ آپ ﷺ کے کانوں کے نصف تک پہنچ جاتے جو کہ وفرہ کہلاتے ہیں پھر جب کچھ دن انہیں چھوڑتے تو وہ بڑھ کر کندھوں کے قریب ہو جاتے جو کہ لِمَّہ کہلاتے ہیں، پھر اس کے بعد بڑھ کر جب وہ کندھوں تک پہنچ جاتے تو جُمّہ کہلاتے، لیکن اس سے زیادہ آپ ﷺ انہیں بڑھنے نہ دیتے تھے۔ آپ ﷺ کے بال مبارک اسی طرح بڑھتے اور کم ہوتے تھے۔

ان احادیث کو بیان کرنے کی غرض و غایت یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے امتی بھی اس سے زیادہ لمبے بال نہ رکھیں۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۳-۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حُمَيْدٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ؛ قَالَ: كَانَ شَعَرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى نِصْفِ أُذُنَيْهِ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بال آپ کے کانوں کے نصف تک تھے۔''

تخریج:...... صحیح مسلم کتاب الفضائل (۹۶/۴، حدیث نمبر: ۱۸۱۹) سنن نسائی، کتاب الزینۃ (۵۲۴۹/۸)، سنن ابی داؤد، کتاب الترجل (۴۱۸۶/۴)، مسند احمد بن حنبل (۱۱۳/۳)، شرح السنہ للبغوی (۳۵۳۲/۷)۔

تشریح:

احادیث میں نبی اکرم ﷺ کے بالوں بارے مختلف الفاظ مروی ہیں۔ حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ

کے بال کانوں کے نصف تک تھے۔ صحیح مسلم شریف میں الفاظ أَنْصَافِ أُذُن "❶ کے ہیں، جن کے معنی بھی یہی ہیں کہ کانوں کے نصف تک بال تھے۔ ایک روایت میں ((عَظِيمُ الْجُمَّةِ إِلَىٰ شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ)) ❷ کے الفاظ ہیں کہ آپ کے بال عظیم الجمہ اور کانوں کی لوتک تھے۔ ایک روایت میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِيْ لِمَّةٍ أَحْسَنَ مِنْهُ .)) ❸ "کہ میں نے کوئی لمبے بالوں والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔" ایک روایت میں ہے کہ ہے کہ: ((كَانَ يَضْرِبُ شَعْرُهُ مَنْكِبَيْهِ .)) ❹ "یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کندھوں تک آتے تھے۔" ایک راویت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ((بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ)) ❺ "یعنی کانوں اور کندھے کے درمیان تھے۔"

اہل لغت نے سر کے بالوں کی تین قسمیں بیان کیں ہیں:

لِمَّة: وہ بال ہوتے ہیں جو کندھوں کے قریب آئے ہوئے ہوں۔

جُمَّة: وہ بال کو کندھوں تک پہنچے ہوئے ہوں

وَفْرَة: وہ بال جو کانوں کی لوتک پہنچ چکے ہوں، اہل لغت میں سے بعض نے وفرۃ کو لمہ اور لمّہ کو جُمّہ کے ذیل میں اور بعض دوسرے علماء نے اس سے برعکس ذکر کیا ہے۔

بقول قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ ان روایات میں توفیق وتطبیق یوں ہوگی کہ یہ تمام صورتیں ایک دوسری کے قریب ہیں، ان میں بالکل معمولی فرق ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو کٹواتے، تو کانوں کے نصف تک پہنچ جاتے جو کہ وفرہ کہلاتے ہیں، پھر جب کچھ دن انہیں چھوڑتے تو وہ بڑھ کر کندھوں کے قریب ہوجاتے جو کہ لِمّہ کہلاتے ہیں، پھر اس کے بعد بڑھ کر جب وہ کندھوں تک پہنچتے تو جُمّہ کہلاتے۔ لیکن اس سے زیادہ آپ انہیں بڑھنے نہ دیتے۔ آپ کے بال اسی طرح بڑھتے اور کم ہوتے تھے، اور یہ روایات مختلف اوقات کے پیش نظر مختلف ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لِمّہ بال مبارک:

٣-٢: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، أَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ،

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب صفة شعر النبى صلى الله عليه وسلم، حديث: ٢٣٣٨/٩٦.

❷ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فى صفة النبى صلى الله عليه وسلم......، حديث: ٢٣٣٧/٩١.

❸ صحيح مسلم، حديث: ٢٣٣٧/٩٢ عن البراء رضى الله عنه.

❹ صحيح بخارى، كتاب اللباس، باب الجعد، حديث: ٥٩٠٣ـ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب صفة شعر النبى صلى الله عليه وسلم، حديث: ٢٣٣٨/٩٥.

❺ صحيح بخارى، كتاب اللباس، باب الجعد، حديث: ٥٩٠٥ـ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب صفة شعر النبى صلى الله عليه وسلم، حديث: ٢٣٣٨/٩٤.

عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ.

''اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے اکٹھے غسل کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک جمہ سے کچھ اوپر اور وفرہ سے کم تھے۔''

تخریج: یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، کتاب اللباس (٤ / ١٧٥٥) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ حسن صحیح غریب ہے۔ سنن ابی ماجه، کتاب الطهارة (١ / ٦٠٤)، سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة (١ / ٧٧)، مسند احمد بن حنبل (٦ / ١١٨)۔

راوی حدیث:......اس حدیث کی راویہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ذیل میں ان کے تذکار درج ہیں:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ أَعْلَمُ وَأَفْقَهُ نِسَاءِ الْأُمَّةِ عَلَى الْإِطْلَاق ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام ام رومان تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مکہ کی طرف ہجرت سے ایک سال اور کچھ عرصہ پہلے نکاح کیا تھا۔ جنگ بدر کے بعد ۲ ہجری شوال کے مہینے میں بعمر نو سال آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر آباد کیا۔

آپ نے قرآن وحدیث اور فقہ کا علم نبوت کے مبارک سرچشموں سے حاصل کیا، اس کے علاوہ اپنے باپ سیدنا ابوبکر صدیق سے اور سیّدنا عمر، سیّدہ فاطمۃ الزہراء، سیّدنا سعد، سیّدنا حمزہ بن عمرو اسلمی اور سیّدنا جدامہ بن وہب رضی اللہ عنہم اجمعین سے حاصل کیا۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں سیدنا ابوہریرہ، سیدنا ابوموسیٰ، سیّدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہم اور عروہ بن زبیر، ابراہیم بن یزید نخعی، ابراہیم بن یزید تیمی اور اسحاق بن طلحہ وغیرہم کے نام ملتے ہیں۔

مرویات: آپ سے مرویات کی تعداد ۲۲۱۰ بیان کی جاتی ہے جن میں سے بخاری ومسلم میں ۱۷۴، صرف بخاری میں ۵۴ اور صرف مسلم میں ۶۹ ہیں۔

پیدائش: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کی گود میں جنم لیا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء سے آٹھ سال چھوٹی ہیں، فرماتی ہیں کہ جب میں سمجھدار ہوئی تو اپنے والدین کو دین اسلام پر ہی پایا۔ [1]

نہ صرف امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) میں، بلکہ پوری نوع انسانیت میں آپ جیسی عالمہ فاضلہ کوئی عورت پیدا نہیں ہوئی۔ بعض علماء تو ان کو ان کے والد محترم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بھی فضیلت دیتے ہیں مگر یہ بات غلط ہے۔ اس سے زیادہ فخر اور عظمت والی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ دنیا میں بھی سید ولد آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب المسجد یکون فی الطریق، حدیث: ٤٧٦

اور آخرت میں بھی آپ کو یہ عظیم شرف حاصل ہوگا۔ اور یہ عزت و مقام حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے تم خواب میں تین راتیں دکھائی گئی ہو، فرشتہ تجھے بہترین ریشم کے ٹکڑے میں لپیٹ کر میرے پاس لایا، اور کہنے لگا: یہ تمہاری بیوی ہے۔ میں نے ریشم کے ٹکڑے کو ہٹا کر دیکھا تو وہ تم تھیں، تو میں نے کہا: ''اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو نافذ کر دے گا۔'' [1]

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے نو باتوں میں فضیلت دی گئی ہے جو کسی اور کو نہیں ملی:

(۱) جبرئیل علیہ السلام میری صورت اپنی ہتھیلی میں اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کے پاس لائے، اور مجھ سے شادی کا کہا۔

(۲) میرے علاوہ نبی اکرم ﷺ نے کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔

(۳) آپ ﷺ جب فوت ہوئے تو آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔

(۴) آپ ﷺ میرے ہی غریب خانہ میں مدفون ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے میرے گھر کو گھیر رکھا ہے۔

(۶) جب آپ ﷺ میرے ساتھ ایک لحاف میں ہوتے، اس وقت بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی۔

(۷) میں آپ ﷺ کے خلیفہ اور صدیق کی بیٹی ہوں۔

(۸) میری معذرت اور برأت کے لیے آسمان سے آیات نازل ہوئیں۔

(۹) مجھ سے بخشش اور رزق کریم عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ [2]

ایک دوسری روایت میں مزید یہ خصوصیات مذکور ہیں:

(۱) میں تمام عورتوں سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب تھی اور میرے والد محترم تمام مردوں سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب تھے۔

(۲) نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے چھ برس کی عمر میں شادی کی اور نو برس کی عمر میں مجھے اپنے گھر میں آباد کیا۔

(۳) آخری بیماری میں آپ ﷺ نے میرے گھر میں رہنے کے لیے تمام ازواجِ مطہرات سے اجازت طلب کی۔

(۴) سب سے آخری چیز جو آپ ﷺ کے وجودِ اطہر میں گئی وہ میرا لعاب دہن تھا، جو مسواک نرم کر کے دینے سے اس کے ساتھ لگا تھا۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشة......، حدیث: ۳۸۹۵۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضائل عائشة ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۳۸.

[2] مستدرك حاكم (۱۰/٤)۔ طبقات ابن سعد (٦٣/٨)۔ باختلاف سير اعلام النبلاء (١٤٦/٢).

(۵) میں نے جبرئیل امین کو بھی دیکھا جبکہ آپ ﷺ کی کسی اور بیوی نے اسے نہیں دیکھا۔ ❶

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا۔'' میں نے پوچھا: مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا: ''اس کا باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔'' ❷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں تو آپ ﷺ نے مجھ سے شادی کر لی، اس وقت میری عمر چھ سال تھی اور نو سال کی عمر میں مجھے آپ کے گھر لایا گیا۔ اس وقت میں جھولے میں کھیلتی تھی، اور میرے کندھوں تک جمّہ بال تھے۔ مجھے بنا سنوار کر آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ ❸

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب خدیجۃ الکبریٰ فوت ہوئیں تو خولہ بنت حکیم نبی اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: یارسول اللہ! آپ کا شادی کے متعلق کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کس سے؟ وہ کہنے لگیں: کسی کنواری سے کرنی چاہو تو اس سے کر لو، اگر بیوہ سے چاہو تو اس سے بھی کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کونسی کنواری اور کونسی بیوہ؟'' انہوں نے کہا: کنواری تو حضرت ابوبکر صدیق، جو آپ کے محبوب ترین شخص ہیں، ان کی بیٹی ہے، اور بیوہ سودہ بنت زمعہ ہے جو آپ پر ایمان بھی لے آئی ہے، اور آپ کی تابعدار اور فرمانبردار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان دونوں سے میرا ذکر کرنا۔'' وہ کہتی ہیں کہ میں ام رومان کے پاس گئی اور اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمھارے گھر میں کیسی عظیم خیر و برکت بھیج دی ہے۔ وہ کہنے لگیں: وہ کیسے؟ خولہ نے کہا: نبی اکرم ﷺ عائشہ کا ذکر کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگیں: ٹھہرو! ابوبکر آنے ہی والے ہیں ان سے بات کرنا۔ جب وہ آئے تو میں نے ان سے بات کی، تو وہ کہنے لگے: انھوں نے تو مجھے اپنا بھائی بنا رکھا ہے تو کیا یہ ان کے لیے شرعاً درست ہے؟ آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں اور اس طرح ہونا درست ہے۔'' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو عائشہ کا مکمل اختیار دے دیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں گڑیوں سے کھیل رہی ہوتی، جب آپ ﷺ آتے تو ساتھ کھیلنے والی لڑکیاں اِدھر اُدھر چھپ جاتیں تو آپ ﷺ انہیں میرے پاس کھیلنے کے لیے بھیج دیتے۔ ❹

---

❶ حواله سابق.

❷ صحيح بخاری، كتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ "لو كنت متخذا خليلا"، حديث: ٣٦٦٢ـ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بكر الصديق رضی اللہ عنہ، حديث: ٢٣٨٤.

❸ صحيح بخاری، كتاب مناقب الانصار، باب تزويج النبی ﷺ عائشه، حديث: ٣٨٩٦، ٣٨٩٤ـ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب جواز تزويج الاب البكر الصغيرة، حديث: ١٤٢٢. باختلاف

❹ مسند احمد (٦/ ٢١٠ـ ٢١١)ـ مستدرك حاكم (٣/ ١٦٧).

نبی اکرم ﷺ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت اور پیار سے پیش آتے۔ ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم خوش ہوتی ہو تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ تم خوش ہو، اور جب تم ناراض ہوتی ہو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ تم ناراض ہو۔'' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں: آپ کو کیسے معلوم ہوتا ہے؟ فرمایا: جب تم خوشی ہوتی ہو تو کہتی ہو: ((لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ)) ''یعنی محمد ﷺ کے رب کی قسم!'' اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: ((لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيْمَ)) ''قسم ہے ابراہیم علیہ السلام کے رب کی!'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں: ہاں یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم میں صرف آپ کا نام ہی نہیں لیتی ورنہ آپ کی ذات تو اس وقت بھی میرے دل میں ہوتی ہے۔ ❶

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہایت بلند پایہ عالمہ فاضلہ تھیں۔ اکابر صحابہ کرام بھی آپ سے مسائل دریافت کرتے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں جب کسی حدیث میں اشکال پیش آتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس کا حل اور علم ہمیں مل جاتا۔ ❷

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ جمل میں شمولیت اور بصرہ کی طرف جانے پر کلی طور پر ندامت کا اظہار کرتی رہیں۔ جنگ جمل میں تو قاتلینِ عثمان کے متعلق سیّدنا علی اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں نے ایک دوسرے کا موقف سمجھ کر صلح کر لی، مگر ان قاتلین نے ہی دونوں گروہوں پر حملہ کر کے مغالطے میں ڈال کر آپس میں لڑا دیا۔ آپ اس پر ہمیشہ نادم رہیں۔

امام زہری کا بیان ہے کہ اگر تمام لوگوں کا علم اور امہات المومنین کا علم بھی اکٹھا کیا جائے، تو پھر بھی سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ اور وسیع ہوگا۔ ❸

عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا، تو میں نے قرآن کی آیات، سنت رسول، فریضۂ عادلہ، شعر وانساب، قضاء وطب میں ان سے بڑا عالم کوئی بھی نہیں دیکھا۔ ❹

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے تحاشا خرچ کیا کرتیں۔ ایک دفعہ آپ نے اپنا ایک گھر لاکھ درہم کا بیچ کر ساری رقم فی سبیل اللہ تقسیم کر دی، تو ابن الزبیر نے کہا: کیا انہوں نے پورا ایک لاکھ درہم تقسیم کر دیا؟ خدا کی قسم! ان کی جائیداد وغیرہ پر پابندی لگانی پڑے گی۔ جب اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سنی تو فرمایا: ابن الزبیر مجھ پر پابندی لگائے گا؟ خدا کی قسم! میں پوری زندگی اس سے کلام نہیں کروں گی۔ تو وہ مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود کو بطور سفارشی ساتھ لے گئے، وہ اذنِ باریابی کے بعد اندر گئے تو بہت اصرار کے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان

❶ صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب غيرة النساء و وجدهن، حديث: ٥٣٢٨ ـ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة باب في فضائل عائشة ام المؤمنين رضي الله عنها، حديث: ٢٤٣٩.

❷ سنن ترمذي، كتاب المناقب، باب من فضل عائشة رضي الله عنها، حديث: ٣٨٨٣ وقال حسن صحيح غريب.

❸ مستدرك حاكم (١١/٤)ـ مجمع الزوائد (٢٤٣/٩).

❹ مستدرك حاكم (١١/٤)ـ سير اعلام النبلاء (١٨٢/٢).

سے کلام کرنے پر رضا مندی کا اظہار کیا، پھر یمن سے چالیس غلام منگوا کر آزاد کیے۔ بعض روایات میں ہے کہ سو غلام آزاد کیے۔ ❶

احنف کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ خلفاء کے خطبات سنے ہیں، مگر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے جو عزو شان والا اور بہترین کلام سنا، ایسا کسی بھی مخلوق کے منہ سے نہیں سنا۔ ❷

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بروز منگل ۱۷/ رمضان سنہ ۵۷ ہجری بعد الوتر مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں، اس وقت مروان حاکم مدینہ تھا۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، آپ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا تھا کہ میری تدفین رات کو عمل میں لائی جائے چنانچہ راتوں رات ہی انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔ رضی اللہ عنہا

تشریح:

حدیث الباب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں کا تذکرہ ہے کہ آپ کے بال مبارک جمّہ سے اوپر اور وفرہ سے کم تھے۔ جمہور اہل لغت کے مطابق وفرہ وہ بال ہوتے ہیں جو کانوں کی لو تک ہوں، لمّہ وہ بال جو کندھوں کے قریب پہنچ چکے ہوں، اور وفرہ سے کچھ لمبے ہوں، جُمّہ وہ بال جو کندھوں تک پڑتے ہوں، یعنی لمّہ سے کچھ لمبے ہوں اور اس حدیث کے الفاظ سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ میں اس طرح ہیں کہ: ((كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوْقَ الْوَفْرَةِ وَدُوْنَ الْجُمَّةِ .)) ❸ یعنی ترمذی کی روایت کے برعکس ہیں۔ چنانچہ ترمذی کی روایات کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک جمہ سے کچھ اونچے تھے اور وفرہ سے کچھ نیچے تھے۔ تو اس صورت میں دونوں روایات کے معنی درست ہو جائیں گے، کیونکہ سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کی روایات کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک وفرہ سے کچھ لمبے اور جمہ سے کچھ چھوٹے تھے۔

حدیث کا یہ حصہ امام مسلم اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

۳-۲ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، أَنَا أَبُوْ قَطَنٍ ، نَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاق......

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَرْبُوْعًا ، بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ وَكَانَتْ جُمَّتُهُ تَضْرِبُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .

”سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجود و خلقت کے اعتبار سے میانے قد والے تھے، آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان کچھ دوری تھی، اور آپ کے مبارک جمّہ بال کانوں کی لو پر پڑتے تھے۔“

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، حدیث: ۳۵۰۵.

❷ مستدرك حاكم (۴/ ۱۱)۔ سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۹۱).

❸ سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب ما جاء في الشعر، حدیث: ۴۱۸۷۔ سنن ترمذی (۱۷۵۵)۔ سنن ابن ماجه (۳۶۳۵).

تخریج: صحیح بخاری، کتاب المناقب (۳۵۵۱)، کتاب اللباس (۵۸۴۸)، صحیح مسلم، کتاب الفضائل (۱۸۱۸)، سنن النسائی، کتاب الزینة (۵۲۴۷)۔

☆مفردات:

مَـرْبُوْعًا: اس حدیث میں لفظ مربوع ہے، ایک دوسری روایت میں رَبْعَةً کے الفاظ مروی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بہت زیادہ لمبے نہ تھے کہ قد وقامت میں اضطراب آ جائے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ ((وَهُوَ إِلَى الطُّوْلِ أَقْرَبُ .)) [1] ''یعنی زیادہ لمبے تو نہیں تھے مگر لمبائی کے زیادہ قریب تھے۔''

بَعِيْدٌ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ: یہ الفاظ پہلے بھی گذر چکے ہیں، ان کے معنی یہ ہیں کہ پیٹھ کا اوپر والا حصہ چوڑا تھا جس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک کھلا اور وسیع تھا۔

شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ: کانوں کی لو۔ مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں کی لو تک پہنچ جاتے تھے۔ صحیح بخاری میں بجائے '' جُمَّتُه '' کے '' لَهُ شَعْرٌ '' کے الفاظ ہیں، اور اسماعیل کی روایت میں صحیح بخاری میں '' تَكَادُ جُمَّتُهُ تَصِيْبُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ '' [2] کے الفاظ ہیں، یعنی آپ کے مبارک جمہ بال قریب تھے کہ کانوں کی لو تک پہنچ جائیں۔

بال مبارک نہ بہت زیادہ گھنگھریالے تھے نہ بالکل سیدھے:

۳-۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ، قَالَ: ثَنِي أَبِيْ...... عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَيْفَ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ وَلَا بِالسَّبِطِ، كَانَ يَبْلُغُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .

''سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ تو بہت زیادہ گنگھریالے تھے، اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک آپ کے کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔''

تخریج: صحیح بخاری، کتاب اللباس (۵۹۰۵)، صحیح مسلم، کتاب الفضائل (۱۸۱۹)، سنن نسائی، کتاب الذینة (۵۰۲۸)، مسنداحمد بن حنبل (۳ / ۱۳۵، ۳۰۳)۔

راویٔ حدیث: ......سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والے امام قتادۃ بن دعامۃ بن قتادۃ، ابوالخطاب السدوسی الاعمی، حافظ حدیث اور قدوۃ المفسرین والمحدثین تھے، ان کے اساتذہ میں سیّدنا انس بن مالک، سیدنا عبداللہ ابن سرجس رضی اللہ عنہم ابوالطفیل کنانی، سعید بن مسیّب، حسن بصری، عامر شعبی رحمہم اللہ وغیرہم کے نام ملتے ہیں۔ ان کے تلامذہ

---

[1] دلائل النبوة للبیهقی (۱/۲۳۵)۔ مسند البزار (الکشف: ۲۳۸۷)۔

[2] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث: ۳۵۵۱۔

میں ایوب سختیانی، ابن ابی عروبہ، معمر بن راشد، جریر بن حازم رحمہم اللہ وغیرہم کے نام ملتے ہیں۔

یہ جب سماع کی تصریح کریں تو بالا جماع حجت ہیں کیونکہ یہ مشہور مدلس ہیں۔قدریہ میں سے ہونے کے باوجود سچائی، عدالت اور حفظ میں بالکل کوتاہی نہ کرتے تھے۔ایسے صلاح، ورع اور تقوی والے آدمی کو اللہ تعالیٰ سے معافی کی قطعی امید ہے۔

امام احمد بن حنبل، ابونعیم اور خلیفہ نے لکھا ہے کہ آپ ۱۱۷ ہجری میں فوت ہوئے، جبکہ ابن علیہ کہتے ہیں کہ ۱۱۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی چار لٹیں تھیں:

۳-٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ، أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ......

عَنْ أُمِّ هَانِىءٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَكَّةَ قَدْمَةً وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ.

''سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مکہ معظّمہ میں تشریف لائے تو آپ کے مبارک بالوں کے چار گیسو تھے۔''

تخریج: ......حدیث صحیح ہے۔سنن ابی داؤد، کتاب الترجل (٤١٩١)، سنن ابن ماجه، کتاب اللباس (٣٦٣١)، سنن ترمذی، کتاب اللباس (١٧٨١)، مسند احمد بن حنبل، (٦ / ٣٤١، ٤٢٥)، طبقاتِ ابن سعد (١ / ٤٢٩)، مصنف ابن ابی شيبه (٥ / ١٨٧)، حدیث نمبر: ٢٥٠٦٦، دلائل النبوة از امام بیهقی (١ / ٩٧)، المعجم الکبیر از امام طبرانی (٢٤ / ٤٢٩)۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کی راویہ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا ہیں۔ذیل میں ان کے تذکار درج ہیں:

سیدہ ام ہانی بنت ابی طالب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الھاشمیۃ رضی اللہ عنہا۔آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سگی بہن ہیں۔ ان کا نام فاختہ یا عاتکہ یا ھند ہے۔

فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر آٹھ رکعت نماز ادا کی، [1] یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں۔ان کا خاوند ھبیرہ بن عمرو بن عائذ مخزومی، اس دن نجران کی طرف بھاگ گیا۔اس سے ان کے چار بچے تھے: عمرو، جعدہ، ہانی اور یوسف۔

سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا ۵۰ ہجری تک بقید حیات رہیں، ان کے خاوند کا مسلمان ہونا ثابت نہیں۔سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی الثوب الواحد، حدیث: ٣٥٧۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض باب تستر المغتسل بثوب، حدیث: ٧١/٣٣٦۔

کے بیٹے جعدہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خراسان کا والی بنایا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ جب یہ مسلمان ہو کر اپنے خاوند سے علیحدہ ہوئیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا تھا جس پر انہوں نے عرض کیا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، میں ان کی تربیت کی طرف متوجہ ہو جاؤں گی تو آپ کے حقوق میں کوتاہی ہو جائے گی، نیز یہ بچے آپ کے لیے ازار کا باعث بنیں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ [1]

سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا سے (۴۶) روایات مروی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کا بیٹا جعدہ، ان کا غلام باذام، کریب مولیٰ ابن عباس، عبدالرحمٰن بن ابی لیلی اور مجاہد وغیرہ رحمہم اللہ ہیں۔

آپ سنہ ۵۰ ہجری میں فوت ہوئیں۔

تشریح:

حدیث الباب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مکہ کے موقع پر تشریف آوری مراد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مکہ معظّمہ میں چار دفعہ تشریف لائے۔

(۱) صلح حدیبیہ کے دوسرے سال عمرۃ القضاء کے وقت۔

(۲) فتح مکہ کے دن۔

(۳) جعرانہ سے مکہ معظّمہ آمد۔

(۴) حجۃ الوداع کے لیے تشریف آوری۔

ولہ اربع غدائر: الغدیرۃ واحد ہے، جس کی جمع غدائر آتی ہے، یہ بالوں کے اس گچھے کو کہتے ہیں جس میں بال گندھے ہوئے تو ہوں مگر مڑے ہوئے نہ ہوں، اگر بال مڑے ہوئے ہوں تو ان کو عقیصہ کہتے ہیں۔

۳-۶: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ ، ثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ ثَابِتٍ......

عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ شَعْرَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَانَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ .

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کے نصف حصوں تک تھے۔''

تخریج: ......صحیح بخاری، کتاب المناقب (۳۵۵۸)، صحیح مسلم، کتاب الفضائل (۱۸۱۷، ۱۸۱۸)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً مانگ نہیں نکالتے تھے:

۳-۷: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ ، ثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ ، عَنِ

[1] مستدرک حاکم (۴/۵۳)۔ الاصابۃ (۴/۵۰۳)۔

الزُّهْرِيِّ ، أَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَسْدِلُ شَعْرَهُ ، وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرِقُوْنَ رُؤُسَهُمْ ، وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُوْنَ رُؤُسَهُمْ ، وَكَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَأْسَهُ .

'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ اپنے بالوں کو لٹکایا کرتے تھے، اور مشرکین اپنے بالوں میں مانگ نکالتے تھے، جبکہ اہل کتاب اپنے سر کے بالوں کو لٹکاتے، اس لیے کہ جس کام میں آپ کو کوئی حکم نہ دیا جاتا اس میں آپ ﷺ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے، پھر نبی اکرم ﷺ نے بھی سر میں مانگ نکالنی شروع کردی۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب المناقب (۳۵۵۸)، صحیح مسلم، کتاب الفضائل (۱۸۱۷، ۱۸۱۸)۔

☆مفردات اور تشریح:

یَسْدُلُ: باب نصر اور ضرب سے آتا ہے، اس کے معنی بال یا کپڑ الٹکانے کے ہیں۔ سدل الشعر اس نے بالوں کو لٹکایا، یا کھلا چھوڑ دیا۔ سَدَلَ شَعْرَہٗ وَثِیَابَہٗ اس نے اپنے بالوں اور کپڑوں کو کھلا چھوڑ دیا اور ان کے کنارے نہ جوڑے۔ یہاں سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ پیشانی پر کھلے بالوں کا گچھا چوٹی کے طور پر چھوڑ دیتے تھے۔

یَفْرِقُوْنَ: یہ باب نصر اور ضرب سے بمعنی جدا کرنا آتا ہے، اگر اس کا صلہ البحر ہو تو پھاڑنے کے معنی میں ہے، اور اگر اس کا صلہ الشعر ہو تو مانگ نکالنے کے معنی میں ہے، یعنی بعض کو بعض سے الگ کرنا۔

امام نووی کہتے ہیں کہ علماء کا کہنا ہے کہ بالوں کی مانگ نکالنا سنت ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے سدل کو چھوڑ کر اس کی طرف رجوع کیا، تو یہ رجوع وحی سے ہی ہوا ہوگا کیونکہ آپ کو جس چیز کے متعلق کوئی حکم نہ ہوا ہوتا، وہاں آپ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل کتاب کی موافقت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس معاملے میں موافقت کرتے جس میں آپ پر کچھ بھی نازل نہ ہوا ہوتا، اور یہ شروع اسلام میں تھا، تاکہ آپ ﷺ انہیں اسلام سے مالوف کریں۔ نیز اس لیے کہ وہ بتوں کی عبادت کی مخالفت کرتے تھے۔

بعض اہل اصول نے اس سے یہ دلیل لی ہے کہ جس امر کے متعلق ہمارے لیے کوئی حکم نازل نہیں ہوا، اس میں ہمارے لیے سابقہ شریعت حجت اور دلیل ہے۔ جبکہ بعض دوسرے اہل اصول نے کہا ہے کہ یہاں سے اس کے برعکس یہ ثبوت ملتا ہے کہ سابقہ شریعت ہمارے لیے مشروع نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں لفظ '' یُحِبُّ '' کا استعمال ہوا ہے، جس کا

مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ اس میں مختار تھے، اگر وہ ہمارے لیے بھی مشروع ہوتا تو اس کی اتباع حتمی ہوتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

٣-٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ الْمَكِّيِّ ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ......

عَنْ أُمِّ هَانِيءٍ ، قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَا ضَفَائِرِ أَرْبَعٍ .

''سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کے بال چار گیسوؤں میں بٹے ہوئے تھے۔''

تخریج: ......حدیث صحیح ہے۔ جامع ترمذی، کتاب اللباس: ٢١٦، مسند احمد حنبل: ٦ / ٤٢٥۔

☆ **مفردات:**

ضَفَائِر: جمع ہے، اس کی واحد ضَفِيْرَةٌ ہے، جو گندھے ہوئے بالوں کی چوٹی کے معنی میں مستعمل ہے۔ ضَفَرَ (ضَرَبَ) اَلْحَبْلَ: رسی بٹنا۔ ضَفَرَ الشَّعْرَ: بال گوندھنا۔ ضَفَرَ الْبِنَاء: بغیر چونے گارے کے عمارت بنانا۔

☆............☆............☆

چوتھا باب:

رسول اللہ ﷺ کے کنگھی کرنے کا بیان

(اس باب میں پانچ احادیث ہیں)

اس باب میں محبوب رب العالمین، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا مانگ نکالنا، کنگھی کرنا، تیل لگانا، سر اقدس کے مبارک بالوں کو پاک وصاف اور آراستہ کرنا وغیرہ کیفیات کا ذکر خیر کیا گیا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیض کی حالت میں آپ ﷺ کو کنگھی کرتی تھیں:

٤-١: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ.

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کو کنگھی کرتی تھی درایں حال کہ میں حائضہ ہوتی۔''

تخریج: ......صحیح بخاری، کتاب الحیض (٢٩٥)، کتاب اللباس (٥٩٢٥)، صحیح مسلم، کتاب الحیض (٢٤٤)۔

تشریح:

اُرَجِّلُ: رَجَّلَ يُرَجِّلُ. الشَّعْرَ: بالوں کو کنگھی کرنا۔

حدیث الباب میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے سر مبارک کو حیض کی حالت میں کنگھی کرتی تھی، صحیح بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ کسی شخص نے عروہ بن زبیر سے پوچھا: کیا حائضہ عورت میری خدمت کرسکتی ہے اور کیا میرے جنبی ہونے کی حالت میں میری عورت میرے قریب ہوسکتی ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ سب معمولی باتیں ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ مجھے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بتایا کہ وہ حیض کی حالت میں نبی ﷺ کے سر مبارک کو کنگھی کیا کرتیں تھیں جبکہ آپ مسجد میں معتکف ہوتے، آپ اپنا سر مبارک حجرے کے قریب کرتے اور میں کنگھی کرتی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها، حدیث: ٢٩٦.

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فَـاِنَّـهَـا صَـرِيْحَةٌ فِـى ذٰلِكَ وَهُوَ دَالٌّ عَلـىٰ أَنَّ ذَاتَ الْحَائِضِ طَاهِرَةٌ وَعَلىٰ أَنَّ حَيْضَهَا لَا يَمْنَعُ مُلَامَسَتَهَا." [1] "یعنی یہ حدیث اس بارے میں صریح ہے اور دلالت کر رہی ہے کہ حائضہ کی ذات طاہر ہے، اور اس کا حیض اس کے لمس اور اس کے ساتھ مخالطت میں مانع نہیں ہے۔"

نیز فرماتے ہیں کہ حضرت عروہ نے جنابت کو حیض پر قیاس کیا ہے اور یہ قیاس جلی ہے۔ نیز دیگر خدمت کو ترجیل پر قیاس کیا ہے، اور اس حدیث میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ حائضہ کا بدن اور اس کا پسینہ پاک ہے، اور حالت حیض میں مباشرتِ ممنوعہ صرف جماع ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((وَفِيْـهِ جَـوَازُ اِسْتِـخْـدَامِ الزَّوْجَةِ فِى الْغُسْلِ وَالطَّبْخِ وَالْخُبْزِ وَغَيْرِهَا بِرِضَاهَا وَعَـلٰـى هٰـذَا تَـظَـاهَرَتْ دَلَائِلُ السُّنَّةِ وَعَمَلُ السَّلَفِ وَاِجْمَاعُ الْأُمَّةِ، وَاَمَّا بِغَيْرِ رِضَـاهَـا فَلَا يَـجُـوْزُ لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَيْهَا تَمْكِيْنُ الزَّوْجِ مِنْ نَفْسِهَا وَمُلَازَمَةُ بَيْتِهِ فَقَط. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.)) [2]

"یعنی اس حدیث میں عورت سے کھانا وغیرہ پکانے اور غسل وغیرہ کی خدمت لینے کا جواز پایا جاتا ہے جبکہ یہ کام اس کی رضا سے ہوں، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، عمل صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور اجماع امت اسی پر دلالت کرتے ہیں، اور اس کی رضا کے بغیر اس سے یہ خدمت لینا جائز نہیں، کیونکہ اس کے ذمہ صرف یہ ضروری ہے کہ وہ صرف اپنی ذات پر خاوند کو قبضہ و کنٹرول دے دے اور ہر وقت وہ اس کے گھر میں رہے۔" واللہ اعلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تیل استعمال فرماتے تھے:

٤-٢: حَـدَّثَـنَـا يُـوْسُفُ بْنُ عِيْسَى، أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ صَبِيْحٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبَانَ ـ هُوَ الرَّقَاشِيُّ......

عَـنْ أَنَـسِ بْـنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُـكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهِ، وَتَسْرِيْحَ لِـحْيَتِـهِ، وَيُـكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتّٰى كَأَنَّ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زَيَّاتٍ.

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے سر مبارک کو تیل لگاتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک کو کنگھی کرتے، اور اکثر سر مبارک پر جو کپڑا رکھتے تو آپ کا کپڑا اس طرح تیل والا ہو جاتا جیسے تیل والے کے کپڑے ہوتے ہیں۔"

---

[1] فتح الباری (۱/۸۱۶) طبع جدید [2] شرح مسلم للنووی (۱/۱۸۱۴)

تخریج: ...... یہ حدیث ضعیف ہے۔امام بیہقی نے اسے شعب الایمان (۲۲۶/۵) میں روایت کیا ہے۔اسی طرح ابوالشیخ نے اخلاق النبی ﷺ (ص:۱۸۳) میں ربیع بن صبیح عن یزید بن ابان الرقاشی عن انس کے طریق سے نقل کیا ہے۔اس سند میں دو علتیں ہیں۔ربیع بن صبیح "صدوق سیئ الحفظ" ہےاور یزید بن ابان الرقاشی ''ضعیف'' ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''تقریب التہذیب'' میں ذکر کیا ہے۔امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو "الفوائد المجموعة" (ص: ۱۹۸) میں ضعیف کہا ہے،اسی طرح امام عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم کی تخریج کرتے ہوئے (۲۱۷/۱) اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

☆ مفردات:

يُكْثِرُ: کثرت سے۔اکثر اوقات۔

دُهْنَ رَأْسِهِ: اپنے سر کو تیل لگاتے۔دُهْن بمعنی تیل۔

تَسْرِيحٌ: چھوڑ دینا، رُخصت کرنا، طلاق دینا، آسان کرنا، کھول دینا، جب بالوں کے ساتھ آئے تو کنگھی کرنا مراد ہوتا ہے۔

قِنَاع: نقاب، گھونگھٹ، اوڑھنی، دوپٹہ، سربند، اس کی جمع اِقْنَاع اور اِقْنِعَةٌ آتی ہے۔

زَيَّات: تیلی، تیل بیچنے والا اور تیل نچوڑنے والا۔

اچھے کام دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے:

٤-٣: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ......

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَيُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ إِذَا تَطَهَّرَ. وَفِي تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ، وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ.

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ دائیں جانب سے شروع کرنا پسند فرماتے، اپنے وضوء کرنے میں جب وضوء کرتے، اور کنگھی کرتے وقت جب کنگھی کرتے، اور جوتا پہنتے وقت جب جوتا پہنتے۔''

تخریج: ......صحیح بخاری، کتاب الوضوء: ١٦٨ وفيه زياده " وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ"۔ صحیح مسلم، كتاب الطهارة: ٢٦٨۔

تشریح: ......حدیث الباب میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی طہارت و پاکیزگی اختیار کرنے میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا پسند فرماتے۔صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ

ہیں کہ ((يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ مَا اسْتَطَاعَ)) ❶ یعنی دائیں طرف سے شروع کرنا آپ مقدور بھر پسند فرماتے۔اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی مانع ہو تو کوئی حرج نہیں، ورنہ اس کا خاص خیال رکھا جائے۔

اس حدیث میں صرف تین چیزوں (وضو، کنگھی اور جوتا) کا تذکرہ ہے،لیکن یہ پسندیدگی صرف ان تین اشیاء پر منحصر نہیں ہے بلکہ جتنے بھی تکریم کے کام ہیں آپ ﷺ انہیں داہنی جانب سے شروع کرتے تھے چنانچہ کسی چیز کا دینا، لینا، کپڑے پہننا، مسجد میں داخل ہونا، سر اور لب کے بال کٹوانا، مسواک کرنا، آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، ناخن کٹوانا، غرضیکہ تمام امورِ حسنہ داہنی جانب سے شروع کرنا انسب اور بہتر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سر میں کنگھی کرتے ہوئے، اور دھوتے اور منڈواتے وقت داہنی طرف سے شروع کرنا مستحب ہے،کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ غلاظت دور کرنے کی طرح ہے، اس لیے یہاں بائیں جانب سے شروع کیا جائے بلکہ یہ عبادت اور زینت حاصل کرنے کی طرح ہے۔ نیز فرماتے ہیں: اس حدیث سے امام کی دائیں جانب کھڑے ہونے، اور مسجد میں دائیں جانب کو ترجیح دینے، اور دائیں ہاتھ سے کھانے، اور پینے کا استحباب بھی ثابت ہوتا ہے۔ ❷

امام نووی فرماتے ہیں:

”قَاعِدَةُ الشَّرْعِ الْمُسْتَمِرَّةِ اسْتِحْبَابُ الْبَدَاءَةِ بِالْيَمِيْنِ فِيْ كُلِّ مَا كَانَ مِنْ بَابِ التَّكْرِيمِ وَمَا كَانَ بِضِدِّهِ فَاسْتَحَبَّ فِيْهِ التَيَاسُر .“ ❸

”کہ شریعت کا یہ قاعدہ جاریہ ہے کہ جو امر بھی اچھائی اور زینت حاصل کرنے کا ہے، اس میں داہنی جانب سے ابتداء کرنا مستحب ہے اور جو اس کے برعکس ہو اس میں بائیں جانب سے شروع کرنا چاہیے۔“

سنن ابی داؤد میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

”كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهِ وَطَعَامِهِ وَكَانَتِ الْيُسْرٰى مَا كَانَ مِنْ أَذًى .“ ❹

”کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ وضو اور کھانے کے لیے تھا، اور بایاں ہاتھ صحت خانہ کے لیے اور اسی طرح کے دیگر کاموں کے لیے تھا۔“

---

❶ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب الترجیل والتیمن فیه، حدیث: ۵۹۲۵.

❷ فتح الباری (۷۰۹/۱).

❸ شرح مسلم للنووی (۴۲۷/۱).

❹ سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب کراهية مس الذکر باليمين فی الاستبراء، حدیث: ۳۳.

کنگھی کرنے میں مبالغہ رسول اللہ ﷺ کو پسند نہ تھا:

٤-٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ، عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا.

''سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے بلاناغہ روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا۔''

تخریج: ...... یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ سنن ابی دائود، کتاب الترجل (٤١٥٩)، سنن نسائی، کتاب الذینة (٨ / ١٣٢)، جامع ترمذی, کتاب اللباس (١٧٥٦)، وقال حدیث حسن صحیح۔ صحیح ابن حبان (٧ / ٤١٠)، مسند احمد حنبل (٤ / ٨٦)، حلیة الاولیاء لابی نعیم (٦ / ٢٧٦)، التمھید لابن عبدالبر (٥ / ٥٣)، حدیث الباب مذکور سند کے ساتھ ضعیف ہے، کیونکہ اس میں حسن بصری مدلس ہیں اور انہوں نے عنعنہ کے ساتھ روایت کی ہے، لیکن اس حدیث کے شواہد مذکورہ محولہ بالا کتب میں موجود ہیں، جن کی وجہ سے بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔

☆ مفردات:

غِبًّا: غین کے کسرہ اور باء کی تشدید کے ساتھ۔ ایک دن کوئی کام کرنا اور ایک دن چھوڑ دینا، غَبٌّ اور غُبُوْبٌ مصدر ہے، ایک دن جانوروں کا پانی پینا اور ایک دن پیاسا رہنا۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے کہ ((غَبَّ الرَّجُلُ إِذَا جَاءَ زَائِرًا بَعْدَ أَيَّامٍ)) [1] یعنی غَبَّ الرَّجُلُ کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کچھ دنوں بعد آیا۔ غَبَّ کا لفظ جب طعام کے لیے آئے تو مراد طعام کا باسی یا بدبودار ہونا ہوتا ہے۔ جب بخار کے ساتھ آئے تو مراد باری کا بخار ہونا ہے، جو ایک دن کے وقفے سے آتا ہے، جسے حمی الغِبّ کہا جاتا ہے۔ اور جب الامور کے ساتھ آئے تو کاموں کا انتہا کو پہنچ جانا مراد ہوتا ہے۔ لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن مغفل بن عبدنھم بن عفیف المزنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ اصحاب الشجرۃ (جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کی حدیبیہ کے مقام پر بیعت کی۔ ﴿إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ میں سے تھے۔ ان کے والد محترم صحابی تھے، جو عام الفتح میں راستہ میں فوت ہوگئے۔ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ان بکائین میں سے تھے جو جنگ تبوک میں سواری نہ ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تو افسوس سے رونے لگے تھے۔

[1] النہایة لابن الاثیر (٣/٦٢٩)۔

امام حسن بصری کہتے ہیں: یہ ان دس لوگوں میں سے ایک تھے جنہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں دین سمجھانے کے لیے بھیجا تھا۔ [1]

ان سے تقریباً (۴۳) احادیث مروی ہیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سنہ ۶۰ ہجری میں فوت ہوئے۔

تشریح:

حدیث الباب میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا۔ حسن بصری کہتے ہیں: اس حکم کی بنا پر ہفتہ میں ایک دفعہ کنگھی کرنا چاہیے۔ [2] امام احمد بن حنبل اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ ایک دن کنگھی کرے اور ایک دن ناغہ کرے۔

مذکورہ حدیث سے روزانہ کنگھی کرنے کی کراہت معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ عیش و آرام کی ایک قسم ہے اور ایک دوسری حدیث میں عیش و آرام سے منع کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں ہر وقت بالوں کو سیدھے کرتے رہنا اور تیل لگاتے رہنا سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں۔ علامہ مناوی فتح القدیر میں فرماتے ہیں: اس حدیث میں بالوں کو روزانہ کنگھی کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہ عجمیوں اور دنیاداروں کا لباس ہے اور غِبًّا سے مراد ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن کرنا ہے، جو کہ مسنون ہے، لہٰذا ممانعت صرف مواظبت کرنے اور بہت زیادہ اہتمام کرنے کی ہے، اس لیے اس طرح زیب و زینت اختیار کرنے میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ سنن نسائی میں موجود سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میرے بال جمّہ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ''میں ان کو اچھا بناؤں اور روزانہ کنگھی کروں۔'' [3] تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کی سند منقطع ہے اور اگر یہ انقطاع دور کر دیا جائے تو یہ حدیث اس بات پر محمول کی جائے گی کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ خصوصی طور پر ضرورت مند تھے کہ وہ روزانہ کنگھی کریں کیونکہ ان کے بال بہت گھنے تھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے دریافت فرمایا تو آپ نے ان کو یہ حکم دے دیا۔ اس روایت کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا [4] میں بھی منقطع سند سے نقل فرمایا ہے۔ اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے جمّہ بال ہیں تو کیا میں کنگھی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! اور ان کا اکرام کرو۔ تو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کبھی کبھی دن میں دو مرتبہ تیل لگاتے، کیونکہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکریم کا حکم دیا تھا۔

---

[1] الاصابة (۱۷٤/۲) نحوه، الاستيعاب (۳۰۵/۱).

[2] سنن نسائی، کتاب الزينة، باب الترجل غبا، حديث: ٥٠٦٠ بمعناه.

[3] سنن نسائی، کتاب الزينة، باب تسكين الشعر، حديث: ٥٢٣٩ اسناده ضعيف. سند منقطع ہے۔ محمد بن منکدر کی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

[4] موطا امام مالك (۹٤۹/۲)، کتاب الشعر، واسناد، ضعیف، اس کی سند مرسل یا معضل ہے۔

سنن ابی داوٗد [1] شریف میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارفاء کرنے سے منع فرمایا۔ پوچھا گیا کہ ارفاء کیا ہے؟ تو صحابی رسول ﷺ نے فرمایا: ہر روز ترجل کرنا۔ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نَحْتَفِيَ اَحْيَانًا .)) ''کہ آپ ﷺ ہمیں کبھی کبھی ننگے پاؤں چلنے کے حکم فرماتے تھے۔'' نیز ایک اور روایت سنن ابی داوٗد میں ہے کہ: ((مَـنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ .)) [2] ...... ''کہ جس کے بال ہوں وہ ان کی تکریم کرے۔'' یعنی ان کو دھوکر، کنگھی تیل کر کے صاف ستھرے اور خوبصورت بنائے، انہیں پراگندہ اور بکھرے ہوئے نہ چھوڑے کیونکہ نظافت اختیار کرنا اور خوش شکل ہونا انسب اور بہتر ہے۔

اس باب میں بظاہر متعارض احادیث ہیں۔ امام منذری رحمہ اللہ نے ان میں یوں تطبیق فرمائی ہے کہ احتمال یہ ہے کہ کنگھی کرنے میں ناغہ کرنے کے حکم والی احادیث اس شخص پر محمول کی جائیں جو بیماری یا سردی کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتا ہو، اس لیے اس کو تکلیف دہ چیز سے روک دیا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے جو سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو بالوں کو سنوارنے اور روزانہ کنگھی کرنے کا حکم دیا وہ حکم لازم اور فرض نہ ہو بلکہ بطور استحباب ہو۔ الغرض اس مسئلہ میں سنت والا عمل ناغہ کرنا ہے کہ کنگھی کرنے میں ناغہ کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

٤-٥: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُالسَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ الْأَوْدِيِّ......

عَـنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ، عَنْ رَجُلٍ مِـنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَرَجَّلُ غِبًّا .

''حمید بن عبدالرحمٰن صحابہ میں سے ایک مرد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ناغہ کر کے کنگھی فرمایا کرتے تھے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث ضعیف ہے۔ زبیدی نے الاتحاف (٢ / ٣٩٥) میں اس کو نقل کیا ہے، اس کی سند میں یزید بن ابی خالد "صدوق، كثير الخطاء" ہے۔

☆............☆............☆

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب الترجل، باب (١)، حدیث: ٤١٦٠.

[2] سنن ابی داوٗد، کتاب الترجل، باب فی اصلاح الشعر، حدیث: ٤١٦٣.

پانچواں باب:

رسول اللہ ﷺ کے سفید بالوں کا بیان

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

اس باب میں رسول اللہ ﷺ کے سر اقدس اور ریش مبارک میں سفید بالوں کی موجودگی کا تذکرہ ہے۔ نیز سر اقدس اور ریش مبارک میں کس کس جگہ سفید بال تھے؟ کتنے تھے؟ اور کیا رسول اللہ ﷺ نے ان کو خضاب لگایا تھا؟ اور ان بالوں کی سفیدی کیا خوفِ الٰہی کی وجہ سے تھی؟ اس باب میں ان امور کا تذکرہ ہے۔

لفظ شَیْبٌ کا معنی بڑھاپا اور بالوں کی سفیدی ہے۔ شَیْبَۃٌ اور مُشِیْبٌ بھی اس معنی میں مستعمل ہیں۔ اگر شین کے کسرہ کے ساتھ اس لفظ کو پڑھا جائے تو اس کے معنی بھیڑیئے کا بچہ، جبکہ شیبان عرب کا ایک قبیلہ ہے۔

آپ ﷺ نے خضاب کا استعمال نہیں فرمایا:

٥-١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَنَا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنَا هَمَّامٌ......

عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: لَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ، إِنَّمَا كَانَ شَيْئًا فِيْ صُدْغَيْهِ، وَلٰكِنْ أَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ خَضَبَ بِالْحِنَاءِ وَالْكَتَمِ.

''امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے (اپنے سفید بالوں کو) رنگا ہے؟ تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ کے بال مبارک اس حالت تک نہیں پہنچے تھے، صرف چند بال آپ ﷺ کی کنپٹی پر سفید تھے، ہاں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مہندی اور کتم سے (اپنے بالوں کو) رنگا تھا۔''

تخریج: ......صحیح بخاری، کتاب المناقب (٦ / ٣٥٥)، صحیح مسلم، کتاب الفضائل (٤ / ١٠١)، حدیث نمبر: ١٨٢١، سنن ابی داؤد، کتاب الترجل (٤ / ٤٢٠٩)، اس میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خضاب لگانے کا ذکر بھی ہے۔

☆ **مفردات:**

اَلشَّیْبُ: شَابَ یَشِیْبُ شَیْبًا وَشَیْبَۃً وَمَشِیْبًا، بڑھاپے کی وجہ سے بالوں کا سفید ہونا۔

خَضَبَ: باب ضرب اور سمع سے ہے۔ کسی چیز کا رنگنا۔

صُدُغ: آنکھ اور کان کے درمیان والی جگہ۔ نیز وہ بال جو سر سے لٹک کر یہاں (آنکھ اور کان کے درمیان) تک آجائیں۔

الحناء: ایک انگوری جس کے پتے سرخ رنگ کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

الکتم و الکتمان: ایک انگوری جس کے پتے سیاہ رنگ پیدا کرتے ہیں، نیز اس سے کتابت کے لیے سیاہی تیار کی جاتی ہے۔

تشریح:

حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے کچھ بال مبارک سفید تھے جو آپ ﷺ کی کنپٹی کے قریب تھے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ سفید بال آپ کے عنفقہ (نچلے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان والی جگہ) ان دونوں روایات میں تطبیق اس تیسری حدیث سے ہو جاتی ہے، جو صحیح مسلم میں ہے کہ: ((لَمْ يَخْضِبْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَإِنَّمَا كَانَ الْبَيَاضُ فِيْ عُنْفَقَتِهِ وَصَدْغَيْهِ وَفِي الرَّأْسِ نَبْذٌ .)) ❶ ''یعنی آپ نے بالوں کو نہیں رنگا؟ کیونکہ چند سفید بال آپ کے عنفقہ اور کنپٹی میں تھے اور تھوڑے سے سر مبارک میں بھی تھے۔''

محمد بن سیرین نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے خضاب استعمال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: ((لَمْ يَبْلُغِ الْخِضَابَ .)) ❷ ''یعنی آپ ﷺ کی داڑھی خضاب کے قابل ہی نہیں تھی۔'' بہت کم بال سفید تھے۔

صحیح مسلم میں حماد عن ثابت عن انس کے طریق سے روایت ہے کہ: ((لَوْ شِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِيْ رَأْسِهِ لَفَعَلْتُ .)) ❸ ''یعنی اگر میں آپ کے سر مبارک میں سفید بال گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔'' طبقات ابن سعد اور مستدرک حاکم میں یہ الفاظ زائد ہیں: ((مَا شَانَهُ اللّٰهُ بِالشَّيْبِ .)) ❹ ''کہ آپ ﷺ پر بڑھاپے کا عیب ہی نہیں آیا۔''

صحیح مسلم میں سیّدنا جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((فَقَدْ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ وَكَانَ إِذَا دَهَنَ لَمْ يَتَبَيَّنْ فَإِذَا لَمْ يَدْهُنْ تَبَيَّنَ .)) ❺ ...... ''کہ آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک کا اگلا حصہ کچھ سفید

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب شيبه ﷺ، حديث: ٢٣٤١/١٠٤.

❷ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب شيبه ﷺ، حديث: ٢٣٤١/١٠١ـ صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب ما يذكر في الشيب، حديث: ٥٨٩٤.

❸ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب شيبة ﷺ، حديث: ٢٣٤١/١٠٣. ❹ مستدرك حاكم (٢/٦٠٨).

❺ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوة ﷺ، حديث: ٢٣٤٤/١٠٩.

ہو گیا تھا جب آپ ﷺ تیل لگاتے تو وہ سفید معلوم نہ ہوتا، بصورت دیگر معلوم ہوتا۔'' مذکورہ روایات میں سفید بالوں کی تعداد کی بجائے ان کا قلیل ہونا بیان ہوا ہے۔ آئندہ روایت میں ان کی تعداد کا تذکرہ ہوگا۔

آپ ﷺ کے کل بال مبارک جو سفید ہوئے:

٥-٢: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَيَحْيَى بْنُ مُوْسَى قَالَا: ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ثَابِتٍ......

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا عَدَدْتُ فِي رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلِحْيَتِهِ إِلَّا أَرْبَعَ عَشْرَةَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں صرف چودہ سفید بال شمار کیے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (٣ / ١٦٥)، مسند عبد بن حمید (١٢٤٣)۔

٥-٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، أَنَا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنَا شُعْبَةُ......

عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، وَقَدْ سُئِلَ عَنْ شَيْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: كَانَ إِذَا ادَّهَنَ رَأْسَهُ لَمْ يُرَ مِنْهُ شَيْبٌ، فَإِذَا لَمْ يَدَّهِنْ رُؤِيَ مِنْهُ شَيْءٌ.

''سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے رسول اللہ ﷺ کو سفید بالوں کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ جب تیل لگاتے تو آپ کا بڑھاپا نظر نہ آتا اور جب تیل نہ لگاتے تو آپ سے کچھ (سفید بال) نظر آتے۔''

تخریج: ......صحیح مسلم، کتاب الفضائل (٤ / ١٠٨، حدیث نمبر: ١٨٢٢)۔

نبی اکرم ﷺ کے تقریباً بیس بال مبارک سفید تھے:

٥_٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيْدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوْفِيُّ، أَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ شَرِيْكٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: إِنَّمَا كَانَ شَيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَحْوًا مِنْ عِشْرِيْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

''سیدنا (عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا بڑھاپا تقریباً بیس بال مبارک سفید تھے۔''

تخریج: ......حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (٢ / ٩٠)، سنن ابن ماجه، کتاب اللباس (٢ / ٣٦٣٠)، سنن ترمذی، کتاب التفسیر، حدیث نمبر: ٣٢٩٣، وقال حسن غریب۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

نے اس پر ان کی موافقت کی ہے۔

راویٔ حدیث:......اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ذیل میں ان کے تذکار درج ہیں۔

الامام القدوة شيخ الاسلام ، ابو عبد الرحمٰن ، عبدالله بن عمر ، بن الخطاب القرشي ، العدوي المكي المدني رضي الله عنه۔

بچپن میں ہی مسلمان ہو گئے تھے، بلوغت سے پہلے اپنے والد محترم کے ساتھ ہجرت فرمائی۔غزوۂ اُحد میں آپ پیش کیے گئے تو آپ کو کم سنی کی وجہ سے واپس کر دیا گیا۔غزوۂ خندق آپ کا پہلا غزوہ تھا۔[1] بیعت الرضوان میں بھی شامل ہوئے۔

آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے والد محترم سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عثمان ذوالنورین، سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا بلال، سیدنا صہیب اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے علم حاصل کیا۔آپ کے شاگردوں میں حمزہ وسالم آپ کے بیٹے آدم بن علی، انس بن سیرین، اسماعیل بن عبدالرحمٰن، امیہ بن عبداللہ اموی، بشیر بن حرب وغیرہم خلق کثیر کے نام ملتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ اتباع کرنے والوں میں سرفہرست تھے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم میں سے اپنے آپ پر بہت زیادہ قابو پانے والے ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔[2]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم میں سے ہر ایک کو دنیا نے جھکا دیا تھا مگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نہ جھکا سکی۔[3]

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر میں کسی کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دیتا۔[4] آپ دنیا داری سے ایسے بے رغبتی رکھتے کہ آپ کے گھر کا تمام اثاثہ سو درہم کے برابر بھی نہیں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت اور پیار تھا کہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے، آنسو آجاتے۔

عبادت وریاضت میں اتنے مگن ہوتے، کہ ایک ایک رات میں چار پانچ مرتبہ اٹھ کر نماز پڑھتے۔

شریف النفس ایسے تھے کہ کبھی کسی غلام کو بھی برا بھلا نہیں کہا، سوائے ایک کے اور پھر اس کو بھی اسی وجہ سے آزاد کر دیا۔

صدقہ وخیرات میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، ایک مرتبہ ان کے پاس بائیس ہزار دینار آئے تو فوراً مستحقین میں تقسیم کر دیئے، وفات سے پہلے پہلے ایک ہزار غلام آزاد کیے۔عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک

---

[1] صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خندق، حديث : ٤٠٩٧ ـ صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب بيان سن البلوغ، حديث : ١٨٦٨.

[2] طبقات ابن سعد (١٤٤/٤)۔ حلية الاولياء (٢٩٤/١).

[3] مستدرك حاكم (٥٦٠/٣)۔ حلية الاولياء (٢٩٤/١).

[4] مستدرك حاكم (٥٥٩/٣)۔ الاصابة (٣٤٨/٢).

دن طواف میں مصروف تھے تو میں نے ان سے ان کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا تو انھوں نے خاموشی اختیار کی۔ میں نے سوچا شاید آپ نے یہ پسند نہیں کیا، اس لیے میں دوبارہ ایسی بات نہیں کروں گا۔ جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے مجھے پوچھا: تو نے میری بیٹی سودہ کے بارے میں بات کی تھی، اگر تمھیں خواہش ہے تو اب بات کرو، اس وقت ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ کی ذات تھی کیا تم کسی دوسرے وقت میں یہ بات نہ کر سکتے تھے؟ میں نے کہا: جی ہاں! میری خواہش ضرور ہے، اسی لیے ذکر کیا تھا تو آپ نے اپنے بیٹوں سالم اور عبداللہ کو بلا کر اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا۔ بقول سالم سنہ ۷۴ ہجری میں وفات پائی۔ بعض روایات میں سنہ ۷۳ ہجری کا ذکر ملتا ہے۔

آپ سے ۲۶۳۰ احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے بخاری اور مسلم میں ۱۶۸ ہیں۔ صرف صحیح بخاری میں ۸۱ اور صرف صحیح مسلم میں ۳۱ ہیں۔

چند سورتوں نے آپ ﷺ کو بوڑھا کر دیا:

۵-۵: حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عِكْرَمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ أَبُوْبَكْرٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ. قَالَ: شَيَّبَتْنِي هُوْدُ، وَالْوَاقِعَةُ، وَالْمُرْسَلَاتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَ، لُوْنَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ.

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ بوڑھے ہو گئے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے سورۂ ھود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت، نے بوڑھا کر دیا ہے۔''

تخریج: ......حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر (۵ / ۳۲۹۷) وقال حدیث حسن غریب۔ طبقات ابن سعد (۱ / ۴۳۵)، حلیة الاولیاء (۴ / ۳۵۰)، مستدرك حاكم (۲ / ۳۴۴)، سلسلة الاحاديث الصحيحه، برقم: ۹۵۵۔

تشریح :......حدیث الباب میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے عرض کر رہے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا بات ہے آپ پر قبل از وقت کمزوری آ گئی ہے؟ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کے بال مبارک زیادہ ہی سفید ہو گئے تھے۔ کیونکہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی میں چند بال ہی سفید تھے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے سر مبارک اور داڑھی میں صرف چودہ سفید بال گنے ہیں۔ [1] اسی طرح بعض روایات میں سترہ یا اٹھارہ کا ذکر ہے۔ [2] شمائل کی حدیث میں جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے

[1] انظر الشمائل (۳۸) وقد تقدم [2] سنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب من ترك الخضاب، حديث: ۳۶۲۹.

مروی ہے اس میں بیس سفید بالوں کا تذکرہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ان (مذکورہ) سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ یعنی ان میں قیامت کی ہولناکیوں اور سابقہ امتوں پر عذاب آنے کے ایسے واقعات بیان ہوئے ہیں، جن کے پڑھنے سے مجھ پر وقت سے پہلے ہی بڑھاپا آ گیا ہے۔

آخرت کی ہولناکیوں نے آپ ﷺ کو بوڑھا کر دیا:

٥-٦ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ......

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَاكَ قَدْ شِبْتَ ، قَالَ: قَدْ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَأَخَوَاتُهَا .

''سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ پر بڑھاپا آ گیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے سورۂ ھود اور اس کی بہنوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔''

تخریج: ......حلیة الاولیاء (٤ / ٣٥٠) ماقبل حدیث اور اپنے شواہد کی وجہ سے یہ حدیث صحیح ہے۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کے راوی سیدنا ابوجحیفہ وھب بن عبداللہ السوائی الکوفی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو صغار صحابہ میں سے ہیں۔ انہیں وھب الخیر بھی کہا جاتا ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو یہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہم عمروں کی طرح نوجوان تھے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے صاحب شرطہ تھے۔ آپ نے نبی اکرم ﷺ کے علاوہ سیدنا علی اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

آپ کے تلامذہ میں علی بن احمر، الحکم بن عینیہ، سلمہ بن کہیل وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ آپ سنہ ۷۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان سے تقریباً ۴۵ احادیث مروی ہیں۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔

تشریح: ......حدیث الباب میں سورۃ ھود کی بہنوں کا تذکرہ ہے۔ ان سے سورۃ ھود کے مضمون جیسی دوسری سورتیں مراد ہیں۔ طبقات ابن سعد میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"بَيْنَا أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ جَالِسَانِ نَحْوَ الْمِنْبَرِ إِذَا طَلَعَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَعْضِ بُيُوْتِ نِسَائِهِ يَمْسَحُ لِحْيَتَهُ وَيَرْفَعُهَا فَيَنْظُرُ إِلَيْهِمَا قَالَ أَنَسٌ: وَكَانَ أَبُوْبَكْرٍ رَجُلًا رَقِيْقًا وَكَانَ عُمَرُ رَجُلًا شَدِيْدًا فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ بِأَبِيْ وَأُمِّيْ لَقَدْ أَسْرَعَ فِيْكَ الشَّيْبُ فَرَفَعَ لِحْيَتَهُ بِيَدِهِ فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَذَرَفَتْ عَيْنَا أَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَجَلْ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَأَخَوَاتُهَا . قَالَ أَبُوْبَكْرٍ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ! مَا أَخَوَاتُهَا؟ قَالَ:

الْوَاقِعَةُ وَالْقَارِعَةُ، وَسَأَلَ سَائِلٌ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ .))[1]

''کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں منبر کے قریب تشریف فرما تھے۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے، اس حال میں کہ ڈاڑھی مبارک پر دست پاک پھیر رہے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ انتہائی نرم دل تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سخت طبیعت تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! آپ تو بہت جلد بوڑھے ہوگئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، سورۃ ھود اور اس کی بہنوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! سورۃ ھود کی بہنیں کونسی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الواقعہ، القارعہ، سأل سائل اور اذا الشّمس کورت۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھاپے کے آثار غالب ہو رہے تھے:

۵-۷: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ ، عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ إِيَادِ بْنِ لُقَيْطٍ الْعَجَلِيِّ......

عَنْ أَبِي رِمْثَةَ التَّيْمِيِّ۔ تَيْمِ الرَّبَابِ۔ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَمَعِي ابْنٌ لِي ، قَالَ: فَأُرِيْتَهُ ، فَقُلْتُ لَمَّا رَأَيْتُهُ: هٰذَا نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ وَلَهُ شَعْرٌ قَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ وَشَيْبُهُ أَحْمَرُ .

''سیدنا ابورمثہ تیمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میرا ایک بیٹا بھی میرے ساتھ تھا۔ ابورمثہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت کروائی گئی، پس جس وقت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو فوراً کہہ اٹھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دو سبز رنگ کے کپڑے زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک پر بڑھاپے کے آثار کا غلبہ تھا اور بڑھاپے کی علامت سرخ بال مبارک تھے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ جامع ترمذی، کتاب الادب، باب فی ثوب الاخضر (۵ / ۲۸۱۲) وقال حدیث حسن غریب۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس (٤ / ٤٠٦٥) و کتاب الترجل (٤ / ٤٢٠٦)، سنن نسائی، کتاب الذینة (۸ / ۲۰٤)، مسند احمد بن حنبل (۲ / ۲۲۷، ۲۲۸ اور ٤ / ۱٦۳)،

[1] طبقات ابن سعد (١/ ٤٣٦)

مستدرك حاكم (٢ / ٦٠٧)، دلائل النبوة (١ / ٢٣٧)۔

راویٔ حدیث:......اس حدیث کے راوی سیدنا ابورمثہ التیمی رضی اللہ عنہ ہیں۔جنھیں تمیمی اور تیمی دونوں کہا جاتا ہے، انہیں کو بلوی بھی کہا جاتا ہے،ان کے نام میں اختلاف ہے۔ان کا نام رفاعہ،عمارۃ بن یثربی، یثربی بن عمارہ، رفاعہ بن عوف،حبان بن وھب،حبان بن وھیب،حبیب بن حبان،جندب اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام خشخاش ہے۔

ان کے تلامذہ میں ایاد بن لقیط اور ثابت بن ابی منقذ کے نام آتے ہیں۔امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ابورمثہ تیمی اور ابورمثہ بلوی میں فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ بلوی نے مصر میں سکونت اختیار کی اور افریقہ میں فوت ہوتے۔واللہ اعلم

تشریح :......حدیث الباب میں سیدنا ابورمثہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت کروائی گئی گویا ابورمثہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے نہیں دیکھا ہوا تھا۔جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرلیا تو آپ کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی پکار اٹھے کہ ''یہی اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔'' شمائل کی شرح جمع الوسائل ،صفحہ ۹۵ میں ہے کہ:''وَمَعْنَاهُ عَلِمْتُ يَقِيْنًا أَنَّهُ نَبِيُّ اللّٰهِ مِنْ نُوْرِ جَمَالِهِ الْعَلِيِّ وَظُهُوْرِ كَمَالِهِ الْجَلِيِّ حَيْثُ لَا يَحْتَاجُ إِلٰى اِظْهَارِ مُعْجِزَةٍ وَاِتْيَانِ بُرْهَانٍ وَمَحَجَّةٍ .)) ''کہ ابورمثہ کے قول کا معنی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کی تابنا کی واکملیت سے پہچان لیا کہ آپ نبی ہیں اور ایسے پہچانا کہ کسی معجزے کے اظہار یا کسی دلیل وحجت کی ضرورت نہ رہی۔''

راوی کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز کپڑے پہن رکھے تھے۔گویا یہ جنتیوں کا لباس ہے،جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وَيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا﴾ ''کہ اہل جنت سبز لباس پہنے ہوئے ہوں گے۔''

راوی کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چندموئے مبارک پر بڑھاپے کا غلبہ تھا۔شَعْرٌ پر جوتنوین ہے یہ تقلیل کے لیے ہے،اسی لیے ترجمہ میں ''چندموئے مبارک'' لکھا گیا ہے۔بالوں کی کیفیت بارے حضرت ابورمثہ کا بیان ہے کہ ''بڑھاپے کی علامت سرخ بال تھے۔''یعنی چند بال مبارک سرخی مائل تھے جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ جو بال سفید ہونے لگیں وہ پہلے سیاہی سے سنہرا پن اختیار کرتے ہیں، پھر سفید ہو جاتے ہیں۔شمائل ترمذی کے شارح علامہ محمد عاقل صاحب لاہوری لکھتے ہیں کہ:''ان بالوں کی سفیدی مائل سرخی تھی اور یہ سرخی خضاب کی نہیں تھی بلکہ بالوں کے رنگ تبدیل کرنے کی عادت ہی ایسی ہے کہ جب سفید ہونے لگتے ہیں تو پہلے سرخی مائل ہوتے ہیں پھر سفید ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مانگ کی جگہ چند سفید بال مبارک تھے:

۵-۸ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ ، حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ......

عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: قِيْلَ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَكَانَ فِيْ رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْبٌ؟ قَالَ: لَمْ يَكُنْ فِيْ رَأْسِ رَسُوْلِ ﷺ شَيْبٌ إِلَّا شَعَرَاتٌ فِيْ مُفْرِقِ رَأْسِهِ، إِذَا ادَّهَنَ وَارَهُنَّ الدُّهْنُ.

''سماک بن حرب فرماتے ہیں: سیدنا جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک میں بڑھاپا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کے سر مبارک میں مانگ نکالنے کی جگہ میں چند بالوں کے علاوہ کوئی بڑھاپا نہیں تھا، جب تیل لگاتے تو وہ تیل انہیں اوجھل کر دیتا۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔مسند احمد بن حنبل (٥ / ١٠٤) وقد تقدم برقم (٣٩)، صحیح مسلم، کتاب الفضائل (٤ / ١٠٨، برقم ١٨٢٢)، سنن النسائی، کتاب الذینة (٨ / ٥١٢٩)۔

تشریح: ...... نبی اکرم ﷺ کے سر اقدس میں سفید بال مبارک بہت کم تھے، اس لیے تیل لگانے کے بعد جب آپ ﷺ کنگھی فرماتے تو وہ چند سفید بال سیاہ بالوں کی تہوں میں چھپ جاتے اور دکھائی نہ دیتے۔ نیز اس حدیث مبارکہ میں چونکہ صرف سر مبارک کے سفید بالوں بارے سوال تھا، اس لیے سیدنا جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے بھی جواب میں صرف سر اقدس کا ذکر کیا داڑھی مبارک کا ذکر نہیں کیا۔ یہاں پر بحمد اللہ تعالیٰ

﴿باب ما جاء فی شیب رسول اللہ ﷺ﴾ مکمل ہوا۔

☆............☆............☆

باب نمبر ٦:

رسول اللہ ﷺ کا اپنے مبارک بالوں کو خضاب لگانے کا بیان

(اس باب میں چار احادیث ہیں)

''خضاب'' کا معنی بالوں کا رنگ تبدیل کرنا ہے۔ علماء کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خضاب فرمایا ہے یا نہیں۔ صحیح احادیث کے ذخیرہ میں کہیں بھی صراحت کے ساتھ یہ مذکور نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے خضاب کیا ہو، ہاں یہ بات مقرر ہے کہ آپ ﷺ کے بالوں کا رنگ سرخی مائل ہو گیا تھا۔ اب اس کی مختلف توجیہات کی جاتی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک قدرتی طور پر سرخی مائل ہو گئے تھے، جیسا کہ بالوں کی عموماً عادت ہے کہ سفید ہونے سے پہلے سرخی مائل ہو جاتے ہیں، دوسری توجیہہ یہ کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ کے بالوں کا رنگ خضاب کی وجہ سے سرخی مائل نہیں تھا، بلکہ آپ ﷺ کثرت سے خوشبو استعمال فرماتے تھے جس کا رنگ آپ کے بالوں پر ظاہر ہوا۔ خضاب یا کتم یا مہندی رسول اللہ ﷺ نے استعمال نہیں فرمائی، البتہ اس کا حکم دینا رسول اللہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد محترم سیدنا ابو قحافہ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو ان کی داڑھی اور سر کے بال بالکل سفید تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر فرمایا: ((غَيِّرُوْا هٰذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوْا السَّوَادَ .)) [1] ...... ''اس سفیدی کو کسی شئے سے بدل دو اور سیاہ کرنے سے بچو۔''

سرخ خضاب اور مہندی لگانے پر علماء کا اتفاق ہے کہ جائز ہے، بلکہ مستحب ہے مگر سیاہ خضاب، سوائے جہاد کے موقع کے مکروہ ہے۔ واللہ أعلم بالصواب۔

شریعت اسلامیہ عدل وانصاف کا منبع ہے:

٦-١: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ ، عَنْ إِيَادِ بْنِ لُقَيْطٍ ، قَالَ......

أَخْبَرَنِي أَبُوْ رِمْثَةَ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَعَ ابْنٍ لِيْ . فَقَالَ: ابْنُكَ هٰذَا؟

''سیدنا ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ نے

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب استحباب خضاب الشيب، حديث: ٢١٠٢/٧٩.

فَقُلْتُ: نَعَمْ، أَشْهَدُ بِهِ، قَالَ: لا يَجْنِيْ عَلَيْكَ وَلَا تَجْنِيْ عَلَيْهِ. قَالَ: وَرَأَيْتُ الشَّيْبَ أَحْمَرَ.

پوچھا: یہ تیرا لڑکا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! اور میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے بیٹے کے قصور کا تجھ سے، اور تیرے قصور کا تیرے بیٹے سے مواخذ نہ ہوگا۔ ابورمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس وقت میں نے آپ کے چند موئے مبارک کو مائل بسرخ دیکھا۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں یہ سب سے صحیح روایت ہے۔ اور واضح ہے اس لیے کہ صحیح روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ بڑھاپے کو نہیں پہنچے تھے اور ابورمثہ کا نام رفاعہ بن یثرمی التیمی ہے۔

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الترجل (٤ / ٤٢٠٨، ٤٤٩٥)، سنن نسائی، کتاب القسامة (٨ / ٥٣)، مسند احمد بن حنبل (٤ / ١٦٣)۔

☆ **مفردات:**

يَجْنِيْ: جِنَايَةٌ سے مشتق ہے جس کے معنی قصور کرنا یا جرم کرنا ہے۔

يَثْرِبِي: یثرب کی منسوب ہے، یثرب مدینہ منورہ کے سابقہ ناموں میں سے ایک نام ہے۔

تَيْمٌ: قبائل عرب سے ایک قبیلہ ہے۔

تشریح: ...... جاہلی دور میں عربوں کا عام طریقہ تھا کہ اگر باپ کسی قصور یا جرم کا مرتکب ہوتا، تو اس کا بیٹا اس کے جرم میں پکڑ لیا جاتا، اور اسی طرح اگر بیٹا کسی قصور یا جرم کا ارتکاب کرتا، تو اس کا باپ اس کے بدلے میں پکڑا جاتا، چنانچہ سیدنا ابورمثہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات اسی نکتہ نظر سے عرض کی، کہ یہ میرا اپنا صلبی بیٹا ہے، اگر مجھ سے کوئی جرم یا قصور سرزد ہو جائے تو عربوں کے عام طریقے کے مطابق میرے اس لڑکے سے ہی بدلہ پورا ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے عربوں کے اس ظالمانہ طریق کو ردّ کرتے ہوئے فرمایا: ''تیرے بیٹے کے قصور کا تجھ سے، اور تیرے قصور کا تیرے بیٹے سے، مؤاخذہ نہ ہوگا'' بلکہ اسلام میں یہ ہے کہ جو جرم کرے گا وہی قابل سزا وتعزیر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ ''کوئی شخص دوسرے کے بوجھ کا ذمہ دار نہیں ہے۔'' گویا دور جاہلیت کے اس اصول کو اسلام نے ختم فرما دیا۔

خضاب لگانے والی حدیث ضعیف ہے:

٦-٢: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ شَرِيْكٍ...... عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَ: سُئِلَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ:

''عثمان بن موہب سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے

نَعَمْ . خضاب کیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں!۔“

(امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعوانہ نے اس حدیث کو عثمان بن عبداللہ بن موہب سے بیان کیا تو انہوں نے یہ روایت (عن ابی ھریرہ کی بجائے) ”عن ام سلمۃ“ کے لفظ سے بیان کی۔)

تخریج: ......اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں شریک بن عبداللہ بن ابی شریک راوی بقول حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ”سیئ الحفظ“ ہے اور اس نے ثقات راویوں کی مخالفت کی ہے، اور اس راویت کو ام سلمہ کی بجائے ابوہریرہ سے بیان کیا ہے، جیسا کہ مصنف (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سیدہ ام سلمہ کی روایت صحیح بخاری، کتاب اللباس (۱۰ / ۵۸۹۸) میں ”سلام عن عثمان بن عبداللہ بن موھب“ کے طریق سے مروی ہے۔ اسی طرح مسند احمد بن حنبل (٦ / ۲۹٦، ۳۱۹، ۳۲۲) میں بھی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مہندی کا اثر دیکھا گیا:

٦-۳: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ: أَنْبَأَنَا النَّضْرُ بْنُ زُرَارَةَ، عَنْ أَبِي جَنَابٍ، عَنْ إِيَادِ بْنِ لُقَيْطٍ......

عَنِ الْجَهْذَمَةِ امْرَأَةِ بَشِيْرِ بْنِ الْخَصَاصِيَةِ قَالَتْ: أَنَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ يَنْفُضُ رَأْسَهُ، وَقَدِ اغْتَسَلَ؛ وَبِرَأْسِهِ رَدْغٌ، أَوْ قَالَ: رَدْعٌ مِنْ حِنَاءٍ . شَكَّ فِي هَذَا الشَّيْخُ .

”جہذمۃ رضی اللہ عنہا جو کہ بشیر بن الخصاصیۃ کی بیوی ہیں، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر سے نکلتے ہوئے، اپنے سر مبارک کو جھاڑتے ہوئے دیکھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں مہندی کا نشان تھا۔“

(امام ترمذی کے شیخ ابراہیم بن ھارون کو شک ہے کہ یہ لفظ ”ردع“ بالعین المھملۃ ہے یا بالغین المعجمۃ ہے۔)

درست لفظ بالمھملۃ ہے جس طرح ابورمثہ کی صحیح حدیث میں آیا ہے۔ اسی طرح علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ملا علی قاری کے حوالہ سے وضاحت کی ہے کہ یہ لفظ ردع عین کے ساتھ ہے۔ انظر: مختصر الشمائل للألبانی (ص: ٤۳)

تخریج: ...... یہ روایت اس سند کے ساتھ ضعیف ہے، کیونکہ اس میں نضر بن زرارۃ ”مستور الحال“ اور دوسرا راوی ابوجناب یحییٰ بن ابی حیۃ ”ضعیف، مدلس“ ہے۔ ہاں اپنے شواہد کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے، اس روایت کا ایک شاہد سنن ابی داؤد کتاب الترجل ٤ / ۲۲٦ میں ہے، اسی طرح ایک شاھد مسند احمد بن حنبل میں صحیح سند سے مروی ہے۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کی راویہ سیدہ جہذمۃ رضی اللہ عنہا ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر لیلیٰ رکھ دیا

تھا۔ ان کا خاوند بشیر بن الخصاصیۃ ہے۔ ''خصاصیۃ'' بشیر کی والدہ کا نام ہے جو کہ خصاصۃ بن عمرو بن کعب کی طرف منسوب ہے۔

☆ **مفردات:**

رَدْعٌ: زعفران کا رنگ۔ رَدْغٌ: گاڑھا دھبہ جو مہندی اور زعفران وغیرہ کا ہو۔ امام قسطلانی کا بیان ہے کہ محققون کا اتفاق ہے کہ رَدْغٌ کے ساتھ وھم ہے، کیونکہ اہل لغت اس کے عین کے ساتھ رَدْعٌ ہونے پر متفق ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے رنگے ہوئے بال مبارک:

٦-٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ، حَدَّثَنَا عَمْرُوْ بْنُ عَاصِمٍ ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ......

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: رَأَيْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَخْضُوْبًا . قَالَ حَمَّادٌ ، وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ ، قَالَ: رَأَيْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَخْضُوْبًا .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک دیکھے جو کہ رنگے ہوئے تھے۔ حماد کہتے ہیں ہمیں عبداللہ بن محمد بن عقیل نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے رنگ ہوئے بال مبارک سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھے۔''

تخریج: ......امام ترمذی یہ روایت بیان کرنے میں متفرد ہیں، سند کے لحاظ سے یہ روایت حسن ہے، کیونکہ عمرو بن عاصم صدوق ثقہ ہیں اور دوسری سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل صدوق ہیں، انہیں امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے کئی محدثین نے ''لین الحدیث'' کہا ہے، جبکہ امام بخاری نے اسے ''صدوق'' قرار دیا ہے اور امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اسے قابل حجت نہیں سمجھتا۔ جبکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اسے قابل حجت سمجھتے ہیں۔

تشریح: ......مذکورہ بالا روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بال مبارک رنگے ہوئے تھے، جبکہ صحیح مسلم کی روایت جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے خضاب استعمال نہیں فرمایا، جیسا کہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی ﷺ نے خضاب لگایا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ کے بال مبارک اس حالت کو پہنچے ہی نہیں تھے کہ انہیں خضاب لگایا جاتا، [1] یعنی بہت کم بال ایسے تھے جو سفید تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک خضاب کی مقدار کو نہیں پہنچے تھے۔ [2] نیز

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شیبه ﷺ، حدیث: ١٠٠/٢٣٤١.

[2] صحیح مسلم، کتاب حدیث: ١٠٤/٢٣٤١۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب، حدیث: ٥٨٩٤.

فرماتے ہیں: کہ اگر میں آپ کے سر مبارک کے سفید بال گننا چاہتا تو گن سکتا تھا، وہ صرف چند بال تھے۔ ❶

دونوں طرح کی روایات کو دیکھتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تطبیق مناسب معلوم ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں: پسندیدہ بات یہ ہے کہ کبھی کبھی آپ ﷺ نے اپنے بالوں کو رنگا ہے، اکثر اوقات نہیں رنگے تو جس نے جو کچھ دیکھا وہ بیان کر دیا اور یہ تاویل زیادہ مناسب ہے کیونکہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت صحیحین میں ہے، ❷ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نبی کریم ﷺ کے بالوں کو رنگنے کے متعلق سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کا انکار اور نفی کرنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مخالف ہے، اسی طرح جو اس کے معنی میں ہے کہ آپ ﷺ نے حناء اور کتم سے رنگا ہے، اس کے خلاف ہے اور اس میں کوئی شک نہیں نفی کرنے والے پر اثبات کرنے والے کو ترجیح ہوتی ہے، کیونکہ اس میں علم کی زیادتی ہوتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے جیسا کہ اصول میں یہ بات مقرر ہے۔ لہٰذا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تطبیق و جمع کا اعتبار کرنا انسب اور اصح ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرح فتح الباری میں ذکر کیا ہے اور اس طرح حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''البدایہ والنھایہ'' میں ذکر کیا ہے۔

ہمارے نزدیک امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی جمع و تطبیق میں اگر اس بات کا اضافہ کیا جائے کہ نبی اکرم ﷺ کے بال مبارک کا رنگ خوشبو کی وجہ سے سیاہی کی بجائے سرخی مائل ہو گیا تھا تو یہ زیادہ قرین قیاس ہے اور اس سے دلائل متناقضہ کے درمیان جمع و تطبیق میں آسانی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆............☆............☆

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شیبہ ﷺ، حدیث: ۲۳۴۱/۱۰۳.

❷ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب النعال السبتیة وغیرھا، حدیث: ۵۸۵۱۔ صحیح مسلم، کتاب الحج باب بیان ان الافضل ان یحرم......، حدیث: ۱۱۸۷.

باب نمبر: ۷

رسول اللہ ﷺ کا سرمہ لگانا

(اس باب میں پانچ احادیث ہیں)

اس باب میں نبی کریم ﷺ کا بنفس نفیس اپنی مبارک آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، سرمہ ڈالنے کے متعلق ارشادات فرمانا، سرمہ ڈالنے کا طریقہ اوراس کے فوائد بیان کیے گئے ہیں۔ سرمہ ڈالنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، ظاہری فوائد کے ساتھ ساتھ اتباعِ سنت سے سرمہ ڈالنے سے اُخروی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس اسکندریہ کی ایک ڈبیہ تھی، جس میں شیشہ، کنگھی، سرمہ دانی، قینچی اور مسواک ہوتی، اور رسول اللہ ﷺ کا جو شیشہ تھا، اس کا نام ''المدلة'' تھا۔

اثمد سرمہ کا استعمال لازم پکڑو:

۷-۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، أَنْبَأَ أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اكْتَحِلُوْا بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ. وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَهُ مُكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلَاثَةً فِي هٰذِهِ وَثَلَاثَةً فِيْ هٰذِهِ.

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: یقیناً نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اثمد سرمہ لگایا کرو، کیونکہ وہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور (پلکوں کے) بال اُگاتا ہے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی، جس سے آپ ﷺ ہر رات تین سلائی ایک آنکھ مبارک میں اور تین سلائی دوسری آنکھ مبارک میں ڈالتے تھے۔''

تخریج: ......سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خیال سے پہلے والے الفاظ کے کئی شواہد اور طرق ہیں، جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب اللباس والطب (۴ / ۱۷۵۷، ۲۰۴۷)، امام ابوداؤد طیاسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند (۱ / ۳۴۹) میں ذکر کیے ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خیال کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن کی کتاب الطب (۲ / ۳۴۹۹) میں، امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند (۳۳۱۸) میں اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک (۴ / ۴۰۸) میں ذکر کیا ہے۔ امام

البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس (ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خیال) کی سند بہت ضعیف ہے، جس طرح میں نے ارواء الغلیل (۷٦) میں بیان کیا ہے، لیکن شطر اول قوی ہے، کیونکہ اس کے بہت سے شواہد ہیں اور میں نے ان کو سلسلہ الاحادیث الصحیحہ میں (۷۲۴،٦٦۵) تخریج کیا ہے۔

☆ **مفردات:**

إِثْـمـدُ: ایک مشہور پتھر ہے، جس سے سرمہ تیار کیا جاتا ہے، سیاہ سرخی مائل رنگ کا یہ سرمہ آنکھوں کے لیے مفید ترین چیز ہے سرمے کا یہ پتھر اصفہان میں ہوتا ہے۔

يَجْلُوْ الْبَصَر: بینائی کو تیز کرتا ہے۔ آنکھ کو روشن کرتا ہے۔

مُكْحلَة: سرمہ دانی، اسم آلہ ہے، یہاں اس سے مراد وہ برتن ہے جس میں سرمہ رکھا جاتا ہے۔

سرمہ تین تین بار لگانا:

۷-۲: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ الْبَصرِيُّ ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى ، أَنَا إِسْرَائِيْلُ ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ (ح) . حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْتَحِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ بِالْإِثْمِدِ ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ . وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ فِي حَدِيْثِهِ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ .

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ سونے سے پہلے ہر ایک آنکھ مبارک میں اثمد سرمے کی تین سلائی لگایا کرتے تھے۔ اور یزید بن ہارون اپنی روایت میں کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ ﷺ نیند سے پہلے ہر آنکھ میں تین بار سرمہ لگاتے تھے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث اس سند کے ساتھ سخت ضعیف ہے، راوی عباد بن منصور سوء حفظ، تدلیس اور حافظہ میں تغیر'' کی وجہ سے ضعیف ہے، البتہ اس کی شاہد سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ اثمد سرمہ کی تین سلائیاں دائیں آنکھ میں اور تین سلائیاں بائیں آنکھ میں لگاتے تھے۔ اسی طرح رات کو سرمہ لگانے کا ذکر سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے، جو آئندہ سطور میں آ رہی ہے۔

اثمد سرمے کے فوائد:

۷-۳: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ ......

عَـنْ جَـابِـرٍ ؛ قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: عَـلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعَرَ .

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوتے وقت تم پر اثمد سرمہ لازم ہے، کیونکہ یہ نظر روشن کرتا ہے اور (پلکوں کے) بال اُگاتا ہے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ شرح السنة (١٢ / ١١٧)، سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب الكحل بالاثمد (٢٥٨)، مصنف ابن ابی شيبه (٥/ ٢٧، برقم: ٢٣٨٥)، سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب الامر بالكحل، حدیث نمبر: ٣٨٧٨، اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ سفید کپڑے پہنا کرو یہ تمہارے بہترین کپڑوں میں سے ہیں اور انہیں میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو۔ سنن ترمذی، کتاب اللباس، حدیث نمبر: ١٧٥٧، سلسلة الاحاديث الصحيحه (٧٢٤)۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کے راوی سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، جو مشاہیر اور مکثرین صحابہ کرام میں سے ہیں، ان سے تقریباً ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ سنہ ۷۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ مدینہ منورہ میں فوت ہونے والے میں یہ سب سے آخری صحابی ہیں۔ ان کا تفصیلی ترجمہ حدیث نمبر ۱۳ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

٧-٤ : حَـدَّثَـنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ......

عَـنِ ابْـنِ عَبَّـاسٍ ، قَـالَ: قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَيْرُ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ. يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعَرَ .

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے تمام سرموں سے بہترین سرمہ اثمد ہے، یہ نظر کو روشن کرتا ہے اور (پلکوں کے) بال اُگاتا ہے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد، كتاب اللباس (٤ / ٤٠٦١) و كتاب الطب (٤ / ٣٨٧٨)، ابن ماجه، كتاب الطب (٢ / ٣٤٩٧)، سنن نسائی، كتاب الذينة (٨ / ٥١٢٨)، طبقات ابن سعد (١ / ٤٨٤)، مسند احمد بن حنبل (٢٠٤٧)۔ امام البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور اسے امام نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

٧-٥ : حَـدَّثَـنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُسْتَمِرِّ الْبَصْرِيُّ ، ثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِالْمَلِكِ ، عَنْ سَالِمٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ، فَإِنَّهُ يَجْلُوا الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعَرَ.

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اثمد سرمہ کو لازم پکڑو کیونکہ وہ نظر کو تیز کرتا ہے اور (پلکوں کے) بال اُگاتا ہے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ مستدرك حاكم (٤ / ٧٢٠٩)، سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب الكحل بالاثمد (٢ / ٣٤٩٥)، سنن ابن ماجہ کے زوائد میں ہے کہ اس سند میں مقال ہے کیونکہ اس کا راوی عثمان بن عبدالملک، بقول امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ منکر الحدیث'' ہے، جبکہ امام بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ليس به بأس'' اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اس سند کے باقی راوۃ ثقات ہیں۔ امام البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت اپنی ماقبل روایات کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے، جیسا کہ میں نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ میں بیان کیا ہے۔

تشریح :...... مذکورہ بالا تمام احادیث میں اثمد (اصفہانی) سرمہ استعمال کرنے کی ترغیب ہے اور اس کے فوائد کا ارشاد ہے۔ حضرات علماء و محققین نے نبی اکرم ﷺ کے ان فرامین کی روشنی میں فرمایا ہے کہ ہر طرح کا سرمہ استعمال کرنا مستحب ہے جو کہ نظر تیز کرے، جبکہ اثمد سرمہ کا استعمال افضل ہے۔

باب ما جاء فی کحل رسول اللہ ﷺ مکمل ہوا۔

☆............☆............☆

باب نمبر ۸:

رسول اللہ ﷺ کے لباس کا بیان

(اس باب میں سترہ احادیث ہیں)

اس باب میں نبی اکرم ﷺ کے لباس مبارک کے بیان کے ساتھ ساتھ نیا کپڑا پہننے کی دعا، چادر اوڑھنے کا بیان، آپ ﷺ کے قمیص کی ہیئت اور مختلف رنگوں کے لباس بارے احادیث جمع کی گئی ہیں، جن سے مقصود یہ ہے کہ لباس کی ہیئت میں نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی جائے۔ موجودہ دور میں غیر مسلم خصوصاً یورپین عیسائیوں کی ثقافت و تہذیب سے متاثرہ اذھان ان کے لباس کی نقل کرتے ہوئے غیر ساتر لباس پہننے میں فخر محسوس کرتے ہیں، شرٹ پینٹ کے ساتھ ٹائی کا استعمال مردوں میں عام ہو گیا ہے جبکہ عورتیں ایسا لباس استعمال کرتی ہیں جس سے ان اعضائے جسم چھپنے کی بجائے زیادہ واضح شکل میں آشکار ہوتے ہیں۔ ایک بندہ مومن کے لیے سب سے بہتر تہذیب و ثقافت وہی ہے جو اسلام کی تہذیب و ثقافت ہے، اسی طرح لباس وہی زیادہ بہتر اور انسب ہے جو شرعی تقاضوں کے مطابق ہو، اور اعضائے جسم چھپانے والا ہو، دراصل لباس وہ ہوتا ہے، مَا يُلْبَسُ جس کو پہنا جائے، اللہ تعالیٰ نے لباس کی تخلیق میں دو مصلحتیں رکھی ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا﴾ [الاعراف : ٢٦] ''کہ اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لیے لباس نازل کیا ہے جو کہ تمہاری ستر پوشی اور زینت کا ذریعہ ہے۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَللِّبَاسُ زِيْنَةٌ وَالْعُرْيُ شَيْنٌ .'' ''کہ لباس انسان کے لیے زینت ہے کا باعث ہے جبکہ عریانی ایک عیب ہے۔'' تمام انسانی معاشروں میں برہنگی کو عیب ہی سمجھا جاتا ہے۔ یہ فطرت انسانی ہے جیسا کہ سورۃ اعراف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود جب آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی نے ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا تو ان کا جنتی لباس اتر گیا اور دونوں کو سخت شرمندگی کا احساس ہوا۔ ﴿وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ﴾ [الاعراف : ٢٢] تو انھوں جنت کے درختوں کے پتوں کے ساتھ اپنی ستر پوشی کی غرضیکہ ستر پوشی انسانی فطرت میں داخل ہے اور عریانی خلاف فطرت ہے۔

لباس کی حکمی اعتبار سے کئی انواع ہیں:

(۱) لباس واجب: وہ لباس جو انسان کے اعضائے مستورہ کی ستر پوشی کے لیے ضروری ہے۔

(۲) لباس حرام: وہ لباس جس کا پہننا قطعی طور پر حرام ہے۔ مثلاً مردوں کے لیے ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے، جبکہ عورتوں کے لیے جائز ہے۔

(۳) مستحب لباس: وہ لباس جو شریعت میں پسندیدہ شمار کیا جاتا ہے، جیسے عیدین کے موقع پر صاف ستھرا لباس پہننا یا جمعہ کے دن اچھا لباس پہننا۔

(۴) مکروہ لباس: صاحب حیثیت آدمی کے لیے میلا کچیلا لباس استعمال کرنا اس کے لیے مکروہ ہے۔ ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اچھا لباس پہنے۔

(۵) مباح لباس: وہ لباس جو نہ تو ضروری ہو، اور نہ ہی اس سے منع کیا گیا ہو۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِلْبَسُوْا مَا شِئْتُمْ مَا لَمْ يَكُنْ مَخِيلَةٌ وَلَا سَرَفٌ .)) [1] ''ہر قسم کا لباس پہن سکتے ہو، بشرطیکہ اس سے غرور وتکبر کا اظہار نہ ہوتا ہو، اور نہ ہی اسراف یعنی فضول خرچی میں شمار ہوتا ہو۔''

قمیص آپ ﷺ کو بہت پسند تھی:

۸-۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى، وَأَبُوْ تُمَيْلَةَ، وَزَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ......

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْقَمِيصُ .

''اُم المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کو سب کپڑوں سے زیادہ قمیص پسند تھی۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی القمیص (٤ / ٤٠٢٥)، جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب فی القمیص (٤ / ١٧٦٢) اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ سنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب لبس القمیص (٢ / ٣٥٧٥)، مسند احمد حنبل (٦ / ٣١٧) أخلاق النبی ﷺ لأبی الشیخ (ص: ١٠٤)، مستدرك حاكم (٢ / ١٩٢) وقال صحیح الإسناد ولم یخرجاه ووافقه الذهبي۔

☆ مفردات وتشریح:

اَلثِّيَابُ: ثوب کی جمع ہے، کپڑا جو لوگ پہنتے ہوں، سوتی ہو یا روئی کا، اون کا ہو یا ریشم کا۔

اَلْقَمِيصُ: ایک سلا ہوا کپڑا جس کی آستینیں ہوتی ہیں، اسے کپڑوں کے نیچے پہنا جاتا ہے۔ قاموس میں ہے:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالی ﴿قل من حرم زینة اللہ....﴾ تعلیقاً فی ترجمه الباب۔ سنن نسائي، کتاب الزکاة، باب الاختیال فی الصدقة، حدیث: ٢٥٦٠۔ سنن ابن ماجه (٣٦٠٥) بلفظ ''کلوا واشربوا وتصدقوا فی غیر اسراف ومخیلة''

قمیص مشہور لباس ہے اور یہ مؤنث بھی آتی ہے اور یہ صرف روئی کی ہوتی ہے، اُون کی نہیں ہوتی۔ صاحب قاموس نے شاید اس کی اغلبیت کو ملحوظ رکھا ہو، بظاہر یہاں پر اس سے مراد روئی ہی ہے کیونکہ اون سے بدن کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ پسینہ بہنے لگتا ہے اور اس کی بدبو سے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ دمیاطی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی قمیص روئی کی تھی جو کہ لمبی تھی اور چھوٹی آستینوں والی تھی۔

٨-٢: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، ثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى ، عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ......

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ، قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْقَمِيْصُ .

''ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: کپڑوں میں نبی اکرم ﷺ کو قمیص بہت پسند تھی۔''

تخریج: ......اس حدیث کی تخریج سابقہ حدیث میں لکھی گئی ہے۔

٨-٣: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ ، ثَنَا أَبُوْ تُمَيْلَةَ ، عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أُمِّهِ......

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ، قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَلْبَسُهُ الْقَمِيْصُ .

''ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کو سب سے محبوب لباس قمیص پہننا تھا۔''

تشریح: ......نبی اکرم ﷺ کا قمیص کو پسند کرنا اور اسے محبوب رکھنا شاید اس وجہ سے ہو کہ وہ اعضائے جسمانی کے لیے بہ نسبت تہبند اور چادر کے زیادہ ڈھانپنے والی اور پردہ دار ہوتی ہے۔ نیز اس میں کم مشقت پڑتی ہے اور بدن پر ہلکی محسوس ہوتی ہے اور اس کے پہننے میں تواضع ہے، یہی بات علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں کہی ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں کہ: اس حدیث سے قمیص پہننے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو یہ زیادہ محبوب اس لیے تھی کہ یہ تہبند اور چادر سے زیادہ ساتر ہوتی ہے۔ اور یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ قمیص ستر کو بھی ڈھانپتی ہے اور جسم کے ساتھ بھی ملی ہوتی ہے اس لیے یہ جسم کا شعار ہے اور اوپر والے کپڑے کو دثار کہتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو چیز جسم کے قریب ہو وہ دور والی چیز کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے انصار مدینہ کو شعار سے تشبیہ دی اور ان کے غیر کو دثار سے تشبیہ دی۔ [1]

نبی کریم ﷺ کی آستین مبارک:

٨-٤: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَجَّاجِ ، ثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ ، ثَنِي أَبِي عَنْ بُدَيْلٍ۔

[1] صحيح بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة الطائف، حديث: ٤٣٣٠ ـ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة قلوبهم، حديث: ١٠٦١.

يَعْنِي ابْنَ مَسِيْرَةَ ـ الْعُقَيْلِي ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ......

عَــنْ أَسْمَـاءَ بِـنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ: كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الرُّسْغِ .

''سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین کلائی تک ہوتی تھی۔''

تخریج: ...... **یہ حدیث ضعیف ہے۔** سنن ابن داؤد، کتاب اللباس (٤ / ٤٠٢٧)، جامع ترمذی، کتاب اللباس (٤ / ١٧٦٢، ١٧٦٥)، سنن الکبریٰ از امام نسائی (٥ / ٤٨١)۔ **امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:** اس روایت کی سند میں شہر بن حوشب سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے، اسی لیے میں نے اس روایت کو '' سلسلة الاحادیث الضعیفه '' (٣٤٥٧) میں تخریج کیا ہے۔

☆ مفردات:

اَلــرُّسُغُ: اس جوڑ کو کہتے ہیں جو کلائی اور ہتھیلی کے درمیان یا پنڈلی اور پاؤں کے درمیان ہوتا ہے۔ لفظ ''رسغ'' سین اور صاد دونوں طرح صحیح ہے

اَلْكُمُّ: آستین، اس کی جمع اکمام آتی ہے۔ کپڑے کی آستین جس سے ہاتھ داخل ہوتا اور نکلتا ہے۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کی روایہ سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی کنیت ام سلمہ تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے الادب المفرد میں ان کی حدیث درج کی ہے، اسی طرح اصحاب سنن نے ان کی روایات لی ہیں۔ یہ وہی خاتون ہیں جنہوں نے اپنے خیمے کے ستون سے نو رومی مار ڈالے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے بٹن:

٨-٥ : حَــدَّثَنَا أَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حَرِيْثٍ ، حَدَّثَنَا أَبُوْ نَعِيْمٍ ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُشَيْرٍ ......

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِـي رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ ، لِنُبَايِعَهُ ، وَإِنَّ قَمِيْصَهُ لَمُطْلَقٌ ، ـ أَوْ قَالَ: زِرُّ قَمِيْصِهِ مُطْلَقٌ ـ قَالَ: فَأَدْخَلْتُ يَدِي فِيْ جَيْبِ قَمِيْصِهِ فَمَسَسْتُ الْخَاتَمَ .

''حضرت معاویہ بن قرۃ اپنے باپ قرۃ بن ایاس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیعت کے لیے مزینہ قبیلے کے ایک گروہ کے ساتھ آیا (میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا) آپ کی قمیص مبارک کھلی ہوئی تھی یا فرمایا کہ آپ کی قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا تو میں نے اپنا ہاتھ آپ کی قمیص کے گریبان میں داخل کیا تو میں نے مہر نبوت کو چھولیا۔''

تخریج: ...... **یہ حدیث صحیح ہے۔** سنن ابی داؤد، کتاب اللباس (٤ / ٤٠٨٢)، سنن ابن ماجه، کتاب

اللباس (۲ / ۳۵۷۸)، صحیح ابن حبان (۷/ ۴۰۱)، مسند ابی داؤد طیالسی (ص: ۱۴۴)، مسند احمد بن حنبل (۴/ ۶۹، ۵/ ۳۵)، طبقات ابن سعد (۱ / ۴۶۰) أخلاق البنی ﷺ لأبی الشیخ (ص: ۱۰۷)۔

☆ مفردات:

اَلرَّهْطُ: کسی قوم اور خاندان پر بولا جاتا ہے۔ نیز تین سے دس تک کے گروہ پر بھی بولا جاتا ہے۔

اَلْجَیْبُ: سینے کے نزدیک سے قمیص کا کھلا ہوا حصہ، یا اس سے مراد قمیص کا وہ کھلا ہوا حصہ ہے جہاں سے سر اور ہاتھ باہر نکالے جاتے ہیں۔

مُزَیْنَة: بنو مضر کا ایک قبیلہ ہے۔

زِرٌّ: گھنڈی، تکمہ، بٹن اس کی جمع أَزْرَارٌ آتی ہے۔

راویٔ حدیث:...... اس حدیث کے راوی سیدنا قرۃ بن ایاس بن ہلال المزنی البصری رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان سے ان کے بیٹے کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔ سیدنا قرۃ بن ایاس، امیر معاویہ کے دور میں حرب الازارقہ میں شہید ہو گئے۔ ابن سعد وغیرہ نے ان کی تاریخ شہادت سنہ ۶۴ ہجری بتائی ہے۔

تشــــریــــح:...... حدیث الباب میں ارشاد ہے کہ ''میں قبیلہ مزینۃ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور سید الانبیاء ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تا کہ ہم لوگ آپ کی بیعت کر سکیں۔ یہ بیعت جیسا کہ علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''عَلَی الْإِسْلَامِ. تھی۔ ارشاد ہے کہ: ''آپ ﷺ کے قمیص کا گریبان کھلا ہوا تھا۔'' یا قرۃ نے یہ فرمایا کہ آنخضرت ﷺ کی قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا۔'' چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جس طرح وہ اپنے پیارے نبی ﷺ کو دیکھتے اسی طرح کا طریقہ اپناتے، چاہے وہ لباس کی کسی ہیئت کا ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جمع الوسائل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن قرۃ اور اس کے باپ قرۃ بن ایاس کو کبھی نہیں دیکھا، مگر دیکھا تو ایسی حالت میں کہ ان کے گریبان کی گھنڈی (تکمہ یا بٹن) لگی ہوئی نہیں ہوتی تھی، اگرچہ گرمی ہو یا سردی، ہمیشہ ان کی گھنڈیاں کھلی رہتی تھی۔''

اطاعت و فرمانبرداری، محبت و عقیدت اور اتباع نبوی کا یہی وہ مقدس اور پاک جذبہ ہے جس کی بدولت آج امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے پاس نبی کریم ﷺ کی ایک ایک سنت ایک ایک طریقہ اور ادا موجود اور محفوظ ہے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے کس قدر پیار اور اُنس و عقیدت تھی کہ آنخضرت ﷺ کا گریبان کھلا ہوا دیکھا تو بے صبری اور وارفتگی کے عالم میں ہر قسم کے آداب کی پرواہ نہ

کرتے ہوئے، گریباں مبارک کے اندر ہاتھ داخل کر کے مہر نبوت کو چھونے کی سعادت حاصل کرلی۔ نیز اس روایت سے نبی اکرم ﷺ کی کمال شفقت، عنایت اور مہربانی کا اظہار ہو رہا ہے کہ صحابی کو مہر نبوت چھونے سے منع نہیں فرمایا۔

نیا کپڑا پہننے کی دیگر دعائیں:

٨-٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ الشَّهِيْدِ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ وَهُوَ مُتَّكِيءٌ عَلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهِ، فَصَلَّى بِهِمْ.

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ (اپنے کاشانۂ اقدس سے) تشریف لائے اس حالت میں کہ آنجناب ﷺ جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ قطری کپڑا پہنے ہوئے تھے۔ جس کو آپ لپیٹے ہوئے تھے تو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

قَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ: سَأَلَنِي يَحْيَى بْنُ مُعِيْنٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيْثِ أَوَّلَ مَا جَلَسَ إِلَيَّ؛ فَقُلْتُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، فَقَالَ: لَوْ كَانَ مِنْ كِتَابِكَ! فَقُمْتُ لِأُخْرِجَ كِتَابِيْ، فَقَبَضَ عَلَى ثَوْبِيْ، ثُمَّ قَالَ: أَمْلِهِ عَلَيَّ فَإِنِّيْ أَخَافُ أَنْ لَا أَلْقَاكَ، قَالَ: فَأَمْلَيْتُهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَخْرَجْتُ كِتَابِيْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ.))

عبد بن حمید کہتے ہیں محمد بن فضل نے فرمایا: جب میرے پاس یحیٰی بن معین آ کر بیٹھے تو آتے ہی سب سے پہلے مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا۔ میں نے اس طریق سے حدیث بیان کرنی شروع کردی کہ مجھے حماد بن سلمہ نے حدیث بیان کی۔ تو یحیٰی بن معین نے کہا کہ اگر آپ اپنی کتاب سے یہ حدیث پڑھتے تو بہتر تھا۔ میں (محمد بن فضل) کتاب لانے کے لیے اٹھا تو انہوں (یحیٰی بن معین) نے میرا دامن پکڑ لیا۔ اور فرمایا: مجھے لکھوا دو، مجھے ڈر ہے کہ آپ سے پھر ملاقات نہ ہو سکے (محمد بن فضل نے) کہا میں نے ان (یحیٰی بن معین) کو زبانی (یہ حدیث) لکھوادی پھر میں وہ کتاب لے کر آیا اور اسے پڑھ کر یہ حدیث سنائی۔“

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد (٣ / ٢٥٧، ٢٦٢، ٢٨١)، صحیح ابن حبان (٤ / ٣٨)، أخلاق النبی ﷺ لأبی الشیخ (ص: ١٢)، علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں۔

☆ **مفردات:**

قِطْرِيٌّ: قاف کے کسرہ اور طاء کے ساتھ ہے، قطر کی طرف نسبت ہے جو یمنی چادروں کی ایک قسم ہے، جنہیں روئی سے بنایا جاتا ہے ان میں سرخ دھاریاں اور کچھ کھردار پن ہوتا ہے۔ یا یہ عمدہ حلوں کی ایک قسم ہے جو بحرین کے ایک شہر قطر سے لائے جاتے ہیں۔

تَوَشَّحَ بِهِ: اس کو اپنے کندھوں پر پہن رکھا تھا۔ توشیح یہ ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ بائیں ہاتھ کے نیچے سے لے جا کر دائنے کندھے پر ڈالنا، پھر دونوں کناروں کو ملا کر سینے پر گرہ دے دینا۔

اَمِلَّهُ: میم کے کسرہ اور لام مفتوحہ کی تشدید کے ساتھ، املال سے ہے جس کے معنی لکھوانے، املاء کروانے کے ہیں۔

نئے کپڑے پہننے کی دعائیں:

۸-۷: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ إِيَاسٍ الْجَرِيْرِيُّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ......

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ: عِمَامَةً أَوْ قَمِيْصًا أَوْ رِدَاءً. ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ. حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْنُسَ الْكُوْفِيُّ، أَنْبَأَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمَزَنِيُّ، عَنِ الْجَرِيْرِيُّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اس کو اس نام سے موسوم فرماتے، جیسے عمامہ، قمیص یا چادر، پھر (یہ دعا) پڑھتے: ''اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ.)) ''اے اللہ! ہر قسم کی تعریف تیرے لیے ہے جس طرح تو نے مجھے یہ پہنایا ہے میں تجھ سے اس کی خیر اور اس چیز کی خیر جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے مانگتا ہوں اور میں تجھ سے اس کی شر اور جس چیز کے لیے یہ بنایا گیا اس کی شر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

اسی طرح دوسری سند بھی آتی ہے یعنی ھشام بن یونس، قاسم بن مالک مزنی سے، وہ جریری سے، وہ ابونضرۃ سے، وہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہی روایت بیان کرتے ہیں۔

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس (٤ / ٤٠٢٠)، جامع الترمذی، ابواب

اللباس (٤ / ١٧٦٧) اورفرمایا: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ١٤٤٢۔ مسند احمد (٣/ ٣٠، ٥٠) اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ١٠٧)۔

تشریح :...... نبی اکرم ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اظہار حمد اور تحدیث نعمت کے طور پر کپڑے کا نام لے کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتے۔ حدیث الباب میں جو دعا مذکور ہے اس کے علاوہ اور دعائیں بھی ماثور ہیں۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد میں سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نیا کپڑا پہنا پھر کہا: "أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ وَلَا قُوَّةَ." تو اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ [1]

دھاری دار کپڑا حضور ﷺ کو پسند تھا:

٨-٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، أَنْبَأَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ ، ثَنِيْ أَبِيْ ، عَنْ قِتَادَةَ......

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَلْبِسُهَا الْحِبَرَةُ.

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سب کپڑوں سے زیادہ دھاری دار کپڑا پہننا پسندیدہ تھا۔"

تخریج: ......صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبر والشملة (٢ / ٨٥٦)، صحیح مسلم، کتاب اللباس والذینة، باب فضل لباس الحبرة (٢٠٧٩)، سنن ابی داؤد، کتاب اللباس (٤ / ٤٠٦٠)، سنن ترمذی، ابواب اللباس (٤ / ١٧٨٧) وقال حدیث حسن غریب صحیح۔ اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ١٠٥)۔

☆ مفردات:

حِبَرَة: یمن کی چادروں میں سے ایک قسم کا کپڑا ہے جو سوت اور روئی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مُحَبَّر بمعنی مزیّن ہے، تَحْبِیْر تزئین کو کہتے ہیں۔

آپ ﷺ کا سرخ جوڑا:

٨-٩ : حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ ، أَنْبَأَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ......

عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ

" حضرت عون بن ابی جحیفہ اپنے والد محترم (سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیدا، حدیث: ٤٠٢٣۔ حاکم (١/ ٥٠٧)۔

كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَرِيقِ سَاقَيْهِ. قَالَ سُفْيَانُ: أُرَاهَا حِبَرَةً.

نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی اس حال میں کہ آپ ﷺ نے سرخ رنگ کا حُلّہ زیب تن کیا ہوا تھا، گویا کہ میں آپ کی مبارک پنڈلیوں کی چمک دیکھ رہا ہوں۔''
سفیان فرماتے ہیں: میرے خیال میں وہ یمن کی بنی ہوئی دھاری دار چادر تھی۔

تخریج: ......صحیح بخاری، کتاب المناقب (٦ / ٣٥٦٦)، صحیح مسلم، کتاب الصلوة (١ / ٢٤٩، ٣٦٠)، سنن ترمذی (١ / ١٩٧) **اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔** مسند احمد بن حنبل (٤ / ٣٠٧، ٣٠٨) أخلاق النبی ﷺ لأبی الشیخ (ص: ١٢٠)، طبقات ابن سعد (١ / ٤٥٠)۔

سرخ جوڑے میں آپ ﷺ بہت زیادہ خوبصورت معلوم ہوتے:

٨-١٠: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ......

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِنْ كَانَتْ جُمَّتُهُ لَتَضْرِبُ قَرِيْبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ.

''سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے انسانوں میں سے کسی ایک کو بھی سرخ جوڑے میں ملبوس حضور ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کے جمہ بال (زلف مبارک) کندھوں کے قریب تھے۔''

تخریج: ...... صحیح بخاری، کتاب اللباس (١٠ / ٥٩٠١)، صحیح مسلم، کتاب الفضائل (٤ / ٩٢، حدیث نمبر: ١٨١٨)۔

نبی کریم ﷺ کی سبز چادریں:

٨-١١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، أَنْبَأَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ إِيَادٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي رِمْثَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ.

''سیدنا ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کا دیدار اس حالت میں کیا کہ آپ ﷺ پر دو سبز چادریں تھیں۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ جامع الترمذی، ابواب الادب (٥ / ٢٨١٢) وقال حدیث حسن

غریب۔ سنن نسائی، کتاب العیدین (۳ / ۱۵۷۱) و کتاب الذینة (۸ / ۵۳۳۴)، مسند احمد بن حنبل (۷۱۱۷)، امام احمد شاکر فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس (۴۰۶۵)۔

۸-۱۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، عَنْ جَدَّتَيْهِ دُحَيْبَةَ وَعُلَيْبَةَ......

عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ أَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَقَدْ نَفَضَتْهُ. وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ.

''سیدہ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ (کے جسم اطہر) پر دو پرانی چادریں تھیں، جن پر زعفران تھا مگر جھڑ کر اس کا معمولی نشان رہ گیا تھا۔ اور حدیث میں ایک لمبا قصہ ہے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث حسن ہے۔ جامع ترمذی، کتاب الادب، باب فی الشوب الاصفر (۵ / ۲۸۱۴) علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سنن ترمذی میں اس کو حسن کہا ہے۔ (۲۶۷/۳، ۲۶۸)۔

راویٔ حدیث: ...... اس حدیث کی راویہ سیدہ قیلہ بنت مخرمہ العنبر یہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ بنوبکر کے وفد حریث بن حسان کے ساتھ ہجرت کر کے نبی اکرم ﷺ کے پاس گئیں۔ ان کی احادیث عبداللہ بن حسان العنبری اپنی دو دادیوں دحیبۃ اور علیبۃ سے روایت کرتے ہیں یہ دونوں سیدہ قیلہ بنت مخرمہ کی پروردہ تھیں، رشتہ میں یہ ان دونوں کے باپ کی دادی تھیں، جب یہ نبی اکرم ﷺ کے پاس گئیں تو واپسی پر ان دونوں کو انہوں نے یہ حدیث بیان کی۔

☆ **مفردات:**

اَلْاَسْمَالُ: سمل کی جمع ہے بروزن اسباب وسبب، پرانے کپڑے کو کہا جاتا ہے۔

اَلْمُيَّتَانِ: یہ مُلَيَّةٌ کا تثنیہ ہے اور مُلَيَّةٌ مُلَاءَةٌ سے تصغیر ہے۔ اَلْمُلَاءَةُ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کو کسی دھاگے سے نہ جوڑا جائے بلکہ یکساں بنا ہوا ہو۔

نَفَضَتْهُ: جھاڑ دیا۔ زائل کر دیا، یعنی ان کپڑوں پر جو زعفران لگا ہوا تھا وہ انہوں نے جھاڑ کر اڑا دیا تھا اور صرف معمولی نشان باقی رہ گیا تھا چونکہ آپ ﷺ نے زعفران کے رنگ سے منع فرمایا ہے [1] اس لیے یہاں اس کو جھاڑ کر معمولی نشان باقی رہنے پر محمول کیا جائے گا، پھر یہ نہی کے ضمن میں نہیں آئے گا۔

تشریح: ...... حدیث کے آخر میں ہے کہ ''اور حدیث میں ایک لمبا قصہ ہے۔'' یہ لمبا قصہ معجم کبیر طبرانی (۹، ۲۵) میں حسن سند کے ساتھ یوں مروی ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو اس نے

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب النھی عن التزعفر للرجال، حدیث: ۵۸۴۶، ۵۸۴۷۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب نھی الرجل عن التزعفر، حدیث: ۲۱۰۱.

کہا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اس وقت آپ ﷺ پر دو پرانی چادریں تھیں جن پر زعفران لگی ہوئی تھی، اور حضور پاک ﷺ اپنے پاؤں پر تشریف فرما تھے، (یعنی دونوں رانوں کو پنڈلیوں سے ملایا ہوا تھا۔)، راوی کہتا ہے: جب میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس حالت میں دیکھا تو میں ڈر سے کانپنے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ''تسلی رکھو تم پر سکینت اور آرام ہو۔'' تو میرا ڈر دور ہوگیا۔

سفید کپڑا بہترین لباس ہے:

٨-١٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، ثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ لِيَلْبَسْهَا أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ، فَإِنَّهَا مِنْ خِيَارِ ثِيَابِكُمْ.

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ سفید کپڑوں کو اپناؤ، تم میں سے جو بقید حیات ہیں وہ بھی انہیں پہنیں، اور جو فوت ہو جائیں انہیں بھی سفید کپڑوں میں کفن دو، کیونکہ یہ تمہارے بہترین کپڑوں میں سے ہیں۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس (٤ / ٤٠٦١)، سنن ابن ماجه، کتاب اللباس (٦ / ٣٥٦٦)، جامع ترمذی، کتاب الجنائز (٣ / ٩٩٤) وقال حدیث حسن صحیح۔ مسند احمد بن حنبل (٣٠٣٦، ٣٤٢٦)۔

تشریح: ...... سفید لباس بہترین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تواضع اور انکساری کی دلیل ہوتا ہے، اور تکبر و خود پسندی وغیرہ سے پاک ہوتا ہے۔ اس حدیث سے سفید لباس پہننے اور اس میں کفن دینے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔ نیل الاوطار میں امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں امر وجوب کے لیے نہیں ہے، کیونکہ دوسری احادیث سے آپ ﷺ کا سفید کے علاوہ اور لباس پہننا بھی ثابت ہے۔

٨-١٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ أَبِي شَبِيْبٍ......

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: الْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ.

''سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ سفید لباس پہنا کرو، یہ پاک اور صاف ہوتے ہیں اور ان میں اپنے فوت شدگان کو کفن دیا کرو۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ جامع ترمذی، کتاب الادب، باب فی لبس البیاض (٥ / ٢٨١٠)، وقال هذا حدیث حسن صحیح۔ سنن نسائی، کتاب الذینة (٨ / ٥٣٣٨)، سنن ابن ماجه، کتاب اللباس (٢ / ٣٥٦٧)، مسند ابی داؤد طیالسی (٨٩٤)، سنن الکبریٰ بیهقی (٣ / ٤٠٢، ٤٠٣)، مستدرك الحاکم (١ / ٣٥٤، ٣٥٥۔ ٤ / ١٨٥)۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کے راوی سیدنا سمرۃ بن جندب بن ھلال رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی مختلف کنیتیں مذکور ہیں، ان کو ابوسعید، ابوعبداللہ، ابوعبدلرحمان، ابومحمد اور ابوسلیمان کہا جاتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔

آپ کے تلامذہ میں آپ کے بیٹے سلیمان اور سعد ہیں، اسی طرح عبداللہ بن بریدہ اور زید بن عقبہ بھی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ اہل بصرہ کے فضلاء میں سے تھے۔ ان سے تقریباً (١٢٣) احادیث مروی ہیں۔ سنہ ٥٨ ہجری میں بصرہ میں ہی گرم پانی کے تالاب میں گئے جس کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی۔

سیاہ بالوں والی چادر کا استعمال:

٨-١٥: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ.

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے اور آپ نے سیاہ بالوں والی کملی اوڑھ رکھی تھی۔''

تخریج: ...... صحیح مسلم، کتاب اللباس (٣ / ٣٦۔ برقم: ١٦٤٩)، وفی فضائل الصحابه (٤ / ٦١ برقم: ١٨٨٣)۔ یہاں الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ بالوں سے بُنا ہوا دھاری دار کمبل اوڑھا ہوا تھا۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس (٤ / ٤٠٣٣)، جامع ترمذی (٥ / ٢٨١٣)، وقال حدیث حسن غریب صحیح۔ مسند احمد بن حنبل (٦ / ١٦٢) أخلاق النبی ﷺ لأبی الشیخ (ص: ١١٦)۔

☆ مفردات:

اَلْمِرْطُ: بکسر المیم وسکون الراء: کمبل کو کہتے ہیں، چاہے اون کا ہو یا بالوں کا، سوت کا ہو یا ریشم کا۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مِرْط اس کمبل کو کہتے ہیں جس کی تہبند باندھی جائے۔ امام نضر کہتے ہیں: مرط اس سبز قمیص کو کہتے ہیں جو صرف عورتیں پہنتی ہیں۔ لیکن اس حدیث سے ان کے قول کی تردید سامنے آتی ہے۔

مُرَحَّلٌ: حاء کے ساتھ ہے، اگر یہ مرجل جیم کے ساتھ ہو تو اس کے معنی ہیں کہ اس پر مَردوں کی تصاویر تھیں مگر یہ

لفظ حاء کے ساتھ درست ہے، یعنی جس پر اونٹوں کے کجادوں کی تصاویر ہوں۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرحل کے معنی دھاری دار کے ہیں۔

آپ ﷺ نے رومی جبہ زیبِ تن فرمایا:

٨-١٦: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبِسَ جُبَّةً رُومِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ .

''عروہ بن مغیرۃ بن شعبہ اپنے والدمحترم سیدنا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے رومی جُبّہ پہنا، جس کی دونوں آستینیں تنگ تھیں۔''

تخریج: ...... صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب لبس جبة ضیقة الکمین فی السفر (١٠ / ٥٧٩٩) وکتاب الصلوة (١ / ٣٦٣)، صحیح مسلم، کتاب الطهارة (١ / ٧٧ برقم: ٢٢٩)، سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة (١ / ١٥١)، سنن نسائی، کتاب الطهارة (١ / ٢٨)، مسند احمد حنبل (١ / ٢٩، ٤٤)، جامع الترمذی ابواب اللباس (٤ / ١٧٦٨) وقال حدیث حسن صحیح۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کے راوی مشہور صحابی سیدنا مغیرۃ بن شعبۃ بن ابی عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ حدیبیہ اور بعد کے مشاہد ومغازی میں موجود رہے، نبی اکرم ﷺ سے بہت سی احادیث روایت کیں۔ اوران سے ان کی اولاد کے علاوہ دوسرے تابعین نے بھی روایت کیا۔ ابن سعد کہتے ہیں: ان کو مغیرۃ الرائے کہا جاتا تھا، یہ یمامہ، فتوح الشام اور قادسیہ میں موجود تھے۔ بصرہ اور کوفہ کے قاضی بنے۔ سنہ ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ

☆ مفردات:

جُبَّةٌ: ثَوْبٌ وَاسِعٌ يَلْبَسُ فَوْقَ الثِّيَابِ :ایک وسیع کپڑا جو لباس کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ مشہور لباس ہے، نبی اکرم ﷺ نے مذکور جبہ غزوہ تبوک میں پہنا تھا۔ ❶

اَلرُّومِيَّةُ: بلادِ روم کی طرف منسوب ہے۔

ضَيِّقَةٌ: تنگ۔ اَلْكُمَّيْنِ: كُمٌّ کا تثنیہ ہے بمعنی آستین۔

تشریح :...... یہ رومی جبہ جب نبی اکرم ﷺ نے پہنا تھا تو سیدنا مغیرہ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے، جیسا کہ مسند احمد بن حنبل اور سنن ابی داؤد میں مذکور ہے۔ نیز یہ مذکور ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے۔ ❷

---

❶، ❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب (٨٢)، حدیث: ٤٤٢١۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تقدیم الجماعة من یصلی بهم، حدیث: ١٠٥/٢٧٤.

اس حدیث کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ کفار کے کپڑوں سے نفع حاصل کرنا، جبکہ ان کی نجاست متحقق اور ثابت نہ ہو، جائز ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے رومی جبہ پہن لیا اور اس کی تفصیل دریافت نہیں فرمائی۔

اکثر روایات میں رومی کی بجائے شامی جُبہ کے الفاظ ہیں، یعنی یہ جبہ شام کا بنا ہوا تھا۔ لیکن اس میں کوئی تناقض نہیں ہے کیونکہ شام ان ایام میں روم کا علاقہ تھا اور قیصر روم کا حکم وہاں بھی نافذ تھا۔

باب ما جاء فی لباس رسول الله ﷺ مکمل ہوا۔ والحمد لله علی ذلك

☆............☆............☆

باب نمبر:۹

رسول اللہ ﷺ کی معیشت (گذر بسر) کا بیان

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

عنوان میں لفظ "عَیْشٌ" استعمال ہوا ہے، یہ عبارت ہے حیات وطعام سے، اس کے معنی عمدہ طریقہ سے رہنا، زندگی بسر کرنا، ایک خاص طریقہ سے زندگی گذارنا۔ اس کا مصدر عَیْش مَعَاشًا اور مَعِیْشًا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان سے دو مرتبہ باب قائم کیا ہے ایک تو اس مقام پر اور دوسرا، باب اسماء النبی ﷺ کے بعد، وہاں اس باب میں نو احادیث ذکر کی ہیں، جن میں حضور ﷺ کے غذا تناول فرمانے کا بیان ہے اور اس مقام پر صرف دو احادیث ہیں جن میں آپ ﷺ کی زندگی گذارنے کا مختصر سا تذکرہ ہے جو کہ آپ ﷺ کی ریاضت اور فقر اختیاری پر مشتمل ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عسرت ویسرت:

۹-۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ......

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فَمَخَّطَ فِيْ أَحَدِهِمَا فَقَالَ: بَخٍ بَخٍ يَتَمَخَّطُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فِي الْكَتَّانِ! لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَإِنِّيْ لَأَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ رضي الله عنها مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيْءُ الْجَائِيْ فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِيْ يَرَى أَنَّ بِيَ جُنُوْنًا وَمَا بِيْ جُنُوْنٌ وَمَا هُوَ إِلَّا الْجُوْعُ.

"امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ انہوں نے کاٹن کی، یا سِلکی دو رنگی ہوئیں سرخ پھولوں والی چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ انہوں نے ان میں سے ایک کے ساتھ اپنے ناک کو صاف کیا اور فرمایا: زہے زہے ابوھریرہ! آج کتان کے کپڑے سے ناک صاف کر رہے ہو، البتہ قسم ہے کہ مجھ پر ایسی حالت بھی گذری ہے کہ جب میں بھوک کی وجہ سے منبر رسول ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے کے درمیان نیم بے ہوشی کے عالم میں گرا پڑا ہوتا، تو گذرنے والا مجھے دیوانہ سمجھ کر میری گردن کو روندتے ہوئے گذر جاتا، حالانکہ مجھے کسی قسم کی دیوانگی نہ تھی، ایسے صرف انتہائی بھوک کی وجہ سے ہوتا۔"

تخریج: ...... صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما ذکر النبی ﷺ وحض علی انفاق اهل العلم حدیث: ٧٢٢٤ سنن ترمذی(٢٣٦٧)

☆ **مفردات:**

ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ: دوسرخ پھول والے کپڑے۔ مُمَشَّقَانِ کا مادہ مِشْقٌ ہے جس کے معنی سرخ پھول ہیں۔ باب تفصیل سے مفعول ہے۔ مُنَقَّشٌ بھی اسی کے معنی میں آتا ہے۔

كَتَّان: سلکی کپڑا۔ السی کے پودے کو بھی کہا جاتا ہے۔

بَخٍّ بَخٍ: زہے نصیب! یہ جملہ فرحیہ ہے۔

جنون: پاگل پن، دیوانگی، اندرونی تکلیف، اس کے معنی مرگی کے بھی آتے ہیں۔

تشریح: ......مندرجہ بالا حدیث میں سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی عسرت اور تنگیٔ رزق کے زمانہ کا تذکرہ کیا ہے اور پھر اپنے دوسرے زمانہ کا تذکرہ فرمایا ہے جو فراخی رزق اور آسودگی کا دور تھا۔ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا کہ: ''میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ کے درمیان بے ہوش پڑا رہتا تھا۔'' شارحین نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدورفت اسی مقام پر تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین پر کمال درجے کی رحمت اور شفقت فرماتے تھے، لہٰذا یہ کیسے ممکن تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں بھوکا پڑا ہوا دیکھتے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خود بنفس نفیس زندگی مبارک اسی طرح عسرت کی تھی، اگر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی فراخی ہوتی، تو کبھی بھی سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں نہ رہنے دیتے۔

❀ روایت میں وارد جملہ فرحیہ ''بَخٍّ بَخٍ'' یعنی زہے زہے۔ یہ جملہ خوشحالی اور فرحت کے وقت کہا جاتا ہے اور تکرار، نشاط یعنی خوشی کے لیے ہے اس میں مبالغہ بھی پایا جاتا ہے۔ یعنی واہ واہ سبحان اللہ!

❀ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''گذرنے والا میری گردن پاؤں سے دباتا۔'' عرب میں یہ بات کہی جاتی کہ کسی مرگی والے کو مرگی کا دورہ پڑتا تو اس کی گردن کے اعصاب کو زور زور سے دباتے تو اسے آرام آجاتا، چنانچہ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اکیلے سیر ہوکر کھانا نہیں کھایا:

٢-٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضَّبَعِيُّ......

عَنْ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ: مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَا لَحْمٍ إِلَّا عَلَى

''مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی روٹی اور نہ ہی گوشت شکم سیر ہوکر اکیلے نہیں کھایا مگر لوگوں کے

ضَـفَفٍ . قَـالَ مَالِكٌ: سَأَلْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْـلِ الْبَـادِيَةِ مَـا الضَّفَفُ؟ فَقَـالَ: أَنْ يَتَنَاوَلَ مَعَ النَّاسِ .

ساتھ۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ایک دیہاتی سے ضَــفَف کے معنی پوچھے تو اس نے کہا کہ اس کے معنی ہیں کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا تناول کرنا۔‘‘

تخریج: ......اس حدیث میں صحابی کا ذکر نہیں ہے اور مالک بن دینار تابعی ہیں، لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے جو کہ ضعیف کی قسم ہے، لیکن اس کی شاہد سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے جو مسند احمد بن حنبل اور صحیح ابن حبان میں صحیح سند سے مروی ہے۔ اور شمائل ترمذی میں بھی اسے امام ترمذی نے باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ فیطالع من شاء التفصیل۔

☆مفردات:

شَبِعَ: سیر ہونا، پیٹ بھر کر کھانا۔

ضَـــفَفٌ: لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا۔ بعض نے کہا ہے کہ کھانے والے لوگوں کے برابر بیٹھ کر کھانا یا کھانے کا برابر ہونا۔

باب ما جاء فی عیش النبی ﷺ مکمل ہوا۔ والحمد للہ علی ذلك

☆............☆............☆

باب نمبر:۱۰

رسول اللہ ﷺ کے موزوں کا بیان

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

خُفّ کا معنی ہے مَا یَسْتُرُ الرِّجْلَ إِلَی الْکَعْبَیْنِ جو ٹخنوں سمیت پاؤں کو ڈھانپ لے۔ اس کی جمع خفاف آتی ہے۔

اس باب میں رسول اللہ ﷺ کے موزے پہننا، موزہ پہننے کے بعد ان پر مسح کرنا اور پہننے سے پہلے ان کو جھاڑنے کا بیان ہے۔ موزے جھاڑنے کی یہ حکمت بیان کی جاتی ہے کہ مبادا اس میں کوئی زہریلا سانپ یا بچھو ہو، یا حشرات الارض میں سے کوئی گزند پہنچانے والی شیئ ہو۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم الاوسط میں ضعیف سند سے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ذکر کیا ہے کہ ''ایک دن رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے خلاء میں نکلے تو واپسی پر وضو فرمایا، وضو کرنے کے بعد ایک موزہ پہنا، اسی اثنا میں ایک پرندہ آیا اور دوسرے موزے کو اٹھا کر بلندی پر لے گیا، پھر اس کو الٹ دیا تو اس سے ایک سیاہ سانپ نکلا۔'' ❶ ایک دوسری روایت (جس کی سند ضعیف ہے) میں ہے ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''نبی اکرم ﷺ نے موزے منگوائے، ان میں سے ایک پہنا، اسی اثنا میں ایک کوا آیا، جو دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور پھر اسے الٹ دیا تو اس میں ایک سانپ نکلا۔'' تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ جب تک دونوں موزے جھاڑ نہ لے، نہ پہنے۔'' ❷

نجاشی (شاہ حبشہ) کے تحائف میں موزے بھی تھے:

۱۰-۱: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، ثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ......

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ: أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

''سیدنا بریدۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجاشی (شاہ حبشہ) نے نبی اکرم ﷺ کو سیاہ رنگ کے دو موزے بطور ہدیہ بھیجے، آپ ﷺ نے انہیں پہنا۔ پھر وضو فرمایا تو ان پر مسح کیا۔''

---

❶ المعجم الاوسط للطبرانی (۱۱۳۶۰).

❷ معجم کبیر طبرانی (۷٦۲۰).

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔سنن ترمذی، کتاب الادب، باب فی الخف الأسود (٥ / ٢٨٢٠)، سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة (١ / ٥٤٩)، و کتاب اللباس، باب خفاف الأ سود (٢ / ٣٦٢٠)، مسند احمد بن حنبل (٥ / ٣٥٢)، سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین (١٥٥)، أخلاق النبی ﷺ لأبی الشیخ (ص: ٤٢)۔

☆ **مفردات:**

سَاذِجَيْنِ: ذال کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ، وہ موزے جن پر نہ بال ہوں اور نہ نقش ونگار، بلکہ خالص سیاہ رنگ کے ہوں، جس کے ساتھ دوسرا کوئی اور رنگ نہ ہو۔

تشریح و فوائد :...... ''نجاشی'' ان دنوں حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی، فارس کے بادشاہ کو کسریٰ، روم کے بادشاہ کو قیصر، مصر کے بادشاہ کو عزیز، ترک کے بادشاہ کو خاقان اور یمن بادشاہ کو تبع کہتے تھے۔جس نجاشی نے نبی اکرم ﷺ کو یہ موزے بھیجے اس کا نام اصحمہ تھا۔جن بادشاہوں کو نبی اکرم ﷺ نے بذریعہ خطوط اسلام کو دعوت دی تھی ان میں سے ایک یہ بھی تھے۔ان کی طرف سیدنا عمرو بن امیہ ضمری مکتوب گرامی لے کر گئے تھے۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے کہ نجاشی سنہ ٦ ہجری میں مسلمان ہوا اور سنہ ٩ ہجری میں فوت ہوا، اور جس دن نجاشی فوت ہوا، نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس کی وفات کی خبر دی اور مدینہ منورہ سے باہر کھلے میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ساتھ لے کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [1]

اس حدیث سے اہل کتاب کے تحفے کی قبولیت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اشیاء کی اصل اباحت ہے، اور موزوں پر مسح کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت دحیہ کلبی کا حضور ﷺ کو ہدیہ بھیجنا:

١٠-٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَيَّاسٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ......

قَالَ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ: أَهْدَى دِحْيَةُ لِلنَّبِيِّ ﷺ خُفَّيْنِ، فَلَبِسَهُمَا. وَقَالَ اِسْرَائِيْلُ عَنْ جَابِرٍ: وَجُبَّةٌ فَلَبِسَهُمَا حَتَّى تَخَرَّقَا لَا يَدْرِيْ النَّبِيُّ ﷺ اذَكِيٌّ هُمَا أَمْ

''سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دحیہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو دو موزے بطور تحفہ دیئے، تو آپ نے وہ پہن لیے'' اسرائیل نے یہ حدیث جابر سے انہوں نے عامر سے روایت کی کہ ''اس نے موزوں کے ساتھ ایک جبہ بھی بھیجا تھا،

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب التکبیر علی الجنازة اربعا، حدیث: ١٣٣٣، ١٣٣٤۔ صحیح مسلم، کتاب فی التکبیر علی الجنازة، حدیث: ٩٥١.

لا۔ قَالَ أَبُوْعِيْسٰى: أَبُوْإِسْحَاقَ هُوَ الشِّيْبَانِيُّ وَاسْمُهُ سُلَيْمَانُ.

آپ ﷺ نے انہیں پہنا، حتیٰ کہ وہ پھٹ گئے، نبی اکرم ﷺ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کے۔'' امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: '' ابواسحاق سے مراد ابواسحاق شیبانی ہے اور ان کا نام سلیمان ہے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ جامع ترمذی، أبواب اللباس، باب لبس الجبة والخفين (٤ / ١٧٦٩)، أخلاق النبی ﷺ لأبی الشيخ (ص: ١٤١)۔

☆ **مفردات:**

تَخَرَّقَا: وہ دونوں موزے پھٹ گئے خَرْقٌ مصدر ہے جس کے معنی پھٹ جانا کے ہیں۔

اذُكِيَّ: اس لفظ کو اَذَكِيٌّ ہمزۂ استفہام کے بعد اسم کے ساتھ اور ہمزۂ استفہام کے بعد فعل ماضی مجہول کے ساتھ یعنی أَذُكِّيَ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ معنی یہ ہے کہ کیا اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کیا گیا تھا یا نہیں۔

تشریح و فوائد :...... دحیہ سے مراد یہاں سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو نبی اکرم ﷺ کے مشہور و معروف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ایک بزرگ صحابی ہیں، آپ بنو کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سیدنا دحیہ کلبی کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام بسا اوقات انہی کی شکل میں سید الانبیاء کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ [1] غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

❀ حدیث الباب میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بغیر معلوم کیے کہ وہ مذبوح جانور کی کھال کے بنے ہوئے موزے ہیں یا غیر مذبوح کے، موزے پہن لیے۔'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر علم نہ ہو تو ایسے موزے یا چمڑے کی ایسی اشیاء استعمال کی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ دباغت مذبوح سے غیر جانور کی کھال کا استعمال بھی جائز ہو جاتا ہے اور یہ مقرر ہے کہ موزے وغیرہ دباغت کے بعد ہی بنائے جاتے ہیں۔

باب ماجاء فی خف رسول اللہ ﷺ مکمل ہوا۔ والحمد للّٰہ ذلك.

☆............☆............☆

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی، حدیث: ٤٩٨٠ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ام سلمة رضی اللہ عنہا، حدیث: ٢٤٥١.

باب نمبر:۱۱

رسول اللہ ﷺ کے پاپوش مبارک کا بیان

(اس باب میں گیارہ احادیث ہیں)

نَعْل: جوتا، پاپوش کو کہا جاتا ہے۔ مراد وہ چیز ہے جس سے قدم کو زمین پر لگنے سے بچایا جائے۔

اس باب میں نبی کریم ﷺ کے جوتوں کا ذکر ہے کہ درمیان سے باریک اور پتلے، ایڑی دار اور زبان کی شکل کی طرح تھے، آپ ﷺ داہنی جانب سے جوتا مبارک پہنتے، دونوں جوتے پہنتے، ایک ہی جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ [1] آپ ﷺ کے خادم خاص سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس آپ ﷺ کے پاپوش مبارک محفوظ تھے، جن کی زیارت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور دیگر لوگ کرتے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک پاپوش خصوصی طور پر تیار کروایا جس کا نام تاسومہ تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے جوتے کے دو تسمے تھے:

۱۱-۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، ثَنَا هَمَّامٌ......

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: لَهُمَا قِبَالَانِ.

''قتادہ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاپوش مبارک کیسے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کے پاپوش مبارک کے ہر کفش میں دو تسمے تھے۔''

تخریج: ...... صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب قبالان فی نعل ومن رای قبالًا واسعًا (۱۰ / ۵۸۵۷)، سنن ابی داؤد، کتاب اللباس (۴ / ۴۱۳۴)، سنن ترمذی، کتاب اللباس (۴ / ۱۷۷۲، ۱۷۷۳) وقال حدیث حسن صحیح۔ سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس (۲ / ۳۶۱۵)، مسند احمد حنبل (۳ / ۱۲۳، ۲۰۳، ۲۴۵، ۲۶۹)، أخلاق النبی ﷺ لأبی الشیخ (ص: ۱۴۳)۔

☆ مفردات:

قِبَالٌ: اس زمام کو کہتے ہیں جو دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے اور اس میں تسمہ ڈال کر باندھا جاتا ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب لا یمشی فی نعل واحدة، حدیث: ۵۸۵۵۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب استحباب لبس النعل فی الیمنیٰ اَوَّلًا، حدیث: ۶۸/۲۰۹۷۔

آپ ﷺ کے جوتے مبارک کے تسمے دوہرے تھے:

١١-٢: حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، ثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قِبَالَانِ مَثْنِيٌّ شِرَاكُهُمَا.

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاپوش مبارک کے دونوں تسمے دوہرے تھے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابن ماجه، كتاب اللباس (٢ / ٣٦١٤)، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو فتح الباری (١٠ / ٣٢٥) میں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''اسنادہ قوی'' یعنی اس کی سند مضبوط ہے۔

☆ مفردات:

مُثْنًى: یہ لفظ مَثْنِيٌّ اور مُثَنًّى پڑھا جاتا ہے اور دوہرا کیا گیا، اوپر نیچے کر کے لپیٹنا، موڑنا، بعض کو بعض پر تہہ کرنا کے معنی میں مستعمل ہے۔

شِرَاكٌ: جوتے کا ایسا تسمہ جو پشت قدم پر ہو۔

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے جوتے سنبھال کر رکھے تھے:

١١-٣: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ الزُّبَيْرِيُّ......

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ. قَالَ فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ بَعْدُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُمَا كَانَتَا نَعْلَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

''عیسیٰ بن طہمان فرماتے ہیں: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھائے، جن پر بال نہیں تھے اور ان دونوں کے دو تسمے تھے۔ اس کے بعد مجھے ثابت نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ یہ دونوں جوتے نبی اکرم ﷺ کے تھے۔''

تخریج: ...... صحيح بخاری، كتاب فرض الخمس، باب ما ذكر فی درع النبی ﷺ وعصاء و سيفه (٣١٠٧/٦)، أخلاق النبی ﷺ لأبی الشيخ (ص: ١٤٥)۔

تشریح: ......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نبی اکرم ﷺ کے لباس اور دیگر پہناوے اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے، جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ ﷺ کے چند ملبوسات تھے۔ صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک کمبل جس میں بہت سے پیوند لگے ہوئے تھے، اور ایک موٹا تہبند نکال کر ہمیں دکھایا اور فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں

میں وفات پائی۔ ❶ صحیح بخاری میں ہی ہے کہ ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے آپ خود بنفس نفیس اسے پہنیں۔ آپ ﷺ نے اسے لے لیا اور پھر اس کی تہبند باندھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس تشریف لائے۔ صحابہ کرام میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ یہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بہت اچھا۔ پھر آپ ﷺ نے وہ چادر اس صحابی کو بھیج دی، جس نے طلب کی تھی۔ دوسرے اصحاب نے اس کو کہا کہ تو نے یہ چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا، حالانکہ تجھے علم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کسی کا سوال ردّ نہیں فرماتے۔ اس نے جواب دیا: ''وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا لِتَكُوْنَ كَفْنِي يَوْمَ أَمُوْتُ.'' ''مجھے اللہ کی قسم! کہ یہ سوال تو میں نے صرف اس لیے کیا تھا کہ میرے مرنے پر یہ چادر میرا کفن بنے۔'' سیدنا سہل فرماتے ہیں کہ وہی چادر ان کا کفن بنی۔ ❷

صحیح مسلم شریف میں ہے سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس سید الانبیاء ﷺ کا جُبّہ مبارک تھا، وہ فرماتی ہیں: ''كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضىٰ يُسْتَشْفىٰ بِهَا.'' ❸ ''کہ نبی کریم اس جُبّہ مبارک کو پہنا کرتے تھے، ہم اس کو دھو کر بغرضِ شفا مریضوں کو پلاتے تھے۔ الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو متروکات نبوی سے غایت درجہ محبت اور عقیدت تھی، وہ بطور تبرک ان چیزوں کو بحفاظت اپنے پاس رکھتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کے جوتے بغیر بال کے تھے:

۱۱-٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَى الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: ثَنَا مَالِكٌ، ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ......

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جَرِيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ رَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيْهَا شَعْرٌ، وَيَتَوَضَّأُ فِيْهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا.

''عبید بن جریج سے مروی ہے کہ انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ تم سبتی جوتے پہنتے ہو۔ انہوں نے فرمایا: یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے جوتے پہنتے دیکھا ہے جن پر بال نہ تھے اور آپ ﷺ ان میں وضو فرماتے، لہٰذا میں یہ بہت پسند کرتا ہوں کہ ایسے جوتے پہنوں۔''

---

❶ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الاکسیة والخمائص، حدیث: ۵۸۱۸۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب التواضع فی اللباس، حدیث: ۲۰۸۰.

❷ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبر، حدیث: ۵۸۱۰.

❸ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم لبس الحریر......، حدیث: ۲۰۶۹/۱۰.

تخریج: صحیح بخاری، کتاب اللباس (۱۰ / ۵۸۵۱)، صحیح مسلم، کتاب الحج (۲ / ۲۵، برقم: ۸۴٤)، سنن أبی داؤد، کتاب المناسك (۲ / ۱۷۸۲)، مؤطا الامام مالك، کتاب الحج (۱ / ۳۱، برقم: ۳۳۳)، مسند احمد بن حنبل (۲ / ۱۷، ٦٦، ۱۱۰)، طبقات ابن سعد (۱ / ٤۷۳)، أخلاق النبی ﷺ لأبی الشیخ (ص: ۱٤٤)۔

☆ مفردات:

اَلسِّبْتِيَّة: سِبْــتٌ سے ہے، جس کے معنی پکائی ہوئی کھال، رنگی یا دباغت دی ہوئی کھال کے ہیں۔ مراد ایسے جوتے ہیں جن پر بال نہ ہوں۔ نیز سبت گائے کے اس چمڑے کو کہتے ہیں جس پر سے دباغت کی وجہ سے اس کے بال نرم ہو کر گر چکے ہوں۔

تشریح وفوائد:

❀ يَتَوَضَّأُ فِيْهَا: یعنی جب پاؤں جوتے میں ہوتے تو آپ ﷺ اس وقت وضو کر رہے ہوتے۔ اور ثوری کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ وضو کر کے گیلے پاؤں ہی ان میں ڈال لیتے تھے۔

❀ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کے سوال کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ معلوم کر سکے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کس حکمت کی بنیاد پر سبتی جوتے پہنتے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ میں یہ کام اتباع سنت کی بنیاد پر کر رہا ہوں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے سنت رسول سے کمال درجہ محبت کا ثبوت ملتا ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سبتی جوتے پہن کر قبروں میں نہیں جانا چاہیے کیونکہ بشیر بن الخصاصیۃ کی حدیث میں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مقابر میں چل رہا تھا تو مجھے پیچھے سے کسی نے آواز دی کہ ''اے سبتی جوتوں والے! ایسی جگہ پر یہ جوتے اُتار دو۔'' [1] امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مؤقف کا تعاقب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ''شاید ان جوتوں میں غلاظت ہو، جس کی وجہ سے انہیں اتارنے کا حکم دیا گیا، ورنہ جب جوتوں سمیت نماز جائز ہے تو قبرستان میں تو بالا ولیٰ یہ پہن کر جانا جائز ہوگا۔'' [2] حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میرا خیال ہے کہ شاید یہ نہی اکرامِ میت کے لیے ہو جس طرح آپ ﷺ نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا، اور سبتی جوتوں کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ یہ اتفاقیہ بات تھی کہ انہوں نے سبتی جوتے پہن رکھے تھے، نہی تو اس بات کی تھی کہ یہ جوتوں سمیت قبروں میں چل رہے تھے۔''

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب المشی بین القبور فی النعل، حدیث: ۳۲۳۰۔ سنن نسائی (۲۰٤۷)۔ سنن ابن ماجه (۱۵٦۸)۔ مسند احمد (۵/۸۳، ۸٤).

[2] شرح معانی الآثار (۲/۳۹۵).

❀ اس حدیث سے جوتے پہننے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ صحیح مسلم میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جوتے پہنا کرو، کیونکہ آدمی جب جوتے پہنے ہوئے ہو تو وہ ایک قسم کا سوار ہوتا ہے۔'' [1] امام نووی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کیونکہ وہ اس طرح تھکتا بھی کم ہے، مشقت بھی کم اٹھانا پڑتی ہے اور آدمی راستے کی تکلیف سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: یہ کلام انتہائی فصیح و بلیغ ہے جس کی مثال نہیں ملتی اس میں بہت بڑی مصلحت موجود ہے۔

۱۱-۵: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قِبَالَانِ.

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کے دو تسمے تھے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث اس سند کے ساتھ ضعیف ہے، البتہ شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں گذر چکا ہے۔

المعجم الصغیر للطبرانی (۱ / ۹۲)، مجمع الزوائد للهیثمی (۵ / ۱۳۸)۔

مرمت شدہ جوتوں میں نماز پڑھنا:

۱۱-۶: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، ثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ السُّدِّيِّ قَالَ......

حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ يَقُوْلُ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْنِ مَخْصُوْفَتَيْنِ.

''سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ دو ایسے جوتوں میں نماز پڑھ رہے ہیں جن میں پیوند لگے ہوئے تھے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث متابع اور شاھد کی وجہ سے صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (۴ / ۳۰۷، ۵ / ۶)، طبقات ابن سعد (۱/ ۴۷۹)، أخلاق النبی ﷺ لأبی الشیخ (ص: ۱۴۳)۔

☆ مفردات:

مَخْصُوْفَتَيْنِ: پیوند لگے ہو۔ اَلْخَصْفُ اور اَلْخَصْفَةُ چمڑے کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جس سے جوتے کو سیا جاتا ہے۔

راویٔ حدیث: ......اس حدیث کے راوی سیدنا عمرو بن حریث بن عمرو بن عثمان القرشی المخزومی ابوسعید الکوفی رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے کے علاوہ سیدنا ابوبکر، عمر، علی المرتضی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کا بیٹا جعفر، اسماعیل بن ابی خالد،

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب استحباب لبس النعال، حدیث: ۲۰۹۶ ـ نیز دیکھئے اگلی حدیث (۹۰)

عبدالملک بن عمر وغیرھم کا نام ملتا ہے۔ امام ابن اسحاق اور واقدی فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ فوت ہوئے تو سیدنا عمر بن حریث رضی اللہ عنہ ۱۲ سال کے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ کوفہ کے والی رہے۔ اور سنہ ۸۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔

تشریح وفوائد:

❀ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جوتوں سمیت نماز پڑھنا جائز ہے۔ چاہے وہ پرانے اور پیوند لگے ہوئے ہی ہوں۔ نماز پڑھنے کا جواز نئے جوتوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، جیسا کہ بعض عامۃ الناس یہ خیال کرتے ہیں۔

❀ نبی کریم ﷺ کی گذر و بسر اور معیشت میں سادگی بھی اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ دنیاوی زیبائش وآرائش کو چنداں اہمیت نہ دیتے بلکہ سادگی آپ ﷺ کا اختیار تھی۔

ایک چپل پہن کر چلنا ممنوع ہے:

۱۱-۷: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا يَمْشِيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيْعًا أَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيْعًا. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ نَحْوَهُ.

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یقیناً نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے، دونوں پہن لے یا دونوں اتار دے۔ اسی طرح کی روایت قتیبہ نے مالک سے، انہوں نے ابوالزناد سے بیان کی ہے۔"

تخریج: ...... صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب لا یمشی فی نعل واحدۃ (۱۰ / ۵۸۵۵)، صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب استحباب لبس النعال (۳ / ۶۸، برقم: ۱۶۶۰)، سنن ابی داؤد، کتاب اللباس (۴ / ۴۱۳۶)، جامع ترمذی، ابواب اللباس (۲ / ۲۸۳، ۴۷۷، ۴۹۷)، مؤطا امام مالک (۲ / ۱۴، برقم: ۹۱۶)، سنن ابن ماجه، کتاب اللباس (۲ / ۳۶۱۷)۔

تشریح وفوائد:

❀ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ جوتا پاؤں کو کانٹے وغیرہ سے بچاؤ کے لیے مقرر کیا گیا ہے تو جب دونوں پاؤں میں سے ایک میں جوتا رہ جائے گا، تو چلنے والا دوسرے پاؤں کو بچانے کی ضرورت محسوس کرے گا اور جوتے والے پاؤں کو بچانے کی کوشش نہ کرے گا اس طرح اس کی چال اپنی عادت اور معمولی سے ہٹ جائے گی، تو وہ پھسلنے اور گرنے سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ ممانعت کی وجہ یہ ہے

کہ اس طرح اعضائے جسمانی میں عدل وانصاف نہیں رہتا، اور بعض دفعہ ایسا کرنے والے کو عقل وفہم میں خلل اور کمزوری کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے۔

❀ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس چال سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ شیطان کی چال ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس چال کی کراہت شہرت کی وجہ سے ہے، کیونکہ جس کو اس حالت میں لوگ دیکھتے ہیں اس کی طرف اپنی آنکھیں کھول کھول کر دیکھتے ہیں۔ اس طرح لباس میں بھی شہرت سے منع کیا گیا ہے تو جس عمل سے بھی صاحبِ عمل کی مشہوری ہوتی ہو اس سے بچنا ضروری ہو جاتا ہے۔

بائیں ہاتھ سے کھانا ممنوع ہے:

۱۱-۸: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَـنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يَأْكُلَ- يَعْنِي الرَّجُلَ- بِشِمَالِهِ أَوْ يَمْشِيَ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ.

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی آدمی بائیں ہاتھ سے کھانا کھائے یا ایک جوتے میں چلے۔''

تخریج: صحیح مسلم، کتاب اللباس والذینة، باب النهی عن اشتمال الصماء (۳/ ۷۰، برقم: ۱۶۶۱) وفیه زیاده فی اٰخره "أَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ وَأَنْ يَحْتَبِىَ فِىْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهِ." سنن أبی داؤد، کتاب اللباس (۳ / ۴۱۳۸)، مؤطا إمام مالك (۵ / ۹۲۲)، مسند أحمد بن حنبل (۳ / ۲۹۳، ۳۲۲، ۳۲۷، ۳۴۴، ۳۵۷)۔

فضلیت والے کاموں کو دائیں جانب سے شروع کرنا:

۱۱-۹: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَـنْ أَبِـي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ فَلْتَكُنِ الْيُمْنَى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ.

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی جوتا پہنے تو دائیں جانب سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں جانب سے شروع کرے، پہننے کے لحاظ سے دایاں پاؤں پہلے، اور اتارنے کے لحاظ سے دایاں پاؤں آخر میں ہونا چاہیے۔''

تخریج: صحیح بخاری، کتاب اللباس باب ینزع النعل الیسری (۱۰ / ۵۸۵۶)، صحیح مسلم، کتاب اللباس والذینة، باب استحباب لبس النعال فی الیمنی، سنن أبی داؤد، کتاب اللباس (۴ /

٤١٣٩)، سنن ترمذی، کتاب اللباس (٤ / ١٧٧٩) وقال حدیث حسن صحیح۔ مسند أحمد بن حنبل (٢ / ٤٦٥)، مؤطا إمام مالك، کتاب اللباس (٢ / ١٥، برقم: ٩١٦)، مسند حمیدی (١١٣٥)۔

تشریح :......حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ''فتح الباری'' میں فرماتے ہیں: ابن العربی نے کہا ہے کہ تمام اچھے کاموں میں دائیں جانب سے شروع کرنا مشروع ہے، کیونکہ قوتِ حس دائیں جانب میں زیادہ ہوتی ہے اور شرعاً بھی دائیں جانب کو مقدم رکھنا مستحب ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تکریم وزینب کے بیان میں دائیں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے اور اس کے برعکس میں بائیں جانب سے ابتداء بہتر ہے۔ جس طرح بیت الخلاء میں داخل ہونا، جوتا یا موزہ اتارنا، مسجد سے نکلنا، استنجاء وغیرہ کرنا اور دیگر مستقذرات اشیاء ہیں۔''

حلیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''جوتا وغیرہ اتارتے ہوئے بائیں جانب سے ابتداء کرنا، اس لیے بہتر ہے کہ لباس کا پہننا کرامت ہے کیونکہ وہ بدن کے بچاؤ کا باعث ہے، اور جب دایاں حصہ بائیں سے اچھا اور معزز ہے تو اسی لیے پہننے میں اس سے ابتداء کی گئی اور اتارنے میں اسے پیچھے رکھا گیا ہے۔ تاکہ کرامت اس کے لیے دیر تک رہے اور کرامت کا حصہ اسے زیادہ مل سکے۔''

امام بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس نے پہلے بائیں پاؤں میں جوتا پہن لیا اس نے سنت کی مخالفت کر کے برا کام کیا، لیکن اس پر اب اس کو اسی طرح پہنے رکھنا حرام نہیں ہے۔'' مگر دیگر علماء کہتے ہیں کہ اسے بائیں پاؤں سے جوتا فوراً اتار دینا چاہیے، پھر دائیں پاؤں میں پہلے جوتا پہنے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے متعلق جو امر ہے وہ بالاجماع استحباب کے لیے ہے۔ واللہ اعلم۔

١١-١٠: حَدَّثَنَا أَبُوْ مُوْسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، ثَنَا أَشْعَثُ۔ هُوَ ابْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ ۔ عَنْ أَبِيْهِ ، عَنْ مَسْرُوْقٍ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ تَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ وَطُهُوْرِهِ .

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی فرمانے میں، جوتا پہننے میں، وضوء کرنے میں حتی المقدور داہنی طرف سے شروع کرنے کو بہت پسند رکھتے تھے۔''

تخریج: ......صحیح بخاری، کتاب اللباس (١٠ / ٥٨٥٤) و کتاب الصلوة، باب التمین فی دخول المسجد وغیرہ، صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب التیمن في الطهور وغیره (١ / ٦٦، ٦٧، برقم:

٢٢٦)، سنن أبی داؤد، کتاب اللباس (٤ / ٤١٤٠)، سنن ترمذی، أبواب الصلوة (٢ / ٦٠٨) وقال حدیث حسن صحیح۔ سنن نسائی، کتاب الذینة (٨ / ٥٢٥٥)، مسند أحمد بن حنبل (٦ / ٩٤، ١٣٠، ١٤٨)۔

نبی کریم ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کے جوتے:

١١-١١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقٍ۔ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ۔ ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ قَيْسٍ۔ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ۔ حَدَّثَنَا هِشَّامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قِبَالَان، وَأَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَعُمَرَ رضی اللہ عنہ، وَأَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَاحِدًا عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ہر ایک کفش مبارک کے دو تسمے تھے، اور سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بھی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے صاحب ہیں جنہوں نے ایک تسمے کی گرہ باندھی۔''

تخریج: ......اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن قیس ابومعاویہ ہیں، ان کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقریب التہذیب'' میں کہا ہے کہ یہ متروک ہیں۔ امام ابوزرعہ وغیرہ نے ان کو جھوٹا کہا ہے۔ اس کے شواہد حدیث نمبر: ٧٤، ٧٥ اور ٧٦ میں گذر چکے ہیں، مگر اس حدیث کے آخر میں جو زیادتی ہے وہ صرف طبرانی کی معجم الصغیر میں ہے اور اس سند میں ان کے شیخ مجھول ہے اور ایک راوی ابوصالح مولی التوأمہ ضعیف ہے۔

باب ما جاء فی نعل رسول الله ﷺ مکمل ہوا۔ والحمد للّٰہ رب العالمین علی ذلك

☆............☆............☆

باب نمبر۱۲:

رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا بیان

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

اَلْخَاتَمُ وَالْخَاتِمُ انگوٹھی، مہر، انجام، ٹانگوں کی تھوڑی سی سفیدی۔ الخَتَمُ: انگشتری، خاتم، ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ مہر لگائی جائے، اس کی جمع خَوَاتِم، خَوَاتِیْمُ اور خُتُمٌ ہے، مونث اَلْخَاتِمَةُ جس کی جمع اَلْخَاتِمَاتُ ہے۔

اس باب میں نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی بارے تفصیلات ہیں کہ وہ کس قسم کی تھی، اس پر کیا نقش تھا، اور کن ضروریات کے لیے آپ ﷺ اسے استعمال فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کن کن اصحاب کے پاس یہ انگشتری آئی، اور بالآخر کہاں گئی؟ ان تمام تفصیلات کا بیان اس باب میں ہے۔

نگینے والی انگوٹھی پہننا:

۱۲۔۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ وَرِقٍ، وَكَانَ فَصُّهُ حَبَشِيًّا.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا۔''

تخریج:...... صحیح مسلم کتاب اللباس والذینته (۶۱/۳ برقم ۱۶۵۸) سنن ترمذی کتاب اللباس (۱۷۳۹،۴) وقال هذا حدیث حسن صحیح غریب من هذا الوجه، سنن ابی دائود کتاب الخاتم (۴، ۴۲۱۶) سنن نسائی کتاب الذینته (۱۷۳،۸ هرقسم ۵۲۱۱) مسند احمد بن حنبل (۲۲۵،۳) سنن ابن ماجه، کتاب اللباس (۲، ۳۶۴۱) اخلاق النبی ﷺ (ص، ۱۳۷)۔

☆ **مفردات:**

اَلْوَرِقُ: راء کے کسرہ سے ہے، کبھی ساکن بھی پڑھ لیا جاتا ہے مراد چاندی ہے۔

اَلْفِصُّ: فاء پر تینوں حرکات (زبر، زیر، پیش) درست ہیں، اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں انگوٹھی کے مالک کا

نام نقش اور کندہ کیا جاتا ہے۔

نگینہ کس چیز کا تھا؟

حدیث الباب سے معلوم ہو رہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھیں۔ مرد کے لیے سونا، لوہا، پیتل وغیرہ کے زیورات وغیرہ چیزیں استعمال کرنا منع ہیں، ہاں مہر کے لیے چاندی کی انگوٹھی (جو ساڑھے چار ماشے سے کم ہو) جائز ہے، اس شخص کے لیے جسے مہر کی ضرورت ہو۔ بلاضرورتِ مہر اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

نگینہ حبشی پتھر کا تھا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ نگینہ جزع یا عقیق کا تھا کیونکہ ان دونوں پتھروں کی دھاتیں حبشہ اور یمن میں پائی جاتی تھیں۔ بعض کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا رنگ حبشی یعنی سیاہ تھا۔

صحیح بخاری میں حمید عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے فَصُّهُ مِنْهُ یعنی اس کا نگینہ بھی اسی کا تھا، [1] مراد چاندی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ زیادہ صحیح ہے، مگر دیگر علماء فرماتے ہیں کہ دونوں صحیح ہیں، کیونکہ کبھی نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی ایسی ہوتی کہ اس کا نگینہ چاندی کا ہوتا، اور کبھی حبشی پتھر کا ہوتا، اور ایک حدیث میں ہے کہ "فَصُّهُ مِنْ عَقِيْقٍ"، یعنی نگینہ عقیق کا تھا۔

انگوٹھی کا بطور مہر استعمال:

۱۲-۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، فَكَانَ يَخْتِمُ بِهِ وَلَا يَلْبَسُهُ. قَالَ أَبُوعِيْسٰى: أَبُوبِشْر، اِسْمُهُ جَعْفَرُ بْنُ أَبِيْ وَحْشِيٍّ.

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک انگشتری چاندی کے بنوائی تھی جس کے ساتھ مہر لگاتے تھے، اور اسے پہنتے نہیں تھے۔"

ام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: ابوبشر کا نام جعفر بن ابی وحشی ہے۔

تخریج: یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (۵۳۶۶/۲)، اخلاق النبی ﷺ (ص: ۱۳۸) سنن نسائی کتاب الذینة، باب طرح الخاتم وترك لبسه (۲/ ۲۹۰) اس حدیث میں "وَلَا يَلْبَسُهُ" کا جملہ شاذ ہے کیونکہ متعدد صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

تشریح: ......وَلَا يَلْبَسُهُ اور پہنتے نہیں تھے۔ ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَالْمُرَادُ أَنَّهُ لَا يَلْبَسُهُ عَلَى سَبِيْلِ الْاِسْتِمْرَارِ وَالدَّوَامِ" کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ انگوٹھی ہمیشہ اور مداومت کے طور پر نہیں پہنتے تھے۔ یعنی جب کوئی ضرورت ہوتی تو بطور مہر اس کے استعمال فرمانے کے لیے پہن لیتے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب قص الخاتم، حدیث: ۵۸۷۰۔

نگینہ چاندی کا تھا:

۱۲-۳: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، أَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عُبَيْدٍ۔ هُوَ الطَّنَافِسِيُّ- حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ أَبُو خَيْثَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فِضَّةٍ وَفَصُّهُ مِنْهُ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔''

تخریج:...... صحیح بخاری کتاب اللباس باب فص الخاتم (۱۰/۵۸۷۰)، سنن ترمذی کتاب اللباس (۴/۱۷۴۰)، وقال حدیث حسن صحیح غریب من ھذا الوجه، سنن ابی داؤد کتاب اللباس (۴/۴۲۱۷)، سنن نسائی کتاب الذینة (۸/۱۷۴ برقم ۵۲۱۳)، مسند احمد بن حنبل (۳/۲۶۶)، طبقات ابن سعد (۱/۴۷۲)، اخلاق النبی ﷺ (ص: ۱۳۸)۔

تشریح:......اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انگوٹھی کا نگینہ پتھر کا نہیں تھا، بلکہ اسی چاندی سے اس کا نگینہ بنا ہوا تھا۔ اسی طرح کی روایت سنن ابی داؤد میں ہے کہ ''خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ كُلُّهُ'' [1] یعنی پوری کی پوری انگوٹھی چاندی کی تھی۔ اسی لیے بعض علماء کرام اس طرف گئے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو انگوٹھیاں تھیں، ایک حبشی نگینہ والی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک نقش تھا اور آپؐ اس سے مہر کا کام لیتے تھے یہ حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتی تھی اور دوسری انگشتری یہ تھی، جو کہ صرف چاندی کی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کبھی کبھار استعمال فرماتے، ہمیشہ نہ پہنتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی کیوں بنوائی؟

۱۲-۴: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، ثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الْعَجَمِ قِيْلَ لَهُ: إِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُوْنَ إِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ، فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا. فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي كَفِّهِ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امراءِ عجم کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو عرض کیا گیا کہ امراءِ عجم ان خطوط کو قبول نہیں کرتے جس پر مہر نہ لگی ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی، گویا میں اس کی سفیدی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک میں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں۔''

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الخاتم، باب ما جاء فی اتخاذ الخاتم، حدیث: ۴۲۱۷۔

تخریج:...... صحیح بخاری کتاب اللباس (۱۰/ ۵۸۷۲، ۵۸۷۵)، کتاب الجهاد باب دعوة الیهود والنصاری، صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة (۱۶۵۷،۳)، سنن ابی دائود (۴۲۱۴،۴)سنن ترمذی ابواب الاستیذان (۲۷۱۸،۵)

تشریح وفوائد:

❀ "اَنْ یَکْتُبَ اِلٰی الْعَجَمِ" یہ کہ عجمیوں کو خطوط لکھیں بعض روایات میں "اَنْ یَکْتُبَ اِلٰی رَهْطٍ اَوْاُنَاسٍ مِنَ الْاَعَاجِمِ" کہ عجمیوں کے کچھ لوگوں اور قبیلوں کی طرف لکھنا چاہا ❶ اور ایک حدیث میں ہے "اَنْ یَکْتُبَ اِلٰی الرُّوْمِ" کہ رومیوں کی طرف لکھنا چاہا ❷ یہ ہجرت کا ساتواں برس تھا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی وغیرھم کی طرف خطوط تحریر فرمائے، ان خطوط میں ان شاہان کو دعوت اسلام دی گئی۔

❀ "اِنَّ الْعَجَمَ لَایَقْبَلُوْنَ اِلَّاکِتَابًا عَلَیْهِ خَاتَمٌ" یعنی جو خط بغیر مہر کے ہو وہ خط عجم کے لوگ قبول نہیں کرتے، صحیح بخاری شریف میں دوسرے الفاظ ہیں کہ "اِنَّهُمْ لَنْ یَّقْرَؤُا کِتَابَكَ" ❸ یعنی وہ آپ کا نامہ مبارک نہیں پڑھیں گے جب تک اس پر مہر نہ ہو۔

یعنی وہ لوگ بغیر مہر کے خطوط کو توجہ واعتماد کی حیثیت نہیں دیتے اور جس خط پر مہر ہو وہ اسے قابل اعتماد واحترام اور لائق توجہ سمجھتے ہیں۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مشورہ تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ صاحب مواہب نے لکھا ہے کہ "وَیَدُلُّ عَلٰی حُسْنِ اِسْتِمَاعِ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وسلم لِمَشْوَرَةِ اَصْحَابِه وَتَنْفِیْذِهَا فَوْرًا فِیْمَا یَعُوْدُ عَلٰی لِاِسْلَامِ مِنْ نَفْعٍ کَبِیْرٍ اَوْصَغِیْرٍ" کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مشورہ کو لائق توجہ سمجھا اس لیے اس پر فوراً عمل کرڈالا اور انگوٹھی بنانے کا حکم دے دیا۔

❀ "فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا" پھر آپؐ نے انگوٹھی بنوالی، انگوٹھی بنانے کی سعادت سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی، سنن دارقطنی میں ان سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں۔ اَنَا صَنَعْتُ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمًالَمْ یُشْرِکْنِیْ فِیْهِ أَحَدٌنَقَشْتُ فِیْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ❹ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انگوٹھی میں اکیلے نے بنائی میرے ساتھ اور کوئی بھی اس سعادت میں حصہ دار نہیں، میں نے اس میں محمد رسول اللہ کندہ کیا۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب نقش الخاتم، حدیث: ۵۸۷۲.

❷ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب اتخاذ الخاتم لیختم به الشئی......، حدیث: ۵۸۷۵.

❸ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب اتخاذ الخاتم لیختم به......، حدیث: ۵۸۷۵. الدار قطنی فی الافراد کما فی سبل الهدی والرشاد (۲۳۲/۷)

❀ "فَكَأَنِّيْ اَنْظُرُ" سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا میں اب بھی آپ ﷺ کی ہتھیلی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ اس سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے کمال اتقان واستحضار کا پتہ چلتا ہے کہ ان کہ کے دل ودماغ اور ایقان واستحضار میں اس وقت بھی وہ سفیدی جلوہ آراء تھی۔

حضور ﷺ کی انگوٹھی پر کیا لکھا ہوا تھا؟

۱۲-۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، ثَنِي أَبِي، عَنْ ثُمَامَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ (مُحَمَّدٌ): سَطْرٌ، وَ(رَسُوْلُ): سَطْرٌ، وَ(اللّٰهِ): سَطْرٌ.

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی کا نقش (اس طرح تھا کہ) ایک سطر میں "محمد" دوسری سطر میں "رسول" اور تیسری سطر میں لفظ "اللہ" تھا۔"

تخریج: صحيح بخارى كتاب فرض الخمس (٦/ ٣١٠٦)، وكتاب اللباس (١٠/ ٥٨٧٨)، سنن ترمذى، كتاب اللباس (١٧٤٧/٤، ١٧٤٨) أخلاق النبى ﷺ (ص: ١٤١).

تشریح و فوائد :......ایک دوسری روایت میں اس طرح الفاظ ہیں: "وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ اَسْطُرٍ، مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُوْلُ سَطْرٌ، وَاللّٰهُ سَطْرٌ" [1] یعنی آپ ﷺ کی انگوٹھی کا نقش تین سطروں میں تھا ایک سطر میں "محمد" دوسری سطر میں "رسول" اور تیسری سطر میں لفظ "اللہ" تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس پر مزید کچھ بھی نقش نہ تھا مگر ابوالشیخ نے اخلاق النبی ﷺ میں ایک حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ کی انگوٹھی پر "لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" [2] لکھا ہوا تھا، لیکن اس کی سند میں عرعرۃ راوی ہیں جنہیں امام ابن المدینی نے ضعیف کہا ہے اس لیے ان کی زیادت شاذ ہے۔

روایت کے الفاظ سے بظاہر تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ نقش اسی ترتیب سے تھا مگر دراصل اس کی کتابت عام انداز کے خلاف تھی کیونکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ حروف منقوشہ الٹے کندہ کیئے جائیں تا کہ مہر سیدھی آئے، بعض شیوخ اور عامہ الناس بھی یہ کہتے ہیں کہ اس مہر کی کتابت نیچے سے اوپر کو تھی، یعنی لفظ اللہ سب سے اوپر والی سطر میں اور لفظ محمد سب سے نیچے والی سطر میں تھا، لیکن اس کی تصریح احادیث سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ اسماعیل کی روایت اس کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ پہلی سطر میں لفظ محمد، دوسری میں لفظ رسول، اور تیسری سطر میں لفظ اللہ تھا۔

---

[1] صحيح بخارى، كتاب اللباس، باب هل يجعل نقش الخاتم ثلاثة اسطر، حديث: ٥٨٧٨.

[2] اخلاق النبى ﷺ لابى الشيخ (ص: ١٤٦).

گویا نقش مبارک اس شکل کا تھا۔
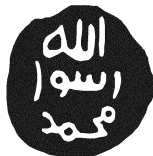
مختلف بادشاہوں کو مکتوب گرامی مہر بلب بھیجے گئے:

۱۲-۶: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ الْجَهْضَمِيُّ أَبُو عَمْرٍو، أَنْبَأَ نُوْحُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتَمٍ، فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَاتَمًا حَلْقَتُهُ فِضَّةٌ وَنُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کسریٰ (شاہ فارس) قیصر (شاہ روم) اور نجاشی (شاہ حبشہ) کی طرف خطوط تحریر فرمائے تو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف سے) کہا گیا کہ یقیناً وہ لوگ بلا مہر خط قبول نہیں کرتے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوالی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس پر مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ نقش تھا۔''

تخریج: صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة (۵۸/۳، برقم ۱۶۵۷) مزید تخریج گذشتہ حدیث کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح :......رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کے اکثر شاہان کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے، جن کے جواب میں بعض مسلمان ہوئے، بعض اپنے کفر پر ڈٹے رہے، مگر اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ کفر والوں کی توجہ دین اسلام کی طرف مبذول ہوگئی اور ان کے نزدیک بھی اسلام کا تعارف ہو گیا۔ ذیل میں ان خطوط کی کچھ تفصیل درج ہے۔

	نام بادشاہ	اصلی نام	کس صحابی کو بھیجا
(۱)	نجاشی، شاہ حبشہ	اصحمہ	سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ
(۲)	مقوقس، عزیز مصر	جریج بن متی	سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
(۳)	کسریٰ، شاہ فارس	خسرو پرویز	سیدنا عبداللہ حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ
(۴)	قیصر، شاہ روم	ہرقل	سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ
(۵)	حاکم بحرین	منذر بن ساوی	سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ

(۶)	حاکم عامہ	مبوزہ بن علی	سیدنا سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ
(۷)	حاکم دمشق	حارث بن ابی شمر غسانی	سیدنا شجاع بن وھب رضی اللہ عنہ
(۸)	شاہ یمامہ	جیفر اور اس کے بھائی	سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

آپ ﷺ نے جو خطوط شاہان ممالک کو بھیجے، بعض علماء نے ان کو مستقل تصانیف میں جمع کیا ہے حدیث الباب میں تین مکتوبات کا ذکر ہے جن کا تفصیلی تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مکتوب گرامی کسری پرویز کے نام

آپ ﷺ نے کسری (فارس کے ہر بادشاہ کو کسری کہا جاتا تھا اس کسری کا نام خسرو پرویز تھا جو نوشیرواں کا پوتا تھا) کے نام جو خط بھیجا وہ سیدنا عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا خط کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَانِ الرَّحِيْم۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ اِلٰی کِسْرٰی عَظِيْمِ فَارِسَ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی، وَاٰمَنَ بِاللهِ وَرَسُوْلِهِ، اَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ اللهِ، فَاِنِّی اَنَا رَسُوْلُ اللهِ اِلَی النَّاسِ كَافَّةً لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّاوَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْكَافِرِيْنَ اَسْلِمْ تَسْلَمْ، فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْمَجُوْسِ.

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے کسریٰ کے نام، جو فارس کا بڑا اور سردار ہے سلامتی اس شخص کے لیے ہے جو ہدایت اختیار کرے اور اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے، اور اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تجھ کو اللہ تعالیٰ کی پکار کی دعوت دیتا ہوں اس لیے کہ میں وہ رسول ہوں جو تمام لوگوں کی طرف اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ ان لوگوں کو ڈراؤں جن کے دل زندہ ہیں (یعنی ان میں کچھ عقل وسمجھ ہے کہ بے عقل آدمی بمنزلہ مردہ ہے) اور تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت کافروں پر پوری ہو جائے۔ تو اسلام لے آ۔ تاکہ سلامتی سے رہے ورنہ تیرے اتباع مجوس کا وبال بھی تجھ پر ہوگا۔"

آپ ﷺ نے یہ خط سیدنا عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو دے کر ارشاد فرمایا کہ کسری کا گورنر جو بحرین میں رہتا ہے اس کے ذریعے سے اس کو کسریٰ تک پہنچا دیں۔ چنانچہ یہ اسی ذریعہ سے وہاں تک پہنچے۔ کسری بد بخت نے یہ مکتوب گرامی سنتے ہی چاک کر دیا اور ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اس کے لیے بددعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور اس کے بیٹے شیرویہ نے اس کو بری طرح قتل کر دیا جس کا قصہ کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی ﷺ الی کسریٰ وقیصر، حدیث: ٤٤٢٤۔ عیون الاثر لابن سید الناس (٣٤٧/٢)

مکتوب مبارک شاہ روم قیصر کے نام:

آپ ﷺ نے ایک مکتوب جس کا حدیث الباب میں تذکرہ ہے قیصر کے نام بھیجا، جو روم کا بادشاہ تھا اس کا نام ہرقل تھا۔ سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ یہ خط لے کر اس کے پاس گئے، قیصر مسلمان تو نہ ہوا لیکن اس نے آپ ﷺ کے خط کو نہایت اکرام واحترام سے رکھا۔ آپ ﷺ کو جب یہ علم ہوا تو فرمایا: ''کسریٰ نے اپنے ملک کے ٹکڑے کر لیے اور قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کی۔'' مکتوب گرامی کا متن حسب ذیل ہے۔

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِّنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ، سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ الْاِسْلَامِ، اَسْلِمْ تَسْلَمْ، يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْاَرِيْسِيِّيْنَ وَيَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ.''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے، جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ہرقل کی طرف، جو روم کا بڑا اور سردار ہے۔ سلامتی اس شخص کے لیے ہے جو ہدایت اختیار کرے۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد میں تجھ کو اسلام کے کلمہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، تو اسلام لے آ، تاکہ سلامتی سے رہے (اگر ایسا کرے گا تو) اللہ تعالیٰ تجھے دوہرا اجر عطا فرمائیں گے، اور اگر تو روگردانی کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسے کلمے کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائے، اور اگر اس کے بعد بھی اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانو! تم ان سے کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔

سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ جب یہ خط لے کر گئے اور قیصر کے سامنے یہ خط پڑھا گیا تو اس کا بھتیجا بھی وہاں موجود تھا وہ نہایت غصہ میں اٹھا اور کہنے لگا: یہ خط مجھے دو۔ قیصر نے کہا: تو کیا کرے گا؟ اس نے کہا: یہ خط پڑھنے کے لائق نہیں ہے اس میں آپ کے نام سے ابتداء نہیں کی گئی، اور آپ کو بادشاہ کی بجائے روم کا بڑا آدمی لکھا گیا ہے۔ قیصر نے کہا: تو بڑا بے وقوف ہے، یہ چاہتا ہے کہ میں ایسے شخص کے خط کو پھینک دوں جس کے پاس ناموس اکبر (جبرئیل امین علیہ السلام) آتے ہوں، اگر وہ نبی ہیں تو ان کو ایسے ہی لکھنا چاہیے، اس کے بعد قیصر نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو

بڑے اعزاز واکرام سے ٹھہرایا۔

قیصر اس وقت سفر میں تھا، واپسی پر اس نے اپنے ارکان سلطنت اور امراء و وزراء کو بلوایا اور کہا: میں تم کو ایسی بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں جو سراسر خیر وفلاح ہے اور ہمیشہ کے لیے تمھارے ملک کی بقا کا ذریعہ ہے۔ بے شک یہ نبی ہیں، ان کا اتباع کرلو اور ان کی بیعت اختیار کرلو، اس نے ایک بند مکان میں جس کے سب دروازے بند کرائے گئے تھے اس مضمون پر ایک لمبی تقریر کی۔ وہ لوگ اس قدر متوحش ہوئے کہ ایک دم شور وشغب پیدا ہو گیا لوگ ادھر اُدھر بھاگنے لگے مگر سب دروازے بند تھے، دیر تک ہنگامہ برپا رہا اس کے بعد اس نے سب کو چپ کروایا، اور تقریر کی کہ درحقیقت ایک مدعی نبوت پیدا ہوا ہے۔ میں تم لوگوں کا امتحان لینا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین میں کس قدر پختہ ہو؟ اب مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم بہت پکے ہو۔ وہ لوگ اس کے سامنے اپنی عادت کے موافق سجدے میں گر گئے اس کے بعد اس نے ان کو شاباشی وغیرہ دے کر رخصت کر دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس نے خط کو پڑھ کر چوما، سر پر رکھا اور ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس محفوظ کرلیا۔ بعد ازاں بڑے پوپ کو طلب کیا۔ اس سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا: بے شک یہ نبی آخر الزمان ہیں جن کی بشارتیں ہماری کتاب میں موجود ہیں۔ قیصر نے کہا مجھے بھی یقین ہے مگر اشکال یہ ہے کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے، اور میری سلطنت جاتی رہے گی۔

قیصر کا تجارتی قافلہ سے مکالمہ:

قیصر کو جس وقت یہ مکتوب گرامی ملا، وہ اس وقت اپنی مذہبی ضرورت کے لیے بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ وہاں مکہ مکرمہ کا ایک بڑا تجارتی قافلہ بھی پہنچا ہوا تھا اس نے تحقیق حال کے لیے اس قافلے کے سرداروں کو طلب کیا اس کا مفصل قصہ صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زبانی موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

''یہ اس زمانے کا قصہ ہے جب صلح حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور اہل مکہ کے درمیان چند سال کے لیے ایک عہد نامہ تیار ہوا تھا۔ میں ملک شام میں گیا ہوا تھا کہ اس اثناء میں ہرقل کے نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پہنچا۔ تو اس نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی ایسا ہے جو مدعی نبوت کے شہر کا ہو؟ ان لوگوں نے کہا: ہاں! کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں قریش کے چند لوگوں کے ہمراہ اس کے پاس گیا اس نے ہم سب کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ اس شخص کے ساتھ جو نبوت کا دعویدار ہے تم میں سب سے زیادہ قرابت داری کس کی ہے؟ میں نے کہا: میں سب سے زیادہ اس کا قرابت دار ہوں۔ اس نے مجھے اپنے قریب بلایا، اور باقی ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا۔ اور ان سے کہا کہ میں اس سے چند سوالات کرتا ہوں، تم سب غور سے سنتے رہنا اور جس بات کا جواب جھوٹ بتائے تو تم اس کو ظاہر کر دینا۔ ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتے تھے اور مسلمانوں کے سخت ترین دشمن تھے۔ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر مجھے اپنی بدنامی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ بعد میں مجھے جھوٹ سے بدنام

کریں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا، مگر خوف بدنامی نے مجھے سچ بولنے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان کے ذریعے مجھ سے حسب ذیل سوالات کیے۔

ابوسفیان سے سوالات اور ان کے جوابات:

سوال: یہ مدعی نبوت نسب کے اعتبار سے تم میں کیسے شخص سمجھے جاتے ہیں؟

جواب: یہ ہم میں بڑے عالی نسب ہیں۔

سوال: ان کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟

جواب: کوئی نہیں ہوا۔

سوال: نبوت کے دعوے سے قبل تم کبھی ان کو جھوٹ بولنے کا الزام دیتے تھے؟

جواب: کبھی نہیں! بلکہ وہ ہم میں صادق وامین سمجھے جاتے تھے۔

سوال: ان کے متبعین قوم کے شرفاء ہیں یا معمولی درجے کے آدمی؟

جواب: معمولی درجے کے آدمی۔

سوال: ان کے متبعین کا گروہ بڑھتا جارہا ہے یا کم ہوتا جاتا ہے؟

جواب: بڑھتا جاتا ہے۔

سوال: ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے بددل ہو کر کوئی دین سے پھر بھی جاتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نہیں۔

سوال: تمھاری ان کے ساتھ کبھی جنگ ہوئی یا نہیں؟

جواب: ہوئی ہے۔

سوال: جنگ کا پانسا کیسا رہا؟

جواب: کبھی وہ غالب ہو جاتے ہیں کبھی ہم غالب ہو جاتے ہیں۔

سوال: کبھی انھوں نے بدعہدی کی ہے؟

جواب: نہیں۔لیکن آج کل ہمارا اور ان کا ایک معاہدہ ہے، نہ معلوم وہ اس کو پورا کریں گے یا نہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس کلمہ کے سوا کسی چیز میں بھی مجھے موقع نہ ملا کہ کچھ اپنی طرف سے ملا دوں۔

سوال: اس سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟

جواب: نہیں

ابوسفیان کے جوابات پر ہرقل کا تبصرہ

❁ اس کے بعد ہرقل نے از سرِ نو سلسلہ شروع کیا اور کہا کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارہ میں سوال کیا تم نے عالی نسب بتایا۔ انبیاء اپنی قوم کے شریف خاندان ہی میں پیدا ہوتے ہے۔

❁ میں نے پوچھا کہ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے؟ تم نے کہا نہیں۔ مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ شاید اس بہانے سے وہ اس بادشاہت کو واپس لینا چاہتے ہیں۔

❁ میں نے ان کے متبعین کے بارے میں سوال کیا کہ شرفاء ہیں یا کمزور لوگ؟ تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ ہیں۔ تو ہمیشہ سے انبیاء کا اتباع کرنے والے ابتداء ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔

❁ میں نے سوال کیا تھا کہ اس دعویٰ سے قبل تم اس پر جھوٹ کا الزام لگاتے تھے یا نہیں؟ تو تم نے انکار کر دیا میں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید لوگوں کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہو۔

❁ میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے دین میں داخل ہو کر اس سے ناراض ہو کر کوئی مرتد ہوا ہے؟ تم نے اس سے انکار کیا۔ ایمان کی یہی خاصیت ہے جس کی بشاشت دلوں میں گھس جائے، پھر نکلتی نہیں۔

❁ میں نے پوچھا کہ وہ لوگ بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوئے ہیں؟ تم نے کہا کہ بڑھتے جاتے ہیں ایمان کا خاصہ یہی ہے کہ دین کی تکمیل ہو جائے۔

❁ میں نے ان سے جنگ کے بارے میں سوال کیا تھا تم نے کہا کہ کبھی وہ غالب آ گئے کبھی ہم۔ انبیاء کے ساتھ ہمیشہ یہی برتاؤ رہا ہے لیکن بہتر انجام انہی کے لیے ہوتا ہے۔

❁ میں نے بدعہدی کے متعلق سوال کیا تم نے انکار کیا۔ یہی انبیاء کی صفت ہوتی ہے کہ وہ بدعہد نہیں ہوتے۔

❁ میں نے پوچھا تھا کہ ان سے پہلے کسی نے نبوت کا دعوی کیا؟ تم نے اس سے انکار کیا۔ میں نے خیال کیا تھا کہ اگر کسی نے ان سے قبل یہ دعوی کیا ہو گا تو میں سمجھوں گا کہ یہ اسی قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کہا جا چکا ہے۔

بے شک وہ نبی ہیں:

اس کے بعد ہرقل نے ان لوگوں سے پوچھا کہ ان کی تعلیمات کیا ہیں؟ ان لوگوں نے کہا: نماز پڑھنے کا، صدقہ کرنے کا، صلہ رحمی کا، عصمت و پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں، ہرقل نے کہا: اگر یہ سب امور سچ ہیں جو تم نے بیان کیے تو وہ بے شک نبی ہیں۔ مجھے یہ تو یقین تھا کہ وہ عنقریب پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ یقین نہیں تھا کہ تم میں سے ہوں گے، اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو ان سے ملنے کی خواہش کرتا، اور میں ان کے پاس ہوتا تو

ان کے پاؤں دھوتا۔ بلاشبہ ان کی سلطنت اس جگہ تک پہنچنے والی ہے جہاں میں ہوں۔ [1]

مکتوب گرامی شاہ حبشہ نجاشی کے نام:

تیسرا خط جس کا حدیث الباب میں تذکرہ ہے وہ نجاشی کے نام تھا۔ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہوتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں جو نجاشی تھا اس کا نام اصحمہ تھا۔ یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ان کی سلطنت حبشہ میں اس وقت ہجرت کی جبکہ یہ مسلمان بھی نہ ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ان کے پاس مکتوب گرامی بھیجا جس کا متن حسب ذیل ہے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَانِ الرَّحِيْمِ ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَى النَّجَاشِيْ مَلِكِ الْحَبَشَةِ سَلِمٌ اَنْتَ ، فَاِنِّيْ اَحْمَدُ إِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ ، وَأَشْهَدُ اَنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ ، اَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ الْبَتُوْلِ الطَّيِّبَةِ الْحَصِيْنَهِ فَحَمَلَتْ بِهِ ، فَخَلَقَهُ مِنْ رُوْحِهِ ، وَنَفَخَهُ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهِ ، وَإِنِّيْ اَدْعُوْكَ إِلَى اللّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَالْمُوَالَاةُ عَلٰى طَاعَتِهِ ، وَاَنْ تَتَّبِعَنِيْ وَتُؤْمِنَ بِالَّذِيْ جَاءَنِيْ ، فَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ، وَإِنِّيْ اَدْعُوْكَ وَجُنُوْدَكَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ . وَقَدْ بَلَّغْتُ وَنَصَحْتُ فَاقْبَلُوْا نَصِيْحَتِيْ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ."

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے، حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام۔ تم صلح پسند ہو۔ میں اس اللہ تعالیٰ کی تعریف تمھارے پاس پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، سب عیبوں سے پاک ہے، ہر قسم کے نقص سے پاک ہے، امن دینے والا نگہبان ہے، اور میں اس بات کا قرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ایک روح اور اس کے وہ کلمہ تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک وصاف کنواری مریم کی طرف بھیجا تھا، پس وہ حاملہ بن گئیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی ایک خاص روح سے پیدا کیا اور ان میں جان ڈال دی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو (بغیر باپ کے) اپنے دست مبارک سے پیدا فرمایا، میں تمھیں اسی وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ کی بندگی کی دعوت دیتا ہوں، اور اس کی اطاعت پر تعاون کی طرف بلاتا ہوں، اور اس بات کی طرف بلاتا ہوں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۷۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب کتب النبی ﷺ الی ہرقل، حدیث: ۱۷۷۳۔

کہ تم میرا اتباع کرو اور جو شریعت میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لاؤ۔ بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف تم کو اور تمھارے سارے لشکروں کو بلاتا ہوں، میں حق بات تم تک پہنچا چکا، اور نصیحت کر چکا ہوں، تم میری نصیحت کو قبول کر لو، اور سلامتی اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔'' ❶

علماء حدیث کی ایک جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نجاشی پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے، اس مکتوب گرامی پر انہوں نے اپنے اسلام کا برملا اظہار کیا اور جواباً ایک عریضہ لکھا جس میں اپنے ایمان کا اقرار کیا اور یہ بھی اقرار کیا کہ آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ لکھا وہ حرف بہ حرف سچ اور صحیح ہے، اور اپنے بیٹے کے ہاتھ ساٹھ افراد سمیت یہ عریضہ خدمت اقدس میں بھیجا۔ مگر افسوس کہ راستہ میں وہ کشتی سمندر میں غرق ہو گئی اور ان میں سے کوئی بھی خدمت اقدس میں نہ پہنچ سکا۔ خود اس نجاشی کا انتقال بھی نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی ہو گیا، اور نبی اکرم ﷺ نے ان پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ ❷

بیت الخلاء میں جانے سے پہلے انگوٹھی اتارنا:

۱۲-۷: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، أَنْبَأَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ، وَالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ ابْنِ جَرِيْجٍ، عَنْ الزُّهْرِيِّ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیتے تھے۔''

تخریج:...... یہ حدیث **ضعیف** ہے۔ سنن ترمذی ابواب اللباس (۱۷۴۶/۴) وقال هذا حديث حسن غريب، سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة (۱۹/۱)، سنن نسائی، کتاب الزينة (۱۷۸/۸ برقم ۵۲۲۸)، سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة (۳۰۳/۱)، مسند احمد بن حنبل (۳۱۱،۲ هر قسم ۵۲۲۸) سنن الکبریٰ بیهقی (۳۰۳،۱) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے اصل روایت اس طرح ہے، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الذُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَماً مِنْ وَرِقٍ ثُمَّ اَلْقَاهُ۔ وَ الْوَهْمُ فِيهِ عَنْ هَمَّامٍ، وَلَمْ يَرْوِهُ اِلَّا هَمَّامٌ.

تشریح:...... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ انگوٹھی اس لیے اتار دیتے تھے کہ اس میں محمد رسول اللہ نقش تھا اس حدیث سے استنجاء کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ

---

❶ عیون الاثر (۳۴۹/۲)۔ طبقات ابن سعد (۲۸۵/۱-۲۵۹)۔

❷ صحيح بخاري، كتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشي، حديث: ۳۸۷۷-۳۸۷۹۔

کے نام مبارک اور قرآن کو الگ اور دور کرنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ بیت الخلاء کے وقت تمام قابل تعظیم نام دور کر دینے چاہییے اگر اس کے خلاف کرے گا تو مکروہ ہے، یہ بات ہمارے مذہب کے موافق ہے۔''

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی بئر اریس میں گر گئی تھی

۱۲-۸: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ فَكَانَ فِي يَدِهِ، ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ وَيَدِ عُمَرَ، ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہم حَتَّى وَقَعَ فِي بِئْرِ أَرِيْسٍ، نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تو وہ آپ کے ہاتھ میں رہی، پھر وہ سیدنا ابوبکر کے ہاتھ میں، پھر سیدنا عمر کے ہاتھ میں، پھر وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں آ گئی یہاں تک کہ اریس کے کنویں میں جا گری، اس کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔''

تخریج: صحیح بخاری کتاب اللباس (۵۸۷۳/۱۰)صحیح مسلم، کتاب اللباس والذینة (۵۴/۳ برقم ۱۶۵۶) سنن أبی داوٗد، کتاب الخاتم (۴۲۱۸/۴)سنن نسائی، کتاب الذینة (۵۳۰۸/۸) مسند أحمد بن حنبل (۳۷۳۴) مُخْتَصِرًا وَلَيْسَ فِيْهِ ذِكْرُ الْبِئْرِ.

☆ مفردات:

وَرِقٌ میں پانچ لغات ہیں: واؤ کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ، راء کے کسرہ اور سکون کے ساتھ، اور پانچویں رقة واؤ کے بدلہ میں آخر میں تاء کے ساتھ۔ چاندی

أرِيْسٌ: ھمزہ کے فتحہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ، منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح جائز ہے۔ یہ مسجد قباء کے قریب ایک باغیچہ تھا جو کہ رویس نامی ایک یہودی کی طرف منسوب تھا۔ اہل شام کی زبان میں اریس کسان کو کہتے ہیں۔

انگوٹھی کنویں میں کیسے گری؟

ابن سعد، [1] نے صحیح بخاری کی سند سے انصاری سے یہ الفاظ زیادہ کیے کہ ''پھر وہ انگوٹھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس چھ سال تک رہی، یہاں تک کہ بئر اریس میں جا گری۔''

سنن نسائی [2] میں ہے کہ ''یہ مہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی خلافت کے چھ سال تک رہی، جب

[1] طبقات ابن سعد (۱۶۱/۲/۱) [2] سنن نسائی، کتاب الزینة، باب نزع الخاتم عند دخول الخلاء، حدیث: ۵۲۲۰.

مقدمے زیادہ ہوگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ مہر انصار کے ایک آدمی کے حوالے کردی۔ وہ اس کے پاس رہی اور بطور مہر استعمال ہوتی رہی، تا آنکہ اس سے ایک کنویں میں گر گئی پھر تلاش بسیار کے باوجود نہ ملی۔'' سنن ابی داؤد ❶ کی روایت میں ہے کہ ''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو اس کنویں کا سارا پانی نکالا گیا پھر بھی نہ مل سکی۔'' جبکہ صحیح بخاری ❷ شریف میں ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک دن بئر اریس پر بیٹھے تھے کہ انگوٹھی نکالی تو اس سے کھیلنے لگے (اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اس کو ایک ہاتھ سے دوسرے میں بدلنے لگے) تو وہ گر گئی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تین دن تک وہاں تلاش کرتے رہے، اور آپ نے کنویں کا پانی بھی نکالا، پھر بھی وہ نہ مل سکی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''علماء کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی میں کوئی پوشیدہ راز تھا جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں تھا، کیونکہ جب وہ گم ہوگئی تو آپ کی حکومت ختم ہوگئی، اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے جب انگوٹھی گم ہوگئی تو ان کی حکومت بھی فتنوں کا شکار ہوگئی، خوارج ان پر غلبہ حاصل کرنے لگے۔ یہ اس فتنے کی ابتدا تھی جو آپ کی شہادت پر جا پہنچا۔'' ❸

اس انگوٹھی کی تلاش میں اس لیے مبالغہ کیا گیا کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں سے تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو استعمال کیا، اور اس کو بطور مہر بھی رکھا، تو ایسی چیز کی قدر و قیمت اہم ہو جاتی ہے۔

بَابَ مَا جَاءَ فِيْ ذِكْرِ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

والحمد للّٰه رب العالمین علی ذلك.

☆............☆............☆

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الخاتم، باب ما جاء فی اتخاذ الخاتم، حدیث: ۴۲۱۵.

❷ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب هل یجعل نقش الخاتم......، حدیث: ۵۸۷۹.

❸ فتح الباری (۶۶/۷).

باب نمبر۱۳:

نبی کریم ﷺ کا دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا

(اس باب میں نو احادیث ہیں)

یَتَخَتَّمُ: وہ پہنتے، تَخَتُّم سے ہے جس کے معنی انگوٹھی پہننا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ تَخَتَّمَ بِالْعَقِيْقِ اس نے عقیق کی انگوٹھی پہنی۔

گذشتہ باب میں نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی مبارک کا ذکر تھا کہ یہ انگوٹھی کیسی تھی، اس پر کیا نقش تھا اور اسے کس مقصد کے لیے بنوایا گیا تھا اب اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ نبی اکرم ﷺ انگوٹھی کو کس ہاتھ میں پہنتے تھے؟ اور کس انگلی میں پہنتے تھے؟

آپ ﷺ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے:

۱۳۔۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ الْبَغْدَادِيُّ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ إِبْرَهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَمِيْنِهِ.

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی انگوٹھی اپنے داہنے ہاتھ مبارک میں پہنا کرتے تھے۔''

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِى نَمِرٍ نَحْوَهُ.

محمد بن یحیٰی نے احمد بن صالح سے، انہوں نے عبداللہ بن وھب نے سلیمان بن بلال سے، انہوں نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمرۃ سے مذکورہ حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی التختم فی الیمن والیسار (۴/۴۲۲۶)، سنن نسائی کتاب الذینة باب موضع الخاتم من الید (۸/۱۷۵ برقم ۵۲۱۸) صحیح ابن حبان (۷/۴۱۵)۔

دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے:

اس باب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صرف دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی ترجیح بیان فرمائی ہے۔ جبکہ جامع ترمذی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ میں بھی انگوٹھی پہنی، [1] لیکن چونکہ وہ حدیث صحیح نہیں، اس لیے اکثر اہل علم نے مذکور حدیث الباب کی وجہ سے دائیں ہاتھ کو انگوٹھی پہننے کو ترجیح دی ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اکثر احوال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی کیونکہ یہ شرف وعزت اور زیب وزینت ہے، تو دایاں ہاتھ اس کا زیادہ مستحق ہے، اگرچہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی ممانعت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے لیکن افضلیت اسی میں ہے کہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنی جائے۔'' [2] امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننے کے جواز اور عدم کراہت پر فقہاء کا اجماع ہے، صرف افضلیت میں اختلاف ہے۔''

آپ ﷺ نے انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی، صحابی رسول ﷺ کا مشاہدہ:

۱۳-۲: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ......

عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي رَافِعٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: رَأَيْتَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهِ ، وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهِ .

''حضرت حماد بن سلمۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ابن ابی رافع کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو ان سے اس بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، کتاب اللباس، باب فی لبس الخاتم فی الیمین (۱۷۴۴/٤) وقال قال محمد بن اسمعیل البخاری: ھذا أصح شیئی فی ھذا الباب، سنن نسائی کتاب الذینة باب موضع الخاتم من الید (۵۲۱۹/۸)، مسند احمد بن حنبل (۲۰٤/۲، ۲۰۵) اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص : ۱۳۰)

راوی حدیث:

☆ **حماد بن سلمة** ......: ابوسلمۃ حماد سلمۃ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اعلام میں سے تھے، کثیر الروایۃ اور ثقہ

---

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب الخاتم، باب فی التختم فی الیمین او ایسار، حدیث: ٤٢٢٧. وھو شاذ.

[2] فتح الباری (٦٤/٧-٦٥).

وصدوق تھے لیکن کبھی خطا کر جاتے تھے۔ ۱۶۷ھ ذوالحجہ میں فوت ہوئے۔

☆ **عبداللہ بن جعفر** ......: ابوجعفر عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب القرشی الھاشمی، الحبشی المولد، المدنی الدار، الجواد بن الجواد، رضی اللہ عنہ وارضاہ،

ان کا شمار صغیر السن صحابہ میں ہوتا ہے ان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بھی ہے۔ ان کے والد محترم جناب سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں پلے بڑھے۔ انہوں نے اپنی والدہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور اپنے چچا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی۔

ان کے تلامذہ میں اسماعیل، اسحاق بن معاویہ، ابوجعفر باقر، شعبی اور عروہ وغیرھم اعلام کے نام ملتے ہیں۔

یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اور پھر عبدالملک کے پاس بطور وفد گئے، بڑے سخی وکریم تھے، یزید بن معاویہ کے پاس گئے تو اس نے انہیں بیس لاکھ درہم دیئے۔

سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تو وہاں ان کے تین بیٹے ہوئے: عبداللہ، عون اور محمد، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد اور عبداللہ کو دیکھ کر فرمایا: محمد اپنے چچا علی بن ابی طالب کے مشابہ ہے اور عبداللہ میرے مشابہ ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اور فرمایا: ''میں ان کا سرپرست ہوں۔''❶ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑا پیار کرتے تھے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپس ہوئے تو عبداللہ بن جعفر ملے، آپ ؐ نے انہیں اپنے آگے سوار کرلیا، پھر حسن یا حسین ملے، تو ان کو اپنے پیچھے سوار کرلیا۔❷ آپ بڑے سخی انسان تھے ان کی سخاوت کے بہت سے واقعات مورخین نے لکھے ہیں۔ ۸۰ھ یا ۸۴ھ یا ۸۵ھ میں وفات پائی۔

تشریح :......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی بارے میں فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں سب سے صحیح حدیث یہی ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہننا چاہیے:

۱۳۔۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ: أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهِ.

''سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔''

---

❶ مسند احمد (۱۶۵۹)۔ معجم کبیر طبرانی (۱٤٤۳).

❷ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد اللّٰه بن جعفر رضی اللہ عنہما، حدیث: ۲٤۲۸.

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے سنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب التختم بالیمین (٣٦٤٧/٢)اخلاق النبی ﷺ (ص : ١٣٠)۔

١٣ ـ ٤ : حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَيْمُوْنٍ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ .

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔''

تخریج:...... یہ حدیث اس سند کے ساتھ سخت ضعیف ہے، کیونکہ اس میں عبداللہ بن میمون راوی متروک ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ منکر الحدیث ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ذاهب الحدیث ہے، ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاق النبی ﷺ (ص: ١٢٩) میں اس کو روایت کیا ہے لیکن اس سند میں بھی حرام بن عثمان الانصاری ہیں جن کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلرِّوَايَةُ عَنْ حَرَامٍ حَرَامٌ کہ حرام بن عثمان سے روایت کرنا حرام ہے۔ لیکن گذشتہ اور آنے والے شواہد کے بناء پر یہ حدیث صحیح ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا انگوٹھی پہننا:

١٣ ـ ٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ ، ثَنَا جَرِيْرٌ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ......

عَنِ الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ وَلَا إِخَالُهُ إِلَّا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهِ .

''صلت بن عبداللہ بن نوفل فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔''

تخریج:...... یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی التختم فی الیمین والیسار (٤٢٢٩/٤)، سنن ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الخاتم فی الیمین (١٧٤٢/٤)اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص : ١٢٩، ١٣٠) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن اسحاق عن الصلت بن عبداللہ بن نوفل کی حدیث حسن صحیح ہے۔

انگوٹھی کا نگینہ کہاں ہو:

١٣ ـ ٦ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ ، ثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ مُوْسَى ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِيْ

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف

كَفَّهُ وَنَقَشَ فِيْهِ "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ" وَنَهَى أَنْ يَنْقُشَ أَحَدٌ عَلَيْهِ، وَهُوَ الَّذِيْ سَقَطَ مِنْ مُعَيْقِيْبٍ فِيْ بِئْرِ أَرِيْسٍ.

رکھا ہوا تھا، اس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا آپ ﷺ نے اسی طرح کی عبارت کندہ کرنے پر سب کو منع فرما دیا۔ اور یہ وہی انگوٹھی تھی جو معیقیب رضی اللہ عنہ سے بئر اریس میں گر گئی تھی۔''

تخریج: صحیح مسلم، کتاب اللباس (۳/۵۵ برقم ۱٦٥٦)، سنن ابی داؤد، کتاب الخاتم (۴/۴۲۱۹)، سنن نسائی کتاب الزینۃ (۸/ ۵۲۳۱، ۵۳۰۳)، سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس (۲/۳٦۳۹) خلق افعال العباد للإمام البخاری (ص: ۱۳٦) مختصرًا

انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف ہونا چاہیے:

آپ ﷺ نے انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف فرمایا: صحیح بخاری میں بھی اس طرح کی روایت موجود ہے۔ [1]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء کا کہنا ہے کہ اس کے متعلق شریعت نے کوئی حکم صادر نہیں فرمایا۔ لہٰذا انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی اندرونی جانب کرنا بھی درست ہے اور بیرونی جانب بھی، اور سلف سے دونوں طریقوں پر عمل ثابت ہے، ہاں افضل یہی ہے کہ نگینہ اندر کی جانب کیا جائے، کیونکہ اس طرح سے نبی اکرم ﷺ کی اقتدا بھی ہو جاتی ہے اور نگینہ بھی محفوظ رہتا ہے۔ نیز تکبر وفخر اور ریاء بھی دور ہو جاتا ہے۔

ہر ایک کو یہی عبارت کندہ کرنے سے منع فرما دیا۔ یہ اس لیے تا کہ آپ ﷺ کی مہر باقی لوگوں کی مہر سے خلط ملط نہ ہو جائے۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ ﷺ کی نہی کا خیال رکھا اور کسی نے بھی اپنی انگوٹھی میں ویسا نقش نہیں کیا، اور تا فقدان اسی انگوٹھی کو استعمال کرتے رہے۔ یہ وہی انگوٹھی تھی جو مُعیقیب رضی اللہ عنہ سے گری تھی۔ مُعیقیب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی مہر کے نگران تھے آپ ﷺ نے انہیں اس خدمت پر مقرر کیا ہوا تھا، یہ ابو فاطمہ دوسی کے بیٹے تھے، غزوہ بدر میں شامل ہوئے، یہ سیّدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہوں نے آزاد کر دیا۔

آپ ﷺ کی مہر ان کے پاس آپ ﷺ کی وفات تک رہی، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کے دور میں بھی مہر لگانے کی خدمت پر یہی معیقیب رضی اللہ عنہ ہی مقرر تھے، اسی طرح سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے ادوار میں بھی یہ خدمت انہیں کے سپرد تھی تا آنکہ یہ انگوٹھی بئر اریس میں گر گئی۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کیسے انگوٹھی پہنتے تھے:

۱۳۔۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ......

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كَانَ

''حضرت ابوجعفر محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے وہ فرماتے

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جعل فص الخاتم فی بطن کفه، حدیث: ۵۸۷٦.

الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رضی اللہ عنہما يَتَخَتَّمَانِ فِي يَسَارِهِمَا.

ہیں کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما دونوں اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔''

تخریج:...... یہ روایت اس سند سے منقطع ہے۔ سنن ترمذی کتاب اللباس (١٧٤٣/٤)، أخلاق النبی ﷺ (ص: ١٣٣)

تشریح:......امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس روایت کے یہاں لانے کا یہ مقصد ہوسکتا ہے کہ وہ احادیث جو بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے ضمن میں ہیں یا تو منقطع ہیں (جیسے کہ یہ حدیث ہے کہ محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو نہیں دیکھا تھا) یا ضعیف ہیں، نیز دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی افضلیت قائم رہے، اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی کا استعمال جواز کے لیے قائم رہے۔

انگوٹھی کے بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت:

١٣-٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى وَهُوَ ابْنُ الطَّبَّاعِ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَامِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي عَرُوْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهِ. قال ابو عيسى هذا حديث غريب لا نعرفه من حديث سعيد بن عروة عن قتادة عن انس عن النبي ﷺ نحو هذا إلا من هذا الوجه، وروى بعض اصحاب قتادة عن قتادة عن أنس أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَخَتَّمَ فِيْ يَسَارِهِ، وهو حديث لا يصح أيضًا.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے'' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ عن انس عن النبی ﷺ کی سند سے پہنچانتے ہیں۔ قتادہ کے بعض اصحاب نے قتادہ سے، انہوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، لیکن یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے، سنن نسائی کتاب الذینة، باب موضع الخاتم (٥٢٩٨/١٠)، أخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ١٣٠، ١٣١)

سونے کی انگوٹھی مردوں کے لیے حرام ہے:

١٣-٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْمُحَارِبِيُّ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَكَانَ يَلْبَسُهُ فِي يَمِينِهِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَطَرَحَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: "لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا" فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ.

رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، اسے آپ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں ، پھر رسول اللہ ﷺ نے وہ انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا: ''میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا'' تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔''

تخریج:...... صحیح مسلم کتاب اللباس والذینة، باب تحریم خاتم الذھب (۵۵۱۶/۳)، صحیح بخاری ، کتاب اللباس (۵۸۶۵/۱۰)، سنن ابی داوٗد کتاب الخاتم (۴۲۱۸/۴)، سنن ترمذی، ابواب اللباس (۱۷۴۱/۴)۔

تشریح :......اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ابتداء اسلام میں سونا پہننا مردوں کے لیے جائز تھا،مگر بعد میں جب اسے مردوں کے لیے حرام کر دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سونے کی انگوٹھی پھینک دی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اتباع رسول میں تاخیر اور سستی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے خواہ اس کے لیے انھیں بظاہر مالی نقصان اٹھانا پڑے۔

سونے کی انگوٹھی وغیرہ مردوں پر حرام ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سات چیزوں سے منع فرمایا جن میں ایک سونے کی انگوٹھی بھی تھی۔ [1] صحیح بخاری میں ہی سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا [2] صحیح بخاری شریف میں ہی حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی جس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب تھا تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں آپ ﷺ نے اس کو پھینک کر چاندی کی انگوٹھی بنوالی۔'' [3] سونے کی انگوٹھی وغیرہ پہننا مردوں کے لیے حرام، جبکہ عورتوں کے لیے مباح ہے۔جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نجاشی، شاہ حبشہ نے کچھ زیورات آپ ﷺ کو بطور تحفہ بھیجے جن میں سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی تو آپ ﷺ نے منہ موڑتے ہوئے اور اعراض کرتے ہوئے وہ لے لی پھر اپنی نواسی سیدہ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو بلایا اور انگوٹھی اس کو دے دی اور فرمایا: اسے پہن لو۔ [4]

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ مکمل ہوا۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب خواتیم الذھب، حدیث: ۵۸۶۳۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس حدیث: ۲۰۶۶.

[2] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب خواتیم الذھب، حدیث: ۵۸۶۴ وصحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم خاتم الذھب، حدیث: ۲۰۸۹ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ.

[3] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب خواتیم الذھب، حدیث: ۵۸۶۸۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال، حدیث: ۲۰۹۱.

[4] مسند احمد (۲۳۷۳۴/۶)

باب نمبر۱۴:

رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا بیان

(اس باب میں چار احادیث ہیں)

اس باب میں نبی کریم ﷺ کی تلوار کا بیان ہے کہ وہ کیسی تھی؟ محدثین بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی دس تلواریں تھیں ان کے نام یہ ہیں: اَلْمَاثُورْ، اَلْقَضِيْب، اَلْقَلْعِي، اَلْحَتْفُ، اَلْمِنْحَذِمُ، اَلرَّسُوْبُ، اَلصَّمْصَامَةُ، اَللَّحِيفُ، ذُوْالْفِقَار، بَتَّار، اس کے علاوہ دو تلواریں جن کا نام اَلْعَوْنُ اور اَلْعُرْجُوْنُ تھا یہ نبی اکرم ﷺ کی معجزانہ قوت کا مظہر تھیں، جنگ بدر میں سیدنا عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے تلوار عنایت کیجئے۔ آپ ﷺ نے ان کو کھجور کی ایک خشک لکڑی عطا فرمائی اور حکم دیا: جاؤ اور لڑو۔ پس جب وہ لکڑی ان کے ہاتھ میں گئی تو وہ ایک نہایت شاندار لمبی اور چمکدار مضبوط تلوار بن گئی، انہوں نے اس کے ساتھ ہی جہاد کیا، پھر وہ ان کے پاس رہی اور وہ ہمیشہ اسی کے ساتھ شریک جہاد ہوتے رہے، یہاں تک کہ قتال اہل الردہ میں وہ شہید ہو گئے اور وہ تلوار عون کے نام سے موسوم ہوئی۔ [1]

اسی طرح دوسرے صحابی سیدنا عبداللہ بن جحش کی تلوار غزوہ احد میں ٹوٹ گئی تو انہیں بھی آپ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ عنایت فرمائی، جب وہ ان کے ہاتھ میں آئی تو نہایت عمدہ تلوار بن گئی۔ [2] اس تلوار کا نام اَلْعُرْجُوْن تھا اور عمر بھر آپ رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ جہاد کرتے رہے۔

اَلْمَاثُوْر نامی تلوار آپ ﷺ کو اپنے والد گرامی کی وراثت سے ملی تھی۔

ذُوالْفَقَار: اس تلوار میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت گڑھے تھے یا پشت کی ہڈیوں کی طرف جوڑ تھے، جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں یہی تلوار تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تلوار آپ ﷺ نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمادی تھی۔ قَلْعِي نامی تلوار، سیف بَتَّار اور سَيْفُ الْحَتْفِ آپ ﷺ کو بنوقینقاع کے ہتھیاروں سے ملیں۔ اس باب کی پہلے باب سے مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں انگوٹھی کا ذکر تھا جو

---

[1] سیرة ابن هشام (ص: ۱/۶۳۷)۔ دلائل النبوة للبيهقي (۳/۱۰۶).

[2] الاصابة (۲/۱۱۰)۔ الاستيعاب (۱/۲۶۵)۔ دلائل النبوة للبيهقي (۳/۲۷۴).

نبی اکرم ﷺ نے بادشاہوں کی طرف اپنے مکتوبات پر مہر لگانے کے لیے بنوائی تھی، یہی خطوط جب مکتوب الیہ ماننے سے انکار کر دے تو اس کے ساتھ محاربہ (جنگ) کی نوبت آتی ہے اس لیے بعد میں باب السیف بیان کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا:

١٤ـ١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فِضَّةٍ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی السیف (٢٥٨٣/٣) سنن ترمذی، ابواب الجهاد، باب فی السیوف (١٦٩١/٤) وقال حدیث حسن غریب، سنن نسائی، کتاب الذینة (٢١٩/٨) سنن دارمی، کتاب السیر (٢٤٥٧/٢)، سنن الکبریٰ للبیهقی (١٤٣/٤)، أخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ١٥١) وانظر ارواء الغلیل' للألبانی (٨٢٢)

☆ مفردات:

قَبِيعَةُ: تلوار کے قبضہ پر چاندی یا لوہے کی گرہ، بند شمشیر۔ اور طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَبِیعة وہ ہے جو قبضہ کے اس جانب کی طرف ہو جو دھار کی طرف ہوتا ہے چاندی کا ہو یا لوہے کا۔

تشریح:...... اس حدیث سے تلوار اور دیگر آلات حرب کو قلیل چاندی سے مزین اور آراستہ کرنے کا جواز نکلتا ہے مگر سونے سے آراستہ کرنا جائز نہیں ہے۔

گھوڑے کی لگام اور زین کو سونے و چاندی سے آراستہ کرنے میں اختلاف ہے اسی طرح جنگ کی چھڑی اور قلم دان کو قلیل سا چاندی کا زیور چڑھانے میں اختلاف ہے۔

حدیث الباب میں جس تلوار کا ذکر ہے بقول امام ابن القیم رحمہ اللہ وہ ذُوالفقار نامی تلوار ہے جو کبھی آپ سے الگ نہ ہوتی تھی اور یہی تلوار پہن کر آپ ﷺ فتح مکہ والے دن مکہ میں داخل ہوئے اسی تلوار کے متعلق ہے کہ احد کے مواقع پر آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا یا گیا کہ آپ ﷺ نے اس کو ہلایا تو وہ درمیان سے ٹوٹ گئی دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے اچھی ہوگئی۔ اس سے مراد جنگ میں شکست، پھر فتح تھی۔ یہ تلوار آپ ﷺ کو غزوہ بدر میں نفل میں ملی تھی۔ [1]

١٤ـ٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، ثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ......

---

[1] سنن ترمذی، کتاب السیر، باب فی النفل، حدیث: ١٥٦١م۔ مسند احمد (٢٧١/١).

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ قَالَ: كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فِضَّةٍ.

''سعید بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔''

تخریج:...... یہ حدیث اس سند کے ساتھ مرسل ہے جو کہ ضعیف کی اقسام میں سے ہے، لیکن گذشتہ حدیث اس کی شاہد ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن نسائی، کتاب الذینة (٨/٢١٩)، سنن دارمی (٢/٢٤٥٨) سنن أبی داوٗد، کتاب الجهاد (٣/٢٥٨٤)۔

☆ **راوي حديث**......: سعید بن ابی الحسن: یہ حضرت حسن بصری کے بھائی ہیں ثقہ تابعی تھے آپ کے اساتذہ میں سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبدالرحمان بن سمرۃ، سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہم کے نام آتے ہیں۔

امام ابوزرعہ رازی، امام نسائی، امام ابن حبان اور امام عجلی رحمہم اللہ نے انہیں ثقہ کہا ہے بقول امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ١٠٨ھ میں وفات پائی۔

تلوار پر سونا اور چاندی لگانا:

١٤ـ٣: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ صَدْرَانَ، الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا طَالِبُ بْنُ حُجَيْرٍ......

عَنْ هُوْدٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى سَيْفِهِ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ. وَقَالَ طَالِبٌ: فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِضَّةِ فَقَالَ: كَانَتْ قَبِيْعَةُ السَّيْفِ فِضَّةً.

''ھود بن عبداللہ بن سعید اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی تلوار پر سونا اور چاندی لگی ہوئی تھی۔ طالب (ھود کے شاگرد، طالب بن جحیر) نے کہا تو میں نے ان سے چاندی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔''

تخریج:...... یہ حدیث منکر ہے۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر الشمائل میں لکھا ہے کہ اس سند کا راوی ھود بن عبداللہ ''مجھول'' ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو شمائل کے علاوہ سنن ترمذی، کتاب الجہاد (۴/١٦٩٠) میں ذکر کیا ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے جبکہ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت اپنی مایہ ناز کتاب، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (۴/١٤٧٠) میں مذیدہ العبدی (جو ھود بن عبداللہ کے دادا ہیں) کے ترجمہ میں نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی سند قوی نہیں ہے اسی طرح امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سے ''میزان الاعتدال'' (٢/٣٣٣) میں ذکر کر کے فرمایا ہے کہ ابن القطان کہتے ہیں میرے نزدیک یہ حسن نہیں، بلکہ ضعیف ہے۔ ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منکر کہا ہے: امام

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: یہ روایت واقعی منکر ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار بارے سونے کے زیور کا ہمیں (صحیح روایت کے مطابق) پتہ نہیں ہے۔

تلوار بنانے میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی:

١٤ـ٤ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شَجَاعٍ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ......

عَنْ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: صَنَعْتُ سَيْفِي عَلَى سَيْفِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، وَزَعَمَ سَمُرَةَ أَنَّهُ صَنَعَ سَيْفَهُ عَلَى سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ حَنَفِيًّا. حدثنا عقبة بن المكرم البصرى، حدثنا محمد بن بكر عن عثمان بن سعد بهذا الاسناد نحوه.

''امام بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنی تلوار سمرۃ بن جندب کی تلوار کے مطابق بنائی اور سمرہ کا خیال ہے کہ انہوں نے اپنی تلوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے مطابق بنائی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار قبیلہ بنوحنیفہ کی تلوار کی طرف تھی۔''

عثمان بن سعد نے اسی طرح کی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے۔

تخریج:...... یہ روایت **ضعیف** ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الجهاد، باب ماجاء فی صفة سیف رسول اللہ ﷺ (٤/١٦٨٣)۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان نے عثمان بن سعد الکاتب کے بارہ میں کلام کیا ہے، اور حافظے کی بناء پر اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تقریب میں فرماتے ہیں کہ عثمان بن سعد الکاتب ضعیف ہے۔

☆ مفردات:

حَنَفِيًّا قبیلہ بنوحنیفۃ کی طرف منسوب ہے جو کہ مسیلمہ کذاب کا قبیلہ تھا، یہ قبیلہ تلوار سازی میں بڑا مشہور و معروف تھا مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اس قبیلہ کی بنی ہوئی تلوار کی ہیئت پر تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ سَيْفِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

☆............☆............☆

باب نمبر ۱۵:

رسول اللہ ﷺ کی زرہ کا بیان

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

دِرْعٌ: زرہ، مونث ہے کبھی مذکر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع دُرُوْعٌ آتی ہے، زرہ لوہے کے جنگی لباس سے عبارت ہے۔

یہ باب نبی اکرم ﷺ کی زرہ پہننے کے بیان میں ہے اسلام کے ابتدائی دور میں زرہ کا استعمال عام تھا، سپاہی لڑائی کے وقت اسے پہن لیتے تھے تاکہ دشمن کا وار براہ راست جسم پر نہ پڑے، بلکہ زرہ اس کو روک کر جسم کو زخمی ہونے سے بچا سکے۔ اس دور میں جب دست بدست اور دو بدو لڑائی ہوتی تھی اور فریقین تلوار، نیزہ یا تیر کو بطور آلات حرب استعمال کرتے تھے تو زرہ حفاظت کا بہت بڑا ذریعہ تھی، زرہ کا استعمال اس زمانہ میں بھی اپنی ترقی یافتہ شکل میں موجود ہے اندرون ملک امن وامان کی بحالی کے لیے پولیس اور رینجرز زرہ، خود اور ڈھال استعمال کرتی ہے کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیات مبارک میں متعدد زرہیں استعمال فرمائیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

ذَاتُ الْفُضُوْل ، ذَاتُ الْوَشَاح ، ذَاتُ الْحَوَاشِیْ، فِضَّه ، سَغْدِیَّه یا سَعْدِیَّه ، اَلْبَتْرَاءُ ، اَلْخَرْنَقُ ،

آپ ﷺ زرہ استعمال فرماتے تھے:

۱۵-۱ : حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِیْدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ الْأَشَجُّ ، حَدَّثَنَا یُوْنُسُ بْنُ بُکَیْرٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ ، عَنْ یَحْیَی بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ ، عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ......

عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ: کَانَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ یَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ إِلَی الصَّخْرَةِ فَلَمْ یَسْتَطِعْ فَأَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهُ فَصَعِدَ النَّبِیُّ ﷺ حَتَّی اسْتَوَی عَلَی

''سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں جنگ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ نے دو زرہیں زیب تن فرمائی تھیں، پس آپ نے ایک چٹان پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا تو اس چٹان پر نہ چڑھ سکے، پس آپ ﷺ نے طلحہ رضی اللہ عنہ

الصَّخْرَةِ فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: "أَوْجَبَ طَلْحَةُ.

کو نیچے بٹھایا اور (ان پر کھڑے ہو کر) اس چٹان پر سیدھے چڑھ گئے۔ زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: طلحہ نے (اپنے اوپر جنت)واجب کر لی۔"

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے سنن ترمذی، ابواب الجهاد، باب فی الدرع (١٦٩٢/٤) و كتاب المناقب (٣٧٣٨/٥) وقال ابوعيسى: حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّامِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ وَقَالَ فِي الْمَوْضِعِ الثَّانِيْ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ اس سند میں محمد بن اسحاق (مدلس) ہیں جو عنعنۃ سے روایت کر رہے ہیں لیکن ان کی عَنْعَنَہ مضر نہیں ہے کیونکہ مسند احمد بن حنبل (۱۴۱۷) کی روایت میں انہوں نے تصریح بالسماع کی ہے اور صیغہ تحدیث کی صراحت کی ہے، مزید ملاحظہ فرمائیں مستدرك حاكم (٢٨/٣) السنة لابن ابی عاصم (ص: ٦١٢) سنن الكبرىٰ للبيهقى (٣٦٠/٦) صحيح ابن حبان (٦٢/٩)

☆ **راوي حديث**:...... اس حدیث کے راوی سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ہیں ذیل میں ان کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

ابوعبداللہ، الزبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی الاسدی رضی اللہ عنہ۔ یہ حواری رسول کے نام سے معروف تھے نبی اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور عظیم المرتبت صحابہ کرام میں سے ہیں۔ آپ ان دس خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جن کو نبی اکرم ﷺ نے ان کی زندگی میں ہی جنت کو خوشخبری سنا دی تھی۔

آپ نے دو ہجرتیں کی تھیں، بدر اور مابعد تمام غزوات میں شامل تھے۔ آپ سولہ سال کی عمر میں مشرف بالاسلام ہوئے، ان کے چچا ان کو لٹکا کر آگ کا دھواں دیتے اور کہتے کہ اسلام سے پھر جاؤ، مگر آپ نہ پھرے اور کہا: میں کبھی کافر نہ بنوں گا۔ [1]

آپ کے سینے میں نیزوں اور تیروں کے بڑے بڑے نشان تھے۔ جو آپ کے شجاع، جنگجو اور بہادر ہونے پر دال ہیں، صدقہ وخیرات کرنے میں بڑے فراخ دل تھے آپ کے ایک ہزار غلام تھے جو خراج دیتے، مگر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ان کے خراج سے کچھ گھر نہ لاتے بلکہ صدقہ کر دیتے۔

آپ یوم الجمل کو عمرو بن جرموز کے وار سے شہید ہو گئے، آپ کی قبر وادی السباع میں ہے، آپ نے اپنی عمر کی چھیاسٹھ یا سڑسٹھ بہاریں دیکھیں، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

اس حدیث میں انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے جنگ احد کا ایک واقعہ بیان کیا ہے اسی لیے ان کے

[1] مستدرك حاكم (٣٦٠/٣) - معجم كبير طبرانى (٢٣٩/١) - حلية الاولياء (٨٩/١)

تذکار بھی ملاحظہ فرمائیں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ عشرۃ مبشرۃ میں سے ہیں اور ایمان لانے میں خاندان قریش میں سے ان کا ساتواں نمبر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان ستہ میں سے ایک ہیں بڑے عظیم مجاہد تھے۔ سوائے غزوہ بدر کے تمام غزوات میں شامل ہوئے اور بدر کی جنگ میں آپ بحکم نبوی مسلمانوں کے مصالح کے لیے شام کی طرف گئے ہوئے تھے آپ حکماً غزوہ بدر میں شریک تھے اسی بناء پر آپ کو مال غنیمت سے بھی حصہ ملا، [1] آپ بڑے فیاض صفت تھے۔ آپ کی فیاضی کا ایک عظیم الشان واقعہ یہ ہے کہ آپ نے زمین کا ایک ٹکڑا سات لاکھ درہم سے زیادہ میں فروخت کیا اور اسی شام تک سارا مال محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔ آپ نے ۳۰ھ یا ۳۶ھ میں وفات پائی، اور بصرہ میں مدفون ہیں۔

تشریح:

❀ آپ ﷺ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ایک زرہ کا نام ذات الفضول اور دوسری کا نام فضہ تھا۔

❀ آپؐ نے ایک چٹان پر کھڑے ہونے کا قصد فرمایا۔ واقعہ احد میں نبی اکرم ﷺ کے چہرہ اقدس پر پتھر لگنے سے زخم آیا اور نچلا ہونٹ مبارک خون آلود ہو گیا، رخسار مبارک میں خود کی کڑی دھنس گئی اور ابن قمئہ نے آواز دے کر کہا کہ محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے ہیں اس لیے آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ کسی اونچی جگہ کھڑے ہو جائیں تا کہ مسلمانوں کو اطمینان ہو جائے کہ آپ ﷺ بقید حیات ہیں۔

❀ طلحہ رضی اللہ عنہ نے واجب کر لی۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن انتہائی دلیری، جوانمردی، شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور نبی اکرم ﷺ پر جان نثاری کی سعادت حاصل کرنے کے لیے دیوانہ وار جہاد کیا، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ طلحہ نے واجب کر لی۔ یعنی جنت واجب کر لی، یا میری شفاعت واجب کر لی، یا ثواب اپنے لیے واجب کر لیا۔ اس دن سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ پر اسّی سے زائد زخم صرف اس لیے آئے تھے کہ وہ ڈھال بن کر حضور نبی کریم ﷺ پر برسنے والے تیر اور نیزے اپنے جسم پر روکتے تھے اور ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی مدافعت میں تیر اندازی بھی کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس غزوہ میں ان کا ایک ہاتھ بھی شل ہو گیا تھا۔ [2] نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا، خَيْرُ شَهِيدٍ يَمْشِي عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ [3] کہ یہ بہترین شہید ہے جو زمین پر چل پھر رہا ہے۔ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی

---

[1] مستدرك حاكم (۳/۳٦۸،۳٦۹).

[2] صحيح بخارى، كتاب المغازى، باب ﴿اذا همت طائفتان منكم.....﴾، حديث: ٤٠٦٣.

[2] سنن ترمذى، كتاب المناقب، باب مناقب ابى محمد طلحه بن عبيد الله رضي الله عنه، حديث: ۳۷۳۹ـ سنن ابن ماجه (۱۲۵).

جواں مردی و جانثاری دیکھ کر فرمایا: "ذٰلِكَ يَوْمٌ كُلُّهُ لِطَلْحَةَ" [1] کہ تمام کا تمام دن طلحہ ہی کے لیے ہے۔

دورانِ جنگ زرہ کا استعمال توکل کے منافی نہیں:

۲-۱۵: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ......

عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا.

"سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ پر احد کے دن دو زرہیں تھیں، دونوں کو اوپر نیچے پہن رکھا تھا۔"

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے سنن ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب السلاح (۲/۲۸۰۵).

☆ مفردات:

"ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا" جَمَعَ بَيْنَهُمَا، وَلَبِسَ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى كَأَنَّهُ جَعَلَ إِحْدٰهُمَا بِطَانَةً وَأُخْرٰى ظِهَارَةً یعنی دونوں کو اوپر نیچے اکٹھی پہن لیا، اس کا مصدر مُظَاهَرَةٌ آتا ہے جس کے معنی تہہ بر تہہ کرنا، ظہار کرنا ہے۔

تشریح:......اس حدیث میں جنگ کی حالت کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور امت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے بچاؤ اور احتیاط کو ملحوظ رکھیں، چنانچہ احتیاط و ہوشیاری، توکل اور رضا بالقضاء کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو حکم الٰہی کی تعمیل ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انْفِرُوا جَمِيعًا﴾ (النساء)

"اے ایمان والو! ہوشیاری سے کام لو، پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔"

یعنی دشمن کی گھات سے بچو اور اسے اپنے اوپر موقع نہ دو اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہتھیار ساتھ رکھو، مسئلہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ دشمن کے مقابلہ میں اپنی حفاظت کی تدبیر کرنا مشروع ہے۔

یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے کیونکہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اُحد کی جنگ میں موجود نہیں تھے اس لیے کہ وہ اپنے والد محترم کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور اس وقت ان کی عمر صرف سات سال تھی۔ [2]

يَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ دِرْعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ مکمل ہوا۔

---

[1] صحيح بخاری، كتاب جزاء الصيد، باب حج الصبيان، حديث: ۱۸۵۸۔ سنن ترمذی (۹۲۵).

[2] طبقات ابن سعد (۴۸۹/۱)۔ سبل الهدى والرشاد (۳۷۰/۷).

باب نمبر ۱۶:

رسول اللہ ﷺ کے خود مبارک کا بیان

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

مِغْفَرٌ: خود، اس کا مصدر غَفْرٌ ہے جس کا معنیٰ چھپا لینا، ڈھانپ لینا اور برتن کے اندر پوشیدہ کر لینا ہے، مِغْفَر اسم آلہ ہے، تو چونکہ آلاتِ حرب میں سے ایک یہ خود بھی ہے جو لوہے کی ٹوپی کی طرح مضبوط ہوتا ہے اور اسے کلاہ کے نیچے سر کو دشمن کی تلوار سے محفوظ رکھنے کے لے استعمال کیا جاتا ہے اور اس سے سر ڈھانپ لیا جاتا ہے تو اس کو مِغْفَر کہا گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں ان احادیث کو ذکر فرمائیں گے جو آپ ﷺ کے ''خود مبارک'' کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ اسلام کے شروع میں ''خود'' کا استعمال عام تھا آپ ﷺ نے خود اس کا استعمال فرمایا۔ خصوصاً فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے ''خود'' پہنا ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے ''خود'' کا نام ''مَوَشَّح'' اور ''ذُو السُّبُوْع'' تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی اکرم ﷺ کے دیگر آلات حرب کا ذکر نہیں فرمایا۔ دیگر کتب حدیث میں آپ ﷺ کے دوسرے آلات جنگ کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ صاحب الاتحافات الربانیہ (ص: ۱۵۳، ۱۵۴) نے مندرجہ ذیل آلات حرب لکھے ہیں۔

❀ نبی اکرم ﷺ کے چھ قوس وکمان تھے، جن کے نام یہ ہیں: اَلـزَّوْرَاءُ، اَلرَّوْحَاءُ، اَلصَّفْرَاء، اَلسَّوْحَطُ، اَلْكَتُوْمُ، اَلسِّدَادُ۔

❀ آپ ﷺ کے ترکش کا نام ''اَلْكَافُوْرُ'' تھا۔

❀ آپ ﷺ کے پاس متعدد ڈھالیں تھیں ایک کا نام ''اَلـذَّلُوْق'' دوسری کا نام ''اَلْـفَـنَق'' تھا ایک اور ڈھال آپ ﷺ کی خدمت میں تحفہ پیش کی گئی اس پر عقاب یا کبش (مینڈھا) کی تصویر تھی آپ ﷺ نے اس تصویر پر ہاتھ رکھا تو وہ محو ہوئی۔ [1]

❀ نبی اکرم ﷺ کے پاس مختلف اوقات میں سات گھوڑے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں: اَلْـمُـرْتَـجِز،

---

[1] طبقات ابن سعد (۱/۴۸۹)۔ سبل الهدى والرشاد (۷/۳۷۰).

اَلسَّـکَبُ، اَللَّحِيْفُ ، اَللِّزَازُ ، اَلْوَرْءُ ، اَلسَّبْحَةُ۔ آپ ﷺ کے نیزے کا نام ''اَلْمَثْوٰی'' تھا، ایک دوسرا نیزہ جس کا نام ''اَلْبَيْضَاءُ'' تھا۔

❀ آپ ﷺ کے پاس ٹیڑھے سر والی ایک چھڑی تھی جو کہ ایک گز، یا اس سے کچھ لمبی تھی، اس کا نام ''مِحْجَن'' تھا۔

❀ آپ ﷺ کی اونٹنی کا نام ''قصوی'' خچر کا نام ''دُلْدُل'' اور گدھے کا نام ''یعفور'' تھا۔

❀ آپ ﷺ کی زمزمی کا نام ''صَادِر'' اور زین کا نام ''دَاج'' تھا۔

فتح مکہ کے دن نبی کریم نے خود استعمال کیا:

١٦-١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَـنْ أَنَـسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ مِغْفَرٌ، فَقِيْلَ لَهُ هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ قَالَ: "اقْتُلُوْهُ".

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا، عرض کیا گیا کہ یہ ابن خطل ہے جو کہ کعبۃ اللہ کے غلاف کے ساتھ چمٹا ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو قتل کر دو۔''

تخریج: صحیح بخاری ،کتاب الصید (١٨٤٦/٤)، وکتاب الجهاد (٣٠٤٤/٦) وکتاب المغازی، باب این رکز النبی ﷺ الرایة یوم الفتح ، صحیح مسلم ،کتاب الحج (٤٥٠/٢ برقم ٩٨٩، ٩٩٠)، سنن ابی داوٗد ،کتاب الجهاد (٢٦٨٥/٣)، سنن ترمذی ،کتاب الجهاد (١٦٩٣/٤)وقال حدیث حسن صحیح غریب لانعرف کثیرًا احد راوه غیر مالك عن الذهری ، سنن نسائی، کتاب المناسك (٢٨٦٧/٥)، سنن ابن ماجه ،کتاب الجهاد (٢٨٠٥/٢)سنن دارمی، کتاب المناسك (١٩٣٨/٢) مسند احمد بن حنبل (١٠٩/٣، ١٦٤) ٢٦٤، ٢٢٤، ٢٣١، ٢٣٢، ٢٤٠)

فتح مکہ کے دن سر مبارک پر خود تھا یا پگڑی؟

❀ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے مکہ میں داخل ہوتے وقت سر مبارک پر خود پہن رکھا تھا۔ جبکہ دوسری روایت میں پگڑی کا ذکر ہے۔ [1] حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ مکہ معظّمہ میں داخل کے وقت آپؐ کے سر مبارک پر خود تھا پھر جب مکہ میں داخل ہو گئے تو آپ ﷺ نے پگڑی پہن لی۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير احرام، حديث: ١٣٥٨۔ [2] فتح الباری (٣٤٩/٣)

✿ ابن خطل کو قتل کر دو۔ ابن خطل کا نام عبدالعزی تھا، یہ جب مسلمان ہوا تو آپ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا، یہ آسمانی وحی لکھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو عامل بنا کر صدقے اکٹھے کرنے کے لیے بھیجا، ساتھ میں ایک انصاری اور ایک غلام بھی تھا راستہ میں ایک جگہ پر آرام کے لیے رکے تو اس نے غلام کو حکم دیا کہ ہم سو رہے ہیں ہمارے اٹھنے تک کھانے تیار کرلو۔ جب یہ بیدار ہوا تو کھانا تیار نہیں تھا اس نے خادم کو قتل کر دیا اور خود بھاگ گیا کہ کہیں میں اس کے بدلہ میں قتل نہ کر دیا جاؤں، نبی اکرم ﷺ کے انصاری صحابی نے ساری تفصیل آپ ﷺ کو بتائی تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ ابن خطل وہاں سے بھاگ کر مشرکین مکہ کے پاس آ گیا اور اپنے اسلام سے پھر کر مرتد ہوگیا۔ مزید بدبختی یہ مول لے لی کہ دو لونڈیوں کو اپنے ساتھ ملا کر نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ شعر و شاعری کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ''اگر وہ کہ کعبۃ اللہ کے پردوں میں بھی چھپا ہوا ہو تو اس کو کوئی امان نہیں، اس کو قتل کر دو۔'' فتح مکہ کے موقع پر یہ بدبخت کعبۃ اللہ کے پاس گیا اور اس کے پردے تھام کر ان سے لٹک گیا۔ اس نے اس آیت سے دلیل لیتے ہوئے اس طرح کیا کہ ﴿وَمَنْ دَخَلَهُ اٰمِنًا﴾ یعنی جو اس میں داخل ہو جائے، وہ امن میں آ گیا۔ حالانکہ اس آیت سے اس کا استدلال درست نہیں تھا کیونکہ وہ مومن نہیں تھا اس نے تو صرف اہل جاہلیت کا طریقہ اپنایا، وہ بھی جرم کرنے کے بعد کعبۃ اللہ کا دامن تھام لیتے، اور جو بھی کعبۃ اللہ کے دامن میں پناہ لیتا لوگ اس کی عزت کرتے ۔ جب آپ ﷺ نے عام اعلان فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے ، یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، یا بیت اللہ میں پناہ لے، تو وہ امن میں آ گیا، اس کے لیے پناہ ہے، تو اس عام معافی سے گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کو مستثنیٰ کر دیا، پھر ان لوگوں میں سے بھی سات مرد اور دو عورتیں مسلمان ہوگئیں اس بناء پر ان کو بھی معاف کر دیا، چار مرد اور چار عورتیں باقی رہ گئیں ۔ مردوں میں حویرث بن نقیذ، ھلال بن خطل (جس کا ذکر ہے) مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن ابی سرح، یہ چار افراد تھے جن کے بارے میں فرمایا کہ میں ان کو امن نہیں دوں گا۔ ان میں سے بھی عبداللہ ابی سرح ایمان لے آئے؟ اور باقی تین قتل کر دیئے گئے۔ ابن خطل کو کس نے قتل کیا، اس بارے میں اختلاف ہے۔ اھل سیر کے بقول سعید بن حریث نے اسے قتل کیا۔ مگر مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ابو برزہ اسلمی نے اسے قتل کیا، بعض روایات میں ان دونوں کا، اور ان کے ساتھ عمار بن یاسر اور زبیر بن العوام کا نام بھی ملتا ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ اسے مقام ابراہیم اور ماء زمزم کے درمیان قتل کیا گیا۔ [1]

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری (۳/۳۴۸، ۳۴۹)

فتح والے دن آپ ﷺ حالت احرام میں نہیں تھے:

۲-۱۶: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَحْمَدَ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، ثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ. قَالَ: فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ قَالَ: "اقْتُلُوْهُ"۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود تھا جب آپ نے اسے اتارا تو ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا: ابن خطل (جس کو آپ ﷺ نے قتل کرنے کا حکم دے رکھا ہے) کعبۃ اللہ کے پردوں سے لٹکا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کردو۔'' ابن شہاب (زہری) فرماتے ہیں مجھے یہ خبر ملی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس دن احرام نہیں باندھا ہوا تھا تخریج کے لیے گذشتہ حدیث ملاحظہ فرمائیں

تشریح وفوائد:

❀ جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھی، اس کے بعد اگلے باب میں حدیث آرہی ہے کہ آپؐ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر مبارک پر سیاہ پگڑی تھی۔

❀ دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہوگئی کہ آپؐ نے مکہ میں داخل ہونے کے بعد خود اتار کر سیاہ پگڑی پہن لی تھی۔ تب وہاں خطبہ ارشاد فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ [1]

❀ حدیث الباب سے ثابت ہورہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس دن حالت احرام میں نہیں تھے۔ حالانکہ مکہ معظّمہ میں بغیر احرام کے داخلہ ممنوع ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بلا احرام چند ساعتوں کے لیے نبی اکرم ﷺ کے لیے حلال کردیا گیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ

"لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَلَا بَعْدِیْ دَائِمًا، حَلَّتْ لِیْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حَرَامًا" [2] کہ حرم مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا نہ میرے بعد کبھی کسی کے لیے حلال ہوگا، (فتح مکہ کے موقع پر) کچھ ساعتوں کے لیے حلال ہوا، پھر ہمیشہ کے لیے حرمت والا ہوگیا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ مِغْفَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مکمل ہوا۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مکة بغیر احرام، حدیث: ۱۳۵۹.

[2] صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب لا یعضد شجر الحرم، حدیث: ۱۸۳۲۔۱۸۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکة......، حدیث: ۱۳۵۳،۱۳۵٤.

باب نمبر ۱۷:

نبی اکرم ﷺ کی پگڑی مبارک کا بیان

(اس باب میں پانچ احادیث ہیں)

اَلْعَمَامَةُ: دستار، پگڑی اس کی جمع عَمَائِم اور عَمَّام آتی ہے، ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو سر پر لپیٹی جائے۔

اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ان احادیث کا ذکر کریں گے جن میں نبی اکرم ﷺ کے عمامہ باندھنے کا تذکرہ ہے، عمامہ باندھنا نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اختیار فرمایا۔ فتح الباری میں ایک روایت بایں الفاظ مروی ہے کہ ''عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔'' عینی شرح بخاری میں ہے کہ ''کسی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا پگڑی باندھنا سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں پگڑی باندھنا سنت ہے۔'' [1]

بعض روایات میں ہے کہ '' پگڑی کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرنا بغیر پگڑی کے ستر رکعت نماز ادا کرنے سے بہتر ہے'' لیکن یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس کے راوی طارق بن عبدالرحمٰن اور محمد بن عجلان دونوں ضعیف ہیں۔ اس طرح یہ روایت کہ '' پگڑی باندھ کر پڑھی گئی ایک نماز بغیر پگڑی کے پڑھی گئی پچیس نمازوں سے بہتر ہے۔'' یہ روایت بھی من گھڑت ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں مہدی بن میمون، عباس بن کثیر، ابو بشر بن سیار اور محمد بن مھدی سب مجاھیل ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی، امام سیوطی، اور امام سخاوی رحمہم اللہ نے اس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے (سلسلہ احادیث ضعیفہ) اسی طرح سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کہ '' پگڑی باندھ کر نماز پڑھنے سے دس ہزار نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں'' اسے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی، امام سیوطی اور ملا علی قاری رحمہم اللہ نے باطل اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ آج کل ایک ایسا گروہ سر اٹھا رہا ہے جو پگڑی خصوصاً سبز پگڑی کو شعار اسلام قرار دے رہا ہے اور بغیر سبز پگڑی والوں کو غیر مسلم سمجھتے ہوئے انہیں سلام تک کہنے سے گریز کرتا ہے اور اپنے تئیں یہ سمجھتا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی میٹھی میٹھی سنتیں اپنانے والے ہیں۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ سے سبز پگڑی پہننا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ سیاہ رنگ کی پگڑی اور سفید پگڑی کا ثبوت اگرچہ احادیث میں ملتا ہے لیکن پھر بھی پگڑی کو شعار اسلام کی حیثیت حاصل نہیں بلکہ یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ اور اس باب میں پیش آمدہ روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ

---

[1] فتح الباری (۲۱/۷)، مستدرك حاكم (۱۹۳/٤).

پگڑی باندھنا نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ تھی۔

سیاہ پگڑی سنت ہے:

١٧-١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ (ح). وَثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سراقدس پر ایک سیاہ پگڑی تھی۔''

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الحج (٤٥١/٢ برقم ٩٩٠)، سنن ابی داؤد، کتاب اللباس (٤٠٧٦/٤)، سنن ترمذی ابواب اللباس (١٧٣٥/٤) وقال حدیث حسن صحیح، وسنن نسائی ،کتاب المناسك (٢٨٦٩/٥)، سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد (٢٨٢٢/٢)، کتاب اللباس (٣٥٨٥/٢)، سنن دارمی، کتاب المناسك (١٩٣٩/٢)، مسند أحمد بن حنبل (٣٨٧،٣٦٣/٣).

تشریح :......اس حدیث سے سیاہ لباس پہننے کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے جو کہ درست ہے، اگرچہ بہتر اور افضل سفید لباس ہے کیونکہ حدیث میں ہے ''اِنَّ خَیْرَ ثِیَابِکُمُ الْبِیْضُ'' [1] کہ تمھارے سفید کپڑے تمام کپڑوں سے بہتر ہیں۔

١٧-٢: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ......

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِمَامَةً سَوْدَاءَ.

''سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کے سراقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد (٢٨٢١/٢) و کتاب اللباس (٣٥٨٧/٢) وَالْحَدِیْثُ عِنْدَ مُسْلِمٍ وَالنِّسَائِي وَاَبِیْ دَاوٗدَ وَغَیْرِهِمْ۔ وَفِیْهِ لَفْظُ الْخَطَابَةِ وَالْمِنْبَرِ، وَهُوَمِنْ طَرِیْقِ مُسَاوِرِ الْوَرَّق بِاِسْنَادِ الْمُوَلِّفِ، وَسَیَأْتِیْ فِيْ الْحَدِیْثِ الَّذِیْ بَعْدَهُ.

خطبہ کے وقت پگڑی پہننا سنت ہے:

١٧-٣: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَيُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى، قَالَا: ثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ......

---

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب اللباس، باب فی البیاض، حدیث: ٤٠٦١- سنن ترمذی (٩٩٤)- سنن ابن ماجه (٣٥٦٦) باختلاف.

عَـنْ جَـعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

''سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا جب کہ آپ ﷺ کے اقدس پر سیاہ پگڑی تھی۔''

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الحج (۲/۴۵۱)، سنن ابی داوٗد، کتاب اللباس (۴/۴۰۷۷) سنن ابن ماجه، کتاب الامامة (۱/۱۱۰۴) و کتاب اللباس (۲/۳۵۸۴)، مسند احمد بن حنبل (۴/۳۰۷).

تشریح وفوائد:

❀ ''نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا'' بعض محدثین کے نزدیک یہ خطبہ فتح مکہ کے دن کا خطبہ ہے جو کہ آپ ﷺ نے کعبۃ اللہ کے دروازے کی چوکھٹ پر ارشاد فرمایا تھا، جبکہ دیگر بعض محدثین کرام نے یہ خطبہ مراد نہیں لیا، کیونکہ انہی عمرو بن حریث سے دوسری روایت میں جو کہ صحیح مسلم میں ہے منقول ہے کہ آپ ﷺ منبر پر تھے۔ [1] منبر کا لفظ موجود ہے اور یہ ثابت ہے کہ فتح مکہ کا خطبہ منبر پر نہیں دیا گیا تھا، لہٰذا یہ خطبہ مبارک مدینہ منورہ میں کسی ایک موقعہ کا ہو سکتا ہے۔ صاحب المصابیح نے اس حدیث کو باب خطبۃ الجمعہ میں بیان کیا ہے۔

❀ حدیث الباب میں ارشاد ہے کہ ''سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا'' اس سے معلوم ہوا کہ سیاہ پگڑی پہننا بھی سنت ہے جبکہ سفید افضل اور بہتر ہے۔

عمامہ مبارک کا شملہ کندھوں کے درمیان ہوتا:

۴-۱۷ : حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ. قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذَالِكَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَسَالِمًا يَفْعَلَانِ ذَالِكَ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب پگڑی مبارک باندھتے تھے تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے (ابن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد، امام) نافع فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ اور عبید اللہ فرماتے ہیں: قاسم بن محمد اور سالم کو میں نے دیکھا کہ وہ دونوں بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مکة بغیر احرام، حدیث: ۱۳۵۹/۴۵۳

تخریج: یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب اللباس (١٧٣٦/٤)، اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص : ١٢٣)

عمامہ مبارک کی مقدار (عرض وطول):

١٧-٥: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى، ثَنَا وَكِيعٌ، ثَنَا أَبُوْ سُلَيْمَانَ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحمَنِ بْنُ الْغَسِيْلِ، عَنْ عِكْرَمَةَ......

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ.

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا جب کہ آپ ﷺ کے سراقدس پر سیاہ پگڑی تھی۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کی **اصل** صحیح بخاری، کتاب المناقب (٦/ ٣٦٢٨)، و کتاب مناقب الانصار (٧/ ٣٨٠٠) **میں موجود ہے۔ نیز دیکھئے: مسند** احمد بن حنبل (٢٠٢٤)۔

☆ مفردات:

دَسْمَاءُ: کا معنی سیاہ کالا، چکناہٹ والا۔

عِصَابَةٌ: عمامہ یا پٹی، وہ کپڑا جسے عموماً سر پر باندھا جاتا ہے۔

تشریح:

❀ پہلی چار روایات میں لفظ ''عمامہ'' آیا ہے جبکہ اس روایت میں ''عمامہ'' کی جگہ پر لفظ ''عصابہ'' استعمال کیا گیا ہے۔ ''عصابہ'' کا اطلاق عام طور پر پگڑی کی بجائے پٹی پر ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے پاس اگر کسی وقت عمامہ نہ ہوتا، تو آپ ﷺ کپڑے کا کوئی ٹکڑا ہی سر مبارک پر لپیٹ لیتے تھے۔

❀ یہاں پر وارد تمام روایات میں عمامہ کی لمبائی بارے کوئی مقدار معلوم نہیں ہوسکی اس بارے میں ذخیرہ احادیث میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے سات ہاتھ لمبائی اور ایک ہاتھ چوڑائی معلوم ہوتی ہے۔ جبکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے عمامہ کی لمبائی چھ ہاتھ تھی۔ ایک بڑا عمامہ اور بھی تھا جس کی لمبائی بارہ ہاتھ تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ عِمَامَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

☆............☆............☆

باب نمبر ۱۸:

رسول اللہ ﷺ کی لنگی مبارک کا بیان

(اس باب میں چار احادیث ہیں)

اِزَار: ہر وہ چیز جو بدن کے نچلے حصہ کو چھپالے، چادر، تہبند اس کی جمع آزرة اور اُزُر آتی ہے۔ یہ چادر کے مقابلے میں ہے۔ چادر وہ ہے جو "مَا یَسْتُرُ أَعْلَی الْبَدَنِ" جو بدن کے اوپر کے حصے کے چھپالے۔ اور "اِزَار" جو "مَا یَسْتُرُ أَسْفَلَ الْبَدَنِ" جو بدن کے نچلے حصے کو چھپالے۔

اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم ﷺ کی لنگی مبارک کے متعلق احادیث درج فرمائیں گے، محدثین عظام رحمہم اللہ کے قول کے مطابق آنحضور ﷺ نے پائجامہ استعمال نہیں فرمایا، ہاں آپ ﷺ کے پاس پائجامہ تھا لیکن اسے استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ آپ ﷺ کا اس بارے میں انداز یہ تھا کہ تہبند ٹخنوں سے اوپر رکھتے ، بلکہ آپ ﷺ نے غرور وتکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے کے لیے بڑی وعید سنائی ہے، [1] ہاں اگر کوئی معقول عذر ہو تو وعید نہیں ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک کہ میں اس کا خاص خیال نہ رکھوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اِنَّکَ لَسْتَ مِمَّنْ یَصْنَعُهُ خُیَلَاءَ" تم ان میں سے نہیں ہو، جو از راہ تکبر ایسا کریں۔ [2]

سید الفقراء ﷺ کی چادر پر پیوند لگے ہوئے تھے:

۱۸-۱: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ، ثَنَا إِسْمَاعِیلُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ، ثَنَا أَیُّوبُ، عَنْ حُمَیْدِ بْنِ هِلَالٍ......

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِیهِ قَالَ: أَخْرَجَتْ إِلَیْنَا عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا کِسَاءً مُلَبَّدًا وَإِزَارًا غَلِیْظًا فَقَالَتْ: قُبِضَ رُوحُ رَسُولِ

"سیّدنا ابوبردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم (سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی چادر اور ایک موٹا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء، حدیث: ۵۷۸۸۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء، حدیث: ۲۰۸۷.

[2] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ازاره من غیر خیلاء، حدیث: ۵۷۸۴.

اللّٰهِ ﷺ فِي هَذَيْنِ . تہبند دکھایا اور فرمایا: ان دونوں میں نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی۔''

تخریج: صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الأكسية والخمائص (١٠/٥٨١٨)، صحيح مسلم ،كتاب اللباس والزينة، باب التواضع فى اللباس والا قتصاد (٣/٣٤،٣٥، برقم ١٦٤٩)، سنن ابى داوٗد، كتاب اللباس (٤/٤٠٣٦) سنن ترمذى، ابواب اللباس (٤/١٧٣٣) وقال: حديث حسن صحيح سنن ابن ماجه ،كتاب اللباس (٢/٣٥٥١)، مسند احمد بن حنبل (٦،٣٢)، طبقات ابن سعد (١/٤٥٣)، اخلاق النبى ﷺ لابى الشيخ (ص: ١١١، ١١٢)

راوی حدیث: ......اس حدیث کے راوی سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ ہیں ذیل میں ان کے تذکار درج ہیں۔

ابوموسی عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر الاشعری رضی اللہ عنہ انہوں نے مکہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت سے پہلے ہی اسلام قبول کرلیا تھا، پھر نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے، پھر سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کشتیوں میں سوار ہوکر غزوہ خیبر کی فتح کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نہایت ہی حوصلہ منداور زیرک فہم وفراست والے انسان تھے آپ ﷺ نے انہیں زبیداور عدن کا حاکم مقرر کیا۔اسی طرح سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفے کا گورنر مقرر فرمایا، اور بصرہ کے حاکم بھی رہے۔

❀ یہ نبی اکرم ﷺ سے بلا واسطہ کئی احادیث کے راوی ہیں۔علاوہ ازیں سیدنا ابوبکر صدیق ،سیدنا عمر بن الخطاب ،سیدنا علی المرتضی ،سیدنا عبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایت فرمائی۔

❀ ان کے تلانده میں ان کی اولا ابراھیم ، ابوبکر ، ابوبردہ ، اور موسی نے اکتساب فیض کیا ، اور ان کی بیوی ام عبداللہ نے بھی ان سے روایت کی۔

❀ یہ بڑے خوش آواز تھے جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں آل داؤد کی خوش آوازی ودیعت کی گئی ہے۔ ❶

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: کسی حاکم کو ایک سال سے زیادہ عرصہ ایک جگہ نہ رکھو مگر ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو چار سال ایک جگہ رکھو۔ ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن، حدیث: ٥٠٤٨۔ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، حدیث: ٧٩٣۔

❷ مسند احمد (١٨٦٧٠).

❀ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان سے کہا کرتے تھے: ہمیں تذکیر کرو، تو حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ ان اصحاب کو قرآن پڑھ کر سناتے تھے۔ ❶ امام ابن عدی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہ کے بقول انہوں نے ۵۰ھ میں وفات پائی، جبکہ ابن خیثمہ کہتے ہیں ۵۳ھ میں فوت ہوئے، رضی اللہ عنہ وارضاہ

☆ مفردات:

اَلْکِسَاءُ: کپڑے کو کہتے ہیں، اس کی جمع اَکْسِیَۃٌ ہے، کَسَا یَکْسُوْ سے ہے یعنی کپڑا پہننا، کَسِیَ یَکْسِیْ بھی آتا ہے یہاں مراد ردَا ءاور چادر ہے۔

مُلَبَّدًا مُرَقَّعًا: پیوند لگے ہوئے۔ یا ایسے کپڑے کو کہا جاتا ہے، جس کا بعض حصہ دوسرے بعض سے جڑا ہوا ہو۔

سید الفقراء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان فقر و زہد:

❀ اس حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت تواضع وانکساری اور کمالِ فقر و زہد معلوم ہو رہا ہے۔ نیز یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت کی دلیل بھی ہے کیونکہ آپ نے دعا کی تھی کہ "اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْناً وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا" ❷ اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، اور مسکینی کی حالت میں فوت کرنا۔

❀ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں دنیوی لذات وخواہشات سے کس قدر اعراض اور زہد تھا نیز پتہ چلتا ہے کہ آپ نے دینا سے کیا پسند کیا اور اس سے کتنے پر کفایت کی۔

❀ اس حدیث سے یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ فقیر صابر کا درجہ غنی شاکر سے زیادہ ہے۔

❀ حدیث الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ملبوسات محفوظ کر رکھے تھے اور حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام کو ان کی زیارت سے مشرف فرماتیں تھیں۔

لنگی مبارک نصف پنڈلی تک تھی:

۱۸-۲: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ......

عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَیْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّتِي تُحَدِّثُ عَنْ عَمِّهَا، قَالَ: بَیْنَا أَنَا أَمْشِي بِالْمَدِیْنَةِ إِذَا إِنْسَانٌ خَلْفِي یَقُوْلُ: "اِرْفَعْ إِزَارَكَ فَإِنَّهُ أَتْقَى وَأَبْقَى"

"اشعث بن سُلیم کہتے ہیں میں نے اپنی پھوپھی سے سنا وہ اپنے چچا سے بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں ایک دفعہ مدینہ منورہ میں چل رہا تھا کہ ایک شخص میرے پیچھے یہ کہہ رہا تھا: "اپنی تہبند اوپر کرو، کیونکہ یہ چیز (میل کچیل سے

❶ طبقات ابن سعد (۱۰۹/۴)۔ سیر اعلام النبلاء (۳۹۱/۲).

❷ سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء ان فقراء المھاجرین یدخلون الجنة، حدیث: ۲۳۵۲.

فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّمَا هِيَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ، قَالَ: "أَمَا لَكَ فِيَّ أُسْوَةٌ؟" فَنَظَرْتُ فَإِذَا إِزَارُهُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ.

بچانے والی ہے اور (کپڑے کو دیر تک) باقی رکھنے والی ہے۔'' میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ معمولی سی دھاری دار چادر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میرا عمل تیرے لیے نمونہ نہیں ہے؟'' میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کی تہبند آپ کی پنڈلیوں کے نصف تک تھی۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے مسند احمد بن حنبل (٥/٣٦٤) امام احمد بن حنبل نے اشعث کی پھوپھی کا نام رھم اور اس کے چچا کا نام عبیدۃ بن خلف ذکر کیا ہے۔ سنن الکبریٰ للنسائی (٥/٤٨٤) اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ١١٢) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ الاصابۃ میں فرماتے ہیں: انہیں عبید بن خالد اور عبید بن خلف المحاربی بھی کہا جاتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں: اشعث کی پھوپھی رھم بنت الاسود مجہولہ ہے۔

شمائل کی سند کے مطابق تو یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اشعث بن سلیم کی پھوپھی مجہولہ ہے لیکن شرید بن سوید کی روایت اس کی شاھد ہے جو صحیح سند سے مروی ہے اور اسے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے (۴/ ۳۹۰) شرید بن سوید فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنا ازار لٹکائے جا رہا تھا آپ ﷺ تیزی سے اس کی طرف گئے اور فرمایا اپنے ازار کو اوپر اٹھاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو......۔

راوي حديث: ......اس حدیث کے راوی سیدنا عبید بن خالد المحاربی رضی اللہ عنہ ہیں بعض نے عبیدہ بن خلف اور بعض نے عبید بن خلف کہا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو عبید اور امام ابن ابی حاتم نے ان کا نام عبیدۃ ذکر کیا ہے، یہ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی ہیں جنہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی، نہایت قلیل الروایۃ ہیں۔

☆ مفردات:

بَيْنَمَا: بَيْنَ یہ ظرف زمان ہے اس کے ساتھ اضافت لازم ہے، یہ دو یا زیادہ کی طرف اضافت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کبھی میم اور الف اس کے آخر میں بڑھائے جاتے ہیں جیسا کہ حدیث الباب میں ہے۔

أَتْقٰى: اسم تفضیل ہے، زیادہ بچانے والا، کیونکہ تہبند اونچی رکھنا تکبر سے خالی ہونے کی دلیل ہے۔

انقٰى: بمعنی اَنْظَفُ اسم تفضیل ہے، نَقِيٌّ نظیف، یعنی بہت صرف ستھرا، اَبْقٰى بمعنی اَدْوَمُ واَثْبَتُ، اسم تفضیل یعنی کپڑے کو بہت زیادہ باقی رکھنے والا ہے۔

بُرْدَةٌ: سیاہ اون کی چادر جیسے بدن پر لپیٹا جاتا ہے

مَلْحَاءُ: سیاہ سفید دھاریوں والا کپڑا حدیث الباب میں اس کے دو ترجمے کیے جا سکتے ہیں: معمولی سی ہونا،

مطلب یہ ہے کہ یہ تہبند معمولی سی چادر ہے، اگر نیچے لگ کر خراب ہو جائے یا پھٹ جائے تو بھی کوئی بات نہیں، معمولی سی تو ہے۔ دوسرا ترجمہ دھاریدار، خوشنما ہونا، مطلب یہ ہے کہ یہ عام دھاری دار چادر ہے، اگر نیچے لگ بھی جاتے تو اس سے کون سا تکبر لازم آتا ہے۔

اُسْوَۃٌ: یہ ہمزہ کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ ہے بمعنی قُدْوَۃٌ راہنما اور نمونہ، جس کی اتباع اور اقتدا کی جائے۔ یا اس کا طرز و اسلوب اپنایا جائے۔

سَاقٌ: مَا بَیْنَ الْکَعْبِ وَالرُّکْبَۃِ ٹخنے اور گھٹنے کے درمیان والا حصہ، پنڈلی۔ مونث سَعُوقٌ اور جمع سِیْقَان اور اَسْوَق مستعمل ہے۔

نصف پنڈلی تک کپڑے کے فوائد و ثمرات:

❀ ''یہ بچانے والی اور باقی رکھنے والی ہے'' یعنی کپڑے کو اوپر اٹھا کر رکھنا، یہ چیز کو میل کچیل سے اور دل کو تکبر سے بچانے والی ہے۔ اور دوسرا فائدہ بھی بتلا دیا کہ ایسا کرنے سے کپڑا دیر تک چلے گا کیونکہ زمین پر گھسیٹنے کی وجہ سے وہ جلدی پھٹ جائے گا۔ حدیث کے اس ٹکڑے سے معلوم ہوا کہ دینی فوائد اور اُخروی مفاد کے تابع دنیوی فوائد مفاد بھی ہوتے ہیں، اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اپنے کپڑوں کی حفاظت، صفائی اور دیکھ بھال پر توجہ دینی چاہیے کیونکہ اس سے غفلت و سستی، اسراف اور تضییع مال سے بچا جا سکتا ہے۔

❀ ''یہ تو معمولی سی چادر ہے'' یعنی اس کے نیچے لٹک جانے سے غرور یا تکبر پیدا نہیں ہوتا، اور اگر خراب بھی ہو جائے تو یہ چادر کچھ قیمتی نہیں ہے۔ عرب لوگ ایسی چادر کو اپنی خاص مجالس و محافل کے مواقع پر استعمال بھی نہیں ہیں کیونکہ یہ زینت کا کپڑا نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ بیجوری نے لکھا ہے کہ لَیْسَتْ مِنَ الثِّیَابِ الْفَاخِرَۃِ یعنی یہ کپڑا کوئی قیمتی نہیں ہوتا۔

کیا میرا اسوۂ حسنہ کافی نہیں؟

❀ کیا میرے طرز عمل میں تیرے لیے نمونہ نہیں، مراد یہ ہے کہ جس طرح میں نے تہبند باندھ رکھا ہے کیا یہ طریقہ تمھیں پسند نہیں؟ آپ ﷺ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنے عمل کی توجیہات بیان کر رہے ہو اور جواز فعل کے لیے سند تلاش کر رہے ہو؟ ایسا حیلہ ہرگز مناسب نہیں ہے، بلکہ میری اتباع کی جائے اور خصوصی طور پر جب کہ اُخروی اور دنیاوی فوائد بھی حاصل ہو رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ ایک کامل نمونہ ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) مزید فرمایا: ﴿مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴾ اور یہ بھی فرمایا کہ ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام ہے:

❀ نبی اکرم ﷺ کا اس بارے میں انداز کیا تھا؟ صحابی رسول فرماتے ہیں: میں نے دیکھا تو آپ کا ازار نصف پنڈلیوں تک اونچا بندھا ہوا تھا۔ یہ انداز تقویٰ و پرہیز گاری اور عاجزی وانکساری کا مکمل نمونہ ہے، اور ٹخنوں سے نیچے تک تہبند لٹکانا غرور وتکبر کی علامت ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی بھی وعید ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِ زَارِ فِيْ النَّارِ“ [1] کہ ٹخنوں سے نیچے جتنا ازار ہوگا وہ حصہ جہنم میں جائے گا۔ عبدالرحمان فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے تہبند کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا: تم نے اس بارے میں خوب خبر رکھنے والے سے سوال کیا نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”مسلمان کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے، اس سے نیچے ٹخنوں تک، لیکن ٹخنوں سے نیچے جتنا حصہ تہبند کا لٹکے گا وہ آگ میں جائے گا، اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھیں گے۔“ [2]

❀ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا جیسے آج کل آسودہ حال اور دنیا دار لوگ کا انداز ہے اسی طرح گذشتہ زمانے میں عرب کے آسودہ حال لوگ بھی کرتے، بلکہ ایسا کرنا معاشرے میں شرافت و وقار اور آسودہ حالی کی علامت سمجھا جاتا تھا، واقعہ حدیبیہ میں نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر اہل مکہ کے پاس بھیجا۔ ان ایام میں آپ کچھ کمزور ونحیف اور زرد رنگ دکھائی دے رہے تھے۔ وہاں آپ کے چچا زاد بھائیوں نے آپ کو گھیر لیا اور کہنے لگے: آپ تو اچھے خاصے خوبصورت اور وجیہ نوجوان تھے، مدینہ جا کر آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کمزور ہو گئے ہیں نیز تم نے یہ تہبند کیسے اوپر اٹھا رکھا ہے؟ جبکہ یہاں مکہ میں ہمارے ساتھ رہتے ہوئے تو تم ہماری طرح باوقار طریقے سے تہبند باندھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”هٰكَذَا اِزَارَةُ صَاحِبِيْ“ میں نے تہبند باندھنے کا یہ طریقہ اپنے صاحب یعنی نبی اکرم ﷺ کے نمونے پر اختیار کیا ہے لہٰذا میں ان کے اسوہ حسنہ کو ترک نہیں کر سکتا۔

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا عورتوں کے لیے ضروری ہے:

❀ ٹخنوں سے نیچے تہبند، ازار اور چادر لٹکانے کی وعید صرف مردوں کے حق میں ہے عورتیں اس میں شامل نہیں ہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کو ٹخنے چھپانے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الکعبین فهو فی النار، حدیث: ۵۷۸۷.

[2] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی قدر موضع الازار، حدیث: ۴۰۹۳ـ سنن ابن ماجه (۳۵۷۳).

ازار لٹکانے کی وعید سنی تو آپ ﷺ سے معلوم کیا کہ عورتوں کے لیے اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کپڑے نیچے لٹکائیں، عورتوں کو قدم اور پاؤں تک چھپانا ہے۔'' [1] قاضی عیاض نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

❀ حدیث الباب سے ثابت ہوتا ہے کہ کامل آدمی قول وعمل کو جامع اور شامل ہوتا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کو ازار اٹھانے کا حکم دیا تو خود اپنا ازار بھی اٹھایا ہوا تھا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اہتمام سنت:

۱۸-۳: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ...... عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلْمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ يَأْتَزِرُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ . وَقَالَ: هَكَذَا كَانَتْ إِزْرَةُ صَاحِبِي يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ .

''سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی نصف پنڈلی تک ازار رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت میرے صاحب یعنی نبی اکرم ﷺ کے ازار کی تھی۔''

تخریج:...... یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے۔اخلاق البنی ﷺ لابی الشیخ (ص : ۱۱۲) مذکورہ سند میں راوی موسیٰ بن عبیدۃ ضعیف ہے البتہ روایت کا مرفوع حصہ دیگر شواہد کی وجہ سے صحیح ہے۔انظر المشکوٰۃ (۴۳۳۱) وصَحَّحَهُ الالبانی فی المشکواۃ ومختصر الشمائل۔

راوی حدیث:......اس حدیث کے راوی سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ہیں ذیل میں ان کے تذکار درج ہیں۔

❀ ابوایاس وابومسلم سلمہ بن عمرو بن الاکوع، ان کا نام سنان بن عبداللہ بن بشیر بن یقظہ بن خزیمہ بن مالک الاسلمی ہے، آپ بیعتِ رضوان میں شامل ہوئے اور بعد کے تمام غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔

❀ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے بلا واسطہ احادیث بیان کیں ہیں، علاوہ ازیں سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے علم حاصل کیا، آپ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں آپ کے اپنے فرزند ایاس، اپنے غلام یزید بن ابی عبید کے علاوہ زید بن اسلم اور دیگر کئی تابعین عظام کے نام ملتے ہیں۔

❀ آپ رضی اللہ عنہ بڑے بہادر، بہت بڑے تیرانداز اور گھوڑ دوڑ میں بے مثال تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ربذۃ میں سکونت اختیار کی اور ۷۴ھ میں فوت ہوئے، جبکہ آپ اسی برس کے تھے۔

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی قدر الذیل، حدیث: ۴۱۱۷۔ سنن نسائی (۵۳۴۰)

❀ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ربذہ چلے گئے، وہاں شادی کی اور اولاد بھی ہوئی، پھر وفات سے کچھ دن قبل مدینہ منورہ آئے، [1] بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ کی وفات حسرت آیات ۶۰ھ اور بعض نے ۶۴ھ تحریر کی ہے، امام کلاباذی نے آپ کی وفات سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں لکھی ہے، لیکن یہ درست نہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی حجاج بن یوسف سے بھی کچھ گفتگو ہوئی، اس نے آپ کو دیہات میں رہنے پر انکار کیا اور شہر میں سکونت اختیار کرنے کو کہا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے معذرت کر لی کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہات میں رہنے کی اجازت دی تھی۔ [2]

❀ آپ سے تقریباً ۷۷ احادیث رسول مروی ہیں۔

تشریح وفوائد:

❀ گذشتہ روایت کی طرح اس حدیث میں بھی نصف پنڈلی تک تہبند باندھنے کا ذکر ہے افضل عمل یہی ہے۔ تاہم اگلی روایت میں آ رہا ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ طریقہ پسند نہ ہو اور وہ اپنا تہبند نیچے لٹکانا چاہے تو اس کے ٹخنے بہرحال برہنہ رہنے چاہئیں، یعنی ازار کسی حالت میں بھی ٹخنوں سے نیچے نہیں لٹکانا چاہیے کہ ایسا کرنے والا سخت گنہگار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھیں گے بھی نہیں۔

❀ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار بھی اسی طرح ہوتا تھا، گویا حضرات صحابہ کرام عموماً اور خلفائے راشدین خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر کام اور ہر ہیئت میں پہلے خود عمل کے ذریعہ اتباع کرتے، اور پھر دوسروں کو بھی بتاتے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز عمل تھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہی اہتمام سنت، سنت کے باقی رہنے کا باعث ہے کہ آج پڑھے لکھے لوگوں کے علاوہ ان پڑھ لوگ بھی صلحاء و عاملین کے طرز زندگی کو اپنا کر شاد کام ہوتے ہیں۔

معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم نے لنگی باندھنے کی جگہ خود بتائی:

۱۸-٤ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نَذِيرٍ......

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِعَضَلَةِ سَاقِي - أَوْ - سَاقِهِ - وَقَالَ: "هٰذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ، فَإِنْ أَبَيْتَ

''سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یا اپنی پنڈلی کے پٹھے کو پکڑ کر فرمایا: ''یہ ازار اور تہبند کی جگہ ہے۔ اگر تم یہ نصیحت ماننے

[1] صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب التعرب فی الفتنة، حدیث: ۷۰۸۷.

[2] صحیح بخاری، حوالہ سابق۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب تحریم رجوع المهاجر......، حدیث: ۱۸۶۲.

فَـأَسْفَلُ ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ . میں کوتاہی کرو تو تھوڑا سا نیچے کرلو، اگر یہ بھی نہ مانو تو یہ بات جان لو کہ ٹخنوں میں تہبند کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ یعنی ٹخنوں کو تہبند سے ڈھانپنا درست اور جائز نہیں ہے۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، کتاب اللباس، باب فی مبلغ الإزار (١٧٨٣/٤) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، سنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب موضع الإزار أين هو (٣٥٧٢/٢)، سنن نسائی، کتاب الذینة (٥٣٤٤/٨). مسند أحمد بن حنبل (٣٨٢/٥، ٣٩٦، ٤٠٠)، مسند حمیدی (ص : ١٣١)، مصنف ابن ابی شیبة (٥/ ١٦٦) برقم (٢٤٨١٨)، صحیح ابن حبان برقم : (٥٤٢١).

راوي حديث ......: اس حدیث کے راوی سیدنا حذیفہ بن الیمان بن جابر عبسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ مکہ سے مدینہ گئے تو عبدالاشہل کے حلیف بن گئے۔ سیدنا حذیفہ اور ان کے والد محترم بدر سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے لیکن آپ نے اسلام میں پہلی جنگ اُحد کی لڑی۔ جس میں ان کے والد مسلمان کے ہاتھوں ہی خطاً قتل کر دیئے گئے۔ آپ نے ان کا خون معاف کر دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی، اور ان سے روایت کرنے والوں میں جابر بن عبداللہ، جندب بن عبداللہ وغیرھما کے نام ملتے ہیں، امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مدائن کا گورنر بنایا تھا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ منافقین کے بارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص راز دان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منافقین کے نام بتائے ہوئے تھے، یہ جس کے جنازے میں شریک ہوتے اس کے بارے میں نفاق کا خدشہ نہ ہوتا کیونکہ یہ کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے۔

آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے چالیس دن بعد وفات پا گئے، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

☆ مفردات :

اَلْعَضَلَةُ: كُلُّ عَصَبَةٍ مَعَهَا لَحْمٌ مُجْتَمَعٌ ہر وہ پٹھا جہاں گوشت اکٹھا ہو، مراد پنڈلی کا گوشت ہے، جسے عام طور پر مچھلی کا گوشت بھی کہا جاتا ہے۔

اَبَيْتَ: تو نے انکار کیا، تو نے نہ مانا، تو نے قناعت نہ کی۔

فَلَا حَقَّ: پس نہیں ہے کوئی حق۔ یہاں حق بمعنی حَظٌّ: حصہ اور نصیب ہے یعنی ٹخنوں میں تہبند کا کوئی حصہ نہیں۔

تشریح وفوائد:

❀ یعنی جب ازار ٹخنوں سے تجاوز کر جائے تو اس طرح سنت کی مخالفت ہوگی سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری

شریف میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ" ❶ کہ جتنی تہبند ٹخنوں سے نیچے ہوگئی اتنا حصہ آگ میں جائے گا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اِسبال ٹخنوں تک جائز ہے اس سے نیچے جائز نہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نصف ساق تک مستحب ہے، اس کے نیچے ٹخنوں تک ازار کا ارخاء جائز ہے، اور اس سے نیچے کرنا حرام اور ممنوع ہے۔

قمیص اور دیگر ملبوسات بھی ازار کے معنی میں ہیں، ازار کا ذکر اتفاقی ہے، یہ اَغلب لباس کے پیش نظر ہے۔ اگر مچھر اور مکھی وغیرہ تنگ کر رہے ہوں تو پھر ٹخنوں کو ڈھانپنا بھی جائز ہے جیسا کہ علاج کے لیے کشفِ عورت جائز ہے اور خارش وغیرہ کی وجہ سے ریشمی لباس پہننا درست ہے۔ مذکورہ بالا باب کی جملہ احادیث سے واضح ہے کہ چادر، شلوار اور تہبند ٹخنوں سے اوپر ہونی چاہیے، نماز وغیرہ کی تخصیص درست نہیں، بلکہ حکم مطلقاً ہے۔ کچھ حضرات اسے نماز کے لیے خاص کرتے ہیں پھر آج کل عموماً عمل یہی ہے کہ نماز کے وقت تہبند، چادر یا پینٹ ٹخنوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور نماز کے بعد اور پہلے نہ احتیاط کرتے ہیں اور نہ ہی گناہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بعض جدت پسند دانشور پینٹ کو فولڈ کرنے کے بارے بھی یہ عجیب موقف اختیار کرتے ہیں کہ پینٹ کو نہ فولڈ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے ازار بند کے قریب سمیٹا جاسکتا ہے، اور ممانعت کی سند کے طور پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَكُفَّ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ فِي الصَّلٰوةِ" ❷ کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں کپڑے اور بال سمیٹنے سے منع فرمایا۔ حالانکہ اس ممانعت کا تعلق تو دورانِ نماز سے ہے کہ نماز کے دوران ایسا نہ کیا جائے، کیونکہ نماز کے دوران کپڑے سمیٹنے اور بال درست کرنے سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، ہاں اگر نماز سے پہلے کپڑوں کو سمیٹ لیا جائے یا پینٹ کو فولڈ کر لیا جائے (اندر کی طرف یا باھر کی طرف) تو کوئی حرج نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ اِزَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسلَّمَ مکمل ہوا۔
والحمد لله رب العالمين على ذالك.

☆............☆............☆

❶ صحيح بخاری، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الكعبين فهو النار، حديث: ٥٧٨٧.

❷ صحيح بخاری، کتاب الاذان، باب لا يكف ثوبه فى الصلاة، حديث: ٨١٦۔ صحيح مسلم، کتاب الصلاة، باب اعضاء السجود، حديث: ٤٩٠.

باب نمبر ۱۹:

رسول اللہ ﷺ کی رفتار مبارک کا بیان

(اس باب میں تین احادیث ہیں)

یہ شمائل ترمذی کا انیسواں باب ہے جس میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تین ایسی احادیث بیان کیں ہیں جن میں آپ ﷺ کی چال ورفتار کی حسن وخوبی کا تذکرہ ہے۔

اگرچہ آپ ﷺ کی رفتار مبارک کا ذکر آپ کے حلیہ مبارک کے بارے میں آ چکا ہے، مگر وہاں پر تو ذکر ضمناً تھا اب مستقلاً لا رہے ہیں۔ آپ ﷺ کے چلنے کا انداز ایسا تھا کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں: ''ہم تیز چل کر یا دوڑ کر آپ ﷺ کو ملتے تھے، حالانکہ آپ بظاہر معمولی سی رفتار چل رہے ہوتے تھے۔ یہ معجزہ تھا کہ آپ ﷺ کم وقت میں بہت زیادہ مسافت طے فرمالیتے تھے۔

نبی کائنات ﷺ کی خوبئ رفتار:

۱۹-۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي يُونُسَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ، وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِي مِشْيَتِهِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوَى لَهُ، إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ.

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی گویا کہ سورج آنجناب ﷺ کے روئے مبارک میں تیر رہا ہوتا تھا، اور چلنے میں آنجناب ﷺ سے تیز میں نے کوئی نہیں دیکھا گویا کہ زمین آپ ﷺ کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی، ہم آپ ﷺ کے ساتھ چلنے میں پوری محنت ومشقت صرف کرتے، جبکہ آنجناب ﷺ رفتار میں کوئی تکلف نہیں فرماتے تھے۔''

تخریج......: یہ حدیث اس سند کے ساتھ ضعیف ہے کیونکہ اس میں راوی ابن لھیعہ اختلاط اور سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس سند کے ساتھ اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ترمذی، کتاب المناقب (۵/۳۶۴۸) میں ذکر کرکے فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ایسے ہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں (۲/۳۵۰، ۳۸۰) اور ابوالشیخ

رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاق النبی (۲۷۰) میں نقل کیا ہے لیکن ابن لھیعۃ کی متابعت عمرو بن الحارث نے کی ہے جیسا کہ طبقات ابن سعد (۱/ ۴۱۵) میں ہے، اس لیے یہ روایت حسن لغیرہ کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ واللہ اعلم

☆ مفردات:

تَجْرِیْ: جَرٰی یَجْرِی سے فعل مضارع معلوم، واحد مونث کا صیغہ ہے: چلنا، جَرَی الْمَاءُ اَیْ سَالَ الْمَاءُ۔

مِشْیَةٌ: کسرہ کے ساتھ چلنے کا طریقہ مَشٰی یَمْشِیْ سے مصدر ہے۔

تُطْوٰی: طَوٰی یَطْوِی سے فعل مضارع مجہول کا صیغہ واحد مونث ہے۔

تُطْوَی اى تُجْمَعُ وتُجْعَلُ مَطْوِيَّةٌ: یعنی لپیٹی جاتی ہے یا سمیٹ دی جاتی ہے۔

لَنُجْهِدُ: اَیْ نُتْعِبُ اَنْفُسَنَا ہم اپنے آپ کو تھکا لیتے۔

غَیْرُ مُکْتَرِثٍ: ای غَیْرُ مُبَالٍ بِجُهْدِنَا، آپؐ ہماری تکلیف اور مشقت کی پرواہ نہ کرتے، یا آپ بلا تکلیف چلتے۔

تشریح وفوائد:

❀ گویا کہ سورج آپ کے روئے مبارک میں تیر رہا ہے، یعنی جس طرح آسمان میں سورج اپنی ضوء فشانی بکھیر رہا ہوتا ہے اسی طرح کمالِ حسن و جمال آپ کے چہرہ انور میں محسوس ہوتا، تشبیہ بالعکس مبالغہ کے لیے بیان کی گئی ہے۔ معجم طبرانی اور سنن دارمی میں ہے کہ لَوْ رَأَيْتَهُ لَرَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً [1] اگر تم رخِ محبوبِ کائنات دیکھتے تو ایسے تھا جیسا کہ سورج طلوع ہوتے وقت اپنی طباشیر بکھیرتا ہے۔

❀ ہم تھک جاتے، یعنی آپ ﷺ کے ساتھ چلتے ہوئے ہم اپنے آپ کو طاقت سے زیادہ تھکا دیتے اور آپ ﷺ کو کوئی پروا بھی نہ ہوتی گویا آپ ﷺ کی سرعت آپ کی چال میں کمالِ قوت کی وجہ سے ہوتی، اس میں تکلیف ومشقت بالکل محسوس نہ کرتے تھے۔

حضور ﷺ کی چال مبارک کی کیفیت:

۱۹-۲: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا: ثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ- مَوْلَى غُفْرَةَ......

---

[1] معجم کبیر طبرانی (۱۲/۱۸ ح ۲۰۱۵۹)۔ سنن الدارمی (۶۱).

ثَـنِـي إِبْرَاهِيْمَ بْنُ مُحَمَّدٍ۔ مِنْ وُلْدِ عَلِيِّ بْـنِ أَبِـى طَـالِـبٍ۔ قَـالَ: كَـانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ الـنَّـبِيَّ ﷺ قَـالَ: كَـانَ إِذَا مَشَى تَقَلَّعَ ، كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ .

''ابراہیم بن محمد، جو کہ اولاد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب نبی اکرم ﷺ (کے چلنے) کا وصف بیان کرتے تو فرماتے: جب آپ چلتے تو قوت کے ساتھ چلتے، گویا کہ آپ کسی بلندی سے ڈھلوان کی طرف اتر رہے ہیں۔''

اس کی تخریج پہلے باب کی حدیث نمبر ۶ میں گذر چکی ہے۔

تشریح:

ایسا اس وقت ہوتا ہے جب آدمی چلتے وقت اپنا جھکاؤ آگے کی طرف رکھے، ایسی چال میں تواضع ہے اور کبرو نخوت، نیز ناز نخرے سے دوری ہے کیونکہ ناز نخرے سے چلنا ناپسندیدہ چال ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت معیوب ہے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بَيْـنَـمَـا رَجُـلٌ يَتَبَخْتَرُ فِـى بُـرْدَيْنِ وَقَدْ اَعْجَبَتْهُ نَفْسُهُ، خُسِفَ بِهِ الْاَرْضُ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ'' [1] کہ ایک آدمی دو چادروں میں بڑے ناز ونخرے اور کبرونخوت سے چل رہا تھا کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا پس وہ قیامت تک اس میں دھنستا رہے گا۔

چلنے میں کبرونخوت نہ ہو، تواضع وانکساری ہو:

۱۹-۳: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنِ الْمَسْعُوْدِيِّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ......

عَـنْ عَـلِـيِّ بْـنِ أَبِـي طَـالِـبٍ۔ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَـهُ۔ قَـالَ: كَـانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا مَشَـى تَـكَـفَّـأَ تَكَفُّوًا، كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ .

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب چلتے تو آگے کی جانب جھکے ہوئے ہوتے، گویا کہ اونچی جگہ سے ڈھلوان کی طرف اتر رہے ہیں۔''

یہ مضمون بھی پہلے باب میں گزر چکا ہے حدیث نمبر سات ملاحظہ فرمائیں۔

فائدہ:...... نیز سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب چلتے تو ہلکا سا جھک کر چلتے، جیسے کوئی اونچی زمین سے نشیب کی طرف آتا ہے تو جھکا ہوا ہوتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء، حديث: ۵۷۸۹۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحريم التبختر في المشي، حديث: ۲۰۸۸.

اسی طرح سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح چلتے، جیسے کہ عصا کے سہارے یعنی ہلکا سا جھکاؤ لیے ہوئے ہوتے تھے۔ [1]

امام ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد باری تعالیٰ ﴿يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾ کا بھی یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس طرح چلنا کہ چال میں سکون و وقار ہو اور کبر و نخوت نہ ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ مَشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

والحمد للّٰہ علی ذٰلك

☆............☆............☆

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب رائحۃ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۸۲/۲۳۳۰۔

باب نمبر۲۰:

رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کے کپڑے کا بیان

(اس باب میں ایک حدیث ہے)

اس باب میں نبی اکرم ﷺ کے اس کپڑے کا بیان ہے جسے آپ سر پر تیل لگانے کے بعد باندھتے تھے۔

اَلْقِنَاع: وہ کپڑا جو تیل لگانے کے بعد سر پر ڈالا جائے تاکہ تیل کا اثر ٹوپی، عمامہ اور دیگر کپڑوں تک نہ پہنچے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایسا کپڑا رکھنا انبیاء علیہم السلام کی عادات کا حصہ ہے۔

قِنَاعٌ فِعَالٌ کے وزن پر ہے بمعنی دوپٹہ، رومال اور سربند، نِقَاب، لِثَام اور حِجَاب بھی فِعال کے وزن پر ہیں جو تُستُّر کا معنی دیتے ہیں تستُّر اور پردہ کے معنی میں جتنے الفاظ بھی ہیں وہ اکثر فعال کے وزن پر ہیں خواتین سر ڈھانپنے کے لیے جو کپڑا استعمال کرتیں ہیں اسے خِمَار، اور اسی طرح مرد جو کپڑا تیل کے اثرات سے دیگر کپڑوں کو بچانے کے لیے استعمال کرتے ہیں اسے قِنَاع کہا جاتا ہے۔

قناع کا استعمال دو طرح کیا جاتا ہے اسے عمامہ اور ٹوپی کے نیچے رکھا جائے، تاکہ ٹوپی اور عمامہ تیل سے محفوظ رہیں۔ باب کا مدلول بھی یہی ہے (۲) اسے عمامہ کے اوپر رکھا جائے۔ یہ انداز بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ صحیح بخاری میں قصۂ ہجرت میں ہے کہ آپ ﷺ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تو مُتَقَنِّعًا بِثَوْبِهٖ تھے [1] یعنی مُتَغَشِّيًا بِهٖ فَوْقَ الْعِمَامَةِ تھے، اسی کو عرب لوگ طَيْلَسَانَ (حجازی رومال) بولتے ہیں۔ یہ عرب کی عادت تھی کہ عمامہ کے اوپر رومال ڈال لیتے تھے۔

سر مبارک پر تیل کا استعمال:

۲۰-۱: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ صَبِيحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ...... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَأَنَّ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زَيَّاتٍ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کثرت سے (تیل لگا کر) سر مبارک پر کپڑا رکھتے تھے گویا کہ آپ کا کپڑا کسی تیلی (تیل نکالنے والے) کا کپڑا ہے۔''

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة، حدیث: ۳۹۰۵.

تشــــریح :...... یہ مضمون پہلے بھی گزر چکا ہے۔ دیکھئے: باب الترجل، یہاں علیحدہ مستقلاً ترجمۃ الباب کے انعقاد سے مصنف کی غرض القناع کے استعمال پر خصوصی تنبیہ ہے کہ آپ ﷺ اسے خصوصیت سے استعمال فرماتے تھے۔

نیز اس حدیث معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نفاست پسندی اور نظافت پسندی کا انتہائی اہتمام فرماتے، اسی لیے تو سر مبارک پر تیل وغیرہ لگاتے تو اس کے لیے ایک الگ کپڑا استعمال میں لاتے، تا کہ عمامہ مبارک اور دوسرے کپڑے تیل کی چکناہٹ سے محفوظ رہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ تَقَنُّعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔
والحمد للّٰہ علی ذالک.

باب نمبر ۲۱:

رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کی کیفیت

(اس باب میں تین احادیث ہیں)

جِلْسَةٌ: کیفیت قعود اور هَيْئَةُ الْجُلوس کو کہتے ہیں۔ قَعُوْد اور جَلُوْس میں فرق یہ کیا جاتا ہے کہ قَعُوْد کھڑے ہونے سے بیٹھنے کو اور جَلُوْس لیٹنے سے بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ بعض نے اس فرق پر نکیر بھی کی ہے، اس باب میں جِلْسہ قیام کے مقابل میں ہے، خواہ جلسہ بصورت بیٹھنے کے ہو یا بصورت اِضْطِجَاع کے ہو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے باب میں تین احادیث بیان کی ہیں جن میں آپ ﷺ کے بیٹھنے کی مختلف کیفیت و ہیئت بیان ہوئی ہے۔ باب کی منجملہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایسے طریقے اور ہیئت پر بیٹھنا درست ہے جس سے غرور، کبر اور نخوت ظاہر نہ ہو، بلکہ اس سے عاجزی اور انکساری کا اظہار ہوتا ہو، اسی طرح ہر وہ جِلسہ درست ہے جس سے کشفِ ستر نہ ہو۔

بیٹھنے میں اندازِ عاجزی:

۲۱-۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَنْبَأَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَسَّان، عَنْ جَدَّتَيْهِ......

عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ أَنَّهَا رَأَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ، قَالَتْ: فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ، أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ.

"سیدہ قیلۃ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں گوٹ مار کر بیٹھے ہوئے دیکھا، کہتی ہیں: کہ میں نے آپ کو اس خشوع والے بیٹھنے کے انداز میں دیکھا تو ڈر سے کانپنے لگی۔"

تخریج:...... یہ حدیث اپنے شواہد کی بنا پر حسن درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب (۴/۴۸۴۷) الادب المفرد للإمام البخاری (۲/۱۱۷۸) سنن ترمذی، کتاب الادب (۵/۲۸۱۴) وَقَالَ اَبُوْعِيْسٰی حَدِيْثُ قَيْلَةَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَسَّان، جبکہ عبداللہ بن حسان مجہول ہے۔ اس حدیث کا ایک شاہد ہے جسے ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاق النبی ﷺ (ص: ۲۶۹) میں نقل کیا ہے

لیکن اس میں بھی ضعف ہے، البتہ اپنے شواہد کی وجہ سے یہ روایت درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

☆ مفردات:

اَلْقُرْفُصَاءُ: ایک مخصوص طریقے سے بیٹھنے کو کہتے ہیں یعنی سرینوں پر بیٹھ کر اپنے ران پیٹ سے ملا دیئے جائیں اور اپنے ہاتھوں سے اپنی پنڈلیوں کو باندھ لیا جائے۔ اس طرح کے بیٹھنے کو اردو میں اکڑوں بیٹھنا، یا گوٹ مار کر بیٹھنا کہتے ہیں،

اَلْمُتَخَشِّعُ فِی الْجِلْسَةِ: عاجزی کرنے والا۔ بابِ تَخَشَّعَ سے اسم فاعل ہے، بیٹھنے میں عاجزی وانکساری کرنے والا، عمومی طور پر بابِ تَفَعُّل میں تکلف پایا جاتا ہے مگر یہاں تکلف نہیں، بلکہ بابِ تفعل یہاں زیادتی اور مبالغہ کے لیے اور کمالِ خشوع کے لیے ہے جیسا کہ مُتَوَحِّد، مُتَقَدِّس اور مُتَکَبِّر ہے۔

اِرْعَدْتُّ: ای اَصَابَتْنِیْ رَعْدَةٌ وَاضْطِرَابٌ مِنَ الْفَزَعِ: یعنی گھبراہٹ سے مجھے کپکپی اور بے چینی شروع ہوگئی۔

اَلْفَرَقُ: بفتحتین، الخوف والفزع، یعنی شدید خوف اور ڈر، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹھنے کی ہیئت سے مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔

عام آدمی کی طرز پر بیٹھنا:

آپ ﷺ گوٹ مار کر بیٹھے تھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی عاجزانہ حالت تھی اور یہ ایسا بیٹھنا ہے جس میں فقر و مسکنت، احتیاج اور عبدیت کا اظہار تھا جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "اَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ وَاٰكُلُ كَمَا يَاْكُلُ الْعَبْدُ" [1] کہ میں عام آدمی کی طرح بیٹھتا ہوں اور عام آدمی کی طرح کھاتا ہوں، مراد یہ کہ متکبرین کی طرح میرا مزاج نہیں ہے حضور ﷺ کو متمردین، سرکشوں، جبارین اور متکبرین کی ھیئۃ جلوس سے نفرت تھی۔

حدیث الباب کا تکملہ:

اس حدیث کا کچھ حصہ امام ترمذی نے نقل نہیں کیا۔ میرک اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے وہ یہ کہ حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا کی یہ حالتِ خوف دیکھ کر حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِرْعَدَتِ الْمِسْكِيْنَةُ یہ مسکینہ تو خوف زدہ ہو کر کانپنے لگی ہے۔ خود حضرت قیلۃ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں آپ کی پشت پر پیچھے تھی۔ آپ ﷺ نے میری طرف رخ موڑے بغیر ہی ارشاد فرمایا: "يَا مِسْكِيْنَةُ عَلَيْكِ السَّكِيْنَةَ" اے مسکینہ سکون اختیار کر۔ فرماتی ہیں بس اتنا فرمانا تھا کہ "اَذْهَبَ اللّٰهُ مَادَخَلَ فِیْ قَلْبِیْ مِنَ الرُّعْبِ [2] سارا خوف

---

[1] طبقات ابن سعد (۱/۳۸۱)، مسند ابی یعلی (۴۹۲۰)۔ [2] معجم کبیر طبرانی (۲۵/۴۴۶)، طبقات ابن سعد (۱/۳۱۷)۔

ودہشت اور رعب ولرزہ جو مجھ پر طاری تھا اللہ تعالیٰ نے کافور کر دیا۔

سیدنا ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے گفتگو کی تو وہ کانپنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "هَوِّنْ عَلَيْكَ ، فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ تَأْكُلُ الْقَدِيْدَ [1] کہ اپنی ذات پر نرمی اور سکون اختیار کرو میں کوئی بادشاہ نہیں، میں تو قریش کی ایک ایسی عورت کا (یتیم) بیٹا ہوں جو (غربت ومسکنت کی وجہ سے) خشک کیا ہوا گوشت کھاتی تھی۔

مسجد میں لیٹنا:

۲۱-۲: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الزَّهْرِيِّ......

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى .

"عباد بن تمیم اپنے چچا (عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دیکھا کہ آپ چت لیٹے ہوئے تھے اور اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔"

تخریج: صحیح بخاری ،کتاب الاستیذان، باب الاستلقاء (۱۱/۶۲۸۷)، صحیح مسلم ، کتاب اللباس، باب النهی عن اشتمال الصماء والاحتباء فی ثوب واحد (۳/۸۵ برقم: ۱۶۶۲)، سنن ترمذی، ابواب الادب (۵/۲۷۶۵) وقال: حدیث حسن صحیح ، سنن نسائی، کتاب المساجد (۲/۵۰)، سنن ابی داوٗد، کتاب الادب (۴/۴۸۶۶)، سنن دارمی، کتاب الاستیذان (۲/۲۶۵۲) مؤطا امام (۱/۸۷ برقم: ۱۲۷)

☆ مفردات:

مُسْتَلْقِيًا عَلٰی قَفَاهُ اَیْ مُضْطَجِعًا عَلٰی قَفَاهُ: یعنی پیٹھ کے بل لیٹا ہوا چت لیٹا ہوا۔

☆ راوی حدیث......:

❀ اس حدیث کے راوی عباد بن تمیم بن غزیہ الانصاری المازنی المدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اپنے چچا عبداللہ بن زید بن عاصم کے علاوہ ابوقتادہ انصاری ابوبشیر انصاری وغیرھما سے بھی روایت کرتے ہیں ان کے تلامذہ میں عمرو بن یحییٰ بن عمارۃ، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم زہری وغیرھم کے نام ملتے ہیں۔

❀ امام محمد بن اسحاق اور امام نسائی رحمہما اللہ نے ان کو ثقہ کہا ہے اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ثقات میں ذکر کیا

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب القديد، حديث: ۳۳۱۲، مستدرك حاكم (۳/۴۷-۴۸)

ہے۔امام عجلی فرماتے ہیں یہ مدنی تابعی ہیں اور ثقہ ہیں۔

❀ عباد بن تمیم اپنے چچا سے بیان کرتے ہیں۔ان کے چچا صحابی ہیں ذیل میں ان کا تذکرہ درج ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول الانصاری المدنی رضی اللہ عنہ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ روایت کرنے کے علاوہ صحابہ کرام سے بھی روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو وغیرہ کی احادیث نقل کیں۔ان کے تلامذہ میں ان کے بھتیجے عباد بن تمیم اور سعید بن المسیب، یحییٰ بن عمارہ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

❀ امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: انہوں نے ہی مسیلمہ کذاب بدبخت کو جہنم واصل کیا۔ جبکہ خود خلیفہ خیاط کے بقول واقعۂ حرہ میں ۶۳ھ قتل ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔

عورتوں اور مردوں کا مسجد میں آرام کرنا؟

یہ حدیث چت لیٹنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے جب کہ صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں چت لیٹنے سے منع کیا گیا ہے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا یَسْتَلْقِیَنَّ اَحَدُکُمْ ثُمَّ یَضَعُ اِحْدٰی رِجْلَیْهِ عَلَی الْاُخْرٰی" ❶ یعنی تم میں سے کوئی بھی پیٹھ کے بل نہ لیٹے کہ پھر اپنی ایک ٹانگ کو دوسری پر رکھے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اصل میں لیٹنے کا جواز ہے پھر یہ حدیث یا تو منسوخ ہوگی یا اس کی ممانعت کی کوئی وجہ ہوگی مثلاً پردہ کھل جانے کا خدشہ ہو تو اس ہیئت میں لیٹنا جائز نہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اس طرح لیٹنا صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کہ یہ صرف آپ کے لیے جائز تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ لیٹنا دو طرح کا ہے ایک یہ کہ چت لیٹ کر ٹانگیں لمبی کر کے ایک کو دوسری پر رکھنا۔اس طرح پردہ نہیں کھلتا، بلکہ کپڑا کھلنے کا اندیشہ ہی نہیں ہوتا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ چت لیٹ کر ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں کا گھٹنا کھڑا کر کے اس پر رکھنا، یہ منع ہے کیونکہ اس طرح لیٹنے سے لنگی یا چادر پہننے کی صورت میں ستر کھل جانے کا احتمال ہوتا ہے۔اور حدیث الباب میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہوا تھا اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں پاؤں کو پھیلا کہ ایک پاؤں دوسرے پر کھڑا کیا جائے۔ظاہر ہے اس صورت میں ستر نہیں کھلے گا اس لیے یہ صورت جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نسخ کا دعوی کرنے سے تاویل کرنا بہتر ہے، کیونکہ نسخ کا مطلق گمان ہی قابل نہیں ہوسکتا۔اسی طرح دعوئ تخصیص بھی محض احتمال سے ثابت نہیں ہوسکتا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی بعض اصحاب رسول سے ایسا کرنا ثابت ہے جبکہ کسی دوسرے نے اس پر نکیر نہیں کی۔ ❷

---

❶ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب النهی عن اشتمال الصماء، حدیث: ۲۰۹۹/۷۴.

❷ فتح الباری (۱۱٤/۲).

اس حدیث سے مسجد میں لیٹنے اور آرام کرنے کا جواز ظاہر ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس کو مسجد کے آداب کے خلاف کہتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ مسجد میں آرام کی غرض سے لیٹا اور سویا جاسکتا ہے۔ صحیح بخاری میں امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے بَابُ نَوْمِ الْمَرْاَةِ فِی الْمَسْجِدِ اور بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِی الْمَسْجِدِ کے عنوان سے کئی احادیث بیان کیں ہیں، مثلاً ایک عورت کا واقعہ بیان کیا ہے جو مسلمان ہوئی تھی اور اس کا خیمہ اور رہائش مسجد نبوی میں تھا۔ [1] اس طرح اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر کیا ہے جن کا رہن سہن مسجد نبوی میں ہی تھا۔ اسی طرح بَابُ الْقَیْلُوْلَةِ فِی الْمَسْجِدِ میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوکر مسجد میں جا کر لیٹ گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو آپؐ نے وہاں جا کر سیدنا علی کو اٹھایا۔ [2]

بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث بَابُ مَا جَاءَ فِیْ جِلْسَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے موافق نہیں کیونکہ اس میں تو آپؐ کے لیٹنے کا ذکر ہے۔ حالانکہ اس باب کے ساتھ یہ حدیث پوری مناسبت رکھی ہے اس لیے کہ اس میں تمام کیفیات پر بیٹھنے کے جواز کی دلیل پائی جاتی ہے، کیونکہ چت لیٹنا، بیٹھنے سے فروتر ہے لہٰذا جب چت لیٹنا جائز ہوا تو تمام کیفیات پر بیٹھنا بالاولی جائز ہوا۔ واللہ اعلم۔

گوٹ مار کر بیٹھنا:

۲۱-۳: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْمَدَنِيُّ ، أَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيُّ ، عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ احْتَبٰى بِيَدَيْهِ .

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں بیٹھتے تو گوٹ مار کر تشریف فرما ہوتے۔''

تخریج:...... یہ حدیث مذکورہ سند کے ساتھ سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی عبداللہ بن ابراہیم المدنی منکر الحدیث ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کی نسبت وضع کی طرف کی ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تقریب میں اس کو متروک کہا ہے۔ البتہ مضمون حدیث کے بہت سے شواہد ہیں جو اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں سنن ابی داؤد، کتاب الادب (٤/٤٨٤٦)، سنن کبری للبھیقی (٣/٢٣٦)، الکامل لابن عدی (٤/١٧٤)، الادب المفرد للامام البخاری (١١٨٢)، مسند احمد بن حنبل (٥/٦٣)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب نوم المرأة فی المسجد، حدیث: ٤٣٩.

[2] صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب القائلة فی المسجد، حدیث: ٦٢٨٠.

☆ مفردات:

اِحْتَبٰی بِیَدَیْہِ: اِشْتَمَلَ بِھِمَا وَجَمَعَ بَیْنَ ظَھْرِہٖ وَسَاقَیْہِ بِیَدَیْہِ، یعنی اپنی پیٹھ اور پنڈلیاں ملا کر ان کو ہاتھوں سے لپیٹ لیا۔ اِحْتِبَاء سے ہے، عرب لوگ ایسا اس وقت بیٹھتے جب کسی گہری سوچ میں ہوں۔ ہاتھوں سے لپیٹنا یا کپڑے سے دونوں کو اِحْتِبَاء ہی کہا جاتا ہے۔

تشریح: ......میرک کہتے ہیں کہ اِحْتِبَاء یہ ہے کہ اپنی پیٹھ اور پنڈلیوں کو تہبند، کسی رسی یا تسمے سے باندھ دینا۔ اور ایسا وہ لوگ ٹیک اور تکیے کے بدل میں کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن، اور دوران خطبہ اِحْتِبَاء سے منع فرمایا [1] کیونکہ اس انداز میں بیٹھنے سے نیند جلد آتی ہے، تو خطبہ فوت ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ وضوء بھی ٹوٹ جاتا ہے تو نماز ہی فوت ہو جاتی ہے، لہٰذا دوران خطبہ اس انداز بیٹھک سے اجتناب کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ جِلْسَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما تحب وترضی لہ.

☆............☆............☆

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب الاحتباء والامام یخطب، حدیث: ۱۱۱۰۔ سنن ترمذی (۵۱٤) وقال: الترمذی حسن.

باب نمبر۲۲:

حضور ﷺ کے تکیہ مبارک کا بیان

(اس باب میں پانچ احادیث ہیں)

تُكَأَةٌ: فُعَلَةٌ کے وزن پر ہے جیسے کہ هُمَزَةٌ اور لُمَزَةٌ ہیں جس کا معنی تکیہ، بہت تکیہ لگانا، فرش پر بچھونا بچھا کر آرام سے بیٹھنا وغیرہ کے آتے ہیں۔ یہ لفظ اصل وَكَأَةٌ ہے واو کو تاء سے بدل دیا گیا ہے جیسے کہ تُرَاثٍ اور تُجَاهٍ میں واو کو تاء سے بدلا جاتا ہے۔

عام طور پر لوگ فرش، پلنگ یا تخت پوش پر بیٹھ کر اپنی دائیں، بائیں یا پچھلی جانب کسی چیز کا سہارا لے لیتے ہیں اس چیز کو تکیہ کا نام دیا گیا ہے یعنی وہ چیز جس کا بیٹھے بیٹھے سہارا لیا جائے، تکیہ لگا کر بیٹھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اسی بارے میں پانچ احادیث مبارکہ نقل کی ہیں۔

تکیہ بائیں جانب اور دائیں جانب:

۲۲-۱: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ عَلَى يَسَارِهِ.

''سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بائیں جانب پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن أبی داوٗد، کتاب اللباس، باب فی الفرش (٤١٤٣/٤)، سنن ترمذی، ابواب الادب، باب فی الإتکاء (٢٧٧٠/٥) وقال: حدیث غریب، مسند احمد بن حنبل (٨٦/٥، ٨٧) أخلاق النبی ﷺ لأ بی الشیخ (ص : ٢٧٠)

☆ **مفردات:**

تُكَأَةٌ: تکیہ اور ٹیک لگانا۔

وِسَادَةٌ: تکیہ اس کی جمع وسائد اور وسادات آتی ہے۔

تشریح :...... ''بائیں جانب تکیہ پر ٹیک لگائے دیکھا'' یہ امر اتفاقی ہے، کوئی تخصیص نہیں بائیں جانب ہو یا

دائیں، دونوں طرح تکیہ پر ٹیک لگانا درست اور جائز ہے علامہ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''زاد المعاد'' میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق نقل فرمایا ہے: ''وَكَانَ يَتَّكِئُ عَلَى الْوِسَادَةِ وَرُبَّمَا اِتَّكَأَ عَلَى يَسَارِهِ وَرُبَّمَا اِتَّكَأَ عَلَى يَمِيْنِهِ وَكَانَ اِذَا احْتَاجَ فِي خُرُوْجِهِ تَوَكَّأَ عَلَى بَعْضِ اَصْحَابِهِ مِنَ الضَّعْفِ'' [1] کہ آپ ﷺ تکیہ پر ٹیک لگاتے اور کبھی بائیں جانب اور کبھی دائیں جانب پر تکیہ لگا کر بیٹھتے، اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ نے باہر نکلنے کے لیے بیماری کی وجہ سے اپنے کسی ساتھی پر ٹیک لگائی۔

فوائد:

❀ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ٹیک لگانا درست ہے۔

❀ دائیں جانب کے علاوہ بائیں جانب پر ٹیک لگانا درست ہے۔

❀ گھر میں تکیے وغیرہ رکھنا فضول خرچی اور اسراف میں نہیں آتا۔

کبیرہ گناہوں کا بیان:

۲۲-۲: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ......

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟'' قَالُوا: بَلَى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: ''الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ'' قَالَ: وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَانَ مُتَّكِئًا، قَالَ: ''وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ- أَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ''. قَالَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَقُوْلُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ!'

''سیدنا ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمھیں کبیرہ گناھوں میں سے بڑے بڑے گناہ نہ بتاؤں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے) عرض کیا: جی ہاں اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا'' ابوبکرۃ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ پھر بیٹھ گئے جبکہ پہلے ٹیک لگائے ہوئے تھے تو فرمانے لگے: ''اور جھوٹی گواہی'' یا فرمایا: ''اور جھوٹی بات راوی کہتا ہے (اس آخری کلمے کو رسول اللہ ﷺ بار بار دہراتے رہے حتی کہ ہم نے کہا کاش آپ ﷺ خاموش ہو جائیں۔''

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب ماقبل فی شهادة الزور (۲٦٥٤/٥)، وفی کتاب الادب (۵۹۷/۱۰)، وفی کتاب استتابة المرتدین (٦٩١٩/١٢)، صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الکبائر (۱٤٣/١ برقم ٩١)، سنن ترمذی، ابواب البرو الصلة (١٩٠١/٤)، مسند احمد بن حنبل (٣٨،٣٦/٥).

---

[1] زاد المعاد (ص: ٦٦)

☆ **مفردات:**

عُقُوقٌ: عَقَّ يَعُقُّ عُقُوْقًا: اَلْوَلَدُ وَالِدَهُ، اولاد کا والدین کی نافرمانی کرنا اوران پر شفقت اور نیکی نہ کرنا بلکہ ہلکا سمجھنا، یعنی ایسا فعل کرنا جس سے انہیں ایذا پہنچے۔

اَلزُّوْر: اَلْكَذِبُ وَالْبَاطِلُ، جھوٹ، باطل چیز

☆ **راوي حديث** ...... اس حدیث کے راوی سیدنا ابوبکرۃ نفیع بن حارث بن کلدۃ بن عمرہ بن علاج ثقفی رضی اللہ عنہ ہیں، معروف اور جلیل القدر صحابی تھے ان کی کنیت ابوبکرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ تقریباً ۱۳۲ احادیث کے راوی ہیں۔ آپ سے اکتساب فیض کرنے والوں میں آپ کی اولاد کے علاوہ بھی کئی تابعین عظام کے نام ملتے ہیں۔ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ سرزمین بصرہ میں زیاد کی حکومت میں فوت ہوئے۔ ۵۱ھ ان کا سال وفات ہے سیدنا ابوبرزۃ اسلمی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

تین بڑے بڑے گناہ:

❀ اُحَدِّثُكُمْ بعض صحیح روایات میں اَلَا اُخْبِرُكُمْ [1] اور ایک روایت میں اَلَا اُنَبِّئُكُمْ [2] کے الفاظ ہیں معنی تمام الفاظ کا ایک ہی ہے۔

❀ کیا میں تمھیں نہ بتاؤں، انداز خطاب کا یہ طریقہ سامعین کو متوجہ کرنے کے لیے اور جو بات بتانی مقصود ہو اس کی وقعت وشان بیان کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

❀ بعض روایات میں اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ کے الفاظ تین مرتبہ ہیں ملا علی القاری نے جمع الوسائل میں لکھا ہے کہ ایسا اِهْتِمَامًا بِشَاْنِ الْخَبَرِ الْمَذْكُوْرِ اَنَّهُ اَمْرٌ لَهُ شَأْنٌ.

گناہِ کبیرہ کسے کہتے ہیں:

❀ حدیث الباب میں کبائر کا ذکر ہے کبائر کبیرۃ کی جمع ہے اکبر الکبائر کا معنی گناھوں میں بڑا اور شنیع گناہ، البتہ کبیرۃ کی تعریف میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ جس گناہ کے ارتکاب پر کوئی حد مقرر ہو وہ کبیرہ، باقی سب صغیرہ ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جس کے ارتکاب پر کتاب وسنت میں وعید شدید ہو وہ کبیرہ ہے اگرچہ اس پر کوئی حد مقرر نہ ہو۔ تیسرا قول یہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہوتا ہے جس کا کرنے والا اس کی کم پرواہ کرے۔ اس کی تائید میں وہ روایت

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب من اتکأبین یدی اصحابه، حدیث: ٦٢٧٣.

[2] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور، حدیث: ٢٦٥٤ـ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر واکبرها، حدیث: ٨٧.

ہے جس میں آتا ہے کہ گناہ پر اصرار کرنے سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے۔ جیسا کہ استغفار وتوبہ کرنے سے کبیرہ گناہ بھی کبیرہ نہیں رہتا۔

ہمارے نزدیک دوسرا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اگرچہ علامہ بیجوری نے تیرے قول کو اشمل التعاریف کہا ہے اور پھر اس پر بھی کلام کیا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ کبیرہ کی صحیح تعریف مبہم ہے جس طرح اسم اعظم، لَیْـلَةُ الْقَدر، سَاعَةُ الْجُمُعَةِ، وَقْتُ اِجَابَةِ الدُّعَاءِ لَیْلاً وغیرھا۔ اور حکمت یہ ہے کہ ہر معصیت سے بچا جائے چاہے جھوٹی ہو یا بڑی، کیونکہ چھوٹا گناہ کرنے سے بڑے گناہ میں وقوع کا اندیشہ ہوتا ہے۔

❀ بعض علماء نے کبیرہ گناہوں پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں جیسا کہ امام ذہبی کی کتاب الکبائر (جس میں ستر کبیرہ گناھوں کا تذکرہ ہے) اور ابن حجر مکی کی الزواجر ہے (جس میں قریباً (۴٦۷) کبیرہ گناہوں کا تذکرہ ہے)

❀ کبیرہ گناہ مختصراً مندرجہ ذیل ہیں:

الشرک باللہ، قتل ناحق، زنا، لواطت، شراب نوشی، قذف، جھوٹی شہادت، کتمان شہادت، جھوٹی قسم، غصب جنگ سے فرار، سودخوری، اکل مال الیتیم، رشوت خوری، عقوق والدین، قطع رحمی، کذب علی النبی ﷺ عمداً، بلا عذر روزہ افطار کر لینا، کیل و وزن میں کمی، فرض نمازوں میں تقدیم وتاخیر، ترک زکوٰۃ، ضربِ مسلم اور ذمی، سبِّ صحابی، غیبت اور چغلی، جادو کرنا اور کروانا، ترک امر بالمعروف ونہی عن المنکر، نسیان قرآن، عصیان شوہر وغیرہ۔

❀ حدیث الباب میں تین کبیرہ گناھوں کا ذکر ہے، ذیل میں ان کی تفصیل درج ہے۔

۱: اَلْاِ شْرَ اكُ بِاللهِ: اَلْاِ شْرَ اك کا لغوی معنیٰ ہے جَعْلُ اَحَدٍ شَرِیْكًا لِاٰ خَر لیکن یہاں غیر اللہ کو الٰہ بنانا مراد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ﴾ [النساء: ۴۸، ۱۱٦] یقیناً اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ دیگر گناہ جس کو چاہیں گے معاف فرما دیں گے۔ اسی طرح حدیث قدسی ہے کہ "مَنْ لَقِیَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُـمَّ اَتَانِیْ لَا یُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا لَقِیْتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً" [1] جو میرے پاس زمین بھر کر گناہ لے آئے لیکن شرک نہ کیا ہو تو میں اتنی ہی مغفرت لے کر اس کو ملوں گا، قرآنی آیت اور حدیث قدسی سے واضح ہے کہ شرک ایسا کبیرہ گناہ ہے کہ اگر اس سے توبہ کیئے بغیر انسان کی موت آ جائے تو اسے کبھی معافی نہیں ملے گی، شرک چاہے ذات میں ہو، صفات میں ہو، عبادت میں ہو، استعانت میں ہو، علم وقدرت میں ہو یا تصرف وتدبیر میں ہو۔

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب (۱۰۷)، حدیث: ۳۵۴۰ وقال: حسن غریب

۲: وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ: ماں باپ دونوں کی نافرمانی یا ان میں سے ایک کی نافرمانی، دونوں کا اکٹھا ذکر اس لیے کیا کہ دونوں میں سے ایک کی نافرمانی دوسرے کی نافرمانی کی طرف پہنچاتی ہے۔ کتاب وسنت میں ان کے مفصل حقوق ذکر کیے گیے ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کی بات نہ مانی جائے، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا﴾

یعنی ''اگر وہ تجھ سے اس بات پر جھگڑیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا جس کا تجھے کوئی علم نہیں، تو ان کا کہنا نہ مان۔ اور دنیاوی معاملات میں ان سے حسن سلوک کر۔''

اس آیت کریمہ میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ والدین کی نافرمانی حرام ہے خواہ وہ کافر اور غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں، اسی طرح حدیث رسول اللہ ﷺ میں ہے کہ ''لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ'' [1] جہاں مخلوق کی اطاعت میں خالق (اللہ تعالیٰ) کی نافرمانی ہو وہاں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

اس کا ضابطہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ مباحات میں ان کی اطاعت واجب ہوگی اور مستحبات اور فروض کفایہ میں مندوب ہوگی۔

۳: سوال وجواب میں نبی اکرم ﷺ اس چیز کا زیادہ خیال رکھتے جس کو زیادہ اہم سمجھتے، جیسا کہ حدیث الباب میں ہے کہ تیسری چیز کو بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ بیٹھ گئے جبکہ اس سے قبل ٹیک لگائے ہوئے تھے تاکہ جو چیز اب بیان ہونے والی ہے اس کی اہمیت ظاہر ہو۔ پھر شَهَادَةُ الزُّوْرِ کا ذکر فرمایا۔ اس کی اہمیت اس لیے زیادہ ہے کہ لوگ اس میں سستی کر جاتے ہیں اور یہ آسانی سے عمل میں آجاتی ہے۔ کیونکہ شرک سے مسلمان کا دل نفرت اور دوری رکھتا ہے، عقوق والدین کا ارتکاب بھی عقل سلیم اور سمجھدار آدمی کبھی نہیں کرتا، مگر جھوٹی شہادت کے اسباب ومحرکات بہت سی چیزیں ہیں مثلاً عداوت، حسد وکینہ وغیرہ، اس لیے اس کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ ورنہ یہ گناہ شرک کے ہم مرتبہ نہیں کہ اس وجہ سے اس کو اہم قرار دیا گیا ہو بلکہ اس لیے اس کو اہمیت دی گئی کہ اس کی مفسدت وسیع ہے جو گواہوں اور دیگر لوگوں تک پہنچ جاتی ہے اور پھر زنا، قتل وغیرہ بہت سی دیگر ضرر انگیز اشیاء میں اس پر حکم مرتب ہوتا ہے۔

۴: اشراک باللہ اور قول الزور کے درمیان میں عقوق والدین کو اس لیے لایا گیا ہے کہ عقوق بھی کبھی کبھی کفر اور شرک تک پہنچا دیتی ہے جس طرح کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ اور شعب الایمان میں، امام

---

[1] شرح السنة للبغوی (٢٤٥٥)، مسند احمد (٥/٦٦).

دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے السنن میں روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہاں ایک لڑکا ہے جو مرنے کے قریب ہے اور اس کو کہا جاتا ہے کہ وہ "لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہے تو وہ نہیں کہہ پاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ اپنی گذشتہ زندگی میں کلمہ نہیں کہتا تھا؟ تو لوگوں نے کہا: وہ کلمہ طیبہ کہا کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کس چیز نے اس کو موت کے وقت "لا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہنے سے روک دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ اٹھے اور اس لڑکے کے پاس آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے "لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہو۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ! میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ آپؐ نے پوچھا: کیوں؟ تو وہ کہنے لگا: اپنی والدہ کی نافرمانی کی وجہ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا وہ بقید حیات ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا: کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا: اگر میں آگ جلاؤں اور تجھے کہا جائے کہ اپنے بیٹے کی سفارش کر، اگر تو نے اس کی سفارش نہ کی تو ہم اس کو آگ میں ڈال دیں گے۔ وہ کہنے لگی: تب تو اس کی سفارش کروں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ اور ہمیں گواہ بنادے کہ تو اس سے راضی ہوگئی ہے۔ تو اس نے کہا: میں اس سے راضی ہوگئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! اب لا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کہو تو اس نے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کہہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحمدللہ کہ اس نے اس لڑکے کو آگ سے بچالیا۔ [1]

کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں۔ صحابی نے چار مرتبہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہی فرمایا اور چوتھی دفعہ فرمایا: تیرا باپ۔ [2]

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو، تین مرتبہ یہ فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کس کی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اپنے والدین کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے میں پالے اور پھر بھی جنت میں نہ جاسکے۔ [3]

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کو مشرکہ ماں سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا۔ [4]

---

[1] دلائل النبوۃ للبیھقی (٦/٤١٥) وشعب الایمان (٧٦٥٠) واسنادہ ضعیف جداً۔ فائد بن عبدالرحمٰن راوی متروک ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبۃ، حدیث: ٥٩٧١۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب بر الوالدین، حدیث: ٢٥٤٨.

[3] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب رغم من ادرك ابویه واحدهما......، حدیث: ٢٥٥١.

[4] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب صلۃ المرأۃ امها ولها زوج، حدیث: ٥٩٧٩۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین، حدیث: ١٠٠٣.

صحیح بخاری ومسلم میں ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
”اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ“ ❶ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ماؤں کی نافرمانی حرام قرار دی ہے۔

۵: قَوْلُ الزُّوْرِ : جھوٹی بات، زُور جھوٹ اور باطل کو کہا جاتا ہے۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بار بار یہی کلمہ فرمانے لگے یہاں تک کہ ہم نے کہا: کاش آپ ﷺ خاموش ہو جائیں۔ تاکہ آپ کو تکلیف نہ ہو یا کوئی زیادہ سخت اور شدت والا حکم نہ نازل ہو جائے۔

جھوٹ بھی کبائر میں سے ایک ہے۔ صحیح بخاری ❷ میں قَوْلُ الزُّوْرِ کے بجائے شَھَادَۃُ الزُّوْرِ کے الفاظ ہیں ایک دوسری روایت میں یَمِیْنِ غُمُوْس ❸ کو کبائر میں شامل کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چار علامتیں منافق کی ہیں۔ جس میں یہ ہوں وہ خالص منافق ہے، اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، جب امانت دار سمجھا جائے تو وہ خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، جب کسی سے جھگڑے تو گالیاں دے۔“ ❹

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
((عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی لِلصِّدْقِ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَاللّٰہِ صِدِّیْقًا ، وَاِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ فَاِنَّ الْکِذْبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی لِلْکِذْبِ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا)) ❺
”سچائی کو اپنے اوپر لازم کرلو کہ سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے، اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، حدیث: ٥٩٧٥ـ صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب النهی عن کثره المسائل من غیر حاجة، حدیث: ٥٩٣/١٣.

❷ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، حدیث: ٥٩٧٦، ٥٩٧٧.

❸ صحیح بخاری، کتاب الإیمان والنذور، باب الیمین الغموس، حدیث: ٦٦٧٥.

❹ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق، حدیث: ٣٤ـ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق، حدیث: ٥٨.

❺ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب قول اللّٰہ تعالی ﴿یاایها الذین امنوا اتقوا اللّٰہ....﴾، حدیث: ٦٠٩٤ـ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب قبح الکذب وحسن الصدق، حدیث: ٢٦٠٧/١٠٥ واللفظ له.

کرتی ہے ، انسان ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ کو تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق کہلاتا ہے ۔ اور اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کہ جھوٹ گناہ کی طرف پہنچاتا ہے، اور گناہ آگ کی طرف ، انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کو تلاش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جھوٹا لکھا جاتا ہے۔''

سنن ترمذی ، سنن ابی داوٴد اور سنن دارمی میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کے لیے ویل ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے، اس کے لیے ہلاکت ہو، ہلاکت ہو۔'' [1]

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام کبیرہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔

ٹیک لگا کر کھانا:

٢٢-٣ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ ، ثَنَا شَرِيْكٌ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ......

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "أَمَّا أَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا .

''سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو ٹیک لگا کر نہیں کھاتا ہوں۔''

تخریج صحیح بخاری، کتاب الأطعمة (٩/٥٣٩٨، ٥٣٩٩)، سنن أبی داوٗد ، کتاب الأطعمة (٣/٣٧٦٩)، سنن ترمذی ، کتاب الأطعمة (٤/١٨٣٠) وقال : حدیث حسن صحیح ، سنن ابن ماجه کتاب الاطعمة (٢/٣٢٦٢)، مسند احمد بن حنبل (٤/٣٠٨، ٣٠٩)، سنن کبریٰ للبیهقی (٧/٤٩)، مسند حمیدی (٨٣٢)۔

☆ مفردات:

أَمَّـا : حرف شرط ہے تفصیل کے لیے آتا ہے اور مجرد تاکید کے لیے بھی، یہاں اس سے نہی کرنا مقصود ہے تاہم طریقہ کنایہ کا ہے، اپنے لیے ایک چیز ثابت نہ کرنے کا مقصد دوسرے سے اس کی نفی کرنا ہے۔

تشریح:

❀ اپنے متعلق خصوصیت سے ذکر فرمایا: بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ عمل یعنی اتکاء واستناد کی حالت میں نہ کھانا، آپ ﷺ کا خاصہ ہے امت کے لیے اس میں کوئی پابندی نہیں ۔ جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن القاص سے نقل کیا ہے ۔ مگر یہ درست نہیں ہے، صحیح بات یہی ہے کہ یہ عمل آپ ﷺ کی طرح آپ کی امت کے لیے بھی مکروہ ہے ۔ کیونکہ یہ کام جہلاء اور سلاطین عجم کا تھا کہ بڑے تکبر و نخوت سے ٹیک لگا کر کھانا کھاتے۔

---

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب التشدید فی الکذب، حدیث: ٤٩٩٠ ـ سنن ترمذی (٥/٢٣١٥)۔ سنن الدارمی (٢٧٠٥).

❀ میرک کہتے ہیں کہ محققین علماء نے ٹیک لگا کر کھانے کی چار صورتیں بیان کی ہیں جو کہ تمام کی تمام مذموم ہیں: (۱) دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پر تکیہ لگانا۔ (۲) کسی ایک ہاتھ پر ٹیک لگانا۔ (۳) چوکڑی مار کر کسی گدّے وغیرہ سے ٹیک لگانا (۴) دیوار یا تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھنا۔ کیونکہ ان چاروں صورتوں میں تکبر اور غرور پایا جاتا ہے، جبکہ سنت یہ ہے کہ کھانے کی طرف مائل ہو کر بیٹھے۔

❀ اس حدیث کا سبب ایک قصہ ہے جو سنن ابن ماجہ اور طبرانی میں بسند حسن سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بھنی ہوئی بکری بطور تحفہ پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے تناول فرمانے کے لیے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ ایک اعرابی نے یہ حالت جلسہ دیکھ کر عرض کیا: مَا هٰذِهِ الْجِلْسَةُ؟ یہ کیسا بیٹھنا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِیْ عَبْدًا کَرِیمًا وَلَمْ یَجْعَلْنِی جَبَّارًا عَنِیْدًا“ [1] کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے شریف بندہ بنایا ہے اور مجھے جابر و سرکش نہیں بنایا۔

❀ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل بطور تواضع کیا تھا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو ایک بندہ ہوں اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ کھاتا ہے، اور اسی طرح بیٹھتا ہوں جس طرح کوئی عام آدمی بیٹھتا ہے۔ [2] (فتح الباری ۹/۵٤۱)

❀ امام زھری کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسا فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی نہیں آیا تھا تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ تم عَبْدًا نَبِیًّا بنو یا مَلِکًا نَبِیًّا بنو، جبرائیل امین علیہ السلام بھی وہاں موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل امین علیہ السلام کی طرف بطور مشورہ لینے دیکھا تو انہوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ تواضع اختیار کیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عَبْدًا نَبِیًّا ہونا پسند کرتا ہوں۔ [3] یہ روایت معضل یا مرسل ہے جبکہ امام نسائی نے اسے موصول نقل فرمایا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی تکیہ لگا کر کھانا تناول نہیں فرمایا۔ [4]

❀ تکیہ یا ٹیک لگا کر کھانے کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے ابن القاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تکیہ لگا کر کھانے کی کراہیت صرف خصائص نبوت سے ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تعاقب کیا ہے کہ یہ عمل دیگر لوگوں کے

---

[1] سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الاکل متکئا، حدیث: ۳۲٦۳.

[2] طبقات ابن سعد (۱/۳۸۱)۔ مسند ابی یعلی (٤۹۲۰)۔ السنن الکبری للبیهقی (۹/۱۹).

[3] مصنف عبد الرزاق (٥۲٤۷) عن الزهری، السنن الکبری للنسائی (٦۷٤۳)۔ دلائل النبوة للبیهقی (۱/۳۲۰)۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ۔ مسند احمد (۲/۳۲۱) عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ.

[4] سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة، باب ما جاء فی الاکل متکئا، حدیث: ۳۷۷۱.

لیے بھی درست نہیں کیونکہ یہ عیش پرستوں اور متکبرین کا انداز اکل وشرب ہے، اصل میں یہ طریقہ ملوک عجم سے ماخوذ ہے۔ ہاں اگر مجبوری ہوتو اس میں کوئی کراہت نہ ہوگی۔ اس کراہیت کی علت میں بھی اختلاف ہے اس بارے میں جوسب سے زیادہ روایت وارد ہوئی ہے وہ ابن ابی شیبہ نے بیان کی ہے کہ صحابہ کرام تکیہ لگا کر کھانا اس لیے مکروہ جانتے تھے کہ کہیں ان کے پیٹ نہ بڑھ جائیں، اسی طرح صاحب نہایہ نے بھی یہ وجہ بیان کی ہے، اور بقیہ روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

کھانا کھاتے وقت بیٹھنے کا مستحب طریقہ گھٹنوں اور پاؤں پر بیٹھنا ہے یا دائیں گھٹنے کو کھڑا کر کے بائیں پر بیٹھ جائے یا اس کے برعکس کر لے۔

٢٢-٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ......

قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا آكُلُ مُتَّكِئًا.

''سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔''

تخریج ......: تخریج کے لیے گذشتہ روایت ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث کے متن میں اَمَّـا اَنَـا کے لفظ نہیں ہیں، باقی وہی الفاظ ہیں جو گذشتہ حدیث میں بیان ہوئے، تکرار کی غرض وغایت تاکید ہے۔

تکیہ پر ٹیک لگانا تکبر کی علامت نہیں ہے:

٢٢-٥: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى، ثَنَا وَكِيْعٌ، ثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ. قال ابو عيسى: لم يذكر وكيع "على يساره" هكذا راوى غير واحد عن اسرائيل نحوه رواية وكيع، ولا نعلم احداً روى فيه "على يساره" إلا ما روى اسحاق بن منصور عن اسرائيل.

''سیدنا جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔''

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں وکیع نے علی یسارہ کا لفظ ذکر نہیں کیا اسی طرح بہت سے راویوں نے اسرائیل سے وکیع کی طرح یہ حدیث روایت کی ہے اور ہماری علم میں نہیں کہ اس حدیث میں ''علی یسارہ'' کا لفظ اسرائیل سے اسحاق بن منصور کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے روایت کیا ہو۔

تخریج...... : یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، کتاب الادب (۵/۲۷۷۱) وقال: حدیث صحیح۔ مکمل تخریج کے لیے حدیث نمبر ۱۲۶ ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح :......دراصل امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو اس باب کی پہلی حدیث کے الفاظ "عَلٰی یَسَارِہٖ" پر اعتراض ہے کہ یہ روایت ان کے پاس کئی طرق سے مروی ہے مگر اسحاق بن منصور کے علاوہ کسی نے بھی "عَلٰی یَسَارِہٖ" کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ شاید "علی یسارہ" کے الفاظ سہواً زیادہ نقل ہو گئے ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا تجزیہ بجا طور پر درست ہے، مگر ہوسکتا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکیہ بائیں طرف رکھا ہو تو اس وقت کسی عذر کی بناء پر ایسا کیا ہو۔ ویسے بھی تکیہ کو دائیں جانب رکھنا لازم نہیں بلکہ اوّلیت کی بات ہے اور بائیں طرف تکیہ رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اسحاق بن منصور صحیح راوی ہیں اور صحیح وثقہ کی زیادت قبول ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ہاں اس حدیث سے یہ واضح ہے کہ تکیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھنا درست ہے یہ تکبر کی علامت نہیں بلکہ راحت اور آرام کی غرض سے ایسا کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تُکَأَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل ہوا۔ والحمد للّٰہ علی ذالك.

☆............☆............☆

باب نمبر۲۳:

رسول اللہ ﷺ کا کسی کے سہارے ٹیک لگانا

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

اِتِّکَاء: سہارا لے کر بیٹھنا، پہلو کا کسی کے ساتھ سہارا لینا۔ یہ وکاء سے ماخوذ ہے جس سے چیزوں کو باندھا جاتا ہے''اِتِّکاء'' سے انسان کی گرنے سے حفاظت اور چلنے میں مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔

پہلے ترجمۃ الباب میں مطلق وسادۃ کا بیان تھا اور اس ترجمۃ الباب سے ''بَیَانُ اِسْتِنَادٍ عَلٰی غَیْرِ الْوِسَادَةِ مِنَ الْاِنْسَانِ'' وغیرہ مقصود ہے۔ یہاں اس باب میں تو صاف ظاہر ہے کہ انسان کا سہارا لے کر چلنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ دراصل انسان کی کرامت واحترام کی وجہ سے اس کے عدم جواز کا وہم تھا، اس کے لیے علیحدہ ترجمۃ الباب کا انعقاد کیا گیا ہے۔ باب ھذا میں کیفیتِ فعل کا بیان مقصود ہے اگرچہ ضمناً مفعول بہ کی کیفیت بھی واضح ہو جاتی ہے، جبکہ ماقبل باب میں اصلاً مفعول بہ کی کیفیت کا بیان مقصود تھا، اگرچہ فعل کی کیفیت وہاں ضمناً معلوم ہو جاتی ہے۔

مسجد میں نماز باجماعت کی اہمیت:

۲۳-۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ......

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ شَاكِيًا فَخَرَجَ يَتَوَكَّأُ عَلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهِ فَصَلَّى بِهِمْ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ بیمار تھے تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگائے باہر تشریف فرما ہوئے، آپ ﷺ یمنی چادر اپنے کندھوں پر اوڑھے ہوئے تھے اسی حالت میں آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نماز پڑھائی۔''

تخریج: ......اس حدیث کی تخریج وتشریح باب ماجاء فی لباس رسول اللہ ﷺ میں گزر چکی ہے۔

❀ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے والد سیّدنا زید رضی اللہ عنہ کو اپنا متبنی بنایا تھا ان باپ اور بیٹے سے آپ ﷺ کو بے حد محبت تھی۔ ضعف اور کمزوری کی وجہ سے اکیلے چلنے سے آپ ﷺ قاصر تھے اس لیے آپ ﷺ نے سیّدنا اسامہ رضی اللہ عنہما بن زید کا سہارا لیا ہوا تھا۔ صحیح بخاری [1] کی روایت میں تین آدمیوں پر

---

[1] سیّدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استخلاف الامام، حدیث: ۴۱۸/۹۱ میں ہے اور سیّدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا ذکر سنن الدارقطنی میں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری (۲/۲۶۲ تحت رقم الحدیث: ۶۶۵)۔

سہارا لینے کا ذکر ہے۔ دوسرے سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور تیسرے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

❀ اس حدیث سے معلوم ہو کہ آدمی عذر کی وجہ سے کسی دوسرے آدمی کا سہارا لے سکتا ہے۔ اس حدیث سے مسجد میں نماز باجماعت کے اہتمام کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

❀ تَوَشَّحَ بِهِ: تَوْشِيْح اس حالت کو کہتے ہیں کہ کوئی چادر یا کمبل وغیرہ کو اچھی طرح نہ اوڑھے بلکہ اس کو دونوں کندھوں پر ڈال دے کہ اس کا کچھ حصہ ایک طرف آ جائے اور کچھ حصہ دوسری طرف چلا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا سہارا لیا:

۲-۲۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، ثَنَا عَطَاءُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَفَّافُ الْحَلَبِيُّ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بَرْقَانَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ......

عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ، وَعَلَى رَأْسِهِ عِصَابَةٌ صَفْرَاءُ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: "أَيْ فَضْلُ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "اشْدُدْ بِهٰذِهِ الْعِصَابَةِ رَأْسِي"، قَالَ: فَفَعَلْتُ ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى مُنْكِبَيَّ، ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ. وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ.

سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی اس مرض میں گیا جس میں آپ وفات پا گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر زرد رنگ کی پگڑی تھی میں نے سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فضل! میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! حاضر ہوں۔ ارشاد فرمایا: اس پگڑی کو میرے سر پر اچھی طرح باندھ دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ میرے کندھوں پر رکھ کر کھڑے ہو گئے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور حدیث میں مفصل قصہ ہے۔

تخریج ......: یہ روایت ضعیف ہے المعجم الکبیر للطبرانی (۱۸، ۲۸۱)، المعجم الاوسط للطبرانی (۸۲/۴) امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، مجمع الزوائد (۲۵/۹، ۲۶) میں فرماتے ہیں اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط اور کبیر میں اور ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں عطاء بن مسلم راوی ہیں جنہیں ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے جبکہ ایک جماعت نے اسے ضعیف کہا ہے ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے تمام راوی ثقات ہیں، اور طبرانی کی اسناد میں مجهول راوی ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ (۲۳۱/۵) میں رقمطراز ہیں کہ: اس روایت کی سند اور متن میں شدید غرابت ہے۔

راوی حدیث......: اس حدیث کے راوی سیدنا ابوعبداللہ الفضل بن عباس بن عبدالمطلب بن ھاشم رضی اللہ عنہ ہیں، یہ ابن عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے ہیں ان کی والدہ کا نام ام

الفضل لبابۃ الکبریٰ ہے۔آپ نے جنگ حنین میں شرکت فرمائی اور میدان میں قائم رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ردیف تھے۔ آپ ﷺ کو غسل دینے میں یہ بھی شامل تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے براہ راست تقریباً ۲۴ احادیث کے راوی ہیں ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے بھائی سیدنا عبداللہ اور قثم، بھانجا عباس بن عبیداللہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کئی تابعین کے نام ملتے ہیں۔

امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ یرموک کے دن شہید ہوئے، جبکہ یہ نبی اکرم ﷺ کی درع پہنے ہوئے تھے۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ طاعون عمواس میں ۱۸ ھ کو فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حدیث الباب کا تکمیلی مضمون:

وَفِی الْحَدِیْثِ قِصَّۃٌ: یہاں پر ایک لمبا قصہ ہے جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل کے اس باب میں ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ باب صرف نبی ﷺ کے سہارا لے کر چلنے سے متعلق ہے اور یہ تفصیلی واقعہ اس سے متعلق نہیں ہے۔ اس کا کچھ حصہ باب الوفاۃ میں آ رہا ہے۔ مجمع الزوائد میں امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ خوب تفصیلات کے ساتھ بیان فرمایا ہے قارئین کی طبع خاطر کے لیے ہم اسے یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول مقبول ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ سید کائنات نے ﷺ سر مبارک پر پگڑی کو پٹی کی طرح باندھ رکھا ہے جبکہ آپ ﷺ کو بخار ہے آپ ﷺ نے فرمایا: میرا ہاتھ پکڑلو۔ میں نے آپ کا ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لیا، سیدالانبیاء ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا: لوگوں کو آواز دے کر جمع کر لو، میں لوگوں کو بلا لایا: شفیع المذنبین ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا:

''لوگوں میرا وقت رحلت قریب ہے اس لیے جس کی کمر پر میں نے مارا' میری کمر موجود ہے وہ بدلہ چکا لے۔ جس کی آبروئے نفس پر میری طرف سے حملہ ہوا ہو وہ بھی بدلہ لے لے۔ جس کا کوئی مالی مطالبہ ہو وہ بھی تقاضہ کر لے۔ کوئی یہ بات دل میں نہ لائے کہ بدلہ لینے سے میرے دل میں اس کے خلاف بغض پیدا ہو جائے گا، کیونکہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت ہے نہ میرے لیے موزوں ہے، بلکہ مجھے تو وہ شخص محبوب ہے جو مجھ سے اس دنیا میں اپنا حق وصول کر لے یا معاف کر دے کہ میں یہاں سے اللہ کے حضور بشاشتِ نفس کے ساتھ جاؤں۔ میں اپنے اس اعلان کو ایک دفعہ کہنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہتا، پھر بھی اس کا اعادہ کروں گا، چنانچہ اس کے بعد آپ ﷺ منبر سے اتر آئے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد پھر منبر پر یہی اعلان دہرایا، مزید فرمایا: جس کے ذمے کوئی حق ہو، وہ بھی ادا کر دے اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم تر ہے، ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا: میرے تین درھم آپ کے ذمّے ہیں: فرمایا: میں کسی مطالبہ کرنے والے کی نہ تکذیب کرتا ہوں

اور نہ اس کی قسم دیتا ہوں، لیکن پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیسے میرے ذمے ہیں؟ اس نے عرض کیا: ایک سائل ایک دن آپ کے پاس آیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اسے تین درھم دے دو۔ سید کائنات ﷺ نے سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اس کے تین درھم ادا کردو: اس کے بعد ایک اور صاحب اٹھے، انہوں نے عرض کیا کہ میرے ذمہ تین درھم بیت المال کے ہیں۔ میں نے خیانت سے لیے تھے۔ فرمایا: خیانت کیوں کی؟ عرض کیا محتاج تھا۔ آپ ﷺ نے سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وصول کرلو۔ پھر فرمایا: جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو وہ بھی دعا کروالے (کہ اب وقت رخصت قریب ہے) ایک صاحب اٹھے اور عرض کیا: میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں اور بہت زیادہ سونے کا مریض ہوں۔ دعا فرمائی: اے باری تعالیٰ! اسے سچائی عطا فرما، ایمان کامل سے نواز دے، اور زیادتی نیند کے مرض سے صحت بخش دے۔ ایک اور صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا : یارسول اللہ ﷺ! جھوٹا ہوں، منافق ہوں، کوئی گناہ ایسا نہیں جو نہ کیا ہو، حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ اپنے گناہوں کو پھیلاتے ہو؟ ارشاد فرمایا: عمر! چپ رہو۔ دنیا کی رسوائی آخرت سے بڑی ہلکی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: اللہ! اس کو سچائی اور کامل ایمان عطا فرما، اس کے حالات کو بہتر کردے۔ اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع عام کو کوئی بات کہی جس پر ارشاد فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ) میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں، میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہے جدھر بھی وہ جائیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک صاحب اور کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں بزدل ہوں، زیادہ سونے کا مریض ہوں۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے بھی دعا فرمائی۔ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بھی بہادر اور دلیر نہ تھا ۔ اس کے بعد سید ولد آدم ﷺ حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لے گئے اور اسی طرح عورتوں میں بھی یہ اعلان فرمایا۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں زبان سے عاجز ہوں، ان کے لیے دعا کی گئی۔'' ❶

ایک اہم تنبیہ...... :صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اپنے آپ کو جھوٹا اور منافق کہنا اس وجہ سے تھا کہ خشیت الٰہی سے ان اصحاب کے دل لبریز تھے۔ اسی غلبہ خشیت الٰہی سے ان کو اپنے اوپر نفاق کا شبہ ہوتا تھا جیسا کہ صحیح مسلم ❷ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ دونوں آپس میں اپنے آپ پر نفاق کا شبہ کر رہے تھے حالانکہ ان ہر دو کو دنیا میں ہی جنت کی ضمانت مل چکی تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ اِتِّكَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

والحمد لله على ذالك

---

❶ معجم كبير طبرانی (١٨/٢٨٠، ٢٨١)۔ مسند ابی يعلی (٦٨٢٤)۔ مجمع الزوائد (٩/٢٥۔٢٦) واسناده ضعيف.

❷ صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب فضل دوام الذكر والفكر......، حديث: ٢٧٥٠.

باب نمبر۲۴:

رسولِ مقبول ﷺ کے کھانا کھانے کا بیان

(اس باب میں چھ احادیث ہیں)

اَکْلٌ: کھانا، اہل لغت نے اَکل (کھانا) کی مختلف تعریفیں کی ہیں سب سے جامع مانع تعریف یہ ہے کہ اِدْخَالُ الطَّعَامِ الْجَامِدِ مِنَ الْفَمِ الی الْبَطْنِ جامد کھانے کا منہ سے پیٹ میں داخل کرنا۔ جامد کی قید سے المائع نکل گیا کیونکہ مائع چیز کا منہ سے ادخال اَکلُ نہیں، بلکہ شُرب ہے اس میں پانی، چائے، دودھ، شربت اور اس قسم کی تمام سیال اشیاء شامل ہیں۔

اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سید کائنات ﷺ کے کھانے کا بیان ذکر فرمایا ہے اس باب کی روایات سے آپ ﷺ کے کھانے کے طریقے پر واضح روشنی پڑتی ہے کہ کس طرح بیٹھ کر، کس ہاتھ سے اور کن انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے۔ پھر انگلیوں کو کیسے صاف فرماتے، ہاتھ صاف کرنے کے لیے تولیہ وغیرہ استعمال کیا یا بغیر تولیے کے صاف فرمالیا۔ ان تمام تفصیلات کو اس باب میں بیان کیا گیا ہے۔

کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا:

۲۴-۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ......

عَنْ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ ثَلاثًا۔ قَالَ أَبُو عِيْسَى: وَرَوَى غَيرُ مُحَمَّدِ بْنِ بَشَّارٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَالَ: يَلْعَقُ اَصَابِعَهُ الثَّلاثَ.

''سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (کھانا تناول فرمانے کے بعد) اپنی انگلیوں کو تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں محمد بن بشار کے علاوہ جس نے بھی یہ روایت بیان کی اس نے یوں کہا: آپ ﷺ اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے۔''

تخریج......: اس روایت کی سند صحیح ہے لیکن شاذ ہے کیونکہ یہ ثقات راویوں کی روایت کے مخالف ہے جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کے آخر میں اشارہ کیا ہے اور صحیح مسلم شریف کی روایت کے بھی مخالف ہے جیسا

کہ حدیث نمبر ۱۳۴ اور ۱۳۶ میں آ رہا ہے۔

راوی حدیث......: اس حدیث کے راوی سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں ذیل میں ان کے تذکار درج ہیں۔

سیدنا کعب بن مالک بن ابی کعب عمرو بن القین بن کعب بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ الانصاری الخزرجی العقبی الاحدی رضی اللہ عنہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر اور صحابی تھے اور ان تین میں سے ایک تھے جن کے غزوہ تبوک میں شامل نہ ہونے کے گناہ کی توبہ اور معافی مؤخر کی گئی تھی۔

ان کی براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیس احادیث مروی ہیں جن میں سے تین صحیحین میں، ایک صحیح بخاری میں اور دو صحیح مسلم میں ہیں۔

ان سے ان کے بیٹے عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمان اور محمد نے روایت کی ہے، علاوہ ازیں سیدنا جابر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی روایت کی ہے۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ یہ وہی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے بارے میں آیت مبارک "وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا" نازل ہوئی وہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے حالات اور بعد میں پیش آنے والے احوال خود اپنی زبانی بیان فرماتے ہیں صحیحین میں ان کا تفصیلی واقعہ خود ان کی زبانی منقول ہے قارئین کے ذوق مطالعہ کے پیش نظر اسے ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا نصیحت آموز واقعہ:

عبداللہ اپنے والد سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار نے فرمایا: میں کسی بھی جنگ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا یہاں تک کہ غزوہ تبوک آ گیا۔ میں بیعت عقبہ میں شریک ہوا تھا اور لیلۃ العقبۃ میں موجود ہونا مجھے غزوہ بدر میں شامل ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔ لیکن غزوہ بدر کا تذکرہ لوگوں کی زبان پر بہت زیادہ ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں شامل نہ ہونے پر کسی پر عتاب نہیں کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جانب جانے کا ارادہ فرماتے تو توریۃً دوسری جانب کا اظہار فرماتے، مگر تبوک چونکہ دور کا سفر تھا موسم بھی انتہائی گرم تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر توریہ نہیں کیا تاکہ لوگ اچھی طرح تیاری کر لیں۔

اس جنگ کے ایام میں میں بہت کشادہ دست تھا، میرے پاس دو دو سواریاں تھیں مگر میرا رجحان اچھے پھلوں اور سایوں کی طرف رہا، میں اسی حالت میں تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر تبوک پر روانہ ہو گئے تو میں نے دل میں کہا: چلو کل روانہ ہو جاؤں گا، کچھ سامان خرید کر نکل جاؤں گا اور ان سے جا ملوں گا۔ پھر میں بازار گیا مگر کچھ تنگی محسوس کر کے واپس آ گیا اور سوچا کل چلا جاؤں گا، پھر میری یہی حالت رہی یہاں تک کہ گناہ میرے ساتھ لازم ہو گیا۔ پھر

میں نے جانے کا خیال چھوڑ دیا۔

میں بازار آتا جاتا تو صرف منافق یا کمزور لوگ نظر آتے، تمام لوگ جو نبی اکرم ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے ان کی تعداد اسی تھی جب نبی اکرم ﷺ تبوک پہنچے تو دریافت فرمایا کہ کعب کا کیا حال ہے؟ میری قوم کے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس کو اس کی دو چادروں نے پیچھے رہنے پر آمادہ کیا، نیز اس کا اپنے دونوں کندھوں پر نظر کرتے رہنا وغیرہ نے اس کو پیچھے رکھ لیا (مراد یہ ہے کہ وہ زیب وزینت حسن و جمال کا دلدادہ ہے) تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے اچھی بات نہیں کی ہم تو ان کے متعلق خیر اور بھلائی ہی جانتے ہیں۔

بالآخر نبی اکرم ﷺ کے واپس آنے کا سنا تو میں بہانے تلاش کرنے لگا، پھر جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور غصے سے بھرے ہوئے آدمی کی مسکراہٹ سے مجھے دیکھا تو سب بہانے اور جھوٹ مجھے بھول گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے کعب! تم نے اپنے لیے سواری نہیں خریدی تھی؟ عرض کیا: جی ضرور۔ فرمایا: پھر تجھے کس چیز نے پیچھے رہنے پر مجبور کیا؟ تو میں نے عرض کیا: اگر میں آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے سامنے بیٹھا ہوتا تو ضرور معذرت کر کے اسے مطمئن کر دیتا اور اس کی ناراضگی سے بچ جاتا، کیونکہ جدل ومناظرہ میں مجھے مہارت حاصل ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر آج میں نے آپ ﷺ کے سامنے جھوٹی بات کہی تو آپ مجھ سے راضی ہو جائیں گے، مگر جلد ہی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر میں نے سچی بات کہہ دی تو آپ ﷺ مجھ پر ناراض ہو جائیں گے، مگر میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے گا۔ اللہ کی قسم! پیچھے رہنے میں میرے لیے کوئی عذر نہیں تھا۔ اللہ کی قسم! جس وقت میں پیچھے رہا، جتنا اس وقت طاقتور اور مال دار تھا اتنا اس سے پہلے کبھی نہیں تھا۔ لہٰذا میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرے لیے پیچھے رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے سچی بات کہی ہے۔ پھر فرمایا: اٹھ کر چلا جا، اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کر۔ جب میں حسب ارشاد جانے لگا تو میرے قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ میرے پیچھے دوڑے، اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! اس سے پہلے ہم نے کبھی تیرا کوئی قصور نہیں دیکھا، تجھ سے یہ بھی نہ کہا جا سکا کہ جس طرح دوسرے پیچھے رہنے والے لوگوں نے عذر بیان کیے تھے تم بھی کوئی عذر پیش کر دیتے؟ تمہاری اس غلط بیانی کے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول کا استغفار کافی تھا، جس سے تمہارے گناہ کی تلافی ہو جاتی۔ ان کے اس طرح برابر سرزنش کرنے سے میں نے ارادہ کیا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں واپس آ کر اپنی پہلی بات کی تکذیب کر دوں، لیکن میں نے ان سے پوچھا: کسی دوسرے کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا ہے جو مجھ سے ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں دوسرے دو آدمیوں نے بھی وہی کہا ہے جو تم نے کہا ہے۔ اور ان کو بھی وہی حکم ہوا ہے جو تمہیں ہوا ہے۔ میں نے کہا: وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: ایک مرارہ بن ربیع عامری رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے ھلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہ ہیں۔'' میں نے کہا: یہ دونوں میرے لیے نمونہ ہیں۔ میں اپنی

پہلی بات پر پکا ہو گیا، آنحضرت ﷺ نے پیچھے رہنے والوں میں سے ہم تینوں کا مقاطعہ کر دیا اور مسلمانوں کو ہمارے ساتھ سلام وکلام سے منع کر دیا۔ آپ ﷺ کا یہ حکم سن کر سب لوگ ہم سے دور ہو گئے اور ان کی حالت بدل گئی۔ یہاں تک کہ مجھے یہ زمین بیگانی زمین معلوم ہوتی تھی۔ اور میں سمجھتا تھا کہ یہ زمین وہ زمین نہیں، جس کو میں جانتا تھا۔ ہم نے اس حالت میں پچاس دن گزارے، میرے دونوں ساتھی کمزور پڑ گئے اور سوائے رونے کے ان کا کوئی کام نہ تھا، وہ گھر سے باہر بھی نہیں نکلتے تھے، میں چونکہ ان دونوں سے جوان بھی تھا اور بدن میں طاقت بھی تھی، میں گھر سے نکلتا، مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز باجماعت ادا کرتا، پھر بازاروں میں چلتا پھرتا، مگر کوئی شخص مجھ سے کلام نہ کرتا، میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور نماز کے بعد آپ ﷺ کو سلام عرض کرتا، اور اپنے دل میں کہتا: کیا حضور ﷺ نے میرے سلام کے جواب میں ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں؟ پھر میں آپ ﷺ کے نزدیک کھڑا ہو کر نماز پڑھتا، اور چوری چوری آپ ﷺ کی طرف دیکھتا، جب میں نماز میں متوجہ ہوتا تو آپ ﷺ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو آپ منہ پھیر لیتے۔ جب مجھ سے لوگوں کی یہ جفا دراز ہوئی تو ایک دن میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، جو میرے چچا زاد بھائی تھے اور مجھے سب لوگوں سے محبوب بھی تھے۔ میں ان کے باغ کی دیوار پھلانگ کر ان کے پاس پہنچا اور السلام علیکم کہا، مگر واللہ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب میں نے دیکھا کہ انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا، ابوقتادہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں؟ مگر وہ خاموش رہے، میں نے دوسری دفعہ اللہ کی قسم دے کر یہی بات کہی، مگر وہ پھر بھی خاموش رہے، جب میں نے تیسری بار قسم دے کر یہ بات کہی تو انہوں نے صرف یہ کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، میں ان کی اس سردمہری کو دیکھ کر رو پڑا اور پہلے کی طرح دیوار پھلانگ کر باغ سے باہر آ گیا، ایک دن میں مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا، میں نے دیکھا کہ شام کا ایک کسان، جو مدینہ میں غلہ بیچنے آیا تھا، لوگوں سے پوچھ رہا ہے: کعب بن مالک کا گھر کدھر ہے؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ یہ کعب بن مالک ہے۔ وہ میرے پاس آیا تو اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کی ایک چٹھی دی، میں پڑھا لکھا تھا میں نے وہ چٹھی پڑھی۔ اس میں لکھا تھا: امابعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرے نبی ﷺ نے تجھ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل ورسوا اور ضائع ہونے سے بچائے۔ اس لیے ہمارے پاس چلے آؤ، ہم تم سے بہتر سلوک کریں گے۔

میں نے یہ چٹھی پڑھ کر اپنے دل میں کہا، یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ مجھے اتنی تکلیف پہنچی کہ ایک مشرک مجھے دین سے پھیرنے کی آس لگائے بیٹھا ہے۔ پھر میں نے وہ چٹھی تنور میں جلا کر خاک سیاہ کر دی۔

جب پچاس راتوں میں چالیس راتیں گزریں، تو رسول اللہ ﷺ کا ایک ایلچی آیا اور کہنے لگا: اللہ کے

رسول ﷺ نے تجھے حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا: کیا میں اس کو طلاق دے دوں؟ بولا: ''نہیں، بلکہ اس سے الگ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ آپ ﷺ نے تیرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی یہی حکم بھیجا ہے۔'' میں نے اپنی بیوی سے کہا: جب تک اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں ہوتا، تم اپنے میکے چلی جاؤ۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ حکم سن کر ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! ہلال بن امیہ بہت ضعیف ہے، خدمت کرنے کے لیے اس کے پاس کوئی خادم بھی نہیں، میں اس کی خدمت کروں تو آپ ﷺ اس کو پسند کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، مگر وہ تمہارے قریب نہ جائے بولی: واللہ! اس میں اس کی حرکت تک نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! جب سے اس کا مقاطعہ ہوا ہے آج تک گھر میں پڑا روتا رہتا ہے۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، مجھ سے کسی عزیز نے کہا: جس طرح آپ ﷺ نے ہلال کی بیوی کو اس کی خدمت کرنے کی اجازت دے دی ہے، تم بھی آپ ﷺ سے اپنی بیوی کے لیے اجازت لے لو، میں نے قسم دے کر کہا: اللہ کی قسم! میں اس کے لیے آنحضرت ﷺ سے اجازت نہیں لوں گا، میں جوان آدمی ہوں۔ معلوم نہیں، رسول اللہ ﷺ کیا جواب دیں گے؟ اس کے بعد دس راتیں اور گزریں اور ہمارے مقاطعہ پر پچاس راتیں پوری ہوگئیں۔ میں صبح کی نماز پڑھ کر اپنے مکان کر چھت پر اسی حالت میں بیٹھا تھا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ''ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ'' میری جان بھی میرے لیے تنگ ہوگئی تھی اور زمین بھی باوجود فراخ ہونے کے مجھ پر تنگ ہوگئی تھی۔ میں نے اپنے گھر کی چھت پر ایک خیمہ لگالیا تھا اور میں اس میں رہتا تھا۔ میں نے سلع پہاڑی پر ایک آدمی کو بلند آواز سے کہتے سنا: کعب بن مالک! تجھے بشارت ہو۔ میں سجدے میں گر پڑا اور جان لیا کہ ہماری مشکل حل ہوگئی ہے۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اور بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری توبہ قبول ہونے کا اعلان کیا۔ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لیے مسجد سے نکلے، میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی خوشخبری دینے والے گئے، میری طرف تو ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑا، اور اسلم قبیلہ کا ایک آدمی پیدل بھاگا۔ جب اس نے دیکھا کہ گھڑ سوار اس سے آگے نکلا جا رہا ہے تو اس نے پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے بشارت دی۔ آواز گھوڑے سے پہلے پہنچ گئی۔ جب وہ آدمی آیا، جس کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر بشارت کی خوشی میں اس کو دے دیئے۔ میرے پاس اس وقت دوسرے کپڑے نہیں تھے۔ میں نے مانگ کر دو کپڑے پہنے، اور رسول اللہ ﷺ کی طرف چلا۔ راستہ میں لوگ فوج درفوج ملتے تھے اور توبہ قبول ہونے پر مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ قبول ہونے پر تمہیں مبارک ہو۔ میں جب مسجد میں داخل ہوا، تو آنحضرت ﷺ ابھی تک تشریف فرما تھے اور آپ کے اردگرد لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑ کر میرے پاس آئے، مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ واللہ! مہاجرین میں سے سوائے طلحہ رضی اللہ عنہ کے دوسرا کوئی آدمی اٹھ کر میرے پاس نہیں آیا۔ میں طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو السلام علیکم کہا تو دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ خوشی کی وجہ سے چمک رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خوش ہو جاؤ آج تم پر وہ دن آیا ہے کہ جب سے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو، اس سے بہتر دن تم پر کوئی نہیں آیا۔ کعب کہتے ہیں میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ توبہ کی قبولیت آپ ؐ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔''

آنحضرت ﷺ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ اس طرح چمکتا، جیسے وہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے اور ہم نے ایسا بارہا دیکھا ہے۔ جب میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی توبہ کی خوشی میں اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کو دیتا ہوں! آپ ﷺ نے فرمایا کچھ مال اپنے لیے رکھ لو، یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا، میں نے کہا: پھر میں خیبر والا مال اپنے لیے رکھتا ہوں۔ پھر کہا: یا رسول اللہ! سچ بولنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات دی ہے اور میں اپنی توبہ کے شکر یہ میں یہ عہد کرتا ہوں کہ اپنی پوری زندگی میں ہمیشہ سچ بولوں گا۔ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سے میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ عہد کیا ہے، میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کو سچ بولنے کی اتنی اچھی توفیق دی ہو، جتنی اچھی توفیق مجھے مرحمت فرمائی، جب سے میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے یہ عہد کیا ہے آج تک کبھی جھوٹ کا خیال تک دل میں نہیں آیا اور امید کرتا ہوں کہ باقی ماندہ زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔

ہماری توبہ کی قبولیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیاتِ مبارکات نازل فرمائیں۔

﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اِلٰى قوله وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

(التوبہ : ۱۱۷، ۱۱۹)

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اسلام لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے، میرے خیال میں، مجھ پر اتنا بڑا احسان کبھی نہیں کیا جتنا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں سچ بولنے کی توفیق دے کر دیا اور مجھ سے جھوٹ نہیں بلوایا، ورنہ میں بھی دوسرے جھوٹ بولنے والوں کی طرح ہلاک ہو جاتا۔ جب وحی نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں کے حق میں اتنی سخت بات کہی جو کسی کے حق میں کبھی نہیں کہی ہوگی۔ ان کے متعلق فرمایا:

﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ

رِجْسٌ ....الآیه﴾ (التوبه : ۹۵)

’’کہ عنقریب یہ تمہارے پاس آ کر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے۔ جب تم ان کے پاس لوٹو گے، تاکہ تم ان سے اعراض کرو، پس تم ان سے اعراض کرلو یہ پلید لوگ ہیں۔‘‘

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسمیں کھانے کے بعد جن لوگوں کا عذر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کر لیا ہم تین آدمیوں کو ان سے مؤخر کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی اور ان کے حق میں استغفار بھی کیا۔ لیکن ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آنے تک تاخیر کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ....الآیه﴾ (التوبه : ۱۱۸)

’’ان تین آدمیوں کی توبہ بھی قبول ہوگئی جن کو مؤخر کر دیا گیا تھا۔‘‘

اس تاخیر سے ہمارا جنگ سے پیچھے رہنا مراد نہیں، بلکہ اس سے مراد ہمارا معاملہ ان لوگوں سے مؤخر کرنا ہے، جنہوں نے قسمیں کھائی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا تھا۔ انتہیٰ۔ [1]

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ۵۰ھ میں فوت ہوئے جبکہ ہیثم بن عدی ۵۱ھ بتاتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

تشریح:

❀ کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے‘‘، تاکہ انگلیوں کے ساتھ لگا ہوا کھانے کا معمولی حصہ بھی ضائع نہ ہو، اور ایک روایت میں انگلیاں چاٹنے کی علت بھی بیان کی گئی ہے وہ یہ کہ فَـاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ أَيَّتِهِـنَّ الْبَـرَكَةُ: [2] کہ اس کو پتہ نہیں کہ کس انگلی میں برکت ہو۔ اسی طرح برتن کا چاٹنا بھی سنت ہے صاحب مواھب نے اس بارے میں حدیث نقل کی ہے کہ ’’جس کسی نے کھانا کھایا، پھر اسے چاٹ لیا تو وہ برتن اس کے لیے استغفار کرتا ہے۔‘‘ [3] صاحب المواب اللدنیہ نے اس مقام پر ایسی روایات درج کیں ہیں جن کی صحت وسقم کی پرواہ کیے بغیر انہوں نے برتن چاٹنے کو بڑی اہمیت دی ہے ان روایات میں سے کچھ یہ ہیں:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالك حدیث: ٤٤١٨۔ صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب حدیث توبه کعب بن مالك وصاحبیه، حدیث: ٢٧٦٩.

[2] صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع، حدیث: ٢٠٣٥.

[3] سنن ترمذی، کتاب الاطعمة، باب ما جاء فی اللقمة تسقط، حدیث: ١٨٠٤۔ سنن ابن ماجه (٣٢٧١) واسناده ضعیف۔ امام عاصم مجہول راوی ہے۔

۱: جس نے برتن چاٹ لیا، پھر اسے دھویا اور وہی پانی پی لیا، اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ ❶

۲: جس نے دستر خوان پر گرے پڑے کھانے کے ٹکڑے کھائے یا جو پلیٹ سے گرا ہوا سے اٹھالیا اور پھر کھالیا، تو وہ فقر، برص اور جذام سے مامون رہے گا، اور اس کی اولاد حماقتوں سے محفوظ رہے گی۔ ❷

۳: جس نے دستر خوان پر گرنے والے ٹکڑے کھائے، اس کو اللہ تعالیٰ خوبصورت اولاد دے گا، اور وہ فقر سے محفوظ رہے گا۔ ❸

۴: جس نے کھانے کے بعد پلیٹ چاٹ لی اور پھر انگلیاں چاٹ لیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو دنیا و آخرت میں بھوک سے محفوظ رکھے گا اور پیٹ بھر کر رزق عطاء فرمائے گا۔

❀ قال ابوعیسیٰ...... الخ'' سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ محمد بن بشار کے علاوہ دوسرے راویوں نے لفظ ثلاثاً کے بجائے الثلاث نقل کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تین مرتبہ چاٹنا مراد نہیں، بلکہ تین انگلیوں کو چاٹنا مراد ہے۔ اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ اسی باب کی حدیث نمبر ۴ میں اسی کی صراحت آرہی ہے۔

کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا:

۲-۲۴ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ ، ثَنَا عَفَّانُ ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ ، عَنْ ثَابِتٍ...... عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کھانا تناول فرمالیتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹتے تھے۔''

تخریج : صحيح مسلم ،كتاب الأشربة (۱۳٦/۳، برقم ۱٦۰۷)، سنن ترمذی، ابواب الاطعمة (۱۸۰۳/٤)، سنن أبی داؤد ،كتاب الأطعمة (۳۸٤٥/۳)، مسند احمد بن حنبل (۲۹۰/۳)، أخلاق النبی ﷺ لأبی الشيخ (ص : ۲۰۸)بدون الثلاث ۔

تشریح وفوائد:

❀ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ❹ فرماتے ہیں: کھانے کے بعد پونچھنے اور دھونے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنا

---

❶ تخريج احاديث الاحياء (۳۱۲/۳) بحواله الثواب لابی الشيخ واسناده منكرا جداً.

❷ تذكرة الموضوعات (۱٤۲/۱) اسناده ضعيف جداً. یوسف بن ابی یوسف قاضی راوی مجہول ہے۔

❸ لم اجده. ❹ فتح البارى (٦۱۳/٦).

مسنون ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ پونچھنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو چاٹ لے، تاکہ برکت کی محافظت ہو [1] اور انگلیوں کی صفائی ہو جائے، کھانے کے دوران نہ چاٹے کیونکہ اس طرح کرنا کھانے کو ناپسند بنا دے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''خود چاٹ لے یا کسی کو چٹا دے''، [2] لہٰذا جو برکت سمجھتا ہو وہ ایسے شخص کو چٹا دے جو اسے ناپسند نہ جانتا ہو۔ مثلاً اپنے بیٹے، خادم یا بیوی وغیرہ کو چٹا دے، جو اس سے محبت کرتے ہوں اور لذت محسوس کرتے ہوں۔

❀ اس حدیث سے اشارہ ملتا ہے کہ آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے۔ صراحتاً بھی احادیث میں وارد ہے کہ ''آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے۔'' [3] کیونکہ متکبر لوگ ایک انگلی سے کھاتے ہیں اور حریص لوگ پانچ انگلیوں سے کھاتے ہیں بلکہ ہتھیلی کی مدد سے بھی کھانا اندر دھکیلتے ہیں۔ لہٰذا راہِ اعتدال یہی ہے کہ تین انگلیوں سے کھانا کھایا جائے، اور کھانے سے فارغ ہو کر ان کو چاٹ لیا جائے۔ انگلیوں کو چاٹنے کی علت گذشتہ حدیث میں بیان کر دی گئی ہے کہ ''اس کو پتہ نہیں ہوتا کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔'' جو کھانا کھالیا اس میں برکت ہے؟ یا جو انگلیوں پر ہے اس میں برکت ہے؟ یا اس میں جو برتن میں رہ گیا؟ یا اس لقمہ میں جو نیچے گر گیا؟ اس لیے حتی الامکان ہر جگہ سے برکت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

❀ صحیح مسلم میں ہے کہ ''شیطان تمہارے ہر کام میں آنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ تمہارے کھانے میں بھی، تو جب تم میں سے کسی سے کوئی لقمہ گر جائے تو وہ اسے جھاڑ پونچھ کر کھالے، اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے۔'' [4]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ [5] فرماتے ہیں: برکت سے مراد خوراک وغذا اور انجام پر تکلیف سے سلامتی ہے اور اطاعت الٰہی پر قدرت ہے۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کچھ لوگ جن کے دماغ مال ودولت کی فراوانی نے بگاڑ دیئے ہیں وہ کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنے کو برا سمجھتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو کھانا انگلیوں کے ساتھ لگ گیا ہے وہ بھی اسی کھانے کا حصہ ہے جسے ابھی ابھی انہوں نے کھایا ہے، تو جب وہ خراب اور فاسد نہیں ہے تو یہ باقی ماندہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع، حدیث: ۲۰۳۳/۱۳٤.

[2] صحیح بخاری، کتاب الاطعمة، باب لعق الاصابع ومصها، حدیث: ٥٤٥٦ـ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع، حدیث: ۲۰۳۱.

[3] صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع، حدیث: ۲۰۳۲.

[4] صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع، حدیث: ۲۰۳۳/۱۳٥.

[5] شرح مسلم للنووی (۷٦/۷).

حصہ جو انگلیوں کو لگا ہوا ہے وہ کیسے خراب ہو گیا ہے؟ اور اس طرح انگلیوں کو چاٹنا کوئی معیوب اور سوء ادب بھی نہیں ہے کہ انسان کلی بھی کرتا ہے اور پھر دانتوں پر انگلیاں بھی رگڑتا ہے۔ یہ بات تب ہے جب کوئی صرف ذاتی طور پر اس عمل کو اچھا نہ سمجھتا ہو، اگر اس نسبت سے برا سمجھتے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا ہے تو یہ شخص پکا کافر ہو جاتا ہے۔''

ٹیک لگا کر کھانا کھانا جائز نہیں:

۲۴-۳: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ الصُّدَائِيُّ الْبَغْدَادِيُّ، ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِسْحَاقَ يَعْنِي الْحَضْرَمِيَّ- حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ......

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ "أَمَّا أَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا .

''سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔''

تخریج...... اس حدیث کی تخریج کے لیے ملاحظہ فرمائیں: حدیث نمبر ۱۲۸۔

تشریح:...... اکثر علماء نے اس ''اتکاء'' کی شرح کسی ایک جانب یا پہلو پر جھکنے اور مائل ہونے سے کی ہے کیونکہ اس طرح کھانا کھانے والے کو تکلیف ہوتی ہے۔ کھانا رگوں میں ٹھیک طرح نہیں چلتا، اور معدے میں تیزی سے نفوذ نہیں کر سکتا، بلکہ اکثر طور پر معدہ خراب ہو جاتا ہے اور بے شمار بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

امام بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تکیہ لگا کر کھانے کو مکروہ سمجھتے تھے تا کہ کہیں ان کے پیٹ نہ بڑھ جائیں، [1] امام ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہوا ہے کہ ''آپ ﷺ گھٹنوں کے بل تورک کر کے کھانے کے لیے بیٹھتے تھے اور بایاں پاؤں بطور اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب کے بچھا دیتے تھے، یہ طریقے انفع اور افضل ہے کیونکہ اس طرح تمام اعضاء طبعی وضع پر ہوتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں بنایا ہے۔''

۲۴-۴: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ......

ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ نَحْوَهُ .

''سفیان نے علی بن الاقمر سے اسی طرح حدیث روایت کی ہے۔''

تین انگلیوں سے کھانا کھانا:

۲۴-۵: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، ثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ......

---

[1] مصنف ابن ابی شیبة (۵/۵۶۵).

عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ وَيَلْعَقُهُنَّ .

''سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور (کھانے سے فارغ ہوکر) ان کو چاٹ لیا کرتے تھے۔''

تخریج: صحیح مسلم (۱٦۰۵/۳)، سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة (۳۸٤۷/۳)، مسند أحمد بن حنبل (٤٥٤/۳)، أخلاق النبی ﷺ لأبی الشیخ (ص : ۲۰۹)

تشریح :......تین انگلیوں سے کھانا مستحب ہے، چوتھی اور پانچویں انگلی کو بلاضرورت ساتھ نہ ملایا جائے، روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کبھی کبھی چوتھی انگلی کو بھی ساتھ ملا لیتے، اور آپ دو انگلیوں سے نہ کھاتے تھے، اور فرمایا کہ دو سے شیطان کھاتا ہے، سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ پانچ انگلیوں سے کھاتے تھے۔ [1] مگر یہ عمل بہت شاذ و نادر ہے اور بطور جواز ہوگا، بلکہ مرسل ہونے کی وجہ سے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ کی اکثر عادت تین انگلیوں سے کھانے کی ہے اور یہ چیز بہت انفع ہے۔ کیونکہ ایک انگلی سے کھانا متکبرین کی علامت ہے اس سے کھانے والا لذت بھی محسوس نہیں کرسکتا، یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی ایک ایک دانہ اپنا حق لے، اور دو انگلیوں سے کھانا شیطانی عمل ہے اور پانچ سے کھانا لالچیوں اور حریصوں کا کام ہے جو معدے پر کھانا انڈیلتے ہیں، بسا اوقات ایسے کھایا ہوا کھانا ہضم بھی نہیں ہوتا بلکہ فوراً اور اچانک موت لے آتا ہے۔

مزید تشریح کے لیے حدیث نمبر ۱۳۴ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اکڑوں بیٹھ کر کھانا کھانا:

۲٤-٦ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ ، ثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ ، ثَنَا مُصْعَبُ بْنُ سُلَيْمٍ...... قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِتَمْرٍ فَرَأَيْتُهُ يَأْكُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوْعِ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ انہیں کھا رہے تھے اور آپ بھوک کی وجہ سے پنڈلیاں کھڑی کیے ہوئے اپنے سرینوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔''

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الأشربة (۱٤۷/۳، برقم ۱٦۱٦)، سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة

[1] فتح الباری (٦۱۳/٦) وسندہ ضعیف للارسالہ

(۳/۱۷۷۱)، سنن دارمی، کتاب الأطعمة (۲/۲۰۶۲)، مسند احمد بن حنبل (۳/۱۸۰).

☆ **مفردات :**

مُقْع: اِقْعَاءٌ سے ہے جس کا معنیٰ پچھلی جانب ٹیک لگانا، لیکن یہاں معنی ہے پنڈلیاں کھڑی کر کے سرینوں کے بل بیٹھنا۔

تشریح :......امام اہل اللغۃ امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہل لغت کے نزدیک اِقعاء یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے سرین زمین سے لگا دے اور پنڈلیوں کو کھڑا کر دے، امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس اقعاء کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے تھے وہ یہ ہے کہ آپ کولہوں پر جلدی کی حالت میں پنڈلیوں کو کھڑا کر کے بیٹھتے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اقعاء یہ ہے کہ کولہوں پر بیٹھے اور رانوں اور گھٹنوں کو کھڑا کرے۔ ابوعبید القاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے مگر ساتھ یہ کہا ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر رکھے۔

خاتمۃ المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سرینوں پر بیٹھنا اور پنڈلیوں کو کھڑا کرنا اقعاء ہے لیکن یہ نماز میں ممنوع ہے کہ اس طرح کلوب ووحوش بیٹھتے ہیں، اور کھانے کے وقت یہ غلاموں سے تشبہ ہے، اور انتہائی تواضع کی علامت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے میں استناد نہیں کرتے تھے اور احتباء کی حالت میں کھانا تناول فرماتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھنا ثابت ہے لہٰذا یہ اقعاء بھی اسی پر محمول کیا جائے گا یعنی آپ بھوک کے ضعف کی وجہ سے احتباء کی حالت میں استناد کیے ہوئے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَكْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

والحمد للّٰہ علی ذالك

☆............☆............☆

باب نمبر ۲۵:

رسول اللہ ﷺ کی روٹی کا بیان

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

اس باب میں سید الانبیاء، امام المرسلین، صاحب لواء الحمد جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی روٹی کا ذکر ہے گذشتہ باب میں آپ ﷺ کے کھانے اور اس کی کیفیت کا بیان تھا اب اس باب میں کھائی جانے والی روٹی کا تذکرہ ہے کہ وہ کس نوع کی تھی، گندم کی یا جو کی یا میدے کی؟ میدے کی روٹی کھانا تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ میدہ کی روٹی اس وقت امیر وکبیر لوگوں کی غذا تھی اسی طرح گندم سرزمین حجاز میں کاشت ہی نہیں ہوتی تھی بلکہ دور دراز کے علاقوں مثلاً شام وغیرہ سے منگوائی جاتی۔ آپ ﷺ اور آپ کے اہل خانہ کا گزران انتہائی قناعت اور صبر کے ساتھ ہوتا، نبی اقدس ﷺ کو عموماً جو کی روٹی میسر آتی آپ وہی تناول فرما کر رب العالمین کا شکر ادا کرتے۔ پہلے بیان گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ انتہائی تواضع سے کھانا تناول فرماتے جیسے کہ عام بندہ، کبھی میز پر روٹی تناول نہیں فرمائی، زمین پر ہی عاجزی اور تواضع سے بیٹھ جاتے، غرضیکہ سید ولد آدم وسید الفقراء کی تمام عادات تواضع اور انکساری کا اعلیٰ نمونہ تھیں کبھی کسی عادت شریفہ میں تکبر وغرور اور نخوت ونخرا کا اظہار نہ ہوا۔ لیکن تواضع وانکساری کے ساتھ ساتھ وقار کو ملحوظ رکھتے اور اس کے منافی کوئی کام نہ کرتے۔ آج ایک طبقہ کے اکثر لوگ جو نانِ جویں کھا کر درویشانہ زندگی گزارتے ہیں وہ اپنی تواضع وانکساری میں وقار کو بھول جاتے ہیں، صفائی ستھرائی کے قریب نہیں جاتے، نظافت ونفاست تو دور کی بات! نجاست تک سے پرہیز نہیں کرتے اور ہر وقت گدلے پن کا شکار رہتے ہیں، اور دیکھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ دورلیش بابا بڑے پہنچے ہوئے ہیں اور اتنے فنا فی الشیخ، فنا فی التصوف فنا فی اللہ...... ہیں کہ اپنے کپڑوں تک کی انھیں خبر نہیں۔ یہ انداز درویشی قطعی طور پر مطلوب نہیں ہے بلکہ تواضع وانکساری کے ساتھ ساتھ وقار کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

اسی طرح دوسرے طبقے کے اکثر لوگ آج تکبر کو وقار سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے تکبر: بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (حق اور سچ بات کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا اور اپنے آپ کو بڑا خیال کرنا ہے) جبکہ وقار اپنے آپ کو سفاہت اور رذیل پن سے ملحوظ رکھنے کا نام ہے، تواضع وانکساری وقار کی علامت ہے جبکہ تکبر وقار کے منافی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذخیرہ احادیث سے اس باب میں ایسی آٹھ احادیث منتخب کیں ہیں جن میں رسول رسولاں، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کا بیان ہے۔

شانِ فقر۔ دو دن بھی متواتر سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی:

۲۵-۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ يُحَدِّثُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ......

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم.

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ کے اہل خانہ نے مسلسل دو دن بھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔''

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الزهد (٤/٢٢ برقم ٢٢٨٢)، سنن ترمذی، ابواب الزهد عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم (٤/٢٣٥٧) وقال ابوعيسیٰ: هذا حديث حسن صحيح، وسنن ابن ماجه، كتاب الأطعمة (٢/٣٣٤٦) من طريق عبدالرحمان بن يزيد عن الأسود عن عائشة...... به، وصحيح بخاری، كتاب الأطعمة (٩/٥٤١٦) وفی الرقاق (١٠/٦٤٥٤)، من طريق ابراهيم عن الأسود عن عائشة رضی اللہ عنہا بلفظ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لِيَالٍ تِبَاعًا حَتَّى قُبِضَ وكذالك عند أحمد فی مسنده (٦/١٢٨، ١٥٦، ٢٥٥، ٢٧٧) بألفاظ متقاربة۔

☆ مفردات:

مَا شَبِعَ: وہ شکم سیر نہ ہوئے۔ شَبْعٌ: شکم سیر ہونا، پیٹ بھرا ہونا، شِبْعٌ: وہ کھانا جس سے سیر ہوا جا سکے اور شِبَعٌ: مصدر ہے یعنی سیر ہونا، پیٹ بھرا ہونا۔

آلُ مُحَمَّدٍ اٰلُهُ: یعنی عياله الذين كا نوا فی مُئُونَتِهٖ: زیر کفالت لوگ۔

مُتَتَابِعَيْنَ: پے در پے، مسلسل۔ یکے بعد دیگرے، متواتر۔

تشریح: ......اس روایت کے صحیح بخاری میں الفاظ یہ ہیں کہ ''مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ بُرٍّ ثَلَاثَ لِيَالٍ تِبَاعًا حَتَّى قُبِضَ'' [1] یعنی مدینہ آنے کے بعد تا وقت وفات گندم کی روٹی سے متواتر تین دن رات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے سیر نہیں ہوئے۔

صحیح مسلم کے الفاظ ہیں کہ ''مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَيْنِ مِنْ خُبْزٍ إِلَّا اِحْدٰهُمَا تَمْرٌ'' [2] یعنی

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الاطعمة، باب ما كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه يأكلون، حديث: ٥٤١٦.

[2] صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن، حديث: ٢٩٧١.

آل محمد ﷺ کو دو دن بھی شکم سیر ہو کر روٹی میسر نہیں آئی مگر ان میں ایک دن کھجور ہوتی، صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں: مَا اَکَلَ اٰلُ مُحَمَّدٍ ﷺ اَکْلَتَیْنِ فِیْ یَوْمٍ اِلَّا وَاِحْدٰھُمَا تَمْرٌ" ❶ یعنی آپ ﷺ کے اہل خانہ نے ایک دن میں دو دفعہ کوئی پکایا ہوا نہیں کھایا، ہاں ایک دفعہ کھجور ہوتی۔ جبکہ صحیح بخاری و مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال کا نفقہ وخرچہ ذخیرہ بنا لیتے تھے، ❷ تو اس کا جواب امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ آپ ﷺ یہ عمل اپنی زندگی کے آخری سالوں میں کرتے تھے لیکن جب لوگوں کی ضرورتیں پیش آتیں تو آپ سب کچھ ان پر خرچ کر دیتے اور جو ذخیرہ بنایا ہوتا وہ بہت جلد خرچ ہو جاتا۔ اس سے بھی صحیح جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ ان کا سالانہ خرچہ جو جمع فرماتے وہ سیر ہو جانے کے برابر نہیں ہوتا تھا بلکہ بہت کم ہوتا، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے لیے اتنا ذخیرہ نہ بناتے ہوں گے کہ آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے اہل خانہ بھی سیر ہو جائیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "جب نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی تو میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار کھاتا ہو، ہاں تھوڑے سے جو تھے جو میری ایک مشک میں تھے تو میں اس سے کافی عرصہ تک کھاتی رہی، پھر میں نے اس کو ماپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔" ❸ چونکہ سخاوت و سماحت، فقیروں، عاجزوں، مسکینوں اور غریبوں کی پرورش کرنا، ان کو کھانا کھلانا اور ان سے ایثار و مواساۃ کا سلوک کرنا سید کائنات ﷺ کے گھرانہ کا خاص وصف تھا لہٰذا جو کچھ جمع ہوا ہوتا، اسی سے ان ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کر دی جاتیں، اور خود ایک دن روٹی اور سالن نوش جاں کرتے اور دوسرے دن کھجور پر گزارن ہوتی۔

حضور اقدس ﷺ کے دسترخوان پر کچھ بھی نہ رہتا:

۲۵-۲: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا حَرِيْزُ بْنُ عُثْمَانَ......

عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُوْلُ: مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خُبْزُ الشَّعِيْرِ.

"سلیم بن عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں کے ہاں کبھی جو کی ایک روٹی بھی نہیں بچتی تھی۔"

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ، واصحابه، حدیث: ٦٤٥٥.

❷ صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنة علی اهله، حدیث: ٥٣٥٧،٥٣٥٨۔
صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب حکم الفیٔ، حدیث: ١٧٥٧ مطولاً.

❸ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس۔ باب نفقة نساء النبی ﷺ، حدیث: ٣٠٩٧۔ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن للمؤمن، حدیث: ٢٩٧٣۔

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الزهد (٤/٢٣٥٩) وقال: حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه، مسند احمد بن حنبل (٥/ ٢٦٠، ٢٦٧)، طبقات ابن سعد (١، ٤٠١).

سیدنا ابوامامہ الباہلی کا تعارف:

راوی حدیث...... اس حدیث کے راوی سیدنا ابوامامہ الباہلی البلوی الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا نام ایاس بن ثعلبہ یا عبداللہ بن ثعلبہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے کے علاوہ سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایت کرتے ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں سلیمان بن حبیب المحاربی، مکحول الشامی، ابوسعید جحدری، عبداللہ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ جنگ بدر میں شرکت کے لیے گئے تھے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں والدہ کی خدمت کے لیے واپس بھیج دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر سے واپس آئے تو اس صحابی رسول کی والدہ وفات پا چکیں تھیں۔[1] کہا جاتا ہے کہ یہ شام کے ملک میں چلے گئے تھے اور وہیں وفات پائی۔

☆ مفردات:

يَفْضُلُ: فَضَلَ وفَضِلَ بمعنی بَقِيَ وزَادَ: زیادہ ہونا اور باقی رہ جانا۔

تشریح:

دستر خوان پر جب کھانا چنا جاتا، تو وہ اتنا ہی ہوتا تھا کہ سارا کھالیا جاتا، اس سے بمشکل شکم سیری ہوتی تھی۔ امام ابن سعد نے سیدنا ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان سے تا وقت وفات روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں بچا کرتا تھا جس کو اٹھایا جاتا ہو،[2] اس کو بھی ماقبل حدیث پر محمول کیا جائے گا کہ کھانا نہایت قلیل ہوتا، اتنی فراخی نہ ہوتی کہ ضرورت سے زائد کھانا تیار ہوتا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل کئی راتیں خالی پیٹ گذریں:

٣-٢٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ، حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ هَلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةِ طَاوِيًا هُوَ وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اور آپ کے اہل خانہ بھی مسلسل کئی کئی راتیں خالی پیٹ ہی گزار دیتے، ان کے پاس رات کا کھانا

---

[1] معجم کبیر طبرانی (٧٩٠)۔ الاصابة (٣/٢٨٤)۔ الاستيعاب (٢/٩).

[2] طبقات ابن سعد (١/٤٠١)۔ مسند احمد (٢٤٠٦٧).

خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ. نہ ہوتا، اور اکثر ان لوگوں کی روٹی جو کی ہوتی تھی۔"

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الزهد (٢٣٥٩/٤) وقال: حديث حسن صحيح۔ سنن ابن ماجه، كتاب الأطعمة (٤٧٣٣/٢)، مسند احمد بن حنبل (٢٥٥/١، ٣٧٣، ٣٧٤) طبقات ابن سعد (٤٠٠/١).

☆ **مفردات:**

طَاوِيًا: طَوٰى يَطْوٰى طَيًّا: بھوک والا ہونا، یہ باب ضَرَبَ سے ہو تو بمعنی لپیٹنے کے، اور اگر باب عَلِمَ سے ہو تو بمعنی بھوکا رہنے کے ہیں یہاں طاویاً کا معنی بھوکا ہونا کیا جائے گا۔ مراد خالی پیٹ ہونا۔

عَشَاءً: بفتح العین، رات کا کھانا اور بکسر العین رات کی نماز۔

تشریح:...... یہ نبی اکرم ﷺ کی شان فقر ہے کہ کھانا نہ ہونے کے باوجود کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ کئی کئی راتیں اس حالت میں گزارنا آپ ﷺ کے فقر و زہد میں ہی ہے کسی دوسرے ریفارمر اور انقلابی قائد میں اس قدر قناعت کا پایا جانا نادر الوجود ہے۔

دور نبوی ﷺ میں چھاننیاں نہیں ہوتی تھیں:

٢٥-٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ الْحَنَفِيُّ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، ثَنَا أَبُوْ حَازِمٍ......

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ قِيْلَ لَهُ: أَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّقِيَّ؟ -يَعْنِي الْحُوَّارَي- فَقَالَ سَهْلٌ: مَا رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّقِيَّ، حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى. فَقِيْلَ لَهُ: هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ. قِيْلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِالشَّعِيْرِ؟ قَالَ: كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مِنْهُ مَا طَارَ ثُمَّ نَعْجِنُهُ.

"سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے کبھی چھنے ہوئے آٹے یعنی میدے کی روٹی تناول فرمائی تھی؟ تو سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ نے کبھی میدے کی روٹی دیکھی تک نہیں حتی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ پھر سیّدنا سہل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا یارسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں آپ لوگوں کے پاس چھاننیاں نہیں ہوتی تھیں؟ جواب دیا کہ ہمارے پاس چھاننیاں نہیں ہوتی تھی۔ پھر سوال کیا گیا کہ تم جو کے آٹے کا کیا کرتے تھے؟ جواب دیا کہ ہم اس میں پھونک مارتے تھے پس اس سے اڑنے والی چیز (چھلکا) اڑ جاتا تھا پھر ہم اس آٹے کو گوندھ لیتے تھے۔"

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الأطعمة(٥٤١٣/٩) وفی لفظه: وَمَا بَقِیَ ثَرَّیْنَاهُ فَاَ کَلْنَاهُ سنن ترمذی، ابواب الزهد عن رسول الله ﷺ (٢٣٦٤/٤)وقال هذا حدیث حسن صحیح، سنن ابن ماجه کتاب الأطعمة (٣٣٣٥/٢) مسند أحمد بن حنبل (٣٣٢/٥)، طبقات ابن سعد (٤٠٧/١).

☆ مفردات:

اَلنِقیّ: چھنے ہوئے میدے کے سفید روٹی۔

اَلْحَوارَی: میدہ۔ **مَنَاخِلُ:** مِنْخَلٌ کی جمع ہے جس سے کوئی چیز چھانی جائے۔چھلنی۔ **نَعْجِنُهُ:** ہم اس کو گوندھ لیتے۔

سیدنا سہل بن سعد کا تعارف:

راوی حدیث......: اس حدیث کے راوی سیدنا ابوالعباس سہل بن سعد بن مالک بن خالد الانصاری الساعدی رضی اللہ عنہ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی تھے آپ ﷺ سے براہِ راست ایک سو احادیث روایت کیں، سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ان کا بیٹا عباس، امام زہری اور ابوحازم بن دینار وغیرہم رحمہم اللہ کے نام ملتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام حزن (سخت غم واندوہ والا) تھا جب اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام سہل (نرم، آسانی اور نرمی والا) رکھ دیا۔ [1]

ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے واقدی نے ۹۱ھ امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ۸۸ھ اور بعض نے ۹۶ھ لکھی ہے یہ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر تھے اور مدینہ میں فوت ہونے والے اصحاب میں سے آخری صحابی تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

تشریح: ......اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کھانے کے معاملے میں تکلیف اور اہتمام نہیں فرماتے تھے میرک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کبھی چھلنی دیکھی بھی نہیں، جب سے آپ پیدا ہوئے تا آنکہ آپ اپنے پروردگار سے جاملے۔

افظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے قبل از نبوت کے امور سے احتراز کیا ہے کیونکہ اس دوران آپ ﷺ نے دو سفر ملک شام کی طرف کیے، اور بصری بھی گئے اور بحیرا راہب کے مہمان بھی بنے اور شام کا علاقہ بھی اس وقت روم میں شامل تھا تو اس وقت آپ ﷺ نے میدہ وغیرہ دیکھا ہوگا لیکن نبوت کے بعد آپ نے مکہ، طائف، اور مدینہ میں تنگ حالات میں ہی گزر بسر کی، نیز سیدنا سہل بن سعد نے رضی اللہ عنہ اپنی رؤیت اور علم کی نفی کی، نہ کہ مطلق وقوع کی۔ [2]

---

[1] مستدرک حاکم (٥٧١/٣) ۔ معجم کبیر طبرانی (٥٧٠٥) [2] فتح الباری (٥٨٩/٦)

کھانے کے لیے ڈائننگ ٹیبل کا استعمال؟

۲۵-۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: ثَنِي أَبِي، عَنْ يُونُسَ عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَا أَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ عَلَى خِوَانٍ وَلَا فِي سُكُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَالَ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلَامَ كَانُوا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ: عَلَى هَذِهِ السُّفَرِ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ؛ يُونُسُ هَذَا الَّذِي رَوَى عَنْ قَتَادَةَ هُوَ يُونُسَ الْإِسْكَافُ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی چھوٹی طشتریوں میں کھانا کھایا، اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باریک آٹے کی روٹی (نان) بنایا گیا (راوی حدیث یونس اپنے استاذ قتادۃ کے متعلق فرماتے ہیں) میں نے قتادہ سے عرض کیا وہ کھانا کس چیز پر رکھ کر تناول فرماتے تھے انہوں نے فرمایا: عام دستر خوان پر۔ محمد بن بشار فرماتے ہیں کہ اس روایت کے ایک راوی یونس جو قتادہ سے روایت کرتے ہیں وہ یونس اسکاف (موچی) ہیں۔''

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الأطعمة (۵۳۸۵/۹)، سنن ترمذی (۱۷۸۸/۴) وقال: حدیث حسن غریب وایضًا (۲۳۶۳/۴) وقال حدیث حسن صحیح غریب سنن ابن ماجه، کتاب الأطعمة (۳۲۹۲/۲، ۳۲۹۳)، مسند أحمد بن حنبل (۱۳۰/۳).

☆ مفردات:

خِوَان: دستر خوان، مَا يُوْضَعُ عَلَيْهِ الطَّعَامُ عِنْدَ الْاَكْلِ کھانا کھاتے وقت جس چیز پر بھی کھانا رکھا جائے اسے خوان کہتے ہیں۔ خوان میں خاء کا کسرہ مشہور ہے اور ضمہ بھی جائز ہے اور تیسری لغت اِخْوان بھی ہے امام ابن الاثیر نہایہ فی غریب الحدیث میں فرماتے ہیں: خوان اس کو کہتے ہیں جس پر کھانے کے وقت کھانا رکھ کر کھایا جائے۔ شاید اس کا نام خوان اس لیے رکھ گیا کہ دوست بھائی اس پر جمع ہوتے ہیں۔ عام عرف میں خوان کے پائے بھی ہوتے ہیں اور وہ زمین سے اونچا ہوتا ہے اور اس کو استعمال کرنا ہمیشہ خوشحال اور متکبرین کا طریقہ رہا ہے کیونکہ اس طرح انہیں جھکنا نہیں پڑتا، تو اس پر کھانا کھانا اچھا اور بہتر نہیں، مگر حرام بھی نہیں۔

سُكُرُّجَةٌ: چھوٹی پلیٹ خُبُزٌ مُرَقَّقٌ: باریک میدے کی روٹی (نان)۔

تشریح :......کھانے پینے میں تکلف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت نہیں تھی حدیث الباب میں مذکور ''خوان'' (میز ٹیبل، ڈائننگ ٹیبل) اور ''سکرجہ'' (چھوٹے چھوٹے برتن یا پلیٹیں) کا اطلاق تکلف والے برتنوں پر ہوتا ہے ان کا

استعمال امیر کبیر، خوشحال اور متکبرین لوگوں کی عادات ہیں ان کی دیکھا دیکھی ان اشیاء کا استعمال متوسط طبقہ کے لوگوں میں بھی عام ہوتا جارہا ہے جو ایک طرف مہنگائی کا باعث ہے تو دوسری طرف ان کے استعمال سے وقت کا ضیاع ہوتا ہے کہ ان برتنوں اور ٹیبلوں پر کھانا سجاتے سجاتے کتنا وقت برباد ہو جاتا ہے۔ ایک بندۂ مومن کے اوقات اتنے ارزاں نہیں کہ ان تحسینی امور میں انہیں ضائع کرتا رہے اور تکلف میں اپنے اور خادموں کے نیز اہل خانہ کے اوقات برباد کرے۔

کھانا کھاتے وقت کھانے کے ساتھ جوارشات، چٹنیاں اور رائیہ وغیرہ کے لیے چھوٹے برتن استعمال میں لائے جاتے ہیں یہ بھی تکلّفات کے ذیل میں آتے ہیں ان سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ کھانے کی اشتہاء زیادہ ہو اور کھانا زیادہ کھایا جاسکے اور خواہشات نفسانی کا ذریعہ بنے۔ جبکہ نبی اکرم ﷺ کو ''قوت لایموت'' پسند تھا کہ جسد اطہر میں اتنی قوت رہے کہ عبادت اور امور تبلیغ میں کمی پیدا نہ ہو۔

عسر و یسر کا موازنہ، سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ سے:

۶-۲۵ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، ثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ ، عَنْ مُجَالِدٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَدَعَتْ لِي بِطَعَامٍ وَقَالَتْ: مَا أَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَأَشَاءُ أَنْ أَبْكِيَ إِلَّا بَكَيْتُ . قَالَ: قُلْتُ: لِمَ؟ قَالَتْ: أَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِي فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الدُّنْيَا؛ وَاللّٰهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ .

''مسروق سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمایا میں سیر ہو کر کھانا کھاؤں پھر رونے کو روکنا نہ چاہوں تو رو پڑتی ہوں میں نے پوچھا: اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمانے لگیں: مجھے اپنے اوپر گزرا ہوا وہ حال اور وقت یاد آجاتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ دنیا سے جدا ہوئے تھے۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے کبھی بھی ایک دن میں دو مرتبہ روٹی اور گوشت سیر ہو کر نہیں کھایا۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے، سنن ترمذی ابواب الزهد (۲۳۵۶/۴) وقال: حديث حسن صحيح۔
اس سند میں مجالد راوی کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: قوی (مضبوط) راوی نہیں ہے، عمر کے آخری ایام میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ صحیحین میں اس روایت کی اصل موجود ہے لیکن اس میں رونے کا ذکر نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، میں گزر چکا ہے۔

تشریح وفوائد:

❀ نبی اکرم ﷺ کا معاش عام ریفارمروں اور مصلحین جیسا نہ تھا کہ قول وفعل میں تضاد ہوتا، بلکہ آپ

ﷺ قول وفعل میں عملی زندگی کا مکمل نمونہ تھے۔ جو بات کہی عمل میں بھی لائے، دنیاوی جاہ وجلال سے زھد اورتورع آپ ﷺ کی شان ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْكِيْنًا [1] "اے اللہ تعالیٰ! مجھے زندہ رکھ تو مسکینی کی حالت میں، اور جب موت آئے تو بھی اسی حالت میں" واقعی اس کا کامل پرتو نبی اکرم ﷺ کی ذات والا صفات میں موجود تھا۔

❀ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب نبی اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ کی تنگدستی وعسرت کا موازنہ مابعد کے دور کی فراخی سے کیا تو اس دور کی عسرت پر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور یہ بدیہی امر ہے مگر یہاں ایک اور وجہ بھی ہے جس پر شاید ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنسو جاری ہوگئے ہوں کہ آپ کو افسوس تھا کہ حضور ﷺ کی موجودگی میں جو اجر وثواب مذکورہ تنگدستی میں اہل خانہ کو حاصل تھا آپ ﷺ کے بعد فراخی وخوشحالی کے دور میں وہ اس ثواب سے محروم ہوگئے ہیں، بلاشبہ عسرت کا دور تو گزر گیا مگر اس کے ساتھ وہ فضیلت بھی رخصت ہوگئی جو آپ ﷺ کے دور میں حالت عسر میں حاصل تھی، لہٰذا ام المؤمنین کو بے اختیار رونا آجاتا تھا۔

❀ حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ ماضی اور حال اور موازنہ کرتے رہنے چاہیے تاکہ ناشکری اور کفرانِ نعمت سے بچا جاسکے۔

سید الفقراء ﷺ کی فقیرانہ گزران:

۲۵-۷: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا أَبُوْدَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيْدَ، يُحَدِّثُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ.

"ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کبھی متواتر دو دن جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی حتی کہ آپ (اس دنیا سے) رخصت ہوگئے۔"

تخریج: یہ حدیث صحیح ہے اس کی تخریج اس باب کی پہلی حدیث میں گزر چکی ہے ملاحظہ فرمائیں حدیث نمبر (۱۳۹)۔

تشریح :...... یہ مضمون اس باب کی پہلی حدیث میں گزر چکا ہے۔ دونوں روایات میں سید الفقراء حضرت محمد ﷺ کے زمانہ عسر کا تذکرہ ہے باب کے آغاز میں آل محمد کے الفاظ ہیں جبکہ اس حدیث میں آپ ﷺ کی بابت ذکر ہوا ہے کہ آپ کو سیر ہو کر کھانا میسر نہیں آتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ پر جب دنیا اپنی زیب وزیبائش اور نعمتوں

[1] سنن ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء ان فقراء المهاجرین یدخلون الجنة، حدیث: ۲۳۵۲.

سمیت پیش گئی تو آپ نے فقر وفاقہ کی زندگی کو پسند کیا اور فرمایا:

"اُرِيْدُ اَنْ اَجُوْعَ يَوْ مًا فَاَ صْبِرُ وَاشْبَعُ يَوْمًا فَاَشْكُرُ" ❶

میں چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہ کر صبر کروں، اور ایک دن کھانا کھا کر اپنے رب کا شکریہ ادا کروں۔

میز پر کھانا کھانا:

۸-۲۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو - أَبُو مَعْمَرٍ - ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي عَرُوْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا أَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى خِوَانٍ وَلَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ.

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی میز (ٹیبل) پر کھانا نہیں کھایا اور نہ آپ نے وفات تک چھنے ہوئے آٹے (میدے) کی روٹی کھائی۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے، اس حدیث کی تخریج حدیث نمبر (۱۴۳) میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ دونوں احادیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔

تشریح:...... باب کی جملہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کھانے میں میانہ روی سے کام لیتے تھے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے کھانے میں میانہ روی کی مدح فرمائی ہے اور نفس کو متنوع کھانوں کی طرف مائل ہونے سے روکا ہے۔ تو معنی یہ ہوگا کہ جس چیز کا وجود آسان ہو اور حصول مشکل نہ ہو، اسی کو بطور طعام اختیار کیا جائے، کیونکہ خواہشات سے چمٹ اور لٹک جانا دین میں خرابی اور بدن میں بربادی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ خُبْزِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

والحمد لله على ذالك

☆............☆............☆

❶ سنن ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الكفاف والصبر عليه، حديث: ٢٣٤٧۔ طبقات ابن سعد (٣٨١/١)۔ واسناد ضعیف۔ علی بن یزید الھانی راوی ضعیف ہے۔

باب نمبر ۲۶:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کے بیان میں

اِدَامٌ سالن اس کا اطلاق ہر اس جامد یا مائع شئی پر ہوتا ہے جس کو روٹی کے ساتھ لگا کر کھایا جائے تا کہ کھانے خوش گوار اور زود ہضم ہو جائے، سالن میں سبزیاں لحمیات، دالیں وغیرھا کے علاوہ دودھ، دہی، لسی، شربت، شہد، سرکہ کھجور، مربہ اچار وغیرہ بھی شامل ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ۳۴ روایات درج میں ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن بارے تفصیل موجود ہے کہ آپ سالن کس قسم کا اور کیسے استعمال فرماتے تھے۔ حاصل مبحث یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک قسم کے سالن اور طعام پر اپنی ذات مبارکہ کو نہیں رکھا بلکہ جو میسر آتا، تناول فرما لیتے تھے، البتہ طبائع انسانی کے تقاضہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض چیزیں پسندیدہ تھیں، جو میسر ہوتیں تو تناول فرما لیتے اور رد نہ کرتے، اور اگر میسر نہ ہوتیں تو ان کے لیے تکلیف نہ فرماتے کھانے میں یہ شان ہوتی کہ کبھی کسی چیز میں عیب نہیں لگایا، چاہت ہوئی تو تناول فرمالیا، نہ چاہت ہوئی تو بغیر عیب نکالے اسے واپس کر دیا۔

سرکہ بہترین سالن ہے:

۲۶-۱: حَـدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا: ثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: "نِـعْـمَ الْـإِدَامُ الْخَلُّ"، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ فِی حَدِيْثِهٖ: "نِعْمَ الْأُدُمُ۔ أَوْ الْإِدَامُ الْخَلُّ".

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سرکہ ایک عمدہ سالن ہے۔ عبداللہ بن عبدالرحمان نے اپنی حدیث میں "نعم الادم" یا "الادام" کہا ہے۔"

تخریج......: صحيح مسلم، كتاب الاشربة (۳/۱٦٤، برقم ۱٦۲۱) سنن ترمذی، ابواب الاطعمة (٤/۱۸٤)، وقال: هذا حديث حسن صحيح غريب، سنن ابن ماجه، كتاب الا طعمة (۲/۲۰٤۹).

☆ مفردات:

نِـعْمَ: اسم فعل ہے بمعنی مدح، اس کا استعمال ہوتا ہے اور غیر منصرف ہے، تثنیہ اور جمع میں اس کا استعمال نادر

ہے اور کبھی اس کے آخر میں مَا لاحق ہوتا ہے نعمّا اور کبھی تائے ساکنہ نِعُمَتُ۔

اَلُـخَـلُّ: سرکہ، خ کے فتح کے ساتھ، بعض اس کو خ کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کا معنیٰ مخلص دوست کے ہے اسے سرکہ کے لیے بولنا درست نہیں ہے۔

تشریح:

سرکہ ایک اچھا سالن ہے، سرکہ قدرے ترش مگر لذیذ ہوتا ہے، بے حد نافع اور مفید چیز ہے۔ ہاضم بھی اور پیٹ کے کیڑوں کے لیے ہالک بھی ہے۔

حدیث الباب کا تکملہ

یہ فرمان نبوی دراصل ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے تفصیلی واقعہ سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا کی روایت میں نقل ہوا ہے، سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہن تھیں، ان کا گھر بیت اللہ کے بالکل جوار میں تھا، جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے مکۃ المکرّمہ میں داخل ہوئے، اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ام ھانی کے گھر تشریف فرما ہوئے، جہاں آپ نے غسل فرمایا اور چادر لپیٹ کر آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی، فتح مکہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا، یہ چاشت کا وقت تھا، نماز سے فراعت کے بعد دریافت فرمایا: کچھ کھانے کو ہے؟ جواب میں عرض کیا گیا، نان جویں کے چند خشک ٹکڑے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جان نوش فرمانے کے لیے طلب کیے اور پانی میں بھگو کر نرم کر لیے، پھر ادام یعنی سالن کا پوچھا تو عرض کیا گیا کہ سالن تو نہیں ہے البتہ کچھ سرکہ موجود ہے تب ارشاد فرمایا: نِـعْـمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ پھر نمک منگوایا، سرکہ میں ڈالا، اور اس کے ساتھ نان جویں جان نوش فرمایا۔ [1] اللہ اکبر۔

کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سا ہو تو سامنے آئے

تاریخ عالم کے اوراق کھنگال ڈالیے، اس انداز فتح کی کوئی مثال نہیں مل سکے گی اور یہ تاریخ عالم کا اعجوبہ اور سیرت نبوی کا انوکھا باب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ المکرّمہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو نہ سلاطین کی طرح خیمے قائم کیے گئے، نہ فرش وبساط شاہانہ سے زمین آراستہ کی گئی، نہ شادیانے بجائے گیے اور نہ جشن شاہانہ کی تیاریاں کی گئیں، نہ عیش وطرب کے گانے گائے گئے اور نہ طبل و دُہل کے غلغلے اور قرناء وبوق کے ترانے الاپے گئے۔ نہ فوج ظفر موج کے لیے محفل کباب و شباب لگائی گئی اور نہ اکل وشرب کے میدان لگائے گئے بلکہ کھانے کے لیے خشک روٹی کے چند ٹکڑے میسر آئے جنہیں سرکہ کے ساتھ نوش فرمالیا اور بقدر کفاف گزر اوقات کر لیا، آج فاتحین کے کردار کو دیکھا جائے تو الامان والحفیظ! حال ہی میں امریکی ویورپی سامرج نے ''امن عامہ'' کے قیام اور دہشت گردی کے

[1] سنن ترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ما جاء فی الخل، حدیث: ۱۸٤۱ باختصار۔ مستدرك حاکم (٤/٥٤)

خاتمہ کے نام پر جو کردار ادا کیا ہے اسے جنگ خلیج، بوسنیا، روانڈا، عراق اور افغانستان میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ان ممالک میں انہوں نے انسان دوستی، ہمدردی اور امن عامہ کے خلاف ایسے سنگین جرائم کیے ہیں جن کی مثال تاریخ انسانیت کے تاریک سے تاریک دور میں بھی نہیں ملتی۔ اُفٍّ لهم، ثم اُفٍّ۔

آپ ﷺ کو معمولی قسم کی کھجوریں بھی میسر نہ تھیں:

٢٦-٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، ثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ......

عَنْ سِمَاكٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُوْلُ: اَلَسْتُمْ فِيْ طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ؟ لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهٖ بَطْنَهٗ وَقُتَيْبَةُ لَمْ يَذْكُرْ بِهٖ.

سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: کیا تم چاہت اور مرضی کے کھانے پینے میں (مگن) نہیں ہو؟ حالانکہ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ ﷺ کے پاس نکمی اور گھٹیا کھجوریں اتنی بھی نہ ہوتیں جن سے وہ شکم سیری کر سکیں۔

تخریج......: صحیح مسلم، کتاب الزهد (٤/٣٤ برقم ٢٢٨٤) سنن ترمذی، ابواب الزهد عن رسول الله ﷺ (٢٣٧٢/٤) وقال حديث صحيح، مسند احمد بن حنبل (٢٦٨/٤) طبقات ابن سعد (٤٠٦/١) شعبہ نے اس روایت کو سماك بن حرب قال سمعت النعمان يقول سمعت عمر بن الخطاب کے طریق سے بیان کیا ہے گویا انہوں نے اسی روایت کو مسند عمر بن خطاب میں درج کیا ہے۔ دیکھے سنن ابن ماجه، کتاب الزهد (٤١٤٦/٢)، مسند احمد بن حنبل (٢٤/١)، مسند ابو داؤد طیاسی (ص: ١٢)، طبقات ابن سعد (٤٠٥/١، ٤٠٦)، صحیح مسلم، کتاب الزهد (٣٦/٤، برقم ٢٢٨٥)

سیدنا نعمان بن بشیرؓ کا تعارف

اس حدیث کے راوی سیدنا ابو عبداللہ نعمان بن بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن جلاس الخزرجی الانصاری المدنی رضی اللہ عنہ ہیں،

یہ اپنے والدین کے ساتھ مشرف با اسلام ہوئے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے علاوہ سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عبداللہ بن رواحہ اور سیدتنا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ ان کے تلامذہ میں ان کا بیٹا محمد اور مولیٰ حبیب بن سالم کے علاوہ شعبی، عروۃ وغیرہ کے نام بھی ملتے ہیں۔

واقدی نے لکھا ہے کہ یہ ہجرت کے چودھویں مہینے کے آخر میں پیدا ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد پہلے مولود جو انصار کے ہاں پیدا ہوئے یہی تھے۔ [1] بہت بڑے خطیب تھے۔ سیّدنا عبداللہ

[1] مستدرک حاکم (٣/٥٣٠)۔ طبقات ابن سعد (٦/٥٣)

بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حمص کے امیر تھے جب اہل حمص باغی ہو گئے تو یہ وہاں سے جانے لگے تو انہیں خالد بن خلی کلاعی نے قتل کر دیا۔ کوفہ پر نو مہینے حاکم رہے اور فضالہ بن عبید کے بعد دمشق کے قاضی رہے۔ ٦٦ھ میں شہید کر دیے گیے۔

ان سے ۱۱۴ احادیث مروی ہیں، رضی اللہ عنہ وارضاہ

تشریح : ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر قناعت، زہد اور ریاضت و مجاہدہ کی زندگی اختیار کیے ہوئے تھے اس کا بیان ہے کہ خشک کھجوروں پر گزر اوقات فرما لیتے۔ حدیث میں "دَقَلٌ" کا لفظ آیا ہے جس سے مراد وہ بچا کھچا مال ہے جو دوکاندار سے عمدہ مال بک جانے کے بعد ردی مال کے طور پر باقی رہ جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رڈی قسم کی بچی کھچی کھجوریں بھی پیٹ بھر کر کھانے کو میسر نہ تھی، اب جبکہ ہر طرح کی کشادگی اور فراخی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عام و تام ہیں تو ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

"لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ" صحابیٔ رسول نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مخاطبین کی طرح مخاطِب کے بھی نبی ہیں پھر یہ کیوں کہا کہ تمہارے نبی کو دیکھا۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے نبی نہیں تھے؟ تو شارحین نے لکھا ہے کہ اس سے مقصد ترغیب و تنبیہ ہے کہ جب تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور ان کی محبت کے دعویٰ دار ہو تو دیکھو انہوں نے کس طرح زندگی گزاری اور تم کیا کر رہے ہو۔

سرکہ ایک بہترین سالن ہے:

٢٦-٣: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ".

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکہ ایک بہترین سالن ہے۔''

تخریج......: صحیح مسلم، کتاب الاشربة (٣/١٦٦، ١٦٩، برقم ١٦٢٢) سنن ترمذی، ابواب الأطعمه (١٨٤٩/٤)، سنن ابی دائود، کتاب الأطعمة (٣/٣٨٢٠، ٣٨٢٠)، سنن نسائی (٣٨٠٥/٧)، سنن دارمی (٢/٢٠٤٨)، سنن ابن ماجه، (٢/٣٣١٧)، مسند أحمد بن حنبل (٣/٣٠١، ٣٠٤، ٣٥٣، ٣٧١، ٤٠٠) اس باب کی پہلی حدیث کے بھی یہی الفاظ ہیں راوی مختلف ہو گئے ہیں دیکھئے حدیث نمبر ۱۴۷۔

نبی کریم ﷺ نے مرغی کا گوشت کھایا:

٢٦-٤: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، ثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ......

عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَأُتِيَ بِلَحْمِ دَجَاجٍ، فَتَنَحَّى رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقَالَ: مَا لَكَ؟ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهَا تَأْكُلُ شَيْئًا نَتِنًا، فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَهَا، قَالَ: أُدْنُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ.

''زھدم الجرمی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو مرغی کا گوشت لایا گیا تو ایک آدمی کھانے والوں میں سے الگ ہوگیا، (ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے) کہا: تجھے کیا ہوا؟ کہنے لگا: میں نے اس کو ایک بدبودار چیز کھاتے ہوئے دیکھا تو میں نے قسم کھالی کہ اسے کبھی نہ کھاؤں گا۔ تو (سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے) کہا: قریب ہو جاؤ، میں نے نبی اکرم ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔''

تخریج...... صحیح بخاری، کتاب الذبائح (٥٥١٨/٩)، صحیح مسلم، کتاب الایمان (٩/٣، برقم ١٢٧٠)، سنن ترمذی، ابواب الاطعمة (١٨٢٧/٤)، وقال: حدیث حسن صحیح، سنن نسائی، کتاب الصید (٢٠٦/٧)، سنن دارمی، کتاب الاطعمة (٢٠٥٥/٢)، مسند احمد بن حنبل (٣٠١/٣، ٣٩٧، ٤٠١، ٤٠٦)، اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ٢١٣).

مفردات:

اَلدَّجَاج: مرغی، اسم جنس ہے واحد دَجَاجَةٌ ہے۔ تَنَحَّ: ای اعتزل، الگ ہوجانا۔ اَلنَّتَنُ: عین کلمہ کے کسرہ اورفتحہ کے ساتھ، بدبودار چیز، اپنی طبیعت گندی چیز۔

تشریح:......طبیعت کے خلاف بھی نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی جائے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: لَا يُوْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتَّى تَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ [1] یعنی تم میں سے اس وقت تک کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائیں۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث ہے کہ ''جب تم کسی بات پر قسم کھالو اور اس کے خلاف دوسری بات تم کو پسند ہو اور بہتر ہو تو جس بات سے قسم کھائی تھی اس کو کرلو اور قسم کا کفارہ دے دو۔'' [2]

---

[1] شرح السنة للبغوی (١٠٤).

[2] صحیح بخاری، کتاب الإیمان والنذور، باب قول اللّٰہ تعالی ﴿لا یؤاخذکم اللّٰہ....﴾، حدیث: ٦٦٢٢۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب ندب من حلف یمیناً......، حدیث: ١٦٥٢.

جلّالہ کا حکم ہو تو:

''اِنِّی رَاَیْتُهَا تَا كُلُ شَیْئًا نَتِنًا'' میں نے اسے دیکھا کہ وہ ایک بدبودار چیز کھا رہی ہے۔ بدبودار چیز سے مراد گندی، نجس اور غلیظ اشیاء ہو سکتی ہیں۔ بعض جانوروں کو گندی اور نجس اشیاء کھانے کی لت پڑ جاتی ہے ایسے جانوروں کا نام جلّالہ ہے ان کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ گندگی کھانے کا عادی جانور دراصل ایسا جانور ہو جاتا ہے جس کی قوتِ شامہ (سونگھنے کی طاقت) خراب ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اُسے اچھی خوراک پسند نہیں آتی بلکہ وہ گندی اور نجس اشیاء پر منہ مارتا پھرتا ہے ان کا حکم یہ ہے کہ اگر بڑا جانور ہو تو انہیں ذبح کرنے سے قبل دس روز تک محبوس رکھا جائے اور پاکیزہ خوراک کھلائی جائے، اس عرصہ میں ان کے جسم سے نجاست اور گندگی کے اثرات زائل ہو جائیں گے اور ان کے گوشت سے کراہت کا حکم بھی سلب ہو جائے گا اور اگر چھوٹا جانور مثلاً مرغی بطخ وغیرہ ہو تو انہیں تین روز تک محبوس رکھا جائے اور پاکیزہ خوراک دی جائے، تین دن تک اس سے بھی جلّالہ کا نام اور حکم ختم ہو جائے گا اور اسے کھانا بلا کراہت جائز ہو جائے گا۔ مرغی بالعموم جلّالہ کے حکم میں نہیں آتی لہٰذا اس کا گوشت بھی بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ ایسی مرغی جو غلاظت کھانے کی عادی ہو جائے یا غلاظت پر ہی چھوڑ دی گئی ہو تو وہ جلّالہ ہے اس کو تین دن تک محبوس رکھا جائے، اس دوران اسے پاکیزہ غذا دینا مامور ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی اس شخص کو عملاً یہی مسئلہ بتایا کہ مرغی کا گوشت بالعموم بلا کراہت جائز ہے اور جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسے تناول فرمایا ہے تب تو اس پر نہ کھانے کی قسم اٹھانا مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا قسم کا کفارہ دے دو اور اسے کھاؤ۔

حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ شریعت طبیعت پر مقدم ہے، اور میزبان کے فرائض میں سے ہے کہ وہ مہمان سے پوچھے کہ تم کھانا کیوں نہیں کھا رہے ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخاب کا گوشت کھایا:

۲۶-۵: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْأَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ، ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ جَدِّهِ قَالَ: أَكَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَحْمَ حُبَارَى. وَفِي الْحَدِيْثِ دَلَالَةٌ عَلَى أَكْلِ الدَّجَاجِ وَانَّهُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ.

''سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا۔''

تخریج...... یہ حدیث ضعیف ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة (۳/۳۷۹۷)، سنن ترمذی، ابواب الاطعمة (۴/۱۸۲۸) وقال ابوعیسیٰ الله الترمذی: هذاحدیث غریب لا نعرفه الامن هذا الوجه۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یہ حدیث غریب ہے اس سند کے علاوہ ہم اس کی کوئی دوسری سند نہیں جانتے، اس سند میں

ابراہیم بن عمر بن سفینہ ہے جنہیں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ کسی حال میں بھی اس کی روایت سے دلیل نہیں لی جاسکتی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی اسناد ضعیف ہے، اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو تلخیص الحبیر (۱۷۱/۴) میں ضعیف قرار دیا ہے، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کا نام مہران بن فروخ تھا علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب میں آپ کے نام میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں: مہران، نجران، رومان، قیس شنبہ، عمیر، عبس، سلیمان، ایمن، طہمان، مشعب۔ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمان، لقب سفینہ، آپ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، انہوں نے اس شرط پر آزاد کر دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرو گے۔ [1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے کے علاوہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کی۔ اور ان سے ان کے بیٹے عبدالرحمان، عمر اور سعید وغیرہ نے روایت کی۔

سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک سفر پر تھے لوگوں نے اپنا اپنا سامان خود اٹھایا ہوا تھا جب لوگ تھک گئے تو انہوں نے مجھ پر اپنا سامان رکھنا شروع کر دیا، کوئی تلوار ڈال دیتا، کوئی ڈھال رکھ دیتا، کسی نے اپنا ترکش رکھ دیا تو مجھ پر بہت زیادہ بوجھ ہوگیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: اَنْتَ سَفِیْنَۃٌ تم تو کشتی ہو، وہاں سے میرا لقب میرے نام پر غالب آ گیا۔ [2]

آپ بڑے جلیل القدر صحابی رسول تھے آپ ۷۰ھ کے بعد فوت ہوئے۔ صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں آپ کی روایات ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حبارٰی (سرخاب) کی تعیین

❀ حباری مشہور پرندہ ہے۔ واحد وجمع، مذکر ومونث کے لیے یہی لفظ مستعمل ہے اہل مصر اس کو جرج کہتے ہیں اس کی اڑان بہت لمبی ہوتی ہے، قوت وطاقت میں اس پرندہ کی مثال دی جاتی ہے۔ یہ لمبے لمبے چکر لگاتا ہے۔ بصرہ میں اس کا شکار کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے پوٹے سے ایک سبز دانہ ملتا ہے جس سے بتم نام کا ایک درخت پیدا ہوتا ہے جو شام کے علاقوں میں ہیں، اسی لیے یہ مثال بیان کی جاتی ہے کہ فلاں آدمی حباری سے بھی زیادہ مشکل سے ملتا ہے جب اس کے پر کاٹ یا نوچ دیتے جائیں تو اگر ان کے

---

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب العتق، باب فی العتق علی الشرط، حدیث: ۳۹۳۲۔ سنن ابن ماجه (۲۵۲٦).

[2] مسند احمد (۲۲۰/۵)۔ مستدرك حاکم (٦۰٦/۳)۔ طبرانی (٦٤۳۹).

اُگنے میں دیر ہو جائے تو اس دکھ میں مرجاتا ہے ۔ یہ لمبی گردن والا خاکستری رنگ کا پرندہ ہے اس کی چونچ قدرے لمبی ہوتی ہے، اس کی پشت اور آنتوں میں خوراک جمع رہتی ہے جس میں باریک بیٹ ہوتی ہے، جب شکرا اس کے شکار پر ڈٹ جائے تو یہ اس کے پروں پر بیٹ کرتا ہے جس سے وہ اکھڑا جاتا ہے اور اڑنے سے رہ جاتا ہے اسی طرح آخر وہ شکرا اگر کر مرجاتا ہے یہ اس کا بہترین ہتھیار ہے یہ تمام پرندوں سے زیادہ خوراک حاصل کرتا ہے پھر بھی یہ بھوک سے مرجاتا ہے ۔ اس کے بچے کو نہار کہتے ہیں اور کروان کا بچہ بھی کہتے ہیں، اس پرندے کو لیل بھی کہتے ہیں اس کا گوشت بطخ اور مُرغ کے بین بین تاثیر رکھتا ہے ۔

میرک شاہ کہتے ہیں: حماقت میں اس پرندے کی مثال بیان کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہر جانور اپنے بچوں سے محبت کرتا ہے یہاں تک کہ حباری بھی، سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی آدم کے گناھوں کی وجہ سے لاغر ہو کر مرجاتا ہے ۔ یعنی ان کے گناہوں کی وجہ سے بارش بند ہو جاتی ہے تو یہ پرندہ بھوک و پیاس سے مرجاتا ہے ۔ [1]

حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ عمدہ کھانا عین سنت ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ عنایت فرمادیں تو اس کے شکر اور حمد کے ساتھ اسے کھانا چاہیے ۔ بعض لوگ سب کچھ ہونے کے باوجود نمک مرچ اور پانی کا شوربہ بنا کر خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے ہیں یہ خلاف سنت ہے بلکہ نعمت باری تعالیٰ کی توہین اور کفران ہے اور وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے خلاف ہے ۔ علامہ علی القادری الحنفی نے جمع الوسائل فی شرح الشمائل میں اس مقام پر ایسی آیات احادیث ذکر کی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے استعمال اور ان سے استفادہ پر دال ہیں فلیرجع من شاء التفصیل (جمع الوسائل، ۲۵۰)

مرغی کا گوشت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تناول فرمایا:

۲۶-۶ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ......

عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ، قَالَ: فَقَدَّمَ طَعَامَهُ ، وَقُدِّمَ فِي طَعَامِهِ لَحْمُ دَجَاجٍ ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللَّهِ ، أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مَوْلًى . قَالَ: فَلَمْ يَدْنُ ، فَقَالَ لَهُ

''زھدم الجرمی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سیدنا ابوموسیٰ اشعری ؓ کے پاس تھے کے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھانا لایا گیا اور اس کھانے میں مرغی کا گوشت تھا۔ حاضرین میں بنو تیم اللہ کا سرخ رنگ کا ایک شخص بھی موجود تھا جو کہ آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا، وہ قریب نہ ہوا تو سیدنا

[1] دیکھئے: کتاب الحیوان للجاحظ (۱/۴۸۱)، حیاۃ الحیوان للدمیری (۱/۲۲۳،۲۲۴)

أَبُو مُوسَى: ادْنُ فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْهُ. قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا قَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ أَبَدًا.

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ، یقیناً میں نے رسول اکرم ﷺ کو اسے کھاتے دیکھا ہے اس نے کہا: میں نے اسے کچھ (گندی) چیز کھاتے دیکھا تو میں اس سے کراہت کرنے لگا تب میں نے قسم اٹھالی کہ میں اسے کبھی نہ کھاؤں گا۔"

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے تخریج کے لیے ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۱۵۰۔

مفردات:

اُدْنُ : دَنَا يَدْنُوْ سے صیغہ امر ہے دَانٍ اسم الفاعل اور جمع دُنَاةٌ آتی ہے۔ قریب ہونا۔ فَقَذِرْتُهُ: باب نَصَرَ، كَرُمَ اور سَمِعَ سے ماضی معلوم متکلم واحد کا صیغہ ہے۔ گندا ہونا، کراہت کرنا۔

صوفیوں کی جہالت، تلبیسِ ابلیس:

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مرغ کا گوشت کھاتے تھے دیگر احادیث میں گوشت کی پسندیدگی اور میٹھی چیز کو پسند کرنا بھی مذکور ہے دراصل نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریقہ یہ تھا کہ جب انہیں کچھ میسر آتا، تناول فرما کر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے اور جب کچھ نہ ملتا صبر کر لیتے ، علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے تلبیسِ ابلیس میں لکھا ہے کہ بعض جاہل صوفی کھانا موجود ہونے کے باوجود نہایت تھوڑا کھاتے ہیں اور چکناہٹ والی چیزیں بھی بہت ہی کم کھاتے ہیں تا کہ بدن خشک ہو جائے اور اپنے وجود کو تکلیف دینے کے لیے اون کا لباس پہنتے ہیں اور ٹھنڈا پانی پینے سے پرہیز کرتے ہیں مگر نبی اکرم ﷺ کا یہ طریقہ نہیں تھا اور نہ ہی آپ کے صحابہ کا، وہ تو جب انہیں کچھ نہ ملتا تو بھوکے ہی رہ لیتے اور جب کچھ مل جاتا تو کھا لیتے ، اور نبی اکرم ﷺ تو گوشت کو پسند فرماتے تھے، اور مرغی کا گوشت بھی تناول فرماتے ، اور میٹھی چیز بھی پسند فرماتے ، میٹھا اور ٹھنڈا پانی بھی نوشِ جاں فرماتے۔ گرم پانی تو معدہ کو تکلیف دیتا ہے اور سیراب بھی نہیں کرتا۔

ایک صوفی نے کہا! میں حلوہ نہیں کھاتا کیونکہ میں اس کا شکریہ نہیں ادا کر سکتا تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: یہ بیوقوف ہے۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے ٹھنڈے پانی کا شکریہ ادا کر سکتا ہے؟ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب سفر پر جاتے تو بھُنا ہوا گوشت اور فالودہ اپنے ساتھ اٹھا لیتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾

"کہہ دیجیے کہ کس نے اللہ تعالیٰ کی وہ زینت اور عمدہ کھانے حرام کر دیے ہیں جو اس نے اپنے بندوں

کے لیے نکالے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ کی یہ دعا تھی کہ:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔''[1]

''اے اللہ تو اپنی محبت کو میرے دل میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔''

زیتون کا تیل استعمال کرو:

٢٦-٧: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، وَأَبُو نُعَيْمٍ قَالَا: ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ عَطَاءٌ، مِنْ أَهْلِ الشَّامِ......

عَنْ أَبِي أَسِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كُلُوا مِنَ الزَّيْتَ وَادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ.

سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم زیتون کھاؤ اور اس کا تیل استعمال کرو کیونکہ یہ بابرکت درخت (کا پھل) ہے۔''

تخریج...... یہ حدیث حسن ہے سنن ترمذی، ابواب الاطعمة باب فی اکل الذیت (١٨٥٢/٤) وقال حدیث غریب من هذا الوجه، انما نعرفه من حدیث سفیان عن عبدالله بن عیسیٰ، سنن دارمی کتاب الاطعمة (٢٠٥٧/٢)، مسند احمد بن حنبل (٤٩٧/٣)، التاریخ الکبیر للبخاری (٦، کنی)، شرح السنة للبغوی (٨٧/٦)، مستدرك حاکم (٣٩٨/٢) امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ پھر میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں: عطا کو امام بخاریؒ نے لین الحدیث کہا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں عطاء شامی مقبول راوی ہے لیکن جب اس کی متابعت ہو جائے، اور اس حدیث میں عطاء کی مطابعت ہو رہی ہے جیسا کہ سنن دارمی کی سند میں ہے لہٰذا یہ روایت حسن درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح اس کی متابعت آنیوالی حدیث سے بھی ہو رہی ہے۔

مفردات:

اَلزَّيْتُ: زیتون کا تیل، زیتون، عام تیل کو بھی زیت کہا جاتا ہے،

اِدَّهِنُوا: تیل کو بدن پر لگانا، صیغہ امر حاضر معلوم ہے اس کا مجرد باب نَصَرَ يَنْصُرُ سے آتا ہے، مالش کرنا۔

سیدنا ابو اسید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا ابو اسید بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں ان کے نام بارے اختلاف ہے اکثر اصحاب السیر نے ان کا نام عبداللہ نقل کیا ہے امام زین الدین عراقی فرماتے ہیں صحاح ستہ میں ان کی صرف یہی ایک روایت

[1] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب (٧٤)، حدیث: ٣٤٩٠۔ مستدرك حاکم (٤٣٣/٢)

رہے جسے امام ترمذیؒ نے بیان کیا ہے۔ امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ شاید یہ نبی اکرم ﷺ کے خادم تھے۔ ان سے عطاء شامی اور امام شعبی نے روایت کی ہے۔ یاد رہے اسی کنیت کے ساتھ ایک دوسرے صحابیٔ رسول ابو اسید الساعدی بھی ہیں جبکہ حدیث الباب میں ابو اسید عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ کا نام مالک بن ربیعہ ہے لفظ اسید کو حضرت مالک بن ربیعہ کے نام کے ساتھ بضم الھمزۃ (اُسید) پڑھا جاتا ہے اور ابو اسید عبداللہ بن ثابت کے نام کے ساتھ بالفتح (اَسید) پڑھا جاتا ہے کما صرح بہ الدارقطنی۔

زیتون کے فوائد وثمرات:

زیتون کا تیل کھاؤ اور اس کی بدن پر مالش کرو، مراد یہ ہے کہ اس کو بطور سالن کے روٹی کے ساتھ کھاؤ (ترجمۃ الباب بھی یہی ہے) اور چکناہٹ کے طور پر بدن پر بھی مالش کرو۔ یہ امر اباحت کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں، یعنی جس کو میسر آ جائے وہ اسے استعمال کرے، کیونکہ یہ بابرکت درخت سے ہے۔ اس کو بابرکت اس لیے کہا گیا ہے کہ اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور اس درخت کا کوئی جزء بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ نیز اس کا وجود ایسی زمین اور علاقے میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے لیے بہت زیادہ برکتیں رکھی ہیں بعض روایات میں آتا ہے کہ: ''اس زیتون کے مبارک تیل کو اختیار کرو، اور اس سے علاج کرو، کیونکہ اس میں بواسیر کا بھی علاج ہے۔'' [1] سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''اس تیل کو کھانے میں بھی استعمال کرو اور بدن کی مالش کے لیے بھی استعمال کرو کیونکہ اس میں ستر بیماریوں کی شفاء ہے جن میں جذام (کوڑھ کو بیماری) بھی ہے۔'' [2] کہا جاتا ہے کہ یہ درخت چالیس سال بعد پھل لاتا ہے اس کے بعض درختوں کی عمر دس ہزار سال ہوتی ہے اور بعض درخت اڑھائی ہزار سال کی لمبی عمر پاتے ہیں۔ زیتون کا تیل انسانی پٹھوں کے لیے نافع اور فالج کے مریضوں کے لیے، نیز بڑی عمر کے لوگوں کے لیے بطور مالش نہایت نفع مند ہے۔

زیتون بابرکت درخت ہے:

٢٦-٨: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، ثَنَا مَعْمَرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ". قال

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم زیتون کا تیل (اپنے کھانے میں ملا کر) کھاؤ اور اس کی (اپنے جسم پر) مالش کرو، کیونکہ یہ

[1] معجم کبیر طبرانی (١٧/٢٤٧)۔ مجمع الزوائد (٥/١٠٠)۔ السلسلة الضعيفة (١٩٤).

[2] ابونعیم فی الطب (کنز العمال: ٢٨٢٩٩)۔ السلسلة الضعيفة (٥١٢).

ابو عیسیٰ وکان عبد الرزاق یضطرب فی ھذا الحدیث فربما اسندہ وربما ارسلہ.

بابرکت درخت (کا پھل) ہے۔" ابوعیسیٰ (ترمذیؒ) فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں راوی عبدالرزاق کو اضطراب ہوتا ہے کبھی اس کو مسند بیان کرتے ہیں اور کبھی مرسل بیان کرتے ہیں۔

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الاطعمة باب فی اکل الزیت (۱۸۵۱/٤) وقال ابوعیسیٰ ھذا حدیث لانعرفه الامن حدیث عبدالرزاق عن معمر، وکان عبدالرزاق یضطرب فی روایة ھذاالحدیث فربما اسنده وربما ارسله، سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة (۳۳۱۹/۲)، مستدرك حاکم (۲۲/۲) وقال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین، مصنف عبدالرزاق (۴۲۲/۱۰).

خلیفہء ثانی رضی اللہ عنہ کا تعارف

اس حدیث کے راوی امیر المومنین خلیفہ ثانی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، ذیل میں ان کے تذکار درج ہیں۔

ابوحفص عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی القرشی العدوی رضی اللہ عنہ، آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ سے آپ کی اولاد عبداللہ، عاصم اور حفصہ رضوان اللہ علیھم نے روایت کی، ان کے علاوہ سیدنا عثمان، سیدنا علی المرتضی، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا طلحہ بن عبید اللہ، سیدنا عبدالرحمان بن عوف، وغیرھم اصحاب رسول اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور بہت سارے تابعین عظام نے اکتساب فیض کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم فرماتے ہیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حرب فجار اعظم سے چار سال پہلے پیدا ہوا۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے، جب آپ نے اسلام قبول کیا تو ۴۰ مرد اور گیارہ عورتیں مسلمان ہو چکیں تھیں۔ آپ نے بدر واُحد اور تمام غزوات میں شرکت کی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد بلا اختلاف خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: "لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ" ❶ کہ اگر میرے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو وہ عمر (بن خطاب) ہوتے؟ مزید ارشاد فرمایا: "قَدْ کَانَ فِی الْاُمَمِ قَبْلَکُمْ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَکُنْ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّةِ اَحَدٌ فَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ" ❷ کہ تم سے پہلی امتوں سے ایسے لوگ ہوتے تھے

---

❶ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب (۵۲)، حدیث: ۳۶۸۶ وقال: حسن غریب.

❷ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۶۸۹.

جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے باتیں بتائی جاتیں تھیں اگر اس امت (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ بات شبہ سے خالی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب کی زبان پر حق تعالیٰ سکینت کو جاری فرماتے تھے۔ مزید فرمایا:

"خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ." ❶

"کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد سب سے بہترین انسان ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ بن خطاب ہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہیں ہمیں عزت ووقار مل گیا ہے۔ ❷ آپ کے مناقب وفضائل بہت زیادہ اور بہت مشہور ہیں، آپ نے ساڑھے دس سال مسند خلافت پر گزارے اور بروز بدھوار ۲۳ھ کو آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا، یہ ۲۶ ذوالحجہ تھی اتوار کے دن یکم محرم الحرام کو آپ سپرد خاک کیے گیے جبکہ آپ کی عمر ۶۳ سال تھی آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں حجرہ عائشہ میں دفن کیا گیا آپ کو لحد میں اتارنے کے لیے سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا عبدالرحمان بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم قبر میں اترے، سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، آپ کی خلافت کا زمانہ دس سال چھ ماہ اور چار دن ہے۔ آپ کے ۱۳ بچے تھے جن میں سے ۹ لڑکے اور ۴ لڑکیاں تھیں رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

طارق بن شہاب روایت کرتے ہیں: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام میں آئے تو عساکر اسلام آپ رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے جمع ہوئے، مگر آپ رضی اللہ عنہ جس وقت یہاں پہنچے، تو آپ رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ جوتے اتار کر بغل میں دبا رکھے تھے، اور اونٹ کی مہار پکڑ کر گھٹنے گھٹنے پانی سے چل رہے تھے۔ عقیدت مندوں نے کہا: امیر المؤمنین فوجیں اور ان کے سپہ سالار، اہل کتاب کے لیڈر اور مذھبی راہنما استقبال کے لیے آرہے ہیں اور آپ کی یہ حالت ہے؟ خدارا! ہم پر مہربانی کیجئے اور ذرا اپنی حالت بدل لیجئے اور بادشاھوں کے شایانِ شان لباس زیب تن فرمائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بدولت عزت بخشی ہے۔ اگر ہم اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے عزت کے طالب ہونگے تو وہ ہمیں ذلیل کر دے گا۔ اسی لیے کاتب وحی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دنیا کو نہیں چاہا اور دنیا نے بھی نے ان کو نہیں چاہا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دنیا نے چاہا مگر انہوں نے اس کو منہ نہیں لگایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دنیا سے کسی قدر مناسب فائدہ اٹھایا، رہے ہم تو ہم تو کمر تک اس میں ڈوب گئے ہیں۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ "لو کنت متخذا خلیلا"، حدیث: ۳۶۷۱۔ سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، باب فضل عمر رضی اللہ عنہ، حدیث: ۱۰۶۔

❷ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۶۸۴۔

کہا جاتا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس قدر خشیت الٰہی اختیار کرتے کہ خشیت الٰہی سے رونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں رخساروں پر سیاہ لکیریں پڑ گئیں تھیں۔ ان کے زمانہ میں دولت کی ریل پیل ہوگئی، اسی لیے ان کو بیت المال کا شعبہ قائم کرنا پڑا، اور اس کے لیے باقاعدہ دفتر اور رجسٹر بناتے، ہر ایک کے، اس کی خدمات اور سبقت الی الاسلام کے پیش نظر وظیفے مقرر کیے، عام رعیت کو اتنا دیا جو ان کی ضروریات کے لیے کافی تھا، ازواج مطہرات کے وظائف مقرر فرمائے اور فوج کی تنخواہیں بھی مقرر کیں، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے دوران ہر سال حج کیا کرتے تھے، اور اپنے عمال کو پابند کر رکھا تھا کہ وہ ہر سال حج کے موقع پر ان سے مکہ معظمہ میں ملیں، تا کہ ان کو رعیت کے بارے میں ہدایات دیں، ان کو ان پر ظلم کرنے سے روکیں، اور قریب سے ان کے حالات کا جائزہ لیں نیز ایک وقت متعین ہو جائے اور رعایا اس میں اپنی شکایات ان کے سامنے پیش کر سکے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب اپنے آخری حج سے واپس ہوئے اور ضجنان میں پہنچے تو ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ تعالیٰ جس کو جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے، ایک وقت گزرا ہے کہ میں اس وادی میں اپنے والد خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا، وہ سخت دل اور بے رحم آدمی تھا، جب میں کام کرتا تو تھکا دینے والے کام میرے سپرد کر دیتا، اور اگر مجھ سے کوتاہی ہوتی تو مجھ کو پیٹتا، اور اب ایک یہ وقت ہے کہ میرے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دوسری کوئی ہستی نہیں جس کا مجھے ڈر ہو۔

ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر وبیشتر یہ دعاء کرتے تھے:

کہ الٰہی مجھے اپنے راستہ میں شہادۃ نصیب کر اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مجھے موت دے دے،[1] حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں کہتی یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرماتے جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کے اسباب مہیا کر دے گا پھر ایک دن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بازار میں گشت کر رہے تھیں تو مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولؤلؤ (جو عیسائی یا مجوسی تھا) آیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! میرے آقا مغیرۃ نے مجھ پر زیادہ ٹیکس لگا یا ہے۔ اس سے کہیں کہ ٹیکس کچھ کم کرے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کیا کام کرتے ہو؟ بولا میں بڑھئی، لوہار اور نقاش ہوں، فرمایا: پھر یہ ٹیکس زیادہ نہیں ہے اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں نے سنا ہے تم ایسی چکی بنا سکتے ہو جو ہوا کے زور سے چلے اور آٹا پیس دے؟ بولا ہاں میں ایسی چکی بنا سکتا ہوں۔ فرمایا: پھر مجھے ایک چکی بنا دو۔ کہنے لگا: اگر میں زندہ رہا تو آپ کے لیے ایسی چکی بناؤں گا، جس کی باتیں مشرق اور مغرب میں ہوں گی۔ اس کے چلے جانے کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس عجمی غلام نے مجھے دھمکی دی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب (۱۳)، حدیث ۱۸۹۰۔

صحیح بخاری میں عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ اگلی صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لیے آگے پڑھے ان کا معمول تھا کہ دوصفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے اگر کوئی نقص دیکھتے تو فرماتے: برابر ہو جاؤ، جب سب صفیں برابر ہو جاتیں اور ان میں کوئی نقص باقی نہ رہتا تو مصلّی پر کھڑے ہوتے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دیتے ۔عموماً پہلی رکعت میں سورۃ یوسف یا سورت نحل، یا اتنی بڑی کوئی اور سورت پڑھتے، تا کہ سب لوگ پہلی رکعت میں شامل ہو جائیں، اس دن بھی ابھی اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ میں نے سنا آپ کہہ رہے ہیں: مجھے کتے نے قتل کر دیا ہے یا مجھے کتے نے کھالیا ہے اس وقت اس غلام نے ان کے پیٹ میں چھری (خنجر) گھونپ دی تھی۔ اس کے ہاتھ میں دو دھاری چھری تھی۔ بھاگتے ہوئے دائیں بائیں جو اس کے سامنے آیا اس نے اس کو بھی اس چھری سے زخمی کر دیا۔ حتی کہ اس نے تیرہ آدمیوں پر وار کیا، جن میں نے ۹ شہید ہو گئے جب ایک مسلمان نے یہ دیکھا تو اپنا اوورکوٹ اس پر ڈال کر اسے قابو کر لیا۔ جب غلام کو یقین ہو گیا کہ اب میں پکڑا جاؤں گا، تو اس نے اپنے پیٹ میں چھری گھونپ کر خودکشی کر لی۔ زخمی ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباس سے کہا: دیکھو مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے آپ پر وار کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اس کو برباد کرے، میں نے تو اس کے بارے میں اچھی بات کا حکم دیا تھا۔ پھر فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھوں سے نہیں ہوتی پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اور تمہارے والد محترم چاہتے تھے کہ عجمی غلام مدینہ میں بکثرت آئیں۔ پھر آپ کو اٹھا کر گھر لیجایا گیا اس سانحہ سے مسلمانوں پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ گئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس سے پہلے ان پر ایسی کوئی مصیبت نہیں آئی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہلے نبیذ پلائی گئی وہ ان کے پیٹ سے نکل گئی پھر دودھ پلایا گیا، وہ بھی نکل گیا، اس پر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب بچ نہیں سکیں گے۔ [1]

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر بدھ کر روز ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو قاتلانہ حملہ ہوا، اور اتوار کے روز حکم محرم الحرام کو ۲۴ھ کو سپرد خاک کیے گئے آپ سے ۱۵۳۷ احادیث مروی ہیں (ماخوذ از مختصر سیرت الرسول للشیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ)

اضطراب سے کیا مراد ہے؟

حدیث کے الفاظ بعینہٖ وہی ہیں جو گذشتہ حدیث کے ہیں ان کی تشریح کے لیے گزشتہ حدیث ملاحظہ فرمائیں البتہ اس روایت میں اضطراب کے بارے میں کچھ وضاحت ہے کہ راوی عبدالرزاق کبھی اس روایت کو مسند بیان کرتے ہیں اور کبھی مرسل بیان کرتے ہیں ذیل میں اضطراب ملاخط فرمائیں:

اِضْطِرَاب: لغوی طور پر اضطراب کا مفہوم یہ ہے کہ کسی معاملہ کا بگڑ جانا اور اس کے نظام میں خرابی آ جانا،

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قصة البیعة و الاتفاق علی عثمان بن عفان حدیث: ۳۷۰۰

عربی میں اِضْطَرَبَ الْمَوْجُ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے یعنی پانی کی موجوں میں بہت زیادہ حرکات ہونا جبکہ وہ ایک دوسری پر تیزی سے پلٹتی ہوں، اور اصطلاحاً وہ حدیث جو مختلف اسالیب واسانید سے مروی ہو، جبکہ وہ قوت میں بھی مساوی ہوں۔ تفصیل اس تعریف کی یہ ہے کہ وہ حدیث جو کئی مختلف اسانید ومتون سے مروی ہو مگر ان میں ایسا تعارض ہو کہ کسی طرح مطابقت نہ دی جا سکے۔ اور ساتھ ہی یہ تمام وسانید ومتون قوت ومرتبہ میں ایک دوسرے کے برابر ہوں اور کسی بھی اعتبار سے ان میں ترجیح ممکن نہ ہو۔ مضطرب کی دو قسمیں ہیں: مضطرب سند اور مضطرب المتن، تاہم سند کا اضطراب بہت زیادہ ہوتا ہے مضطرب السند یہ ہے راوئ حدیث کبھی حدیث کو مرسل بیان کرتا ہے اور کبھی مسند، کبھی موصول بیان کرتا ہے کبھی منقطع، یا کبھی مرفوع بیان کرتا ہے تو کبھی موقوف۔ جیسا کہ شمائل میں حدیث الباب ہے کہ عبدالرزاق کبھی اس روایت کو مسند بیان کرتے ہیں اور کبھی مرسل۔ اور مضطرب المتن یہ ہے کہ راوی کبھی الفاظ کو اثبات کے انداز میں بیان کرتا اور کبھی اسی اثبات کی نفی کرتا ہے جیسا کہ سنن ترمذی میں روایت ہے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرمائی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سِوَی الذَّکٰوۃِ'' ❶ یعنی مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی (صدقات وخیرات وغیرہ کا) حق ہے اور سنن ابن ماجہ میں اسی سند سے یوں مروی ہے کہ ''لَیْسَ فِی الْمَالِ حَقٌّ سِوَی الزَّکَاۃِ'' ❷ کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق لازم نہیں ہے۔

حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ یہ ایسا اضطراب ہے جس کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: شرح منظومۃ القاب الحدیث (ص: ۱۲۷)، فتح الباقی بشرح الفیۃ العراقی (ص: ۲۰۴، ۲۰۶)۔

۲۶-۹: حَدَّثَنَا السَّنْجِيُّ۔ وَهُوَ أَبُودَاوٗدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدِ الْمَرْوَزِيُّ السَّنْجِيُّ۔ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ......

عَنْ زَيْدِ بْنِ اسلم، عن ابيه عن النبی ﷺ نَحْوَهُ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عُمَرَ.

''زید بن اسلم نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح بیان کیا ہے اور اس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا۔''

نبی اکرم ﷺ کو کدّو بہت پسند تھا:

۲۶-۱۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَا: ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ......

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء ان فی المال حقا سوی الزکاۃ، حدیث: ٦٥٩.

❷ سنن ابن ماجه، کتاب الزکاۃ، باب ما ادی زکاته لیس بکنز، حدیث: ١٧٨٩.

عَـنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ، فَأُتِيَ بِطَعَامٍ أَوْ دُعِيَ لَهُ، فَـجَـعَلْتُ أَتَتَبَّعُهُ، فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا أَعْلَمُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کدّو بہت پسند تھے آپ کی خدمت میں ایک کھانا لایا گیا یا آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی گئی تو میں اس میں سے کدّو تلاش کر کے آپ کے سامنے رکھتا، کیونکہ میں بخوبی جانتا تھا کہ آپ اسے پسند فرماتے ہیں۔''

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب الاطعمة، باب من ناول اوقدم له صاحبه علی المائدة شیاء، صحیح مسلم، کتاب الاشربة باب جواز اکل المرق، مسند احمد بن حنبل (۱۷۷/۳ برقم ۲۹۰،۲۷۳)، سنن دارمی، کتاب الاطعمة (۲۰۵۱/۲)، مسند ابی داؤد طیالسی (۲۶۶)، سنن الکبریٰ للنسائی (۱۵۶،۱۵۵/٤).

مفردات:

اَلدُّبَّا: قَالَ مِیرك هِيَ الْقَرْعُ، الواحدة دبَاءَةٌ: کدو، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **دُبّاء** سے مراد یقطین ہے۔

اَتَتَبَّعُهُ: فعل مضارع معلوم صیغہ واحد متکلم باب تفعّل، تلاش کرنا، میں تلاش کرتا تھا اس کو۔

تشریح و فوائد :......رسول اللہ ﷺ کے خادم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سالن سے کدّو کے ٹکڑے تلاش کر کے رسول اللہ ﷺ کو پیش کرتے، معلوم ہوا کہ جب کھانا مختلف الانواع ہو تو اپنے سامنے سے کھانے کے بجائے اپنے ہاتھ کو دوسری جانب بھی بڑھایا جاسکتا ہے۔ نیز یہ ثابت ہوا کہ مہمان اپنے آگے سے کھانا اٹھا کر ایک دوسرے کو کوئی چیز دے سکتے ہیں۔

حکماء کہتے ہیں کہ کدّو میں یہ خصوصیت ہے کہ یہ عقل اور رطوبت معتدلہ میں اضافہ کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس میں وہ پوشیدہ راز ملحوظ رکھتے ہوئے اسے پسند فرمایا جس راز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے یہی درخت حضرت یونس علیہ السلام کے لیے گرمی اور سردی سے محفوظ رکھنے کے لیے اور پرورش کرنے کے لیے پیدا فرمایا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے کدّو کے بارے میں فرمایا کہ یہ میری بھائی یونس علیہ السلام کا درخت ہے اور بڑی اچھی غذا ہے [1] اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش آئی اور جب آپ کو دریا میں پھینک دیا گیا تو ایک بہت بڑی مچھلی نے آپ کو سالم نگل لیا، منشائے ایزدی کے مطابق آپ وہاں تین دن یا اس سے زیادہ دنوں تک رہے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مچھلی نے پانی سے نکل کر یونس علیہ السلام کو ریت کے میدان میں اگل

[1] تفسیر الدر المنثور (۳٦٤/۸) و کنز العمال (٤٠٩٩٠) بحوالہ دیلمی بمعناہ

دیا، مچھلی کے پیٹ کی حرارت کی وجہ سے آپ کی جلد نہایت نرم ہو چکی تھی، اس میدان میں کوئی سایہ بھی نہ تھا اور گرمی بھی شدت کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کدّو کی بیل پیدا فرمائی۔

وَاَنۡۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً مِّنۡ يَّقۡطِيۡنٍ (الصافات : ١٤٦) ہم نے ان پر کدّو کی ایک بیل پیدا کی دی، اس بناء پر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میرے بھائی یونس علیہ السلام کا درخت ہے۔

کدّو سے کھانا زیادہ ہوتا ہے:

٢٦-١١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا حَفْصُ بْنُ غَيَاثٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ...... عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ دُبَّاءَ، يُقَطَّعُ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: "نُكَثِّرُ بِهِ طَعَامَنَا". قَالَ أَبُوعِيْسَى: وَجَابِرٌ هٰذَا هُوَ جَابِرُ بْنُ طَارِقٍ، وَيُقَالُ: ابْنُ أَبِي طَارِقٍ، وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا نَعْرِفُ لَهُ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثَ الْوَاحِدَ، وَأَبُو خَالِدٍ اسْمُهُ سَعْدٌ.

''حکیم بن جابر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے پاس کدّو دیکھے جو کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یہ کیا ہے؟ تو فرمایا: ''اس سے ہم اپنا کھانا زیادہ کر لیں گے۔'' امام ابوعیسیٰ (ترمذیؒ) فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں جابر سے مراد جابر بن طارق ہیں ان کو ابن ابی طارق بھی کہا جاتا ہے صحابیٔ رسول ﷺ تھے جن سے ہمارے علم کے مطابق صرف یہی ایک حدیث مروی ہے، اور سند حدیث میں جو ابوخالد آئے ہیں ان کا نام سعد ہے۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة (٣٣٠٤/٢) السنن الكبرىٰ للنسائى (١٥٦/٤) اخلاق النبى ﷺ لابى الشيخ (ص : ٢٣١).

راوی حدیث:

اس حدیث کے راوی سیدنا جابر بن طارق بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں ان کی نبی اکرم ﷺ سے صرف ایک حدیث منقول ہے جو کدّو کے بارے میں ہے یہ روایت ان سے ان کے بیٹے حکیم نے نقل کی ہے جیسا کہ حدیث الباب سے ظاہر ہے۔

تشریح......اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کھانا پکانے کا خیال رکھنا اور توجہ کرنا زہد وتوکل کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ عمل معیشت کو میانہ روی کے مطابق کر کے قناعت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ سالن سے کدّو تلاش کرتے تھے:

٢٦-١٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِى

طَلْحَةَ......

أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، فَقَالَ أَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى ذٰلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، قَالَ أَنَسٌ: فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ حَوَالَيِ الصَّحْفَةِ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا : ایک درزی نے نبی اکرم ﷺ کو کھانے پر بلایا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کھانے پر گیا، اس نے آپ ﷺ کو جو کی روٹی اور سالن پیش کیا جس میں شوربہ، کدّو اور خشک کیے ہوئے گوشت کے ٹکڑے تھے۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ پیالے کے کناروں سے کدّو کو تلاش کر رہے ہیں تو اس دن سے میں ہمیشہ کدّو کو پسند کرتا ہوں۔''

تخریج...... صحيح بخارى، كتاب الأطعمة (٥٣٧٩/٩، ٥٤٣٦، ٥٤٣٧، ٥٤٣٩)، صحيح مسلم، كتاب الأشربة (١٤٤/٣ برقم ١٦١٥)، سنن ابى داؤد ، كتاب الاطعمة (٣٧٨٢/٣)، سنن دارمى، كتاب الأطعمة (٢٠٥٠/٢)، سنن ترمذى، ابواب الأطعمة (١٨٥٠/٤)وقال هذا حديث حسن صحيح ـ

مفردات:

خَيَّاطٌ: درزی۔ **مَرَقًا**: گوشت کا شوربہ، کوئی بھی شوربہ۔

قَدِيدٌ: فعیل کے وزن پر ہے بمعنی مفعول مراد ایسا گوشت جس کے ٹکڑے کر کے خشک کر لیے گئے ہوں۔

اَلْقَصْعَةُ: بعض نسخوں میں یہاں القصعۃ کے بجائے **اَلصَّفْحَة** کا لفظ ہے۔ **اَلْقَصْعَة** بڑے پیالے کو کہتے ہیں جس میں دس آدمی کھانا کھا سکیں۔ اور **صَفْحَة** اس پیالے کو کہتے ہیں جس میں پانچ آدمی بہ سہولت کھانا کھا سکیں۔ مکیلۃ، وہ برتن جس میں دو آدمی کھانا کھا سکیں۔ اس سے چھوٹے کو صحیفۃ کہتے ہیں جس میں ایک آدمی کا کھانا ہوتا ہے اور سب سے بڑے برتن کو جفنہ کہتے ہیں۔

تشریح:

❀ حدیث الباب سے ثابت ہوا کہ اپنے سامنے سے کھانے کے بجائے برتن یا پیالے کے اطراف سے بھی کھانا لیا جا سکتا ہے حالانکہ دوسری روایت میں اس سے منع کیا ہے اور حکم ہے کہ ''كُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ'' [1] اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور جو اپنے سامنے ہے اس سے کھاؤ۔ بظاہر قول اور عمل میں

[1] صحيح بخارى، كتاب الاطعمة، باب التسمية على الطعام، حديث: ٥٣٧٦ـ صحيح مسلم، كتاب الاشربة باب آداب الطعام والشراب، حديث: ٢٠٢٢.

تعارض محسوس ہوتا ہے لیکن حقیقت میں تعارض نہیں ہے بلکہ اپنے سامنے سے کھانے کا حکم اس صورت میں ہے کہ جب کھانا ایک ہی قسم کا ہو اور اگر کھانا کئی قسم پر ہو مثلاً سالن میں ایک سے زیادہ چیزیں اکٹھی پکی ہوں تو تب دوسرے کے آگے سے بھی کھایا جا سکتا ہے۔

❀ کدّو سے محبت کرنا بھی اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دن سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھے کدّو سے محبت ہوگئی۔ مُحبِّ صادق وہی ہوتا ہے جو محبوب کو بھی چاہے اور محبوب کی چاہت و پسند کو بھی چاہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمان کے لیے بہت ہی بہتر ہے کہ وہ کدّو کو مرغوب سمجھے اور پسندیدہ غذا کے طور پر شوق و رغبت سے کھائے۔

❀ حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ دعوت قبول کرنی چاہیے۔ چاہے دعوت کرنے والا کوئی معمولی آدمی کیوں نہ ہو۔

❀ نیز پتہ چلا کہ اعلیٰ عظمتوں والے لوگ اپنے سے کم درجہ اور ادنی لوگوں کے ہاں جا کر ان کا کھانا کھا سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی دعوت قبول کرنا مسنون ہے۔

❀ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آدمی اپنے خادم کو ساتھ لے جا سکتا ہے۔

❀ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دعوت دینے والا حسب توفیق دعوت کا اہتمام کرے، تکلّفات میں نہ پڑے۔ جیسا کہ صحابی رضی اللہ عنہ نے جو کی روٹی، شوربہ، کدّو اور گوشت پیش کیا۔

❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب پر کس قدر شفیق اور مہربان تھے حدیث الباب سے واضح ہے کہ آپ ان کے گھروں میں دعوت طعام کے لیے جاتے تھے۔ یہ متواضع اور خلیق آدمی کا انداز ہے جبکہ کبر و نخوت میں ڈوبے ہوئے انسان کسی کے گھر کا کھانا کھانا اپنی حقارت جانتے ہیں۔

❀ حدیث الباب سے پتہ چلا کہ درزی کا پیشہ کوئی بُرا نہیں، بلکہ اس پیشے کی کمائی بہترین رزق حلال ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی چیز اور شہد پسند تھا:

۲۶-۱۳ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ ، وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ ، وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالُوْا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ .

''ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا اور شہد بہت پسند تھا۔''

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الحلواء والعسل (۵۴۳۱/۹) صحیح مسلم

،کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارة علی من حرم امراته (۲/۲۱ برقم ۱۱۰۱)، سنن ابی داؤد، کتاب الاشربة (۳/۳۷۱۵)، سنن ترمذی، ابواب الأطعمة (۴/۱۸۳) وقال: حدیث حسن صحیح غریب، ابن ماجه، کتاب الأطعمة (۴/۱۸۳۱)، مسند احمد بن حنبل (۶/۵۹)، طبقات ابن سعد (۱/۳۹۱)، اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص : ۲۱۹).

مفردات:

حَلْوَاءَ: شیریں چیز، میٹھا، ہر وہ چیز جس میں مٹھاس ہو۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں گڑ اور شکر مروج نہیں تھے۔ عموماً شہید اور کھجور سے میٹھی چیزیں تیار کی جاتی تھیں۔

اَلْعَسَل، شہد اس کی جمع **اَعْسَال، عُسُل عُسْل، عُسُوْل** اور **عَسَلَان** آتی ہے۔

تشریح :......گزشتہ روایات میں بعض چیزوں کا بطور سالن پسندیدگی کا تذکرہ تھا اب میٹھی چیزوں کا ذکر ہے ، نبی اکرم ﷺ کو میٹھی چیزیں از قسم حلوہ اور شہد بھی بہت پسند تھیں ، عربی لغت میں ہر میٹھی چیز کو حلواء کہتے ہیں۔ اس سے مراد محض ہمارے ہاں کا معروف حلوہ ہی نہیں جو آٹا یا سوجی، گڑ اور چینی وغیرہ ملا کر بنایا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد ہر میٹھی چیز ہے جو خواہ کھجور ہو یا انگور یا، نبی اکرم ﷺ نے اس کو پسند فرمایا: شہد اگرچہ حلواء میں شامل ہے لیکن اس کا خصوصیت سے ذکر کرنا عَطْفُ الْخَاصِ عَلَى الْعَامِ کے قبیل سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں ہمارے ہاں معروف حلوے جیسی میٹھی چیز کا ذکر بھی ملتا ہے، ایک موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آٹا، گھی اور شہد ملا کر ملیدہ بنایا جسے پھر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے اسے پسند فرمایا۔ [1]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عمدہ کھانے کی پسندیدگی اور رغبت تقوی اور زُہد کے منافی نہیں ہے۔

بُھنا ہوا گوشت تناول فرمایا:

۲۶-۱۴ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: ابْنُ جَرِيْجٍ . أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ ، أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ ، أَخْبَرَهُ......

أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ: أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا قَرَّبَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جَنْبًا مَشْوِيًّا فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَمَا تَوَضَّأَ .

''ام المؤمنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہلو (دستی) کا بُھنا ہوا گوشت پیش کیا آپ ﷺ نے اس سے کھایا پھر آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور وضو نہ کیا۔''

تخریج......: یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الاطعمة، باب ماجاء فی اکل الشوی

[1] کنز العمال (۳۶۱۶۵) بحوالہ ابو الشیخ فی السنة. السنة لابن ابی عاصم (۱۰۹۴)

(۱۸۲۹/٤)، وقال: حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه، سنن نسائی، کتاب الطهارة، باب ترك الوضوء مما غيرت النار (۱۸۳/۱)، مسند احمد بن حنبل (۳۰۷/٦)، السنن الکبریٰ للبیهقی (۱۵٤/۱)، شرح السنة (۲۹۲/۱۱).

مفردات:

الجَنْبُ: الشق ،الناحیته: پہلو، جانب،طرف۔ **اَلْمَشْوِیُّ:** بھُنا ہوا گوشت۔

تشــــریح: ......گزشتہ حدیث میں حلوی اور شہد کا ذکر تھا اب گوشت کا ذکر کر دیا ہے کیونکہ یہ تینوں غذائیں بدن ،جگر اور اعضاء کے لیے افضل واعلیٰ اور نہایت نفع مند ہیں اور گوشت تو تمام سے بہتر ہے اور سب کا سردار ہے اور جنتیوں کا کھانا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں بسند ضعیف مروی ہے کہ گوشت دنیا اور آخرت والوں کے لیے تمام کھانوں کا سردار ہے۔ [1] (اس حدیث کے کئی شواہد ہیں) سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل دنیا کا سیدّ الطعام گوشت ہے پھر چاول ہیں۔

گوشت کے فوائد:

گوشت کے بارے میں علمائے حدیث اور حکماء کے اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی گوشت میں اللہ تعالیٰ نے بہت ہی قوتیں رکھی ہوئی ہیں چند اقوال ملاحظہ ہوں: ابوسمعان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: گوشت قوت سماعت میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، گوشت خوری سے ستر طاقتیں بڑھتی ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گوشت کھانے سے عقل ودانش مضبوط ہوتی ہے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گوشت کھانے سے رنگ صاف اور پرورش وافزائش اچھی ہوتی ہے۔ جو اس کو چالیس دن تک نہ کھائے اس کی شکل بگڑنا شروع ہو جاتی ہے۔

❀ ''نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، اور وضو نہ کیا'' شروع اسلام میں جس چیز کو آگ کا اثر پہنچا ہو، آگ پر اسے پکایا گیا ہو تو اس کے کھانے سے وضو ختم ہو جاتا تھا، لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے آخری امر آگ سے پکی ہوئی چیز سے وضو نہ کرنا ثابت ہے۔مگر لغوی وضو یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا بہتر ہے۔اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرنا زیادہ احوط اور اصح ہے۔ واللہ اعلم۔

مسجد میں کھانا کھانا جائز ہے:

۲٦-۱۵: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، ثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ زِيَادٍ......

---

[1] سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب اللحم، حدیث: ۳۳۰۵ واسناده ضعيف جداً۔ سلیمان بن عطاء راوی منکر الحدیث ہے۔ الموضوعات لابن الجوزی (۳۰۲/۲).

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: أَكَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شِوَاءً فِی الْمَسْجِدِ.

''سیدنا عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھنا ہوا گوشت کھایا۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة (۲/۳۳۱۱)، مسند احمد بن حنبل (۴/۱۹۰)، صحیح ابن حبان (۳/۸۳، احسان) یہ روایت لفظ ''شواء'' کے ساتھ سنن ابن ماجہ میں ابن لھیعۃ کی سند سے مروی ہے اور ابن لھیعۃ ضعیف راوی ہیں، البتہ صحیح ابن حبان، مسند احمد وغیرہما میں لفظ ''الخبز واللحم'' کے ساتھ حسن درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

تشریح:......اس حدیث سے مسجد میں اکٹھے یا اکیلے بیٹھ کر کھانا کھانے کا جواز ملتا ہے، مگر اس میں یہ احتیاط کی جائے کہ مسجد میں گندگی نہ پڑے۔

سیدنا عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزء بن عبداللہ بن معدی کرب بن عمرو بن عصم بن عمرو بن عویج زبیدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی کنیت ابوالحارث تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ روایت کی، ان سے روایت کرنیوالوں میں عبید اللہ بن المغیرۃ، سلیمان بن زیاد الحضرمی، عبید بن ثمامہ، عمرو بن جابر الحضرمی اور یزید بن ابی حبیب وغیرہم کے نام ملتے ہیں۔ ان کا نام عاصی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا۔ سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ اور سنن ترمذی میں ان کی روایات ہیں، امام ابوزکریا ابن مندۃ فرماتے ہیں، مصر میں سکونت پذیر تھے اور مصر میں وفات پانے والے اصحاب رسول میں سے یہ آخری صحابی ہیں۔ ابن یونس فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن حارث زبیدی رضی اللہ عنہ ۸۶ھ میں فوت ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

بھنا ہوا گوشت چھری سے کاٹ کر کھانا:

۱۶-۲۶: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، أَنْبَأَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ أَبِی صَخْرَةَ۔ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ۔ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ......

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: ضِفْتُ النَّبِیَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأُتِیَ بِجَنْبٍ فَشُوِیَ، وَأَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحُزُّ، فَحَزَّلِی بِهَا مِنْهُ. قَالَ: فَجَاءَ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، فَأَلْقَى الشَّفْرَةَ فَقَالَ: "مَالَهُ؟

''سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہمانی پر گیا تو گوشت کا ایک بھنا ہوا پہلو پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھری لے کر اسے کاٹنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے بھی اس سے (گوشت) کاٹا، (اتنی دیر میں) اچانک سیدنا

تَرِبَتْ يَدَاهُ!" قَالَ: وَكَانَ شَارِبِي قَدْ وَفَى، فَقَالَ لَهُ: "أَقُصُّهُ لَكَ عَلَى سِوَاكٍ أَوْ قُصَّهُ عَلَى سِوَاكٍ.

بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری پھینک دی پھر فرمایا: اسے کیا ہو گیا ہے اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں، راوی نے کہا کہ میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نیچے سواک رکھ کر انہیں کاٹ نہ دوں یا فرمایا: نیچے مسواک رکھ کر انہیں کاٹ دو۔"

تخریج...... یہ حدیث **صحیح** ہے، مسند احمد بن حنبل (٤/٢٥٢، ٢٥٥) سنن نسائی (٤/١٥٣)، سنن ابی داؤد، كتاب الطهارة، باب ترك الوضوء مما مست النار حديث نمبر ١٨٨، شرح السنة للبغوی (١١/٢٨٤٨).

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہیں ذیل میں ان کے تذکار درج ہیں۔

ابو محمد المغیرۃ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب الیشکری الکوفی ثقفی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ روایت کرتے ہیں، مشہور صحابی رسول ہیں ان سے راویت کرنیوالوں میں ان کی اولاد سے عروہ، حمزہ اور عقار ہیں علاوہ ازیں ان سے مسور بن مخرمہ، قیس بن ابی حازم، مسروق بن الاجدع، نافع بن جبیر بن مطعم، عامر الشعبی، عروۃ بن الذبیر، علقمہ بن وائل، الحضرمی اور علی بن ربعیہ الوالبی وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

اصابت رائے میں ضرب المثل تھے، حتی کہ انہیں مغیرۃ الرای کہا جاتا تھا۔ انہوں نے جنگ یمامہ، فتوح شام اور قادسیہ میں بھی شرکت فرمائی۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبصیہ بن جابر کہا کرتے تھے: اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور ہر دروازے سے کسی مشکل ترین تدبیر کے ذریعے سے نکلا جا سکتا ہو تو ان تمام سے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بسہولت نکل جائیں گے۔

آپ بصرہ کے گورنر رہے، کئی بار آپ کو کوفہ کا گورنر بنایا گیا آپ ابو عبید القاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ۴۹ھ میں فوت ہوئے جبکہ آپ کوفہ کے گورنر تھے۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ آپ ۵۰ھ میں فوت ہوئے جبکہ علامہ ابن عبد البر کی تحقیق یہ ہے کہ آپ ۵۱ھ میں فوت ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ایک ہزار شادیاں کی تھیں۔ آپ سے تقریباً ایک سو چھتیس روایات مروی ہیں رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

مفردات:

لفظ مَعَ کے تین مطالب۔

ضِفتُ مع: ضَافَ يَضِيفُ سے ماضی معلوم واحد متکلم کا صیغہ ہے: میں مہمان بنا، یہاں لفظ مَعَ کے تین مطلب بیان کیے جاتے ہیں۔

۱: لفظ مَعَ زائد ہے ترجمہ ہوگا کہ میں آپ ﷺ کا مہمان بنا۔

۲: لفظ مَعَ زائد نہیں ہے بلکہ معیّت کے معنیٰ میں ہے ترجمہ ہوگا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کسی تیسرے آدمی کا مہمان بنا، یعنی اس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو دعوت دی اور میں بھی آپ کے ساتھ اس دعوت پر گیا۔

۳: تیرا معنیٰ جو بعید ترین ہے وہ یہ ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی مہمانی کی۔

پہلا مطلب زیادہ صحیح ہے۔

ذَاتَ لَيْلَةٍ! یہ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ہے ذو مذکر کے لیے اور ذات مونث کے لیے مستعمل ہے۔ تثنیہ ذَوَاتَان اور جمع ذوَات آتی ہے۔ ترجمہ ہوگا: کسی ایک رات۔

اَلشَّفْرَةُ: چھری، اسے سکین بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ سکین چھوٹی چھری کو کہا جاتا ہے اور شَفْرَة بڑی چھری کو کہتے ہیں: اس کی جمع شَفْرٌ اشفارٌ اور شُفُراتٌ آتی ہے۔

حَزّ: باب نَصَرَ سے ہے بمعنی قَطَعَ کاٹنا۔

يُؤْذِنُهُ: اِيْذَ ان سے فعل مضارع معلوم واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اطلاع دینا۔ وقت بتانا۔ تَرِبَتْ يَدَاهُ: باب تَرِبَ يَتْرَبُ عَلِمَ يَعْلَمُ سے ہے ہاتھ خاک آلود ہونا۔ محتاج ہونا۔ مگر عرب لوگ صرف اسے اس کے اصلی معنیٰ کے لیے ہی استعمال نہیں کرتے بلکہ بعض اس کو اظہار تعجب کے لیے اور کبھی تنبیہ اور زجر کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔

شَارِبُ الرجل: مونچھ، اس کی جمع شوارب آتی ہے۔

وَفَى: بمعنی تَمَّ بڑھ جانا، زیادہ ہونا۔ قُصَّهُ: قَصَّ يَقُصُّ سے امر حاضر معلوم واحد مذکر کا صیغہ ہے قینچی سے کاٹنا۔

تشریح و فوائد :......اس حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

❀ مہمان کی مہمان نوازی اور خدمت وتواضع کرنی چاہیے۔

❀ بُھنے ہوئے گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانا جائز ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں الفاظ ہیں۔

"اِحْتَنَّرَ لِيْ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَلْقَاهَا وَالسِّكِّيْنَ الَّتِيْ يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ." [1] یعنی آپ ﷺ نے میرے لیے بکری کے کندھے سے کاٹ کر مجھے دیا پھر

[1] صحیح بخاری، کتاب الاطعمة، باب اذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشائه، حدیث: ٥٤٦٢۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، حدیث: ٣٥٥۔

آپ ﷺ کو نماز کے لیے بلایا گیا۔ تو آپ نے اس (گوشت) کو پھینک دیا اور اس چھری کو بھی پھینک دیا جس سے کاٹ رہے تھے۔ پھر آپ اٹھے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا، جبکہ سنن ابوداؤد اور شعب الایمان للبیھقی میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لَا تَقْطَعُوْا اللَّحْمَ بِالسِّكِّيْنِ فَإِنَّهُ مِنْ صَنِيْعِ الْاَعَاجِمِ وَانْهَشُوْهُ فَإِنَّهُ اَهْنَأُ وَاَمْرَأُ'' [1] کہ گوشت کو چھری سے نہ کاٹو، کیونکہ یہ عجمیوں کا کام ہے بلکہ تم اس کو اپنے دانتوں سے نوچو کیونکہ یہ زیادہ خوش ہضم اور خوشگوار ہے۔ بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے اس تعارض کو بایں طور رفع کیا جاسکتا ہے کہ امام ابوداؤد اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے جو منع فرمایا اس کو اپنے عمل سے منسوخ کر دیا ہو یا یہ عمل بطور جواز کیا ہو اور نہی تنزیہی ہو۔ یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ نوچ کر کھانا زیادہ اچھا، اطیب اور عمدہ ہے۔

❀ مونچھیں زیادہ لمبی نہیں کرنی چاہیے ''شَارِبُهُ'' کی ضمیر مغیرہ کی طرف ہے کیونکہ سنن ابی داؤد کی روایت میں وَكَانَ شَارِبِيَّ وَفِيَ کہ میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ اس حدیث سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے مونچھوں کے کاٹنے میں زیادہ مبالغہ نہیں کرنا چاہتے، صرف اتنی کاٹی جائیں کہ ہونٹوں کی سرخی نظر آنے لگے۔ مونچھیں بالکل منڈوا دینا اچھا نہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو مونچھوں کو منڈوائے، اس کو بطور ادب سزا دی جائے۔

❀ کھانا کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا، کھانا چاہے آگ پر تیار کیا جائے یا بغیر آگ کے تیار کیا جائے۔

چھری کی بجائے دانتوں سے نوچ کر کھانا:

۲۶-۱۷: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِلَحْمٍ فَدُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ يُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا.

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے پاس کچھ گوشت لایا گیا اور آپ کی خدمت میں دست (بونگ) پیش کی گئی اور یہ حصہ آپ ﷺ کو بہت پسند تھا تو آپ نے اسے دانتوں سے کاٹ کر کھایا۔''

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل ﴿ولقد ارسلنا نوحًا الی قومه﴾

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة، باب فی اکل اللحم، حدیث: ۳۷۷۸۔ شعب الإیمان للبیھقی (۵۸۹۸) وقال ابوداؤد: ولیس هو بالقوی. سند میں ابومعشر نجیح راوی مجہول الحال ہے۔

(٦/٣٣٤٠)، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعة (١/٣٢٧ برقم ١٨٤،١٨٦)، سنن ترمذی، ابواب الأطعمة (٤/١٨٣٧) وقال: حدیث حسن صحیح، مسند احمد بن حنبل (٢/٤٣٥)، اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ٢١٥).

تشریح :...... نبی اکرم ﷺ کو "زراع" دست، بونگ اس لیے پسند تھی کہ وہ جلدی پک جاتی ہے اور کھانے میں نرم ہوتی ہے اور گندی جگہ سے دور ہوتی ہے۔ گذشتہ حدیث میں دانتوں سے نوچنے کے بجائے چھری سے کاٹنا مذکور ہے اب دانتوں سے نوچنے کا ذکر ہے۔ دونوں جائز مگر مستحب دانتوں سے کاٹ کر کھانا ہے۔ کیونکہ اس میں تکبر نہیں ہے نیز تکلف اور تشبہ بالاعاجم سے اجتناب ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو دست (بونگ) پسند تھی:

٢٦-١٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ زُهَيْرٍ- يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ- عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عِيَاضٍ......

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ قَالَ وَسُمَّ فِي الذِّرَاعِ وَكَانَ يَرَى أَنَّ الْيَهُودَ هُمْ سَمُّوهُ.

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کو (گوشت میں سے) بونگ بڑی پسند تھی۔ فرماتے ہیں کہ بونگ میں ہی آپ ﷺ کو زہر ملا کر دیا گیا تھا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ یہود نے آپ ﷺ کو زہر دیا تھا۔"

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، باب الاکل بالیمین (٣/٣٧٨٠،٣٧٨١)، مسند احمد بن حنبل (٣٧٣٣،٣٧٧٧) اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ٢١٦)، سلسلة صحیحه للالبانی (٢٠٥٥).

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں ذیل میں ان کے تذکار درج ہیں۔

ابوعبدالرحمان عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ الھذلی رضی اللہ عنہ آپ کی والدہ کا نام سیدہ ام عبد بنت عبد بن سواد رضی اللہ عنہا ہے۔ دونوں کا شمار اصحاب رسول ﷺ میں ہوتا ہے آپ کو کئی اعزازات حاصل ہیں (١) مکہ میں قدیم الاسلام تھے۔ (٢) دونوں ہجرتیں کیں (٣) بدر اور تمام مشاہد میں حاضر ہوتے رہے (٤) نبی اکرم ﷺ صاحب نعل اور اداوۃ تھے۔

نبی اکرم ﷺ کے علاوہ سیدنا سعد بن معاذ، سیدنا عمر بن خطاب، صفوان بن عسال رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی

روایت کرتے ہیں آپ کے تلامذہ میں آپ کے دو بیٹے عبدالرحمان اور ابوعبیدۃ، بھتیجا عبداللہ بن عتبہ، ان کے علاوہ سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا انس، سیدنا جابر، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا ابوموسیٰ اشعری، سیدنا حجاج بن مالک اسلمی، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن الزبیر، سیدنا ابوجحیفہ، اور سیدنا ابورافع مولیٰ رسول اللہ ﷺ سیدنا قرۃ بن ایاس رضی اللہ عنہم اجمعین، وغیرھم کے نام ملتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: أَنْتَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ ❶ تم سکھلائے ہوئے لڑکے ہو۔ آپ قبولیت اسلام میں چھٹے نمبر پر ہیں ان کی مواخاۃ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے قائم کی گئی تھی۔ خود سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے منہ مبارک سے ستر سورتیں حاصل کیں ہیں۔ ❷

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ مدینۃ النبی ﷺ میں خلیفہ ثالث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے پہلے وفات پا گئے جبکہ امام ابونعیم وغیرہ نے کہا ہے کہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے یحیٰی بن بکیر نے ۳۳ھ کہا ہے بعض اصحاب السیر نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ میں فوت ہوئے۔ مگر صحیح بات پہلی ہے۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آپ کی نماز جنازہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، رضی اللہ عنہ وارضاہ

آپ ﷺ کو گوشت میں زہر ملا کر دیا گیا:

''سُمَّ فِي الذِّرَاعِ'' بازو کے گوشت میں زہر ملا کر دیا گیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں زہر قاتل ڈالا گیا تھا ابھی آپ ﷺ نے اس سے ایک لقمہ لیا تھا کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے آ کر خبر دی کہ یہ کھانا زہریلا ہے تو آپ ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس زہر نے اس وقت تو آپ کو کوئی تکلیف نہ دی مگر اس کا اثر ہر سال لوٹ کر آیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات اسی کے ساتھ واقع ہوئی اور آپ ﷺ نے شہادت کی موت حاصل کی۔

''ابن مسعودؓ خیال کرتے تھے'' حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ❸ فرماتے ہیں کہ ''یہ زہر غزوہ خیبر کے موقعہ پر دیا گیا ایک یہودی عورت زینب بنت الحارث جو کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی تھی نے یہودیوں کے مشورہ سے دیا جب پتہ چلا تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو بلا کر پوچھا تو اس نے اقرار کر لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کام پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ کہنے لگی: میں نے دل میں کہا کہ اگر آپ سچے نبی ہوئے تو آپ کو یہ نقصان نہیں

---

❶ مسند احمد (۱/۳۷۹).

❷ صحيح بخاری، کتاب فضائل القرآن باب القراء من اصحاب رسول الله ﷺ، حدیث: ۵۰۰۰۔ صحيح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن مسعود رضی الله عنهما، حدیث: ۲۴۶۲.

❸ فتح الباری (۵/۳۲۴، ۶/۸۸۵۔۸۸۶).

دے سکے گا، اور اگر سچے نہ ہوئے تو ہم آپ سے چھوٹ جائیں گے اور آرام پالیں گے۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنا حق معاف کر دیا مگر جب آپ ﷺ کے بعض صحابہ اس زہر سے فوت ہو گئے جن میں ایک بشر بن البراء بھی تھے تو آپ ﷺ نے اس عورت کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا۔'' حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان ایسا ہے کہ اس بارے میں منقول تمام روایات میں جمع و تطبیق ہو جاتی ہے۔

صحیح بخاری شریف ❶ میں ہے کہ آپ ﷺ نے جب خیبر فتح کیا تو یہود کو بلا کر ان سے پوچھا کہ تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے کہا: فلاں شخص ہے آپ ﷺ نے فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو، تمہارا باپ تو فلاں ہے تو انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بتاؤ جہنمی کون ہونگے؟ انہوں نے کہا: ہم اس میں کچھ عرصہ رہیں گے اس کے بعد ہماری جگہ پر تم وہاں رہو گے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس میں ذلیل و رسوا ہو کر رہو، ہم تمہاری جگہ پر کبھی بھی نہیں ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تمھیں یہ کام کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ تو وہی کچھ کہنے لگے جس کا اوپر مندرجہ بالا بیان میں ذکر ہے۔

سنن ابی داؤد ❷ میں ہے کہ ایک یہودی عورت نے بکری بُھون کر اس کے گوشت میں زہر ملا دیا اس نے وہ گوشت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ وہدیہ بھیج دیا، تو آپ ﷺ نے اور آپ کے کچھ ساتھیوں نے اس سے کھایا، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھ اس گوشت سے اٹھا لو پھر اس عورت کو بلا لیا اور اس سے پوچھا: کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ تو اس نے کہا: آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟ فرمایا: مجھے اس زراع (بونگ) نے یہ بات بتائی ہے۔ پھر اس نے اقرار کر لیا اور وجہ یہ بتائی کہ اگر آپ نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو کوئی نقصان نہیں دے سکے گا ورنہ ہم آپ سے چھوٹ جائیں گے اور بے فکر ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا اور کوئی سزا نہ دی، پھر اسی زہر کے اثر کی وجہ سے آپ ﷺ کے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور آپ ﷺ نے بھی اپنے کندھے کے اوپر والے حصّہ میں سینگی لگوائی۔

صحیح بخاری ❸ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کے دنوں میں فرمایا: ''عائشہ! میں اس کھانے کی تکلیف محسوس کر رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اس زہر نے میری انتڑیاں کاٹ دی ہیں۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ما یذکر فی سم النبی ﷺ، حدیث: ٥٧٧٧.

❷ سنن ابی داوٗد، کتاب الدیات، باب فیمن سقی رجلا سما او اطعمة فمات، حدیث: ٤٥١٠، ٤٥١١.

❸ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاته، حدیث: ٤٤٢٨.

جب تک میں طلب کرتا رہتا تم دیتے رہتے:

٢٦-١٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ......

عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ قِدْرًا وَقَدْ كَانَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ، فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ، ثُمَّ قَالَ: "نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ" فَنَاوَلْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: "نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ" فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَمْ لِلشَّاةِ مِنْ ذِرَاعٍ؟ فَقَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ سَكَتَّ لَنَا وَلْتَنِيْ الذِّرَاعَ مَا دَعَوْتُ."

''حضرت ابوعبید (ابوعبیدۃ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے (گوشت کی) ایک ہنڈیا پکائی، آپ ﷺ کو زراع (بونگ) کا گوشت بہت پسند تھا، تو میں آپ کو ایک بونگ پیش کی، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ اور زراع دو، میں نے دوسری پیش کی۔ پھر فرمایا: مجھ اور زراع دو، تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک بکری کے کتنے زراع ہوتے ہیں؟ تو فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم خاموش رہتے تو جب تک میں طلب کرتا جاتا تم مجھے زراع دیتے ہی رہتے۔''

تخریج...... یہ حدیث دیگر شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (٤٨٥،٤٨٤/٣)، سنن دارمی (المقدمۃ ٤٤/١)، امام ھیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو مجمع الزوائد (٣١١/٨) میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اسے امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے روایت ہے، ان دونوں کے راوی الصحیح کے راوی ہیں سوائے شہر بن حوشب کے، اسے کئی علماء نے ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تقریب التھذیب میں فرماتے ہیں شہر بن حوشب صدوق، کثیر الاوھام والا رسال ہے لیکن اس حدیث کا ایک شاہد عبدالرحمان بن ابی رافع عن عمتہ عن ابی رافع مرفوعاً موجود ہے جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے المسند (٨/٦) میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے المجعم الکبیر اور ابن سعد نے طبقات (١٩٣/١) میں نقل کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اپنے شواہد کی وجہ سے صحیح لغیرہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کا ایک شاہد سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے جسے ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح یہ روایت صحیح بخاری میں اسود عن عبداللہ کے طریق سے متصل ہے۔

راوی حدیث:

اس حدیث کے راوی ابوعبیدۃ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہ بیٹے اپنے نام کے بجائے کنیت سے مشہور ہیں حتی کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے مشہور ثقہ تابعی ہیں ٨٣ھ میں فوت ہوئے، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اُن لوگوں میں شمار کیا ہے جن کے نام سے وہ آگاہ نہیں ہوسکے۔

تشریح :......حدیث الباب سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں:

۱: جانثارانِ نبیؐ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کیا کرتے تھے۔

۲: طعام میسر ہو تو سیر ہو کر کھایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دوزراع تناول فرمائے اس پر بظاہر ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ گذشتہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لحم اور خبز سے کبھی سیر ہو کر تناول نہیں فرمایا، جبکہ اس روایت میں ہے کہ دوزراع تناول فرمائے شارحین حدیث نے اس اعتراض کو اس طرح دور کیا ہے کہ سابقہ روایات میں یَوْمَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ یا فِیْ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ کی نفی ہے مطلقاً ایک وقت کے شبع کی نفی نہیں کی گئی جبکہ حدیث الباب میں ایک وقت کی بات ہے یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی اس میں شریک ہوئے ہوں۔

۳: آپ ﷺ کے قسم کھانے کا انداز معلوم ہوا کہ والذی نفسی بیدہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کے الفاظ سے قسم اٹھاتے تھے

۴: رسول اللہ ﷺ کے معجزات کا ظہور، بکری کے بازو اگرچہ دو ہوتے ہیں لیکن فرمایا: اگر تم خاموش رہ کر مجھے دیتے رہتے تو وہ ختم نہ ہوتے حتی کہ میں مطالبہ کرنا چھوڑ دیتا۔ کھانے میں کثرت وزیادت اور برکت سے متعلقہ دیگر معجزات بھی احادیث میں مذکور ہے:

❁ جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں چند کھجوریں تھیں آپ ﷺ نے وہ تھیلی ہاتھ میں لی اور فرمایا: دس دس آدمیوں کو دستر خوان پر بلاتے جاؤ اور پھر یہی چند کھجوریں ایک لشکر نے تناول فرمائیں۔ نیز حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اس تھیلی سے کھجوریں کھاتے رہے، حتی کہ نبی اکرم ﷺ کا دور زریں گزر گیا پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سوا دوسالہ دور خلافت آیا تو پھر بھی اس تھیلی سے کھجوریں ختم نہ ہوئیں، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس تھیلی سے خود بھی کھاتے رہے اووں کو بھی کھلاتے رہے حتی کہ سیدنا عثمان ذوالنورین کا دور خلافت آیا اور اس تھیلی سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کئی وسق نکال چکے تھے۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے وقت جب افراتفری پھیلی تو کسی نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ تھیلی چھین لی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس تھیلی کے چھن جانے کا بڑا افسوس ہوا۔ تب انہوں نے فرمایا: لوگ آج ایک غم (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت) میں مبتلا ہیں جبکہ مجھے دوغم ملے ہیں ایک میری تھیلی چھین جانے کا غم اور دوسرا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا غم۔ [1] اس معنی میں ان کا ایک شعر ہے ؏

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۸۳۹ وقال: حسن غریب

لِـلـنَّـاسِ هَـمٌّ وَلِـي هَـمَّـانِ
هَـمُّ الْـجِـرَابِ وَهَـمُّ الشيخ عُثْمَـان .

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے گھر کا واقعہ جب انہوں نے چند آدمیوں کے لیے ایک بکری اور چند روٹیوں کے آٹے کا اہتمام کیا پھر تیرہ چودہ سو کے لشکر نے اسے سیر ہو کر تناول فرمایا۔ ❶

❁ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک پیالہ ملیدہ تیار کیا جسے تمام اہل صفہ اور دیگر لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ ❷

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک سے نڈھال سر راہ بیٹھے اس لیے ایثار و نفقہ کی آیات کا مفہوم دریافت کر رہے ہیں تا کہ کوئی میری حالت دیکھ کر مجھے کھانا کھلا دے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً پہچان لیا اور فرمایا: ابو ہریرہ! بھوک سے نڈھال ہو؟ عرض کیا: جی ہاں۔ پھر اپنے ساتھ لے گئے اور تلاش بسیار کے بعد دودھ کا ایک پیالہ ملا، جو اکیلے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کفایت کر سکتا تھا لیکن فرمایا: ابو ہریرہ! اہل صُفّہ کو بلا لاؤ، پھر تمام اہل صُفّہ نے سیر ہو کر وہ دودھ کا پیالہ پیا۔ بعد ازاں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی خوب سیر ہو کر نوش جان کیا۔ ❸

❁ سیدنا سمرۃ فرماتے ہیں ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالے میں گوشت آیا تو صبح سے رات گئے تک لوگ اسے کھاتے رہے۔ ❹ وغیر ذالك۔ فليراجع الى كتب المعجزات من يشاء التفصيل .

بونگ کا گوشت کیوں پسند تھا؟

۲۶-۲۰ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ ، عَنْ فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبَّادٍ يُقَالُ لَهُ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ يَحْيَى بْنُ عَبَّادِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ......

---

❶ صحيح بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة خندق، حديث: ۴۱۰۱، ۴۱۰۲۔ صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غيره الى دار......، حديث: ۲۰۳۹ .

❷ صحيح بخاری، كتاب الاطعمة، باب فی ادخل الضيفان عشرة عشرة، حديث: ۵۴۵۰۔ صحيح مسلم (۱۴۲۸/۹۴)۔ مسند احمد (۱۴۷/۳)۔ سيرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن كثير (۴۱۲/۳).

❸ صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه، حديث: ۶۴۵۲ .

❹ مسند احمد (۱۸/۵)۔ سنن ترمذی، كتاب المناقب، باب ما جاء فی آيات نبوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حديث: ۳۶۲۵ وقال: حسن صحيح.

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: مَا كَانَ الذِّرَاعُ أَحَبَّ اللَّحْمِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلَكِنْ كَانَ لَا يَجِدُ اللَّحْمَ إِلَّا غِبًّا، وَكَانَ يَعْجَلُ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ أَعْجَلُهَا نُضْجًا.

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کو بازو (بونگ) کا گوشت دوسرے گوشت سے زیادہ محبوب نہیں تھا (لیکن آپ شوق سے اس لیے اسے کھاتے کہ) آپ ﷺ کو گوشت کبھی کبھی میسر آتا، اور آپ اس گوشت کی طرف اس لیے جلدی فرماتے کہ یہ گوشت بہت جلدی پک جاتا ہے۔''

تخریج...... یہ حدیث ضعیف ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الأطعمة، باب فی ای اللحم کان احب الی رسول اللہ ﷺ (۱۸۳۸/٤)، وقال ابوعیسیٰ: ھذا حدیث غریب لا نعرفه الا من ھذا الوجه، اس روایت میں فلیح بن سلیمان راوی ضعیف ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ صدوق کثیر الخطاء ہے پھر اس سند میں عبدالوھاب بن یحییٰ ہے وہ بھی درجہ مقبول کا راوی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسے امام ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں اتباع التابعین میں ذکر کیا ہے اور یہ اپنے پردادا سے روایت کر رہے ہیں حالانکہ ان کا اپنے دادا سے سماع تو دور کی بات ملاقات بھی ثابت نہیں ہے۔

اور پھر یہ روایت گذشتہ صحیح روایات کے بھی خلاف ہے جن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے پسندیدہ گوشت زراع (بونگ) کا تھا۔

سب سے بہتر گوشت پشت کا ہے:

۲۶-۲۱: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، ثَنَا مِسْعَرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا مِنْ فَهْمٍ......

قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ أَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ.

''سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: سب سے اچھا گوشت پشت کا ہے۔''

تخریج...... یہ حدیث ضعیف ہے۔ سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب اطیب اللحم (۳۳۰۸/۲)، مسند احمد بن حنبل (۲۰۵/۱)، امام ھیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو مجمع الزوائد (۳٦/۵) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اسے امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا اور اس میں یحییٰ الحمانی ضعیف راوی ہے۔ مزید فرماتے ہیں۔ اس کو امام طبرانی نے اپنی المعجم الاوسط میں ایک لمبی حدیث میں روایت کیا ہے جو مناقب کے

بارے میں ہے اس میں اصرم بن حوشب متروک راوی ہے اور شمائل کی سند میں ایک راوی ''شیخ من فہم'' مجہول ہے علامہ ناصر والدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو سلسلہ ضعیفہ میں ضعیف قرار دیا ہے۔

تشریح :...... کیونکہ یہ گوشت گندگی کی جگہ سے دور ہوتا ہے اس حدیث کی باب سے مناسب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے پشت کا گوشت بطور سالن استعمال فرمایا ہو گا، اسی لیے اس کی اچھائی اور عمدگی بیان کی، یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا ہو۔

۲۶-۲۲ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ ، ثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُوَمَّلِ ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ .

''ام المؤمنین سیدتنا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بہترین سالن سرکہ ہے۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے تخریج کے لیے ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۱۴۷۔

سرکے والا گھر سالن سے خالی نہیں ہوتا:

۲۶-۲۳ : حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ ، ثَنَا أَبُوْبَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ ، عَنْ ثَابِتٍ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: أَعِنْدَكِ شَيْءٌ فَقُلْتُ: لَا إِلَّا خُبْزٌ يَابِسٌ وَخَلٌّ فَقَالَ: هَاتِي مَا أَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ أُدْمٍ فِيهِ خَلٌّ .

''سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! ہاں صرف خشک روٹی اور سرکہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے آؤ، جس گھر میں سرکہ ہو اس میں سالن کی محتاجگی نہیں ہوتی۔''

تخریج...... یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ حسن ہے، سنن ترمذی، ابواب الأطعمة (۱۸۴۱/٤)، وقال حدیث حسن غریب من هذا الوجه، حلية الاولیاء (۳۱۲/۸،۳۱۳)، مسند احمد بن حنبل (۳۵۳/۳)، اس سند میں ابوحمزہ الثمالی راوی ضعیف ہے البتہ شواہد کی بناء پر یہ روایت حسن ہے۔

مفردات:

يَابِسٌ: يَبِسَ يَيْبَسُ: كَانَ رُطَبًا فَجَفَّ کسی تر چیز کا خشک ہو جانا۔ فَقُرٌ باب شَرُفَ يَشْرُفُ سے فَقُرَ يَفْقُرُ اور افْتَقَرَ بھی اسی معنیٰ میں مستعمل ہے۔ ضرورت مند ہونا محتاج ہونا۔

تشریح :...... مَا اَفْقَرَ یہاں دو نسخے ہیں ایک لفظ اَقْفَرَ کے ساتھ اس کے معنیٰ ہیں کہ نہیں خالی ہوتا اور نہیں معدوم ہوتا۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے: ای مَا خَلَا مِنْ الْاِ دَامِ وَلَا عَدَمَ اَهْلُهُ الْاُدُمَ یعنی سالن سے خالی اور معدوم نہیں ہوتا۔ دوسرا نسخہ اَفْقَرُ ہے جس کے معنیٰ ہیں محتاج ہونا۔ یعنی وہ گھر محتاج نہیں ہوتا۔ دونوں نسخوں کا مطلب ایک ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ سالن سے محتاج اور خالی نہیں سمجھا جاتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خشک روٹی اور سرکہ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے اور اس کی قدر کرنی چاہیے، نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے محبت ومودّت کی وجہ سے حیاء وحجاب نہ ہو، ان سے سوال کیا جاسکتا ہے۔

ثرید تمام کھانوں سے بہتر ہے:

۲۶-۲۴ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، ثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ......

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ .

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہے جیسا کہ ثرید کی تمام کھانوں پر۔''

تخریج...... صحیح بخاری، کتاب الاطعمة باب الثرید (۵۴۱۸/۹)، و کتاب الانبیاء، باب وَضَرَبَ اللّهُ مثلاً ......، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة باب فضائل خدیجة رضی اللہ عنہا (۷۰/۴ برقم ۱۸۸۶)، سنن ترمذی ابواب الاطعمة (۱۸۳۴/۴)، وقال هذا حدیث حسن صحیح، سنن نسائی، کتاب عشرة النساء (۳۹۵۷/۴)، سنن ابن ماجه، کتاب الأطعمة، (۳۲۸۰/۲)، مسند احمد بن حنبل (۳۹۴/۴، ۴۰۹).

مفردات:

اَلْفَضْلُ وَالْفَضِیْلَةُ ای خلاف الرذیلة والنقیصة درجہ میں زیادت۔ بلند مرتبہ ہونا۔

اَلثَّرِیْدُ شوربا میں خشک روٹی کے ٹکڑے ڈال کر جو طعام تیار کیا جاتا ہے کبھی اس کے ساتھ گوشت کے ٹکڑے بھی شامل کر لیے جاتے ہیں۔

تشریح وفوائد:

۱: سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت واضح انداز میں بیان کی گئی ہے۔

۲: ثرید کی دوسروں کھانوں پر فضیلت بھی واضح ہے اس کی فضیلت بارے دیگر احادیث بھی مذکور ہے جو سنداً ضعیف ہیں مثلاً طبرانی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ برکت تین چیزوں میں ہے جماعت، ثرید،

سحری، ❶ اسی طرح سنن ابی داؤد کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں، تمام کھانوں سے عمدہ اور پیارا کھانا روٹی کا ثرید اور حلوے کا ثرید ہے۔ ❷

اطباء کہتے ہیں: ثرید ہر کھانے سے افضل اور صحت والا ہے جو خوبیاں اکیلے ثرید میں پائی جاتی ہیں وہ تمام کھانوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی طرح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں جو خوبیاں جمع ہیں وہ دیگر کسی بھی عورت میں جمع نہیں ہیں ۱۔ کیونکہ وہ سید الانبیاء، امام الانبیاء، افضل الانبیاء کی بیوی ہیں ۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ازواج مطہرات سے زیادہ محبوب ہیں ۳۔ سب سے بڑی عالمہ ہیں ۴۔ حسب ونسب کے اعتبار سے بھی سب سے بڑی عظمت والی ہیں۔

صاحب مشکوٰۃ کے استاذ امام طیبیؒ فرماتے ہیں، ثَرِيْدٌ مَعًا لِلَّحْمِ، قوت، لذت، سہولت اور کم چبانے میں نہایت عمدہ اور جامع خوبیوں والی خوراک ہے اسی لیے اس کی مثال دیکر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نہایت خوش خلقی میٹھی گفتگو، فصاحت لہجہ، عمدگی طبع، پختگی عقل ودانش کے ساتھ ساتھ خاوند سے محبت کرنا، انسیت ومودّت رکھنا وغیرھا تمام صفات عالیہ سے متصف تھیں نیز عقل وفہم اور استدلال کی تربیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ تھیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے افضل ہیں:

۲۶-۲۵: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعْمَرٍ الْأَنْصَارِيُّ أَبُوْ طُوَالَةَ......

أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسے ہے جس طرح ثرید کی تمام کھانوں پر ہے۔''

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب عائشه رضی الله عنها (۳۷۷۰/۷)، و کتاب الاطعمة، باب الثرید (۵۴۱۹/۹، ۵۴۲۷) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عائشه رضی الله عنها (۸۹/٤ برقم ۱۸۹۵) سنن ترمذی، ابواب المناقب (۳۸۸۷/۵)، وقال هذا حدیث

---

❶ معجم کبیر طبرانی (٦٠٠٤)۔ مجمع الزوائد (۱۵۱/۳). واسناده ضعیف. ابوعبداللہ بصری راوی مجہول ہے۔

❷ سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة، باب فی اکل الثرید، حدیث: ۳۷۸۳ واسناده ضعیف. سند میں ایک راوی مجہول ہے۔

حسن، سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة (٢/ ٣٢٨١)، سنن دارمی، كتاب الاطعمة (٢/ ٢٠٦٩)، مسند احمد بن حنبل (٣/ ١٥٦، ٢٦٤)۔

تشریح :......حدیث الباب میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یہاں مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ہے یہاں تک کہ سیدہ آسیہ اور ام موسیٰ پر بھی۔'' بعض نے سیدہ آسیہ اور سیدہ مریم علیہا السلام کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اس بارے میں روایات باہم دیگر مختلف ہیں کسی روایت میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے، دیگر احادیث میں مریم علیہا السلام اور بعض احادیث میں سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ ان روایات میں سے کچھ صحیح روایات ہیں کچھ ضعیف اور بعض من گھڑت بھی ہیں۔ ذیل میں کچھ روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۱: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مریم بنت عمران علیہا السلام کے علاوہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ [1]

۲: مریم بنت عمران، آسیہ امراۃ فرعون اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہن کے علاوہ فاطمۃ الزہراء تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ [2]

۳: سنن ترمذی میں ہے: ''دنیا کی تمام عورتوں سے بہتر مریم، خدیجہ، فاطمہ اور آسیہ، رضی اللہ عنہن ہیں۔'' [3]

۴: صحیح بخاری و مسلم میں روایت ہے: ''دنیا کی بہترین عورتیں مریم اور خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔'' [4]

۵: صحیح بخاری میں حدیث ہے: ''فاطمۃ رضی اللہ عنہا اس امت کی جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔'' [5]

٦: سنن نسائی شریف میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ آیا ہے اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کہنے کی اجازت مانگی اور اس نے یہ خوشخبری دی ہے کہ حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہونگے اور ان کی ماں جنتی عورتوں کی سردار ہوگی۔'' [6]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمة رضی اللہ عنہا، حدیث: ٣٨٧٣. وقال: حسن غريب.

[2] مصنف ابن ابی شیبة (٧/ ٥٢٧) عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ مرسلاً.

[3] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل خدیجة رضی اللہ عنہا، حدیث: ٣٨٧٨. وقال: صحیح.

[4] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ﴿واذ قالت الملائكة يامريم.....﴾، حدیث: ٣٤٣٢۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل خدیجة رضی اللہ عنہا، حدیث: ٢٤٣٠.

[5] صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب من ناجی بین یدی الناس، حدیث: ٦٢٨٥، ٦٢٨٦۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل فاطمة رضی اللہ عنہا، حدیث: ٩٩/ ٢٤٥٠.

[6] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب (١٠٤)، حدیث: ٣٧٨١ وقال: حسن غریب۔ سنن کبری نسائی، (٨٢٩٨).

۷: معجم طبرانی میں موضوع یعنی من گھڑت طریق سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: ''قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تمام لوگ نظریں نیچی کرلو تا کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گزر جائیں۔'' ❶

۸: مسند حارث میں مرسلاً صحیح روایت میں ہے کہ ''مریم علیہا السلام اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے وقت کی عورتوں کی سردار ہیں۔'' ❷

۹: امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ''جنتی عورتوں کی سردار مریم بنت عمران علیہا السلام ہیں، پھر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، پھر خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، اور پھر آسیہ رضی اللہ عنہا۔'' ❸

۱۰: امام ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمان بن ابی لیلی سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا کی جنتی عورتوں کی سردار مریم علیہا السلام کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔'' ❹

۱۱: امام ابن ابی شیبہ نے مکحول سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین عورتیں جو اونٹوں پر بیٹھتی ہیں قریش کی عورتیں ہیں جو بچے پر بہت زیادہ شفقت کرتیں ہیں اور خاوند کا اور اس کے مال کا بہت زیادہ خیال رکھتی ہیں اگر مجھے معلوم ہو کہ مریم علیہا السلام اونٹ پر بیٹھتی تھیں تو میں ان پر کسی کو فضیلت نہ دوں۔'' ❺

۱۲: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردوں سے بہت لوگ کامل ہوئے مگر عورتوں میں صرف مریم علیہا السلام آسیہ علیہا السلام اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کامل ہوئی ہیں، اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی تمام کھانوں پر ہے۔'' ❻

۱۳: امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو اللہ تعالیٰ نے خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے بہتر چیز دے دی (یعنی میرا وجود) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے اس نے ان سے بہتر نہیں دیا، کیونکہ اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب تمام لوگوں نے مجھے جھٹلایا تھا، اس نے اس

---

❶ معجم کبیر طبرانی (۱۰۸/۱)۔ مستدرك حاكم (۱۵۳/۳) یہ روایت موضوع ہے۔عباس بن ولید ضبی راوی کذاب ہے۔

❷ مسند الحارث (زوائد: ۹۹۴) عن هشام بن عروة عن ابيه۔ سند مرسل ہے۔

❸ تاريخ دمشق لابن عساكر (۷۰/۱۰۶ـ۱۰۷).

❹ مصنف ابن ابی شیبة (۵۲۷/۷) واسناده ضعيف۔ سند مرسل ہے۔

❺ مصنف ابن ابی شیبة (۵٤۷/۷) واسناده ضعيف۔ سند مرسل ہے۔اس مفہوم کی روایت صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالى ﴿اذ قالت الملائكة يا مريم.....﴾، حديث: ۳٤۳٤ میں تعلیقاً اور صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل نساء قريش، حديث: ۲۰۱/۲۵۲۷ میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موصولاً مروی ہے۔

❻ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالى ﴿اذ قالت الملائكة يامريم.....﴾، حديث: ۳٤۳۳ـ صحيح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة رضی اللہ عنہا، حديث: ۲٤۳۱.

وقت مجھے اپنا مال دیا جب لوگوں نے مجھے ہر چیز سے محروم کر دیا۔'' [1]

۱۴: ابن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں کسی نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کا سلام پہنچایا جبکہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو جبرئیل امین نے اللہ تعالیٰ عزوجل کا سلام پہنچایا، تو افضل واعلیٰ تو خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہوئیں۔ کہا گیا کہ فاطمۃ الزہراء افضل ہیں یا ان کی والدہ محترمہ؟ تو انہوں نے کہا: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بضعہ پر کسی دوسرے کے بضعہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد ہیں۔

۱۵: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہماری پسند اور ہمارا ایمان و دین یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں پھر ان کی ماں خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''خلاصہ یہ ہے کہ حیثیات مختلف ہیں، روایات ایک دوسرے سے متعارض ہیں، مسئلہ ظنی ہے، توقف کرنے میں قطعاً کوئی حرج نہیں، لہٰذا اس مسئلہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہی بہتر ہے۔''

ہمارے نزدیک اس بارے میں واضح اور صحیح موقف وہی ہے جو صحیحین کی روایات میں ہے کہ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر ہیں۔ اسی طرح سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ، سیّدہ فاطمۃ الزہراء کی والدہ ہونے کی وجہ سے ان سے زیادہ مقام و مرتبہ رکھتی ہیں۔ واللہ اعلم

آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا:

۲۶-۲۶ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه: أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم تَوَضَّأَ مِنْ أَكْلِ ثَوْرِ أَقِطٍ ، ثُمَّ رَآهُ أَكَلَ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے پنیر کے ٹکڑے کھانے سے وضوء کیا پھر (کسی دوسری دفعہ) دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری کے شانے کا گوشت کھایا اور آپ نے وضوء نہیں کیا۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح ابن خزیمہ (۱/۲۷ برقم ۴۲)، صحیح ابن حبان (۲/۲۳۵/الاحسان)، سنن الکبریٰ للبیہقی (۱/۱۵۶).

مفردات:

اَلثَّوْر: اَلْقِطْعَةُ الْعَظِيْمَةُ مِنَ الْاِقِطِ: پنیر کا بڑا ٹکڑا۔

---

[1] سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن کثیر (۱/۳۹۵)۔ مسند احمد (۶/۱۱۸)، واسنادہ ضعیف، سند میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔

اَلْاِقِــطُ: اس لفظ کو چھ طرح پڑھا جاسکتا ہے ھمزہ کے فتح کسرہ اور ضمہ کے ساتھ اور ق کے سکون کے ساتھ اُقُطُ پھر ھمزہ کے فتح اور ق کے فتح، کسرہ اور ضمہ کے ساتھ اَقُطُ: پنیر، پنیر کا ایک ٹکڑا۔

تشریح :......آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا ابتدائے اسلام میں تھا پھر یہ منسوخ ہو گیا، جیسا کہ واضح نص ہے کہ

"كَانَ آخِرُ الْاَ مْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَرْكُ الْوُ ضُوْءِ مِمَّامَسَّتْهُ النَّارُ ." [1]

"کہ نبی اکرم ﷺ کا آخری عمل یہ تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔"

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کھجوروں اور ستو سے ہوا:

٢٦-٢٧ : حَـدَّثَـنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ ، ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ ، عَنْ ابْنِهِ- وَهُوَ بَكْرُ بْنُ وَائِلٍ- عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَـنْ أَنَـسِ بْـنِ مَالِكٍ قَالَ: أَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى صَفِيَّةَ بِتَمْرٍ وَسَوِيْقٍ.

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدتنا صفیہ (بنت حي) رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو سے کیا۔

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب الصلوة، باب ما یذکر فی الفخذ (١/٣٧١)، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلة اعتاقة، سنن ترمذی ابواب النکاح (٣/١٠٩٥)، وقال حدیث حسن غریب، سنن ابی دائود ، کتاب الاطعمة (٣/٣٧٤٤)، سنن ابن ماجه (١/١٩٠٩)، مسند احمد بن حنبل (٣/١١٠).

مفردات:

اَلْوَلِيْمَةُ: ولیمہ خصوصی طور پر شادی کے کھانے کو کہا جاتا ہے جو میاں بیوی کے ملنے بعد لوگوں کو دیا جاتا ہے، لغوی طور پر ولیمہ، باب وَلَمَ سے ہے جس کا معنیٰ جمع ہونا، ایک چیز کا دوسری میں داخل ہونا۔

اَلسَّوِيْقُ: الناعم من دقيق الحنطة والشعير : جو یا گندم کے آٹا سے نکالا ہوا چھاچھ، اردو میں اس کے لیے سَتّو کا لفظ مستعمل ہے سویق کی جمع اسوقتہ آتی ہے۔

اَلتَّمْرُ: خشک کھجوریں اس کی واحد تَمْرَةٌ آتی ہے۔

تشریح :......سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمے کے بارے صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس نکاح میں "حَيْس" کے ساتھ ولیمہ کیا تھا۔ [2] "حَيْس" وہ کھانا جو کھجوروں، پنیر اور گھی سے بنایا جائے، کبھی پنیر کی جگہ گندم یا

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب الطهارة، باب فی ترك الوضوء مما مست النار، حدیث: ١٩٢۔ سنن نسائی (١٨٥).

[2] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الولیمة ولو بشاة، حدیث: ٥١٦٩۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلة اعتاقه امته ثم یتزوجها، حدیث: ١٣٦٥/٨٤.

جو آٹا بھی ڈال لیتے ہیں۔ المصباح المنیر میں ہے حَیْس یہ ہے کہ کھجوروں سے گٹھلیاں نکال کر ان کو پنیر کے ساتھ کوٹ کر یکجا کر لیا جائے پھر گھی میں گوندھ کر ہاتھوں سے مل لے، یہاں تک کہ ثرید بن جائے، اور اس میں اکثر سَتّو بھی ڈال لیتے ہیں۔

❀ ولیمہ صرف شادی کے بعد والے کھانے کو کہا جاتا ہے۔ یہ وَلَـمَ سے ماخوذ ہے جس کے معنی جمع ہونے کے ہیں کیونکہ شادی کے بعد میاں بیوی بھی جمع ہوتے ہیں اس لیے ان کے جمع ہونے کے بعد جو کھانا دیا جاتا ہے اسے ولیمہ کہا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ولیمہ ہر خوشی کے کھانے کو کہتے ہیں جس میں اہل خانہ کے ساتھ دوسرے افراد بھی جمع ہوں مگر جب یہ لفظ علی الاطلاق آئے تو شادی کے کھانے پر بولا جاتا ہے، ختنہ کے موقع پر جو کھانے ہوا اسے ولیمۃ الختان سے مقید کر کے بولتے ہیں۔ قاضی عیاض نے دعوت ولیمہ قبول کرنے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔

❀ سیدتنا صفیہ رضی اللہ عنہا حیی بن اخطب یہودی کی بیٹی تھیں، یہ حضرت ھارون علیہ السلام، (موسیٰ علیہ السلام کے بھائی) کی نسل سے ہیں۔ یہ اپنی قوم کی خوب صورت ترین عورت تھیں، کنانۃ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں، جب وہ ۷ھ میں خیبر کے دن قتل ہو گیا تو یہ قیدیوں میں شامل کی گئیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے حصے میں رکھ لیا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ چاند ان کی گود میں آ گرا ہے تو اس کی یہی تاویل کی گئی۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصے میں چلی گئیں تو لوگوں نے آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: صفیہ سردار کی بیٹی ہے اس لیے یہ صرف آپ کے پاس ہونی چاہیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ان کے بدل میں سات لونڈیاں دے کر واپس لے لیا پھر یہ مسلمان ہو گئیں تو آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ [1] یہ ۵۰ھ میں فوت ہوئیں اور البقیع میں دفن ہوئیں رضی اللہ عنہا وارضاھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرغوب کھانا:

۲۶-۲۸ : حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَصْرِيُّ ، ثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ . حَدَّثَنِي فَائِدٌ- مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ......

حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَلِيٍّ ، عَنْ جَدَّتِهِ سَلْمَى أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ جَعْفَرٍ أَتَوْهَا ، فَقَالُوْا لَهَا: اصْنَعِي

''عبیداللہ بن علی، اپنی دادی سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ حسن بن علی، ابن عباس اور ابن جعفران کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہمارے لیے وہ کھانا تیار کیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب ما يذكر في الفخذ، حديث: ۳۷۱۔ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب فضيلة اعتاقه امته ثم يتزوجها، حديث: ۱۳۶۵/۸۴.

لَنَا طَعَامًا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ ، فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّ لَا تَشْتَهِيْهِ الْيَوْمَ ، قَالَ: بَلَى ، اصْنَعِيْهِ لَنَا . قَالَ: فَقَامَتْ فَأَخَذَتْ شَيْئًا مِنْ الشَّعِيْرِ فَطَحَنَتْهُ ، ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِي قِدْرٍ وَصَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ وَدَقَّتِ الْفُلْفُلَ وَالتَّوَابِلَ فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْهِمْ ، فَقَالَتْ: هٰذَا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ النَّبِيَّ ﷺ وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ .

کو پسند تھا اور آپ اسے اچھی طرح تناول فرماتے تھے تو وہ فرمانے لگیں : بیٹا ! آج کل تم ایسا کھانا پسند نہیں کرو گے ، انہوں نے کہا : کیوں نہیں ! آپ ہمارے لیے بنائیں ،تو وہ اٹھیں ، کچھ جو لیے انہیں پیسا ، پھر انہیں ایک ہنڈیا میں ڈال دیا ،اور اس پر کچھ تیل بھی ڈال دیا پھر کچھ مرچیں اور مصالحے کوٹ کر ڈال دیے، پھر ان کو پیش کیا اور کہنے لگیں : یہ کھانا نبی اکرم ﷺ کو پسند تھا ،اور آپ ﷺ اسے رغبت سے تناول فرماتے تھے۔"

تخریج...... : یہ حدیث ضعیف ہے۔امام ھیثمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مجمع الزوائد (۳۲۵/۱۰) میں فرماتے ہیں: اسے طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔اس حدیث کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے فائد کے، جو کہ ابن ابی رافع کا آزاد کردہ ہے وہ ثقہ تو ہے مگر صحیح کا راوی نہیں، اسی طرح سند میں فضیل بن سلیمان راوی کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ صدوق مگر کثیر الخطا ہے حالانکہ یہ صحیحین کا راوی ہے۔لیکن یادرہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے مقدمہ ھدی الساری میں لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں اس کی جتنی بھی روایات ہیں سب کی متابعات موجود ہیں ،اور اس سند میں عبید اللہ بن علی بھی لین الحدیث ہے۔

مفردات:

يُعْجِبُ: اس کو دو طرح پڑھا جا سکتا ہے ایک نسخے میں **يُعْجِبُ** ہے اور دوسرے میں **يَعْجَبُ** ہے۔

يُعْجِبُ باب اِفعال **اِعْجَاب** سے ہے ترجمہ ہوگا کہ آپ ﷺ اس کھانے کو اچھا سمجھتے تھے **يَعْجَبُ** باب **عَلِمَ يَعْلَمُ** سے **عَجِبَ يَعْجَبُ** ہے ترجمہ ہوگا کہ آپ ﷺ کو اچھا لگتا تھا۔

يُحْسِنُ اس میں بھی دو نسخے ہیں **يُحَسِّنُ** باب تفعیل سے اور **يُحْسِنُ** باب افعال سے معنیٰ ومفہوم یکساں ہے کہ آپ ﷺ اس کا کھانا اچھا سمجھتے تھے۔

طَعَنَ: کوٹ پیس کر باریک کرنا۔

صَبَّ : **سَكَبَ**: ڈالا۔

دَقَّتْ: **صَيَّرَتْهُ دَقِيْقًا**، اس کو باریک کیا۔

اَلْفُلْفُل: اس لفظ کو دونوں فاؤں پر ضمہ اور کسرہ کے ساتھ پڑھنا درست ہے، مرچ۔اس کی واحد **فُلْفُلَةٌ** یا

فُلفِلَةٌ آتی ہے۔

اَلتَّوَابِل: مصالحے، سلاد۔

راویانِ حدیث کا تذکرہ:

اس کے راویوں کا مختصر تذکرہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

ا: عبیداللہ بن علی بن ابی رافع المدنی مولی النبی ﷺ:

اساتذہ: انہوں نے اپنے دادا سے مرسلاً اور دادی سلمہ ام رافع سے اور سعید بن مسیّب سے روایت کی ہے۔

تلامذہ: ان سے ان کے غلام فائد مدنی اور بیٹے محمد نے روایت کی ہے۔

امام ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا بَـأْسَ بِهِ، امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا بَـأْسَ بَحدِیْثِهِ یہ منکر الحدیث نہیں ہے، اس سے حجت اس لیے لی جاسکتی ہے کہ یہ بہت کم روایت کرتے ہیں۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ سلمی جدۃ عبیداللہ بن علی بن ابی رافع:

یہ ابراہیم بن النبی ﷺ کی دایہ، ابورافع مولیٰ النبی ﷺ کی بیوی ہیں۔ آپ ﷺ کی خادمہ اور آپ ﷺ کا کھانا تیار کرنے والی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ سے بدتمیزی کی تھی تو اسی نے آپ ﷺ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب کو عار دلائی تھی جس پر حمزہ نے ابوجہل سے انتقام لیا اور پھر مسلمان ہو گئے تھے۔ ❶

تشریح:......حدیث الباب میں رسول اللہ ﷺ کے پسندیدہ کھانے کا تذکرہ ہے دیگر روایات میں آپ ﷺ کے بارے میں مزید انواع طعام کا تذکرہ ہے کہ آپ ﷺ انہیں تناول فرماتے تھے۔ جیسا کہ سنن ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے گوشت کے ساتھ جو کا آٹا اور چقندر اُبال کر کھائے، ❷ اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ کباث یعنی پیلو کے درخت کا پکا ہوا پھل کھایا۔ ❸ اسی طرح نہایہ ابن اثیر میں ہے کہ آپ ﷺ کھجور کے درخت کے اس نرم حصے کو پسند فرماتے، جہاں سے پھل نکلتا ہے۔ ❹

---

❶ الاصابة (٤/٨).

❷ سنن ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الحمیة، حدیث: ٢٠٣٧۔ سنن ابی داؤد (٣٨٥٦).

❸ صحیح بخاری، کتاب الاطعمة، باب الکباث، وهو ثمر الاراك، حدیث: ٥٤٥٣۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب فضیلة الاسود من الکباث، حدیث: ٢٠٥٠.

❹ النهایة لابن الاثیر (١/٧١٠).

آپ ﷺ کو گوشت بہت محبوب تھا:

٢٦-٢٩: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ ثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: أَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ فِيْ مَنْزِلِنَا فَذَبَحْنَا لَهُ شَاةً فَقَالَ كَأَنَّهُمْ عَلِمُوا أَنَّا نُحِبُّ اللَّحْمَ. وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ.

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ ہمارے گھر ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ کے لیے ایک بکری ذبح کی تو آپ فرمانے لگے۔ انہوں نے ایسے کیا گویا کہ انہیں معلوم تھا کہ ہم گوشت کو پسند کرتے ہیں۔ اس روایت میں ایک قصہ ہے۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن دارمی، مقدمہ (١/٤٥)، مسند احمد بن حنبل مطولًا (٣٩٧/٣، ٣٩٨)، ومختصرا (٣٥٣/٣)، اس روایت کو عراقی نے بھی احیاء العلوم کی تخریج (٥٧٧/٢) میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی غیر النبی ﷺ، مستدرك حاكم (١١١/٤)، صحيح ابن حبان حديث نمبر (٩٨٠).

تشریح و فوائد :......حدیث الباب سے ثابت ہوتا ہے کہ:

❀ میزبان کو مانوس کرنا، اور ان کا مہمانی پر حوصلہ بڑھانا بہتر ہے، ورنہ گوشت پر اظہار محبت وشغف مقصد نہیں تھا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ مہمان کی مرضی کے مطابق تیاری کرنی چاہیے، مہمان کو بھی اپنی من پسند چیز بتا دینی چاہیے، تاکہ میزبان کو مشقت نہ ہو۔

❀ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ: اس حدیث میں ایک واقعہ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ غزوہ خندق میں اپنی بیوی کے پاس گئے اور اس سے پوچھا: کیا تیرے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ پر شدید بھوک کے اثرات دیکھے ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری بیوی ایک تھیلا باہر نکال کر لائی جس میں تقریباً ایک صاع جو تھے۔ اور ایک موٹی تازی بکری بھی ہمارے گھر میں تھی۔ میں نے اس کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے، تو ہم نے گوشت ہنڈیا میں ڈال دیا اور میں خود نبی اکرم ﷺ کے پاس آ گیا اور آپ کو پوشیدہ طور پر اطلاع دیدی اور میں نے کہا: آپ اور کچھ لوگ آپ کے ساتھ آ جائیں۔ آپ ﷺ نے بلند آواز میں فرمایا: ''اے اہل خندق! جابر نے آج تمہاری دعوت کی ہے اور کھانے پر بلایا ہے لہٰذا تم سب جلدی آؤ۔'' پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''میرے آنے تک ہنڈیا نہ اتارنا، اور روٹیاں بھی نہ پکانا۔''

جب آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ کو آٹا پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا، اور برکت کی دعا کی۔ پھر آپ ﷺ ہنڈیا کی طرف گئے اس میں بھی ایسے ہی کیا۔ پھر فرمایا: پکانے والی کو بلاؤ، اور فرمایا: ہنڈیا سے نکال کر دیتی جاؤ، مگر چولہے سے نہ اتارنا۔ لوگ اس دن ایک ہزار سے زیادہ تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا: کہ سب نے کھانا کھایا یہاں تک کہ ان سے بچ گیا اور وہ واپس ہو گئے۔ حالانکہ ہنڈیا ابھی اُبل رہی تھی اور اس کے اُبلنے کی آواز آ رہی تھی۔ اور آٹا ابھی پکایا جا رہا تھا۔ ❶

یہ روایت صحیح بخاری و مسلم میں ہے جبکہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں اس سے الگ ایک اور واقعہ مذکور ہے جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے شمائل میں مختصراً ذکر کیا ہے واقعہ یوں ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میرے والد شہید ہو گئے تو کافی قرض چھوڑ گئے۔ جس کی ادائیگی پر میں پریشان تھا میں نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بات کرنا چاہی، چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ نے میرے گھر آنے کا وعدہ کیا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا: آج دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لا رہے ہیں آپ ﷺ کی پوری طرح خاطر ومدارات اور خدمت وتواضع ہونی چاہیے۔ چنانچہ میری بیوی نے بستر بچھا دیا۔ جب نبیٔ کائنات ﷺ تشریف لائے تو تکیہ پر سر رکھ کر سو گئے۔ میں نے اپنے خادم کو بکری ذبح کرنے کا حکم دیا اور پھر اس کے ساتھ مل کر کھانا تیار کیا، رسول اللہ ﷺ جب بیدار ہوئے تو آپ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا، ابھی آپ ﷺ وضوء سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ہم نے آپ ﷺ کے سامنے کھانا لگا دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو علم ہے کہ ہم گوشت پسند کرتے ہیں، ابوبکر اور ان کے ساتھیوں کو بھی بلا لاؤ۔'' جب وہ آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو۔'' جب تمام حضرات نے کھانا کھا لیا تو ابھی بہت سا گوشت ہنڈیا میں باقی بچا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس جانے لگے تو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے اور میرے خاوند کے لیے دعا فرمائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ ❷

آگ پر پکی ہوئی چیز کھانا ناقض وضو نہیں۔ اور عورت کا ذبیحہ جائز ہے:

٢٦-٣٠: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، ثَنَا سُفْيَانُ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا. قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ......

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خندق، حدیث: ٤١٠٢ ـ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غیره الی دار......، حدیث: ٢٠٣٨.

❷ مستدرك حاكم (١١١/٤)ـ صحیح ابن حبان (٩٨٠).

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً فَأَكَلَ مِنْهَا وَأَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ وَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ ایک انصاری عورت کے پاس تشریف لے گئے، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، تو اس نے آپ کے لیے ایک بکری ذبح کی، آپ نے اس سے کھایا، اور (پھر) وہ آپ ﷺ کے پاس تر کھجوروں کا ایک تھال لائی آپ نے اس سے (بھی کھجوریں) تناول فرمائیں، پھر ظہر کا وضوء کیا اور نماز پڑھی، پھر واپس آئے تو اس عورت نے بکری کا باقی ماندہ گوشت بھی پیش کیا۔ آپ ﷺ نے تناول فرمایا: پھر عصر کی نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الطهارة، باب فی ترك الوضوء ممامست النار (۱/۸۰)، مسند احمد بن حنبل (۳/۳۲۲)، مسند ابی داؤد الطیالسی (ص: ۲۳۳)، سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب فی ترك الوضوء ممامست النار (۱/۱۹۱) مختصراً.

مفردات:

قِنَاعٌ: بکسر القاف: اَلطَّبَقُ الَّذِیْ یُؤْکَلُ عَلَیْهِ وہ تھال جس پر کھانا رکھ کر کھایا جائے۔

رُطَب: ضِدُّ الْیَابِسِ وَهُوَ نَضِیْجُ الْبُسْرِ، پکی ہوئی کھجور۔

اَلْعُلَالَةُ بِضَمِّ الْعَیْنِ: اَلْبَقِیَّةُ باقی ماندہ۔

تشریح :......اس حدیث سے ثابت ہو کہ کھانے کے بعد دوبارہ کھانا درست ہے اگرچہ درمیان میں زیادہ وقت نہ بھی گزرا ہو۔ اس حدیث میں دو دفعہ کھانے کا ذکر ہے مگر سیر ہونے کا ذکر نہیں، اس لیے یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی معارض نہیں ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن میں دو دفعہ سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ [1]

❀ حدیث الباب سے ایک فائدہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء ختم نہیں ہو جاتا گویا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں یہ آتا ہے کہ ''آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو لازم ہے۔'' [2] یہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ناسخ ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن [3] میں

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابه، حدیث: ٦٤٥٥۔ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن للمؤمن، حدیث: ۲۹۷۱.

[2] صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء، مما مست النار، حدیث: ۳۵۲.

[3] سنن ترمذی، کتاب الطهارة، باب فی ترك الوضوء، مما غیرت النار، حدیث: ۸۰.

ابواب الطھارۃ میں فرماتے ہیں: اکثر صحابہ کرام، تابعین عظام، اور جو ان کے بعد ہوئے جیسا کہ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد، اور اسحاق رحمھم اللہ اجمعین کا عمل اور موقف یہی ہے کہ جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس کے کھانے سے وضوء کرنا منسوخ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے دو فعلوں میں سے آخری فعل یہی ہے کہ تَرْكُ الْوُضُوْءِ مِمَّامَسَّتْهُ النَّارُ وضوء کا چھوڑنا اس چیز سے جسے آگ نے چھوا ہو۔

❀ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت جانور ذبح کرسکتی ہے، عورت کا ذبیحہ حرام نہیں ہوتا، اگرچہ وہ عورت ایام میں ہی ہو۔

مریض آدمی مضرِ صحت چیزوں سے پرہیز کرے:

٢٦-٣١: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ، ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوْبَ......

عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَلَنَا دَوَالٌ مُعَلَّقَةٌ. قَالَتْ: فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَلِيٍّ: مَهْ مَهْ يَا عَلِيُّ فَإِنَّكَ نَاقِهٌ قَالَ: فَجَلَسَ عَلِيٌّ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَأْكُلُ قَالَتْ: فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا عَلِيُّ مِنْ هٰذَا فَأَصِبْ فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ.

''سیدہ ام المنذر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اور آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہمارے ہاں کچی کھجوروں کے کچھ خوشے لٹکے ہوئے تھے۔ تو نبی اکرم ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ کھانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: علی! ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ، تم ابھی ابھی بیماری سے صحت یاب ہونے کی وجہ سے کمزور ہو، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے رہے اور نبی اکرم ﷺ کھانے لگے، سیدہ ام المنذر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر میں نے ان کے لیے چقندر اور جو پکائے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس سے کھاؤ، یہ تیرے لیے زیادہ موافق ہے۔''

تخریج......: یہ حدیث بقول محدث الزمان علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ حسن درجہ کی ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الطب عن رسول اللہ ﷺ (٤/٢٠٣٧) وقال ابوعیسیٰ: ھذا حدیث حسن غریب لا نعرفہ الا من حدیث فلیح، سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الحمیة (٤/٣٨٥٦)، سنن ابن ماجة، کتاب الطب، باب فی الحمیة (٢/٣٤٤٢)، مسند احمد بن حنبل (٦/٣٦٣، ٣٦٤)، مستدرک حاکم

(٤/٤٠٧) امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی موافقت کی ہے، اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو سلسلة الاحادیث الصحیحة میں حسن قرار دیا ہے۔ (۵۹)

مفردات:

دَوَالٌ: دَالِيَةٌ کی جمع ہے۔ ڈوڈی، کھجوروں کا خوشہ، جس کو لٹکایا جائے، جب پک جائے تو کھایا جائے۔

مَهْ مَه : یہ اسم فعل ہے بمعنی اُكْفُفْ ٹھہر جاؤ، رک جاؤ۔

نَاقِهٌ : قَرِيبُ عَهْدٍ بِمَرَضٍ: نیا نیا بیماری سے اٹھنا۔ صحت یاب ہونا۔ سِلْقًا: چقندر۔

اَوْفَقُ : باب وَفِقَ يَفِقُ سے ہے۔ موافق ومناسب ہونا، مخالف نہ ہونا،

راوی حدیث:

اس حدیث کی راویہ سیدہ ام المنذر رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ ام المنذر بنت قیس الانصاریہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالاؤں میں سے ایک تھیں، انہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔

یعقوب بن ابی یعقوب المدنی سے روایت کرتی ہیں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کا نام سلمی بنت قیس ہے جبکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ام المنذر بنت قیس بن عمرو ہے بعض کہتے ہیں یہ سلمی بنت قیس ہے، سلیط کی بہن جو بنی مازن بن نجار سے ہے۔ رضی اللہ عنہا

اسباب کا استعمال توکل کے منافی نہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کھجور کھانے سے اس لیے منع کیا کہ یہ اور اس طرح کے مقوی پھل اور فواکہ کمزور آدمی کو نقصان دیتے ہیں، کیونکہ یہ بہت جلدی اپنی حالت تبدیل کر لیتے ہیں اور کمزور طبیعت ان کا دفاع نہیں کر سکتی کیونکہ اس وقت کمزور آدمی میں قوتِ مدافعت کم ہوتی ہے۔

جَو اور سلق (چقندر) سے اس لیے منع نہیں کیا کہ وہ اچھی، نرم اور قوت والی غذا ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مریض اور کمزور لوگوں کو مضر صحت چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ بلکہ حکماء کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ مفید چیز پرہیز ہے کیونکہ بیمار آدمی کا دل کبھی کبھی نہایت مُضر چیز کی طرف مائل ہوتا ہے تو اس صورت میں جب بیماری پلٹ کر آتی ہے تو نہایت نقصان دہ ہوتی ہے۔ کبھی مضر اشیاء تھوڑی مقدار میں استعمال کرنے سے فائدہ بھی ہو جاتا ہے، سیدنا صھیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں اور روٹی کھا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: قریب آؤ اور کھاؤ۔ میں قریب ہو کر کھجوریں کھانے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھجوریں کھاتے ہو حالانکہ تمہاری آنکھ میں تکلیف ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! لیکن میں دوسری جانب دیکھ رہا

ہوں، تو آپ ﷺ مسکرانے لگے۔ ❶

حدیث الباب سے علم طب کے لیے ایک بہت بڑی بنیاد ثابت ہوتی ہے کہ علاج کرنا بہتر ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری پیدا کی ہے اس کی دوا بھی ضرور نازل کی ہے مگر بڑھاپا ایسی بیماری ہے جس کی کوئی دوا اور علاج نہیں۔'' ❷ ایک حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی شفاء اتاری ہے تو تم علاج کرو۔'' ❸ ایک روایت میں ہے کہ ''ہر بیماری کا علاج ہے مگر موت کا کوئی علاج نہیں۔''

معلوم ہوا کہ اسباب کا استعمال کرنا توکل کے منافی نہیں ہے جس طرح بھوک روکنے کے لیے کھانا کھانا توکل کے منافی نہیں۔ محاسبی کہتے ہیں متوکل آدمی شرعی رقیہ وغیرہ کرسکتا ہے۔ کیونکہ سید المتوکلین نے رقیہ کیا ہے۔ اور جس حدیث میں آیا ہے کہ جس نے رقیہ (دم) کیا یا داغ (آگ سے داغ لگوانا) لگوایا وہ توکل سے بری ہے اس سے مراد ان ستر ہزار لوگوں کا توکل ہے جنہیں بلا حساب جنت کا داخلہ ملے گا یعنی ان لوگوں کے توکل سے بری ہے ❹ اس سے معلوم ہوا کہ توکل کے بھی درجات ہیں۔ تو جو آدمی اللہ تعالیٰ سے شفا کی امید رکھے اور شریعت کے مطابق دم کرے، اور مکروہ یا خلاف شرع دم وغیرہ نہ کرے تو اس کا توکل بحال رہے گا۔ قالہ ابن عبد البر۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ حقیقت توحید تب تک مکمل نہیں ہوتی جب تک ان اسباب کو بھی عمل میں نہ لایا جائے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ بلکہ ان اسباب کا تعطل توکل میں نقصان پیدا کرتا ہے۔ (یہ بحث امام غزالی نے احیاء میں ذکر کی ہے۔)

یہ جو حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ہر بیماری کی دواء ہے اس میں بیمار آدمی کے دل کو تسلی دی گئی ہے اور اسے مضبوط کیا گیا ہے تاکہ وہ مایوس نہ ہو جائے، اسی طرح حکیم اور طبیب کو ہمت دی گئی ہے کہ وہ تلاش وجستجو جاری رکھے اور بیماری کو لا علاج سمجھ کر مایوس نہ ہو جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پر کامل اور سچا اعتماد وتوکل اور اس کے لیے خشوع وخضوع، نیز صدقہ وخیرات کرنا، مصیبت زدہ سے تکلیف دور کرنا، یہ اعمال تو بشرط صحت نیت حسّی علاج ودواء سے بہتر اور زیادہ نفع بخش ہیں۔ طب نبوی کے لیے امام ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''زاد المعاد فی ھدی خیر العباد'' بہترین کتاب ہے۔

---

❶ سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب الحمیة، حدیث: ۳٤٤۳.

❷ سنن ابی داوٗد، کتاب الطب، باب فی الرجل یتداوی، حدیث: ۳۸۵۵۔ سنن ترمذی (۲۰۳۸)۔ سنن ابن ماجه (۳٤۳٦).

❸ حواله سابق.

❹ سنن ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی کراهیة الرقیة، حدیث: ۲۰۵۵ وقال: حسن صحیح۔ سنن ابن ماجه (۳٤۸۹).

نفلی روزہ عذر کی وجہ سے توڑا جا سکتا ہے:

٢٦-٣٢: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِيْنِي فَيَقُوْلُ: أَعِنْدَكِ غَدَاءٌ؟ فَأَقُوْلُ: لَا، فَيَقُوْلُ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَتْ: فَأَتَانَا يَوْمًا فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّهُ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ، قَالَ: وَمَا هِيَ؟ قُلْتُ: حَيْسٌ، قَالَ: أَمَا إِنِّي أَصْبَحْتُ صَائِمًا، قَالَتْ: ثُمَّ أَكَلَ.

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لاتے اور فرماتے: کیا تمہارے پاس صبح کے وقت کا کھانے ہے؟ تو (اگر) میں کہتی: نہیں، تو آپ ﷺ فرماتے میں روزہ سے ہوں۔ فرماتی ہیں: ایک دن میرے پاس کچھ آیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک ہدیہ آیا ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: حیس (پنیر اور خشک کھجوروں کا حلوہ) ہے۔ آپ نے فرمایا: میں صبح سے روزہ سے تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔''

تخریج......: صحیح مسلم، کتاب الصیام باب جواز صوم النافله بنية فی النهار قبل الزوال (١٦٩/٢، ١٧٠ برقم ٨٠٨، ٨٠٩)، سنن ترمذی، ابواب الصوم (٧٣٤/٣)، وقال حديث حسن، سنن ابی داؤد، کتاب الصوم (٢٤٥٥/٢)، سنن نسائی، کتاب الصوم (١٩٤/٤، ١٩٥)، صحیح ابن خزيمة (٨٠٨/٣)، السنن الكبرىٰ للبيهقى (٢٧٥/٤)، مسند احمد بن حنبل (٤٩/٦، ٢٠٧).

مفردات:

غَدَاء: طَعَامُ اَوَّلِ النَّهَارِ، صبح یا دوپہر کا کھانا۔

حَيْسٌ: اَلتَّمْرُ مَعَ السَّمَنِ اَوِ الْاِقِطِ اَوِ الدَّقِيْقِ حلوہ جسے کھجوروں اور مکھن یا پنیر یا آٹے سے تیار کیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ نفلی روزہ کی نیت نصف نہار سے قبل کر لینا جائز ہے امام ابوحنیفہ اور شافعی رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رات کو نیت کرنا ضروری ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان عام ہے کہ ''مَنْ لَمْ يُجَمِّعِ الصِّيَامَ بِاللَّيْلِ فَلَا صَوْمَ لَهُ'' [1] جس نے رات کو روزے کی نیت نہ کی، اس کا روزہ نہیں ہے۔

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب النية فی الصيام، حديث: ٢٤٥٤۔ سنن ترمذی (٧٣٠)۔ سنن نسائی (٢٣٣٢)۔ سنن ابن ماجه (١٧٠٠).

❀ یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی روزہ عند الضرورت توڑنے میں کوئی حرج نہیں، اور اس کی قضاء رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

❀ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: چونکہ کھجوریں ایک مستقل کھانا تھا جو بطور سالن لوگوں میں رواج پذیر نہیں تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ یہ چیز سالن بننے کے صلاحیت رکھتی ہے۔ میرک شاہ کہتے ہیں: یہ حدیث اس شخص کی دلیل ہے جو کہتا ہے کہ کھجوریں سالن ہے۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

❀ اس حدیث سے غذا کی تدبیر کرنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

کھجور کا استعمال بطور سالن:

٢٦-٣٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، ثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ الْأَعْوَرِ......

عَنْ يُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ، فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً، ثُمَّ قَالَ: هَذِهِ إِدَامُ هَذِهِ فَأَكَلَ.

''سیدنا یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر ایک کھجور رکھ کر فرمایا: یہ اس روٹی کا سالن ہے اور تناول فرمالیا۔

تخریج...... یہ حدیث ضعیف ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الایمان والنذور، باب الرجل یحلف ان لا یتأوم (٣/٣٢٥٩، ٣٢٦٠)، السنن الکبری للبیھقی (١٠/٦٣)، شرح السنة للبغوی (٦/٢٨٨)، امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری، میں (١١/٥٨٠) اسے حسن قرار دیا ہے۔ لیکن تقریب التھذیب میں فرماتے ہیں یزید بن ابی امیہ مجھول ہے امام ھیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو مجمع الزوائد (٥/٤٠) میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اسے ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں یحیی بن العلاء ضعیف ہے۔ اس حدیث کا ایک شاھد طبرانی کی المعجم الاوسط میں ہے اس کی سند میں محمد بن کثیر بن مروان ضعیف ہے اس طرح طبرانی کی المعجم الاوسط میں ایک اور شاھد بھی ہے جس کی سند میں ہارون محمد ابوالطیب کذاب ہے فالہ الھیثمی فی المجمع (٥/٤١)۔

راوی حدیث:

اس حدیث کے راوی سیدنا ابویعقوب یوسف بن عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی المدنی حلیف الانصار رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ شرف صحابیت سے مشرف ہوئے تھے یا نہیں اصح روایات کے مطابق یہ رویت اور روایت دونوں اعتبار سے صحابی رسول ﷺ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے بلاواسطہ روایت کرنے کے علاوہ اپنے والد محترم حضرت سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں علاوہ ازیں سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا ابوالدرداء، اور سیدتنا خویلہ بنت ثعلبہ وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایت کرتے ہیں۔ ان سے ان کا بیٹا محمد اور عون روایت کرتے ہیں اسی طرح عمر بن عبدالعزیز، ابن المنکدر وغیرہ بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

نبی اکرم ﷺ کو ثفل پسند تھا:

۲۶-۳٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ الْعَوامِ، عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ.

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو باقی ماندہ (کھانا) بڑا پسند تھا۔ امام ترمذی کے شیخ عبداللہ بن عبدالرحمان فرماتے ہیں باقی ماندہ سے مراد کھانے سے جو بچا ہوا ہو۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (۳/۲۲۰)، مستدرك حاكم (٤/١١٥،١١٦)، طبقات ابن سعد (١/٣٩٣)، شعب الايمان (٦/٥٩٢٤).

مفردات:

اَلثُّفْلُ: مَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ: باقی بچا ہوا۔ پیالے میں ہو یا ہنڈیا میں۔

تشریح:

❀ نبی اکرم ﷺ کو آخر میں بچا ہوا کھانا زیادہ پسند تھا، اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ زیادہ پکا ہوا ہوتا ہے اس لیے وہ زیادہ زود ہضم اور لذیذ ہوتا ہے۔

❀ اس سے آپ ﷺ کی تواضع وانکساری کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: جو شخص جس پیالے میں کھائے پھر اسے چاٹے (اچھی طرح صاف کرے) تو وہ اس کے لیے بخشش مانگتا ہے [1] تو آخر میں بچا ہوا کھانے والے کو ہی ایسے مواقع میسر ہو سکتے ہیں۔

❀ آپ ﷺ کی عادت مبارک ایثار کی تھی، اس لیے دوسرے ضرورت مند مہمانوں کو آپ وہی کھانا دیتے جو ہنڈیا میں اوپر ہو، اور جو نیچے بچ جاتا، اُسے خود پسند فرماتے، یہ عمل ابعد من التکبر بھی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ اِدَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ پورا ہو گیا۔

والحمد لله رب العالمين على ذلك

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الاطعمة، باب ما جاء فی اللقمة تسقط، حدیث: ۱۸۰٤۔ سنن ابن ماجه (۳۲۷۱)۔ واسناده ضعيف۔ ام عاصم مجہول راویہ ہے۔

باب نمبر ۲۷:

رسول اللہ ﷺ کے کھانے کے وقت وضوء کے طریقے کا بیان

(اس باب میں تین احادیث ہیں)

وُضُوء: پاکیزہ اور خوبصورت ہونا وُضُوء کا اطلاق ہاتھ منہ دھونا اور پاؤں دھونا، سر پر مسح کرنا یا صرف ہاتھ دھونا اور کلی کرنا پر ہوتا ہے۔

اس باب میں امام ابوعیسیٰ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کے متعلق احادیث نقل کی ہیں، باب کے عنوان میں وَضُو کا لفظ استعمال ہوا ہے، وُضُو کا ایک مفہوم تو اصطلاحی ہے یعنی نماز کے لیے پورا وضوء کرنا، جس میں فرائض وواجبات اور سنن شامل ہیں۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ صرف ہاتھ دھونا اور کلی کرنا، اس باب میں یہی دوسرا مفہوم مراد ہے۔ مصنف علیہ الرحمتہ پہلے دو حدیثیں لائے ہیں جن میں وضوء نہ کرنے کا بیان ہے یعنی کھانے کے لیے پہلے یا بعد میں شرعی وضوء کرنا ضروری نہیں ہے۔ پھر ایک حدیث لغوی وعرفی وضوء کے استحباب پر پیش کی ہے یعنی صرف ہاتھ اور منہ دھونا یا کلی کرنا۔

کھانے سے پہلے کونسا وضوء مستحب ہے؟

۲۷-۱: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالُوا أَلَا نَأْتِيكَ بِوَضُوْءٍ؟ قَالَ: إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ.

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (وہ فرماتے ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے باہر نکلے تو آپ کو کھانا پیش کیا گیا، اور صحابہ کرام عرض کرنے لگے: کیا ہم آپ کے لیے وضوء کا پانی نہ لے آئیں؟ (تا کہ آپ وضوء کر لیں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے وضوء کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا ہے جب میں نماز کے لیے اٹھوں۔''

تخریج......: صحیح مسلم، کتاب الحیض باب جواز اکل المحدث الطعام (۱/۱۱۹ برقم ۲۸۳)، سنن ترمذی ابواب الاطعمة (۴/۱۸۴۷)، وقال حدیث حسن صحیح، سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة،

باب فی غسل الیدین عند الطعام (٣/٣٧٦)سنن نسائی کتاب الطھارۃ (١/١٣٢).

مفردات:

اَلْــوَضُـوْءُ یہ لفظ واؤ کے فتح کسرہ اور ضمہ کے ساتھ تینوں طرح لغت عرب میں مستعمل ہے واؤ کے فتح کے ساتھ اس سے مراد وُضو کا پانی ہے۔ کسرہ کے ساتھ اس سے مراد وُضوء کے پانی والا برتن، اور ضمہ کے ساتھ اس سے مراد نفس وضوء ہے جو مختلف اعضاء کو مختلف انداز میں دھونے سے عبارت ہے۔

اَلْخَلا ء: دراصل خالی جگہ کو خلاء کہا جاتا ہے یہاں مراد بیت الخلاء ہے۔

تشــریــح :......اس مقام پر وُضوء سے مراد عام وضوء یعنی لغوی وضوء مراد ہے کہ کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ دھونا یا کلی کرنا، نماز والا وضوء مراد نہیں ہے۔

کھانے کے لیے شرعی وضوء ضروری نہیں:

٢٧-٢: حَــدَّثَـنَـا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُوْمِيُّ، ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ......

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ مِـنْ الْغَائِطِ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ، فَقِيْلَ لَهُ: أَلَا تَتَوَضَّأ؟ فَقَالَ: أَأُصَلِّي فَأَتَوَضَّأُ؟

’’سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کی جگہ سے نکلے تو آپ کے لیے کھانا لایا گیا اور آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ وضوء فرمائیں گے؟ تو فرمایا: کیا میں نماز پڑھنے لگا ہوں جو وضوء کروں۔‘‘

تخریج......: صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز اکل المحدث الطعام (١/١١٩ برقم ٢٨٣)، سنن الکبریٰ للنسائی (٤/١٧).

مفردات:

اَلْغَـائِـط: مَوْضِعُ قَضَاءِ الْحَاجَةِ الْمُطْمَئِنُّ مِنَ الْاَرْضِ: قضائے حاجت کی جگہ مغوطٌ سے ہے جس کے معنیٰ کھودنا، داخل ہونا اور دھنس جانا کے ہیں۔ غائط: نرم زمین جس میں پانی وغیرہ جذب ہو جائے، کشادہ زمین، ہموار جگہ، اب غائط کا لفظ بیت الخلاء کے لیے بولا جاتا ہے۔

تشــریــح :......اس حدیث سے کھانا کھانے سے قبل شرعی وضوء کا عدم وجوب ثابت ہوتا ہے۔

کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا باعث برکت ہے:

٢٧-٣: حَــدَّثَـنَـا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، ثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ، (ح). ثَنَا

قُتَيْبَةُ ، ثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ الْجُرْجَانِيُّ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيعِ ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ ، عَنْ زَاذَانَ......

عَـنْ سَـلْمَانَ قَالَ: قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَـرَكَةَ الـطَّعَامِ الْوُضُوءُ بَعْدَهُ ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، وَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَرَأْتُ فِي التَّـوْرَاةَ ، فَـقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهُ . وَقَـالَ: لَا نَـعْـرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّامِنْ حَـدِيْثِ قَيْسِ بَنِ الرَّبِيْعِ وَقَيْسٌ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ

''سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے توراۃ میں پڑھا کہ کھانا کھانے کے بعد وضوء کرنا (اصطلاحی وضوء مراد نہیں بلکہ ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے)برکت کا سبب ہے یہ بات میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیان کی ،تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضوء کرنا برکت کا باعث ہے۔'' یہ حدیث صرف قیس بن ربیع کے طریق سے پہچانی جاتی ہے اور وہ حدیث میں ضعیف ہے۔

تخریج ......: یہ حدیث ضعیف ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة، باب فی غسل الید ین قبل الطعام (۳۷۶۱/۳)، سنن ترمذی ابواب الاطعمة (۱۸۴۶،٤)۔ مستدرك حاكم (٤/١٠٦، ١٠٧)، مسند احمد بن حنبل (٤/٤٤١)، مسند ابی داؤد طیالسی (ص: ۹۱)، شرح السنة للبغوی (٦/٢٨٢٧) قال الحـاكـم ''تفرد به قَيس بن الربیع عن ابی هاشم و انفراد علی علومحله اكثر من ان يمكن تركه فی هذا الباب'' وقال الذهبی: ''مع ضعف قيس فيه ارسال۔'' (امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں) قیس بن ربیع اس حدیث کو ابوہاشم سے بیان کرنے میں متفرد ہیں اور ان کا عالی سند کے باوجود متفرد ہونا اس مسئلہ میں ان کی روایت کو چھوڑنے کا امکان پیدا کرتا ہے، امام ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قیس کے ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس سند میں دوسری خرابی ارسال بھی ہے۔

تشریح :......اس روایت میں کھانے سے پہلے اور بعد میں لغوی وضوء کرنے میں برکت کا ذکر کیا گیا ہے۔ تورات میں بقول سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھانے کے بعد وضوء کا تذکرہ تھا جبکہ ہماری شریعت میں ایک زائد چیز یعنی کھانے سے پہلے بھی وضوء کرنا یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا وارد ہے۔

کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے اور کلی کرنے میں بڑی حکمت ہے اس سے ہاتھوں اور منہ میں لگی ہوئی چکناہٹ اور دسومت صاف ہو جاتی ہے۔ سنن ترمذی، سنن ابی داوَد، سنن ابن ماجہ کی ایک صحیح حدیث میں مروی ہے کہ ''جو شخص اس حال میں رات گزارے کہ اس کے ہاتھوں میں چکنائی وغیرہ ہو تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔'' [1] یعنی اس کے ہاتھوں کو کسی موذی چیز نے کاٹ لیا تو یہ اس کی اپنی غلطی کی وجہ سے ہوگا۔

---

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب الاطعمة، باب فی غسل الید من الطعام، حدیث: ۳۸۵۲۔ سنن ترمذی (۱۸۶۰)۔ سنن ابن ماجه (۳۲۹۷).

کھانے سے پہلے ہاتھ اور منہ دھونے سے برکت اس طرح ہوگی کہ کھانا بڑھ جائے گا اور بعد میں برکت کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے فوائد واثرات اچھے مرتب ہونگے۔ مثلاً دل کو سکون واطمینان میسر آئے گا، طاعات کی طرف میلان ہوگا، عبادات واخلاق فاضلہ اور افعال عالیہ مزید تقویت پائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بَابَ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ الطَّعَامِ مکمل ہوا

والحمد للّٰه على ذالك

☆............☆............☆

باب نمبر ۲۸:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانا کھانے سے پہلے اور بعد کی دعائیں

(اس باب میں سات احادیث ہیں)

اس باب میں سید المرسلین ، امام الاولین والآخرین ، نبی الانبیاء احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دعاؤں کا ذکر ہے جنہیں آپ طعام نوش فرمانے سے قبل اور پھر کھانا کھانے سے فارغ ہو کر پڑھا کرتے تھے۔ آپ کھانا شروع کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کرتے ، اور فراغت کے وقت رب العالمین، خالقِ ارض وسماء عزوجل کا شکریہ ادا فرماتے۔ باب ھذا میں انہیں دعاؤں کو بیان کیا جارہا ہے۔

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے:

۲۸-۱ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ جَنْدَلٍ الْيَافِعِيِّ ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَوْسٍ......

عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا ، فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَلَمْ أَرَ طَعَامًا كَانَ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْهُ أَوَّلُ مَا أَكَلْنَا ، وَلَا أَقَلَّ بَرَكَةً فِي آخِرِهِ ، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، كَيْفَ هٰذَا؟ قَالَ: "إِنَّا ذَكَرْنَا اسْمَ اللّٰهِ حِيْنَ أَكَلْنَا ، ثُمَّ قَعَدَ مَنْ أَكَلَ وَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهِ تَعَالَى فَأَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ .

''سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ کے حضور کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے آغاز میں جو برکت تھی از روئے برکت کے ایسا کھانا میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا ، اور اسی کھانے کے آخر میں جو بے برکتی تھی وہ بھی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی ، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ کیا کیفیت ہے؟ ارشاد فرمایا: جس وقت ہم نے کھانا شروع کیا تھا تو ہم نے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک لیا تھا، پھر ایک شخص کھانے کے لیے بیٹھا اور اس نے اللہ تعالیٰ کا اسم پاک نہیں لیا، پس اس شخص کے ساتھ شیطان نے بھی کھانا کھایا۔''

تخریج...... : یہ حدیث **ضعیف** ہے۔ مسند احمد بن حنبل (۵/۴۱۵، ۴۱۶)، شرح السنة للبغوی (۶/۲۸۱۸)، اس روایت کی سند میں ابن لهیعة راوی سیئی الحفظ اور مختلط ہے، اور دو راوی غیر معروف

ہیں۔امام ھیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو مجمع الزوائد (۵/ ۲۳۱) میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے لیکن ان کی سند میں راشد بن جندل اور حبیب بن اوس ہیں و کلاھما واحد بقیه اسناده صحیح خلا ابن لهیعة۔

......راوی حدیث سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں ذیل میں ان کے تذکار ملاحظہ فرمائیں۔

ابوایوب خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف بن جشم بن غنم بن مالک بن النجار الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ ،سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ اپنے نام سے زیادہ کنیت کے ساتھ مشہور ومعروف ہیں۔

بدر اور تمام مشاہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوتے رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ میں قدوم میمنت لزوم فرمایا تو انہیں کے گھر پر ایک ماہ قیام فرمایا❶ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنائی جو کسی نبی کی بنائی ہوئی آخری مسجد ہے۔اس کی تعمیر میں انہوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ روایت کرنے کے علاوہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی۔آپ کے تلامذہ میں سیدنا براء بن عازب، جابر بن سمرۃ ،زید بن خالد جہنی ،عبداللہ بن عباس وغیرھم رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر لوگوں کے نام ملتے ہیں۔

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے اور بدر وغیرہ تمام مشاہد میں گئے۔ مدینہ منورہ میں رہائش تھی۔ جنگ خوارج میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر خوارج سے جنگ کی، ان کے ساتھ مدائن بھی گئے۔لمبا عرصہ تک بقید حیات رہے۔یہاں تک کہ کاتب وحی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں روم کے شہروں میں دوران جنگ فوت ہو گئے۔

ہیثم بن عدی کہتے ہیں ۵۰ھ میں فوت ہوئے، واقدی ۵۲ھ اور ابوزرعہ ۵۵ھ بتاتے ہیں۔ واقدی اور بغوی کہتے ہیں: وہ جنگ کی صفوں میں بھی شریک رہے۔لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ آپ راستے میں بیمار ہو گئے تھے انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر میں قسطنطنیہ پر حملے سے پہلے فوت ہو جاؤں تو میری میّت کو اٹھا کر لے جانا اور مزید فرمایا: تم قسطنطنیہ پر حملہ کرو، اور لڑائی کے لیے صفیں باندھو تو مجھے اپنے قدموں کے نیچے میدان جہاد میں دفن کر دینا۔لشکر اسلام نے ایسا ہی کیا اور قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے انہیں دفن کر دیا۔❷ رضی اللہ عنہ وارضاء

❶ سیرة ابن هشام (ص: ۲۲۸-۲۲۹).

❷ مستدرك حاکم (۳/ ۴۵۸)- طبقات ابن سعد (۳/ ۴۸۵).

تشریح:

❀ حدیث الباب سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف اللہ کا نام لینے سے اور صرف ''بسم اللہ'' کہنے سے سنت ادا ہو جاتی ہے، مگر جب ''الرحمٰن الرحیم'' بھی ساتھ شامل کر لیں تو یہ اس کی تکمیل ہو جائے گی۔ امام غزالی اور نووی رحمہما اللہ نے یہی کہا ہے۔

بعض محدثین کہتے ہیں کہ ''بسم اللہ'' سے زائد کے افضل ہونے کی کوئی خاص دلیل موجود نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''حرام اور مکروہ کام کے آغاز میں ''بسم اللہ'' نہیں کہنی چاہیے بلکہ اگر خمر (شراب) پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کو پیا تو کافر ہو جائے گا یہ مسئلہ اپنی جگہ تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔''

❀ ''شیطان کھانے لگا'' جس شخص نے بغیر بسم اللہ کہے کھانا شروع کیا، اس کے ساتھ شیطان بیٹھ گیا اور برکت اٹھ گئی۔ یعنی شیطان کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ سے برکت ختم ہوگئی۔ شیطان کا کھانا کھانا، اپنی حقیقت پر محمول ہے تمام علماء سلف وخلف نے یہی کہا ہے کیونکہ یہ بات شرعا اور عقلاً بھی ممکن ہے۔

❀ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے نووی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر ایک جماعت اکٹھے کھانے کھا رہی ہو تو صرف ایک آدمی کا بسم اللہ کہہ دینا ہی سب کے لیے کافی ہے، تو اس حدیث کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ وہ شخص ہماری فراغت کے وقت آیا۔ اس لیے ساتھ شیطان بھی کھانے لگا۔ مگر یہ تاویل بعید ہے کیونکہ حدیث سے شمولیت میں تراخی ثابت ہوتی ہے نہ کہ فراغت، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شیطان چونکہ اس کے ساتھ آیا اور کھانے لگا، اس لیے ہماری بسم اللہ اس پر کوئی اثر نہ ڈال سکی، یہ تاویل درست ہوسکتی ہے۔ لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی طرف سے آدمی کی بسم اللہ تب کافی ہوسکتی ہے جب وہ سب اکٹھے شروع کریں۔

بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کیا کہے:

۲۸-۱: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، ثَنَا أَبُو دَاوُدَ، ثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ، عَنْ بُدَيْلٍ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ فَإِنْ نَسِيَ فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ".

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک (کھانا) کھانے لگے اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهُ وَآخِرَهُ پڑھ لے یعنی کہ اس کھانے کے شروع اور آخر میں اللہ کا نام لیتا ہوں۔''

تخریج...... : یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الاطعمة (١٨٥٨/٤) اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے، سنن ابی داوٗد ، کتاب الاطعمة (٣٧٦٧/٣)، سنن دارمی ، کتاب الاطعمة (٢٠٢١/٣)، مسند احمد بن حنبل (٢٠٨/٦).

تشریح و فوائد :...... مومن جمیع احوال وافعال میں اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتا ہے اگر کھانا کھاتے ہوئے کسی وقت اس کی زبان پر بِسْمِ اللّٰہ نہیں آیا تو وہ معاف ہے، جیسے ہی یاد آئے اسی وقت پڑھ لے اگرچہ آخری لقمہ ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں اب اس میں دو الفاظ کا اضافہ کیا جائے گا اور کہے گا، بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ یہ کہنا اسے برکت کے لیے کفایت کرے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد آخر کو بھی شامل ہے۔ سنن ابی داوٗد میں ضعیف سند کے ساتھ امیہ بن مخشی سے مروی ہے کہ

((كَانَ رَجُلٌ يَأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ اِلَّا لُقْمَةً فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهُ وَآخِرَهُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ مَا زَالَ الشَّيْطٰنُ يَأْكُلُ مَعَهُ فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اِسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهِ))

''یعنی ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا حالانکہ اس نے بِسْمِ اللّٰہِ نہیں پڑھی تھی حتی کہ جب اس کا ایک لقمہ رہ گیا تو اس کو جب منہ کی طرف اٹھایا تو بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ کہہ دیا تو نبی اکرم ﷺ ہنس پڑے پھر فرمایا: شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا، پھر جب اس نے اللہ کا نام لیا تو شیطان نے جو کچھ کھایا تھا وہ سب اُگل دیا۔'' [1]

کھانا کھانے کے آداب، بسم اللہ پڑھنا:

٢٨-٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ الْبَصْرِيُّ ، ثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عَرْوَةَ......

عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدَهُ طَعَامٌ قَالَ: "اُدْنُ يَا بُنَيَّ وَسَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ.

''سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت آنحضور ﷺ کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بچے! قریب آ جا، بسم اللہ پڑھ، اور اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھاؤ۔''

تخریج...... : صحیح بخاری ، کتاب الاطعمة، باب التسمية على الطعام والا كل باليمين (٥٣٧٦/٩)، مسلم ، كتاب الاشربة، آداب الطعام والشراب (١٠٨/٣، برقم ٥٩٩)، سنن ترمذی، ابواب الاطعمة

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب الاطعمة، باب التسمية على الطعام، حدیث: ٣٧٦٨۔

(١٨٥٧/٤)، سنن ابی داوٗد ،کتاب الاطعمة (٣٧٧٧/٣)، سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة (٣٢٦٧/٢)، سنن الکبریٰ للنسائی (١٧٤/٤)، سنن دارمی، کتاب الاطعمة (٢٠١٩/٢) السنن الکبریٰ للبیهقی (٢٧٧/٧)، مسند احمد بن حنبل (٢٦/٤).

☆ مفردات:

یَـلِیْكَ وَلِـیَ یَلِیْ اور وَلِـیَ یَلِیْ باب سے فعل مضارع معلوم کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے: قریب ہونا ساتھ ملا ہوا ہونا، عبارتی مفہوم ہوگا: اپنے سامنے سے۔

سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ ہیں آپ کی کنیت ابوحفص تھی ،مکمل نام یہ ہے ابوحفص عمر بن ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن عبداللہ بن ھلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المدنی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو یہ اپنی والدہ کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عیال میں داخل ہوئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ تھے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ روایت کرنے کے علاوہ اپنی والدہ محترمہ سیدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کی، ان سے ان کا ایک بیٹا محمد اور دیگر تابعین روایت کرتے ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی، اس وقت سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کی عمر نو سال تھی۔آپ ٨٣ھ میں فوت ہوئے۔

بسم اللہ بالجہر کہے یا سِرًّا

❀ حدیث الباب میں لفظِ یَـا بُـنَـیَّ ''اے میرے بچے'' سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز تخاطب کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کس قدر تلطف اور مہربانی سے بچوں کو بلاتے، یہ انداز معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کو زیب تھا جس کی پیروی کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بسم اللہ بالجہر کہنا مستحب ہے، تاکہ پاس والے لوگ سن لیں۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ بسم اللہ کہہ لے یا اس کے ساتھ الرحمٰن الرحیم کا اضافہ کر لے یا اپنی لغت میں کہہ لے کہ میں اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں، جائز ہے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا:

❀ دائیں ہاتھ سے کھانا تناول کرنا، بقول بعض علماء واجب ہے اور اقرب الی الدلیل بھی یہی ہے کیونکہ دائیں ہاتھ سے نہ کھانے پر وعید ہے جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا: ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ'' اس نے کہا: میں دائیں سے نہیں کھا سکتا۔ ارشاد

فرمایا: ''تو دائیں سے کھانے کی طاقت نہ ہی رکھ سکے تو اس کے بعد وہ اپنا دایاں ہاتھ کبھی بھی اوپر نہ اٹھا سکا۔ ❶ معجم طبرانی میں ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سبیعہ اسلمیہ کو دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھا رہی ہے تو آپ ﷺ نے اس لیے بددعا کی تو اس کو طاعون کی بیماری لگ گئی جس سے وہ مرگئی۔ ❷

سنن ابن ماجہ میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔'' ❸ حسن بن سفیان نے سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ ''جب کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے، پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے، اور اگر کوئی چیز کسی کو دے تو دائیں ہاتھ سے دے، کسی سے کوئی چیز لے تو دائیں ہاتھ سے لے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا، پیتا، دیتا، اور لیتا ہے۔'' ❹

اپنے آگے سے کھانا اور اس کے احکام:

❀ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ: اپنے قریب سے سامنے سے کھاؤ، بعض علماء نے اس امر کو وجوب پر محمول کیا ہے کیونکہ اس طرح نہ کرنے سے دوسرے لوگوں کو تکلیف کا اندیشہ ہے نیز اس سے بہت زیادہ لالچ کا اظہار ہوتا ہے۔ بعض دوسرے علماء نے اس کو استحباب پر محمول کیا ہے کیونکہ نص سے اس پر وعید ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے الرسالتہ اور کتاب الام میں کہا ہے کہ ثرید کے اوپر سے لینا اور دو دو لقمے یا دو دو کھجوریں اکٹھی ملا کر کھانا جائز نہیں، ہاں جب ساتھ کھانے والا اس کو ناپسند نہ سمجھے تو درست ہے اسی طرح کھانے یا سالن سے کچھ تلاش کرنا جبکہ ساتھ کھانے والے اسے ناپسند نہ کریں تو درست ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سالن سے کدّو تلاش کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے ❺ اسی طرح اگر انواع واقسام پر مشتمل کھانا یا سالن ہو تو پوری

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب آداب الطعام والشراب، حدیث: ۲۰۲۱.

❷ معجم کبیر طبرانی (۱۴۳۱۱، ۱۴۳۰۲).

❸ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب آداب الطعام والشراب، حدیث: ۲۰۱۹۔ سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الاکل بالیمین، حدیث: ۳۲۶۸.

❹ سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الاکل بالیمین، حدیث: ۳۲۶۶۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب آداب الطعام والشراب، حدیث: ۲۰۲۰/۱۰۶. عن ابن عمر رضی اللہ عنہما.

❺ صحیح بخاری، کتاب الاطعمة، باب من ناول او قدم الی صاحبه......، حدیث: ۵۴۳۹۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب جواز اکل المرق......، حدیث: ۲۰۴۱/۱۴۵.

پلیٹ یا بڑے برتن میں ہاتھ بڑھایا جاسکتا ہے مثلاً ایک سالن میں گوشت، آلو یا کدو وغیرہ اکٹھے پکائیں جائیں تو اپنے قریب کے بجائے دوسری اطراف سے بھی لیا جاسکتا ہے اور اپنی پسند کی چیز کو تلاش کیا جاسکتا ہے اگرچہ عمومی طور پر اس کو لالچ پر اور ایثار کے فقدان پر محمول کیا جاتا ہے۔

کھانے کے بعد کی دعا:

٢٨-٤ : حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ ثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ ، ثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ رِيَاحٍ ، عَنْ أَبِيْهِ رِيَاحِ بْنِ عُبَيْدَةَ......

عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ قَالَ: "أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ."

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ جب کھانا تناول فرمانے سے فارغ ہوتے تو پڑھتے "أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ" کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا، اور ہمیں مسلمان بنایا۔''

تخریج...... یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں اسماعیل بن ریاح مجہول راوی ہیں۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة، باب مایقول الرجل اذا طعم (٣٨٥٠/٣)، سنن ترمذی، ابواب الدعوات، باب ما یقول اذا فرغ من الطعام (٣٤٥٧/٥)، مسند احمد بن حنبل (٩٨،٣٢/٣)، سنن ابن ماجه (٣٢٨٣/٢)، عمل الیوم واللیلة للنسائی (ص : ٢٦٥) عمل الیوم واللیلة لا بن السنی (ص : ١٣٧)، اخلاق النبی ﷺ لا بی الشیخ (ص : ٢٣٧) امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو مختصر شمائل میں ضعیف قرار دیا ہے۔

فائدہ:......کھانا کھانے کے بعد جو دعا آج عامۃ الناس پڑھتے ہیں وہ یہی دعا ہے حالانکہ یہ دعا سنداً نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے اس دعا کی بجائے اگلی حدیث میں جو دعا آرہی ہے اسے معمول بنانا چاہیے۔ واللہ ہوالموفق۔

دستر خوان سے اٹھتے وقت کی دعا اور اس کی لغوی تحقیق:

٢٨-٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ ، ثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ ، ثَنَا خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ......

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ يَقُوْلُ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ

''سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے جب دستر خوان اٹھایا جاتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا

غَیْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا". طَیِّبًا مُبَارَكًا فِیْهِ غَیْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا" "کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں بہت زیادہ تعریفیں، پاکیزہ اور برکت والی! اے اللہ! ہمارے رب! نہ ہم اسے چھوڑ سکتے ہیں نہ اس سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔"

تخریج...... صحیح بخاری، کتاب الاطعمة، باب مایقول اذا فرغ من طعام (٥٤٥٨/٩)، سنن ترمذی، ابواب الدعوات (٣٥٦/٥)، سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة (٣٨٤٩/٣)، سنن ابن ماجة (٣٢٨٤/٢)، عمل الیوم واللیلة للنسائی (ص: ٢٦٣)، شرح السنة للبغوی (٢٨٢٢/٦)، مسند احمد بن حنبل (٢٥٢/٥، ٢٥٦، ٢٦١، ٢٦٧).

مفردات:

اَلْمَائِدَةُ: دستر خوان۔ مائدہ ہر چیز کو کہتے ہیں جس پر کھانا رکھا جائے **مَادَ یَمِیْدُ** سے مشتق ہے۔ **غَیْرُ مُوَدَّعٍ** ای غَیْرَ مَتْرُوْكٍ جو چھوڑی جانے والی نہ ہو۔

وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ جس سے استغناء نہ کیا جا سکتا ہو۔

تشریح وفوائد:

❀ جب دستر خوان اٹھالیا جائے تو مذکورہ دعا پڑھی جائے، حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا اونچی آواز میں پڑھی گئی تھی اس لیے تو راوی نے سنی، اس بارے میں ادب یہ ہے کہ جب تک دوسرے شرکاء طعام فارغ نہ ہو جائیں، اونچی آواز سے دعا نہ پڑھی جائے۔

❀ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا میں حَمْدًا مفعول مطلق ہے۔ كَثِیْرًا یعنی اس کی حمد کی کوئی انتہا نہیں جیسا کہ اس کی نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ طَیِّبًا: ریا، سمعہ اور ہر عیب سے پاک رَبُّنَا اس لفظ پر تینوں اعراب درست ہیں۔

۱: رَبُّنَا علی تقدیر ھو ربُّنا یا انت ربُّنا یا اس بناء پر کہ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر مقدم ہے۔

۲: رَبَّنَا دراصل یا ربَّنَا منادی ہے اس لیے منصوب پڑھا جاتا ہے۔ حرف ندا یا حذف کیا گیا ہے۔

۳: رَبِّنَا: جر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے کیونکہ لفظ اللہ سے بدل ہے جو کہ دعا کی ابتداء میں ہے اور لام جارہ کی وجہ سے مجرور ہے۔

صحیح بخاری کی اس روایت میں غَیْرَ مَكْفِیٍّ کا اضافہ بھی ہے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَكًا فِیْهِ غَیْرَ مَكْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبُّنَا۔

غَيْـرَ مَـكْفِيٍّ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی ضرورت نہیں جو اس کی مخلوق کی کوئی ضرورت پوری کرے کیونکہ وہ خود کھلاتا ہے اور کھاتا نہیں، اور کافی ہوتا ہے اس سے کوئی کفایت نہیں کرتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانے کے بعد یہ دعا بھی مروی ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَطْعَمْتَ وَسَقَيْتَ وَ اَغْنَيْتَ وَاقْضَيْتَ وَهَدَيْتَ وَاَحْيَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا اَعْطَيْتَ." ❶

"اے میرے اللہ تو نے مجھے کھلایا، اور تو نے مجھے پلایا اور تو نے ہی مجھے غنی کیا اور تو نے ہی مجھے سیراب کیا، اور تو نے ہی ہدایت دی، اور تو ہی رہنمائی کرتا ہے، اور تو ہی زندگی بخشتا ہے اس لیے تمام تعریفیں بھی تیرے لیے ہیں تو نے ہی یہ سب کچھ عطا کیا ہے۔"

❀ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں کے پاس بھی کھانا کھانے کے لیے جاتے تو کھانے سے فراغت کے بعد ان کے لیے دعا کیے بغیر واپس تشریف نہ لاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے گھر یہ دعا کی:

"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ." ❷

"اے اللہ! تو نے جو کچھ انہیں عنایت فرمایا ہے اس میں ان کے لیے برکت فرما، اور ان کو بخشش عطا فرما اور ان پر رحم فرما۔"

❀ سنن ابی داؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے گھر میں یہ دعا کی تھی:

"اَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ." ❸

"؟تمہارے ہاں روزہ داروں نے افطاری کی، اور تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا، (جس کی وجہ سے) فرشتوں نے تمہارے لیے دعا کی۔"

اللہ کے نام سے کھانا شروع کرنے کی برکت:

۲۸-٦: حَـدَّثَـنَـا أَبُوبَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ، ثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ كَلْثُوْمٍ......

---

❶ مسند احمد (٦٢/٤)۔ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (٤٦٤).

❷ صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب وضع النوی خارج التمر، حدیث: ٢٠٤٢.

❸ سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی الدعاء لرب الطعام اذا اکل عندہ، حدیث: ٣٨٥٤.

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ: يَأْكُلُ طَعَامًا فِي سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَأَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَوْ سَمَّى لَكَفَاكُمْ".

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے چھ اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے تو ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور (جو کھانا موجود تھا اسے) دولقموں میں کھالیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اعرابی (شروع کرتے وقت) بسم اللہ پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الاطعمة (٤/١٨٥٨)، اورفرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سنن ابن ماجه (٢/٤٢٦)، سنن دارمی ، کتاب الاطعمة (٢/٢٠٢٠)، مسند ابی داؤد طیالسی (ص: ٢١٩)، مسند احمد بن حنبل (٦/٢٤٦،٢٦٥)، شرح السنة للبغوی (٦/٢٨١٩).

تشریح:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی ذریعے سے پتہ چلا، یا انہوں نے خود یہ ملاحظہ کیا اس کی تفصیل نہیں ہے ممکن ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے بچشم خود یہ واقعہ آیات حجاب نازل ہونے سے پہلے ملاحظہ کیا ہو یا نبی اکرم ﷺ سے اس واقعہ کی تفصیل سنی ہو۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانا بغیر بسم اللہ کے شروع نہ کیا جائے کیونکہ بغیر تسمیہ کے انتہائی بے برکتی ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے کھانا کفایت بھی نہیں کرتا۔

کھانا ملنے پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جائے:

٢٨-٧: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ. قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس آدمی سے راضی ہوتا ہے جو صرف ایک لقمہ کھائے یا ایک گھونٹ پانی پیئے تو اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر یہ ادا کرے۔''

تخریج......: صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب حمد الله تعالیٰ بعد الاکل والشرب (٤/٨٩ برقم ٢٠٩٥)، سنن ترمذی، ابواب الاطعمة (٤/١٨١٦) ، شرح السنة للبغوی (٦/٢٨٢٦)، مسند احمد (٣/١٠٠،١١٧).

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَمَا يَفْرُغُ مِنْهُ مکمل ہوا۔ والحمد للّٰه علی ذالك

باب نمبر ۲۹:

رسول اللہ ﷺ کے پیالے کا بیان

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

قَدَحٌ یہ لفظ حرکت کے ساتھ ہے یعنی دال پر زبر ہے ہر اس درمیانے برتن کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی شربت یا پانی پیا جائے وَهُوَ اِنَاءٌ وَسْطٌ بَيْنَ الصِّغْرِ وَالْكِبَرِ اس کی جمع اَقْدَاحٌ آتی ہے جب اس میں کوئی چیز نہ ہو یعنی فارغ ہو تو قَدَحٌ کہتے ہیں اور جب اس میں کچھ ہو تو اسے کَاسٌ کہتے ہیں۔

اس باب میں نبی اکرم ﷺ کے اس پیالے کا بیان ہے جس میں آپ ﷺ پانی یا شربت نوش فرمایا کرتے تھے۔ اہل سیر اور وقائع نگاروں نے نبی اکرم ﷺ کے پیالوں کے نام بھی لکھے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے کئی ایک پیالے اپنی حیاتِ طیبہ میں استعمال فرمائے، آپ ﷺ کے پیالوں کے مندرجہ ذیل نام اصحاب سیر نے تحریر کیے ہیں۔ الریّان، مغیثا، ایک پیالہ جو درشت قسم کا تھا اور اس پر لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے۔ ایک اور پیالہ شیشہ کا تھا، مزید ایک اور پیالہ تھا جو عیدان کا بنا ہوا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ذخیرہ احادیث سے دو احادیث نقل کی ہیں جن میں آپ ﷺ کے پیالہ مبارک کا ذکر ہے۔

حضور ﷺ کے پیالے کی ساخت:

۲۹-۱: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْبَغْدَادِيُّ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ......

عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَدَحَ خَشَبٍ، غَلِيظًا مُضَبَّبًا بِحَدِيْدٍ، فَقَالَ: يَا ثَابِتُ، هَذَا قَدَحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

”حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمیں دکھانے کے لیے ایک لکڑی کا مضبوط، موٹا اور لوہے کا پترا چڑھا ہوا پیالہ لے کر آئے اور فرمانے لگے: اے ثابت! یہ پیالہ حضور ﷺ کا ہے۔“

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب الاشربة (۱۰/۵۶۳۸) بتصرف، مسند احمد (۳/۱۳۹، ۱۵۵، ۱۵۹).

مفردات:

اَلْقَدَحُ: اِنَاءٌ يُشْرَبُ مِنْهُ پینے کا برتن۔ قَدَحٌ اس وقت کہتے ہیں جب خالی ہو اور جب اس میں کچھ ہو تو اسے کاس کہتے ہیں۔

غَلِيظٌ یہ لفظ باب نَصَرَ ، ضَرَبَ اور کَرُمَ سے مشتق ہے۔ سخت مضبوط، اس کی جمع غِلَاظٌ آتی ہے۔

مُضَبَّبٌ : مُشَدَّدٌ ، باندھا ہوا۔ لوہے کا کنڈا اور قبضہ لگا ہوا۔

تشریح و فوائد :......رسول اللہ ﷺ پیالہ استعمال فرماتے تھے، اس سے آپ ﷺ کی کمال تواضع اور انکساری کا اظہار ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ کا پیالہ لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ وہ پیالہ ٹوٹ گیا تھا تو آپ ﷺ نے اس پر چاندی کا ایک کنڈا یا قبضہ لگا لیا تھا۔ ❶ سنن بیہقی میں الفاظ یہ ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ پیالہ ٹوٹ گیا تو میں نے وہاں کنڈا لگایا، اور صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے اس کو چاندی کی ایک کڑی لگالی، نبی اکرم ﷺ کے کڑی لگانے کو آپ کے حکم دینے پر محمول کیا جائے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کو حقیقت پر محمول کیا جائے تو دونوں روایات میں مطابقت وجمع ہو جائے گی، ایک صحیح روایت سے ثابت ہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے سید الانبیاء ﷺ کے پیالے کو سونے یا چاندی کی کڑی لگانے کا ارادہ کیا تو ابوطلحہ، آپ کی والدہ کے خاوند نے روک دیا کہ نبی اکرم ﷺ کے پیالے میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔ ❷

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس پیالے سے نبی اکرم ﷺ کو کتنی ہی مرتبہ پانی پلایا۔ ❸

خاتمۃ المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انس بن نضر کی وراثت سے یہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم کا فروخت ہوا۔ ❹ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پیالہ بصرہ میں دیکھا اور اس میں پانی پیا۔ ❺

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عاصم سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کے پاس نبی اکرم ﷺ کا پیالہ دیکھا اس پر چاندی کا پترا چڑھا ہوا تھا۔ ❻

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب الشرب من قدح النبی ﷺ، حدیث: ۵۶۳۸.

❷ دلائل النبوۃ (۴۵۳/۷).

❸ صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب الشرب من قدح النبی ﷺ، حدیث: ۵۶۳۸.

❹ صحیح بخاری (حوالہ سابق).

❺ فتح الباری (۷۶۹/۶).

❻ مسند احمد (۱۳۹/۳).

حضور ﷺ تمام مشروبات اس پیالے میں نوش فرماتے

۲۹-۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ، ثَنَا حُمَيْدٌ، وَثَابِتٌ......

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِهَذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ: الْمَاءَ، وَالنَّبِيْذَ، وَالْعَسَلَ، وَاللَّبَنَ.

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس پیالے میں ہر قسم کا مشروب، پانی، نبیذ، شہد اور دودھ پلایا۔''

تخریج......: صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب اباحة النبیذ الذی لم یشتد (۸۹،۳ برقم ۱۵۹۱)، مستدرک حاکم (۴/ ۱۰۵) امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح علی شرط مسلم کہا ہے اور ذہبی نے اس پر موافقت کی ہے، اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ۲۴۰)۔

☆ مفردات:

اَلنَّبِيْذُ نبیذ نَبْذٌ (پھینکنا) سے ہے لیکن یہاں سے مراد وہ پانی ہے جس میں کھجوریں بھگو دی جائیں اور ایک رات یا دن کے وقفہ سے وہ پانی پی لیا جائے۔ حافظ ابن اثیر اپنی مایہ ناز کتاب نہایہ [1] میں فرماتے ہیں: نَبَذْتَ التَّمْرَ وَالْعِنَبَ اس وقت کہا جاتا ہے جب تو انہیں پانی میں بھگو دے تاکہ وہ نبیذ بن جائے، اصل میں یہ لفظ منبوذ ہے مفعول سے، اسے فعیل (نبیذ) کی طرف پھیر دیا گیا ہے، یہ مشروب اس وقت تک حلال اور اس کا پینا جائز ہے جب تک نشہ آور نہ ہو۔ یہ صرف کھجور سے ہی تیار نہیں ہوتا، بلکہ انگور، گندم، جو اور منقی سے بھی تیار ہو سکتا ہے سب کو نبیذ ہی کہا جائے گا۔

فائدہ......: حدیث الباب سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ برتن استعمال فرماتے تھے، برتنوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، بعض جاہل صوفی حضرات کا خیال ہے کہ برتن استعمال کرنا زہد کے منافی ہے اور دنیا داری کی رغبت پیدا کرنے کے سامان میں سے ہے اور پھر اس بارے میں حضرت مسیح علیہ السلام اور بعض عابدوں کے واقعات وقصص بیان کرتے ہیں کہ ان اصحاب زہد کے ہاں برتن کا استعمال عام نہیں تھا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس طرح کے بے سروپا قصص پر تصوف کی بنیاد کوئی معنی نہیں رکھتی، دوسری بات یہ ہے کہ بفرض محال ان قصص کو قبول بھی کر لیا جائے تو یہ ان اصحاب زہد کا اپنا عمل ہے جس میں منع کی کوئی دلیل نہیں، پھر ہمارے لیے تو اسوۂ حسنہ رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے اور آپ ﷺ کے عمل سے برتن استعمال کرنا ثابت ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں کے علاوہ جو برتن بھی میسر آئیں، انہیں بوقت ضرورت استعمال کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَدَحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔ والحمد للہ علی ذالك

[1] النهاية لابن الاثير (۵/ ۱۰۵)۔

باب نمبر ۳۰:

رسول اللہ ﷺ کے میوہ جات (تناول فرمانے) کا بیان

(اس باب میں سات احادیث ہیں)

فَاكِهَةٌ: میوہ، پھل، اس کی جمع فواکہ ہے، پھل یا میوہ تر ہو یا خشک، ہر قسم کو فَاكِهَة ہی کہا جاتا ہے اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی احادیث درج کیں ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی بابت مختلف پھلوں کا تذکرہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو تناول فرمایا۔ حضور سید الانبیاء ﷺ کا انداز یہ تھا کہ آپ گرم میوہ جات کو سرد پھلوں کے ساتھ تناول فرماتے۔ اسی طرح تر میوہ جات کے ساتھ خشک پھل یا میوہ جات استعمال فرماتے، طبی نگاہ سے دیکھا جائے تو اس انداز میں بے شمار فوائد ہیں گرم میوہ جات کی حرارت اور حدت کو سرد پھل کی برودت کنٹرول کر دیتی ہے اور اس میں موجود قوت جسم انسانی کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خشک و تر پھلوں اور میوہ جات کا حال ہے۔ اس باب سے جہاں رسول اللہ ﷺ کے استعمال کردہ میوہ جات اور پھلوں کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہاں علم طب کے لیے راہنما اصول بھی میسر آتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب کوئی شخص آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کوئی نیا پھل پیش کرتا تو آپ اس کے لیے دعا فرماتے اور پھل میں برکت کی دعا بھی فرماتے۔

ککڑی کا استعمال کھجور کے ساتھ کرنا:

۳۰-۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوْسَى الْفَزَارِيُّ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ.

''سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ککڑی کو تازہ کھجور کے ساتھ نوش جان فرماتے تھے۔''

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب الاطعمة، باب القثاء (۵۴۰/۹)، صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب اکل القثاء بالرطب (۱۴۷/۳ برقم ۱۶۱۶) سنن ترمذی، کتاب الاطعمة (۱۸۴۴/۴) سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة (۳۸۳۵/۳)، سنن ابن ماجة، کتاب الاطعمة (۳۳۲۵/۲)، سنن دارمی، کتاب الاطعمة (۲۰۵۸/۲)، مسند احمد حنبل (۱۷۴۲)، اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ۲۳۱)

مفردات:

اَلْقِثَّاءُ: ککڑی کھیرا۔

اَلرُّطَبُ: کھجور، تازہ کھجور۔

دوقسم کے پھل ملا کرنوش جان کرنا:

اس حدیث سے دو پھل اور دو قسم کے کھانے بیک وقت اکٹھے کھانے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور جو بعض سلف صالحین سے مروی ہے کہ وہ اس توسع اور ترفّہ اور کھانوں کی تکثیر کو پسند نہیں کرتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت اور بلا مصلحت بہت زیادہ کھانے پینے سے، اور اس کی عادت بنا لینے سے پرہیز کیا جائے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانا اور پھل وغیرہ کھاتے وقت ان کی تاثیر اور صفات وطبائع کو ملحوظ رکھنا چاہیے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے کہ قثاء اور کھجور کو ملا کر کھایا قثاء (ککڑی) ٹھنڈی تاثیر رکھتی ہے اور رطب کھجور گرم ہوتی ہے تو دونوں کو ملا کر استعمال کیا گیا۔ اس طرح ان کھانوں میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جسم کو قوت میسر آتی ہے۔

سید الانبیاء ﷺ نے تربوز اور کھجور ملا کر تناول فرمائی:

۳۰-۲: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصَرِيُّ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْكُلُ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ.

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تربوز کو تر کھجور کے ساتھ تناول فرمایا۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے، سنن ترمذی، کتاب الأطعمة، باب فی أكل البطيخ بالرطب (۱۸۴۳/٤)، سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة، باب فی الجمع بين اللونين (۳۸۳۶،۳)، سنن بیھقی (۲۸۱/۷)، السنن الکبرٰی للنسائی (۱۶۶/٤)، مسند الحمیدی (۲۵۵).

مفردات وفوائد:

اَلْبِطِّيْخُ: تربوز بَ کی زبر کے ساتھ صحیح ہے اور ب کی زیر کے ساتھ غلط ہے بَطِّيْخ کے ترجمہ میں اختلاف ہے ہم نے اس کا راجح معنی ترجمہ میں نقل کیا ہے۔ بعض نے اس کا ترجمہ خربوزہ کیا ہے، حدیث کے سیاق کو دیکھتے ہوئے اس کا ترجمہ تربوز صحیح ہے کیونکہ یہ سرد ہے اور کھجور کی گرمی کو متعدل کر دیتا ہے۔

جیسا کہ سنن ابی داؤد اور سنن ترمذی میں روایت ہے کہ

((أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ الْبَطِّيْخَ بِالرُّطَبِ وَيَقُوْلُ يَدْفَعُ حَرُّ هٰذَا بَرْدَ هٰذَا وَبَرْدُ هٰذَا حَرَّ هٰذَا)) [1]

''نبی اکرم ﷺ تربوز کے ساتھ تازہ کھجور نوش فرماتے، اور فرماتے تھے کہ اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی کو، اور اس کی گرمی اُس کی ٹھنڈک کو زائل کر دے گی۔''

حدیث الباب سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تربوز کھایا کرتے تھے۔ نیز دو طرح کا پھل اکٹھے بیک وقت کھانا بھی ثابت ہوا۔

خربوزہ اور تر کھجور کا اکٹھے کھانا:

۳۰-۳: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوْبَ، ثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، ثَنَا أَبِيْ قَالَ: سَمِعْتُ حُمَيْدًا يَقُوْلُ: أَوْ قَالَ: حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ قَالَ وَهْبٌ: وَكَانَ صَدِيْقًا لَهُ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الْخِرْبِزِ وَالرُّطَبِ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ خربوزہ اور تر کھجوروں کو ملا کر کھا رہے تھے۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (۳/۱۴۲، ۱۴۳)، السنن الکبرٰی للنسائی (۴/۱۶۷).

مضمون سابق کی ایک اور حدیث:

۳۰-۴: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الرَّمْلِيُّ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ الصَّلْتِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَكَلَ الْبَطِّيْخَ بِالرُّطَبِ.

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تربوزہ تازہ کھجوروں کے ساتھ ملا کر نوش فرمایا۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ السنن الکبرٰی للنسائی (۴/۱۶۷)، اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ۲۳۵)، مزید تخریج کے لیے دیکھیے حدیث نمبر ۱۹۴۔

نیا پھل دیکھنے پر کون سی دعا پڑھی جائے:

۳۰-۵: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَى، ثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْهِ......

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمة، باب فی الجمع بین لونین فی الاکل، حدیث: ۳۸۳۶.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوا بِهِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثِمَارِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِيْنَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا، وَمُدِّنَا، اَللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ، وَأَنَا أَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِمَكَّةَ، وَمِثْلِهِ مَعَهُ." قَالَ: ثُمَّ يَدْعُو أَصْغَرَ وَلِيْدٍ يَرَاهُ فَيُعْطِيهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ))

''سید الفقہاء سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب کسی نئے پھل کو دیکھتے تو اس کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے ۔ نبی اکرم ﷺ جب اسے پکڑتے تو یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت فرما، اور ہمارے شہر میں برکت فرما ، اور ہمارے مدّ اور صاع میں برکت فرما ، اے مولا کریم! ابراھیم علیہ السلام تیرے بندے، اور تیرے خلیل، اور تیرے نبی نے مکہ مکرمہ کے لیے آپ کے حضور میں دعا کی تھی اور میں مدینہ منورہ کے لیے آپ کے حضور میں دعا کرتا ہوں ، اسی طرح کی دعا ، جس طرح کی انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے کی تھی اور اس سے دوچند۔ راوی کہتا ہے کہ پھر آپ ﷺ سب سے کم عمر بچے کو جو موجود ہوتے طلب فرماتے ، اور انہیں اس پھل سے عطا فرماتے ۔''

تخریج......: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة ودعاء النبی ﷺ (۲/۴۷۳ برقم ۱۰۰۰)، سنن ترمذی، ابواب الدعوات (۵/۳۴۵۴).

مفردات: صاع کی بحث:

صَاعٌ: :عرب میں وزن ناپنے کا ایک پیمانہ ہے فقہی کتب میں دو طرح کے صاع معروف ہیں، صاع حجازی اور صاع عراقی ۔ صاع حجازی کو صاع نبوی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسی صاع کے مطابق احکام اسلام یعنی صدقۃ الفطر وغیرہ ادا فرماتے تھے۔ یہی صاع مکہ و مدینہ اور اس کے نواح میں مروج تھا۔ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہی صاع مستعمل تھا، اس کی مقدار ۵ ⅓ رطل تھی۔ تحقیق سے ثابت ہے کہ صاع حجازی سوا دوسیر (دو سیر چار چھٹانک) کا ہے، جو اعشاری اوزان کے مطابق ۲ کلوگرام ۹۹ گرام اور ۵۲۰ ملی گرام ہے۔

صاع عراقی:

اس صاع کو عراقی یا بغدادی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بلادِ عراق یعنی کوفہ و بغداد میں رائج تھا، چونکہ اسے حجاج بن یوسف نے رواج دیا تھا اس لیے اسے صاع حجاجی بھی کہتے ہیں اس کی مقدار آٹھ رطل تھی۔ تحقیق سے ثابت ہے کہ صاع عراقی تین سیر چھ چھٹانک کا ہے جو اعشاری اوزان کے مطابق ۳ کلوگرام ۱۴۹ گرام ۲۸۰ ملی گرام ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مولانا فاروق اصغر صارم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اسلامی اوزان۔'' (ص: ۳۷۔۵۹)

مد کی بحث:

مُدٌّ: یہ بھی عرب میں وزن ماپنے کا ایک پیمانہ ہے صاحب قاموس (۴،۲۱۶) مُدّ کے وزن اور اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''وَالْمُدُّ مِكْيَالٌ وَهُوَ رِطْلَانِ أَوْ رِطْلٌ وَثُلُثٌ اَوْ مِلْءُ كَفَّيِ الْاِنْسَانِ الْمُعْتَدِلِ اِذْمَلَأَ هُمَا وَبِهِ سُمِّيَ مُدًّا وَقَدْ جَرَّبْتُ ذٰلِكَ فَوَجَدْتُهُ صَحِيْحاً'' کہ مُدّ ماپنے کا ایک پیمانہ ہے جو کہ دو رطل یا ایک رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے، یا جنس کی اتنی مقدار جو معتدل آدمی کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھر کر ہو، اسی وجہ سے اس کا نام مُدّ ہے (اسے اردو میں، اوک، اور پنجابی میں بُک کہتے ہیں) صاحب قاموس کہتے ہیں کہ میں نے اس مقدار کا تجربہ کر کے دیکھا تو اسے درست پایا۔ علامہ ابن اثیر نہایہ (۴،۳۰۸) میں فرماتے ہیں:

''اِنَّ اَصْلَ الْمُدِّ مُقَدَّرٌ اَنْ يَمُدَّ الرَّجُلُ يَدَيْهِ فَيَمْلَأُ كَفَّيْهِ طَعَامًا'' کہ مُدّ جنسِ طعام کی اس مقدار کو کہتے ہیں جس سے آدمی اپنی دونوں ہتھیلیاں بھر لے۔

مُدّ بھی صاع کی طرح حجازی اور عراقی ہے۔ مُدّ عراقی (جو دو رطل کا ہے) کا ھندی برطانوی وزن ۱۳ چھٹانک ۲ تولے اور ۶ ماشے ہے جو کہ اعشاری وزن کے مطابق ۳۲۰.۸۷ گرام ہے۔ جبکہ مد حجازی (جو کہ ۱ ۱/۳ رطل کا ہے) کا ہندی برطانوی وزن مکمل ۹ چھٹانک ہے جو کہ اعشاری وزن کے مطابق ۵۲۴.۸۸۰ گرام ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: مولانا فاروق اصغر صارم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اسلامی اوزان'' (ص: ۲۸۔۳۵)۔

تشریح: برکت کا معنی و مفہوم:

برکت کسی چیز کے بڑھنے اور زیادہ ہونے سے عبارت ہے یہاں مراد برکت دینی اسی طرح ہے کہ حقوق اللہ میں برکت آجائے مثلاً مال زکوٰۃ وغیرہ، برکت دنیوی یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی تھوڑی اشیاء بھی زیادہ کی جگہ پر کفایت کر جائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جب لشکر مدینہ کو عرب وعجم میں فتح عطا فرمائی تو ان کی معیشت وسیع ہوگئی۔

جدالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاء اور اس کی قبولیت:

حدیث الباب میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مکہ مکرمہ کے لیے دعا کا ذکر ہے آنجناب نے مکہ مکرمہ کے لیے امن، برکت رزق، اور لوگوں کے قلبی میلان کی دعا فرمائی تھی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾

(البقرۃ: ۱۲۶)

''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا بنا دے اور اس کے رہنے

والوں کو پھلوں کا رزق عطا فرما دے۔''

اور فرمایا:

﴿فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾

(ابراھیم: ۳۷)

''کہ اے میرے اللہ! لوگوں کے دلوں کو اس طرف کر دے کہ وہ یہاں اپنے لیے جگہ بنالیں اور انہیں پھلوں کا رزق دے، تاکہ یہ شکر کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ چنانچہ فرمایا:

﴿أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (القصص: ۵۷)

''کہ کیا یہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کو امن وحرمت والی جگہ پر بسایا کہ اس کی طرف ہر ایک پھل چن کر لایا جاتا ہے، یہ ہماری طرف سے رزق ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (القصص:۵۷)

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی دعا بھی قبول فرمالی اور مدینہ منورہ کو بھی حرم بنا دیا، ہر طرف سے برکات اکٹھی ہو کر اس طرف جمع ہوتی ہیں اور بالآخر اسلام بھی سمٹ کر انہیں شہروں میں رہ جائے گا۔

خلیل کسے کہتے ہیں:

خَلِیْلٌ یہ صفت کا صیغہ ہے جو خُلَّۃ سے ماخوذ ہے اور یہ اس دوستی اور محبت کو کہتے ہیں جو دل کے اندر تک پہنچ جائے اور یہ وصف سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر صادق آتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (الشعراء: ۸۹) کہ جو اللہ کی طرف ایسا دل لے کر آئے جو ماوراء اللہ سے سالم، اور بچا ہوا ہو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تمام دنیا سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہو گئے تھے اسی لیے جب انہیں ظالم وجابر نمرود کے حکم سے آگ میں ڈالا گیا تو جبرائیل امین علیہ السلام کی مدد لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

﴿حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ مجھے میرا اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے لیے خلیل لقب نہیں بولا محض ادب، تواضع اور انکساری کی وجہ سے، ورنہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بلند مقام رکھتے ہیں، قیامت کو تمام انبیاء ورسل میں سے آپ ہی شفاعت کبری فرمائیں گے، آپ تمام مخلوق کے سردار ہیں۔

❀ پھر آپ ﷺ چھوٹے بچے کو بلاتے۔ چھوٹے بچے کیونکہ پھلوں کی زیادہ خواہش رکھتے ہیں اس لیے آنحضور ﷺ ان کو دے دیتے، یہاں سے آپ ﷺ کی حسن معاشرت، بچوں پر شفقت اور ان سے ملاطفت معلوم ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ تمام لوگوں کو اپنے اپنے مقام پر رکھتے تھے۔

حضور ﷺ نے تحفے کے بدلے میں تحفہ دیا:

٣٠-٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّازِيُّ، ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ......

عَنِ الرَّبِيعِ بِنْتِ مَعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ: بَعَثَنِي مَعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَعَلَيْهِ أَجْرٌ مِنْ قِثَّاءٍ زُغْبٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ الْقِثَّاءَ، فَأَتَيْتُهُ بِهِ وَعِنْدَهُ حِلْيَةٌ قَدْ قَدِمَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَمَلَأَ يَدَهُ مِنْهَا فَأَعْطَانِيهِ.

''سیدتنا ربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں مجھے سیدنا معاذ بن عفرا رضی اللہ عنہ نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال دے کر بھیجا جس میں روئی والی چھوٹی چھوٹی ککڑیاں بھی تھیں، نبی اکرم ﷺ کو ککڑی بڑی پسند تھی۔ میں جب آپ ﷺ کے پاس وہ لائی آپ ﷺ کے پاس بحرین سے کچھ زیورات آئے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے اپنی ایک مٹھی بھر کر مجھے عنایت فرمائے۔''

تخریج...... یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام ھیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مجمع الزوائد (۹، ۱۳) میں ذکر کر کے لکھا ہے کہ اسے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے حدیث کے مذکورہ الفاظ بھی طبرانی کی روایت کے ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح یہ روایت نقل کی ہے اور ان دونوں کی سندیں حسن درجہ کی ہیں، لیکن اس روایت میں ابراہیم بن المختار راوی صدوق سیئ الحفظ ہیں اسی طرح محمد بن اسحاق مدلس راوی ہیں اور عنعنہ کے انداز میں روایت کر رہے ہیں، اسی طرح محمد بن عمار بن یاسر بھی متابعات میں قابل قبول ہیں، اس کی متابعت اگرچہ شریک عن عبداللہ بن محمد بن عقیل کے طریق سے موجود ہے جیسا کہ اگلی روایت میں آ رہا ہے لیکن شریک بن عبداللہ بھی صدوق ہیں اور ان کا حافظہ اس وقت سے کمزور ہے جبکہ کوفہ میں منصب قضاء پر متمکن ہوئے اور عبداللہ بن محمد بن عقیل، جن سے شریک بن عبداللہ روایت کرتے ہیں وہ بھی صدوق ہیں مگر ان کی روایت میں کمزوری ہے۔ علامہ البانی نے مختصر الشمائل میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور تفصیل کے لیے سلسلہ ضعیفہ کی طرف مراجعت کا کہا ہے۔ ہمارے نزدیک اس روایت میں مندرجہ ذیل تین کمزوریاں ہیں۔

۱: ابراہیم بن المختار صدوق سئی الحفظ (برے اور کمزور حافظ والے) ہیں۔

۲: محمد بن اسحاق مدلس ہیں اور عنعنہ سے روایت کرتے ہیں۔

۳: ابوعبیدۃ محمد بن عمار بن یاسر، انہیں صرف امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، متابعات میں قابل قبول ہیں اور ان کی متابعت شریک بن عبداللہ کی روایت سے ہو رہی ہے لیکن شریک بذاتِ خود کمزور حافظے والے ہیں۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سیدہ ربیع بنت معوذ کا تعارف:

راوي حديث......: اس حدیث کی روایہ مشہور صحابیہ سیدتنا ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا ہیں عفراء سیدنا معوذ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں اور ان کے والد کا نام حارث بن رفاعہ بن الحارث ہے۔ سیدتنا ربیع رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ روایت کرتی ہیں ان سے تقریباً ۲۱ احادیث مروی ہیں آپ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں میں ان کی بیٹی عائشہ بنت انس بن مالک ،خالد بن ذکوان ،سلیمان بن یسار وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ ابن ابی خثیمہ کہتے ہیں: ربیع بنت معوذ بن عفراء اصحاب الشجرہ (جن لوگوں نے حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی) میں سے ہیں۔

مفردات:

اَلْقِنَاعُ: اَلطَّبَقُ الَّذِیْ یُوْکَلُ فِیْهِ وہ تھال جس میں کھایا جائے ،بعض روایات میں قناع کے بجائے قباع ہے جو تصحیف ہے۔

اَجْرٌ: همزہ کے فتحہ اور جیم کے سکون کے ساتھ جُرْوٌ کی جمع ہے ہر چھوٹی چیز کو کہا جاتا ہے حتی کہ انار کے دانوں کو بھی جُرْو کہتے ہیں۔ لیکن یہاں سے مراد چھوٹے چھوٹے کھیرے اور ککڑیاں ہیں۔

زُغْبٌ: زاء کے ضمہ اور غین کے سکون کے ساتھ ، اَزْغَبُ کی جمع ہے روئی دار چیز کو کہتے ہیں، اور پرندوں کے بچوں کے ایسے بالوں پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے جو پیدائشی طور پر ان کے اوپر اُگے ہوتے ہیں اور یہاں سے مراد وہ کھیرا اور ککڑی ہے جس پر نرم و نازک روئی (لوئی) ہو۔ مِنَ الْبَحْرَیْن: ای مِنْ خراجِ الْبَحْرَیْنَ بحرین مشہور عرب ریاست ہے اس کے خراج (وہ ٹیکس جو غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے) میں سے جو زیورات آئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ککڑی کے بدلے سونا دیا:

۳۰-۷: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ...... عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَأَجْرٍ زُغْبٍ ، فَأَعْطَانِي مِلْءَ كَفِّهِ حُلِيًّا ـ أَوْ قَالَتْ: ذَهَبًا .

''سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تر کھجوروں اور چھوٹی ککڑیوں کا تھال: جن پر ابھی روئی باقی تھی، لے کر حاضر ہوئی ،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہتھیلی بھر کر زیور دیا ، یا فرمایا: سونا عطا کیا۔''

تخریج......: یہ حدیث ضعیف ہے، مسند أحمد بن حنبل (٦/٣٥٩)، راوی شریک بن عبداللہ اور عبداللہ بن محمد بن عقیل ، دونوں صدوق مگر کمزور حافظ والے نا قابل قبول ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ حدیث میں گذر چکا ہے۔

باب ماجاء في فاكهة رسول الله ﷺ مکمل ہوا۔ والحمد لله رب العالمين على ذالك

باب نمبر ۳۱:

رسول اللہ ﷺ کے مشروبات کا بیان

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

شَـرَابٌ: مَـا یُشْـرَبُ جو چیز پی جائے، چاہے وہ شربت ہو یا پانی ہو یا نبیذ، اسی طرح دودھ ہو یا کوئی اور مشروب، اس باب میں ذکر کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو کون سا مشروب پسند تھا؟ تو رسول اللہ ﷺ کو پینے کی چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیزیں پسند تھیں، باوجود اس کے کہ آپ سید الانبیاء والرسل ہونے کے ساتھ ساتھ سید الفقراء والزھاد بھی ہیں آپ کو ٹھنڈا اور میٹھا مشروب پسند تھا۔ دور حاضر میں بعض نام نہاد صوفی حضرات ٹھنڈا پانی نہیں پیتے کہ یہ زھد کے خلاف ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دیگر نعمتوں سے مستفید نہیں ہوتے کہ ہم ان کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح کے ایک صوفی کو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ کی اس نے کہا کہ میں حلوہ نہیں کھاتا کیونکہ میں اس کے شکریہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ فرمانے لگے۔ اس بیوقوف سے پوچھو! کیا یہ اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے پانی کے شکریہ کا حق ادا کر سکتا ہے۔

الغرض! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ اس کی نعمتوں سے اس کے بندے مستفید ہوں، اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے جو میسر ہوتا اسے استعمال فرماتے اور ان میں سے بعض نعمتوں کو ان کے فوائد وثمرات کی وجہ سے اپنی پسندیدگی کا اعزاز بخشتے۔ اس باب میں آپ ﷺ کے پسندیدہ مشروبات کا ذکر ہے اور امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ذخیرہ احادیث میں سے اس باب میں دو حدیثیں نقل فرما رہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کو ٹھنڈا میٹھا شربت پسند تھا:

۳۱-۱: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ...... عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ أَحَبُّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: الْحُلْوُ الْبَارِدُ.

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پینے کی چیزوں میں جو سب سے زیادہ پسند تھی وہ ٹھنڈا میٹھا شربت تھا۔''

تخریج......: یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الاشربۃ، باب ایّ الشراب کان احب إلی رسول اللہ ﷺ

(۱۸۹۵/٤)، مسند احمد بن حنبل (۳۸/٦، ٤٠)، مستدرك حاكم (۱۳۷/٤)، اخلاق النبی ﷺ لا بی الشیخ (ص : ۲٤٧)، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی علت اس کا مرسل ہونا ذکر کی ہے اور فرماتے ہیں صحیح وہ ہے جو امام زہری عن النبی ﷺ مرسلاً مروی ہے۔ جبکہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ مستدرک میں فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح علی شرط الشیخین ہے۔ لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ یہ یمانیین کے ہاں معمر سے مروی نہیں ہے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معمر نے اس روایت کو یمن میں بیان نہیں کیا۔ یہ روایت مستدرک حاکم میں عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروہ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشہ کے طریق سے مروی ہے۔ امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح الجامع الصغیر (۴۶۲۷) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ٹھنڈا پانی زہد کے خلاف نہیں:

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میٹھا پانی حاصل کرنا اور پینا زہد کے خلاف نہیں ہے، اور مذموم عیاشی اور فراخی میں شامل نہیں، سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسول مقبول جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے سقیا سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا جو مدینہ سے دو دن کی مسافت پر تھا۔ ❶

ابوالحسن شازلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب میں میٹھا پانی پیتا ہوں تو دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ بجا لاتا ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد شہد ملا پانی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے شکر نہیں دیکھی۔ نیز شہد میں شفا بھی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ ﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ﴾ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فاضل اطباء ہی صحت کی حفاظت جانتے ہیں اگر شہد پیا جائے یا خالی پیٹ اسے چاٹا جائے تو بلغم بہا کر لے جائے گا اور معدے کا بوجھ دھوڈالے گا، اور معدے کی آلائشوں کو صاف کر دے گا اور اس سے تمام فاضل مواد دور کر دے گا۔ خالی پیٹ شہد پینا معدے کو معتدل گرم رکھتا ہے اور اس کے سدے کھول دیتا ہے اور ٹھنڈا پانی حرارت کو کاٹ دیتا ہے اور بدن کی حفاظت کرتا ہے۔

بعض حُلْوٌ بَارِدٌ سے مراد خالص دودھ لیتے ہیں یا اس میں پانی ملا کر پینا مراد لیتے ہیں کیونکہ تازہ دودھ گرم ہوتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں گئے اور پوچھا: کیا تمہارے پاس ایسا پانی ہے جو رات بھر مشکیزے میں رہا ہو، ورنہ ہم، منہ سے پانی پی لیں گے تو وہ اپنے چھپر کی طرف گیا، اور ایک پیالے میں پانی ڈال کر، اور اس پر ایک بکری کا دودھ دوھ کر لے آیا۔ نبی اکرم ﷺ نے وہی نوش فرمایا۔ ❷ الغرض نبی اکرم ﷺ کو ٹھنڈا اور میٹھا مشروب بہت پسند تھا۔ چاہے خالص پانی ہو یا میٹھا ملا ہوا ہو۔ اسی طرح خالص دودھ ہو یا ٹھنڈا پانی اس میں ملا ہوا ہو۔

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الاشربة، فی ایکاء الانیة، حدیث: ۳۷۳۵.

❷ صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب شرب اللبن بالماء، حدیث: ٥٦١٣.

حضور ﷺ کا جوٹھا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پیا:

۲-۳۱ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُمَرَ- هُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَلَى مَيْمُوْنَةَ فَجَاءَتْنَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا عَلَي يَمِيْنِهِ وَخَالِدٌ عَنْ شِمَالِهِ فَقَالَ لِي: "الشَّرْبَةُ لَكَ فَإِنْ شِئْتَ آثَرْتَ بِهَا خَالِدًا" فَقُلْتُ: مَا كُنْتُ لأُوْثِرُ عَلَى سُؤْرِكَ أَحَدًا . ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْيَقُلِ": "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ" وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَنًا فَلْيَقُلِ: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ" . ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَيْرَ اللَّبَنِ .

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں اور خالد بن ولید نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، تو وہ ہمارے لیے ایک برتن میں دودھ لائیں، رسول اللہ ﷺ نے وہ دودھ نوش فرمایا، میں اس وقت رسول مقبول ﷺ کے دائیں جانب اور خالد بن ولید بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے، آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اے ابن عباس) دودھ پینے کا تیرا حق ہے، اگر تو چاہے تو اپنی باری خالد کو دے دے، تو میں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ! ﷺ) میں آپ کے جوٹھے پر کسی کو بھی اپنے اوپر ترجیح نہیں دے سکتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائیں تو اس شخص کو چاہیے کہ یوں کہے: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ" کہ اے اللہ! اس کھانے میں ہمارے لیے برکت فرما، اور ہمیں اس سے بہتر کھانا عطا فرما، اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ نصیب فرمائے اسے چاہیے کہ یوں کہے "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ" کہ اے اللہ! اس دودھ میں ہمارے لیے برکت فرما، اور ہمیں اس سے زیادہ مرحمت فرما۔ پھر راوی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دودھ کے سوا اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کھانے اور پینے کی جگہ کفایت کر سکے۔''

تخریج...... : یہ حدیث حسن ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا اکل طعامًا (۵/۳۴۵۵)، مسند احمد بن حنبل (۱/۲۲۰،۲۲۵) الشیخ الامام احمد شاکر فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے، طبقات ابن سعد (۱/۳۹۷)، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن درجہ کی ہے لیکن اس کی سند میں زید بن علی بن جدعان راوی سئی

الحفظ ہے اس حدیث کے اور طرق (اسناد) بھی سنن ابن ماجة کتاب الاطعمة والا شربة میں موجود ہیں جس کی وجہ سے یہ حسن درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔

تشریح وفوائد:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اگرچہ عمر میں سیدنا خالد بن ولید سے چھوٹے ہیں لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ کے دائیں جانب تھے اس لیے ان کا زیادہ حق بنتا تھا۔ جیسا کہ مؤطا، مسند احمد اور سنن اربعہ میں روایت ہے کہ "اَلْاَیْمَنُ فَالْاَیْمَنُ" [1] یعنی دائیں جانب والا پھر اس کے بعد دائیں جانب والے کا خیال رکھو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دائیں جانب والا چاہے چھوٹا ہو اور کم درجہ ہو، پھر بھی بائیں جانب والے سے زیادہ حق دار ہے۔

❀ "اگر چاہو تو خالد کو دے دو" کیونکہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں یا افضل ہیں۔ یہ آپ ﷺ نے انہیں خوش کرنے کے لیے فرمایا اور یہ بتانے کے لیے کہ ایثار بہتر ہے۔ حدیث الباب میں کھانا کھانے کی دعا، دودھ پینے کی دعا مذکور ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

اس روایت کے آخر میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ حدیث اسی طرح سفیان بن عیینہ نے عن الزہری عن عروۃ عن عائشہ روایت کی ہے اور اس کو عبداللہ بن مبارک اور عبدالرزاق وغیرہ نے معمر عن الذھری عن النبی ﷺ مرسلاً روایت کیا ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام لوگوں میں اس کو صرف ابن عیینہ نے مسند بیان کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں: میمونہ بنت الحارث، نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ خالد بن ولید، ابن عباس اور یزید بن الاصم رضی اللہ عنہم اجمعین کی خالہ ہیں اور لوگوں نے اس حدیث علی بن زید بن جدعان کی روایت میں اختلاف کیا ہے بعض نے علی بن زید عن عمر بن حرملہ بیان کیا اور شعبہ نے علی بن زید عن عمرو بن حرملہ کہا ہے جبکہ صحیح عمر بن ابی حرملہ ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ شَرَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

والحمد لله على ذالك

☆............☆............☆

[1] صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب شرب اللبن بالماء، حدیث: ٥٦١٢۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب ادارة الماء واللبن، حدیث: ٢٠٢٩.

باب نمبر ۳۲:

رسول اللہ ﷺ کے پینے کا طریق کار

(اس باب میں دس احادیث ہیں)

شُرْبٌ: پینا: یہ لفظ تینوں حرکات (زبر، زیر، پیش) سے آتا ہے مراد پینا، گھونٹ لینا، سیراب ہونا ہے۔

کھانا پینا انسان کی بشری ضرورتوں میں سے ایک لابدی ضرورت ہے جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، اگر اس کو نبی اکرم ﷺ کے طریق کار کے مطابق کرلیا جائے تو جہاں ایک ضروری حاجت پوری ہوگی وہاں اجروثواب بھی ملے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس بارے میں بڑا اہتمام فرماتے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو سالن میں سے کدو تلاش کرتے ہوئے دیکھا تو اسی وقت سے کدو سے محبت کرنے لگا اور اسے بڑے شوق سے صرف اس لیے کھاتا کہ یہ نبی اکرم ﷺ کو بڑا پسند تھا، [1] اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بڑے متبع سنت تھے۔ حضور ﷺ کی ہر ہر ادا پر عمل کرنے کی کوشش کرتے، حتی کہ حوائج ضروریہ جن سے کسی انسان کو مفر نہیں ان میں بھی آپ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتے، حضور ﷺ سفر حج سے واپسی پر جس جس جگہ سے گزرے، اور جہاں جہاں پڑاؤ ڈالا، اور جہاں بول و براز کے لیے اترے، وہاں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی اُترے چاہے انہیں بول و براز کی حاجت وضرورت نہ بھی تھی کہ محبِّ صادق محبوب کی اداؤں سے بھی محبت کرتا ہے اور انہیں اپناتا ہے اسی لیے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ کے پینے کے طریق کار کے بارے میں اس باب میں ذخیرہ احادیث سے دس احادیث کو درج فرمارہے ہیں تاکہ محبینِ رسول کے لیے حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں راہِ عمل واضح ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ سعادت مرحمت فرمائے۔

حضور ﷺ نے کھڑے ہوکر آب زمزم پیا

۳۲۔۱: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، ثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، وَمُغِيرَةُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ.

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آبِ زمزم کھڑے ہوکر پیا۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاطعمة، باب الدباء، حدیث: ۵۴۳۳، ۵۴۳۹۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب جواز اکل المرق، حدیث: ۲۰۴۱.

تخریج...... صحیح بخاری، کتاب الحج، باب ماجاء فی زمزم (۳/۱۶۳۷) وکتاب الاشربة (۱۰/۵۶۱۷)، صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب فی الشرب قائما (۳/۱۱۸،۱۱۹ برقم ۱۶۰۲)، سنن ترمذی، ابواب الاشربة (۴/۱۸۸۲)، سنن نسائی، کتاب المناسك (۵/۲۳۷)، سنن ابن ماجه، کتاب الاشربة (۲/۳۴۲۲)، مسند احمد بن حنبل (۱/۲۱۴، ۲۴۳، ۲۴۹، ۲۸۷، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۲)۔

تشریح :...... صحیحین کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آب زمزم کا ایک ڈول لایا گیا تو آپ ﷺ نے کھڑے کھڑے اس میں سے پیا [1] حالانکہ آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا ہے بلکہ صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ''کوئی شخص کھڑے ہوکر پانی نہ پیئے، اور جو پی لے تو اسے چاہیے کہ وہ قے کردے'' [2] ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ کھڑے ہوکر پینا بطور جواز ہے اور ممانعت تنزیہی ہے۔ جن لوگوں نے کھڑے ہوکر پانی پینے میں رخصت دی ہے ان میں سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام ملتے ہیں۔

روایات کے مجموعہ کو دیکھتے ہوئے ہمارا اس بارے میں موقف یہ ہے کہ کھڑے ہوکر پینا اچھا فعل نہیں ہے اور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر کھڑے ہوکر آب زمزم پیا تو یہ ازدحام اور بھیڑ زیادہ ہونے اور بیٹھنے کی سہولت کم ہونے کے عذر پر محمول کیا جائے گا ورنہ آپ ﷺ کا معمول بھی بیٹھ کر پینا ہی تھا۔ واللہ اعلم۔

پانی بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر پینا؟

۳۲۔۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا.

''عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے۔''

تخریج...... یہ حدیث حسن ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الاشربة، باب فی الرخصة فی الشرب قائماً (۴/۱۸۸۳)، اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مسنداحمد بن حنبل (۲/۱۷۴) الشیخ احمد شاکر نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے دیکھئے : مسند احمد بن حنبل (۶۲۲۷، ۶۶۶۰، ۶۶۷۹، ۶۷۸۳)۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب ما جاء فی زمزم، حدیث: ۱۶۳۷۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب فی الشرب من زمزم قائما، حدیث: ۲۰۲۷/۱۱۸.

[2] صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب فی الشرب قائما، حدیث ۲۰۲۶.

راوی حدیث سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں ذیل میں ان کے حالات درج ہیں۔

سیدنا ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن هاشم، ان کا نام اپنے دادا کے نام پر عاص تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ یہ اپنے والد عمرو بن العاص سے صرف گیارہ سال چھوٹے تھے۔ باپ سے پہلے مسلمان ہوئے، بہت بڑے عبادت گزار، بہت زیادہ اور مضبوط علم اور عمل والے تھے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ بن عمرو کے سوا احادیث کے علم میں مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں، وہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے لکھ لیتے تھے جبکہ میں لکھتا نہیں تھا۔

اساتذہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عبدالرحمان بن عوف، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اجمعین۔

تلامذہ: سیدنا انس بن مالک، سیدنا ابوامامہ سھل بن حنیف، سیدنا عبداللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہم اجمعین، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ واقعۂ حرہ کے دوران ۶۳ھ میں فوت ہو گئے، جبکہ ۶۵ھ، ۶۸ھ ۷۳ھ ۷۷ھ کے قول بھی ملتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ آپ مصر میں فوت ہوئے اور اپنے گھر میں ہی دفن کیے گئے۔

عمرو بن شعیب کے بارے اور ایک مفید بحث:

عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عاص القرشی المدنی الطائفی السہمی معروف تابعی ہیں محدثین کے نزدیک احتجاج میں مختلف فیہ ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اکابر محدثین امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی، اسحاق بن راھویہ، ابوعبید اور عام اصحاب حدیث کو دیکھا کہ وہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے مروی روایات کو حجت مانتے تھے اور اس سے دلیل لیتے تھے۔

اسی طرح امام اوزاعی، عجلی، اور دارمی نے بھی انہیں حجت اور ثقہ تسلیم کیا ہے۔ جبکہ امام ابوداؤد نے انہیں قابل حجت تسلیم نہیں کیا، امام یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں: ان سے جب ثقہ روایت کرے تو قابل حجت ہیں۔ الغرض ان کی روایت جب ثقہ اور ثبت راویوں کے خلاف نہ ہو تو قابل قبول ہے اور حسن درجہ کی ہے۔ یہ ۱۱۸ھ کو طائف میں فوت ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آب زمزم کیسے پیا:

۳۲-۳: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ.

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو آپ زمزم پلایا تو آپ نے کھڑے کھڑے ہی اسے پی لیا۔''

تخریج کے لیے اسی باب کی حدیث نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

وضو کا بقیہ پانی کھڑے ہو کر پینا:

۴-۳۲: حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ - مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ - وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيْفٍ الْكُوْفِيُّ قَالَا: أَنْبَأَنَا ابْنُ الْفُضَيْلِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ......

عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ بِكُوْزٍ مِنْ مَاءٍ وَهُوَ فِيْ الرَّحْبَةِ، فَأَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ، ثُمَّ شَرِبَ مِنْهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ: هٰذَا وُضُوْءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ. هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ.

''نزال بن سبرۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پانی کا ایک کوزہ (پیالہ) لایا گیا جب کہ آپ رحبہ کے مقام پر تھے، آپ نے اس سے ایک چلو لیا اور دونوں ہاتھ دھوئے، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، اور چہرہ، کلائیوں اور سر کا مسح کیا، پھر کھڑے ہونے کی حالت میں اس پانی سے پیا اور فرمایا: یہ اس شخص کا وضو ہے جو بے وضو نہ ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔''

تخریج......: صحيح بخاری، كتاب الاشربة، باب الشرب قائما (۱۰/ ۱٦۱۵، ۱٦۱٦) مختصراً ومطولاً، سنن نسائی، كتاب الطهارة (۱/ ۱۳۰)، سنن ابی داوٗد، كتاب الاشربة (۳/ ۳۸۱۸)، مسند احمد بن حنبل (۱/ ۷۸، ۱۲۳، ۱۳۹، ۱٤٤، ۱۵۳)، صحيح ابن حبان (۷/ ۵۳۰۲ بتقريب الاحسان)، صحيح ابن خزيمة (۱/ ۱٦۷، ۲۰۲).

راوی حدیث نزال بن سبرہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی نزال بن سبرۃ ھلالی کوفی ہیں، ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ صحیح یہی ہے کہ یہ تابعین میں سے تھے، انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین سے علم حاصل کیا۔ آپ کے شاگردوں میں عبدالملک بن ابی میسرۃ، امام شعبی، اسمعیل بن رجاء وغیرہ کے نام ملتے ہیں امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ انہیں تابعی کبیر کہا کرتے تھے۔ امام یحییٰ بن معین اور ابن سعد رحمہما اللہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

تشریح و فوائد......: حدیث الباب میں وضو سے مراد عرفی وضو ہے شروع میں ''کفا'' ہے یعنی ایک

ہتھیلی پانی لیا اس سے سارے کام کیے، ہاتھ بھی دھوئے، کلی بھی کی، ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرے اور کلائیوں کا اور بعض روایات کے مطابق پاؤں کا بھی مسح کیا، یعنی یہ سب وضوء عرفی ہوا۔

اس حدیث سے وضو کا بقیہ پانی کھڑے ہو کر پینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

تین سانس میں پانی پینے کے فوائد:

۳۲-۵ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، وَيُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِي عِصَامٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم: كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا إِذَا شَرِبَ وَيَقُوْلُ: "هُوَ أَمْرَأُ وَأَرْوَى.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی پیتے تو برتن میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے یہ طریقہ زیادہ خوشگوار اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔''

تخریج......: صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهية التنفس فی نفس الاناء (۱۲۳/۳ برقم ۱۶۰۲، ۱۶۰۳) سنن ابی داوٗد، کتاب الاشربة (۳۷۲۷/۳)، سنن الکبریٰ للنسائی (۱۹۹/٤)، مسند احمد بن حنبل (۱۱۸/۳-، ۱۱۹، ۱۸۵، ۲۱۱، ۲۵۱)، سنن ترمذی، ابواب الاشربة (۱۸۸٤/٤) اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

مفردات:

يَتَنَفَّسُ : تنفّس، سانس لینا باب **تَفَعَّل** سے **فعل مضارع معلوم واحد مذکر غائب** کا صیغہ ہے۔

اَمْرَأُ : باب **مَرَءَ يَمْرَءُ** اور **مَرِءَ يَمْرَأُ** سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے خوش ہضم اور خوشگوار ہونا۔

اَرْوٰى: باب **رَوِيَ** سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے، زیادہ سیراب کرنے والا، زیادہ پیاس بجھانے والا۔

تشریح و فوائد :......صحیحین میں سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔[1] اس لیے برتن کو منہ سے ہٹائے بغیر برتن میں ہی سانس لینا ممنوع ہے، ہاں تین سانس لینا سنت ہے مگر ہر سانس کے وقت برتن کو منہ سے ہٹانا چاہیے۔ اس طرح تین سانس لے کر پینا خوش ہضم اور زیادہ سیراب کرنے والا ہے اور معدے کو اعتدال پر رکھتا ہے۔ نیز ضعیف اعصاب پر کم اثر ڈالتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب النهی عن التنفس فی الاناء، حدیث: ۵٦۳۰۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهة التنفس فی نفس الاناء، حدیث: ۱۲۱/۲٦۷.

دو سانس میں پانی پینا جائز ہے:

٣٢-٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ رِشْدِيْنَ بْنِ كُرَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ.

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب بھی (کچھ) پیتے، تو دو دفعہ سانس لیتے۔''

تخریج...... یہ راویت ضعیف ہے۔ سنن ترمذی، کتاب الاشربة، باب ماذکر فی الشرب بنفيسين (١٨٨٦/٤)، سنن ابن ماجه، کتاب الاشربة، باب الشرب بثلاثة انفاس (٣٤١٧/٢)، مسند احمد بن حنبل (٢٨٤/١)، اخلاق النبی ﷺ (ص: ٢٤٢)،

اس روایت کی سند میں رشدین بن کریب ضعیف راوی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب میں ذکر کیا ہے۔ پھر یہ روایت متعدد صحیح روایات کے خلاف ہے جن میں تین بار سانس لینے کا ذکر ہے۔ عام شارحین شمائل نے اس روایت کی صحت وسقم سے قطع نظر یہاں دواور تین سانسوں کے تعارض کو تسلیم کر کے رفع تعارض پر مختلف توجیہات پیش کی ہیں۔ حالانکہ تعارض تو تب ہوتا ہے جب روایات ہم پلہ ہوں۔ اگر معیار صحت وسقم میں برابر نہیں تو صحیح کو ضعیف پر ترجیح مقدم ہے اور اس مسئلہ میں تین دفعہ سانس لینے کی روایات صحیح بخاری ومسلم میں ہیں جو اعلیٰ درجہ کی صحت کی حامل ہیں جب کہ دو دفعہ سانس لینے کی روایت ضعیف ہے۔ فافہم۔

لٹکے ہوئے مشکیزے سے پانی پینا:

٣٢-٧: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ جَدَّتِهِ......

عَنْ كَبْشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَشَرِبَ مِنْ فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ إِلَى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ.

''سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے گھر تشریف لائے وہاں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر مشکیزے کے منہ سے پانی پیا، تو میں نے اٹھ کر اس مشکیزے کے سرے کو کاٹ لیا۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الاشربة، باب ماجاء فی الرخصة (١٨٩٢/٤) اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سنن ابن ماجه، کتاب الاشربة، باب الشرب قائما (٣٤٢٣/٢) وفيه زياده، تبتغی بركة موضع فی رسول الله ﷺ۔ مسند احمد بن حنبل (٤٣٤/٦)، صحيح ابن حبان (برقم ١٣٧٢)، شرح السنة (٤٧٨/١١).

مفردات:

قِرْبَةٌ: مشک، مشکیزہ، اس کی جمع قِرَبٌ اور قِرَبَاتٌ آتی ہے۔

راویہ حدیث سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا کا تعارف:

اس حدیث کی راویہ سیدہ کبشہ بنت ثابت بن المنذر الانصاریہ ہیں۔ یہ شاعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ ان کو برساء بھی کہا جاتا تھا، اور کبشہ کے بجائے کبیشہ بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر مشکیزے کے منہ سے پینے کے بارے حدیث بیان کی ہے۔ اور ان سے عبدالرحمان بن ابی عمرہ نے یہ روایت نقل کی جن کی یہ دادی تھیں۔ ان کی شادی عبداللہ بن ابی قتادۃ سے ہوئی۔

عذر کی بنا پر کھڑے ہو کر پانی پینا:

اس حدیث سے کھڑے ہو کر پینے کا جواز ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ یہ عذر کی بنیاد پر ہے کہ کھڑا ہوئے بغیر وہاں سے پینا مشکل ہوگا وجہ ظاہر ہے کہ کوئی چھوٹا برتن یا گلاس وغیرہ میسر نہ ہوگا۔ یہاں اس حدیث کے بیان کا مقصد بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عندالضرورت کھڑے ہو کر بھی پینا جائز ہے۔

صحابیہ رضی اللہ عنہا نے اس مشکیزہ کا منہ (سرا) جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا تھا کاٹ لیا یا تو برکت وشفاء کے لیے یا اس لیے کہ ہر کوئی اس کو استعمال نہ کرے اور نہ چھوٹے بچے، کیونکہ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ لگا ہوا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی اتباع سنت:

٣٢-٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ......

عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَتَنَفَّسُ فِي الْأَنَاءِ ثَلَاثًا، وَزَعَمَ أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا.

"ثمامہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (پانی پیتے ہوئے) برتن میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بھی پانی پیتے ہوئے) برتن میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔"

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب الشرب بنفیس أو ثلاثة (١٠/٥٦٣١)، صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب کراھیة التنفس فی نفس الانا ء واستحباب التنفس ثلاثا خارج الاناء (٣/١٢٢، برقم ١٦٠٢) سنن ترمذی، ابواب الاشربة، باب ماجاء فی التنفس فی الانا ء (٤/٢٦٧)، اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

راوی حدیث ثمامہ بن عبداللہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی ثمامہ بن عبداللہ بن انس بن مالک انصاری ہیں یہ حضرت سیدنا انس بن مالک کے پوتے ہیں، بصرہ میں منصب قضاء پر فائز رہے پھر انہیں معزول کر دیا گیا، آپ ثقہ تابعی ہیں آپ کا انتقال ۱۴۰ھ کے بعد ہوا۔ صحیحین اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا کا انداز محبت:

۳۲-۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ زَيْدٍ ابْنِ ابْنَةِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ ، وَقِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ ، فَشَرِبَ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَهُوَ قَائِمٌ ، فَقَامَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَأْسِ الْقِرْبَةِ فَقَطَعَتْهَا .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، (وہاں) ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، تو آپ ﷺ نے مشکیزے کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا، تو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اٹھ کر مشکیزے کا سر کاٹ (کر اپنے پاس رکھ) لیا۔''

تخریج...... یہ حدیث فی نفسہ صحیح نہیں ہے ہاں گذشتہ روایت نمبر ۲۰۸ میں اس کا شاہد موجود ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث معنیً صحیح ہے۔ سند میں براء بن زید سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں معیار صدق وکذب میں مجہول درجہ کے ہیں۔

مسند احمد بن حنبل (۳/۱۱۹)، (۶، ۳۷۶، ۴۳۱) سنن دارمی، کتاب الاشربة (۲/۲۱۲۴)، شرح معانی الاثار (۴/۲۷۴)، شرح السنة (۱۱/۳۷۹)، الطیالسی برقم (۱۶۵۰).

تبرکات کی بحث:

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے تبرکات محفوظ رکھتے تھے اور اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں شفاء کے لیے یا تقدس کے طور پر، بہر حال تبرکات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو محفوظ رکھنا ایک محبّ صادق کی شان ہے بعض حضرات بالکل منفی پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہل حدیث تبرکات کے قائل نہیں ہیں بلاشبہ یہ اصحاب الحدیث پر محض بے بنیاد الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اصل بات تبرکات کے قائل ہونے کی نہیں بلکہ تبرکات کے ثبوت کی ہے کہ جن چیزوں کو تبرکات نبوی سمجھا جاتا ہے کیا واقعی وہ تبرکات نبوی میں شامل ہیں یا انہیں صرف نبی اکرم ﷺ کے تبرکات میں اپنی طرف سے شامل کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تبرکات کا ذکر کتاب وسنت میں موجود ہے آل موسیٰ اور آل ھارون علیہما السلام کے تبرکات کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سورۃ البقرہ میں کیا ہے۔ جب بنی اسرائیل کا بادشاہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو مقرر کیا (جو بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ

وَالْجِسْم تھا) تو قوم نے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور کہا:

﴿قَالُوْا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ﴾

(البقرة : ٢٤٧)

''کہنے لگے بھلا اس کی ہم پر بادشاہت وحکومت کیسے ہوسکتی ہے؟ اس سے تو بہت زیادہ حقدار بادشاہت کے ہم ہیں، اس کو مالی کشادگی بھی نہیں دی گئی۔'' تو اس قوم کے نبی (حضرت شمویل علیہ السلام) نے کہا:

﴿قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرة : ١٤٧)

''نبی نے کہا سنو اللہ تعالیٰ نے اسی کو تم پر برگزیدہ کیا ہے اور اسے علمی اور جسمانی برتری بھی عطا فرمائی ہے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا ملک دے، اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔''

مزید اپنی قوم سے کہا:

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ﴾ (البقرة : ٢٤٨)

''ان کے نبی نے انہیں پھر کہا کہ اس کی بادشاہت کی ظاہری نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلجمعی ہے اور آل موسیٰ اور آل ھارون کا بقیہ ترکہ ہے، فرشتے اسے اٹھا کر لائیں گے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں صندوق یعنی تابوت، جو توب سے ہے، جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں کیونکہ بنی اسرائیل تبرک کے لیے اس کی طرف رجوع کیا کرتے تھے (فتح القدیر) اس تابوت میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے'' حضرت حافظ صاحب مزید فرماتے ہیں ''اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء وصالحین کے تبرکات یقیناً باذن اللہ اہمیت وافادیت رکھتے ہیں، بشرطیکہ وہ واقعی تبرکات ہوں۔ جس طرح اس تابوت میں یقیناً حضرت موسیٰ وھارون علیہما السلام کے تبرکات تھے۔ لیکن محض جھوٹی نسبت سے کوئی چیز متبرک نہیں بن جاتی۔ جس طرح آج کل تبرکات کے نام پر کئی جگہوں پر مختلف چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ جن کا تاریخی طور پر پورا ثبوت نہیں ہے۔ اسی طرح خود ساختہ چیزوں (اور ان کی تصویروں) سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ جس طرح بعض لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی تمثال بنا کر اپنے پاس رکھنے کو، یا گھروں میں لٹکانے کو، یا مخصوص طریقے سے اس کے استعمال کو قضائے حاجات اور دفع بلیات کے لیے اکسیر سمجھتے ہیں۔ اس طرح قبروں پر بزرگوں

کے ناموں کی نذر و نیاز کی چیزوں کو اور لنگر کو متبرک سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ غیر اللہ کے نام کا چڑھاوا ہے جو شرک کے دائرے میں آتا ہے اس کا کھانا قطعاً حرام ہے قبروں کا غسل دیا جاتا ہے اور اس کے پانی کو متبرک سمجھا جاتا ہے، حالانکہ قبروں کو غسل دینا بھی خانہ کعبہ کے غسل کی نقل ہے، جس کا کوئی جواز نہیں یہ گندا پانی کیسے متبرک ہوسکتا ہے؟ بہر حال یہ سب باتیں غلط ہیں جن کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔''

ہمارے یہاں پاک و ہند میں تو ''تبرکات نبوی'' کی اس قدر بہتات و کثرت ہے کہ بہت سے مقامات پر ''تبرکات نبوی'' کے نام سے علیحدہ طور پر عمارتیں بنائی گئیں ہیں۔ لاہور بادشاہی مسجد میں بھی ''تبرکات نبوی'' رکھے ہوئے ہیں مگر ان کی اصلیت کی سند کیا ہے؟ اور جب تک ان کے متبرک ہونے کا ثبوت نہ ہو ان کو کیسے متبرک سمجھا جاسکتا ہے؟ عوام الناس میں ان چیزوں کی حرمت و تقدس کے باوصف بعض دفعہ ان کی آڑ لے کر قتل و غارت اور فساد وخرابی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلتا ہے جیسا کہ کشمیر میں موئے مبارک کی چوری کے مسئلہ پر کتنی جانیں تلف ہوئیں اس طرح گذشتہ سالوں میں بادشاہی مسجد لاہور سے نعلین مبارک کے چوری ہونے پر کتنی جانیں تلف ہوئیں اور قدر احتجاج کیا گیا پھر بعض مفاد پرست اور مطلب پرست نام نہاد عاشقانِ رسول اپنے مذموم مفاد و مقاصد حاصل کر کے خاموش ہوگئے حالانکہ اس بات کا کوئی ثبوت کسی کے پاس نہیں کہ یہ موئے مبارک اور نعلین شریفین واقعی نبی اکرم ﷺ کے ہیں۔ ہمارے عام مسلمانوں کی حالت تو یہ ہے کہ قرآن وسنت پر ہمارا عمل نہیں، فرائض و واجبات کی کچھ پرواہ نہیں کرتے، حقوق العباد کا ذرا خیال نہیں کرتے مگر تبرکات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں

ع وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا!
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ورحم اللہ عبداً قال آمیناً۔

حضور ﷺ نے عذر کی بنا پر کھڑے ہو پیا:

۳۲۔۱۰: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرِ النِّيْسَابُوْرِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بِنْتُ نَائِلٍ......

عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا. وقال ابو عيسى وقال بعضهم عبيدة بنت نابل.

''عائشہ بنت سعد اپنے والد سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر پانی پی لیتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ (ترمذی) فرماتے ہیں: بعض راویوں نے عبیدۃ بنت نائل کے بجائے عبیدۃ بنت نابل کہا ہے۔''

تخریج...... یہ حدیث ماقبل شواہد کی وجہ سے صحیح ہے۔ اس روایت کو ابوالشیخ نے اخلاق النبی ﷺ (ص: ۲۴۵) میں

عبیدۃ بنت نائل کے طریق سے نقل کیا ہے اور عبیدۃ مقبولہ ہیں جیسا کہ تقریب التہذیب میں ہے اور اس سند میں اسحاق بن محمد فروی بھی ہیں یہ بھی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول صدوق ہیں مگر ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اس روایت کو امام بزار اور طبرانی نے بھی نقل کیا ہے جیسا کہ مجمع الزوائد (۵/ ۸۰) میں ہے امام ھیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان دونوں کے راوی ثقہ ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

راوی حدیث سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ ذیل میں ان کا تذکرہ درج ہے۔

ابواسحاق سعد بن ابی وقاص مالک بن وھب بن عبدمناف بن زھر بن کلاب الذھری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے والد ابووقاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وھب کے چچا زاد بھائی تھے۔ ۱۷ برس کی عمر میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر ساتویں نمبر پر اسلام قبول کیا۔ [1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہجرت کر گئے تھے، اسلام میں سب سے پہلا تیر آپ نے چلایا۔ [2] اور تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حصہ لیا، آپ فاتح ایران ہیں، وہ دس خوش نصیب جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جنت کی بشارت دی آپ ان میں سے ایک ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت وامارت کے لیے جو انتخابی کمیٹی بنائی آپ اس کے رکن تھے۔ نہایت مستجاب الدعوات تھے۔ فارس کے علاوہ قادسیہ کی فتح بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں نصیب فرمائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا گورنر مقرر کیا پھر معزول کر دیا پھر دوبارہ گورنر مقرر کیا پھر معزول کر دیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے آخری ایام مرض میں فرمایا: اگر سعد میرے خلیفہ ہو جائیں تو بہتر ہوتا، ٹھیک ہے میں نے ان کو حکومت سے معزول کیا ہے لیکن یہ کسی خیانت یا عجز وکمزوری کی وجہ سے نہیں کیا۔ آپ ۵۱ ھ میں فوت ہوئے اور مدینہ منورہ میں بقیع کے قبرستان میں دفن کیے گئے آپ سے تقریباً ۲۷۱ احادیث مروی ہیں۔

☆............☆............☆

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه یأکلون، حدیث: ۵٤۱۲. **ایک روایت میں تیسرے نمبر پر اسلام لانے کا ذکر ہے۔** دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب سعد بن ابی وقاص الزھری، حدیث: ۳۷۲٦، ۳۷۲۷.

[2] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب سعد بن ابی وقاص الزھری، حدیث: ۳۷۲۸۔ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن، حدیث: ۲۹٦٦

باب نمبر ۳۳:

رسول اللہ ﷺ کے خوشبو استعمال کرنے کے بیان میں

(اس باب میں سات احادیث ہیں)

تَــعَــطُّــر ، خوشبو لگانا عِطر عین کے کسرہ کے ساتھ الطیب کو کہتے ہیں عرب لوگوں کے ہاں کثیر التعطّر شخص کو ''رجل معطر'' کہا جاتا ہے۔

اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ان احادیث کو بیان فرما رہے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے استعمال عطر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ نیز عِطر کا تحفہ قبول کرنا، مردوں اور عورتوں کے لیے کون سا عطر اور کونسی خوشبو لائق استعمال ہے۔ یہ تمام تفصیلات اس باب میں ذکر کی گئی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ عطر اور دوسری خارجی خوشبو استعمال نہ بھی کرتے تو آپ ﷺ کے جسم اطہر سے عمدہ ترین خوشبو مہکتی تھی، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے خادم خاص تھے فرماتے ہیں:

((مَا شَمَمْتُ رِيحًا قَطُّ وَلَا مِسْكًا وَلَا عَنْبَرًا اَطْيَبَ مِنْ رِيحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [1]

''کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر، مشک، اور نہ کوئی اور خوشبو آپ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی۔''

مگر اس کے باوجود سراپا حسن و جمال، ہادی کل، امام الانبیاء ﷺ خارجی خوشبو بھی استعمال فرماتے تھے۔ آپ ﷺ جس راستے سے گزر جاتے وہ مہک اٹھتا تھا اور آپ کے بعد وہاں سے گزرنے والے اس راستہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پا کر سمجھ لیتے تھے کہ آپ کا ابھی اس راستہ سے گزر ہوا ہے۔

ابھی اس راہ سے کسی کا گزر ہوا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر سے مہک ٹپکتی تھی حتی کہ پسینہ مبارک سے بھی عمدہ ترین خوشبو محسوس کی جاتی تھی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث: ۳۵٦۲۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب ریحه ﷺ، حدیث: ۲۳۳۰۔

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ استراحت فرما تھے اور آپ کے جسم اطہر سے پسینہ نکل رہا تھا سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک شیشی میں اسے بھرنا شروع کر دیا، اچانک حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی تو آپ نے فرمایا: یہ کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا: اس کو ہم اپنی دیگر خوشبوؤں میں ملائیں گے، کیونکہ یہ سب سے عمدہ خوشبو ہے۔ ❶ یہ تو آپ ﷺ کی ذاتی اور جسم اطہر کی خوشبو تھی جو اللہ تعالیٰ عزوجل نے ودیعت فرمائی تھی، مگر اس کے باوجود بھی آپ خارجی خوشبو استعمال فرماتے تھے تاکہ افراد امت کے لیے بھی ایک مسنون عمل کا نمونہ موجود ہو۔ خوشبو کے استعمال میں نبی کائنات ﷺ سے خصوصیت سے جمعہ، عیدین اور دیگر ایسے مواقع جہاں اجتماع ممکن ہوتا، ثابت ہیں کہ آپ ان مواقع پر خوشبو استعمال فرماتے۔ ایک روایت میں ہے کہ چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی عادتوں میں سے ہیں ختنہ کرنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، نکاح کرنا۔ ❷ بہر حال اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سات ایسی احادیث بیان کی ہیں جن میں خوشبو کے استعمال کا بیان ہے۔

حضور ﷺ کا عطر دان:

۳۳-۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، ثَنَا شَيْبَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُخْتَارِ......

عَنْ مُوْسَى بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس عطر دان تھا جس سے آپ ﷺ خوشبو لگاتے تھے۔''

تخریج......: یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابی داود، کتاب الترجل باب ماجاء فی استحباب الطیب (۴/۴۱۶۲)، شرح السنۃ للبغوی (۱۲/۸۵)، اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ۱۰۱)، طبقات ابن سعد (۱/۳۹۹)

مفردات:

سُكَّةٌ: سین کے ضمہ اور کاف کے تشدید کے ساتھ، سیاہ رنگ کی ایک معروف مرکب خوشبو ہے جس کی مہک تا دیر رہتی ہے لیکن یہاں مراد عطر دان، خوشبو کی ڈبیہ ہے، جس میں خوشبو رکھی جاتی ہے۔

خوشبو کے لیے اہتمام نبوی:

حدیث الباب سے خوشبو کا اہتمام ثابت ہو رہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بطور خاص اپنے پاس ایک شیشی رکھی ہوئی تھی جس میں خوشبو موجود ہوتی اور آنحضرت ﷺ اسے استعمال فرماتے، پہلے گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب عرقه ﷺ والتبرك به، حدیث: ۲۳۳۱.

❷ سنن ترمذي، کتاب النکاح، باب ما جاء في فضل التزويج والحث عليه، حدیث: ۱۰۸۰.

خوشبو نہ بھی استعمال فرماتے تو آپ کے جسم اطہر سے خوشبو آتی تھی۔

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنا دست مبارک میرے چہرے پر پھیرا تو میں نے اسے ٹھنڈا اور ایسی معطر ہوا کی طرف پایا جو کسی عطر فروش کی شیشی یا صندوقچی سے نکلتی ہے۔ ❶

ام عاصم کہتی ہیں کہ ہم عتبہ (بن فرقد) رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں چار عورتیں تھیں، ہم میں سے ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ وہ خوشبو میں اپنے شوہر عتبہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ جائے اور عتبہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ وہ صرف اپنی داڑھی کو ایک عام سا تیل لگاتے، اس کے علاوہ اور کوئی خوشبو نہ لگاتے، لیکن اس کے باوجود وہ ہم سب سے زیادہ معطر اور پاکیزہ تھے، جب گھر سے نکلتے تو لوگ کہتے کہ ہم نے اس خوشبو سے بہتر اور زیادہ نفیس خوشبو کبھی نہیں سونگھی جو عتبہ رضی اللہ عنہ لگاتے ہیں۔ امام عاصم کہتی ہیں کہ میں نے ایک دن عتبہ رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک بیماری لگ گئی تھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، بیماری کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کپڑے (قمیض وغیرہ) اتارنے کا حکم دیا۔ میں نے کپڑے اتارے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک پر پھونک ماری اور پھر اپنا ہاتھ میری پشت پر پھیرا، اس دن سے آج تک میرے پورے جسم میں یہ خوشبو مہکی ہوئی ہے۔ ❷

خوشبو کو رد نہیں کرنا چاہیے:

۳۳-۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ، ثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ......

كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ. وَقَالَ أَنَسٌ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ: كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ.

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پوتے ثمامہ بن عبداللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ خوشبو کے ہدیہ (تحفہ) کو واپس نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ (یہ اس لیے کہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (بھی) خوشبو کے ھدیہ کو واپس نہیں فرمایا کرتے تھے۔''

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب الهبة، باب مالا یر دمن الهدیة (۲۵۸۲/۵)، و کتاب اللباس، باب من لم یرد الطیب (۵۹۲۹/۱۰)، سنن ترمذی، ابواب الادب باب ماجاء فی کراهیة رد الطیب (۲۷۸۹/۵) **ابو عیسیٰ ترمذی** رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سنن نسائی، کتاب الزینة، باب الطیب (۸/ ۵۲۷۳)، مسند احمد بن حنبل (۱۱۸/۳، ۱۳۳، ۲۶۱)، اخلاق النبی ﷺ لا بی الشیخ (ص: ۱۰۲).

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب ریحه ﷺ، حدیث: ۲۳۲۹.

❷ معجم کبیر طبرانی (۱۲۵/۱۷-۱۲۶)۔ تهذیب الکمال للمزی (۳۲۱/۱۹).

تشریح و فوائد :......خوشبو ایک عمدہ چیز ہے اس لیے ہمیشہ سے عمدہ لوگوں کا انتخاب رہی ہے اور نبی اکرم ﷺ کو چونکہ خوشبو تو بہت زیادہ پسند تھی اس لیے آپ ﷺ اسے ردّ نہیں فرماتے تھے ۔ خوشبو کے ہدیہ کو قبول کرنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ ہدیہ اتنا قیمتی نہیں ہوتا کہ پیش کرنے والے کو گراں گزرے، دوسرا یہ کہ مقدار میں تھوڑا ہوتا ہے کہ لینے والے کی طبیعت کو محسوس نہیں ہوتا، جیسا کہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ

((مَنْ عُرِضَ لَهُ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدَّهُ فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ وَطَيِّبُ الرِّيحِ)) [1]

''جس کسی کو خوشبو پیش کی جائے وہ اسے ردّ نہ کرے کیونکہ یہ اٹھانے میں ہلکی پھلکی ہوتی ہے اور خوشبو دار ہوتی ہے۔''

تین چیزیں ردّ نہ کی جائیں:

۳۳-۳: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، ثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ: الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَالطِّيبُ وَاللَّبَنُ.

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ردّ نہیں کرنی چاہئیں: تکیہ، تیل، خوشبو اور دودھ۔''

تخریج......: یہ حدیث حسن ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الادب باب فی کراهية رد الطيب (۵/۲۷۹۰)، المعجم الكبير للطبرانی (۱۲/۲۵۸)، مصابيح السنة للبغوی (۲۲۴۱)، سلسلة الاحاديث الصحيحة (۶۹۱).

مفردات:

اَلْوَسَائِد: تکیہ، وسادۃ کی جمع ہے۔

اَلدُّهْنُ: تیل، خوشبودار

تشریح :......تین چیزیں (تکیہ ،خوشبو اور دودھ) جب تحفۃً کسی کو دی جائیں تو وہ ردّ نہیں کرنی چاہئیں، شمائل ترمذی کے بعض نسخوں میں آخری لفظ اَللَّبَن نہیں ہے، جبکہ دیگر بعض نسخوں میں الطیب کا ذکر نہیں ہے، شارحین حدیث نے ذکر کیا ہے کہ الدھن کا بدل الطیب ہے۔ معلوم ہوا کہ اس طرح کی ہلکی پھلکی چیز تحفہ میں دی جائے تو اسے ردّ نہیں کرنا چاہیے۔

[1] صحيح مسلم، كتاب الالفاظ من الادب، باب استعمال المسك، حديث: ۲۲۵۳.

عورتوں اور مردوں کی خوشبو:

٣٣-٤ : حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ ، ثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ ، عَنْ سُفْيَانَ الْجَرِيْرِيِّ ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ ، عَنْ رَجُلٍ هُوَ الطُّفَاوِيُّ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "طِيْبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ وَطِيْبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيْحُهُ.

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: مردانہ خوشبو وہ ہے کہ اس کی خوشبو ظاہر ہو اور رنگ ظاہر نہ ہو، اور زنانہ خوشبو وہ ہے کہ اس کی خوشبو ظاہر نہ ہو اور رنگ ظاہر ہو۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے، سنن ترمذی، ابواب الادب، باب فی طیب الرجال والنساء (٢٧٨٧/٥)، سنن ابی داوٗد، کتاب النکاح والطلاق، باب مایکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابة اھله (٢١٧٤/٢)، سنن نسائی کتاب الزینة باب الفصل بین طیب الرجال والنساء (١٥١/٨)، مسند احمد بن حنبل (٥٤٠/٢، ٥٤١)

تشریح و فوائد :......حدیث الباب کی روشنی میں مردوں کو چاہیے کہ ایسی خوشبو استعمال کریں جس کی مہک دوسروں کو محسوس ہو مگر اس کا رنگ نہ ہو۔ جیسے گلاب، عنبر، کافور، کلی (موتیا) وغیرہ مگر عورتیں ایسی خوشبو استعمال کریں جس کا رنگ نمایاں ہو مگر خوشبو انتہائی پوشیدہ ہو، جیسے زعفران، حنا (مہندی)، کستوری وغیرہ، خصوصی طور پر جب عورتیں اپنے گھروں سے کسی ضرورت کے پیش نظر نکلیں تو اس بات کا خیال رکھیں سنن نسائی شریف میں سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَيُّمَا اِمْرَاَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ لِيَجِدَ رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ)) [1]

''یعنی جو کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں میں نکلتی ہے تا کہ اس کی خوشبو پائی جائے تو یہ عورت زانیہ ہے۔''

اس طرح امام احمد بن حنبل، امام مسلم، امام ابوداوٗد اور امام نسائی رحمہم اللہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

((اَيُّمَا اِمْرَاَةٍ اَصَابَتْ بُخُوْرًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ)) [2]

''یعنی جو عورت خوشبو استعمال کرے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز ادا نہ کرے۔''

البتہ شادی شدہ عورتیں جب اپنے گھروں میں ہوں اور گھر سے باہر نکلنے کی انہیں کوئی حاجت نہ ہو تو مہک والی

---

[1] سنن نسائی، کتاب الزینة، باب ما یکرہ للنساء من الطیب، حدیث: ٥١٢٩۔ سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی کراھیة خروج المرأة متعطرة، حدیث: ٢٧٨٦ وقال: حسن صحیح.

[2] صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء الی المساجد......، حدیث: ٤٤٤۔ سنن ابی داوٗد (٤١٧٥)۔ سنن نسائی (٥١٣١)۔ مسند احمد (٣٠٤/٢).

خوشبو اپنے خاوند کی خوشنودی اور استقبال کے لیے استعمال کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم

٣٣-٥ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ ، عَنْ الْجَرِيْرِيِّ ، عَنْ أَبِيْ نَضْرَةَ...... عَنِ الطَّفَاوِيِّ ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ بِمَعْنَاهُ.

''طفاوی نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مثل اس کے ہم معنی روایت بیان کی ہے۔''

چنبیلی جنت کا پودا ہے؟

٣٣-٦ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلِيْفَةَ وَعَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَا: ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، ثَنَا حَجَّاجُ الصَّوَّافُ ، عَنْ حَنَانٍ...... عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدَّهُ فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ". قال أبو عيسى لا يعرف لحنان غير هذا الحديث ، وقال عبد الرحمن بن أبي حاتم في كتاب الجرح والتعديل: حنان الأسدي من بني أسد بن شريك وهو صاحب الرقيق عم والد مسدد ، روى عن أبي عثمان النهدي وروى عنه الحجاج بن أبي عثمان الصواف سمعت أبي يقول ذلك.

''ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو ریحان (چنبیلی) دی جائے تو وہ اسے ردّ نہ کرے بلاشبہ یہ پودا جنت سے آیا ہوا ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے علاوہ ہم حنان کی کسی اور روایت کو نہیں جانتے۔ نیز فرماتے ہیں کہ امام عبدالرحمان بن ابی حاتم اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں فرماتے ہیں: حنان اسدی اسد بن شریک کے خاندان میں سے ہیں اور وہ صاحب رقیق مسدد کے والد کے چچا تھے (صاحب رقیق سے مراد یہ ہے کہ وہ غلاموں کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتے تھے) انہوں نے ابوعثمان نہدی سے روایت کی ہے کہ ان سے حجاج بن ابی عثمان صواف نے روایت کی ہے، عبدالرحمان بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات اپنے والد ابوحاتم سے سنی ہے۔''

تخریج...... : یہ حدیث مرسل ضعیف ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے سنن ترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء فی کراهية ردالطيب (٥/ ٢٧٩١) میں نقل فرمایا ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب حسن ہے ہم حنان راوی کی صرف یہی ایک روایت جانتے ہیں اور ابوعثمان نہدی کا نام عبدالرحمان بن مل ہے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا ہے لیکن نہ آپ ﷺ کو دیکھا ہے اور نہ ہی آپ سے کچھ سنا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو مراسیل

(٥٠١) میں ذکر کیا ہے، علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ (٧٦٤) میں فرماتے ہیں: امام ترمذی کی تحسین قابل نظر ثانی ہے کیونکہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی دو علّتیں ہیں جہالت اور ارسال، حنان مجہول ہے اور ابوعثمان نہدی تابعی ہونے کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ بیان کررہے ہیں لہٰذا یہ روایت ابوعثمان نہدی کی وجہ سے مرسل (جوکہ ضعیف کی اقسام میں سے ہے) ہے اور حنان کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

راوی حدیث ابوعثمان نہدی کا تعارف:

اس حدیث کے راوی ابوعثمان نہدی کا نام عبدالرحمان بن مل بن عمرو بن عدی بن وھب النہدی ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے مگر ملاقات اور سماع نہیں کرسکے۔ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں۔ اپنے دور کے بڑے صالح بزرگ اور عبادت گزار شخصیت تھے ١٠٠ھ یا اس سے تھوڑا عرصہ بعد فوت ہوئے۔

انہوں نے ساٹھ حج وعمرے کیے۔ کہا کرتے تھے: میری عمر ایک سوتیس سال ہوگئی ہے اب تو امیدوں کے علاوہ سب چیزیں میرے لیے اجنبی ہوگئیں ہیں۔ اپنی زندگی کا زیادہ عرصہ کوفہ، بصرہ اور مدینہ میں گزارا۔ رحمۃ اللہ علیہ

فائدہ:...... حدیث میں لفظ ریحان سے مراد خوشبو ہے۔ ریحان کا اطلاق عام طور پر ایک خوشبودار پودے نیاز بو کیا جاتا ہے۔ اور چنبیلی کے پھولوں کو بھی ریحانۃ کہا جاتا ہے۔ لغوی اعتبار سے ریحان کا معنی ہے ''کُلُّ نَبَتٍ طَيِّبٍ فَهُوَ رَيْحَانٌ عِنْدَ الْعَرَبِ'' کہ عربوں کے نزدیک ہر خوشبودار پودا ریحان کہلاتا ہے۔

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کی خوبصورتی:

٣٣-٧: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، ثَنَا أَبِي، عَنْ بَيَانٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ......

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: عُرِضْتُ بَيْنَ يَدَيْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَأَلْقَى جَرِيرُ رِدَاءَهُ وَمَشَى فِي إِزَارٍ فَقَالَ لَهُ: خُذْ رِدَاءَكَ، فَقَالَ عُمَرُ لِلْقَوْمِ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ صُورَةً مِنْ جَرِيرٍ إِلَّا مَا بَلَغَنَا مِنْ صُورَةِ يُوسُفَ الصِّدِّيقِ علیہ السلام.

''سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے (معائنہ کے لیے) پیش کیا گیا۔ جریر نے اوپر والی چادر اتاردی اور تہبند میں چلنے لگے تو (سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: اپنی چادر پکڑ لو۔ پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قوم کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: میں نے جریر سے زیادہ حسین کسی شخص کو نہیں دیکھا سوائے سیدنا یوسف علیہ السلام کی صورت کے جیسا کہ ہمیں ان کے متعلق معلومات حاصل ہوئی ہیں۔''

تخریج:...... یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بیان کرنے میں متفرد ہیں۔ اس کی سند میں عمر

بن اسماعیل بن مجالد بن سعید ھمدانی، جو امام ترمذی کے شیخ ہیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ''تقریب'' میں متروک کہا ہے اور امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ''الکاشف'' میں متھم بالکذب کہا ہے۔ ان کے والد اسمٰعیل بن مجالد صدوق ہیں مگر روایات بیان کرنے میں بہت خطا کر جاتے تھے۔ لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف ہے اور اسے باب کے ساتھ بھی کوئی مناسبت نہیں ہے۔

راوی حدیث سیدنا جریر بن عبداللہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ذیل میں ان کے تذکار درج ہیں۔

ابوعبداللہ، ابوعمر جریر بن عبداللہ بن جابر بن مالک البجلی القسری الیمانی رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ اور بواسطۂ سیدنا عمر، اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما ایک سو سے زیادہ احادیث روایت کیں۔ ان سے اخذ و اکتساب کرنے والوں میں ان کی اولاد المنذر، عبیداللہ، ایوب، ابراہیم اور بھتیجا ابوزرعۃ، اور انس، ابووائل، زید بن وھب وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

امام ابن سعد کہتے ہیں جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اسی سال یہ مسلمان ہوئے، پھر کوفہ میں سکونت اختیار کرلی، پھر کوفہ سے قرقیسیا چلے گئے اور کہنے لگے: جس شہر میں سیدنا عثمان کو گالیاں دی جاتی ہوں میں وہاں نہیں رہ سکتا۔ ❶

صحیح بخاری اور مسلم میں ہے فرماتے ہیں: میں جب سے مسلمان ہوا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کبھی حجاب نہیں کیا اور جب بھی مجھے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور مسکرائے۔ ❷ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

بَابُ مَا جَاءَ فِی تَعَطُّرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

والحمد للّٰہ علی ذالک

☆............☆............☆

❶ طبقات ابن سعد (٦/٢٢).

❷ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحك، حدیث: ٦٠٨٩۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل جریر بن عبد اللّٰه رضی اللہ عنہ، حدیث: ٢٤٧٥.

باب نمبر۳۴:

رسول اللہ ﷺ کے کلام کرنے کا انداز

(اس باب میں تین احادیث ہیں)

اس باب میں افصح العرب والعجم، سیدالانبیاء والرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی گفتگو فرمانے کا ذکر ہے کہ رسول ﷺ کا طرزِ گفتگو کیسا تھا۔ سمجھانے کا طریقہ کتنا متناسب اور موزوں تھا، اور فصاحت و بلاغت کو آپ ﷺ کے نطق پر کس قدر ناز تھا۔

گفتگو کرنے کے بھی مختلف انداز ہوتے ہیں بعض لوگ بڑی آہستگی سے گفتگو کرتے ہیں کہ بات دل کی گہرائیوں تک پہنچتی جاتی ہے اور بعض لوگ اس تیزی سے کلام کرتے ہیں کہ سماعت بیزار ہو جاتی ہے۔ اور چاہے بات کتنی ہی اہم کیوں نہ ہو سننے کو دل نہیں مانتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ یہاں رسول اللہ ﷺ کا انداز گفتگو بیان کر رہے ہیں تاکہ افراد امت کے لیے بطور نمونہ کے ایک دستور العمل واضح ہو جائے۔

حضور ﷺ کا انداز گفتگو:

۳۴-۱: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ، ثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَصْلٍ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ اِلَيْهِ.

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی گفتگو تم لوگوں کی طرح لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ واضح اور صاف صاف گفتگو فرماتے، جو بھی آپ ﷺ کے حضور بیٹھا ہوتا اس گفتگو کو یاد کر لیتا تھا۔''

تخریج......: یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب من کلام النبی ﷺ (۳۶۳۹/۵)، مسند احمد بن حنبل (۲۵۷/۶)، صحیح بخاری، کتاب المناقب (۳۵۶۷/۶) تعلیقاً، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة (۱۶۰/۴ برقم ۱۹۴۰)، سنن ابی داوٗد، کتاب العلم (۳۶۵۵/۳).

مفردات:

یَسْرُدُ: باب نَصَرَ سے مضارع معلوم ہے لگاتار باتیں کرنا، جلدی جلدی پڑھنا۔

فَصْل ٹھہر ٹھہر کر۔ الگ الگ۔

حضور ﷺ افصح العرب تھے:

❀ نبی اکرم ﷺ افصح العرب تھے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے کہ اہل جنت نبی اکرم ﷺ کی لغت میں کلام کریں گے۔ ❶ جامع صغیر میں حدیث ہے کہ عرب سے تین وجہ سے محبت کرو۔ میں عربی ہوں، قرآن کریم عربی زبان میں ہے، اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ یہ حدیث امام طبرانی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ ❷

❀ نبی اکرم ﷺ اس طرح مسلسل اور جلدی جلدی کلام نہیں کرتے تھے کہ سننے والے پر آپ کی گفتگو خلط ملط ہو جائے، بلکہ آپ کی گفتگو نہایت واضح اور بین انداز میں ہوتی اور جدا جدا کلمات ہوتے، جس کا مطلب ومفہوم اتنا واضح ہوتا، کہ جو آپ کے پاس بیٹھا ہوتا وہ اس کلام کو یاد کر لیتا۔

حضور ﷺ کا کمال حسن خلق:

٢-٣٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، ثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ: سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنَّى، عَنْ ثُمَامَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يُعِيْدُ الْكَلِمَةَ ثَلَاثًا لِتُعْقَلَ عَنْهُ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بات کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ سننے والے اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔''

تخریج......: صحيح بخاری، كتاب العلم، باب من اعاد الحديث ثلاثا لتفهم عنه (١/٩٥)، سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب من كلام النبی ﷺ (٣٦٤٠/٥)، مستدرك حاكم (٢٧٣/٤).

تشریح وفوائد:

❀ یہ آپ ﷺ کا کمال حسن خلق ہے اور امت پر مہربانی وشفقت ہے کہ آپ بات اچھی طرح سمجھاتے تاکہ سامع اس سے خاطر خواہ استفادہ کر سکے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایسے طریقہ پر گفتگو فرمانا اس وقت پر محمول ہے جبکہ آپ ﷺ کی مجلس میں بہت کثرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین موجود ہوتے، تاکہ سب کے سب

---

❶ مستدرك حاكم (٨٧/٤).

❷ مستدرك حاكم (٨٧/٤)، معجم كبير طبرانی (١١٤٤١).

اچھی طرح سن لیں اور سمجھ لیں۔

❀ اس حدیث سے واعظین ، مدرسین اور خطباء کے لیے رہنمائی ملتی ہے کہ وہ ایسی کلام کریں جو سامعین کے لیے قابل فہم ہو۔ نیز گفتگو میں تسہیل اور تکرار ہوتا کہ سامعین اس بات کو اچھی طرح سمجھ کر یاد کر لیں اور عمل کر سکیں۔

حضور کا انداز تکلم اور دیگر صفاتِ عالیہ:

٣٤-٣ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ ، أَنْبَأَنَا جَمِيعُ بْنُ عُمَيْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعِجْلِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وُلْدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيْجَةَ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنِ ابْنِ لِأَبِيْ هَالَةَ......

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما قَالَ: سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ أَبِيْ هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا ، قُلْتُ: صِفْ لِيْ مَنْطِقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ ، دَائِمَ الْفِكْرَةِ ، لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ ، طَوِيْلَ السَّكْتِ ، لَا يَتَكَلَّمُ فِيْ غَيْرِ حَاجَةٍ ، يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهُ بِأَشْدَاقِهِ وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ ، كَلَامُهُ فَصْلٌ ، لَا فُضُوْلَ وَلَا تَقْصِيْرَ ، لَيْسَ بِالْجَافِيْ وَلَا الْمُهِيْنِ ، يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَإِنْ دَقَّتْ ، لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَاقًا وَلَا يَمْدَحُهُ ، وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَلَا مَا كَانَ لَهَا فَإِذَا تُعُدِّيَ الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهِ شَيْءٌ حَتَّى يَنْتَصِرَ لَهُ . وَلَا يَغْضَبُ لِنَفْسِهِ وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا ، إِذَا أَشَارَ ، أَشَارَ بِكَفِّهِ كُلِّهَا ، وَإِذَا تَعَجَّبَ قَلَبَهَا وَإِذَا تَحَدَّثَ اتَّصَلَ بِهَا ،

”سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالۃ سے ، جو کہ اکثر حضور ﷺ کے اوصاف کریمانہ بیان فرماتے تھے عرض کیا کہ رسول کریم ﷺ کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان کریں، انہوں نے فرمایا: آنحضور ﷺ اکثر حزن و ملال میں رہتے ، ہمیشہ متفکر رہتے ، آپ ﷺ کو راحت میسر نہ تھی۔ آپ ﷺ زیادہ تر خاموش رہتے ، بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے ، ابتدائے کلام سے انتہائے کلام تک پورے منہ مبارک کو استعمال فرماتے ، گفتگو فرماتے وقت جامع کلام استعمال فرماتے ، آپ کی گفتگو انتہائی صاف اور واضح ہوتی ، ضرورت سے زیادہ نہیں ہوتی تھی ، اور نہ ادائیگی مقصود میں کوئی کمی ہوتی تھی ، نہ آپ ﷺ جفا کرنے والے تھے ، اور نہ ہی آپ حقیر وضعیف تھے ، آپ نعمت کو بڑی عظمت بخشتے تھے اگرچہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، اس نعمت میں سے کسی چیز کی مذمت نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ کھانے کی چیزوں کی مذمت نہ کرتے اور نہ ہی زیادہ تعریف کرتے ، نہ آپ ﷺ کو کسی دنیاوی امر کی وجہ سے غصہ آتا تھا اور نہ

وَضَرَبَ بِرَاحَتِهِ الْيُمْنَى بَطْنَ إِبْهَامِهِ الْيُسْرَى ، وَإِذَا غَضِبَ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ وَإِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهُ ، جُلُّ ضِحْكِهِ التَّبَسُّمُ ، يَفْتَرُّ عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ .

ہی کوئی ایسی چیز تھی جس کی وجہ سے حضور ﷺ کو ان دنیاوی امور میں غصہ آتا ، ہاں جب کوئی شخص حق سے تجاوز کر جاتا تو آپ ﷺ کے غصہ کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی یہاں تک کہ اس کا انتقام لے لیتے۔ آنحضور ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی غصہ نہیں فرمایا اور نہ کبھی اس کا انتقام لیا۔ آپ ﷺ جب کسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے تو پورے دستِ مبارک سے اشارہ فرماتے ، جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو دست مبارک کی ہتھیلی کو پلٹ دیتے۔ اور جب گفتگو فرماتے تو ہاتھ ملالیتے ، اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھا کے اندرونی حصہ پر ملاتے ، جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس سے رخ انور پھیر لیتے اور جس وقت خوش ہوتے تو نظریں جھکا لیتے ، آپ ﷺ کا کمال درجے کا ہنسنا صرف تبسم تھا ، اس سے آپ ﷺ کے دندان مبارک سفید اور چمک دار اولے کی مانند دکھائی دیتے تھے۔''

تخریج...... یہ حدیث ضعیف ہے اس کی تخریج کے لیے ملاحظہ فرمائیں حدیث نمبر ۷

مفردات وتشریح:

مُتَوَاصِلُ الْأَحْزَانِ: مُتَوَاصِل: ایسی مسلسل چیز کو کہتے ہیں جس میں انقطاع اور فصل نہ ہو، صوم الوصال بھی اسی سے مشتق ہے اس روزے کو کہتے ہیں جو مسلسل رکھا جائے۔

اَلْاَحْزَانِ: حُزْنٌ کی جمع ہے جس کے معنی غم کے ہیں حَزَنَ يَحْزُنُ: غم میں ڈال دیا حَزْنٌ بالفتح: سخت غلیظ، الحزونة: سختی اور خشونت کو کہتے ہیں۔ یہاں غم مراد ہے۔ یعنی آپ ﷺ مسلسل غم زدہ ہونے کی وجہ سے خاموش رہتے۔

دَائِمُ الْفِكْرَةِ: دائم ہمیشہ رہنے والا، دَامَ يَدُوْمُ دَوَامًا کہا جاتا ہے اَلْمَاءُ الدَّائِمُ یعنی ہمیشہ ٹھہرنے والا پانی، رکا ہوا پانی۔ اَلْفِكْرَة: سوچ کو کہتے ہیں یعنی آپ ﷺ سوچ اور فکر میں ڈوبے رہتے تھے کہ کس طرح انسانیت کی اصلاح ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی یاد میں اور خشیت میں ڈوبے رہتے تھے۔

لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ: یعنی آپ ﷺ کو کسی وقت بھی آرام میسر نہیں تھا۔ قولاً فعلاً اور فکراً ہمیشہ مصروف رہتے۔

اَشْدَاق : شِدْق کی جمع ہے۔ منہ کی جانب اور اَشْدَاق بمعنی جوانب واطراف، یعنی آپ کا کلام وبیان منہ کے تمام جوانب واطراف سے ادا ہوتا، یہ نہایت فصاحت کی دلیل ہے۔

جَوَامِعُ الْكَلِمِ: جامع کی جمع ہے، وہ کلام جو کم الفاظ اور زیادہ معانی پر مشتمل ہیں۔ طَوِيْلُ السَّكْتِ: لمبی خاموشی اختیار کرنے والے۔ مسند احمد بن حنبل میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُوْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً اَوْ لِيَصْمُتْ)) [1]
''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''
لَا يَتَكَلَّمُ فِي غَيْرِ حَاجَةٍ: بلاضرورت کلام نہ کرتے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:
﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ یعنی مومن وہ ہے جو لغو بات سے اعراض کرے۔ نیز حدیث شریف میں آتا ہے۔ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ: [2] یعنی مسلمان آدمی کے اسلام کی خوبی سے یہ بات ہے کہ وہ بے مقصد اور لایعنی بات کو چھوڑ دیتا ہے۔
لَيْسَ بِالْجَافِي: اَلْجَفَاءُ تَرْكُ الصِّلَةِ وَالْبِرِّ یعنی نیکی اور صلہ رحمی چھوڑ دینا۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سخت طبیعت نہیں تھے۔ صحیح حدیث میں ہے۔ اَلْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ [3] فحش اور بیہودگی زیادتی اور ظلم سے ہے۔
وَلَا الْمُهِيْنُ: یہ میم کے فتحہ اور ضمہ دونوں طرح مروی ہے میم کے فتحہ کے ساتھ مہانتہ سے ہے جس کا معنی کمزور اور حقیر ہے۔ یعنی گھٹیا اور حقیر نہیں تھے بلکہ نہایت بلند اخلاق و کردار، سوچ و فکر اور قول و فعل کے مالک تھے اور میم کے ضمہ کے ساتھ یہ باب اَهَانَ يُهِيْنُ کا اسم فاعل ہوگا یعنی آپ اپنے ساتھیوں کو ذلیل و رسوا نہ کرتے، بلکہ آپ ﷺ سب کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے جیسا کہ حدیث شریف ہے: ''مجھے میرے ساتھیوں کے متعلق کوئی بری بات نہ پہنچاؤ کیونکہ میں چاہتا ہوں جب ان کے ہاں سے جاؤں تو بالکل صاف دل ہو کر جاؤں۔'' [4]
يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَاِنْ دَقَّتْ: کسی کے ہدیہ اور تحفہ کو حقیر نہ جانتے اگرچہ وہ چھوٹا ہوتا، يُعَظِّمُ باب تفعیل سے ہے یعنی عظیم اور بڑا خیال کرتے، دَقَّتْ: دَقَّ يَدُقُّ سے ہے چھوٹا ہونا دَقِيْقٌ، چھوٹا، حدیث شریف میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهُ دِقَّهُ وَجِلَّهُ [5] کہ اے اللہ میرے چھوٹے اور بڑے تمام گناہ معاف کردے۔
لَا يَذُمُّ: ذَمَّ يَذُمُّ سے ہے بُرا کہنا، مذمت کرنا، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ ھدیہ، تحفہ، نعمت اور نیکی کی بالکل برائی نہ بیان کرتے اگرچہ وہ کتنی چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ اس کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے۔
ذَوَاقًا: ہر وہ چیز جس کو کھایا یا پیا جائے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر، حدیث: ٤٧، ٤٨۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف، حدیث: ٤٧، ٤٨۔ مسند احمد (٢/٢٦٧، ٤/٣١).
[2] سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب (١١)، حدیث: ٢٣١٧۔ وقال: غریب۔ سنن ابن ماجه (٣٩٧٦).
[3] مسند احمد (٢/٥٠١)۔ سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الحیاء، حدیث: ٢٠٠٩.
[4] سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب رفع الحدیث من المجلس، حدیث: ٤٨٦٠۔ سنن ترمذی (٣٨٩٦).
[5] صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، حدیث: ٤٨٣.

وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا : اَغْضَبَ يُغْضِبُ غصہ دلانا۔آپ ﷺ کو دنیا اور جو کام دنیا کے لیے ہو، وہ غضبناک نہ کر سکتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے کسی کام میں کوئی کوتاہی یا زیادتی ہوگئی ہوتو آپ اس کے لیے ناراض نہ ہوتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ کی نگاہ میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

إِذَا تُعُدِّىَ: باب تفعّل سے ماضی مجہول، جب زیادتی کی جاتی۔

يَنْتَصِرُ: باب افتعال سے مضارع معلوم، انتقام لیتے۔

اَشَاحَ يُشِيْحُ ناراض ہونا، خشناک ہوکر منہ پھیر لینا۔

غَضَّ: بند کرنا۔ نیچے کرنا، بچانا۔

جُلٌّ: معظم چیز، بزرگ چیز، کمال۔

يَفْتَرُّ: تیزی کے بعد سکون اور سختی کے بعد نرمی۔ یعنی آپ ﷺ تیز ہنسی اور زیادہ ضحک کو ہلکی سے مسکراہٹ میں بدل دیتے تھے اور یہ مسکراہٹ بادل سے گرنے والے سفید اولوں کی طرح دانتوں سے وجود میں آتی۔

حَبُّ الْغَمَامِ: بادل کے دانے، مراد اولے ہیں، دانتوں کو اولوں سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ اولے بہت زیادہ سفید ہوتے ہیں تو سفید ہونے میں دانت اولوں کی طرح تھے۔

بَابُ كَيْفَ كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

والحمد لله على ذالك

☆............☆............☆

باب نمبر ۳۵:

رسول اللہ ﷺ کے ہنسنے کا بیان

(اس باب میں نو احادیث ہیں)

ضِحْكٌ : ہنسنے کو کہتے ہیں، عام طور پر کسی بڑی یا چھوٹی خوشی کا اظہار کرنے کے لیے اور بعض دفعہ غم وغصہ کی انتہا کے وقت چہرے پر جو تبدیلی انبساط وسرور کے ساتھ واقع ہوتی ہے اسے ضحک کہا جاتا ہے۔ اس کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) تبسم (مسکرانا) اس میں آدمی کا منہ تو قدرے کھلتا ہے مگر ہنسنے کی آواز نہیں آتی۔ یہ ہنسی کی ادنیٰ قسم ہے۔

(۲) ضِحْكٌ : (ہنسنا) اس میں انسان منہ کھول کر ہنستا ہے مگر ہنسی کی آواز کمزور ہوتی ہے۔ یہ ہنسنے کی درمیانی قسم ہے۔

(۳) قهقهه: اس میں انسان پورا منہ کھول کر تیز آواز کے ساتھ کھل کھلا کر ہنستا ہے، یہ ہنسی کی انتہائی قسم ہے۔

یہ بات دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ ہر انسان کی زندگی میں خوشی اور غمی، رونا اور ہنسنا، بیماری اور صحت وغیرہ امور طبعیہ ہیں اور بنی نوع انسان کے ہر فرد کو لاحق ہوتے ہیں۔ خوشی ومسرت اور سرور وانبساط کے وقت مسکرانا اور ہنسنا انسان کا خاصہ ہے۔ مگر بعض لوگ ایسے موقعوں پر حد سے تجاوز کر کے بدروئی کی انتہائی حد تک چلے جاتے ہیں۔ اس بارے میں حضور رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، سردار انبیاء، ہادی دوعالم، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسوۂ حسنہ کیا تھا؟ یہی انعقادِ باب کی غرض وغایت ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ذخیرۂ احادیث سے ۹ احادیث اس باب میں درج کیں ہیں جن سے نبی کائنات ﷺ کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے مذکورہ بالا تین قسموں میں سے پہلی دو قسمیں (مسکرانا اور ہنسنا) ثابت ہیں، تیسری قسم (قہقہہ لگانا) ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ غفلت کی علامت ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

((لَا تُكْثِرِ الضِّحْكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ)) [1]

''زیادہ نہ ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔''

اور امام طبرانی کی المعجم الصغیر میں ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحزن والبكاء، حديث: ٤١٩٣.

اِيَّـاكَ وَكَثْـرَةَ الضِّحْكِ فَاِنَّهُ يُمِيْتُ الْقَلْبَ [1] کہ اپنے آپ کو زیادہ ہنسنے سے بچاؤ، کیونکہ یہ دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ کی اداؤں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پیکر حسن و جمال کی تین صفات:

۳۵-۱: حَدَّثَـنَـا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، ثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَامِ ، أَنَا الْحَجَّاجُ -وَهُوَ ابْنُ أَرْطَاةَ- عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ......

عَـنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ فِي سَاقَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُمُوْشَةٌ، وَكَانَ لَا يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًـا ، فَكُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ اِلَيْـهِ قُلْتُ: أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ ، وَلَيْسَ بِأَكْحَلَ .

''سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں ، آپ ہنستے نہ تھے صرف مسکراتے ، جب میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو ایسے لگتا کہ آپ نے آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے حالانکہ آپ نے سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا۔''

تخریج...... یہ حدیث **ضعیف** ہے، سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب فی صفة النبی ﷺ (۳٦٤٥/٥)، مسند احمد بن حنبل (۱۰٥/٥)، مستدرك حاكم (٦۰٦/۲) زوائد مسند احمد (۹۷/٥)، المعجم الكبير (۲٤٤/۲)، شرح السنة (۲۲۲/۱۲) اس روایت کی سند میں راوی حجاج بن ارطاۃ کثیر الخطا اور مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔

مفردات:

حُمُوْشَةٌ: حَمُشٌ سے ہے، باریکی حَمَشَ الرَّجُلُ باریک پنڈلی والا آدمی۔

اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ: آنکھوں کا فطری اور طبعی طور پر سرمگیں ہونا۔

تشــریــح :......اس حدیث میں سید الانبیاء، پیکر حسن و جمال، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے تین باتوں کا ذکر ہے۔ پہلی بات یہ کہ حضور سراپا حسن جمال ﷺ کی پنڈلیاں مبارک قدرے پتلی تھیں کیونکہ ان پر گوشت کم تھا۔ دوسری بات جو ترجمۃ الباب سے تعلق رکھتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ہنسی مبارک صرف تبسم یعنی مسکراہٹ تک محدود رہتی تھی۔ جس سے آپ کے لب مبارک کھل جاتے آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمایاں ہو جاتے مگر ہنسنے کی آواز نہیں نکلتی تھی۔ تیسری صفت راوی نے یہ بیان کی ہے کہ حضور سید الکائنات ﷺ کی دونوں پلکوں کی سیاہی خلقتِ اصلیہ سے تھی، اس لیے دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ گویا پیارے محبوب ﷺ نے سرمہ لگایا ہوا ہے۔

---

[1] معجم صغیر طبرانی (۱۰٥۳)

حضور ﷺ کی خندہ پیشانی:

۳۵-۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، اَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

''سیدنا عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب فی بشاشة النبي ﷺ (۵/۳۶۴۱)، مسند احمد بن حنبل (۴/۱۹۰، ۱۹۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن غریب ہے، اس کی سند میں ابن لھیعہ مدلس راوی ہے اور روایت معنعن ہے۔ لیکن ابوالشیخ نے اخلاق النبی ﷺ (ص : ۸۷) میں اس روایت کو عبداللہ بن یزید المقری کے طریق سے نقل کیا ہے اور یہ ان لوگوں میں سے جنہوں نے ابن لھیعہ سے قبل الاختلاط سماع کیا ہے۔ چنانچہ یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔ مزید یہ کہ اس حدیث کی اور سندیں بھی آئندہ سطور میں آ رہی ہیں۔

راوی حدیث: سیدنا ابوالحارث کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا ابوالحارث عبداللہ بن الحارث بن جزء بن عبداللہ معدی کرب الزبیدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام طبری کہتے ہیں ان کا نام العاص تھا نبی اکرم ﷺ نے بدل کر عبداللہ رکھ دیا۔ مصر میں یہ آخری صحابی تھے جو دیر تک بقید حیات رہے۔ ابن یونس کہتے ہیں ۸۶ھ میں ان کی بینائی چلی گئی جب کہ ۹۷ھ میں مصر میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ۔

تشریح وفوائد:

معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ لوگوں کے ساتھ بشاشت سے پیش آتے تھے نیز یہ حدیث گذشتہ باب میں موجود الفاظ مُتَوَاصِلُ الْاَحْزَان کہ آپ ﷺ مسلسل غم زدہ رہتے، کے منافی نہیں ہے کیونکہ حزن آپ ﷺ کی کیفیت نفس ہے اور بشاشت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے انشراح وانبساط ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خوشی اور مسرت یا تعجب کے موقع پر جس قدر زیادہ حضور ﷺ تبسم اختیار فرماتے تھے اتنا زیادہ کوئی شخص مسکرانے والا نہیں دیکھا گیا۔

تبسم ہی تبسم:

۳۵-۳: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْخَلَّالُ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ السَّيْلَحَانِيُّ، ثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَا كَانَ ضِحْكُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا تَبَسُّمًا. قال ابو عيسى: هذا حديث غريب من حديث ليث بن سعد.

''سیدنا عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ہنسی صرف مسکراہٹ تھی (قہقہہ نہیں لگاتے تھے) امام ابوعیسیٰ (ترمذی) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث لیث بن سعد کی حدیثوں سے غریب ہے۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب فی بشاشة النبی ﷺ (۳٦٤٢/٥) امام ترمذی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح غریب ہے۔

اصطلاح محدثین میں غریب حدیث وہ ہوتی ہے جس کے طبقات سند میں کسی ایک طبقہ میں صرف ایک راوی ہو۔ یہ غرابت سند کے آغاز میں بھی ہوسکتی ہے اور اثنائے سند میں بھی اور منتہائے سند میں بھی ہوسکتی ہے۔ سند کے آغاز اور اثناء میں جو غرابت ہوتی ہے اسے غریب نسبی کہتے ہیں اور سند کے منتہا میں جو غرابت ہوتی ہے اسے غریب مطلق کہا جاتا ہے۔ کسی بھی سند کا غریب ہونا اس کے صحیح ہونے کو مانع نہیں ہے کیونکہ غرابت کا تعلق عدد رواۃ سے ہے صحت وسقم روایت سے نہیں۔

سید کائنات کا ہنسنا بھی اعلیٰ تھا:

۳۵-٤: حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، أَنْبَأَنَا وَكِيعٌ، ثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ......

عَنْ أَبِي ذَرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "إِنِّي لَأَعْلَمُ أَوَّلَ رَجُلٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَآخِرَ رَجُلٍ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ؛ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ: اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهِ وَيُخَبَّأُ عَنْهُ كِبَارُهَا فَيُقَالُ لَهُ: عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا، وَهُوَ مُقِرٌّ لَا يُنْكِرُ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِهَا، فَيُقَالُ: أَعْطُوْهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً. فَيَقُوْلُ إِنَّ لِي ذُنُوْبًا مَا أَرَاهَا هٰهُنَا." قَالَ أَبُوْ ذَرٍّ:

''سیدنا ابوذر (غفاری) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو بخوبی جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔ قیامت کے دن ایک شخص دربار الٰہی میں پیش کیا جائے گا تو کہا جائے گا کہ اس کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کرو، اور بڑے گناہ اس سے پوشیدہ رکھے جائیں، پھر کہا جائے گا، تو نے فلاں دن فلاں اور فلاں عمل کیے تھے؟ تو وہ ان اعمال کا اقرار کرے گا، انکار نہ کرے گا، اور وہ اپنے بڑے بڑے گناہوں سے خوف زدہ ہوگا تو کہا جائے گا اس کے ہر گناہ کے بدلے میں جو اس نے

فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

کیا ہے ایک نیکی دے دو۔ (جب یہ صورت حال دیکھے گا تو) وہ کہے گا: میرے کچھ اور گناہ بھی ہیں جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا، سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اتنا ہنسے کہ آپ ﷺ کے اگلے دانت مبارک نظر آئے۔''

تخریج......: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة (۱/۳۱٤ برقم ۱۷۷)، سنن ترمذی ابواب صفة جهنم (٤/۲٥۹٦)، مسند احمد بن حنبل (٥/۱٥۷، ۱۷۰)۔

راوی حدیث سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں ذیل میں ان کے تذکار ملاحظہ فرمائیں۔

ابوذر کنیت ہے ان کے نام میں اختلاف ہے مشہور نام جندب بن جنادہ ہے ابوذر جندب بن جنادہ بن قیس بن عمر و غفاری رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ۱۲۸۱ احادیث روایت کیں ہیں۔ ان کے فضائل پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان بھی موجود ہے۔ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ مرفوعًا بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوذر سے سچے لہجے اور بول چال والا آدمی نہ تو زمین نے اٹھایا اور نہ ہی آسمان نے کسی ایسے پر سایہ کیا۔ [1] مدینہ کے قریب ربذہ مقام پر وفات پائی، نماز جنازہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ کو اسی مقام (ربذہ) پر دفن کیا گیا۔

مفردات:

تُخْبَاءُ: چھپائے جائیں گے، مخفی رکھے جائیں گے، خَبَاءٌ مصدر ہے۔ چھپانا پوشیدہ رکھنا، پنہاں رکھنا۔

مُقِرٌّ: اقرار کرنے والا مُشْفِقٌ مِنْهُ: وہ اس سے ڈرے گا، خوفزدہ ہوگا۔

نَوَاجِذُهُ: جو دانت ہنستے وقت سامنے آجائیں، قاموس میں ہے کہ نواجذ ایسے آخری دانت ہوتے ہیں جو کچلیوں اور ڈاڑھوں کے پاس ہوں۔

آپ ﷺ کے ہنسنے کی وجہ:

نبی اکرم ﷺ کا ہنسنا تعجب کی وجہ سے تھا کہ جب اس شخص نے صغائر کو حسنات میں تبدیل ہوتے دیکھا تو اس کے اندر حرص اور طمع پیدا ہوئی تو بول اٹھا، میرے کبائر کی وجہ سے مجھے نیکیاں دے دی جائیں۔

[1] حلیة الاولیاء (٤/۱۷۲) عن علی رضی اللہ عنہ۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۸۰۱. عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہما، وحدیث: ۳۸۰۲. عن ابی ذر رضی اللہ عنہ.

فائدہ :......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصحاب الکبائر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گے بلکہ انہیں بالآخر جہنم سے نکال لیا جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں وہی رہے گا جس کو قرآن کریم روک لے۔ مراد مشرکین ہیں کیونکہ ان کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتے ہیں۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ (النساء: ۴۸)

''کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا معاف کر دے گا۔'' واللہ اعلم بالصواب

خندہ پیشانی سے ملنا مسنون ہے:

۳۵-۵: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسٍ......

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا ضَحِكَ.

''سیدنا جریر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پاس آنے سے کبھی منع نہیں فرمایا: اور آپ ﷺ جب بھی مجھے دیکھتے تو ہنس پڑتے۔''

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار (۳۸۲۲/۷)، و کتاب الجهاد، باب من لا یثبت علی الخیل۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل جریر بن عبدالله (۱۳۴/۴ برقم ۱۹۲۵)، سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب جریر من عبدالله (۳۸۲۰/۵)، سنن ابن ماجه، باب فی فضائل اصحاب رسول الله ﷺ مسند احمد بن حنبل (۳۵۸/۴).

تشریح و فوائد :......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ملاقات کے وقت خندہ پیشانی سے ملنا مسنون ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے ہنسنے کی وجہ بعض شارحین نے یہ لکھی ہے کہ سیدنا جریرین عبداللہ رضی اللہ عنہ نہایت خوبصورت تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انہیں یوسف ثانی کہا کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال اور قد و قامت کو دیکھ کر خوشی سے مسکراتے تھے۔

حضور ﷺ مجھے جب بھی دیکھتے مسکراتے:

۳۵-۶: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ......

عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: مَا حَجَبَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ.

"سیدنا جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سے میں مسلمان ہوا ہوں رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پاس آنے سے کبھی نہیں روکا، اور آپ ﷺ نے جب بھی مجھے دیکھا تو مسکرا دیتے۔"

تخریج کے لیے گذشتہ حدیث ملاحظہ فرمائیں ۔

تشریح:......حدیث کا متن گذشتہ روایت جیسا ہی ہے سوائے آخری لفظ کے۔ پہلی روایت میں اِلَّا ضَحِكَ کے الفاظ ہیں اور اب اِلَّا تَبَسَّمَ کے الفاظ ہیں۔ اس روایت کو ذکر کے امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ پہلی حدیث میں جو ہنسنے کے الفاظ ہیں ان سے مراد مسکرانا ہی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ مسکرانے کی تھی ہنسنے کی نہیں تھی۔

سب سے آخر میں جنت جانے والا کون ہے؟

۳۵-۷: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، ثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عُبَيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ. قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: انْطَلِقْ إِلَى الْجَنَّةِ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ، فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيُقَالُ لَهُ: تَمَنَّ، قَالَ: فَيَتَمَنَّى، فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشْرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا، قَالَ:

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً میں اس شخص کو بخوبی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا، وہ ایسا آدمی ہوگا جو سرینوں کے بل گھسیٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا، اس کو حکم ہوگا کہ جاؤ جنت میں چلے جاؤ۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص جنت میں داخل ہونے کے لیے جائے گا تو وہ دیکھے گا کہ جنت میں سب لوگوں نے اپنے اپنے ٹھکانوں پر رہائش اختیار کی ہوئی ہے۔ وہ شخص لوٹ کر آئے گا اور کہے گا: اے پروردگار! وہاں تو سب لوگوں نے اپنی اپنی جگہ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو دنیا کے اس زمانے کو یاد کرتا ہے جس زمانے میں تو وہاں تھا (کہ دنیا کتنی بڑی تھی)؟ وہ عرض کرے گا: ہاں پروردگار! مجھے وہ وقت یاد ہے۔ پھر اس سے

فَيَقُوْلُ: أَتَسْخَرُ بِيْ وَأَنْتَ الْمَلِكُ". قَالَ :فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

کہا جائے گا کہ کوئی آرزو کرو، پس وہ آرزو کرے گا۔ پھر اس سے کہا جائے کہ تمھیں تمھاری آرزو کے مطابق بھی دیا اور پوری دنیا سے دس گناہ زیادہ بھی عطا کیا۔ وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! کیا آپ میرے ساتھ دل لگی کرتے ہیں حالانکہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہیں؟ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ اس شخص کی یہ بات بیان فرمارہے تھے تو آپ ﷺ اس موقعہ پر ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک دکھائی دینے لگے۔"

تخریج ......: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار (۱۱/۶۵۷۱)، وکتاب التوحید، باب کلام الرب یوم القیامة مع الانبیاء (۱۳/۷۵۱۱) صحیح مسلم ، کتاب الایمان، باب آخر اهل النار خروجاً (۱/۳۰۸ برقم ۱۷۳)، سنن ترمذی، ابواب صفة جهنم (۴/۲۵۹۵)، سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب صفة الجنة (۲/۴۳۳۹)، مسند احمد بن حنبل (۳۵۹۵)۔

مفردات:

زَحْفًا: سرین کے بل، گھٹنوں کے بل اَلْمَنَازِلَ: مقام، جگہیں محل تَمَنَّ: مَنٌّ سے ہے فعل امر حاضر معلوم واحد مذکر حاضر۔ تو خواہش کر۔ آرزو کر۔

تشریح وفوائد:

نبی اکرم ﷺ کا تبسم فرمانا تعجب کی وجہ سے تھا، اور یہ تعجب اللہ عظیم وبرتر کی رحمت کاملہ پر اور اس شخص کے کلام پر آیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل کبائر بالآخر جہنم سے نکال لیے جائیں گے اور ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا، صرف وہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے جن کو قرآن کریم ابدی جہنمی قرار دیتا ہے۔

حضور ﷺ کی اتباع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسکرانا:

۳۵-۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ......

عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ. ثُمَّ قَالَ: ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ

"علی بن ربیعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک سواری کا جانور آپ کے لیے لایا گیا تا کہ آپ اس پر سوار ہوں، انہوں نے رکاب میں پاؤں رکھا تو بسم اللہ کہا اور جب سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تو الحمد للہ کہا پھر یہ دعا پڑھی۔ ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ

مُقْرِنِيْنَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ . ثُمَّ قَالَ: أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثاً اَللّٰهُ أَكْبَرُ ثَلَاثًا سُبْحَانَكَ إِنِّي [قَدْ] ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْلِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ . فَقُلْتُ: مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "إِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ: رَبِّ اغْفِرْلِي ذُنُوْبِيْ إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ أَحَدٌ غَيْرُهُ .

سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر کر دیا، ورنہ ہم اسے مسخر نہ کر سکتے تھے اور بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ پھر تین مرتبہ الحمد اللہ ،تین بار اللہ اکبر کہا اور یہ دعا پڑھی، "سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْلِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ" کہ اے اللہ تو پاک ہے میں نے ہی اپنے آپ پر ظلم کیا مجھے معاف فرما دے، بلاشبہ تیرے علاوہ گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرتا، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسکرائے، میں نے عرض کیا: امیر المومنین ! آپ مسکرائے کیوں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا انہوں نے بھی اسی طرح کیا تھا جیسا کہ میں نے کیا ہے پھر آپ ﷺ بھی مسکرائے تھے، تو میں نے بھی عرض کیا تھا، اللہ کے رسول ﷺ ! آپ مسکرائے کیوں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ تیرا رب اپنے بندے پر اس وقت خوش ہوتا جب وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب، میرے گناہ معاف کر دے، تیرے سوا کوئی میرے گناہ معاف کرنے والا نہیں ہے۔"

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے، سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب مایقول الرجل اذارکب (۲۶۰۲/۳)، سنن ترمذی ابواب الدعوات، باب مایقول اذارکب الناقة (۳۴۴۶/۵)، مسند احمد بن حنبل (۱۱۵،۹۷/۱)، مستدرك حاكم (۹۹،۹۸/۲).

راوی حدیث علی بن ربیعہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی علی بن ربیعہ بن نضلہ، ابومغیرہ کوفی بجلی اسدی ثقہ تابعی ہیں۔ آپ نے سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ، سیدنا سعید بن عبید الطائی وغیرہم نے کسب فیض کیا، امام نسائی نے آپ کو ثقہ اور امام ابوحاتم نے صالح الحدیث کہا ہے۔ ائمہ صحاح ستہ نے آپ کی احادیث نقل کیں ہیں۔

مفردات:

دَابَّةٌ: جانور گھوڑا لغت میں كُلُّ مَا يَدِبُّ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ کو دَابَّةٌ کہتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں بھی اسی مفہوم میں مذکور ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (هود: ٦)

پھر عرف عامہ میں اسے ذات الاربع (چارٹانگوں والا جانور) کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔

تشریح و فوائد :......اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ: یقیناً تیرا رب تعجب کرتا ہے، عَجَبَ يَعْجَبُ کا لغوی معنی تعجب کرنا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ذات تعجب سے منزہ ہے، کیونکہ تعجب کسی نہ معلوم چیز کے علم میں آنے پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے لہٰذا یہاں معنی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر خوش ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حدیث میں سواری پر سوار ہونے دعا مذکور ہے یاد رہے کہ گھوڑے، اونٹ، گدھے، یا موٹر، ریل، جہاز، بس وغیرہ، یعنی جو بھی خشکی کی سواری ہو ان سب پر سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے اور اگر پانی کا سفر ہو اور کشتی یا بحری جہاز وغیرہ پر سوار ہوں تو اس وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَحِيْمٌ [1] اللہ تعالیٰ کے نام ہی سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے یقیناً میرا پروردگار بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

غزوہ خندق میں حضور ﷺ کا مسکرانا:

٣٥-٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَسْوَدِ......

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ سَعْدٌ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ كَانَ ضَحِكُهُ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مَعَهُ تُرْسٌ وَكَانَ سَعْدٌ رَامِيًا، وَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا بِالتُّرْسِ؛ يُغَطِّي جَبْهَتَهُ. فَنَزَعَ لَهُ سَعْدٌ بِسَهْمٍ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ رَمَاهُ، فَلَمْ يَخْطِئْ هَذِهِ مِنْهُ -يَعْنِي جَبْهَتَهُ- وَانْقَلَبَ الرَّجُلُ، وَشَالَ بِرِجْلِهِ. فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ، قَالَ: قُلْتُ: مِنْ أَيِّ شَيْءٍ

''عامر بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ خندق کے دن اتنا ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں (عامر بن سعد کہتے ہیں) میں نے پوچھا آپ ﷺ (اتنا) کیوں ہنسے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ایک (کافر) آدمی کے پاس ڈھال تھی اور سعد اگرچہ بڑے تیرانداز تھے مگر وہ کافر اپنی ڈھال کو اِدھر اُدھر کر کے اپنا چہرہ بچا رہا تھا، پس سعد نے اپنی ترکش سے تیر نکالا، تو جونہی اس کافر نے اپنا سر اٹھایا تو سعد نے تیر فوراً چھوڑ دیا اور اب کہ یہ تیر خطا نہ ہوا اور سیدھا اس کی پیشانی پر لگا، اور وہ گر گیا اور اس کی ٹانگ اوپر اٹھ گئی، اس پر آپ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے

[1] یہ آیت قرآنی ہے۔ (سورۃ ہود:٤١) سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا ہے جب وہ کشتی پر سوار ہوئے۔

ضَحِكَ قَالَ: "مِنْ فِعْلِهِ بِالرَّجُلِ". دندان مبارک نظر آنے لگے۔ عامر کہتے ہیں میں نے پوچھا آپ ﷺ کس وجہ سے ہنسے؟ انہوں نے بتایا کہ سعد کے اس کام سے جو انہوں نے اس کافر سے کیا۔''

تخریج...... یہ حدیث **ضعیف** ہے۔ مسند احمد بن حنبل (۱/۱۸۶)، امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اسے **مجمع الزوائد** میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس روایت کو امام احمد اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور ان دونوں کے راوی محمد بن محمد بن الاسود کے علاوہ صحیح کے راوۃ ہیں جبکہ وہ ثقہ ہے۔ شیخ احمد شاکر فرماتے ہیں اس روایت کی سند صحیح ہے۔ محمد بن محمد بن الاسود کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں مستور کہا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی التاریخ الکبیر (۱/۱،۲۲۶) ذکر کیا ہے لیکن ان کے بارے میں کوئی جرح اور تعدیل ذکر نہیں کی، اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے بھی الجرح والتعدیل میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور سکوت اختیار کیا ہے علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے محمد بن محمد بن اسود کے، اس سے صرف عبداللہ بن عون الثقہ اور ھشام بن زیاد نے روایت کی ہے اور ھشام بن زیاد متروک ہے۔ چنانچہ اس کا شمار مجہولین میں ہوتا ہے خصوصاً جبکہ اسے کسی محدث نے ثقہ نہیں کہا حتی کہ ابن حبان نے بھی ثقہ نہیں کہا (مختصر الشمائل المحمدية ص : ۱۲٤)۔

راوی حدیث عامر بن سعد بن ابی وقاص کا تعارف:

اس حدیث کے راوی عامر بن سعد بن ابی وقاص الزھری المدنی ہیں جن کی اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات ثابت ہے آپ ثقہ تابعی تھے، آپ نے سیدنا عثمان بن عفان، عم رسول سیدنا عباس بن عبدالمطلب، سیدنا ابوایوب انصاری، سیدتنا عائشہ صدیقہ، اور سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے علم حاصل کیا ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں فوت ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

مفردات:

تُرُسٌ: سپر، ڈھال۔ رَامِيًا: تیرانداز۔ يُغَطِّي: چھپائے ہوئے تھا، ڈھانپے ہوئے تھا۔
نَزَعَ: نکالا سَهْمٌ: تیر شَالَ: اوپر کیا بلند کیا۔

باب ماجاء فی ضحك رسول الله ﷺ مکمل ہوا۔

والحمد لله على ذالك

☆............☆............☆

باب نمبر ۳۶:

رسول اللہ ﷺ کے مزاح (خوش طبعی اور دل لگی) کا طریقہ

(اس باب میں چھ احادیث ہیں)

مِـزَاحٌ: بکسر المیم ہو تو اس کے معنی ہنسی اور انبساط کے ہیں، اور جب میم کے ضمہ کے ساتھ ہو تو دل لگی کرنا، خوش طبعی کرنا ہے۔

مزاح: کسی سے ایسی خوش مزاجی کرنا جس میں اسے تکلیف نہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ لَا تُـمَـارِ اَخَـاكَ وَلَا تُـمَا زِحْهُ [1] یعنی ''اپنے مسلمان بھائی سے نہ جھگڑا کرو اور نہ اس سے مزاح کرو۔'' امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس مزاح سے آپ ﷺ نے روکا ہے وہ مزاح کی زیادتی اور دوام ہے کیونکہ اس سے کثرتِ ضحک وجود میں آتی ہے اور کثرت ضحک دل کو مردہ کر دیتی ہے، دل سخت ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ انسان دین میں غور وفکر کرنے سے مشغول ہو جاتا ہے اور اکثر لوگوں کی تکلیف کا باعث بنتا ہے بلکہ یہ مزاح بعض دفعہ آپس میں کینہ اور بغض کا باعث بنتا ہے، نیز اس سے آدمی اپنا وقار وعزت اور ہیبت کھو بیٹھتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے شاذونادر طور پر اسے اپنایا ہے، جس سے مخاطب کو مانوس کرنا اور خوش کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ مستحب ہے اور اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ خوش مزاجی، بذلہ سنجی اور خوش طبعی میں بھی کبھی وقار سے گری ہوئی یا کسی دوسرے کو دکھ دینے والی یا غلط بات نہیں کرتے تھے بلکہ مزاح اور دل لگی کے لہجے میں بھی سچی اور صحیح بات ہی ارشاد فرماتے، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنِّـيْ لَا مْـزَحُ وَلَااَقُـوْلُ اِلَّا الْحَقَّ [2] یعنی یقیناً میں مزاح کرتا ہوں مگر (اس میں بھی) سچ کہتا ہوں، الغرض امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں چھ ایسی احادیث بیان کی ہیں جن میں مزاح بارے نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔

---

[1] سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی المراء، حدیث: ۱۹۹۵۔ واسناده ضعیف. لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔

[2] سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی المزاح، حدیث: ۱۹۹۰۔ وقال حسن صحیح. نیز دیکھئے: حدیث: ۲۳۸۔ لیکن اس میں ''انی لا مزح'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ معجم کبیر طبرانی (۱۳۴۴۳/۲) بهذا اللفظ واسناده ضعیف۔ مجمع الزوائد (۸۹/۸).

اے دوکانوں والے:

٣٦-١: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، أَنْبَأَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ شَرِيْكٍ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ......

عَـنْ أَنَـسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: "يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ" قَالَ مَحْمُوْدٌ قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: يَعْنِي يُمَازِحُهُ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: ''اے دوکانوں والے'' راوی محمود (بن غیلان) کہتے ہیں ابواسامہ نے کہا: یعنی آپ ﷺ نے اس سے مزاح کیا۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب فی المزاح (١٩٩٢/٤) وابواب المناقب (٣٨٢٨/٥)، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المزاح (٥٢٠٠/٤)، مسند احمد بن حنبل (١٢٧/٣، ٢٦٠)، السنن الکبریٰ للبیہقی (٢٤٨/١٠).

تشریح و فوائد :......يَاذَالْاُ ذُنَيْنِ: اے دوکانوں والے، اس سے اچھی طرح سننے پر ترغیب کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز یہ قول آپ ﷺ کی خوش مزاجی پر دلالت کرتا ہے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے یہ الفاظ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یادگار بن گئے۔ دیگر روایات میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ اس طرح کا ہلکا پھلکا مزاح کرلیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے ایک پانچ سالہ بچے محمود بن الربیع کے منہ پر بطور مزاح کلی کی تو یہ بات انہیں یاد رہی، اور اسی وجہ سے ان کا شمار صحابہ کرام میں ہوتا کہ انہوں نے سن تمیز میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، سب سے کم عمر صحابی یہی ہیں۔ [1]

سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی چھوٹی سی بیٹی کے چہرے پر آپ ﷺ نے پانی کے چھینٹے مارے تو انتہائی بوڑھی ہونے کے باوجود ان کے چہرے سے رونق شباب نہیں گئی۔ [2] سبحان اللہ۔

اے ابوعمیر! کہاں گئی تیری نغیر؟

٣٦-٢: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، ثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ......

عَـنْ أَنَـسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَـالَ: إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُخَالِطُنَا حَتَّى إِنْ كَانَ لَيَقُوْلُ لِأَخٍ لِي صَغِيْرٍ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بلاشبہ نبی اکرم ﷺ ہم سے اتنے مل جل جاتے تھے کہ ایک مرتبہ میرے چھوٹے بھائی کو کہا: اے عمیر کے باپ! تمہارا نغیر کیسا ہے امام ابوعیسیٰ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب متی یصح سماع الصغیر، حدیث: ٧٧۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة لعذر، حدیث: ٢٦٥۔٣٣.

[2] الاستیعاب لابن عبدالبر (٩٩/٢)، چھوٹی بیٹی سے مراد زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

النُّغَيْرُ . قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى وَفِقْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُمَازِحُ ، وَفِيْهِ أَنَّهُ كَنّٰى غُلامًا صَغِيْرًا فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا عُمَيْرٍ وَفِيْهِ أَنْ لا بَأْسَ أَنْ يُعْطَى الصَّبِيُّ الطَّيْرَ لِيَلْعَبَ بِهِ، وَإِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ، لِأَنَّهُ كَانَ لَهُ نُغَيْر فَيَلْعَبُ بِهِ فَمَاتَ فَحَزَنَ الْغُلَامُ عَلَيْهِ فَمَازَحَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ .

(ترمذی) فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ مزاح بھی فرمالیا کرتے تھے، اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا حضور اقدس ﷺ نے ایک بچے کی کنیت ابوعمیر رکھی، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں کوئی امر مانع نہیں کہ بچے کو پرندہ دیا جائے کہ وہ اس سے کھیلے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: یَا اَبَا عُمَيْرٍ ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ اس سے مراد یہ ہے کہ اس بچے کے پاس ایک نغیر تھی جس سے وہ کھیلتا تھا وہ نغیر مرگئی تو اس بچے کو افسوس ہوا، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے دل لگی اور خوش طبعی کرتے ہوئے فرمایا: یَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ۔"

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الکنیة للصبی قبل ان یولد (۶۱۲۹/۱۰)، صحیح مسلم، کتاب الادب، باب جواز تکنیة من لم یولد (۳۰/۴ برقم ۱۶۹۲،۱۶۹۳)، سنن ابی داؤد، کتاب الادب (۴۹۶۹/۴)، سنن ترمذی، ابواب الصلوة (۳۳۳/۲)ابواب البر والصلة (۱۹۸۹/۴)سنن ابن ماجه، کتاب الادب (۳۷۲۰/۲)، مسند احمد بن حنبل (۳/ ۱۱۵، ۱۱۹، ۱۷۱، ۱۸۸، ۱۹۰، ۲۰۱، ۲۱۲، ۲۲۲)، السنن الکبرٰی للبیهقی (۲۴۸/۱۰)، عمل الیوم واللیلة للنسائی (ص : ۲۸۶،۲۸۷).

مفردات:

لَيُخَالِطُنَا: وہ ہم سے مل جل گئے۔اس کا ثلاثی مجرد خَلَطَ يَخْلُطُ خَلْطًا ہے جس کے معنی ملا دینے کے ہیں۔

نُغَيْر: یہ نُغَرٌ کی تصغیر ہے اس کی جمع نُغْران ہے ایک سرخ چونچ والی چڑیا۔علماء اس کا اردو ترجمہ لال کرتے ہیں صاحب حیاۃ الحیوان نے اس کا ترجمہ بلبل کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی دل لگی اور خوش طبعی:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوش خلق تھے میرا ایک چھوٹا بھائی ابوعمیر تھا اس کی ایک چھوٹی سے چڑیا تھی جسے نغیر (بلبل) کہا جاتا تھا، اس سے وہ کھیلتا تھا ایک دن وہ چھوٹی سی بلبل مرگئی، جس پر میرا بھائی بڑا رنجیدہ ہوا، نبی اکرم ﷺ میرے گھر میں گئے تو فرمانے لگے: ابوعمیر کے باپ! نغیر کا کیا ہوا؟ [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الکنیة للصبی، حدیث: ۶۲۰۳۔ صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب جواز تکنیة من لم یولد له، حدیث: ۲۱۵۰۔

دیگر مستنبط مسائل:

❀ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے کو کھیلنے کے لیے پرندہ دیا جاسکتا ہے جبکہ معلوم ہو کہ وہ اس کو تکلیف نہیں دے گا۔

❀ مزاح کرنا جائز ہے، سنت یا مستحب نہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا، پھر عملاً خود کیا، تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جواز کی حد تک جائز ہے، سنت یا مستحب نہیں ہے۔ جس طرح کھڑے ہو کر پانی پینا ممنوع ہے مگر جائز ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو جو ہیبت وقار ودیعت فرما رکھی تھی آپ ﷺ کا مزاح اس پر اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ کبھی کبھی کوئی آدمی آپ کے سامنے کھڑا ہوتا تو اس پر کپکپی طاری ہو جاتی جیسا کہ صحیح روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک آدمی کھڑا ہوا تو کانپنے لگا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''تسلی رکھو! میں بادشاہ نہیں ہوں، اور جبار و سرکش بھی نہیں ہوں، میں ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کے کٹے ہوئے ٹکڑے کھا لیتی تھی'' تب اس شخص نے اپنی ضرورت و حاجت کی بات بیان کی۔ پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے: ''لوگو! مجھے بذریعہ وحی حکم ملا ہے کہ تمہیں حکم دوں کہ تم تواضع اختیار کرو، اور کوئی شخص کسی دوسرے پر بغاوت نہ کرے، اور کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔'' [1]

حضور اکرم ﷺ کی ہیبت و وقار:

نبی کریم ﷺ کی ہیبت و وقار کے بارے میں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہا۔ مگر آپ سے حیاء و تعظیم کرتے ہوئے کبھی نظر بھر کر آپ کو دیکھ نہیں سکا۔ اگر کوئی مجھے کہے کہ نبی اکرم ﷺ کا حلیہ بیان کرو تو میں یہ نہیں کرسکتا۔'' [2] اگر نبی اکرم ﷺ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کشادہ روئی، انسیت و تالیف اور کرم و ملاطفت نہ ہوتی تو کوئی شخص بھی آپ سے ڈر اور ہیبت و وقار کی وجہ سے کلام نہ کرسکتا، اور نہ ہی نظر بھر کر دیکھ سکتا۔

اللہ کے رسول ﷺ مزاح میں بھی سچ بات فرماتے:

٣٦-٣: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ، قَالَ: أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيْقٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبَرِيِّ......

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب القديد، حديث: ٣٣١٢ـ مستدرك حاكم (٤٧/٣).

[2] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب كون الاسلام يهدم ما قبله، حديث: ١٢١ مطولاً.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا؟ قَالَ: "إِنِّي لَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا)). تَدَاعِبُنَا يَعْنِي تُمَازِحُنَا.

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بعض صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مزاح بھی فرما لیتے ہیں؟ فرمایا: ''(ہاں) مگر میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔'' امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں آمدہ لفظ تُدَاعِبُنَا کا معنی تُمَازِحُنَا ہے یعنی آپ ہم سے مزاح کرتے ہیں۔''

تخریج...... یہ روایت حسن ہے۔ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة (٤/١٩٩٠)، مسند احمد بن حنبل (٢/٣٦٠)، الادب المفرد للبخاری (٢٦٥). اس حدیث کی سند میں اسامہ بن زید اللیثی صدوق راوی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ''الادب المفرد'' میں یہ روایت ایک دوسری سند سے نقل کی ہے جس میں عبداللہ بن صالح کاتب اللیث ضعیف ہے۔ دونوں سندوں کی تحقیق کے بعد اس روایت کا درجہ حسن لذاتہ ہے۔ واللہ اعلم۔

تشریح :......معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے مزاح اور خوش طبعی میں بھی حق اور صحیح قول ہی نکلتا تھا تو جو شخص اس قسم کا مزاح کر سکے اس کے لیے مزاح کرنا درست اور جائز ہے مگر جھوٹا تمسخر اور تکلیف دینے والا استہزاء یا دل کو مردہ کر دینے والی ہنسی قطعی طور پر درست نہیں، بلکہ ناجائز ہے۔

٣٦-٤ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ حُمَيْدٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَنَّ رَجُلًا إِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: "إِنِّي حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ"، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوْقُ؟

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔'' وہ کہنے لگا: اللہ کے رسول! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سواری کے قابل) اونٹ کو بھی تو اونٹنی ہی جنم دیتی ہے۔''

تخریج...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة (٤/١٩٩١)، سنن ابی داؤد، کتاب الادب باب ما جاء فی المزاح (٤/٤٩٩٨)، مسند احمد بن حنبل (٤/٣٦٧)، اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی الشیخ (ص: ٨٨)، الادب المفرد للبخاری (برقم: ٢٦٨)، مسند ابی یعلی الموصلی (٤/٣٧٦٤). السنن الکبری للبیهقی (١٠/٢٤٨)، شرح السنة (١٣/١٨٢).

مفردات:

اِسْتَحْمَلَ: سواری طلب کی۔ یہ باب استفعال سے ہے اس باب میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں۔

نُوْقٌ: اونٹنی۔

تشریح و فوائد :......اس روایت سے معلوم ہوا کہ بغیر تحقیق اور غور وفکر کے کسی بات کو رد نہیں کرنا چاہیے بلکہ اچھی طرح تحقیق کرنے کے بعد فیصلہ کرنا چاہیے۔ نیز اس میں ایک لطیف قسم کا مزاح بھی ہے۔

ایک دیہاتی سے حضور ﷺ کی خوش طبعی:

۳۶-۵: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، ثَنَا مُعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، : أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ -كَانَ اسْمُهُ زَاهِرًا. وَكَانَ يُهْدِيْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ هَدِيَّةً مِنَ الْبَادِيَةِ. فَيُجَهِّزُهُ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ" وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّهُ، وَكَانَ رَجُلًا دَمِيْمًا، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهُ وَاحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهُ. فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ أَرْسِلْنِي فَالْتَفَتَ، فَعَرَفَ النَّبِيَّ ﷺ فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْصَقَ ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ عَرَفَهُ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ: "مَنْ يَشْتَرِيْ هَذَا الْعَبْدَ؟" فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُوْنِي كَاسِدًا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ" أَوْ قَالَ: "أَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ غَالٍ".

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص دیہات کا رہنے والا تھا جس کا نام زاہر تھا، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دیہات کا کوئی تحفہ بھی حضور ﷺ کو پیش کرتا، پھر جب وہ شخص جانے کا ارادہ کرتا تو رسول مقبول رضی اللہ عنہ اس کو کوئی تحفہ عنایت فرماتے۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں، آنحضرت ﷺ اس شخص سے محبت کرتے تھے، اور وہ آدمی قدرے بدصورت تھا۔ ایک دن نبی اکرم ﷺ اس کے پاس اس حالت میں آئے کہ وہ اپنا کچھ سامان فروخت کر رہا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے پیچھے سے آ کر اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا اور اس کو اپنے ساتھ لگا لیا تا کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔ وہ کہنے لگا، یہ کون ہے؟ مجھے چھوڑو۔ جب اس نے حضور ﷺ کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو نبی اکرم ﷺ کے سینہ مبارک کے ساتھ لگانے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس غلام کا کون خریدار ہے؟'' وہ کہنے لگا: اللہ کے رسول! مجھے تو آپ گھاٹے کا سودا پائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لیکن تو اللہ تعالیٰ کے ہاں گھاٹے والا نہیں ہے۔'' یا فرمایا: ''تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا قیمتی ہے۔''

تخریج......: یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (۱۶۱/۳)، مصنف عبد الرزاق (۴۵۵/۱۰) برقم

١٩٦٨٨)، شرح السنة للبغوی (٣٤٩٨/٦)، سنن البیهقی (٢٤٨/١٠) امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو ''مجمع الزوائد'' (٣٦٩/٣) میں ذکر کرکے فرماتے ہیں: ''مسند احمد بن حنبل کی اس سند کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

مفردات:

اَنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ: زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں مراد یہ ہے کہ وہ دیہات میں کاشت ہونے والی اشیاء ترکاری وغیرہ ہمیں لاکر دیتا ہے اور وہ اشیاء جو شہر میں میسر ہیں ہم اسے تحفہ میں دے دیتے ہیں۔

دَمِيْمًا: زشت رو، بدشکل۔ ایسا قبیح الصورہ شخص جو شکل وصورت کا قبیح اور سیرت وکردار کا عمدہ ہوتا ہے۔

اِحْتَضَنَهُ: ای ضَمَّهُ إِلٰى صَدْرِهِ اس کو اپنے سینے سے لگایا۔ اس کا مصدر اِحْتِضَانِ ہے مراد گود میں لگانا یا گود میں لے لینا۔

لَا يَأْلُوْا: تقصیر نہ کی، کمی نہ کی۔

اَلْصَقَ: رگڑنا، ملنا۔ كَاسِدًا: کم قیمت ہونا، کھوٹا ہونا۔ غَالٍ: بیش قیمت ہونا، مہنگا ہونا اور اونچا ہونا۔

دیہاتی کے نصیب جاگ پڑے:

حدیث بالا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی اخلاقِ کریمانہ کا اظہار ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو اپنے بازوؤں میں لینا بہت ہی پیار اور محبت بھرا مزاح تھا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کتنا نفیس مزاح ہے کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے، اس کی عاجزی ملاحظہ ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میں زشت رو، قبیح صورت تو بہت کم قیمت ہوں گا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ہی بیش قیمت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کا معیار خوبصورتی یا بدصورتی نہیں ہے بلکہ حسن سیرت وکردار قبولیت کا معیار ہے ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَنْظُرُ إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَقُلُوْبِكُمْ'' [1] کہ ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے۔'' ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔''

جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہ ہوگی:

٦-٣٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا مَصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ، ثَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ فُضَالَةَ......

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم، حدیث: ٢٥٦٤/٣٤۔ سنن ابن ماجه (٤١٤٣).

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: أَتَتْ عُجُوْزٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَنِيْ الْجَنَّةَ. فَقَالَ: "يَا أُمَّ فَلَانٍ! إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا عُجُوْزٌ". قَالَ: فَوَلَّتْ تَبْكِي. فَقَالَ: "أَخْبِرُوْهَا أَنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِيْ عُجُوْزٌ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُوْلُ: ﴿إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا﴾ (سورة الواقعه: الآيات: ٣٥۔٣٧))

''حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں جنت میں داخل ہوجاؤں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے فلاں شخص کی والدہ! جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی۔'' (حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ وہ بڑھیا روتی ہوئی واپس چلی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے خبر کردو کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں نہیں جائے گی (بلکہ نوجوان دوشیزہ بن کر جائے گی) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا﴾ کہ ہم نے ان عورتوں کو اس خاص انداز پر پیدا کیا کہ وہ کنواریاں، دل پسند اور ہم عمر ہیں۔''

تخریج...... یہ روایت اپنے شواہد کے اعتبار سے حسن ہے۔ اس سند کے ساتھ یہ روایت مرسل ہے کیونکہ حسن بصری تابعی ہیں اور کسی صحابی کے واسطہ کے بغیر یہ روایت بیان کر رہے ہیں، اس سند میں مصعب بن مقدام راوی صدوق ہیں اور ان کو اکثر وہم ہوجاتا تھا، اسی طرح اس سند میں مبارک بن فضالہ مدلس راوی ہے اور روایت بھی عنعنہ کے طریق پر ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے البتہ ابوالشیخ بن حبان نے ''اخلاق النبی ﷺ'' (ص:۸۸) میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے اس کا ایک شاہد حدیث ''اِنَّا حَامِلُوْكَ عَلَى وَلَدِ النَّاقَةِ'' کے ضمن میں ذکر کیا ہے اس کی سند صحیح ہے، اسی طرح اس کا ایک شاہد سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے امام طبرانی نے ''معجم الاوسط'' میں نقل ہے کہ ایک بوڑھی انصاریہ عورت نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کردے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہوگی'' یہ کہہ کر آپ ﷺ نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اس عورت کو آپ کے کلمہ سے بڑی تکلیف پہنچی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو ایسے ہے کہ اللہ تعالیٰ جب ان کو جنت میں داخلہ دے گا تو ان کو کنواریوں میں بدل دے گا۔'' [1] امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں طبرانی کی سند میں مسعدۃ بن یسع راوی ضعیف ہے۔ اس کے ہم معنی دیگر شواہد بھی ہیں جن کی بنا پر محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] معجم اوسط طبرانی (۵۷۰۳)۔ مجمع الزوائد (۱۰/۳۱۹).

مفردات:

اَلْعُجُوْزُ: المرأة المسنّة، بوڑھی عورت۔

اَنْشَأْنَا: اَحْدَثَهُ ای خَلَقَهُ. پیدا کرنا۔

اَبْكَارًا: یہ بکر کی جمع ہے۔اَلْفُتِيَةُ الْعَذْرَاءُ: کنواری عورت۔

عُرُبًا: یہ عُرُوْبٌ کی جمع ہے جیسا کہ رُسُلٌ رَسُوْلٌ کی جمع ہے اپنے خاوندوں سے محبت کرنے والی عورتیں۔

اَتْرَابًا: یہ تَرِبٌ کی جمع ہے مُسْتَوِيَاتٌ فِي السِّنِ. ہم عمر کأنھن اَشْبَهْنَ فِي تَسَاوِي التَّرَائِبِ، گویا کہ وہ سینوں کے ابھار میں مردوں کے مشابہ ہیں۔

فائدہ :......معلوم ہوا کہ شرعی طور پر ایسا مزاح اور مذاق جائز ہے جس میں جھوٹ نہ ہو، جھوٹ پر مبنی یا حقیقت سے بعید مذاق جس سے کسی کو محض پریشان کرنا مقصود ہو وہ نہ شرعاً جائز ہے اور نہ اخلاقاً۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مِزَاحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مکمل ہوا۔

والحمد للّٰه علی ذالك

☆............☆............☆

باب نمبر ۳۷:

رسول اللہ ﷺ کا اشعار کہنے کا انداز

(اس باب میں گیارہ احادیث ہیں)

شِعْرٌ: بکسر الشین ، شَعَرَ یَشْعُرُ شُعُوْرًا کے مادہ سے ہے لغوی معنی ادراک وشعور کے ہیں، شاعر کو ایک خاص قسم کا شعور ہوتا ہے جبکہ عام آدمی کو یہ ملکہ حاصل نہیں ہوتا اور شعر کا اصطلاحی معنی وہ کلامِ موزون جس میں ردیف، قافیہ اور وزن ہو۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ) ''تفہیمات'' میں شعر کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''اَصْوَاتٌ مَقْطَّعَةٌ بِاَزَامِ مَعَانٍ مُتَنَوَّعَةٍ'' کہ ''یہ موزون آوازیں ہوتی ہیں جو طرح طرح کے معانی پر مشتمل ہوتی ہیں۔'' شیخ احمد بن فارس اس کے بارے میں فرماتے ہیں ''کَلَامٌ مَوْزُوْنٌ مُقَفًّی وَیَکُوْنُ اَکْثَرُ مِنْ بَیْتٍ دَلَّ عَلَی مَعْنًی'' کہ شعر ایک سے زیادہ مصرعوں پر مشتمل قافیہ اور ردیف وغیرہ کے ساتھ موزون کلام کا نام ہے جو کسی معنی پر دلالت کرتا ہو۔'' ادبی لحاظ سے مذکورہ بالا دونوں تعریفوں سے زیادہ جامع و مانع تعریف یہ ہے کہ ''کَلَامٌ مَوْزُوْنٌ مُقَفًّی قَصْدًا'' کہ شعر ایک ایسا کلام ہوتا ہے جسے ارادۃً قافیہ، ردیف کے ساتھ موزون کیا جاتا ہے۔ یہاں پر قصداً کا لفظ بڑا اہم ہے مطلب یہ ہے کہ شعر وہ کلام کہلائے گا جو ارادے کے ساتھ موزون کیا گیا ہو، اگر کوئی کلام بغیر ارادے کے شعر کی طرز پر ہو جائے تو وہ شعر نہیں ہوگا۔ چنانچہ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات شعر کے طریقے پر موزون ہیں اسی طرح احادیث بھی، مگر وہ شعر نہیں کہلائیں گی کیونکہ وہ بلا ارادہ موزون ہو گئیں۔

کیا رسول اکرم ﷺ شعر کہتے تھے؟

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اپنی زبان مبارک سے قصداً کوئی شعر نہیں کہا کیونکہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے شایان شان نہ تھا۔ جیسا کہ سورۂ یٰسین میں ہے: ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ﴾ کہ ''نہ تو ہم نے آپ ﷺ کو شعر سکھائے اور نہ یہ آپ ﷺ کے شایانِ شان ہے۔'' (یٰسین:۶۹) اور قرآن کریم کے بارے میں ارشاد الہ العالمین ہے کہ ﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ﴾ کہ ''یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔'' (الحاقہ:۴۱)

البتہ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات کسی شاعر کا مکمل شعر یا اس کا ایک حصہ بطورِ استشہاد ذکر کر دیتے تھے جیسا کہ اس باب سے واضح ہوگا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس باب کو ذکر کرنے کی غرض و غایت بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ کبھی کبھار کوئی شعر بطورِ استشہاد ذکر کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے لیے ضابطہ یہ ہے کہ وہ حقیقت پر مبنی ہو، ظنیات اور وہمیات

سے مبرا ہو، مبالغہ اور کذب سے پاک ہو۔ مگر جو اشعار حقیقت سے دور، ظنیات و وہمیات، مبالغوں اور کذبات پر مشتمل ہوں وہ مذموم و ممنوع ہیں۔ جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "لَأَنْ يَمْتَلِىَ جَوْفُ الرَّجُلِ قَيْحًا خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يُنْشِدَ شِعْرًا" ❶ کہ "بری شعر گوئی سے انسان کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ اپنے پیٹ کو پیپ (جیسی نجس شئی) سے بھر لے۔" اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء میں شاعروں کے بارے میں فرمایا:

﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ٥ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ٥ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ٥﴾ (الشعراء: ٢٢٤ تا ٢٢٦)

"شاعروں کی پیروی وہ کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یہ لوگ تخیل کی ہر وادی میں خیالی گھوڑے دوڑاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔"

عظیم دانشور اور مفسر قرآن محترم حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اور شاعروں کی اکثریت چونکہ ایسی ہوتی ہے کہ وہ مدح و ذم میں، اصول و ضابطے کے بجائے، ذاتی پسند و ناپسند کے مطابق اظہار رائے کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ اس میں غلو اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور شاعرانہ تخیلات میں کبھی ادھر اور کبھی اُدھر بھٹکتے ہیں، اس لیے فرمایا کہ ان کے پیچھے لگنے والے بھی گمراہ ہیں۔ اسی قسم کے اشعار کے لیے حدیث میں بھی فرمایا گیا ہے کہ "پیٹ کو لہو پیپ سے بھرنا، جو اسے خراب کر دے، شعر سے بھر جانے سے بہتر ہے" ❷

سورۃ یٰسین آیت: ٦٩ کی تفسیر میں حضرت حافظ صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں "......شاعری میں بالعموم مبالغہ، افراط و تفریط اور محض تخیلات کی ندرت کاری ہوتی ہے، یوں گویا اس کی بنیاد جھوٹ پر ہوتی ہے، علاوہ ازیں شاعر محض گفتار کے غازی ہوتے ہیں، کردار کے نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے نہ صرف یہ کہ اپنے پیغمبر کو شعر نہیں سکھلائے، نہ اشعار کی اس پر وحی کی، بلکہ اس کے مزاج و طبیعت کو ایسا بنایا کہ شعر سے اس کو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ کبھی کسی کا شعر پڑھتے تو اکثر صحیح نہ پڑھ پاتے اور اس کا وزن ٹوٹ جاتا، جس کی مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔ یہ احتیاط اس لیے کی گئی کہ منکرین پر اتمام حجت اور ان کے شبہات کا خاتمہ کر دیا جائے، اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ قرآن اس کی شاعرانہ تک بندی کا نتیجہ ہے، جس طرح آپ (ﷺ) کی امیت بھی قطع شبہات کے لیے تھی تاکہ لوگ قرآن کریم کی بابت یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ تو اس نے فلاں سے سیکھ پڑھ کر اس کو مرتب کر لیا ہے۔ البتہ بعض مواقع پر آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے ایسے الفاظ کا نکل جانا، جو دو مصرعوں کی

---

❶ مسند احمد (٣/ ٤١)۔ صحیح مسلم، کتاب الشعر، حدیث: ٢٢٥٩. عن ابی سعید رضی اللہ عنہ وحدیث: ٢٢٥٨۔ عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ.

❷ حوالہ سابق۔ نیز دیکھیے: سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء لأن یمتلیء جوف احدکم......، حدیث: ٢٨٥١، ٢٨٥٢.

طرح ہوتے اور شعری اوزان وبحور کے بھی مطابق ہوتے، آپ کے شاعر ہونے کی دلیل نہیں بن سکتے۔ کیونکہ ایسا آپ کے قصد و ارادہ کے بغیر ہوا اور ان کا شعری قالب میں ڈھل جانا ایک اتفاق تھا، جس طرح حنین والے دن آپ کی زبان پر بے اختیار یہ رجز جاری ہوگیا ؏

اَنَـا الـنَّبِـيُّ لا كَـذِبْ　　　اَنَـا ابْـنُ عَبْدِ الْـمُـطَّـلِـبْ

ایک اور موقع پر آپ ﷺ کی انگلی زخمی ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ؏

هَـلْ اَنْتِ إِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ　　　وَفِـىْ سَبِيْلِ الـلّٰـهِ مَا لَقِيْتِ

(صحیح بخاری ومسلم، کتاب الجہاد)

الغرض اس باب میں مذکورہ روایات سے یہ معلومات حاصل ہوں گی کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی شعر گوئی بھی کی ہے یا نہیں؟ کیا آپ ﷺ نے کسی دوسرے شاعر کا کوئی شعر بھی پڑھا ہے یا نہیں؟ نیز شعر گوئی کے بارے میں آپ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ گیارہ احادیث لائے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کبھی کبھار کوئی شعر پڑھ لیتے تھے:

۳۷-۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، ثَنَا شَرِيْكٌ ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شَرِيْحٍ ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قِيْلَ لَهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ الشِّعْرِ قَالَتْ: كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَيَتَمَثَّلُ وَيَقُوْلُ: ((وَيَأْتِيْكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ.

''ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ مثال کے طور پر کسی شعر کو پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا: کہ (ہاں) مثال کے طور پر آپ ﷺ کبھی عبداللہ بن رواحہ کا کوئی شعر پڑھ لیتے تھے اور نبی اکرم ﷺ اس کلام کو بھی بطور تمثیل پڑھ لیا کرتے تھے (تیرے پاس خبریں لے کر وہ آدمی آئے گا جسے تو نے زادِ راہ بھی نہیں دیا۔''

تخریج...... یہ حدیث اپنے شواہد کی وجہ سے صحیح ہے۔ سنن ترمذی ابواب الادب (۲۸۴۸/۵) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، مسند احمد بن حنبل (۱۳۷/٦، ۲۲۲)، الأدب المفرد للبخاری (۸٦۷)، حلیة الاولیاء (۲٦٤/۷)، طبقات ابن سعد (۳۸۳/۱)، المعجم الكبير للطبراني (۱۳٤/۳/۲).

مفردات:

يَتَمَثَّلُ : بیان کرنا، مثال کا تصور کرنا، مثال دینا۔ باب تفعل سے فعل مضارع معلوم ہے۔

لَمْ تَزَوِّدِ: باب تفعیل سے ہے، توشہ، اُجرت، زادراہ کے معنی میں مستعمل ہے۔

تشریح :...... جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نہ خود شاعر تھے اور نہ کسی شاعر کا کلام پڑھا کرتے تھے البتہ کبھی کبھار تمثیل کے طور پر کسی شاعر کا ایک شعر یا ایک مصرعہ پڑھ لیا کرتے تھے جیسا کہ اس حدیث میں ایک مصرعہ ہے پورا شعر یہ ہے

سَتُبْدِیْ لَكَ الْاَیَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا　　　وَیَـاتِیْكَ بِـالْاَخْبَـارِ مَنْ لَمْ تَزَوِّدِ

عنقریب زمانہ تیرے سامنے ایسے حالات بیان کرے گا جو اس وقت تیرے علم میں نہیں ہیں اور تمہارے پاس خبر لے کر وہ آدمی آئے گا جسے تو نے زادِ راہ بھی نہیں دیا۔

سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کے ضمن میں سیدنا عبداللہ بن رواحہ کا نام لیا ہے۔ یہ انصارِ مدینہ میں سے تھے تمام غزوات میں شریک رہے اور رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جنگ موتہ (۸ھ) میں لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

سیاق حدیث سے گویا محسوس ہوتا ہے کہ مذکورہ مصرعہ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ مصرعہ زمانہ جاہلیت کے ایک مشہور شاعر طرفہ ابن عبد (اس کا نام عمرو) تھا کا ہے۔ عربی ادب کی معروف کتاب ''المعلقات السبع'' میں دوسرا معلقہ طرفہ ابن عبد کا ہے مذکورہ شعر اسی معلقہ میں موجود ہے۔

حضور ﷺ کا پسندیدہ شعر:

۳۷-۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: ثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، ثَنَا أَبُو سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "إِنَّ أَصْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ، كَلِمَةُ لَبِيدٍ: أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلُ، وَكَادَ أُمَيَّةُ ابْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ".

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کلام بھی شاعر نے کہا اس میں سب سے سچا کلام لبید کا یہ قول ہے۔ "أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلُ" خبردار! اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل (فانی) ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اور قریب تھا کہ امیہ بن ابی صلت مسلمان ہو جاتا۔''

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب الادب (۱۰/۶۱۴۷)، صحیح مسلم، کتاب الشعر (۴/۲ برقم ۱۷۶۸، ۱۷۶۹)، سنن ترمذی، ابواب الادب (۵/۲۸۴۹)، سنن ابن ماجه، کتاب الادب (۲/۳۷۵۷).

مسند احمد بن حنبل (۲/۲۴۸، ۳۹۱، ۳۹۳، ۴۴۴، ۴۵۸، ۴۸۰، ۴۸۱).

مفردات:

الصدق. ضد الكذب: ایسی کلام جس میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہو۔ ایسی کلام جس میں حقیقت کے خلاف کوئی چیز نہ ہو۔ اصدق اسم تفصیل ہے۔

تشریح: ......شعر کا بقیہ حصہ

حدیث الباب میں شعر کا پہلا مصرعہ مذکور ہے مکمل شعر یہ ہے۔

أَلَاكُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلُ
وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ
نَعِيْمُكَ فِي الدُّنْيَا غُرُوْرٌ وَحَسْرَةٌ
وَاَنْتَ قَرِيْبًا عَنْ مَقِيْلِكَ رَاحِلُ

اللہ عزوجل کے علاوہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور بلاشبہ ہر نعمت ختم ہوجانے والی ہے۔ تیرے پاس موجود دنیا کی تمام نعمتیں دھوکہ اور حسرت ہیں اور خود تو بھی جلد اس دارِفانی سے کوچ کرنے والا ہے۔

لبید بن ربیعہ کا تعارف:

یہ شعر لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا ہے یہ زمانۂ جاہلیت کے عظیم شاعر و ادیب تھے۔ "المعلقات السبع" (وہ سات قصیدے جنہیں ندرت وعمدگی کی وجہ سے کعبۃ اللہ میں آویزاں کیا گیا تھا) میں چوتھا قصیدہ انہی کا ہے انہوں نے نوے سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اس کے بعد پچاس سال تک بقید حیات رہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اشعار کہنے چھوڑ دیئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لیے شعروشاعری کے بجائے قرآن کریم کی سورۃ بقرہ ہی کافی ہے۔[1] ۴۱ھ میں وفات پاگئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا یہ مصرعہ بڑا پسند تھا کیونکہ عقیدۂ توحید، عظمت الٰہی، دنیا کی بے ثباتی اور فکرآخرت کی انگیخت میں ایک حقیقت اور قرآنی تعلیمات کے موافق ہے۔

امیہ بن ابی الصلت کون تھا:

حدیث میں امیہ بن ابی الصلت کے بارے میں مذکور ہے کہ "قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت اسلام قبول کرلیتا۔ یہ زمانۂ جاہلیت کا ایک نامور اور نابغۂ زمان شاعر تھا اس کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قیامت اور حشر و نشر کا قائل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب معاشرے میں اس کے اشعار کا بڑا چرچا تھا۔ مگر

---

[1] الاصابہ لابن حجر (۳/۲۴)، الاستیعاب لابن عبد البر (۱/۴۱۵)

بے نصیب رہا اور اسلام قبول نہ کر سکا۔ بلکہ حسد میں مبتلا ہوا۔ اپنے اشعار کی عمدگی اور سلاست کی وجہ سے اس کا خیال تھا کہ مجھے نبوت ملنے والی ہے بلکہ اس نے کہا بھی کہ نبوت و رسالت میرا حق تھا، محمد ﷺ بن عبداللہ کو یہ مقام کیسے مل گیا۔ صاحب اتحافات نے بعض روایات کے حوالہ سے لکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا "آمَنَ شِعْرُهُ وَكَفَرَ قَلْبُهُ" ❶ کہ اس کے شعر تو مسلمان ہو گئے لیکن خود یہ کافر ہی رہا۔

حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار کوئی شعر یا اس کا مصرعہ پڑھ لیا کرتے تھے لیکن شرط وہی ہے کہ شعر حقیقت اور سچ پر مبنی ہو اور مبالغہ آرائی سے پاک ہو۔

ایک رجزیہ شعر:

٣٧-٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، قَالَ: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، ثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ......

عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ ، قَالَ: أَصَابَ حَجَرٌ اصْبَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَدَمِيَتْ فَقَالَ:

"هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيْتِ
وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ"

''سیدنا جندب بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی انگلی کو ایک پتھر لگا جس سے وہ زخمی ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيْتِ
وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ"

تو تو ایک انگلی ہی ہے جو خون آلود ہو گئی اور جو تکلیف تجھے پہنچی وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہی ہے۔''

تخریج......: صحیح بخاری، کتاب الادب (٦١٤٦/١٠)، صحیح مسلم، کتاب الجهاد (١١٢/٣ برقم ١٤٢١)، سنن ترمذی، ابواب التفسير (٣٣٤٥/٥)، مسند احمد بن حنبل (٣١٣/٤).

راویٔ حدیث سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا جندب بن سفیان عبداللہ بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ ہیں۔ کبھی ان کو جندب بن سفیان بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے براہِ راست احادیث سنیں۔ ان کے تلامذہ میں اسود بن قیس، انس بن سیرین، اور حسن بصری وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں انہیں جندب الخیر بھی کہا جاتا تھا۔ آپ فتنۂ ابن زبیر میں فوت ہو گئے۔ امام بخاری نے ان کو اپنی تاریخ میں ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جو ساٹھ اور ستر ہجری کے درمیان فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

❶ تاریخ دمشق لابن عساکر (٢٧٢/٩)

مفردات:

دَمِیتِ: دَمِیَ سے واحد مونث حاضر کا صیغہ ہے خون نکلنا، خون آلود ہونا۔

اِصْبَــعٌ: انگلی علامہ فیروز آبادی نے ''القاموس المحیط'' میں لکھا ہے کہ اس لفظ میں ہمزہ اور باء کو تینوں حرکات (ضمہ، فتحہ، کسرہ) کے ساتھ پڑھنا درست ہے۔ اُصْبُعٌ.

تشریح :...... نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد چونکہ با ارادہ شعر نہیں تھا اس لیے یہ شعر نہیں ہوسکتا۔ نیز اہل فن کی اصطلاح میں بھی اس کلام پر شعر کا اطلاق درست نہیں۔ کیونکہ شعری اوزان اور عروض و بحور پر یہ کلام پورا نہیں اترتا۔ (واللہ اعلم بالصواب) اسی طرح بعض علماء نے یہ توجیہہ پیش کی ہے کہ یہ کلام سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا ہے، جیسا کہ ابن ابی الدنیا نے کہا ہے بعض نے کہا کہ یہ ولید بن المغیرہ کا شعر ہے۔ جیسا کہ واقدی نے لکھا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا اپنی کتاب محاسبۃ النفس میں لکھتے ہی کہ یہ شعر عبد اللہ رواحہ رضی اللہ عنہ کا ہے انہوں نے غزوۂ موتہ میں اپنی انگلی زخمی ہونے پر رجزیہ انداز میں یہ کہا اور پھر میدانِ جنگ میں دیوانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ ان کے اشعار یہ ہیں:

هل انت الا اصبع دميت — وفى سبيل الله ما لقيت

يا نفس الا تقتلى فتموتى — هذا حياض الموت قد صليت

فما تمنيت فقد لقيت — ان تفعلى فعلها هديت

صحیح بخاری شریف میں اسود کے طریق سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی انگلی کسی مقام پر زخمی ہوگئی تھی۔ ❶ جبکہ علامہ کرمانی کہتے ہیں یہ غزوۂ احد کا واقعہ ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ کسی غار میں تھے کہ آپ کی انگلی زخمی ہوگئی۔ ❷ بعض روایات میں ہے کہ آپ جبل احد کی کسی غار میں تھے کہ آپ کو پتھر لگا اور آپ کی انگلی زخمی ہوگئی۔ تب آپ نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا۔

۳۷-٤ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ ، ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ...... عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ نَحْوَهُ .

''اسود بن قیس نے سیدنا جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔''

انا النبي لا كذب انا ابن عبد المطلب:

۳۷-٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، ثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ ، ثَنَا

❶ صحيح بخاری، كتاب الادب، باب ما يجوز من الشعر والرجز، حديث : ٦١٤٦.

❷ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب ما لقى النبى ﷺ من اذى المشركين......، حديث : ١٧٩٦/١١٣.

أَبُوْ إِسْحَاقَ......

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا أَبَا عُمَارَةَ؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ مَا وَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلٰكِنْ سَرَعَانُ النَّاسِ، تَلَقَّتْهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى بَغْلَتِهِ، وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ"

''سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے دریافت کیا، اے ابوعمارہ! کیا تم لوگ (حنین کے دن) رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم اللہ کے رسول ﷺ تو پیچھے نہیں ہٹے، بلکہ بعض جلد باز لوگوں نے قبیلہ ہوازن کی تیراندازی کی وجہ سے منہ پھیر لیا تھا اور رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے جس کی لگام ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب نے پکڑ رکھی تھی۔ اس وقت اللہ کے رسول ﷺ (بآواز بلند) یہ ارشاد فرما رہے تھے: ''میں اللہ کا نبی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

تخریج...... صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالی ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ.... الآية﴾ (۷/۴۳۱۵)، صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة حنین (۳/۷۸، ۸/۱۴۰۰-۱۴۰۱)، سنن ترمذی، ابواب الجهاد (۴/۱۶۸۷)، مسند احمد بن حنبل (۴/۲۸۹).

مفردات:

سَرْعَانُ النَّاسِ: جلد باز لوگ۔

تَلَقَّتْ: اِسْتَقْبَلَتْ. ملنا، آمنے سامنے ہونا۔

هَوَازِن: یہ ایک مشہور قبیلے کا نام ہے تیراندازی میں یہ لوگ ضرب المثل تھے۔

اَلنَّبل: سہام، اس کی واحد نَبْلَةٌ ہے۔ تیر۔

حضور ﷺ کی شجاعت:

اس حدیث میں غزوۂ حنین ۸ھ کے موقع پر پیش آنے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں مسلمان سخت آزمائش میں مبتلا کیے گئے تھے اور جو جلد باز مجاہدین دشمن کی صفوں میں بہت آگے تک نکل چکے تھے وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے۔ اس بارے میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ پورے وثوق سے فرماتے ہیں: لَا وَاللّٰهِ یعنی ہم سب پیچھے نہیں ہٹے تھے، بلکہ ہم سے کچھ لوگ بھاگے اور باقی ڈٹے رہے۔ پھر تاکید سے کہا کہ نبی اکرم ﷺ تو ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے اور جب آپ ڈٹے رہے تو آپ کے ساتھ ایک جماعت کا ڈٹے رہنا بھی لازمی امر تھا۔ کیونکہ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم اجمعین فطرۃً اپنی جانیں حضور ﷺ کی جان پر قربان کرنے پر پیدا کیے گئے تھے۔ یہ حضرت براء بن عازب کا کمال ادب ہے۔ یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین فرار نہیں ہوئے بلکہ بعض صحابہ دوبارہ واپسی کی نیت سے پیچھے ہٹے تھے تاکہ دوبارہ حملہ کیا جائے اور نبی اکرم ﷺ تو کبھی بھی کسی بھی موقع پر پیچھے نہیں ہٹے۔ اس موقع پر بھی افراتفری کے عالم میں نبی اکرم ﷺ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی معیت میں دشمنوں کی طرف بڑھے اور زبان مبارک سے یہ کلمہ حق ادا فرمایا:

"أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ"

''میں بلاشبہ اللہ کا نبی ہوں اور عبدالمطلب (جو اپنی قوم کا سردار تھا) کا بیٹا ہوں۔''

مطلب یہ تھا کہ دشمنوں کے نرغے میں آنے کے باوجود اپنے مشن کی تبلیغ کے لیے آگے بڑھتا رہوں گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بڑے دلیر، جری، شجاع اور بہادر تھے، دشمن کا خوف اور موت کا ڈر آپ کے قریب بھی نہیں ٹپکتا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ثابت قدمی نے میدان کا پانسہ پلٹ دیا اور باذن اللہ شکست فتح میں بدل گئی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آدمی اپنے بڑوں کی طرف نسبت کرسکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دادا کی طرف نسبت کی۔ حالانکہ آپ ﷺ تو ان کے پوتے ہیں۔ اس کی توجیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والد عبداللہ کی نسبت آپ کے دادا عبدالمطلب زیادہ مشہور و معروف آدمی تھے اور سرداران مکہ میں سے تھے۔

اے عمر! عبداللہ بن رواحہ کو اشعار پڑھنے دو:

۳۷-٦ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، أَنْبَأَنَا ثَابِتٌ......

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ يَمْشِي وَهُوَ يَقُولُ:

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ
اَلْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ
ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ
وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ عمرۂ قضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے: ''اے فرزندانِ کفار! رسول اللہ ﷺ کا راستہ چھوڑ دو، آج ہم تمہیں قرآن کے حکم کے مطابق ایسی ضرب لگائیں گے جس سے تمہارے سر جسموں سے جدا ہو جائیں گے اور وہ ضرب دوست کو دوست سے

فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا ابْنَ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَفِي حَرَمِ اللّٰهِ تَقُوْلُ الشِّعْرَ؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: "خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ فَلَهِيَ أَسْرَعُ فِيْهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ.

غافل کردے گی۔" سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ سے کہا: "اے ابن رواحہ! نبی اکرم ﷺ کے آگے آگے اور اللہ کے حرم میں تم شعر کہہ رہے ہو؟" تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "عمر! اسے چھوڑ دو۔ یہ اشعار تو ان کفار پر تیروں سے بھی زیادہ تیز اور شدید انداز میں واقع ہو رہے ہیں۔"

تخریج...... : یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء فی انشاد الشعر (۲۸۴۷/۵)، سنن نسائی، کتاب الحج، باب انشاد الشعر فی الحرم والمشی بین یدی الامام (۲۸۷۳/۵)، صحیح ابن خزیمة (۱۹۹/٤)، سنن بیهقی (۲۲۸/۱۰)، شرح السنة (۳۷۵/۱۲)، حلیة الاولیاء (۲۹۲/٦)، مسند ابی یعلی الموصلی (۳٤۲۸، ۳۳۸۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ "هذا حدیث حسن صحیح غریب من هذا الوجه وروی فی غیر هذا الحدیث ان النبی ﷺ دخل مکة فی عمرة القضاء وکعب بن مالك بین یدیه وهذا اصح عند بعض اهل الحدیث لان عبد الله بن رواحة قتل یوم موتة وانما کانت عمرة القضاء بعد ذلك۔" یہ حدیث اس سند کے ساتھ حسن صحیح غریب ہے جبکہ دوسری روایت میں آتا ہے عمرۂ قضاء کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے آگے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اشعار پڑھ رہے تھے اور یہ حدیث بعض محدثین کے نزدیک زیادہ صحیح ہے کیونکہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے جبکہ عمرۂ قضاء جنگ موتہ کے بعد ہوا ہے۔" حالانکہ صحیح بخاری [1] کی ایک حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عمرۂ قضاء پہلے ہوا ہے اور جنگ موتہ بعد میں وقوع پذیر ہوئی وہ ایسے کہ عمرۂ قضاء میں سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا جعفر بن ابی طالب اور سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے مابین سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی کفالت کے بارے میں اختلاف ہوا تھا جس سے ظاہر ہے کہ عمرۂ قضاء میں سیدنا جعفر اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما دونوں موجود تھے حالانکہ یہ دونوں ہی سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ لہٰذا صحیح یہی ہے کہ عمرۂ قضاء ۷ھ میں اور جنگ موتہ ۸ھ میں ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

مفردات:

خَلُّوْا: خَلِّ سَبِيْلَهُ ای اطلقه: یعنی اس کا راستہ چھوڑ دو فعل امر حاضر معلوم۔

تَنْزِيْلِ: القرآن، قرآن کے حکم کے مطابق۔

اَلْهَام: هَامَةٌ کی جمع ہے مراد اعلی الراس یعنی سر کا اوپر والا حصہ، کھوپڑی۔

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب کیف یکتب هذا ما صالح فلان، حدیث: ۲٦۹۹۔

مَقِيلِهِ: ای موضعه و مكانه موضع استراحة سر کے لیے متعین جگہ مراد گردن ہے۔ مقیل ظرف مکان ہے۔

يُذْهِلُ: غافل کرنا، اور بھلا دینا فعل مضارع معلوم صیغہ واحد مذکر غائب۔

نَضْحِ النَّبْلِ: تیر کا پیوست ہونا اور جلانا۔

کفار کو اذیت دینے والے شعر کہنا درست ہے:

❀ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کام اور اقدام جس سے کفار کو اذیت پہنچے، جائز ہے مگر یاد رہے کہ یہ جنگ کے موقع پر ہے جب امان ہو تو ان کو برا کہنے اور ان سے چھیڑ چھاڑ کی ممانعت ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الانعام: ۱۰۸)

کہ ''مشرکوں کے معبودوں کو گالیاں نہ دو ورنہ وہ بے علمی میں تمہارے معبود کو گالیاں دیں گے۔''

❀ حرم پاک میں ایسے اشعار پڑھے جا سکتے ہیں جن میں اسلام کی عظمت و رفعت اور غیر مسلموں کی اہانت و تحقیر کا بیان ہو۔

❀ عبادات نافلہ شروع کرنے کے بعد اگر درمیان میں ہی توڑ دی جائیں تو واجب القضاء ہو جاتی ہیں، جیسا کہ حدیث الباب میں عمرۃ القضاء کا ذکر ہے، کہ آپ ﷺ نے ہجرت کے چھٹے سال نفلی عمرہ شروع کیا مگر کفار کی رکاوٹ اور پھر صلح حدیبیہ کے پیش نظر اسے توڑ دیا اور اگلے سال اس کی قضاء سرانجام دی۔

حضور اکرم ﷺ کا صحابہ کرام سے اشعار سننا:

۳۷-۷: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ : جَالَسْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ ، فَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُونَ الشِّعْرَ ، وَيَتَذَاكَرُونَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ سَاكِتٌ ، فَرُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ .

''سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں سو سے زیادہ مرتبہ حاضر ہوا ہوں، آپ ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک دوسرے کو شعر سنایا کرتے اور زمانۂ جاہلیت کی کچھ چیزیں ایک دوسرے کو یاد دلاتے، اور نبی اکرم ﷺ خاموش رہتے اور بعض دفعہ ان کی باتیں سن کر ان کے ساتھ مسکراتے بھی تھے۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے، سنن ترمذی، ابواب الادب (۵/ ۲۸۵۰)، مسند احمد بن حنبل (۵/ ۱۰۵)،

صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاة بعد الصبح (۱/ ۲۸۶) برقم: ۴۶۳، سنن نسائی کتاب الشعر (۳/ ۸۱).

☆ مفردات:

يَتَنَاشَدُونَ: تَنَاشَدَ يَتَنَاشَدُ باب تفاعل سے جمع مذکر غائب فعل مضارع معلوم ہے۔ ایک دوسرے سے شعر کہنا۔

يَتَذَاكَرُونَ: تَذَاكَرَ يَتَذَاكَرُ باب تفاعل سے صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع معلوم ہے، ایک دوسرے کو یاد دلانا۔ تذکرہ کرنا۔

تشریح:......کون سے اشعار سننا سنانا جائز ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جن اشعار میں فحش گوئی اور بے ہودگی نہ ہو وہ شعر کہنا اور سننا درست ہے۔'' [1] اسی طرح ایامِ جاہلیت کے وہ واقعات اور اشعار جن میں دورِ جاہلیت کی باتوں پر ندامت ہو وہ کہنا اور سننا بھی درست ہے جیسا کہ ایک صحابی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ایک لومڑ میرے بت کے سر اور آنکھوں پر پیشاب کر رہا تھا تو میں نے کہا یہ بھی کوئی رب ہے کہ اپنی بھی حفاظت نہیں کر سکا، تب میں نے بتوں کی پرستش چھوڑ دی۔

عرب شعراء میں سے کس کا شعر سب سے بہترین ہے؟

۳۷-۸: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: ((أَشْعَرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا الْعَرَبُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ: أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ.

''سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے اچھا شعر جو عرب لوگوں کی زبان پر ادا ہوا وہ لبید کا یہ کلام ہے: '' اَلا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ '' خبردار! اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز باطل (فانی) ہے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث ''اشعر'' کے بجائے ''اصدق'' کے الفاظ سے صحیح ہے۔ صحیح بخاری، کتاب بنیان الکعبة، باب ایام الجاهلیة و کتاب الادب (۱۰/ ۶۱۴۷)، صحیح مسلم، کتاب الشعر (۴/ ۲ برقم: ۱۷۶۹، ۱۷۶۸)، مسند احمد بن حنبل (۲/ ۴۴۴).

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سو اشعار سنے:

۳۷-۹: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، ثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطَّائِفِيِّ

[1] فتح الباری (۷/ ۲۳۴)

عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ ، عَنْ أَبِيْهِ ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْشَدْتُهُ مِائَةَ قَافِيَةٍ مِنْ قَوْلِ أُمَيَّةَ بْنِ أَبِيْ الصَّلْتِ الثَّقَفِيِّ ، كُلَّمَا أَنْشَدْتُهُ بَيْتًا قَالَ لِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هِيهِ حَتَّى أَنْشَدْتُهُ مِائَةً - يَعْنِي بَيْتًا - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((إِنْ كَادَ لَيُسْلِمُ .))

''عمرو بن شرید اپنے والد (سیّدنا شرید بن سوید رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمیہ بن ابی الصلت ثقفی کے سو اشعار سنائے۔ میں جب بھی ایک شعر پڑھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ''اور مزید پڑھو'' یہاں تک کہ میں نے سو شعر پورے کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا۔''

تخریج : ...... صحیح مسلم، کتاب الشعر (۱/۴ ، برقم: ۱۷۶۷) ، سنن ابن ماجه ، کتاب الادب (۳۷۵۸/۲) ، مسند احمد بن حنبل (۳۸۹/۴، ۳۹۰).

راویٔ حدیث عمرو بن شرید کا تعارف:

۱۔ اس حدیث کے راوی عمرو بن شرید بن سوید ثقفی ہیں اور ان کا شمار ثقہ تابعین میں ہوتا ہے۔ اپنے والد سیّدنا شرید بن سوید اور سیّدنا سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے ان کی اولاد میں سے سعید اور عبدالرحمٰن نے روایت کیا، امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

سیّدنا شرید بن سوید رضی اللہ عنہ کا تعارف:

۲۔ شرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہ رسول ہیں۔ یہ بیعت رضوان میں شامل تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے بیٹے عمرو نے روایت کیا۔ علاوہ ازیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن ، عمر بن نافع وغیرہ بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ بعض اصحاب السیر نے ان کا نام مالک لکھا ہے اور جب یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام شرید رکھ دیا۔ [1]

☆ مفردات:

رَدِفَ : اَیْ رَکِبَ خَلْفَهُ سواری پر پیچھے بیٹھانا۔

هِيهِ: بکسر الهائین بینهما یاء ساکنه یہ کلمہ اصل میں اِیْهِ تھا، ہمزہ کو ہائے مکسورہ سے بدل دیا گیا ہے۔ یہ اسم فعل ہے جو زِدْنِــــيْ (زیادہ کر) کے معنی میں مستعمل ہے اسے کلمۂ استزادہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے مفہوم میں زیادتی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

[1] الاصابة (۱۳/۲)

تشریح......اُمیہ بن ابی الصلت کون تھا؟

اُمیہ بن ابی الصلت جاہلی شعراء میں سے تھا۔ اس کو اسلام کا ظہور پہنچا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام لانے کی توفیق نہیں بخشی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا کہ ''اس کی زبان مسلمان ہے مگر دل کافر ہے۔''[1] کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قیامت کو مانتا تھا۔ طہارت و پاکیزگی کا خیال رکھتا اور اسے اپنے شعروں میں اچھے خلق سے تعبیر کرتا تھا۔ سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ آیت اس کے متعلق نازل ہوئی:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيْ اٰتَيْنٰهُ اٰيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا ﴾ (الاعراف: ۱۷۵)

''ان پر اس شخص کی خبر پڑھیے جس کو ہم نے اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے آگے نکل گیا۔''

کہا جاتا ہے کہ اس نے تورات اور انجیل بھی پڑھی ہوئی تھیں اور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ان دونوں کتابوں میں موجود علامات کی وجہ سے آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی واقف تھا کہ آپ کو نبوت ملنے والی ہے، پھر جب حضور اکرم ﷺ کو نبوت کا تاج پہنایا گیا تو یہ حسد کرنے لگا اور مسلمان نہ ہوا۔ تحریرات کے شروع میں ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ'' اس نے لکھنا شروع کیا، قریش نے یہ بات اسی سے سیکھی تھی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ایک شعر سنا تو فرمایا: ''قریب ہے کہ یہ مسلمان ہو جائے۔'' وہ شعر یہ تھا:

لَكَ الْحَمْدُ وَالنَّعْمَاءُ وَالْفَضْلُ رَبَّنَا

فَلَا شَيْءَ اَعْلٰى مِنْكَ حَمْدًا وَّ مَجْدًا

''اے ہمارے رب! نعمتیں، تعریفیں اور فضل تیرے لیے ہی ہیں۔ تعریف اور بزرگی میں کوئی بھی دوسری چیز تجھ سے بڑھ کر نہیں ہے۔''

حدیث الباب سے ثابت ہوتا ہے کہ اچھے شعر سننا اور یاد رکھنا جائز ہے۔ نیز سفر کی مسافت کاٹنے کے لیے دورانِ سفر اچھے اشعار پڑھے جا سکتے ہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک سواری (اونٹ، گھوڑا، موٹر سائیکل) پر ایک سے زائد سوار آگے پیچھے بیٹھ سکتے ہیں۔

شاعر رسول حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی عظمت:

۳۷-۱۰: حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ۔ قَالَا: أَنْبَأَنَا ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سیّدنا حسان رضی اللہ عنہ (بن ثابت) کے لیے

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر (۹/۲۷۲)

يَضَعُ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَتْ: يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَيَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ أَوْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."

مسجد میں منبر رکھواتے جس پر کھڑے ہو کر وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے فخر کا اظہار کرتے یا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ سے دفاع کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اس دوران فرماتے کہ "جب تک حسان رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول کی طرف سے فخر کا اظہار کرتے رہیں گے یا آپ سے دفاع کریں گے اللہ تعالیٰ روح القدس (جبریل امین علیہ السلام) کے ذریعے ان کی مدد کرتے رہیں گے۔"

تخریج : ...... یہ حدیث حسن ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الادب (۲۸۴۶/۵)، امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب (۵۰۱۵/۴)، مستدرك حاكم (۴۸۷/۳)، مسند احمد بن حنبل (۷۲/۶)، سلسلة الاحاديث الصحيحة للألبانی (۱۶۵۷)

☆ مفردات:

يُفَاخِرُ: فخر کا اظہار کرنا، فضیلت اور عظمت کا اظہار کرنا۔

يُنَافِحُ : اى يُخَاصِمُ وَيُدَافِعُ : دفاع کرنا۔

سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تعارف:

حدیث الباب میں سیّدنا حسان رضی اللہ عنہ کا نام نامی آیا ہے ان کے تذکار مختصراً یہ ہیں:

ابو الولید حسان بن ثابت بن المنذر بن حرام الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ ایک سو بیس سال بقید حیات رہ کر ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ تمام عرب نے اجماع کیا ہے کہ پوری روئے زمین پر تمام شعراء سے اعلیٰ اور بڑے شاعر حسان بن ثابت ہیں۔ ان سے سیّدنا عمر، سیّدنا ابو ہریرہ اور سیّدتنا اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے روایت کی۔

ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ منبر پر کھڑے ہو کر شعر پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث الباب سے بھی واضح ہے۔

مشرکین قریش اور کفارِ مکہ نیز یہودی شعراء نبی اکرم ﷺ کی ہجو جب اشعار کے ذریعہ کرتے تو سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے اشعار سے ان کا ردّ کرتے اور شانِ رسالت میں عمدہ اشعار کہتے۔ جنہیں سن کر رسول اللہ ﷺ نہ صرف یہ کہ خوش ہوتے بلکہ بشارت فرماتے کہ جب تک حسان رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کا دفاع کرتے ہیں اس

وقت تک جبرائیل امین علیہ السلام ان کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

حدیث الباب سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں ایسے اشعار پڑھے جا سکتے ہیں جو توحید و سنت کی عظمت و فضیلت، شانِ رسالت اور کفار و مشرکین کی مذمت پر مشتمل ہوں۔

۳۷-۱۱ : حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مُوسَى ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، قَالَا : ثَنَا بْنُ أَبِيْ الزَّنَادِ ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِثْلَهُ .

''امام عروہ رحمۃ اللہ علیہ اُم المؤمنین سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل روایت کرتی ہیں۔

باب ما جاء فی صفة کلام رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی الشعر مکمل ہوا۔ والحمد للّٰه علی ذلك

☆............☆............☆

باب نمبر ۳۸:

رسول اللہ ﷺ کا رات کے وقت گفتگو کرنا

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

اَلسَّـــمَـــر : رات کی چاندنی۔ یہاں سمر سے مراد رات کی گھڑیوں میں قصے کہانیاں سننا اور سنانا ہے۔ گذشتہ ادوار میں عرب لوگوں کی عادت تھی کہ دن بھر کام کاج سے فراغت کے بعد رات کو کچھ لوگ مل کر بیٹھتے اور تفریح طبع کے لیے ایک دوسرے کو قصے کہانیاں سناتے۔ شعراء اپنا تازہ کلام پیش کرتے اور قصہ گو حضرات بڑے نادر اور عجیب و غریب قصے سناتے۔ اس مقصد کے لیے امراء اور طبقہ اشرافیہ کے لوگ علیحدہ طور پر مجالس کا اہتمام کرتے جس میں کبھی شراب سے بھی لطف اندوز ہوتے۔ امراء اور بڑے لوگوں کے علاوہ عوام الناس بھی اس قسم کی مجالس میں شرکت کر لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ہمارے ہاں بھی خصوصاً دیہات کے لوگ رات کے وقت گاؤں کی کسی مشترکہ جگہ، چوہدری کی حویلی یا نمبردار کی بیٹھک میں جمع ہو کر گزشتہ ادوار کی کہانیاں سنتے سناتے ہیں نیز گاؤں میں رونما ہونے والے نت نئے مسائل پر حالاتِ حاضرہ کے مطابق گفتگو کرتے ہیں یہ ان کی خوش طبعی اور مل بیٹھنے کا ایک ذریعہ ہے۔

حیرت انگیز ایجادات کے نقصانات اور فوائد:

اب اس مشینی دور میں جہاں اور بے شمار ہوش ربا اور حیرت انگیز ایجادات کا ظہور ہوا ہے وہاں الیکٹرانک اشیاء میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے شہری اور دیہاتی لوگوں کے لیے تفریح کے سامان مہیا کر دیے ہیں۔ اب ہر گھر (الا ماشاء اللہ) تفریح گاہ بنا ہوا ہے جہاں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام سنے اور دیکھے جاتے ہیں۔ قصے کہانیوں کی جگہ ڈراموں اور فلموں نے لے لی ہے جن میں گانے بجانے کا اہتمام بھی ہوتا ہے اور اس طرح جس چیز کو تفریح طبع کے نام پر جاری کیا گیا تھا اب وہ عریانی، فحاشی اور لوگوں کے اخلاق و عادات میں بگاڑ پیدا کرنے کا ذریعہ بن چکی ہے۔ رہی سہی کسر اب ڈش انٹینا اور وی سی آر نے نکال دی ہے کہ ہر قسم کی فلمیں گھر بیٹھے ہی دیکھی جا سکتی ہیں ۔کلبوں اور سینما گھروں میں جانے والے لوگ اب گھروں میں بیٹھ کر دنیا بھر کے پروگرام سن اور دیکھ سکتے ہیں ان چیزوں کی تباہ کاریاں کچھ کم نہ تھیں کہ کیبل نیٹ ورک سسٹم نے تو گھر گھر کو کلب اور سینما میں تبدیل کر دیا اور دنیا بھر کے چینل گھر بیٹھے دیکھے اور سنے جا سکتے ہیں۔ بلا شبہ یہ چیزیں نہ صرف انسانیت کے تنزل کی علامت ہیں بلکہ ان کی تباہ کاریوں سے انسانی معاشرے حیوانی اور جنگلی عادات و خصائل اختیار کرتے جا رہے ہیں اور انسان انسانی جنس

کے بجائے وحوش وکلوب کی جنس کا فرد بنتا جا رہا ہے۔ (اعاذنا الله منها)

اس باب کی احادیث سے قصہ کہانی سننے سنانے کا جواز ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ اس میں مخرب اخلاق کوئی بات نہ ہو اور نہ ہی اس کی وجہ سے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی واقع ہونے کا خطرہ ہو کیونکہ فرائض کی ادائیگی کو اوّلیت حاصل ہے۔

حدیث خرافہ:

۳۸-۱ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَاحٍ الْبَزَّارُ، ثَنَا النَّضْرُ ، حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ نِسَاءَهُ حَدِيْثًا فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ : كَأَنَّ الْحَدِيْثَ حَدِيْثُ خُرَافَةَ فَقَالَ: " أَتَدْرُوْنَ مَا خُرَافَةُ؟ إِنَّ خُرَافَةَ كَانَ رَجُلًا مِنْ عُذْرَةَ ، أَسَرَتْهُ الْجِنُّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، فَمَكَثَ فِيْهِنَّ دَهْرًا ، ثُمَّ رَدُّوْهُ إِلَى الْإِنْسِ ، فَكَانَ يُحَدِّثُ النَّاسَ بِمَا رَأَىٰ فِيْهِمْ مِنَ الْأَعَاجِيْبِ فَقَالَ النَّاسُ : حَدِيْثُ خُرَافَةَ . "

’’اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو ایک قصہ سنایا تو ان میں سے ایک خاتون نے کہا: یہ قصہ تو خرافہ کے قصہ کی طرح ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتی ہو کہ خرافہ کون تھا؟ (پھر خود ہی ارشاد فرمایا) یہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا جس کو زمانہ جاہلیت میں جنات پکڑ کر لے گئے تھے اور وہ ان میں ایک عرصہ تک رہا۔ پھر جنوں نے اسے انسانوں کی طرف واپس بھیج دیا۔ اس نے جنوں میں جو عجیب وغریب واقعات دیکھے تھے وہ ان لوگوں سے بیان کرتا تو لوگ کہتے تھے کہ یہ خرافہ کی بات ہے۔‘‘

تخریج : ...... یہ حدیث **ضعیف** ہے۔ مسند احمد بن حنبل (۶/۱۵۷) ، مسند أبی یعلی الموصلي (۴/۲۷۳) ، کتاب المجروحین (۲/۹۷) ، اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لَیْسَ بِشَیْءٍ ...... وہ کوئی شے نہیں۔‘‘ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ” یُقَلِّبُ الْاَسَانِیْدَ ...... وہ اسناد کو اُلٹ پلٹ کر دیتا تھا۔‘‘ دیکھیے: سلسلة الاحادیث الضعیفه والموضوعة للألبانی : ۱۷۱۲.

گیارہ عورتوں کا قصہ:

۳۸-۲ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ جَنَابٍ كِلَاهُمَا عَنْ عِيْسٰى وَاللَّفْظُ لِابْنِ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَخِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ جَلَسَ اِحْدٰی عَشْرَةَ امْـرَاَةً فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ اَنْ لَا یَكْتُمْنَ مِنْ اَخْبَارِ اَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا . فَقَالَتْ:

''امّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ گیارہ عورتیں (ایک جگہ) جمع ہو کر بیٹھیں، انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ وہ اپنے اپنے خاوند کا صحیح حال بیان کریں اور کوئی بات نہ چھپائیں۔ چنانچہ پہلی عورت بولی:

قَـالَـتِ الْاُولٰی: زَوْجِي لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَـلَـى رَأْسِ جَبَلٍ وَعْرٍ لَا سَهْلٌ فَيُرْتَقٰى وَلَا سَمِينٌ فَيُنْتَقَلَ .

میرے خاوند کی مثال دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر ہے جس کا راستہ بہت دشوار گذار ہے کہ نہ تو آسانی سے چڑھ کر کوئی اسے لا سکتا ہے اور نہ ہی وہ گوشت ایسا موٹا تازہ ہے جسے لانے کے لیے کوئی اس پہاڑ پر چڑھنے کی تکلیف گوارا کرے۔

قَـالَـتِ الثَّانِيَةُ: زَوْجِي لَا اَبُثُّ خَبَرَهٗ اِنِّي اَخَـافُ اَنْ لَا اَذَرَهٗ اِنْ اَذْكُرْهُ اَذْكُرْ عُجَرَهٗ وَبُجَرَهٗ .

دوسری عورت نے کہا: میں اپنے خاوند کا حال بیان کروں تو کہاں تک بیان کروں (اس میں اتنے عیب ہیں) میں ڈرتی ہوں کہ سب بیان نہ کر سکوں گی، پھر بھی اگر بیان کروں تو اس کے کھلے اور چھپے سارے عیب بیان کر سکتی ہوں۔

قَـالَـتِ الثَّالِثَةُ: زَوْجِي الْعَشَنَّقُ اِنْ اَنْطِقْ اُطَلَّقْ وَاِنْ اَسْكُتْ اُعَلَّقْ .

تیسری عورت نے کہا: میرا خاوند ناپسندیدہ قد کاٹھ کا لمبا تڑنگا آدمی ہے اگر اس کے بارے میں کچھ بولوں تو طلاق ہو جائے گی اور اگر خاموش رہوں تو ادھر لٹکی ہوں۔

قَـالَـتِ الـرَّابِعَةُ: زَوْجِي كَلَيْلِ تِهَامَةَ لَا حَرَّ وَلَا قَرَّ وَلَا مَخَافَةَ وَلَا سَآمَةَ .

چوتھی عورت نے کہا: میرا خاوند ملک تہامہ کی رات کی طرح معتدل ہے نہ زیادہ گرم نہ بہت ٹھنڈا، اس سے مجھے کوئی خوف ہے نہ اُکتاہٹ ہے۔

قَـالَـتِ الْخَامِسَةُ: زَوْجِي اِنْ دَخَلَ فَهِدَ وَاِنْ خَرَجَ اَسِدَ وَلَا يَسْاَلُ عَمَّا عَهِدَ .

پانچویں نے کہا: میرا خاوند گھر میں آتا ہے تو ایک چیتے کی طرح اور جب باہر نکلتا ہے تو شیر کی طرح، جو چیز گھر میں چھوڑ کر جاتا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھتا (کہ اتنا بے پرواہ ہے۔) اور سخی اتنا ہے کہ جو آج کمایا اسے آج ہی خرچ کیا کل تک کے لیے اُٹھا نہیں رکھتا۔

قَـالَـتِ السَّـادِسَةُ: زَوْجِـي اِنْ اَكَلَ لَفَّ وَاِنْ شَـرِبَ اشْتَفَّ وَاِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلَا يُولِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ .

قَـالَـتِ السَّابِعَةُ: زَوْجِي غَيَايَاءُ اَوْ عَيَايَاءُ طَبَاقَاءُ كُلُّ دَآءٍ لَهٗ دَاءٌ شَجَّكِ اَوْ فَلَّكِ اَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ .

قَالَتِ الثَّامِنَةُ: زَوْجِي الْمَسُّ مَسُّ اَرْنَبٍ وَالرِّيحُ رِيحُ زَرْنَبٍ .

قَـالَـتِ التَّـاسِـعَةُ: زَوْجِي رَفِيعُ الْعِمَادِ طَوِيلُ النِّجَادِ عَظِيمُ الرَّمَادِ قَرِيبُ الْبَيْتِ

چھٹی عورت نے کہا: میرا خاوند اگر کھائے تو سب کچھ لپیٹ

مِنَ النَّادِ .

قَالَتِ الْعَاشِرَةُ: زَوْجِي مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ مَالِكٌ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ؛ لَهٗ اِبِلٌ كَثِيرَاتُ الْمَبَارِكِ قَلِيلَاتُ الْمَسَارِحِ اِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ اَيْقَنَّ اَنَّهُنَّ هَوَالِكُ .

قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ: زَوْجِي اَبُوزَرْعٍ فَمَا اَبُو زَرْعٍ اَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ اُذُنَيَّ وَمَلَاَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ وَبَجَّحَنِي فَبَجَحَتْ اِلَيَّ نَفْسِي وَجَدَنِي فِيْ اَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِي فِي اَهْلِ صَهِيلٍ وَاَطِيطٍ وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ فَعِنْدَهٗ اَقُولُ فَلَا اُقَبَّحُ وَاَرْقُدُ فَاَتَصَبَّحُ وَاَشْرَبُ فَاَتَقَنَّحُ ، اُمُّ اَبِي زَرْعٍ فَمَا اُمُّ اَبِي زَرْعٍ عُكُومُهَا رَدَاحٌ وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ ، ابْنُ اَبِي زَرْعٍ فَمَا ابْنُ اَبِي زَرْعٍ مَضْجَعُهٗ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَيُشْبِعُهٗ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ ، بِنْتُ اَبِي زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ اَبِي زَرْعٍ طَوْعُ اَبِيهَا وَطَوْعُ اُمِّهَا وَمِلْئُ كِسَائِهَا وَغَيْظُ جَارَتِهَا ، جَارِيَةُ اَبِي زَرْعٍ فَمَا جَارِيَةُ اَبِي زَرْعٍ لَا تَبُثُّ حَدِيثَنَا تَبْثِيثًا وَلَا تُنَقِّثُ مِيرَتَنَا تَنْقِيثًا وَلَا تَمْلَاُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا .

قَالَتْ: خَرَجَ اَبُو زَرْعٍ وَالْاَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِيَ امْرَاَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَهَا فَنَكَحْتُ

جائے اگر پیے تو ایک بوند بھی نہیں چھوڑتا، اور جب لیٹتا ہے تو تنہا ہی اپنے اوپر کپڑا لے کر الگ پڑا رہتا ہے میرے کپڑے میں کبھی ہاتھ نہیں ڈالتا کہ کبھی میرا دُکھ درد معلوم کرے۔

ساتویں عورت کہنے لگی: میرا خاوند جاہل یا مست یا نامرد ہے دنیا میں جتنے عیب لوگوں میں ایک ایک کر کے جمع ہیں وہ سب اس اکیلے کی ذات میں جمع ہیں، (کوئی پتا نہیں کب) سر پھوڑ ڈالے یا ہاتھ توڑ ڈالے یا دونوں کام کر ڈالے۔

آٹھویں عورت نے کہا: میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور سونگھو تو زعفران جیسا خوشبودار ہے۔

نویں عورت نے کہا: میرے خاوند کا گھر بہت اونچا اور بلند ہے۔ وہ خود قد آور اور بہادر ہے۔ اس کے یہاں کھانا اس قدر پکتا ہے کہ راکھ کے ڈھیر کے ڈھیر جمع ہیں، لوگ جہاں صلاح مشورہ کے لیے بیٹھتے ہیں میرے خاوند کا گھر اس جگہ سے بہت قریب ہے۔

دسویں عورت نے کہا: میرا خاوند بڑا مال دار ہے اور جائیداد والا ہے، جائیداد بھی ایسی کہ اتنی کسی کے پاس نہیں ہو سکتی، بہت سارے اونٹ اس کے گھر کے پاس بیٹھے رہتے ہیں اور جنگل میں چرنے کم جاتے ہیں، جیسے ہی یہ باجے کی آواز سنتے ہیں انہیں اپنے ذبح ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

گیارھویں عورت کہنے لگی: میرا خاوند ابو زرع ہے، اس کا کیا کہنا۔ اس نے میرے کان زیوروں سے اور بازو چربی سے بھر دیے ہیں، مجھے خوب کھلا کر اس نے اتنا فربہ کر دیا ہے کہ میں خود بھی اپنے آپ کو موٹی تازی اور فربہ سمجھنے لگی ہوں، شادی سے پہلے میں تھوڑی سی بھیڑ بکریوں میں تنگی و ترشی

بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا رَكِبَ شَرِيًّا وَاَخَذَ خَطِّيًّا وَاَرَاحَ عَلَيَّ نَعَمًا ثَرِيًّا وَاَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا قَالَ كُلِي أُمَّ زَرْعٍ وَمِيرِي اَهْلَكِ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ اَعْطَانِي مَا بَلَغَ اَصْغَرَ آنِيَةِ اَبِي زَرْعٍ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "كُنْتُ لَكِ كَاَبِي زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ."

سے گذر بسر کرتی تھی ، ابوزرع نے مجھے گھوڑوں، اونٹوں، کھیت کھلیان سب کا مالک بنا دیا ہے، اتنی زیادہ جائیداد و دولت ہونے کے باوجود اس کا مزاج اتنا عمدہ ہے کہ بات کہوں تو برُا نہیں مانتا، سوئی پڑی ہوں تو صبح تک مجھے کوئی بھی بیدار نہیں کرتا، میں پانی پیوں تو خوب سیراب ہوکر بافراغت پیتی ہوں۔ رہی ابوزرع کی والدہ (میری ساس) تو میں اس کی کیا کیا خوبیاں بیان کروں؟ اس کا توشہ خانہ مال واسباب سے بھرا ہوا، اس کا گھر بہت ہی کشادہ۔ رہا ابو زرع کا بیٹا تو وہ بھی کیسا اچھا اور خوبصورت ہے۔ وہ ننگی تلوار کی طرح حسن و جمال میں چمک دار ہے اور ایسا کم خوراک کہ بکری کے چار ماہ کے بچے کی دستی کا گوشت اس کا پیٹ بھر دے۔ رہی ابوزرع کی بیٹی! اس کے بھی کیا کہنے؟ وہ اپنے باپ کی پیاری، ماں کی دلاری، تابع دار اور فرماں بردار واطاعت گذار، کپڑا بھر پور پہننے والی (فربہ اندام) جو اپنی سوتن کے جلن کا باعث بنے۔ رہی ابوزرع کی لونڈی! تو اس کے کیا کہنے؟ ہماری کوئی بات اور راز کبھی افشا نہیں کرتی، کھانے نہیں چراتی اور کوڑا کچرا نہیں چھوڑتی، مگر ایک دن ایسا ہوا کہ لوگ مکھن نکالنے کا دودھ مَل رہے تھے کہ صبح دم ابوزرع گھر سے باہر گیا اچانک اس نے ایک عورت دیکھی جس کے چیتوں جیسے دو بچے اس کی کمر کے تلے دو اناروں (پستانوں) سے کھیل رہے تھے۔ ابوزرع نے مجھے طلاق دے کر اس سے نکاح کرلیا۔ اس کے بعد میں نے ایک اور شرافت کے پیکر سردار سے نکاح کرلیا جو گھڑ سواری کا ماہر، عمدہ نیزہ باز اور تلوار کا دھنی ہے اس نے بھی مجھے بہت سے جانور (گھوڑے، اونٹ اور بکریاں) دے رکھے ہیں اور ہر قسم کے مال واسباب میں سے ایک ایک جوڑا دیا ہوا ہے اور مجھ سے کہا کرتا ہے کہ اُمّ زرع! خوب کھا پی، اپنے عزیز واقارب کو بھی خوب کھلا پلا، تیرے لیے عام اجازت ہے مگر یہ سب کچھ جو بھی اس نے مجھے دیا ہوا ہے اگر اکٹھا کروں تو ابوزرع کے ایک جھوٹے برتن کو بھی نہیں پہنچتا۔ اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے لیے ابوزرع کی طرح ہوں جس طرح وہ اُمّ زرع کے لیے تھا۔''

تخریج : ......صحیح بخاری، کتاب النکاح ، باب حسن المعاشرة مع الاهل ، صحیح مسلم، کتاب الفضائل ، باب فضل عائشه رضی الله عنها.

مفردات:

تَعَاقَدْنَ : ان سب عورتوں نے باہم معاہدہ کیا۔ **تَعَاقَدَ يَتَعَاقَدُ** : باہم معاہدہ کرنا۔

لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ : بیمار اونٹ کا گوشت۔ غَثّ : باطل اور بیمار ہونا، دبلا پتلا ہونا، لاغر اور کمزور ہونا۔

وَعْرٌ: کسی جگہ کا سخت اور دشوار گذار ہونا۔

سَمِيْنٌ: موٹا۔قوی اور مضبوط ہونا۔

بَثَّ : گردوغبار کا اڑنا اور پھیلنا، کلام کا مشہور ہونا۔

لَا اَبُثُّ خَبْرَهُ : میں اس کی خبر مشہور نہیں کرتی۔

عُجَرَهُ وَبُجَرَهُ : عُجْرَةٌ اور بُجْرَةٌ کی جمع ہے۔ دونوں کا معنی گرہ باندھنا، عیب شمار کرنا ہے۔ ان میں دقیق سا فرق یہ ہے کہ عُجْرَةٌ وہ گرہ جو پہلو اور بطن میں ہو اور بُجْرَةٌ وہ گرہ جو ناف میں ہو، پھر ان دونوں لفظوں کا استعمال پریشانی اور غم کے لیے ہونے لگا۔ نیز ان عیوب پر بھی یہ لفظ بولتے جاتے ہیں جنہیں آدمی دوسروں سے چھپاتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ میرا خاوند سراپا عیوب ہے اس میں اتنے عیب جمع ہیں کہ اگر میں انہیں شمار کرنا شروع کردوں تو ان کی تکمیل نہیں کرسکتی لہٰذا میں ان کی طرف اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کرتی ہوں۔

اَلْعَشَنَّقُ : طویل قدوقامت والا۔ قد کاٹھ میں ایسی طوالت جو ناپسندیدہ اور معیوب ہو۔

اُعَلَّقُ : میں معلق رہوں۔ معلقہ وہ عورت ہوتی ہے جو اپنے خاوند کے ساتھ ناخوشگوار زندگی گذار رہی ہو۔ خاوند نہ اس سے اچھے طریقے سے نباہ کرتا ہے اور نہ ہی طلاق دے کر فارغ کرتا ہے کہ وہ کہیں کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرلے۔

تِهَامَةٌ : مکہ مکرمہ کے گردونواح کا علاقہ، اس علاقے میں رات نہ زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے کہ سردی محسوس ہو اور نہ زیادہ گرم کہ گرمی محسوس ہو بلکہ معتدل اور خوشگوار ہوتی ہے۔

اِنْ دَخَلَ فَهِدَ : اگر آتا ہے تو غافل ہو کر سو جاتا ہے۔ فَهِدَ کا معنی غافل ہونا اور سونا ہے نیز فہد چیتے نما ایک درندہ ہے جس کو تیندوا کہتے ہیں جس کا وصف کثرتِ نوم اور کثرتِ جماع کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

اِنْ خَرَجَ اَسِدَ : جب وہ گھر سے باہر نکلتا ہے تو مثل شیر ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو جماع کی خاطر مجھ پر چیتے کی مانند جھپٹتا ہے اور جب گھر سے باہر لوگوں میں ہوتا ہے تو شیر کی مانند بیدار مغز اور بہادر ہوتا ہے۔

لَفَّ : ملا لینا، لپیٹنا، مراد ہے کہ کھانے کی تمام اشیاء خود ہی لپیٹ (کھا) لیتا ہے۔

اِلْتَفَّ : کپڑوں کا لپیٹنا، مراد ہے کہ جب سوتا ہے تو کپڑے سمیٹ لپیٹ کر سو جاتا ہے اور جماع کی طرف راغب نہیں ہوتا۔

اِشْتَفَّ : پینا، سارا مشروب پی جانا۔

عَيَايَاءُ : اَلْعِيُّ سے ہے: عاجز و درماندہ ہونا، نامرد ہونا۔

غَيَايَاءُ : غیٌّ سے ہے نا کافی اور گمراہی۔

طَبَاقَاءُ : طبق سے ہے۔ حمق اور بیوقوفی کے معنی میں مستعمل ہے۔

شَجٌّ : سر میں زخم کرنا۔ سر پھوڑنا۔

فَلٌّ : سر کے علاوہ دوسرے اعضاء کو زخمی کرنا۔

مَسَّ الْاَرْنَبِ : خرگوش کا چھونا، نرم و ملائم پر بولا جاتا ہے۔

زَرْنَــــبٌ : ایک انگوری ہے جس کی خوشبو نہایت عمدہ ہوتی ہے اور یہاں مراد حسن خلق، حسن معاشرت اور سخاوت ہے کہ وہ مزاج کا نرم، اخلاق کا اچھا اور بڑا سخی ہے۔

رَفِيْعُ الْعِمَادِ : بلند ستون، مراد ہے وہ عالی نسب ہے۔

عَظِيْمُ الرَّمَادِ : بڑا مہمان نواز، رَمَادٌ راکھ کو کہا جاتا ہے۔ مہمانوں کی کثرت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جتنے مہمان زیادہ آئیں گے اتنا ایندھن زیادہ جلے گا اور راکھ جمع ہوگی۔

طَوِيْلُ النِّجَادِ : لمبا قد کاٹھ۔

اَلنَّادِ: مجلس، انجمن یا مشورہ گاہ۔ مراد یہ ہے کہ میرا خاوند عالی النسب، صحیح القامت، بڑا مہمان نواز اور ڈیرے دار ہے جس کے ڈیرے پر ہمہ وقت مہمانوں کی ریل پیل رہتی ہے۔

مَبَارِكُ : مَبْرِك کی جمع ہے۔ اونٹوں کے باڑے

مَسَارِحُ : مَسْرِحٌ کی جمع ہے۔ چراگاہیں۔

صَوْتُ الْمِـذْهَرِ : بانسری کی آواز، مہمانوں کے آنے کی خبر، معنی یہ ہے کہ میرا خاوند بڑا سخی اور فیاض ہے جس کے پاس بہت سے اونٹ اور چراگاہیں ہیں، جب اونٹ مہمانوں کی آمد کی آواز سنتے ہیں تو انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب انہیں مہمانوں کی خاطر مدارت کے لیے ذبح کیا جائے گا۔

اَنَاسَ : نَوسٌ سے ہے حرکت دینا۔

بَجَّحَنِي : بَجَّحَ اس نے مجھے خوش کر دیا۔

صَهِيْلٌ : گھوڑے کی آواز۔

اَطِيْطٌ : آواز۔ بھوک کی وجہ سے پیٹ سے جو آواز پیدا ہوتی ہے، لیکن یہاں اونٹ کی آواز مراد ہے۔

دَائِسٌ : دَوْسٌ سے اسم فاعل ہے لغوی معنی پاؤں سے روندنا اور ذلیل کرنا اور یہاں مراد کھیتی باڑی والا ہونا۔ آٹا کوٹنے والا۔

مُنَقٌّ : چھاننے والا۔

فَلَا اُقَبَّحُ : بصیغہ مجہول میری قباحت بیان نہیں کی جاتی، مجھے بُرا بھلا نہیں کہا جاتا۔

اَشْرَبُ فَاَتَقَمَّحُ : قُمُحٌ سے ماخوذ ہے اونٹ کا سیر ہو کر پینے سے بچنا اور سر اُٹھا لینا۔ معنی یہ ہے کہ مجھے پینے کے لیے بہت سارے مشروب میسر تھے لیکن پہلے سے موجود سیرابی کی وجہ سے میں پینے کی گنجائش نہ پاتی تھی۔

عُكُومٌ : یہ عِكْمٌ کی جمع ہے وہ تھیلی جس میں عورت اپنا سامان وغیرہ رکھتی ہے۔

رَدَاحٌ : بھرا ہوا ہونا۔ وہ ہنڈیاں جو گوشت سے بھری ہوئی ہوں۔ معنی یہ ہے کہ میری ساس کا توشہ دان اور سامان کی تھیلی ہر وقت بھری رہتی ہے۔

مَسَلُّ شَطْبَةٍ: برہنہ تلوار۔ مسلول تلوار کی طرح۔

اَلْجَفْرَةُ : بھیڑ کا چار ماہ کا بچہ جو اپنی ماں سے جدا ہو جائے۔

طَوْعُ اَبِيهَا : اپنے والدین کا اطاعت گزار۔

تَعْشِيشًا : کوڑا کرکٹ، کوڑا کچرا۔

اَوْطَابٌ : وَطَبٌ کی جمع ہے دودھ کے برتن کو کہا جاتا ہے جب اس میں دودھ بھرا ہوا ہو۔

رُمَّانَتَيْنِ : رُمَّانَةٌ کی تثنیہ دو انار۔ مراد دو پستان ہیں۔

سَرِيًّا: مال دار۔ صاحب جائیداد۔

شَرِيًّا: عمدہ گھوڑا۔ خَطِّيًّا: نیزہ۔

ثَرِيًّا: بکثرت۔ وافر مقدار میں۔

گیارہ عورتوں والا قصہ کیوں سنایا گیا

تشریح :......حدیث الباب میں گیارہ عورتوں کا جو طویل قصہ منقول ہے اس کے سبب ورود کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ [1] نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے والد محترم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال پر فخر کیا کہ ایامِ جاہلیت میں ان کے پاس دس لاکھ اوقیہ چاندی تھی اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ خاموش ہو جا۔ میں تو تیرے لیے اس طرح ہوں جس طرح ابوزرع اُمّ زرع کے لیے تھا۔"

ابو القاسم عن الحکیم بن حبان نے اسود بن جبر مغافری سے بیان کیا ہے ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو سیّدہ عائشہ اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے درمیان کچھ بات چل گئی تو

[1] السنن الکبری للنسائی (۹۱۳۹)

آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! میری بیٹی کے متعلق تو باز نہیں آتی۔ میری اور تیری مثال اسی طرح ہے جس طرح ابوزرع اُمّ زرع کے ساتھ تھا۔'' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمیں ان کی بات بتائیں تب آپ ﷺ نے مذکورہ قصہ بیان کیا۔

زبیر بن بکار کی روایت میں ہے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میرے ہاں آپ ﷺ کی بعض دوسری عورتیں بھی موجود تھیں تو مجھے خاص کر کے فرمایا: ''اے عائشہ! میں تیرے لیے ابوزرع کی طرح ہوں جس طرح وہ اُمّ زرع کے لیے تھا۔'' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ان کا قصہ کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یمن کی بستیوں میں سے ایک بستی تھی، وہاں یمنیوں کا ایک خاندان رہتا تھا ان میں گیارہ عورتیں ایک دن اکٹھی بیٹھیں......الخ۔''

گیارہ عورتوں کے قصے سے مستنبط فوائد:

حدیث الباب کئی ایک فوائد کو متضمن ہے چند فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اپنے اہل وعیال سے حسن معاشرت نہایت عمدہ اخلاق میں سے ہے۔

۲۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

۳۔ رات کو عشاء کے بعد باتیں کرنا اور گذشتہ ادوار کے قصے کہانیاں سننا سنانا جائز ہے بشرطیکہ فرائض میں غفلت کا اندیشہ نہ ہو۔

۴۔ مشبہ میں مشبہ بہ کے ساتھ من کل الوجوہ تشبیہ ضروری نہیں ہے۔

۵۔ طلاق کے کنایوں سے طلاق کا وقوع لازم نہیں آتا۔ جب تک طلاق کی نیت نہ کرے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تیرے لیے ابوزرع کی طرح ہوں۔'' جب کہ ابوزرع نے تو طلاق بھی دی تھی مگر چونکہ نبی اکرم ﷺ کی تشبیہ دینے سے یہ نیت نہیں تھی اس لیے محض تشبیہ دینے سے وقوع طلاق نہیں ہوا۔

باب ما جاء فی کلام رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السمر مکمل ہوا۔

والحمد للہ علی ذالك

☆............☆............☆

باب نمبر ۳۹:

رسول اللہ ﷺ کے سونے کا بیان

(اس باب میں سات احادیث ہیں)

نَوْمٌ: سونا۔ نَامَ يَنَامُ نَوْمًا وَنِيَامًا اونگھنا، مرنا۔ نَوْمٌ کی تعریف یوں کی گئی ہے: هُوَ غَشْيَةٌ ثَقِيْلَةٌ تَهْجُمُ عَلَى الْقَلْبِ فَتَقْطَعُهُ عَنِ الْمَعْرِفَةِ بِالْأَشْيَاءِ کہ وہ ایک بھاری غنودگی ہے جو دل پر طاری ہو کر اشیاء کے پہچاننے کی حس منقطع کر دیتی ہے۔ بعض نے نَوْمٌ کی تعریف یوں کی ہے کہ اَلنَّوْمُ حَالَةٌ طَبِيْعِيَّةٌ تَتَعَطَّلُ مَعَهَا الْقُوٰى تَسِيْرُ فِي الْبُخَارِ إِلَى الدَّمَاغِ نیند ایک ایسی طبعی حالت ہے جس سے قویٰ اپنے کام کرنے سے رُک جاتے ہیں۔

خورد ونوش، بول و براز، صحت و بیماری، تھکاوٹ اور سکون، رونا اور ہنسنا، سونا اور سوکر بیدار ہونا ہر انسان بلکہ حیوان کے اُمورِ طبیعہ میں سے ہیں اور اللہ عزوجل کے پاک انبیاء ورسول بھی ان اُمور سے مستثنیٰ نہیں تھے بلکہ انسان ہونے کے ناطے ان پر بھی یہ سارے حالات وارد ہوتے تھے۔ حضور سرورِ عالم، ہادی کل، اشرف الخلائق، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں سونے اور اُٹھنے کا جو طریقہ اختیار کیا، اور ان مواقع پر جو کلمات ادا فرمائے وہ پوری اُمت کے لیے اُسوۂ حسنہ ہیں آپ کے ہر اُمتی پر لازم ہے کہ وہ حتی الامکان ان کو اختیار کرے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ عنوان قائم کرنے سے بھی یہی غرض معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

سوتے وقت دایاں ہاتھ دائیں رُخسار کے نیچے رکھنا:

۳۹-۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، أَنْبَأَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ......

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ الْأَيْمَنِ، وَقَالَ: " رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ

''سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب اپنے بستر میں تشریف لے جاتے تو اپنی دائیں ہتھیلی اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور یوں دعا کرتے: ((رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ))

تَبْعَثُ عِبَادَكَ . " ''اے اللہ! جس دن تو اپنے بندوں کو (حشر میں) زندہ کرے تو مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا۔''

تخریج :...... یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ سنن ترمذی ، ابواب الدعوات (٥/ ٣٣٩٩) ، مسند احمد بن حنبل (٢٨١/٤، ٢٩٠، ٢٩٨) ، عمل الیوم اللیلة، للنسائی (٤٤٩، ٤٥١)، الادب المفرد للبخاری (١٢١٥، ١٢١٦) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی سند کو ''فتح الباری'' میں صحیح قرار دیا ہے۔ اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی الشیخ (ص : ١٧٨) اس حدیث کے کئی ایک شواہد ہیں ان میں سے ایک سنن ابن ماجہ (۲/۳۸۷۷) اور مسند احمد (۱/۳۹۴) میں ہے۔ اسی طرح اس حدیث کا ایک اور شاہد ''حدیث حفصہ'' بھی ہے جو سنن ابی داؤد، کتاب الادب (٤/ ٥٠٤٥) میں ہے، تیسرا شاھد سنن ترمذی ، ابواب الدعوات (٥/ ٣٣٩٨) میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اپنے شواہد کی وجہ سے صحیح ہے۔

تشریح و فوائد :......حدیث الباب میں سونے کا طریقہ اور سونے کی ایک دعا مذکور ہے۔ سونے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں پہلو پر لیٹا جائے اور اپنا دائیں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھا جائے۔ ایسا کرنے سے دل (جو کہ بائیں جانب ہوتا ہے) اچھی طرح قرار میں نہیں ہوتا اس لیے بیداری بہت جلد ہو جاتی ہے اور ایک بندہ مومن کو قیام اللیل کے لیے نیز ذکر و اذکار کے لیے رات کا وقت میسر آ جاتا ہے۔ اس طرح سونے میں اُمت کو تعلیم دینا بھی مقصود ہے کہ لیٹنے کا صحیح انداز کیا ہے۔ پیٹھ کے بل لیٹنا بہت بُرا ہے اور پیٹ کے بل لیٹنا اس سے بھی بُرا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک ایسے شخص کے قریب سے گذرے جو پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا تو آپ نے اسے پاؤں سے مارا اور فرمایا: ''اُٹھو! یہ جہنمیوں کا لیٹنا ہے۔''[1]

سونے کی دعا کے جو الفاظ حدیث میں مذکور ہیں ان کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ نیند موت کی بہن ہے اور بیداری موت کے بعد اُٹھنے کی طرح ہے اس میں تعلیم یہ دی جا رہی ہے کہ تصور کرو کہ شاید یہ تمہاری عمر کا آخری سونا ہو، اس لیے تمہارے آخری اعمال میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہونی چاہیے۔

٣٩-٢ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، أَنْبَأَنَا إِسْرَائِيْلُ ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَهُ ، وَقَالَ: "يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ . "

''ابو عبیدہ نے سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا حدیث کی مثل روایت کی ہے اور اس میں ((يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ)) کے بجائے ((يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ)) کے الفاظ ہیں کہ (جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔)

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الادب، باب النهي عن الاضطجاع على الوجه، حديث : ٣٧٢٤

تخریج : ......یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابن ماجه ، كتاب الدعاء ، باب ما يدعو به اذا اوٰى إلى فراشه (۳۸۷۷/۲) ، مسند احمد بن حنبل (۴۴۳/۱).

سونے اور سو کر اُٹھتے وقت کی دُعائیں:

۳-۳۹: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، أَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ رَبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ......

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ: " اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا. " وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ. "

''سیّدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو یوں دعا کرتے: ((اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا)) ''اے اللہ! میں تیرے نام سے سوتا ہوں اور تیرے نام سے ہی بیدار ہوں گا۔'' اور جب بیدار ہوتے تو یوں دعا کرتے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ)) ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں سونے کے بعد بیدار کیا اور مرنے کے بعد اس کی طرف ہی جانا ہے۔''

تخریج : ......صحيح بخارى ، كتاب الدعوات، باب ما يقول اذا نام (۶۳۱۲/۱۱، ۶۳۱۴) و كتاب التوحيد (۷۳۹۴/۱۳).

تشریح : ......یہ سونے کی دوسری دعا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بیدار ہونے کی جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ بھی اس میں آ گئی ہے۔

راوی حدیث سیّدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیّدنا حذیفہ بن یمان بن جابر العبسی ہیں یہ دونوں (حذیفہ اور یمان) باپ بیٹا اکٹھے مسلمان ہوئے، غزوۂ بدر میں باوجود خواہش کے شرکت نہ کر سکے کیونکہ کفار نے ان کا راستہ روک لیا تھا۔ پھر غزوۂ احد میں دونوں نے شرکت کی اور یمان رضی اللہ عنہ وہاں شہید ہو گئے۔

سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے سیّدنا جابر بن عبداللہ، جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہما وغیرہ حدیث بیان کرتے ہیں۔

امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دورِ خلافت میں مدائن کا حاکم مقرر کیا، ان

کے بہت سے مناقب ہیں ان میں سے ایک اہم منقبت یہ ہے کہ یہ رسول اکرم ﷺ کے خاص راز دان تھے۔ لوگوں نے انہیں ''صاحب سر رسول'' لقب دیا ہوا تھا۔ ❶ رسول اللہ ﷺ نے انہیں منافقین کی فہرست لکھوائی ہوئی تھی اور یہ راز وہ کسی کو نہیں بتاتے تھے۔ ❷ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد صفر ۳۶ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔

سونے سے پہلے کون سے اذکار مسنون ہیں؟

۳۹-٤ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ ، ثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، أَرَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ فَنَفَثَ فِيهِمَا ، فَقَرَأَ فِيهِمَا ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ [سورة الاخلاص: ١]وَ ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ [سورة الفلق: ١] وَ ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾[سورة الناس: ١]ثُمَّ مَسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ يَبْدَأُ بِهِمَا رَأْسَهُ وَوَجْهَهُ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ ، يَصْنَعُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

''اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہر رات جب بستر پر لیٹتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اکٹھا کر کے ان میں پھونکتے اور پھر ان میں سورت الاخلاص ، سورت الفلق اور سورت الناس پڑھتے ، پھر جس حد تک ممکن ہوتا جسم پر ہاتھ پھیرتے اور اس کی ابتداء سر اور چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے کرتے، آپ ﷺ ایسا تین بار کرتے۔

تخریج : ......صحیح بخاری ، کتاب فضائل القرآن ، باب فضل المعوذات (٥٠١٧/٨).

ہتھیلیوں پر پھونکنا؟

اس حدیث میں پڑھنے سے پہلے ہتھیلیوں میں پھونکنے کا ذکر ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ((فَنَفَثَ فِيهِمَا وَقَرَأَ فِيهِمَا .)) میں فاء ترتیب کے لیے نہیں ہے بلکہ واؤ کے معنی میں ہے کیونکہ پھونکنا پڑھنے کے بعد ہی ہوگا، بعض کہتے ہیں کہ شاید یہ کاتب کے سہو سے ہوگیا ہے یعنی واؤ کی جگہ فاء لکھی گئی ہو۔ یا راوی سے سہو ہوگیا ہو کیونکہ صحیح بخاری کی روایت واؤ کے ساتھ ہے۔ ''القاموس'' میں ہے کبھی کبھی فاء بمعنی واؤ بھی آجاتی ہے۔ واللہ اعلم

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب وحذیفة رضی اللہ عنہما، حدیث: ۳۷٤۳.

❷ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفات المنافقین واحکامهم، حدیث: ۲۷۷۹۔ مستدرك حاکم (۳۸۱/۳).

نبی کریم ﷺ کا سوتے وقت خراٹے لینا:

۳۹-۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، ثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ ، عَنْ كُرَيْبٍ ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ ، وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ، فَأَتَاهُ بِلَالُ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ، وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ .

''سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ سوئے ہوئے تھے حتی کہ خراٹے لینے لگے اور آپ جب بھی سوتے تو خراٹے لیتے ، پھر آپ ﷺ کے پاس سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ آئے اور نماز کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور بغیر وضوء کیے نماز پڑھی۔ اس حدیث میں ایک واقعہ ہے۔

تخریج :......صحیح بخاری ، کتاب الدعوات ، باب الدعاء اذا انتبه من اللیل (۶۳۱۶/۱۱). و کتاب الوضوء (۱۳۸/۱) ، و کتاب الاذان(۸۵۹/۲)، صحیح مسلم، کتاب صلوٰة المسافرین، باب الدعاء فی صلوٰة اللیل و قیامه (۱۸۱/۱ برقم: ۵۲۵۔ ۵۲۶)

تشریح :...... نبی اکرم ﷺ کا خاصہ ہے کہ آپ گہری نیند بھی سو جائیں تو آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا، کیونکہ آپ ﷺ کی آنکھیں سو جاتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے۔ اُمت کے لیے یہ حکم نہیں ہے بلکہ اگر کوئی ٹیک لگا کر یا لیٹ کر سو جائے تو اس کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ تمام جوڑ اور اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں تو وضوء کا رہنا یقینی نہیں ہوتا۔

حدیث میں موجود واقعہ کا تتمہ:

امام ابوعیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ صحیحین [1] میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات اپنی خالہ ام المومنین سیّدہ میمونہ کے ہاں سویا، رات کے وقت رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے ، قضائے حاجت سے فارغ ہوکر چہرہ اور ہاتھ دھوئے پھر سو گئے پھر بیدار ہوئے اور مشکیزے سے پانی لے کر درمیانے درجہ کا وضو کیا اور نماز شروع کی ، میں بھی اُٹھا اور وضو کر کے آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مجھے میرے کان سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا۔ آپ ﷺ نے تیرہ رکعت نماز پڑھی پھر لیٹ گئے۔ پھر سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ آئے اور نماز کی اطلاع دی۔ اس کے بعد باب کی مذکورہ حدیث بیان کی۔

[1] صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا انتبه من اللیل، حدیث: ۶۳۱۶۔ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة النبی ﷺ ودعائه باللیل، حدیث: ۷۶۳.

اس واقعہ کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی نماز کے آغاز میں یہ دعا پڑھی: ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُوْرًا وَفِي لِسَانِي نُوْرًا وَفِي بَصَرِي نُوْرًا وَفِي سَمْعِي نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِي نُوْرًا وَعَنْ يَسَارِي نُوْرًا وَفَوْقِي نُوْرًا وَتَحْتِي نُوْرًا وَأَمَامِي نُوْرًا وَخَلْفِي نُوْرًا)) ''اے اللہ! تو میرے دل میں نور پیدا کر دے، اور میری آنکھوں میں نور کر دے اور میرے کانوں میں نور کر دے، میرے دائیں اور بائیں نور کر دے، اور میری زبان میں نور پیدا کر دے میرے اوپر اور نیچے نور کر دے، میرے آگے اور پیچھے نور کر دے۔

سوتے وقت کی ایک اور دُعا:

۳۹-۶: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ ، ثَنَا عَفَّانُ ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ ثَابِتٍ ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ: " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ . "

''سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر لیٹے تو یقیناً یہ دعا پڑھتے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ .)) ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں (ہماری ضرورتوں میں) کفایت کی اور ہمیں (رہنے کے لیے) جگہ دی۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ کوئی جگہ دینے والا ہے۔''

تخریج :......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم (٤/ ٦٣، برقم: ٢٠٨٥).

تشریح :...... یہ بھی سونے کی دعا ہے جو صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی طرح ہمیں منتشر نہیں کیا بلکہ ہمیں ٹھکانہ دیا اور ہماری ضرورتوں میں ہمیں ہر طرح کا سامان بہم پہنچایا، وگرنہ کئی مخلوقات ایسی ہیں جن کے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں اور وہ کھلے آسمان تلے زندگی گزارتی ہیں۔

تھوڑی دیر کے لیے سونا ہو تو کیسے لیٹے؟

۳۹-۷: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَرِيْرِيُّ ، ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ ......

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ ، وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ

''سیّدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کے وقت پڑاؤ ڈالتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹتے اور جب صبح سے تھوڑی دیر پہلے پڑاؤ ڈالتے تو اپنے بازو کو کھڑا

الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلٰى كَفِّهِ .   کر کے ہتھیلی پر سر رکھتے۔“

تخریج : ......صحيح مسلم، كتاب المساجد ، باب قضاء الصلوٰة الفائتة (١/ ٣١١ برقم: ٤٧٢).

راویٔ حدیث سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

اس حدیث کے راوی سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ہیں ان کا نام حارث بن ربعی تھا۔آپ غزوۂ اُحد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔بہترین گھڑ سوار اور آلاتِ حرب کے ماہر اور خصوصی طور پر تلوار کے دھنی تھے۔مردِ میدان ہونے کے ساتھ ساتھ علم وفضل میں آگے بڑھے ہوئے تھے۔آپ سے تقریباً ۱۷۰ احادیث مروی ہیں۔آپ نے ۵۴ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

تشریح : ......اس انداز سے سونے میں اُمت کے لیے یہ تعلیم ہے کہ اگر سونے کے لیے وقت تھوڑا میسر ہو تو گہری نیند کے اسلوب و انداز کو اختیار نہ کیا جائے۔کیونکہ ایسے میں صبح کی نماز فوت نہ ہو جائے۔واللہ اعلم۔

باب ما جاء فی صفة نوم رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم مکمل ہوا

والحمد للّٰه على ذالك

☆............☆............☆

باب نمبر ۴۰:

رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا بیان

(اس باب میں چھبیس احادیث ہیں)

عِبَادَةٌ ، عُبُوْدِيَّةٌ اور عُبُوْدَةٌ کے ایک ہی معنی ہے یعنی عاجزی کرنا، اطاعت کرنا، خدمت کرنا، انکساری اختیار کرنا، خواہ وہ کسی بھی ہیئت پر ہو۔ اصل مقصود عبادت سے امتثالِ امر ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں غایت خضوع اور غایت تذلل کے ساتھ جبینِ نیاز جھکانا اور سجدہ کرنا عبادت ہے۔

لفظ عبادت اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے قولی، فعلی، بدنی اور مالی ہر طرح کی عبادت کو شامل ہے۔ اسی طرح عبادت فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کو بھی شامل ہے۔ تاہم اس باب میں آمدہ روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں لفظ عبادت سے مراد عبادات نافلہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اپنے شب و روز میں نوافل کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے؟ یہی اس باب کی غرض انعقاد ہے۔

عبادت کی وجہ سے قدم مبارک پر ورم آ جانا:

۱-۴۰ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ ، وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ ، قَالَا : أَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عَلَاقَةَ......

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهُ : أَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ: "أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا ."

"سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک متورم ہو گئے۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ کیا آپ اتنی تکلیف برداشت کرتے ہیں حالانکہ آپ کے لیے اگلی اور پچھلی تمام لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ (آپ ﷺ گناہوں سے پاک ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔"

تخریج : ......صحیح بخاری ، کتاب التفسیر ، باب ﴿ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك﴾ (۴۸۳۶/۸) ، و کتاب التهجد (۱۱۳۰/۳) ، صحیح مسلم، ، کتاب صفات المنافقين و احكامهم، باب اكثار الاعمال

والاجتهاد (٤/ ٧٩، برقم: ٢١٧١).

حضور اکرم ﷺ کی مشقت طلب عبادت:

یہاں واجبات وفرائض سے زائد نماز مراد ہے۔جس کو قرآن کریم میں نفل کہا گیا ہے:﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ﴾ ''رات کو تہجد پڑھیں یہ آپ کے لیے زائد نماز ہے۔'' نفل نماز میں محنت واجتہاد کا ذکر بھی قرآنِ کریم میں ہے:﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ ''اپنے رب کی عبادت وبندگی تا وقت وفات بجالاتے رہو۔''

حدیث الباب میں آنحضور ﷺ کی مشقت طلب نفلی عبادت کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ رات کو اتنی لمبی نماز پڑھتے اور اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک میں ورم آجاتا۔آپ ﷺ کے اسی مشقت طلب ذوق و شوق کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○﴾

''اے کپڑا اوڑھنے والے پیغمبر! رات کے وقت نماز میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم۔آدمی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لیں یا اس پر بڑھا دیں اور قرآن کریم کو خوب ٹھہر کر پڑھیں۔''

تکلف کے دو مفہوم:

❀ أَتَتَكَلَّفُ هٰذَا؟ '' تکلف کے دو مفہوم ہیں۔ایک تو تصنع اور بناوٹ ہے اور دوسرا معنی تحمل ہے اور یہاں دوسرا معنی ہی مراد ہے کیونکہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہنے کا حکم دیا ہے کہ ﴿وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ ''میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ کس قدر تحمل اور برداشت کے ساتھ طویل قیام کی مشقت اُٹھاتے ہیں حالانکہ آپ کے ذمے معصوم عن الخطاء ہونے کی وجہ سے کوئی گناہ یا لغزش ہے ہی نہیں۔تو پھر اتنی لمبی عبادت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: '' (جب میرے پروردگار نے مجھ پر اتنے احسانات کیے ہیں) تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مجھے معصوم عن الخطا رکھا ہے مگر پھر بھی میں اس کی رحمت اور فضل وکرم نیز بخشش سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل کی بدولت نجات نہیں پا سکتا۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: کیا آپ بھی؟ فرمایا: ''ہاں میں بھی۔الا یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں

ڈھانپ لے۔'' [1]

حضور علیہ السلام معصوم عن الخطاء تھے:

وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ: ''اور یقیناً آپ ﷺ کے لیے اگلی اور پچھلی تمام لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔'' بظاہر اس عبارت سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ لغزشیں اور خطائیں تو آپ سے صادر ہوئیں لیکن اللہ تعالیٰ عزوجل نے انہیں اپنے عفو و کرم سے معاف کر دیا۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں اور ان سے خطائیں ہوتی ہی نہیں۔ علمائے کرام اور ائمہ مجتہدین نے اس کے کئی ایک جوابات دیے ہیں۔ سورۃ فتح کی ابتدائی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''اس سے مراد ترکِ اولیٰ والے معاملات یا وہ اُمور ہیں جو آپ ﷺ نے اپنے فہم و اجتہاد سے کیے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ناپسند فرمایا، جیسے عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ وغیرہ کا واقعہ ہے، جس پر سورۂ عبس کا نزول ہوا، یہ معاملات واُمور اگرچہ گناہ اور منافی عصمت نہیں، لیکن آپ ﷺ کی شانِ ارفع کے پیش نظر انہیں بھی کوتاہیاں شمار کر لیا گیا، جس پر معافی کا اعلان فرمایا جا رہا ہے۔'' دراصل نیکی اور گناہ کا بندوں کے درجات سے بڑا تعلق ہے بعض اُمور جو عام مسلمانوں کے نزدیک نیکی سمجھے جاتے ہیں وہی کام اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے ہاں نیکی کے بجائے گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ''حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ'' سے واضح ہے۔

❀ حدیث الباب سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ باوجود اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے اطاعت و عبادت میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ نیز حدیث سے نفلی عبادات میں حتی الوسع مشقت برداشت کرنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں

۴۰-۲: حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، أَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ، قَالَ: فَقِيْلَ لَهُ: أَتَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ جَاءَكَ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَدْ

''سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اتنی نماز پڑھتے کہ آپ کے دونوں قدم مبارک متورم ہو جاتے۔ تو آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ (اتنی مشقت کے ساتھ) ایسا کرتے ہیں جب کہ آپ کو تو یہ نوید مل

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، حدیث: ٦٤٦٧۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین باب لن یدخل احد الجنة بعمله، حدیث: ٢٨١٨۔

غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: "أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا."

چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کیا میں (اللہ تعالیٰ کا) شکرگذار بندہ نہ بنوں۔''

تخریج: ...... یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح ابن خزیمة (۲/ ۱۱۸٤)، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسے فتح الباری (۲۰/۳) میں ذکر کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔

۴۰-۳: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرَّمْلِيُّ، ثَنَا عَمِّي يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَتَّى تَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ. فَيُقَالُ لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: "أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا."

''سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نماز میں اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ کے دونوں قدم مبارک سوج جاتے تو آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ (اتنی مشقت کے ساتھ) ایسا کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تو کیا میں شکرگذار بندہ نہ بنوں؟''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها، باب فی طول القيام فی الصلوات (۱/ ۱٤۲۰)، ''زوائد ابن ماجه'' میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اس سند کے تمام راوی امام مسلم کے ہاں محتج بہ ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا اندازِ عبادت:

۴۰-٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ......

عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُوْمُ فَإِذَا كَانَ مِنَ السَّحَرِ أَوْتَرَ، ثُمَّ أَتَى فِرَاشَهُ فَإِذَا كَانَ لَهُ حَاجَةٌ أَلَمَّ بِأَهْلِهِ، فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ وَثَبَ، فَإِنْ كَانَ جُنُبًا

''اسود بن یزید سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اللہ کے رسول ﷺ کی رات کی عبادت کے بارے میں پوچھا تو انہوں فرمایا: رسول اکرم ﷺ رات کے ابتدائی حصہ میں سو جاتے تھے۔ پھر اُٹھ کر قیام کرتے اور سحری کے قریب وتر پڑھتے، پھر اپنے بستر پر تشریف لاتے، اگر حاجت ہوتی تو اپنے گھر

أَفَاضَ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

والوں کے پاس جاتے، پھر جب اذان (صبح) سنتے تو تیزی سے اُٹھ پڑتے، اگر جنبی ہوتے تو اپنے بدن پر پانی بہاتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے چلے جاتے۔"

تخریج :...... صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب من نام اوّل اللیل واحیي آخره (۱۱۳٦/۳)، صحیح مسلم، کتاب صلوٰة المسافرین، باب صلوٰة اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیه وسلم (۱۲۹/۱، برقم: ۵۱۰)

راویٔ حدیث اسود بن یزید نخعی کا تعارف:

اس حدیث کے راوی حضرت اسود بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ سیّدنا عمر بن خطاب، سیّدنا علی المرتضیٰ، سیّدنا معاذ بن جبل اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ ثقہ تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ۷۴ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مفردات:

أَلَمَّ بِأَهْلِهِ : ای نَزَلَ وَزَارَ زِيَارَةً غَيْرَ طَوِيْلَةٍ آنا، اترنا اور مختصر زیارت کرنا۔ مراد جماع کرنا ہے۔

وَثَبَ : نَهَضَ وَ قَامَ تیزی سے اُٹھنا۔

اَفَاضَ : ای اَفْرَغَ بہانا، انڈھیلنا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اللیل کی کیفیت:

❀ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اللیل کی کیفیت بیان کی گئی ہے عددِ رکعات پر آمدہ احادیث میں بحث ہوگی یہاں یہ بیان ہے کہ آپ قیام اللیل کے بعد اپنے گھر والوں کے پاس جاتے یعنی اولیت عبادتِ الٰہی کو دی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع کے مناسب ولائق بھی یہی ہے کہ آپ اپنی اس طرح کی ضرورت کو بعد میں ہی پورا کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تصریحاً ثابت ہے کہ افْضَلُ الْقِيَامِ سیّدنا داؤد علیہ السلام کا ہے جو نصف رات استراحت فرما ہوتے پھر ثلث رات قیام کرتے اور پھر باقی سدس رات آرام فرماتے۔ [1]

❀ اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اولیٰ بات یہ ہے کہ جماع کو ابتداء نوم سے مؤخر کیا جائے تاکہ نوم طہارت پر ہو۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کا اہتمام کرنا چاہیے اور نوم کی وجہ سے اس میں سستی نہیں کرنا چاہیے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب من نام عند السحر، حدیث: ۱۱۳۱

قیام اللیل کی کیفیت دیگر احادیث سے کئی طریقوں پر بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ بسا اوقات اوّل رات غسل فرماتے اور بسا اوقات پچھلی رات، کئی دفعہ اوّل رات وتر پڑھتے اور کئی دفعہ پچھلی رات، اسی طرح بہت دفعہ آپ ﷺ اونچی قرأت کرتے اور بسا اوقات آہستہ پڑھتے۔ [1] واللہ اعلم

[1] صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صوم الدهر لمن ثاقت نفسه الیه، حدیث: ۱۱۵۹/۱۸۹. بمعناه بلفظ "احب الصلاة الی الله صلاة داؤد......

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حصولِ دین کے لیے شوق و ذوق:

٥٠٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ (ح). وَثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ، ثَنَا مَعْنٌ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ، (وَهِيَ) خَالَتُهُ، قَالَ: فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طُولِهَا، فَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ، اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ، بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ: فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى، فَفَتَلَهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ

"سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "وہ ایک رات اُمّ المؤمنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سوئے۔ اور وہ ان کی خالہ ہیں۔" فرماتے ہیں: میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ اس کے طول میں لیٹ گئے۔ رسول اللہ ﷺ سو گئے حتی کہ جب نصف رات ہوئی یا اس سے تھوڑی دیر پہلے یا تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو آپ اپنے چہرے سے نیند دُور کرنے لگے اور سورت آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر آپ ایک لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف اُٹھے اس سے اچھی طرح وضوء کیا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔" سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں آپ ﷺ کی ایک طرف کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا دائیں ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا پھر میرا دائیں کان پکڑ کر مروڑا۔ آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں۔" راوی معن کہتے ہیں: چھ مرتبہ (دو دو رکعتیں پڑھیں)" پھر وتر پڑھا۔ پھر

ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ . قَالَ مَعْنٌ سِتَّ مَرَّاتٍ . ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ .

آپ ﷺ لیٹ گئے حتی کہ مؤذن آیا۔ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھیں پھر آپ (مسجد کی طرف) نکلے اور نمازِ فجر پڑھائی۔''

تخریج : ......صحیح بخاری ، کتاب الوضوء ، باب القرأة بعد الحدث وغیرہ و کتاب التھجد (۲/ ۹۹۲ ، صحیح مسلم، کتاب المسافرین و قصرھا ، باب الدعاء فی صلوٰة اللیل (۱/ ۱۸۲، ۱۸۵، ۵۲۶، ۵۲۸)

حدیث الباب سے مستنبط مسائل

حدیث الباب سے کئی ایک فوائد حاصل ہوتے ہیں چند یہ ہیں:

۱۔ نیند سے بیدار ہو کر وضوء سے پہلے ہی قرآنِ کریم کی آیات تلاوت کی جاسکتی ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے سورت آل عمران کی دس آیات تلاوت کیں۔ ۲۔ عمل قلیل سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ ۳۔ بچے کی نماز بھی صحیح اور درست ہے۔ ۴۔ بچہ بھی امام کی اسی جانب کھڑا ہوگا جہاں بڑا آدمی کھڑا ہوتا ہے۔ ۵۔ نوافل کی جماعت درست ہے۔ ۶۔ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز دو دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ ۷۔ وتر قیام اللیل کے آخر میں پڑھا جائے۔ ۸۔ تہجد کے بعد استراحت کے لیے لیٹنا طریقہ نبوی ہے جب کہ دیگر روایات میں صبح کی سنتوں کے بعد لیٹنے کا ذکر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صبح کی دو سنتیں ادا کرنے کے بعد لیٹنا مستحب ہے۔ ۹۔ انبیاء کرام کا سونا نواقض وضوء میں سے نہیں ہے۔ ۱۰۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بچپن سے ہی قیام اللیل کا ذوق رکھنے والے شب زندہ دار تھے۔

آپ ﷺ کا قیام اللیل تیرہ رکعت کا ہوتا:

۴۰-۶ : حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ ، ثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ ...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

''سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رات کو تیرہ (۱۳) رکعت پڑھا کرتے تھے۔''

تخریج : ......صحیح بخاری ، کتاب التھجد، باب کیف کانت صلوٰة النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۳/ ۱۱۳۸) ، صحیح مسلم، کتاب المسافرین، باب صلوٰة اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل (۱/ ۱۹۴ برقم ۵۳۱).

تشریح : ......اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے صلاۃ اللیل تیرہ رکعات پڑھیں۔ نبی کریم ﷺ سے

گیارہ ،نو اور سات رکعات مع وتر پڑھنا بھی ثابت ہے جیسا کہ اس مسئلہ سے متعلقہ دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

جو رات کو نماز نہ پڑھ سکے اس کی قضاء کیسے کرے:

۴۰-۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ......

عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ مَنَعَهُ مِنْ ذٰلِكَ النَّوْمُ أَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

’’اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی رات کو نماز نہ پڑھ سکتے ، آپ کو نیند نے روک لیا ہوتا یا آنکھوں پر نیند غالب آ گئی ہوتی تو آپ دن کو بارہ رکعت پڑھ لیتے۔‘‘

تخریج...... : صحيح مسلم، صلوٰة المسافرين، باب صلاة الليل و عدد ركعات النبى صلى الله عليه وسلم فى الليل (۱/ ۱۴۰ برقم ۵۱۵).

تشریح :......نیند یا تھکاوٹ کسی بھی وجہ سے رات کی نماز (قیام اللیل) فوت جائے تو دن میں بارہ رکعت پڑھ لی جائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا بطور تدارک کرتے تھے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ مَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كَانَ كَمَنْ قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ .)) [1] ......’’جو شخص اپنے رات کے وظیفہ وغیرہ سے سو جائے تو اس نے فجر اور ظہر کے درمیان وہ وظیفہ پڑھ لیا تو گویا اس نے وہ رات کو ہی پڑھا۔‘‘

اس سے ثابت ہوا کہ نفل نماز کی قضاء بھی جائز ہے بلکہ مستحب ہے تا کہ کوئی شخص اپنی عبادت و ریاضت کا وظیفہ چھوڑنے کی عادت ہی نہ بنالے۔

تہجد کی ابتداء دو ہلکی پھلکی رکعتوں سے کی جائے

۴۰-۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ ، أَنَا أَبُوا أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ ۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَسَلَّمَ قَالَ: ’’ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ .

’’سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی ایک رات کو قیام کرے تو دو ہلکی پھلکی رکعتیں شروع میں پڑھے۔‘‘

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل......، حدیث: ۷۴۷

تخریج : ......صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین (۱/۱۹۸ برقم ۵۳۲)

تشریــــح و فوائد :......کیونکہ اس طرح عبادت میں بوجھل پن کا احساس نہیں ہوتا، بلکہ نشاط وچستی پیدا ہوتی ہے نیز ایسا کرنے میں بتدریج قلیل سے کثیر تک پہنچا جائے اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ بلا کسی ضرورت وعذر دو رکعت تہجد پر اقتصار نہیں کرنا چاہیے۔

تیرہ رکعت قیام اللیل کی دوسری روایت

۴۰-۹ : حَـدَّثَـنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ (ح) . وَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى ، حَـدَّثَنَا مَعْنٌ ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ......

عَـنْ زَيْـدِ بْـنِ خَـالِـدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ: لَأَرْمُقَنَّ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهُ ، أَوْ فُسْطَاطَهُ ، فَـصَـلَّـى رَسُـوْلُ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ ، رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ . ثُمَّ صَلَّى رَكْـعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ، طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْـلَهُمَا ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ الـلَّتَيْـنِ قَبْـلَهُمَا ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، وَهُـمَـا دُوْنَ الـلَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ، ثُمَّ صَلَّى رَكْـعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ، ثُمَّ أَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَـلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

”سیّدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دل میں یہ بات ٹھان لی کہ آج رات میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا، تو میں نے آپ کی دہلیز یا خیمہ پر ٹیک لگالی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہلکی پھلکی دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں لمبی لمبی پڑھیں، پھر ان سے کم لمبی دو رکعتیں پڑھیں، پھر ان سے کم لمبی دو رکعتیں پڑھیں، پھر ان سے کم لمبی دو رکعتیں پڑھیں، پھر ان سے کم لمبی دو رکعتیں اور پڑھیں پھر وتر پڑھا تو یہ کل تیرہ رکعتیں ہوگئیں۔

تخریج : ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین (۱/۱۹۵ برقم ۵۳۱، ۵۳۲)

مفردات:

لَأَرْمُقَنَّ: باب نصر سے فعل مضارع واحد متکلم ہے نون ثقیلہ تاکید کے لیے لاحق ہے میں ضرور دیکھوں گا۔ اس کا مصدر رَمْقٌ ہے دزدیدہ نگاہ سے دیکھنا، تاکنا، دیر تک دیکھتے رہنا۔

تَوَسَّدَ : ای جعلها تحت رأسه : تکیہ بنانا، ٹیک لگانا۔

اَلْعَتَبَةُ : دہلیز۔ چوکھٹ۔

اَلْفُسْطَاطَ: خیمہ۔ **بَيْتٌ مِنْ شَعْرٍ** : اون وغیرہ سے تیارہ کیا گیا خیمہ۔

راویٔ حدیث سیّدنا ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی سیّدنا ابوعبدالرحمٰن زید بن خالد جہنی المدنی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست اور بواسطہ عثمان ابوطلحہ، اور عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین روایت کرتے ہیں۔ ان سے تقریباً ۸۱ احادیث مسند بقی بن مخلد میں مروی ہیں۔ پچاسی سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں ۷۸ ھ میں فوت ہوئے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے ۷۸ ھ کے بجائے ۶۸ ھ ذکر کیا ہے۔

تشریح :...... ممکن ہے کہ یہ واقعہ دورانِ سفر کا ہو جبکہ ازواج مطہرات میں سے کوئی ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہو۔ اسی لیے صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے خیمہ پر نظر رکھی، یہ بھی واضح ہوا کہ بارہ رکعتیں دو دو کر کے پڑھی گئیں پھر وتر اکیلا پڑھنے کا بیان ہے۔

رمضان اور غیر رمضان میں تعداد رکعات؟

۴۰-۱۰ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَى ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ ......

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ : أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ : كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ: مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا . فَقَالَتْ عَائِشَةُ : فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ: "يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ.

”سعید بن ابی سعید مقبری، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں انہوں نے خبر دی کہ میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک میں (رات کی) نماز کی کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعت پڑھتے تو ان کی حسن ادائیگی اور طوالت قیام کے بارے میں سوال ہی نہ کر۔ پھر چار رکعت پڑھتے تو ان کی خوبی ادا اور طوالت کے بارے میں سوال نہ ہی کر، (کہ بہت اچھے طریقے اور لمبی قرأت کے ساتھ پڑھتے تھے) پھر تین رکعتیں (وتر) پڑھتے۔“ اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ''اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔''

تخریج :......صحیح بخاری، کتاب التھجد (۳/ ۱۱۳۷)، و کتاب صلاۃ التراویح (۴/ ۲۰۱۳)، و کتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان، و کتاب المناقب (۶/ ۳۵۶۹)، صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱/ ۱۲۵ برقم ۵۰۹)

بیس رکعت نمازِ تراویح کا ثبوت؟

❀ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عام راتوں کی طرح قیامِ رمضان (نمازِ تراویح) بھی گیارہ رکعت ہیں بعض صحیح روایات میں اس سے کم اور بعض میں اس سے زائد بھی آیا ہے مثلاً تیرہ رکعت اس طرح بارہ رکعت بھی ہے جس سے تہجد فوت ہو جائے اس کے متعلق ہے کہ وہ بارہ رکعت صبح اور ظہر کے درمیان پڑھ لے۔ ❶ لیکن بیس رکعت کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے بلکہ کوئی صحیح حدیث موقوفاً بھی ثابت نہیں ہے۔ بیس رکعت نماز تراویح کے بارے میں ایک مرفوع روایت پیش کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت پڑھتے تھے۔ لیکن یہ روایت سخت ضعیف ہے اس کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان سخت ضعیف راوی ہے۔ ائمہ جرح وتعدیل نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ مزید یہ کہ یہ حدیث صحیحین (بخاری ومسلم) کی روایات کے بھی خلاف ہے لہٰذا ناقابل احتجاج ہے۔ عامۃ الناس جو بیس رکعات نمازِ تراویح پڑھتے ہیں، انہیں ازسرنو سوچنا چاہیے کہ وہ کس کی اتباع میں ایسا کرتے ہیں۔ دیکھا دیکھی اور بھیڑ چال میں کوئی عمل ادا کرنے سے بہتر ہے کہ صحیح احادیث پر عمل کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ اعمال کی ہی ادائیگی کی جائے۔ واللہ ھو الموفق

❀ ''تو ان کی حسن ادائیگی اور طولِ قیام کے بارے میں سوال ہی نہ کر۔'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کثرت رکعات سے طولِ قیام اور حسن ادائیگی زیادہ بہتر ہے جیسا کہ حدیث میں بھی ہے کہ ''اَفْضَلُ الصَّلَاۃِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ'' ❷ بعض محدثین عظام فرماتے ہیں کہ ''رات کو طولِ قیام بہتر ہے اور دن کو تکثیر رکوع و سجود۔''

تہجد پڑھ کر دائیں کروٹ لیٹنا یا فجر کی سنتیں پڑھ کر؟

۴۰-۱۱: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسٰی، ثَنَا مَعْنٌ، ثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ

❶ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل، حدیث: ۷۴۶۔

❷ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب افضل الصلاۃ طول القنوت، حدیث: ۷۵۶۔

عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً ، يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا ، اِضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ .

''اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعت نماز ادا فرماتے جن میں سے ایک وتر ہوتا پھر جب آپ فارغ ہوتے تو اپنے دائیں پہلو کے بل لیٹ جاتے۔''

تخریج : ......صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین (۱/ ۱۲۱ برقم ۵۰۸) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں "اضطجاع" یعنی لیٹ جانے کا لفظ شاذ ہے کیونکہ محفوظ لفظ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹتے تھے جیسا کہ صحیحین میں ہے۔(فتح الباری ۳/ ۵٤)

۴۰-۱۲:

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ ، أَنَا مَعْنٌ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ نَحْوَهُ (ح) . ثَنَا قُتَيْبَةُ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ نَحْوَهُ .

''امام ترمذی فرماتے ہیں ہمیں ابن ابی عمر نے معنؒ سے اور انہیں امام مالک نے امام ابن شہاب سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔ نیز ہمیں قتیبہ نے امام مالک سے خبر دی، ان کو ابن شہاب نے اسی طرح خبر دی۔''

نوٹ......: تخریج اور وضاحت کے لیے گذشتہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

نو (۹) رکعت قیام اللیل کی ایک روایت

۴۰-۱۳: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ ، ثَنَا أَبُوا الأَحْوَصِ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُصَلِّيْ فِي اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ .

''اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو (۹) رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

تخریج : ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین ، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل (۱/ ۱۳۹ برقم ۵۱۲، ۵۱٤ مطولاً)

تشریح : ......''يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ'' رات کو نو (۹) رکعت نماز ادا فرماتے۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ عبداللہ بن ابی قیس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو

کتنے وتر پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: چار اور تین۔ چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین مگر آپ ﷺ سات سے کم اور تیرہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ❶

صحیح بخاری میں ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسروق کو کہا کہ آپ ﷺ کی نماز صبح کی سنتوں کے علاوہ سات، نو اور گیارہ رکعت ہوتی تھی۔ ❷ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: درست بات یہ ہے کہ یہ رویت متعدد واقعات پر محمول ہوگی، بیانِ جواز اور طبیعت ہلکی اور بوجھل ہونے پر اس کا انحصار ہوگا۔ (واللہ اعلم)

نو رکعت قیام اللیل کی دوسری روایت:

٤٠ـ١٤:

حَـدَّثَـنَـا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ ، ثَنَا يَحْيَى بْـنُ آدَمَ ، ثَـنَـا سُفْيَـانُ الثَّوْرِيُّ ، عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ .

''امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں محمود بن غیلان نے، ان کو یحییٰ بن آدم نے، انہیں سفیان ثوری نے اعمش سے اسی طرح بیان کیا ہے۔''

تخریج: ...... یہ سند صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (٢/ ٢٣٢)، مستدرك حاكم (٤/ ٣٩٣).

نمازِ تہجد کی دعائیں اور التجائیں:

٤٠-١٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، أَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو بنِ مُرَّةَ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ـ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَبْسٍ ......

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ: فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ: "اللّٰهُ أَكْبَرُ ذُوالْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ." قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ الْبَقَرَةَ ، ثُمَّ رَكَعَ وَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ وَكَانَ يَقُوْلُ: " سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ " ثُمَّ

''سیّدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز شروع کی تو فرمایا: ((اللّٰهُ أَكْبَرُ ذُوالْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ .)) ''اللہ سب سے بڑا ہے، وہ حکومت، طاقت، بڑائی اور عظمت والا ہے۔'' فرماتے ہیں: پھر آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ پڑھی، پھر رکوع کیا اور رکوع بھی قیام کی طرح طویل تھا۔ رکوع میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ

❶ سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب فی صلاۃ اللیل، حدیث: ١٣٦٢.

❷ صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب کیف صلاۃ النبی ﷺ، حدیث: ١١٣٩.

رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوْعِهِ، وَكَانَ يَقُوْلُ: "لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ" ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ وَكَانَ يَقُوْلُ: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَانَ مَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقُوْلُ: "رَبِّ اغْفِرْ لِيْ رَبِّ اغْفِرْلِي" حَتَّى قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَ آلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَاءَ وَالْمَائِدَةَ وَالْأَنْعَامَ ـــ شُعْبَةُ الَّذِيْ يَشُكُّ فِي الْمَائِدَةِ وَالْأَنْعَامِ. قال ابوعيسى: وابوحمزة اسمه طلحة بن زيد وابوحمزة الضبعي اسمه نصر بن عمران.

رَبِّيَ الْعَظِيْم)) پڑھتے تھے، پھر سر مبارک رکوع سے اُٹھایا (اور قومہ کیا) اور قیام بھی رکوع کی طرح تھا اور اس میں ((لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ)) پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے سجدہ کیا تو آپ کا سجدہ بھی قیام کی طرح طویل تھا اور اس میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى)) پڑھتے تھے پھر آپ نے سجدہ سے سر مبارک اُٹھایا تو آپ دو سجدوں کے درمیان تقریباً سجدہ کے برابر بیٹھے اور ((رَبِّ اغْفِرْ لِيْ رَبِّ اغْفِرْلِي)) پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ نے سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء، المائدہ یا الانعام پڑھی۔ راویٔ حدیث شعبہ کو شک ہوا ہے کہ آپ نے المائدہ پڑھی یا الانعام پڑھی تھی۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ (سند میں آنے والے) ابو حمزہ کا نام طلحہ بن زید ہے اور ابوحمزہ الضبعی کا نام نصر بن عمران ہے۔"

تخریج: ...... یہ حدیث اپنے شواہد اور طرق کے ساتھ صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰة، باب ما یقول الرجل فی رکوعه و سجوده (۸۷۴/۱)، سنن نسائی، کتاب التطبیق، باب ما یقول فی قیامه (۱۰۶۸/۲)، ۱۱۴۴)، السنن الکبری للنسائی (۴۳۴/۱)، مسند احمد بن حنبل (۳۸۸/۵، ۳۹۶، ۳۹۸)، ابو الشیخ فی اخلاق النبی صلی الله علیه وسلم (ص: ۱۹۴)

اس کی سند میں ایک مجہول آدمی ہے لیکن اس حدیث کے اور شواہد بھی ہیں ان میں سے ایک مسند احمد بن حنبل (۴۰۰/۱۵)، سنن دارمی (۱۳۳۰)، سنن ابن ماجه (۸۹۷) مختصراً ہے جو عن العلاء بن المسیب عن عمرو بن مرة عن طلحة بن یزید الانصاری عن حذیفة نحوه کے طریق سے ہے۔ ایک اور شاہد عوف بن مالک کی حدیث سے ہے جو سنن ابی داؤد (۱۷۳/۱)، سنن نسائی (۱۰۴۸/۲) میں ہے۔ اسی طرح ایک اور طریق صحیح مسلم، کتاب صلوٰة المسافرین (۲۰۳/۱ برقم: ۵۳۶)، سنن ابی داؤد (۸۷۱)، سنن ترمذی (۲۶۲)، سنن نسائی (۱۰۰۸/۲)، سنن ابن ماجه (۱۳۵۲) مسند احمد بن حنبل (۳۸۲/۵، ۳۸۴، ۳۹۴، ۳۹۸) میں عن سعد بن عبیدة عن المستورد عن صلة بن زفر عن حذیفة بلفظ آخر ہے لیکن اس میں تکبیر کے بعد والا ذکر، الحمد، اعتدال

اور دوسجدوں کے درمیان والی دُعا نہیں ہے۔ الغرض یہ حدیث اپنے شواہد اور طرق کے ساتھ صحیح ہے۔

مفردات:

اَلْـمَـلَـكُوْت: فَعَلُوْت کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جو کثرت وازدیاد کے لیے مستعمل ہے بہت بڑا بادشاہ، بڑی عزت والا سلطان۔

اَلْكِبْرِيَاءُ: بڑائی اور عظمت و بزرگی۔

تشریح و فوائد: ...... یہ نفلی نماز تھی، معلوم ہوا کہ نفلی نماز جتنی بھی طویل پڑھی جائے درست ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ خیر اور بھلائی کی نیت سے کسی کو دُزدیدہ نگاہ سے دیکھنا درست ہے۔

حضور ﷺ پوری رات ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے:

۴۰-۱۶: حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعِ الْبَصْرِيُّ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيِّ ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ لَيْلَةً.

''اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات قرآنِ مجید کی صرف ایک آیت ہی نماز میں پڑھتے رہے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی ، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی قیام اللیل (۴۴۸/۲) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ الشیخ احمد شاکر کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ اس حدیث کا ایک شاہد سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ان الفاظ سے ہے: ((قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِآيَةٍ حَتَّى أَصْبَحَ يُرَدِّدُهَا وَالْآيَةُ ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ کہ ''نبی اکرم ﷺ ایک رات صبح تک ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے، وہ آیت یہ تھی: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ .....الخ﴾ سنن نسائی ، کتاب الافتتاح (۱۰۰۹/۲) ، سنن ابن ماجه ، کتاب اقامة الصلوٰة (۱۳۵۰/۱) ، زوائد ابن ماجه میں ہے۔ اس کی سند صحیح اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ مسند احمد بن حنبل (۱۴۹/۵)، مستدرک حاکم (۲۴۲/۱) امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس پر ان کی موافقت کی ہے۔

تشریح:

❀ سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مروی ہے ان کے الفاظ ہیں کہ ''آپ صبح تک ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے اسی سے قیام کرتے اور اسی سے رکوع کرتے اور اسی دعا کو سجدہ میں پڑھتے۔'' لوگوں نے پوچھا: یہ کونسی آیت تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: آیت مبارکہ یہ تھی ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ

تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ ❶ ''اے اللہ! اگر تو ان سب کو عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت فرما دے (اور سب کو معاف کر دے) تو (پھر بھی تیری شان سے کچھ بعید نہیں) تو یقیناً بڑی قدرت والا ہے، بڑی حکمت والا ہے۔''

❀ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے رکوع و سجود میں قرآنِ کریم پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ ❷ بنا بریں ہوسکتا ہے کہ آپ نے نہی سے قبل پڑھا ہو، یا نہی تنزیہی ہو اور بیانِ جواز کے لیے اس طرح کیا ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت کے مقتضیٰ کے مطابق رکوع و سجود میں دعائیں کرتے رہے ہوں، کیونکہ آپ ﷺ اس کے معانی پر غور وفکر کر رہے ہوں اور اس لیے بار بار اس ایک آیت کو دہراتے رہے ہوں۔ واللہ اعلم

حضور ﷺ کا رات کا قیام:

۴۰-۱۷: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ ، ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ، ثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: صَلَّيْتُ لَيْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوْءٍ ، قِيْلَ لَهُ : وَمَا هَمَمْتَ بِهِ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَدَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک رات اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ ﷺ نے بہت لمبا قیام کیا حتی کہ میں نے بُرا ارادہ کرلیا۔ ان سے پوچھا گیا: آپ نے کیا بُرا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ دوں۔''

تخریج :...... صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب طول القیام فی صلاة اللیل (۱۱۳۵/۳)، صحیح مسلم، کتاب صلوٰة المسافرین، باب استحباب تطویل القراءة فی الصلوٰة باللیل (۲۰۴/۱ برقم ۵۳۷).

تشریح :...... ''میں نے ایک بُرا ارادہ کیا'' کہ میں آپ کی اقتداء چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے آئندہ آپ ﷺ کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کا ارادہ کیا۔ مگر پہلی بات زیادہ ظاہر ہے۔ دوسری بات گو بظاہر درجۂ جواز رکھتی ہے مگر سوءِ ادب اور صورت مخالفت کی بنا پر اس کو مذموم سمجھا گیا ہے۔ دوسری

---

❶ مسند احمد (۱۴۹/۵) بهذا اللفظ، سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب تردید الآیة، حدیث: ۱۰۱۱، سنن ابن ماجه (۱۳۵۰) بمعناه.

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب النهی عن قراءة القرآن فی الرکوع والسجود، حدیث: ۴۸۰.

صورت کرمانی نے ذکر کی ہے۔

روایت حدیث میں لفظ "نَحْوَہُ" کی بحث:

۴۰-۱۸: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، ثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ.

"امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں سفیان بن وکیع نے، ان کو جریر نے اعمش سے مذکورہ بالا حدیث کی مثل روایت کی ہے۔"

تشریح :......عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَہُ :اعمش سے اسی طرح روایت کی۔لفظ نَحْوَہُ کا استعمال عموماً مِثْلَہُ کی طرح ہوتا ہے۔ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نَحْوَہُ وہاں بولا اور لکھا جاتا ہے جہاں روایت کے الفاظ میں کچھ فرق ہو مگر معنی قریب قریب ہو اور مِثْلَہُ وہاں مستعمل ہے جہاں دوسری روایت پہلی روایت کے لفظ بلفظ موافق و مطابق ہو۔گویا روایت بالمعنی کے لیے نَحْوَہُ اور روایت باللفظ کے لیے مِثْلَہُ مستعمل ہے۔واللہ اعلم

رات کی نماز بیٹھ کر پڑھنا:

۴۰-۱۹: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَى الْأَنْصَارِيُّ، ثَنَا مَعْنٌ، ثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا، فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُوْنُ ثَلَاثِيْنَ أَوْ أَرْبَعِيْنَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

"اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھ کر نماز پڑھتے تو قرأت بھی بیٹھ کر فرماتے پھر جب قرأت سے اندازاً تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو کر باقی قرأت کرتے، پھر رکوع اور سجدہ کرتے، پھر دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح ادا فرماتے۔"

تخریج :......صحیح بخاری، کتاب التہجد (۱/۱۱۱۹)، صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب جواز النافلۃ قائماً و قاعداً (۱/۱۰۲ برقم ۵۰۵)

تشریح :......اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص نفل نماز بیٹھ کر شروع کرے وہ رکوع میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ اشہب اور بعض اہل الرائے کا موقف اس کے خلاف ہے مگر درست بات یہی ہے جیسا کہ حدیث ہذا میں ہے اور آئندہ حدیث سے بھی اسی طرح واضح ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر جتنی قرأت فرماتے، بیٹھنے کی حالت میں اس سے زیادہ پڑھتے کیونکہ بقیہ عموماً تھوڑی چیز پر بولا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

رات کے طویل حصے میں نوافل کھڑے ہو کر پڑھنا:

۲۰-۴۰: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، ثَنَا هُشَيْمٌ ، أَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، عَنْ تَطَوُّعِهِ قَالَتْ: كَانَ يُصَلِّيْ لَيْلًا طَوِيْلًا قَائِمًا ، وَلَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا ، فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ ، وَرَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ ، وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ جَالِسٌ ، رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ .

''عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رات کا طویل حصہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور کبھی رات کا طویل حصہ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کھڑے ہو کر کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی اسی حالت میں کرتے اور جب بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی بیٹھے ہوئے کرتے تھے۔''

تخریج : ...... صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب جواز النافلة قائماً و قاعداً (۱/ ۱۰۵ برقم ۵۰٤) ، سنن ترمذی ، ابواب الصلوٰة (۲/ ۳۷۵) ، وقال حدیث حسن صحیح۔ سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوٰة (۱/ ۹۵۵) ، و کتاب التطوع (۲/ ۱۲۵۱) ، سنن ابن ماجه ، کتاب اقامة الصلوٰة (۱/ ۱۲۲۸) ، سنن نسائی ، کتاب قیام اللیل (۳/ ۱٦٤٥ ، ۱٦٤٦) ، مسند احمد بن حنبل (٦/ ۳۰ ، ۹۸ ، ۱۰۰ ، ۱۱۲ ، ۱٦٦ ، ۲۰٤ ، ۲٦۱ , ۲٦٥)

راویٔ حدیث عبداللہ بن شقیق کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی عبداللہ بن شقیق ہیں۔ ذیل میں ان کے تذکار ملاحظہ ہوں۔

ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن شقیق العقیلی ثقہ تابعی ہیں۔ آپ کے اساتذہ کرام میں سیّدنا عمر، سیّدنا عثمان، سیّدنا علی، سیّدنا ابوذر، سیّدنا ابوہریرہ، سیّدنا ابن عباس، سیّدنا ابن عمر اور سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام ملتے ہیں۔ امام ابن سعد نے انہیں تابعین کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔ خلیفہ کہتے ہیں کہ یہ ۱۰۰ھ کے بعد فوت ہوئے۔ بعض نے کہا ۱۰۸ھ میں فوت ہوئے۔ بڑے مستجاب الدعوات تھے، بارش کے لیے دعا کرتے تو فوراً قبول ہوتی۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

طاقت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا:

اس حدیث سے طاقت کے باوجود بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات مقرر ہے کہ کسی معذوری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کی جائے تو اجر وثواب پورا ملے گا اور اگر بلا عذر بیٹھ کر پڑھے تو نصف اجر کا حق

دار ہوگا۔ یاد رہے کہ اس قاعدہ سے نبی اکرم ﷺ مستثنیٰ ہیں آپ کو ہر حال میں پورا اجر ملے گا۔ واللہ اعلم

نفلی نماز بیٹھ کر پڑھنا:

٢١-٤٠: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ ، ثَنَا مَعْنٌ ، ثَنَا مَالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ السَّهْمِيِّ ......

عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا وَيَقْرَأُ بِالسُّوْرَةِ وَيُرَتِّلُهَا حَتَّى يَكُوْنَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا .

''زوجۂ رسول اُمّ المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ (بسا اوقات) نفلی نماز بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ آپ سورت کی قرأت ٹھہر ٹھہر کر فرماتے حتی کہ وہ سورت اپنے سے لمبی سورت سے بڑھ جاتی تھی۔''

تخریج : ...... صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز النافلة قائماً و قاعداً (١/١١٨ برقم ٥٠١) سنن ترمذی ،ا بواب الصلاۃ (٢/٣٧٣).

مفردات:

سُبْحَةٌ: نَافِلَةٌ نفل نماز

يُرَتِّلُ: اَلْكَلَامَ اى اَحْسَنَ تَالِيْفَهُ۔ القرآن اى قَرَأَه بِأَدَاءِ الْحُرُوْفِ وَحِفْظِ الْوُقُوْفِ آہستہ آہستہ خوبصورت کر کے ادا کرنا، اظہار حروف اور وقوف کا خیال رکھ کر پڑھنا۔

راویٔ حدیث سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف:

اس حدیث کی راویہ اُمّ المؤمنین سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا ہیں ذیل میں ان کے تذکار درج ہیں۔

اُمّ المؤمنین سیّدہ حفصہ بنت عمر بن الخطاب العدویہ رضی اللہ عنہا، آپ بعثت نبوی علی صاحبہ التحیۃ والسلام سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں، یہ خنیس بن حذافہ کے عقد میں تھیں، خنیس غزوۂ بدر کے بعد فوت ہو گئے۔ بخاری، کتاب النکاح میں روایت ہے کہ خنیس بن حذافہ جب فوت ہوئے تو سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کے عقد کے لیے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے رابطہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں ان دنوں نکاح کے لیے اپنے آپ کو آمادہ نہیں پاتا۔ پھر انہوں نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات کی تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ بعدازاں اللہ تعالیٰ کے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے پیغام آ گیا تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اپنی بیٹی کا عقد کرلیا۔ [1]

ان کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔ ۴۵ھ کو ساٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔ مروان نے ان کی نماز جنازہ

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب عرض الانسان ابنته او اخته علی اهل الخیر، حدیث: ٥١٢٢.

پڑھائی۔ ان سے تقریباً ۶۰ احادیث مروی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے براہِ راست روایت کرنے کے علاوہ بواسطہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی احادیث نقل فرماتی ہیں۔ آپ سے روایت لینے والوں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حمزہ بن عبداللہ بن عمر اور صفیہ بنت عبید وغیرھم کے نام ملتے ہیں۔

قیام اللیل میں قرأت کا انداز:

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں قرأت کی ترتیل اچھی عمدہ اور مستحب ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر پوری سورت ایک ہی رکعت میں پڑھی جائے تو یہ کہیں سے کچھ آیات پڑھنے یا سورت کا کچھ حصہ پڑھنے سے بہتر ہے۔ ایک سورت کو دو رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھنا بھی سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔ [1] امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں ابواب الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات کو بیٹھ کر نماز پڑھتے جب اندازاً قرأت سے تیس چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو جاتے اور قرأت کرتے اور پھر رکوع کرتے پھر دوسری رکعت میں پہلی رکعت کی طرح کرتے۔'' اور یہ بھی مروی ہے کہ ''آپ ﷺ بیٹھ کر نماز شروع کرتے جب قرأت کھڑے ہو کر کرتے تو رکوع اور سجدہ کی طرف کھڑے ہوتے ہی جھکتے اور جب بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی بیٹھے بیٹھے ہی کرتے۔'' امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق فرماتے ہیں کہ عمل دونوں حدیثوں پر درست ہے گویا کہ ان کے نزدیک یہ دونوں حدیثیں صحیح اور قابل عمل ہیں۔ [2]

حضور ﷺ اپنے آخری ایام میں اکثر بیٹھ کر نوافل پڑھتے تھے:

۴۰-۲۲: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ......

أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتَّى كَانَ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ .

ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی اکرم ﷺ (اپنے آخری ایام میں) وفات سے قبل نفلی نماز اکثر بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

تخریج : ...... صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائمًا وقاعداً (١/١١٦ برقم ٥٠٦)، سنن نسائی، كتاب قيام الليل (١٦٥٥/٣).

---

[1] سنن نسائی، كتاب الافتتاح، باب القراءة في المغرب بـ (المص)، حديث: ٩٩٢.

[2] سنن ترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء فيمن يتطوع جالسا، تحت رقم الحديث: ٣٧٣، ص ٤٨٢.

تشریح :...... یہ سلسلہ سیّد الانبیاء ﷺ کی وفات سے ایک یا دو سال قبل اس وقت شروع ہوا جب آپ کے بدن مبارک میں ضعف آ چکا تھا۔ کمزوری کی وجہ سے آپ ﷺ زیادہ دیر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے لہٰذا اکثر نفلی عبادات بیٹھ کر فرماتے۔ واللہ اعلم۔

سنن رواتب کی تعداد:

٤٠-٢٣ : حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، ثَنَا اِسْمَاعِيلَ بْنُ اِبْرَاهِيمَ ، عَنْ اَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ .

''سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ (آپ کے گھر میں) ظہر سے قبل دو رکعت اور ظہر کے بعد بھی دو رکعت نماز ادا کی۔ اور دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد آپ ﷺ کے گھر میں ادا کیں۔''

تخریج :......صحیح بخاري، کتاب التهجد، باب الرکعتین قبل الظهر (٣/ ١١٧٢)، صحیح مسلم، صلوٰة المسافرین، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض : (١/ ١٠٤، برقم: ٥٠٤).

تشریح :......اس روایت کے الفاظ صحیح بخاری میں یوں ہیں:

((كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِهِ رَكْعَتَيْنِ .))

''کہ آپ ﷺ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے اور نمازِ جمعہ کے بعد کچھ نہ پڑھتے حتی کہ جب گھر تشریف لاتے تو اپنے گھر میں دو رکعت پڑھتے۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نفلی نماز مسجد میں بھی جائز ہے اور گھر میں بھی۔ مگر ایک دوسری حدیث کے پیش نظر گھر میں زیادہ افضل ہے۔ ((أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةِ .)) [1]......

''فرائض کے علاوہ آدمی کی افضل ترین نماز گھر میں نماز پڑھنا ہے۔''

نمازِ صبح کی سنتیں مختصر پڑھنا:

٤٠-٢٤ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، ثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ نَافِعٍ......

[1] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب صلاة اللیل، حدیث: ٧٣١۔ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین باب استحباب صلاة النافلة فی بیته، حدیث: ٧٨١.

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ ابْنُ عُمَرَ حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَيُنَادِ الْمُنَادُ قَالَ أَيُّوْبُ وَأُرَاهُ قَالَ خَفِيْفَتَيْنِ.

''سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے اُمّ المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب فجر طلوع ہوجاتی اور مؤذن اذان کہتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ راوی ایوب کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ انھوں نے خَفِيْفَتَيْنِ بھی کہا، یعنی ہلکی ہلکی دو رکعت پڑھتے۔''

تخریج : ......صحیح بخاري، کتاب الاذان، باب الاذان بعد الفجر: (۲/ ۶۱۸) و کتاب التهجد: (۳/ ۱۱۷۳، ۱۱۸۱)، صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب رکعتي الفجر والحث علیهما: (۱/ ۸۷ـ ۹۰، برقم: ۵۰۰).

تشریح:

یہ دو رکعتیں نماز صبح سے پہلے کی ہیں۔ یہ دو رکعتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محبوب تھیں۔ اور ان پر بڑے تأکد سے عمل کرتے تھے۔ اگرچہ ہلکی پھلکی قرأت کرتے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ان دو رکعتوں میں اخلاص کی دو سورتیں پڑھتے، یعنی: ﴿قُلْ يٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ ❶ اور یہ بھی مروی ہے کہ ''بہت اچھی وہ دو سورتیں ہیں جو صبح کی دو رکعتوں میں پڑھی جاتی ہیں، ایک ﴿قُلْ يٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور دوسری ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ ہیں۔'' ❷

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی سنتوں کا اتنا خیال رکھتے جتنا کسی اور نفلی نماز کا خیال نہ کرتے۔'' ❸ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دو رکعت مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔'' ❹

سنن مؤکدہ آٹھ رکعت (بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما):

۴۰-۲۵: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ......

---

❶ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب سنة رکعتي الفجر، حدیث: ۷۲۶.

❷ سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوات، باب ما جاء فیما یقرأ فی الرکعتین قبل الفجر، حدیث: ۱۱۵۰ـ صحیح ابن حبان (۲۴۶۱)ـ شعب الایمان للبیهقی (۲۵۵۶).

❸ صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب تعاهد رکعتي الفجر، حدیث: ۱۱۶۹ـ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین باب استحباب سنته رکعتي الفجر، حدیث: ۷۲۴/۹۴.

❹ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب سنته رکعتي الفجر، حدیث: ۷۲۵.

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ: رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِرَكْعَتَي الْغَدَاةِ وَلَمْ أَكُنْ أَرَاهُمَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعتیں یاد رکھیں۔ دو رکعت ظہر سے پہلے، دو اس کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد۔ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے (اُمّ المؤمنین سیّدہ) حفصہ رضی اللہ عنہا نے صبح کی دو رکعتیں بیان کی ہیں جب کہ میں ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خیال نہیں کرتا۔“

تخریج :......اس حدیث کے دو حصے ہیں۔ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول اور اُمّ المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا قول۔ اوّل الذکر صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب الركعتين قبل الظهر (۳/ ۱۱۸۰)، صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل السنن الراتبة میں ہے اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا قول بیان کرنے میں امام ترمذی متفرد ہیں۔ شمائل ترمذی کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، سوائے جعفر بن برقان کے اور ان کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ”تقریب“ میں فرماتے ہیں ”صُدُوْقٌ يَهِمُ“ کہ یہ صدوق ہے اور وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح بخاری، سنن ترمذی اور مسند أحمد بن حنبل میں دس رکعتوں کے الفاظ سے بھی مروی ہے۔

تشریح :......مغرب کے بعد کی دو رکعت پڑھنا بھی سنت ہے، ان دو رکعتوں کو جلدی ادا کرنا چاہیے، کیوں کہ مسند رزین میں روایت ہے کہ جس نے مغرب کی نماز ادا کی پھر کلام کرنے سے پہلے دو رکعت پڑھیں تو اس کی نماز علیین میں اُٹھائی جاتی ہے۔ [1]

”فَلَمْ أَكُنْ أَرَاهُمَا“ یعنی صبح کی سنتیں میں نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں دیکھیں بلکہ میری بہن سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتائیں۔ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بتانے سے پہلے کے متعلق ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ یہ بعد کی بات ہے۔

یہاں اس روایت میں کہا کہ ان دو رکعتوں کو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں دیکھا کیوں کہ آپ انھیں گھر میں پڑھتے تھے۔ صحیح بخاری کے الفاظ ہیں کہ یہ ایسا وقت ہوتا جس میں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جاتا تھا۔ [2]

---

[1] مشكاة المصابيح (۱۱۸۴)۔ عن مکحول مرسلًا. قيام الليل مروزی (ص: ۳۱). یہ روایت ابو صالح کاتب اللیث کے ضعیف اور مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التهجد (التطوع)، باب التطوع بعد المكتوبة، حديث: ۱۱۷۳، ۱۱۸۰.

سنت مؤکدہ دس رکعات (بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا):

٤٠٢٦ : حَدَّثَنَا أَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ ، ثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ .

''عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ ظہر سے پہلے دو رکعت، ظہر کے بعد دو رکعت، نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت، عشاء کے بعد دو رکعت اور نمازِ فجر سے پہلے دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔''

تخريج :......صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائمًا وقاعدًا: (١/ ١٠٥، برقم: ٥٠٤) سنن أبي داؤد، كتاب الصلوٰة: (١/ ١٢٥١)، سنن الترمذي، ابواب الصلوٰة: (٢/ ٤٣٢)، مسند أحمد بن حنبل: (٦/ ٣٠ـ ٢١٦).

سنت نمازیں چودہ رکعات (بروایت علی رضی اللہ عنہ)

٤٠٢٧ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ......

قَالَ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ ضَمْرَةَ ، يَقُوْلُ: سَأَلْنَا عَلِيًّا ...... كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ ...... عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّهَارِ قَالَ: فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَا تُطِيْقُوْنَ ذٰلِكَ قَالَ: فَقُلْنَا: مَنْ أَطَاقَ ذٰلِكَ مِنَّا فَصَلَّى فَقَالَ: كَانَ إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَاهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَإِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَاهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلَّى أَرْبَعًا وَيُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ

''عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں ہم نے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دن کے وقت کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ ہم نے کہا جو ہم میں سے اس کی طاقت رکھے گا، پڑھ لے گا (آپ بتائیں تو سہی) چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورج مشرق میں جب ایسے ہوتا جیسا کہ عصر کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز ادا فرماتے، اور جب سورج مشرق میں ایسے ہوتا جیسا کہ ظہر کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے تو چار رکعتیں پڑھتے، اسی طرح عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے، ہر دو رکعت میں مقرب فرشتوں، نبیوں ان کے پیروکار ایمانداروں اور عام مسلمانوں پر سلام سے فصل وفرق کرتے۔''

بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ .

تخریج : ...... یہ حدیث حسن ہے۔ سنن ترمذي، ابواب الصلوٰة، باب كيف كان تطوع النبي ﷺ بالنهار: (٢/ ٤٢٤، ٤٢٩، ٥٩٨، ٥٩٩)، سنن النسائي، كتاب الامامة: (٢/ ١٢٠)، سنن ابن ماجة، كتاب امامة الصلاة (١/ ١١٦١)، مسند أحمد بن حنبل: (١/ ٨٥، ١٤٣، ١٤٧، ١٦٠)، زوائد المسند لعبد الله بن أحمد (١/ ١٤٢، ١٤٣، ١٤٦) صحيح ابن خزيمة (١/ ١٢).

نمازِ چاشت اور اوابین کا ذکر:

اس حدیث میں نماز چاشت اور نماز اوابین کا تذکرہ بھی ہے۔ نمازِ چاشت کا وقت وہ ہے جب سورج ابھی طلوع ہوا ہو اور اس وقت اس کا رنگ غروب ہونے والے سورج کی طرح ہو جاتا ہے۔

حدیث الباب کا دوسرا ٹکڑا ''صلاۃ الاوابین'' کا بیان ہے، جس کے متعلق صحیح مسلم میں ہے کہ ((صَلَاةُ الْأَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ .)) [1] ......یعنی صلاۃ الاوابین کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب اُونٹنی کے بچے کے پاؤں سخت دھوپ میں جھلسنے لگیں۔

ظہر سے قبل چار رکعتیں اور ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا: یہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ صحیح مسلم میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ظہر سے قبل چار رکعتیں گھر میں پڑھتے تھے۔ اسی طرح صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ ظہر سے قبل کی چار رکعتیں کبھی نہ چھوڑتے۔ اس ضمن میں سیّدنا ابن عمر اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نمازِ ظہر سے قبل دو رکعت پڑھنا بھی مذکور ہے تو حدیث الباب اور ان روایات میں کوئی تعارض نہیں کیوں کہ ثقہ راوی کی زیادت قبول ہوتی ہے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چار رکعتوں والی روایت کو گھر پر اور دو رکعت والی روایت کو مسجد پر محمول کیا جائے۔ جیسا کہ مسند أحمد بن حنبل اور سنن ابی داؤد میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ گھر سے چار رکعت پڑھ کر نکلتے۔ اس لیے ان چار رکعت کو سنت ظہر اور دو کو تحیۃ المسجد پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ عصر سے قبل چار رکعت پڑھنا: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ عصر سے قبل بھی چار رکعت پڑھتے تھے۔ یاد رہے کہ یہ چار رکعت مستحب ہے، سنت راتبہ اور مؤکدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: ((رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا .)) کہ ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو نماز عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتا ہے۔''

باب ماجاء فی عبادة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مکمل ہوا۔ والحمدلله علی ذالك

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ الاوابین حین ترمض الفصال، حدیث: ٧٤٨.

باب نمبر۴۱:

نمازِ ضحیٰ (چاشت) کا بیان

(اس باب میں نو احادیث ہیں)

ضُحٰی: چاشت گاہ، یہ قریٰ کی طرح ضَحْوَۃٌ کی جمع ہے، جیسا کہ قَرْیَۃٌ کی جمع قُرٰی آتی ہے۔ ضَحْوَۃٌ اول النہار کو کہتے ہیں۔ " أَلضُّحٰی إِسْمٌ لِزَمَنٍ مَخْصُوْصٍ "کہ مخصوص وقت کا نام ضحیٰ ہے یہ وقت سورج کے بلند ہونے سے لے کر زوالِ آفتاب تک ہوتا ہے۔

اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ چاشت کی ادائیگی کا ذکر کیا ہے کہ آپ یہ نماز کس وقت پڑھتے اور کتنی رکعات ادا فرماتے تھے۔ یہ نماز پڑھنا مستحب ہے، سنت مؤکدہ اور لازمی کام نہیں ہے۔ چار رکعتوں سے لے کر بارہ رکعت تک کی یہ عبادت کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا شروع کی تو پڑھتے ہی گئے مسلسل کئی کئی دن اس کی ادائیگی سیّد کائنات کا عمل مبارک رہی اور کبھی اس نماز کو چھوڑا تو چھوڑتے ہی چلے گئے، مسلسل کئی کئی روز سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسے ادا نہ فرماتے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مشروعیت بطورِ سنت مؤکدہ وراتبہ کے نہیں ہے بلکہ مستحبات ومندوبات میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ جیسا کہ پیش آمدہ احادیث وروایات سے معلوم ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

چاشت نماز کے بارے میں کتب احادیث وفقہ میں جہاں استحبابی حکم ملتا ہے، وہاں یہ بھی ملتا ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نمازِ چاشت کو بدعت قرار دیتے تھے۔ ❶ یہ محض اس لیے ہے کہ ان کو اس کا علم نہیں ہوسکا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ "کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نمازِ چاشت پڑھتے ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا آپ کے والد محترم (سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب) پڑھتے تھے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں۔ پھر دریافت کیا گیا کہ کیا سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ پھر پوچھا گیا: اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں پڑھتے تھے۔" ❷ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں یہ حدیث نہیں مل

---

❶ صحیح بخاری، کتاب العمرۃ، باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۱۷۷۵۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث: ۱۲۵۵/۲۲۰.

❷ صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب صلاۃ الضحی فی السفر، حدیث: ۱۱۷۵.

سکی۔ واللہ اعلم۔ نمازِ چاشت کا ثبوت متواتر احادیث سے معلوم ہے، نبی اکرم ﷺ سے تقریباً ۲۵ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نمازِ چاشت نقل کی ہے، تمام کے تمام کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نمازِ چاشت پڑھتے تھے۔ امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ مسئلہ بہت ساری صحیح اور مشہور روایات سے ثابت ہے۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نماز کے ثبوت میں احادیث و آثار درجہ تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں۔

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم کے ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہوتا ہے، تو اس کی ہر تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صدقہ ہے اور ان سب سے دو رکعت نمازِ چاشت کافی ہے۔'' [1]

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے میرے دوست (جناب محمد رسول اللہ ﷺ) نے تین چیزوں کا حکم دیا۔ (۱) ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھنا۔ (۲) چاشت کی (کم از کم) دو رکعت نماز پڑھنا۔ (۳) سونے سے پہلے وتر پڑھنا۔ [2]

سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے میرے دوست (جناب محمد رسول اللہ ﷺ) نے تین چیزوں کا حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں، ان پر عمل کروں۔ (۱) ہر مہینے تین روزے رکھوں۔ (۲) نمازِ چاشت پڑھوں۔ (۳) اور سونے سے پہلے وتر پڑھوں۔ [3]

اسی طرح کی روایت سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

نمازِ چاشت کی رکعتیں؟

۱ـ۴۱: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، أَنَا شُعْبَةُ...... عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاذَةَ قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ الضُّحٰى؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَرْبَعُ رَكْعَاتٍ وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ.

''یزید الرشک رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے معاذہ سے سنا وہ فرماتی تھی کہ میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ نمازِ چاشت پڑھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! چار رکعتیں پڑھتے، اور جتنی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی آپ ﷺ زیادہ بھی پڑھتے۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی، حدیث: ۷۲۰.

[2] صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب صلاۃ الضحی فی الحضر، حدیث: ۱۱۷۸ـ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی، حدیث: ۷۲۱.

[3] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ الضحی، باب استحباب صلاۃ الضحی، حدیث: ۷۲۲.

تخریج :......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب صلاة الضحی : (۱/ ۷۸، برقم: ٤٩٧) سنن ابن ماجة، کتاب الاقامة : (۱/ ۱۳۸۱)۔ السنن الکبریٰ للبیهقی (۳/ ۱٤۷)، مسند أبي داؤد طیالسی (۱۵۷۱)، مسند أحمد بن حنبل: (۱/ ۹۵، ۱۲۰، ۱۲٤، ۱٦۸، ۲٦۵).

یزید بن ابی یزید الرشک کا تعارف:

راویٔ حدیث :...... اس حدیث کے راوی یزید الرشک ہیں، جن کا مکمل نام یزید بن ابی یزید الضبعی ہے۔ رشک ان کا لقب تھا۔ اس لفظ کو جب راء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا معنی ''کبیر اللحیة'' بڑی اور گھنی ڈاڑھی والا ہے، مراد یہ ہے کہ ان کی ڈاڑھی بڑی اور گھنی تھی، حتی کہ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اس کی داڑھی میں بچھو گھس گیا مگر داڑھی گھنی اور بڑی ہونے کی وجہ سے نکل نہ سکا اور وہیں مرگیا یا تین دن کے بعد نکلا۔ واللہ أعلم۔

رشک کا معنی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے باب الصوم میں قَسَّــــام بھی لکھا ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''اہل بصریٰ کی لغت میں رشک مال و جائیداد تقسیم کرنے والے کو کہتے ہیں۔'' یہ شخص نہایت دیانت و امانت والا تھا، اور بیت المال کا خزانہ تقسیم کرنے پر مامور تھا، اس لیے اس کو رشک کہا جانے لگا۔ واللہ أعلم۔

انھوں نے عبداللہ بن انس، مطرف بن عبداللہ وغیرہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ ان سے روایت حدیث لینے والوں میں امام شعبہ، معمر، عبدالوارث بن سعید وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

امام أحمد بن حنبل اور امام دوری کے نزدیک صالح الحدیث، ابوزرعہ، ابن ابو حاتم اور امام ترمذی کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ابن منجویہ کہتے ہیں سنہ ۱۳۰ ہجری میں فوت ہوگئے۔

معاذہ بنت عبداللہ عدویہ کا مختصر تعارف:

یزید الرشک یہ روایت معاذہ بنت عبداللہ عدویہ سے بیان کرتے ہیں، ان کی کنیت ام الصہباء معروف تھی۔ ان کا شمار فقہائے مدینہ میں ہوتا ہے، بڑی عالمہ فاضلہ اور ثقہ ثبت تھیں۔ سنہ ۸۳ ہجری میں فوت ہوئیں۔ انھوں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ، سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے علم حاصل کیا۔ اور ان سے ابوقلابہ، قتادۃ، یزید الرشک، ایوب اور عاصم الاحول رحمہم اللہ علیہم نے اکتسابِ فیض کیا۔

تشریح :...... یہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت ادا فرماتے اور جتنی اللہ تعالیٰ چاہے زیادہ بھی پڑھ لیتے، اس سے زیادہ رکعات کے بارے میں جو روایات آئی ہیں ان میں بارہ رکعات کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ رکعت سے زیادہ نہ کرتے، کیوں کہ اس سے زائد کسی روایت میں مروی نہیں ہے۔

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما سے صاحب قاموس نے صراط مستقیم میں روایت کیا ہے کہ

آپ ﷺ بارہ رکعت نمازِ چاشت پڑھا کرتے تھے۔

اُمّ درہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نمازِ چاشت پڑھتے دیکھا، نیز وہ کہتی تھیں کہ ''میں نے نبی اکرم ﷺ کو صرف چار رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے۔'' ❶ یہ عمومیت پر محمول ہوگا کہ آپ اکثر چار رکعت پڑھتے تھے، البتہ کبھی اس سے زیادہ بھی پڑھ لیتے تھے۔ سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے جامع ترمذی میں مرفوعاً مروی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! تو میرے لیے چار رکعت شروع دن میں ادا کر، میں تجھے آخر دن تک کافی ہوجاؤں گا۔'' ❷

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے چاشت کی دو رکعت پر حفاظت کی، اس کے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے، خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ ❸

نمازِ چاشت چھ رکعتیں:

۲-۴۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي حَكِيمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الزِّيَادِيُّ، ثَنَا زِيَادُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الرَّبِيعِ الزِّيَادِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ الضُّحٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ.

''سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نمازِ چاشت چھ رکعت پڑھتے تھے۔''

تخریج :...... یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ اس کی سند میں حکیم بن معاویہ زیادی مستور ہے، جیسا کہ تقریب التہذیب میں ہے، اسی طرح زیاد بن عبیداللہ بن ربیع زیادی مقبول ہے، جس کے پیش نظر یہ حدیث حسن بنتی ہے، لیکن اس کے معجم الاوسط طبرانی میں اور شواہد بھی ہیں، جس سے یہ درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے۔ واللہ أعلم۔

تشریح :...... یہ اکثر یا غالب طور پر نہیں بلکہ کبھی کبھار ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اکثریتی عمل چار رکعت پڑھنے کا ہے۔ واللہ أعلم۔

نمازِ چاشت آٹھ رکعتیں:

۳-۴۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ......

---

❶ مسند احمد (۶/۱۰۶).

❷ سنن ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی صلاة الضحی، حدیث: ۴۷۵ وقال: حسن غریب.

❸ سنن ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی صلاة الضحی، حدیث: ۴۷۶۔ سنن ابن ماجه (۱۳۸۲).

عَـنْ عَبْـدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: مَا أَخْبَـرَنِي أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ الضُّحَى إِلاَّ أُمَّ هَانِيءٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَإِنَّهَا حَدَّثَتْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَـا يَـوْمَ فَتْـحِ مَـكَّةَ ، فَاغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَـمَـانَ رَكْـعَاتٍ ، مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلاةً قَـطُّ أَخَفَّ مِـنْهَـا ، غَيْـرَ أَنَّـهُ كَـانَ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ .

”عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں مجھے سیّدہ اُمّ ھانی رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی نے بھی یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہو۔ انھوں نے (اُمّ ھانی نے) مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر آئے تو غسل کیا، پھر آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ فرماتی ہیں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اتنی ہلکی نماز پڑھتے نہیں دیکھا، جتنی ہلکی آپ نے اس دن نماز پڑھی، ہاں رکوع اور سجدہ پوری طرح ادا کرتے تھے۔“

تخریج :......صحيح بخاري، كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة في ثوب واحد (١/ ٣٥٧)، وكتاب الجزية (٦/ ٣١٧١)، وكتاب الأدب (١٠/ ٦١٥٨)، صحيح مسلم، كتاب الحيض (١/ ٧١، ٧٢، ٢٦٦)، وكتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحى.

تشریح :......”دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ “ فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں آئے تو غسل کیا۔ میرک شاہ کہتے ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں غسل فرمایا، جب کہ مؤطا امام مالک اور صحیح مسلم میں اُمّ ھانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئیں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے اوپر والی جانب میں غسل فرما رہے تھے۔ (1) ان دونوں احادیث میں اس طرح تطبیق ہوگی کہ غسل کا واقعہ مکرر ہوا تھا۔ جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ میں مجاہد سے، اُنھوں نے اُمّ ھانی سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ غسل کے دوران میں سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے پردہ کر رکھا تھا۔ (2) اور ابومرہ عن اُمّ ھانی مروی ہے کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کر رکھا تھا۔ (3) اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ ھانی کے اس گھر میں گئے ہوں جو مکہ کی بالائی جانب میں تھا۔ اس طرح یہ احادیث مستقیم المعنی ہو جاتی ہیں اور ستر کے متعلق یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں کسی نے پردہ کیا ہوا اور بعد میں کسی اور نے۔ واللہ أعلم۔

❀ سیّدہ اُمّ ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں پڑھی جانے والی نماز کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ فتح کی خوشی میں تھی یا

---

(1) صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه، حديث: ٣٣٦/٧١.

(2) صحيح ابن خزيمة ( ).

(3) صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه، حديث: ٣٣٦.

چاشت کی نماز تھی؟ درست بات یہی ہے کہ یہ نمازِ چاشت تھی کیوں کہ راوی کے صریح الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے چاشت کے نفل ادا کیے۔

- ''یہ نماز ہلکی پھلکی پڑھی، مگر رکوع و سجود مکمل کیے۔'' یعنی آپ ﷺ قیام، قرأت اور تشہد میں تخفیف کرتے مگر رکوع و سجود مکمل کرتے اور ان میں طمانیت و اعتدال کو اپناتے۔
- حدیث انس رضی اللہ عنہ میں مرفوعاً آیا ہے کہ جس نے دو رکعت نمازِ چاشت پڑھی، وہ غافلوں میں سے شمار نہیں ہوگا اور جس نے چار رکعت نمازِ چاشت پڑھی وہ قانتین میں سے شمار ہوگا اور جس نے چھ رکعتیں پڑھیں، اس کو وہ اس دن میں کافی ہوں گی، اور جس نے آٹھ رکعتیں پڑھیں، وہ عابدین میں لکھا جائے گا اور جس نے بارہ رکعتیں پڑھ لیں، اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیا جائے گا۔ [1] یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے، مگر اس کے سیّدنا ابوذر اور سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہما کی روایت سے شاہد موجود ہیں، جن کی وجہ سے اسے تقویت مل جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

سفر سے واپسی پر نمازِ چاشت؟

٤١ـ ٤: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، ثَنَا وَكِيعٌ، ثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى؟ قَالَتْ: لَا إِلَّا أَنْ يَجِيْءَ مِنْ مَغِيبِهِ.

''عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: جب سفر سے واپس آتے تو پڑھتے تھے ورنہ نہیں۔''

تخریج :......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلوٰة الضحى (١/ ٧٥، ٧٦، برقم: ٢٩٦، ٢٩٧) سنن أبي داؤد، کتاب التطوع (٢/ ١٢٩٢)، سنن النسائي، کتاب الصوم (٤/ ١٥٣، ٢١٨٣، ٢١٨٤)، مسند أحمد بن حنبل (٦/ ١٧١، ٢٠٦، ٢١٨).

تشریح :......اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انکار انکارِ دوام پر محمول کیا جائے گا، وگرنہ صلوٰۃ ضحیٰ آپ ﷺ کی سنت ہے اور نبی کریم ﷺ سے تقریباً ۲۵ صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے، بلکہ بعض محدثین نے اس بارے آنے والی روایات کو متواتر کہا ہے۔

---

[1] معجم كبير طبرانی كما فی مجمع الزوائد (٢/ ٢٣٧). عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ واسناده ضعيف. موسیٰ بن یعقوب زمعی راوی ضعیف ہے۔

نمازِ چاشت پڑھنے اور چھوڑنے میں تسلسل:

٤١ـ٥ : حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ......

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى حَتَّى نَقُوْلَ: لَا يَدَعُهَا وَيَدَعُهَا حَتَّى نَقُوْلَ: لَا يُصَلِّيْهَا .

''سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ چاشت (اس تسلسل سے) پڑھتے کہ ہم کہتے کہ آپ اسے اب ترک نہیں کریں گے اور کبھی اس کو (اس تسلسل سے) چھوڑتے کہ ہم کہتے کہ آپ اسے اب نہیں پڑھیں گے۔''

تخریج : ...... یہ حدیث **ضعیف** ہے۔ سنن الترمذي، كتاب الصلوٰة، باب ماجاء في صلاة الضحى (٢/ ٤٧٧)، وقال حديث حسن غريب۔ مسند أحمد بن حنبل (٣/ ٢١، ٣٦) تاريخ اصبهان (١/ ٢٤٤)۔ اس سند میں ایک راوی عطیہ العوفی ضعیف ہے، اس کو امام احمد بن حنبل وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

زوالِ شمس کے بعد کی چار رکعات:

٤١ـ٦ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، عَنْ هُشَيْمٍ ، أَنَا عُبَيْدَةُ ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ ، عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ ، عَنْ قَرْثَعٍ الضَّبِّيِّ أَوْ عَنْ قَزْعَةَ ، عَنْ قَرْثَعٍ......

عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْمِنُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّكَ تُدْمِنُ هَذِهِ الْأَرْبَعِ الرَّكَعَاتِ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقَالَ: ((إِنَّ أَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلَا تُرْتَجُ حَتَّى تُصَلَّى الظُّهْرُ ، فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ خَيْرٌ)) قُلْتُ: أَفِيْ كُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ؟ قَالَ نَعَمْ . قُلْتُ: هَلْ فِيْهِنَّ تَسْلِيْمٌ فَاصِلٌ ، قَالَ: لَا .

''سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلتے وقت چار رکعت ہمیشہ پڑھتے تھے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیشہ یہ چار رکعت سورج ڈھلتے وقت پڑھتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' سورج ڈھلتے وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں پھر ظہر کی نماز پڑھنے سے فارغ ہونے تک بند نہیں کیے جاتے۔ تو میں نے چاہتا ہوں کہ اس وقت میرا نیکی کا کوئی عمل اوپر جائے۔'' میں نے عرض کیا: کیا ان سب رکعتوں میں قرأۃ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! میں نے عرض کیا: کیا ان میں سلام کے ساتھ فصل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔''

تخریج : ...... یہ حدیث متابعات کی وجہ سے حسن ہے۔ سنن أبي داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الأربع قبل الظهر وبعدها (۲/ ۱۲۷۰)، ابن ماجة، کتاب اقامة الصلوٰة (۱/ ۱۱۵۷)، مسند أحمد بن حنبل (۵/ ۴۱۶)، مسند حمیدي (۳۸۵)، مسند عبد بن حمید (۲۲۶)، صحیح ابن خزیمة (۲/ ۲۲۱، ۲۲۲)، سنن الترمذي، ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الصلاۃ عند الزوال۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کی سند میں عبیدہ بن معتب الضبی ضعیف ہے، جو آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبیدہ بن معتب ان لوگوں میں سے نہیں جن کی خبر پر دلیل قائم کی جاسکتی ہو۔ لیکن اس حدیث کے کئی شواہد ہیں، جن میں دو پیش آمدہ احادیث ہیں۔ محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں: یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے، جنھیں میں نے صحیح ابی داؤد میں تخریج کیا ہے۔

مفردات:

یُدْمِنُ ای یَدُوْمُ: ہمیشگی کرتے۔

فَلَا تُرْتَجُ ای فَلَا تُغْلَقُ: بند نہیں ہوتا۔

تشریح:

❀ یعنی زوال کے فوراً بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ چار رکعت ادا فرماتے، اس کا نام صلوٰۃ الزوال بھی ہے۔ بعض ان چار رکعتوں کو سنت ظہر کہتے ہیں۔

❀ سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نصف النہار کے بعد اس وقت کو بہت مستحب سمجھتے تھے تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس وقت میں نماز پڑھنا بہت مستحب سمجھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتا ہے اور اس نماز پر آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام بھی محافظت کرتے تھے۔ ❶

❀ اس حدیث سے چار رکعت اکٹھی پڑھنے کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے، چنانچہ ان سنتوں میں وصل مستحب ہے اور دیگر روایات کو دیکھتے ہوئے فصل بھی جائز ہے۔

❀ چوں کہ اس نماز کا وقت صلوٰۃ الضحیٰ کے قریب قریب ہے، اس لیے اس کو یہاں ذکر کیا گیا ہے، نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ صلوٰۃ الضحیٰ کا وقت زوال تک رہتا ہے۔

۴۱-۷: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، ثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ ، ثَنَا عُبَيْدَةُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ ، عَنْ قَزْعَةَ......

---

❶ مسند البزار (الکشف: ۷۰۰)۔ ضعیف الترغیب والترھیب (۳۲۱)۔ واسنادہ ضعیف جداً

عَـنْ قَـرْثَع ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِـيَ الـلّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

”قرثع نے سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ بالا حدیث کی مثل روایت کیا ہے۔“

تخریج : ......اس کی تخریج وتشریح کے لیے سابقہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

صلوٰۃ الزوال پڑھنے میں حکمت:

٤١ـ٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى ، أَنَا أَبُوْ دَاوُدَ ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي الْوَضَّاحِ ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ ، عَنْ مُجَاهِدٍ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّـى الـلّٰـهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يُصَلِّيْ أَرْبَـعًـا بَـعْـدَ أَنْ تَـزُوْلَ الشَّمْـسُ قَبْلَ الـظُّهْـرِ . فَـقَـالَ: إِنَّهَـا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا أَبْـوَابُ السَّـمَـاءِ وَأُحِـبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ .

”سیّدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال شمس کے بعد ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور فرماتے: یہ ایک ایسا وقت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی نیک عمل اوپر جائے۔“

تخریج : ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن الترمذي، ابواب الصلوٰۃ، باب فی الصلوٰۃ عند الزوال (٢/ ٤٧٨)، مسند أحمد بن حنبل (٣/ ٤١١)، سنـن أبي داؤد، كتاب الصلوٰۃ، باب الأربع قبل الظهر وبعدها۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور علامہ أحمد شاکر کہتے ہیں: بلکہ یہ حدیث صحیح متصل السند ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد چار رکعت پڑھنے اور سلام صرف آخری رکعت میں پھیرتے تھے۔

راویٔ حدیث سیّدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی سیّدنا عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھیں یہ سعادت حاصل ہے کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں تراویح کے امام تھے اور اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم اجمعین ان کی اقتداء میں نمازِ تراویح پڑھتے تھے۔ یہ قلیل الروایۃ تھے، ان سے صرف دو احادیث مروی ہیں۔

ظہر سے پہلے کی چار رکعات میں لمبی قراءت

٤١ـ٩ : حَـدَّثَـنَـا أَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَي بْنُ خَلَفٍ ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ ، عَنْ مَسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ......

عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمُرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَيَمُدُّ فِيْهَا .

''عاصم بن ضمرہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نمازِ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور انھوں نے ذکر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی زوال کے وقت انھیں پڑھتے تھے اور ان میں قرأت لمبی کرتے تھے۔''

تخریج :...... یہ حدیث حسن ہے۔ سنن الترمذي، ابواب الصلوٰة، باب الأربع قبل الظهر (١/ ٩٦)۔ سنن ابن ماجة، كتاب اقامة الصلوٰة، باب فى الأربع الركعات قبل الظهر.

مفردات:

يَمُدُّ فِيْهِمَا: أَىْ يَطِيْلُ فِيْ تِلْكَ الصَّلوٰةِ وَيَزِيْدُ الْقِرَاءَ ةَ فِيْهَا. یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں قرأت لمبی کرتے تھے۔

تشریح :......اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ظہر سے پہلے کی چار رکعات میں قراءت لمبی کرنا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباعِ سنت بھی واضح ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الضُّحٰى مکمل ہوا۔ والحمدلله على ذالك

☆............☆............☆

باب نمبر۴۲:

گھر میں نفلی نماز کا بیان

(اس باب میں ایک حدیث ہے)

تَطُوُّعٌ: مَا زَادَ عَلَى الْفَرَضِ؛ ایسا نفلی کام جو فرض و واجب نہ ہو، نفلی نماز پڑھنا، زیادہ کرنا، احسان کرنا۔

اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ سیّد الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفلی عبادت گھر میں کرنا پسند تھا۔ نمازِ نفل کی ادائیگی ہر ایسی جگہ کی جا سکتی ہے، جہاں نماز پڑھنا جائز ہو لیکن گھر میں پڑھنا اولیٰ وافضل ہے۔ تاکہ نماز کی برکات سے گھر اور گھر والے محروم نہ رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ

((إِجْعَلُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلٰوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا .)) [1]

''اپنی (نفلی) نماز اپنے گھروں میں پڑھا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، (کیوں کہ قبرستان میں نماز نہیں ہوتی۔)''

گھر میں نفلی نماز پڑھنے سے جہاں اس حدیث پر عمل ہوگا، وہاں اور بھی بہت سے فضائل وفوائد کا حصول ہوگا، مثلاً بچوں کو نماز پڑھنے کا شوق و ذوق اور ترغیب پیدا ہوگی۔ عورتوں کو نماز پڑھنے کا عملاً صحیح طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ وغیر ذلك من الفوائد۔

نوافل گھر میں پڑھنا افضل:

۴۲-۱: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ......

عَنْ حَرَامِ بْنِ مُعَاوِيَةَ ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ؛ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِيْ بَيْتِيْ وَالصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ: قَدْ

''حرام بن معاویہ اپنے چچا سیّدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نفلی نماز پڑھنے اور مسجد میں نفلی نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا (کہ کہاں افضل ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ الصلاۃ فی المقابر، حدیث: ۴۳۲۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الناقلۃ فی بیتہ، حدیث: ۷۷۷.

تَـرَى مَـا أَقْرَبَ بَيْتِي مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَأَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً.

فرمایا: ''تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد کے کتنا قریب ہے اور مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا، مسجد میں پڑھنے سے زیادہ پسند ہے مگر فرض نماز کا حکم اور ہے۔''

تخریج : ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابن ماجة، كتاب اقامة الصلاة، باب فى التطوع فى البيت (۱/ ۱۳۷۸)، زوائد ابن ماجہ میں ہے کہ ''اس حدیث کی سند صحیح اور تمام راوی ثقہ ہیں۔'' لیکن اس میں علاء بن حارث راوی کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب میں لکھتے ہیں:'' صدوق فقيه لكن رمى بالقدر فقد اختلط '' کہ یہ سچا راوی ہے، فقیہ ہے لیکن جب اسے فرقہ قدریہ میں سے شمار کیا گیا تو مختلط ہوگیا۔ لیکن اس حدیث کا ایک شاہد زید بن ثابت کی روایت سے صحیح بخاری، كتاب مواقيت الصلوٰة ۱ / ۸۶ میں موجود ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح :...... مسجد میں نفل نماز پڑھنے کی بہ نسبت گھر میں پڑھنا زیادہ بہتر اس لیے ہے کہ مسجد میں ریاء، خود پسندی اور سمعہ کا امکان ہے، نیز گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ برکت پیدا ہوتی ہے، جب کہ فرض کی ادائیگی کے لیے مسجد زیادہ اعلیٰ، بہتر اور اولیٰ ہے، کیوں کہ وہ شعائر اسلام میں سے ہے۔ اسی طرح نفلی روزہ، نفلی صدقہ وغیرہ میں بھی اخفاء زیادہ بہتر اور مستحب ہے، مگر فرض روزے اور فرض زکوٰۃ میں اظہار بہتر ہے، سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری و مسلم میں مرفوعاً مروی ہے کہ ((أَفْـضَـلُ الـصَّـلٰـوةِ صَلَاةُ الْـمَـرْءِ فِـي بَيْتِـهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةِ .)) [1] یعنی ''فرض نماز کے علاوہ آدمی کی بہترین نماز گھر میں ہے۔''

☆............☆............☆

[1] صحيح بخارى، كتاب الاذان، باب صلاة الليل، حديث : ۷۳۱۔ صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الناقلة فى بيته ،حديث : ۷۸۱.

باب نمبر ۴۲:

رسول اللہ ﷺ کے روزوں کا بیان

(اس باب میں سولہ احادیث ہیں)

صَوْمٌ: روزہ، اس کا لغوی معنی اَلْاِمْسَاكُ ہے، یعنی رکنا، چاہے کھانے سے ہو یا کلام کرنے سے۔ اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے روزہ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے، جماع اور دیگر مفطرات سے نیت معتبرہ کے ساتھ رک جانے سے عبارت ہے۔

اس باب میں رسولِ اکرم ﷺ کے نفلی روزوں کا بیان ہے کہ آپ کے نزدیک نفلی روزہ کتنا مرغوب اور من پسند تھا ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُحِبُّ أَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ .)) [1]

''یعنی میری چاہت ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں جب بھی میرے اعمال پیش ہوں میں روزہ سے ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ کا معمولِ مبارک تھا کہ آپ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے، اسی طرح معمول تھا کہ آپ اکثر سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے، اسی طرح ایامِ بیض کے روزے رکھتے، سوموار کے روزہ کے بارے میں جب پوچھا گیا تو فرمایا کہ: ((فِيْهِ وُلِدْتُ وَأُنْزِلَ عَلَيَّ فَأُحِبُّ أَنْ أَصُوْمَ فِيْهِ .)) [2] ......''اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھے نزولِ قرآن سے نوازا گیا، لہٰذا میری چاہت ہے کہ اس دن روزہ رکھوں۔''

رسولِ کریم ﷺ سے عاشورہ کا روزہ، ذوالحجہ کے روزے، شوال کے چھ روزے اور شعبان کے اکثر روزے رکھنا ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ کبھی روزے مہینے کے ابتدائی دنوں میں رکھتے، کبھی درمیانی دنوں میں اور کبھی مہینے کے آخر میں۔ غرض وغایت شاید یہ ہو کہ کسی دن پر ہمیشگی کہیں اس دن کے روزے کو فرض نہ کر دے۔ واللہ اعلم۔

بہرحال امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں سولہ ایسی احادیث لائے ہیں، جن سے رسول اللہ ﷺ کے روزوں کی، خصوصی طور پر نفل روزوں کی تفصیلات ملتی ہیں۔

---

[1] سنن نسائی، کتاب الصیام، باب صوم النبی ﷺ بأبی هو وامی، حدیث: ۲۳٦۰.

[2] صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر، حدیث: ۱۱٦۲/۱۹۸ مختصراً بلفظ ''فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ.''

نبی کریم ﷺ کا مسلسل نفلی روزے رکھنا:

۴۳-۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ……

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَ يَصُوْمُ حَتَّى نَقُوْلَ: قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُوْلَ: قَدْ أَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ إِلَّا رَمَضَانَ.

"عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم ﷺ کے روزوں کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: آپ ﷺ روزے رکھتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزے ہی رکھیں گے اور افطار کرتے تو ہم کہتے کہ اب آپ افطار ہی کریں گے اور جب سے آپ مدینہ آئے، رمضان المبارک کے علاوہ کسی بھی مکمل مہینے کے آپ نے روزے نہیں رکھے۔"

تخریج: ……صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صیام النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم فی غیر رمضان (۲/ ۱۷۴، برقم: ۸۱) صحیح بخاري، کتاب الصوم، باب صوم شعبان۔ سنن الترمذي، ابواب الصوم (۳/ ۱۶۸) سنن النسائي، کتاب الصوم (۴/ ۲۳۴۸).

تشریح: ……صحیح بخاری شریف میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ روزہ رکھتے حتی کہ کہنے والا کہتا اللہ کی قسم! اب وہ افطار نہیں کریں گے۔ اور افطار کرتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔ [1]

معلوم ہوا کہ بہتر یہ ہے کہ کوئی مہینہ بھی روزوں سے خالی نہیں جانا چاہیے اور روزے بھی اس طرح رکھے جائیں کہ طبیعت میں ملال اور اکتاہٹ واقع نہ ہو۔

رمضان اصل میں رمض سے مشتق ہے جس کے معنی سخت گرمی کے ہیں، چوں کہ جب عربوں نے مہینوں کے نام رکھے تو اس مہینے میں سخت گرمی تھی، اسی نسبت سے اس کا نام رکھ دیا گیا۔

صاحب القاموس نے کہا ہے کہ جب عربوں نے پرانی زبان سے مہینوں کے نام نقل کیے تو ان کے نام ان زمانوں کے ساتھ رکھے جن میں وہ آتے تھے تو رمضان کا مہینہ سخت گرمی میں آیا تو اس لیے اس کا نام رمضان رکھ دیا گیا۔

اس حدیث سے یہ دلیل لی گئی ہے کہ رمضان کے ساتھ مہینے کا لفظ نہ بھی ہو تب بھی صرف رمضان کہنا درست

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب ما یذکر من صوم النبی ﷺ وافطاره، حدیث: ۱۹۷۱۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صیام النبی ﷺ فی غیر رمضان، حدیث: ۱۱۵۷.

ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محققین کا یہی مسلک ہے۔ایک دوسری حدیث میں ہے:((إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ .)) [1] ......''کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے رکھنے کا انداز:

۴۳-۲: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ حُمَيْدٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ يَصُومُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى يُرَى أَنَّهُ لا يُرِيدُ أَنْ يُفْطِرَ مِنْهُ وَيُفْطِرُ مِنْهُ حَتَّى لا تُرَى أَنَّهُ لا يُرِيدُ أَنْ يَصُومَ مِنْهُ شَيْئًا وَكُنْتَ لا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا مُصَلِّيًا وَلا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ نَائِمًا .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: آپ مہینے سے اتنے زیادہ روزے رکھتے کہ ہم کہتے آپ افطار نہیں کریں گے اور افطار کرتے تو ہم کہتے کہ آپ اس سے کوئی روزہ بھی نہیں رکھیں گے اور اگر تم رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہیں تو ضرور دیکھ سکیں گے اور اگر سویا ہوا دیکھنا چاہیں تو سویا ہوا بھی ضرور دیکھ سکیں گے۔''

تخریج :......صحيح بخاري (۲/ ۵٦، ۳/ ۵۰) صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب صيام النبى صلى الله عليه وسلم فى غير رمضان۔ سنن الترمذي، ابواب الصوم (۳/ ۷٦۹) سنن النسائي، كتاب قيام الليل (۳/ ۱٦۲٦) صحيح ابن خزيمة (۳/ ۲۱۳٤) مسند أحمد بن حنبل (۳/ ۱۰٤، ۱۱٤، ۱۸۲، ۲۳٦، ۲٤٦).

تشریح :......یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفل روزوں اور رات کی نفل نماز کے لیے کوئی مخصوص اوقات متعین نہیں فرماتے تھے بلکہ ان میں تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔ روزے مہینے کے مختلف ایام میں رکھتے اور قیام اللیل بھی رات کے مختلف حصوں میں کرتے تھے۔

رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے مکمل روزے رکھنا؟

۴۳-۳: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ ، ثَنَا أَبُو دَاوُدَ ، ثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: مَا يُرِيدُ أَنْ يُفْطِرَ مِنْهُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ:

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے، یہاں تک کہ ہم کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے سے کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور

[1] صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب هل يقال رمضان او شهر رمضان، حديث: ۱۸۹۸۔ صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب فضل شهر رمضان، حديث: ۱۰۷۹.

مَـا يُرِيْدُ أَنْ يَصُوْمَ مِنْهُ، وَمَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ إِلَّا رَمَضَانَ.

(بسا اوقات کئی کئی دن) آپ روزے نہ رکھتے، حتی کہ ہم کہتے کہ آپ ﷺ اس مہینہ سے اب کوئی روزہ نہیں رکھنا چاہتے۔ اور جب سے آپ (مدینہ منورہ) میں تشریف لائے، آپ نے رمضان المبارک کے علاوہ کسی بھی مہینے کے مکمل روزے نہیں رکھے۔"

تخريج: ......صحيح بخاري، كتاب الصوم (٤/ ١٩٧١) صحيح مسلم، كتاب الصوم (٢/ ١٧٨، برقم: ٨١١) سنن النسائي، كتاب الصوم (٤/ ٢٣٤٥) سنن ابن ماجة، كتاب الصيام (١/ ١٧١١).

شعبان کے مکمل روزوں سے مراد اکثر روزے ہیں:

٤٣-٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ أَبِي سَلْمَةَ......

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ. قَالَ أَبُوْعِيسٰى: هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ وَهٰكَذَا قَالَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ۔ وَرَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ أَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَانِ قَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنهما جَمِيْعًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

"اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ شعبان اور رمضان کے علاوہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھتے میں نے کبھی آپ ﷺ کو نہیں دیکھا۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ اسناد صحیح ہے، راوی نے اسی طرح عن ابی سلمۃ عن اُمّ سلمہ کہا ہے۔ یہ حدیث ایک سے زائد لوگوں نے عن ابی سلمۃ عن عائشہ عن النبی ﷺ کے طریق سے روایت کی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن نے یہ حدیث عن عائشہ و اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ روایت کی ہو۔"

تخريج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن الترمذي، كتاب الصوم، باب في وصال شعبان برمضان (٣/ ٧٣٦) سنن أبي داؤد، كتاب الصوم، باب فيمن يصل شعبان برمضان (٢/ ٢٣٣٦)۔ سنن النسائي، كتاب الصوم، باب ذكر حديث أُمّ سلمة (٤/ ٢١٧٤) سنن ابن ماجة، كتاب الصيام، باب ماجاء في وصال شعبان برمضان (١/ ١٦٣٨).

تشریح :......اس حدیث میں شعبان کے پورے روزے رکھنے کا ذکر ہے، جب کہ دوسری حدیث میں گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان کے علاوہ کسی ماہ کے بھی مکمل روزے نہیں رکھے۔ ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ یہاں پر کامل کے معنی اکثر کے ہوں گے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ''آپ ﷺ شعبان کے سارے روزے رکھتے تھے، مگر تھوڑے نہیں رکھتے۔'' ❶ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دوسری حدیث پہلی کی تفسیر کر رہی ہے اور اسی چیز کا بیان ہے کہ اس جگہ کُلٌّ سے مراد غالب اور اکثر حصہ ہے اور قلیل کا اعتبار نہ کرتے ہوئے اس پر لفظ کامل اور کل بولا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

شعبان کے اکثر روزے رکھنا معمولِ نبوی ﷺ ہے:

٣٤٣ـ٥: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، ثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، ثَنَا أَبُوْ سَلَمَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرُ مِنْ صِيَامِهِ لِلّٰهِ فِي شَعْبَانَ، كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ، إِلَّا قَلِيْلًا بَلْ كَانَ يَصُوْمُهُ كُلَّهُ.

''اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو شعبان سے زیادہ اور کسی بھی مہینے کے بکثرت روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ شعبان کے بہت کم حصہ کے روزے نہ رکھتے بلکہ تمام شعبان کے روزے رکھتے۔''

تخريج :......صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب صوم شعبان (٤/ ١٩٦٩) صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب صيام النبى ﷺ فى غير رمضان (٢/ ١٧٥، ١٧٦، ٨١٠، ٨١١) سنن الترمذي، ابواب الصيام (٣/ ٣٣٧) سنن أبي داؤد، كتاب الصوم (٣/ ٢٤٣٤) سنن النسائي، كتاب الصيام (٤/ ٢١٧٧).

تشریح :......اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ شعبان کے جن دنوں کے روزے نہ رکھتے وہ بہت قلیل دن ہوتے، بلکہ یہ گمان کیا جاتا کہ آپ نے سارے شعبان کے روزے رکھے ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حدیث ہے کہ ''آپ ﷺ رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے مکمل روزے نہ رکھتے اور شعبان سے زیادہ کسی مہینہ کے روزے نہ رکھتے۔'' ❷ سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ ''آپ ﷺ کو سب سے پیارا مہینہ جس میں روزے رکھیں آپ وہ شعبان تھا، آپ اس کو رمضان سے ملا دیتے۔'' ❸ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو رمضان کے بعد

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب صيام النبى ﷺ فى غير رمضان، حديث: ١١٥٦/١٧٦.

❷ صحيح بخارى، كتاب الصوم، باب صوم شعبان، حديث: ١٩٦٩ـ صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب صيام النبى ﷺ فى غير رمضان، حديث: ١١٥٦/١٧٥.

❸ سنن ابى داؤد، كتاب الصيام، باب فى صوم شعبان، حديث: ٢٤٣١ـ سنن نسائى (٢٣٥٢).

سب سے محبوب مہینہ شعبان تھا، جس میں روزے رکھے جائیں۔

ہر ماہ تین روزے رکھنا اور جمعہ کا روزہ؟

٤٣ـ٦ : حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ ، ثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى ، وَطَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ ، عَنْ شَيْبَانَ ، عَنْ عَاصِمٍ ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ......

عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .

'' سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے شروع سے تین دنوں کے روزے رکھتے تھے اور بہت کم ہی جمعہ کے دن کا روزہ آپ نہ رکھتے تھے۔''

تخریج :...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن الترمذي، ابواب الصوم، باب فی صوم یوم الجمعة (٣/ ٧٣٢) سنن أبي داؤد، كتاب الصوم، باب فی صوم الثلاث من كل شهر (٣/ ٢٤٥٠) دون ذكر الشطر الاخير۔ سنن النسائي، كتاب الصوم، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم (٤/ ٢٣٦٧) سنن ابن ماجة، كتاب الصيام، باب فی صيام يوم الجمعة (١/ ١٧٢٥) مقتصرًا على الشطر الأخير۔ مسند أحمد بن حنبل (١/ ٤٠٦).

تشریح :......امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی سنن میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ حدیث عبداللہ حسن غریب ہے۔ اہل علم میں سے ایک قوم کے نزدیک جمعہ کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے ناپسندیدہ امر یہ ہے کہ روزہ رکھنے والا صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھے۔ نہ تو اس سے پہلے روزہ رکھے اور نہ ہی بعد میں رکھے۔ یہ درست نہیں ہے بلکہ اس کی ممانعت مروی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ '' قیام اللیل کے لیے جمعہ کی رات کو باقی راتوں سے خاص نہ کرو، اور نہ ہی جمعے کے دن کو باقی دنوں سے روزے کے لیے خاص کرو۔'' [1]

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو نفل روزہ رکھے تو وہ جمعرات کا رکھے جمعے کا روزہ نہ رکھے کیوں کہ یہ کھانے پینے اور ذکر کرنے کا دن ہے۔ [2]

مہینے کے تین روزوں میں ایام کا عدم تعین:

٤٣ـ٧ : حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ ، ثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ ، أَنَا شُعْبَةُ......

عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاذَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ

'' یزید الرشک کہتے ہیں میں نے معاذہ سے سنا وہ فرماتی تھیں میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب كراهة افراد يوم الجمعة بصوم، حديث: ١٤٨/١١٤٤.

[2] مصنف ابن ابی شيبة (٢/٤٦٠).

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قُلْتُ: مِنْ أَيِّهِ كَانَ يَصُوْمُ؟ قَالَتْ: كَانَ لَا يُبَالِيْ مِنْ أَيِّهِ صَامَ. قَالَ أَبُوْعِيْسٰى وَيَزِيْدَ الرِّشْكَ هُوَ يَزِيْدُ الضَّبُعِيُّ الْبَصَرِيُّ وَهُوَ ثِقَةٌ، رَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ وَعَبْدُالْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ، وَهُوَ يَزِيْدُ الْقَاسِمُ وَيُقَالُ الْقَسَّامُ، وَالرِّشْكُ بِلُغَةِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ هُوَ الْقَسَّامُ.

پوچھا: کیا اللہ کے رسول ﷺ ہر ماہ تین روزے رکھتے تھے؟ اُنھوں نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کن دنوں میں یہ روزے رکھتے تھے؟ فرمایا: کسی خاص دن کی پرواہ نہیں کرتے تھے، بلکہ کسی بھی دن روزہ رکھ لیتے تھے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یزید الرشک سے یزید ضبعی مراد ہے۔ اور وہ ثقہ ہیں ان سے شعبہ، عبدالوارث بن سعید، حماد بن زید، اسماعیل بن ابراہیم اور دیگر بہت سے ائمہ نے روایت لی ہے۔ یزید القاسم اور یزید القسام سے مراد بھی یہی ہیں، رشک اہل بصرہ کی لغت میں زیادہ تقسیم کرنے والے کو کہتے ہیں۔''

تخریج :...... صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر وصوم یوم عرفة وعاشوره والاثنین والخمیس (۲/ ۱۹٤، برقم: ۸۱۸).

تشریح :...... اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مہینے سے تین روزے رکھنے والا صائم کچھ دنوں کو ہمیشہ کے لیے متعین نہ کرلے بلکہ کبھی ابتداء شہر (مہینے) میں رکھے، کبھی درمیان میں اور کبھی آخر میں رکھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ایسا کرنے میں اُمت پر شفقت و رحمت بھی مقصود تھی کہ اُمت پر یہ روزے اکتاہٹ اور بوجھ کا باعث نہ ہوں۔

سوموار اور جمعرات کا روزہ:

۸ـ٤۳: حَدَّثَنَا أَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ رَبِيْعَةَ الْجُرَشِيِّ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ.

'' اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوموار اور جمعرات کے دن روزے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔''

تخریج :...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن الترمذي، کتاب الصوم، باب فی صوم الاثنین والخمیس (۳/ ۷٤٥) سنن النسائي، کتاب الصیام، باب التقدم قبل شهر رمضان (٤/ ۲۳٥۹، ۲۳٦۰) سنن ابن ماجة، کتاب الصیام، باب الصیام یوم الاثنین والخمیس (۱/ ۱۷۳۹) صحیح ابن خزیمة (۲۱۱٦) مسند أحمد بن حنبل (٦/ ۱۰٦).

مفردات:

يَتَحَرَّى: اى يُطْلَبُ مَا هُوَ أَحْرَى بِالْإِسْتِعْمَالِ فِيْ غَالِبِ الظَّنِّ، کہ جو چیز غالب گمان کے مطابق زیادہ قابل اختیار ہو، اُسے تلاش کرنا۔

تشریح :......مسند أحمد بن حنبل اور سنن ترمذی میں ان دو دِنوں کے روزہ کی وجہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ پیر اور جمعرات کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان دو دِنوں میں بنو آدم کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں ہر ایک کو معاف کر دیا جاتا ہے مگر اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں اور آپس میں دو ناراضگی رکھنے والوں کو معاف نہیں کیا جاتا۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان کو مہلت دو حتی کہ یہ صلح کر لیں۔'' [1] تو رسول اللہ ﷺ کی چاہت ہوتی کہ میرے اعمال جب پیش ہوں تو ان میں روزہ بھی ہو۔ [2]

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ .

شعبان کے روزے کثرت سے رکھنا:

۴۳-۹ : حَدَّثَنَا أَبُوْ مُصْعَبٍ الْمَدِيْنِيُّ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ فِيْ شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ فِيْ شَعْبَانَ .

''اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس کثرت کے ساتھ شعبان میں روزے رکھتے، اس کثرت کے ساتھ کسی دوسرے مہینہ میں نہیں رکھتے تھے۔''

تخریج :...... صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب صوم شعبان۔ صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب صيام النبى ﷺ فى غير رمضان.

سوموار اور جمعرات کے روزے کی حکمت:

۴۳-۱۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ، ثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهى عن الشحناء، حديث: ۲۵٦۵.

[2] سنن ترمذى، كتاب الصوم، باب ما جاء فى صوم يوم الاثنين والخميس، حديث: ۷۴۷ وقال: حسن غريب. دیکھئے حديث: ۳۰۹.

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ.

فرمایا: (بارگاہِ الٰہی میں) سوموار اور جمعرات کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں، میری چاہت ہے کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں پیش کیے جائیں۔‘‘

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن الترمذي، ابواب الصوم، باب فی صوم الاثنین والخمیس (۳/ ۷٤۷) مسند أحمد بن حنبل (۲/ ۳۲۹) سنن ابن ماجة، کتاب الصوم، باب صوم الاثنین والخمیس (۱/ ۱۷٤۰) سنن دارمي، ابواب الصوم (۲/ ۱۷۵۱).

روزوں کے لیے مخصوص ایام

۱۱-٤۳: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ، وَمُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ قَالَا: ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ خَيْثَمَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْأَحَدَ وَالْاِثْنَيْنَ وَمِنَ الشَّهْرِ الْآخَرِ الثُّلَاثَاءَ وَالْأَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيْسَ.

’’اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے میں ہفتے، اتوار اور سوموار کا روزہ رکھتے اور دوسرے مہینے میں منگل بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے۔‘‘

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن الترمذي، ابواب الصیام، باب فی صوم الاثنین والخمیس (۳/ ۷۳٦)۔

امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ’’مختصر الشمائل‘‘ میں صحیح قرار دیا ہے نیز لکھا ہے کہ اسے امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ نے بھی اسی طرح تخریج کیا ہے۔ دیکھئے: (مختصر الشمائل ص: ۱٦۲)

تشریح: ......اس طرح تمام دنوں میں روزہ رکھنے کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے، درمیان میں جمعہ کا دن چھوڑ دیا جاتا کیوں کہ یہ عید کا دن ہے یا اس دن میں دوسری مشغولیت از قسم ذکر اللہ۔ نمازِ جمعۃ المبارک اور خطبہ دیا جاتا ہے۔ واللہ أعلم بالصواب۔

ابتداء میں عاشورہ کا روزہ فرض تھا:

۱۲-٤۳: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ

’’اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ قریش جاہلیت میں عاشوراء کے دن کا روزہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيْضَةُ وَتَرَكَ عَاشُوْرَاءَ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ .

رکھتے تھے اور اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے، پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے اس دن میں خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا، پھر جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو صرف رمضان کے روزے بطورِ فرض رہ گئے اور عاشوراء کا روزہ چھوڑ دیا گیا، جس نے چاہا اس دن کا روزہ رکھ لیا اور جس نے چاہا اسے چھوڑ دیا۔''

تخریج :...... صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب صيام يوم عاشوراء (٤/ ١٨٩٣) صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء (٢/ ١١٣، برقم: ٧٩٢) سنن الترمذي، ابواب الصوم (٣/ ٧٥٣).

تشریح :...... عاشوراء کا روزہ زمانۂ جاہلیت سے عرب لوگ رکھتے تھے اور نبی اکرم ﷺ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے، پھر مدینہ منورہ میں جا کر دیکھا تو یہود بھی عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی آمد کے ابتدائی سالوں میں یہ کیفیت تھی کہ آپ کو جس بات میں کوئی حکم الٰہی نہ ملتا آپ اہل کتاب کی موافقت اختیار کرتے خصوصاً جس بات میں بت پرستوں کی مخالفت ہو۔ پھر جب مکہ فتح ہوگیا اور اسلام ایک قوت بن کر آشکارا ہوا تو آپ ﷺ اہل کتاب کی مخالفت کو پسند کرنے لگے جیسا کہ صحیح بخاری [1]، میں تفصیلاً مذکور ہے۔ یہاں بھی آپ نے پہلے ان کی موافقت پسند فرمائی اور فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام کے حق دار تو ہم تم سے زیادہ ہیں۔'' پھر بعد میں ان کی مخالفت کو پسند فرمایا اور عاشوراء کے ساتھ ایک دن مزید ملانا پسند کیا۔

عاشوراء کے روزے بارے ایک تنبیہ!

عاشوراء کے روزہ کی سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت سے کوئی مناسبت نہیں ہے، اہل تشیع کے بعض ذاکرین و واعظین اور ان کی دیکھا دیکھی بریلوی مکتبۂ فکر کے اصحاب عاشوراء کے روزے کو شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ سے منسلک کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو بالکل نازیبا ہے کیوں کہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں شہادت سے تقریباً پچاس سال قبل اسلامی احکام مکمل ہو چکے تھے اور ان احکام میں عاشوراء کا روزہ بھی ہے۔ **فافهم ان كنت من العاقلين.**

عبادت کے لیے کسی دن کو مخصوص کرنا؟

٤٣ـ١٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، ثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَنْصُوْرٍ ،

[1] صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب الفرق، حديث: ٥٩١٧.

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ......

عَـنْ عَـلْـقَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰـهُ عَنْهَا أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ يَخُصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَـالَـتْ: كَـانَ عَـمَـلُـهُ دِيْمَةً وَأَيُّكُمْ كَانَ يُـطِيْـقُ مَـا كَـانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْقُ .

''امام علقمہ کہتے ہیں میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کسی دن کو عبادت کے لیے مخصوص کرتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا: آپ ﷺ کا عمل ہمیشہ کا ہوتا۔ تم میں کون ہے جو ایسے طاقت رکھتا ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ طاقت رکھتے تھے؟''

تخریج :...... صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب هل يخص شيئا من الايام (٤/ ١٩٨٧) و كتاب الرقاق (٦٤٦٦/١١) صحيح مسلم، كتاب صلوٰة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل وغير ذالك (٢١٧/١، برقم: ٥٤١) سنن أبي داؤد، كتاب التطوع (٢/ ١٣٧) مسند أحمد بن حنبل (٦/ ٤٣، ٥٥، ١٧٤، ١٨٩).

مفردات:

دِيْمَةً: ای دَائِمًا؛ ہمیشگی والا۔ لغوی طور پر دِيْمَةٌ ایسی بارش کو کہتے ہیں جس میں نہ کڑک ہو نہ بجلی چمکتی ہو بلکہ موسلا دھار پرسکون بارش ہو جو ایک ردھم میں مسلسل برستی رہے۔

اعمالِ صالحہ پر ہمیشگی پسندیدہ امر ہے!

عَـمَـلُـهُ دِيْمَةٌ: آپ ﷺ کا عمل ہمیشگی والا ہوتا۔ یعنی آپ ایام کو مخصوص نہ کرتے۔ لیکن دیگر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ تخصیص کرتے تھے۔ سوموار اور جمعرات کے روزے کے متعلق صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی سنن ترمذی، سنن نسائی، صحیح ابن حبان میں مروی ہے کہ: ((كَـانَ يَتَـحَـرَّى صَـيَـامَ الِاثْـنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ)) [1] ......''یعنی آپ ﷺ پیر اور جمعرات کو روزہ کا اہتمام وقصد فرماتے۔'' اور سیّدنا اُسامہ کی روایت میں اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے پوچھنے پر فرمایا: ''ان دِنوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال پیش ہوتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو مَیں روزے سے ہوں۔ [2]

اسی طرح مہینہ کی ابتداء، انتہا اور وسط میں بھی آپ خصوصاً روزہ پر عمل پیرا ہوتے۔

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، حدیث: ٧٤٥، وقال: حسن غریب۔ سنن نسائی (٢٣٦٤)۔ سنن ابن ماجه (١٧٣٩)۔ وقد تقدم برقم: ٣٠٦.

[2] سنن ابی داوٗد، کتاب الصیام، باب فی صوم الاثنین والخمیس، حدیث: ٢٤٣٦۔ مسند احمد (٥/ ٢٠٠، ٢٠٢).

❀ حدیث الباب کے ظاہری سیاق سے عمل پر ہمیشگی اور مواظبت کی اہمیت وفضیلت ثابت ہوتی ہے۔

❀ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ روزے رکھنے لگتے تو مسلسل روزے رکھتے ہی رہتے، اور اگر افطار کرنے لگتے تو مسلسل افطار ہی کرتے چلے جاتے۔ [1] اس کے مقابل حدیث الباب میں ہے کہ آپ کا عمل مبارک دائمی ہوتا تھا اور دائمی عمل کو پسند فرماتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا یہ عمل کہ بہت زیادہ مسلسل روزے ہی رکھتے چلے جاتے، پھر افطار کرتے تو افطار ہی کرتے چلے جاتے، یہ دائمی عمل تھا۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوام سے مراد اغلبیت ہو، یہ نہیں کہ ہمیشگی ہی مراد ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ایسا عمل ہو، جس پر دوام سے اُمت پر مشقت کا خدشہ نہ ہوتو اس پر دوام کرتے اور جس پر دوام مشقت کا باعث ہو، اس پر دوام نہ کرتے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب تک اس عمل سے بہتر اور افضل عمل سامنے نہ آتا یا امر مانع یا کوئی رکاوٹ پیش نہ آجاتی تو اس عمل پر دوام فرماتے۔ واللہ اعلم

اعمال میں اعتدال ضروری ہے!!

۱۴-۴۳ : حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ ، أَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي امْرَأَةٌ ، فَقَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ قُلْتُ: فُلَانَةُ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَ اللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتَّى تَمَلُّوْا ، وَكَانَ أَحَبَّ ذٰلِكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَدُوْمُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ .

”اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس ایک عورت تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: ”یہ فلاں عورت ہے، جو ساری رات سوتی نہیں (بلکہ قیام کرتی ہے)،“ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”وہ اعمال اختیار کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو، اللہ کی قسم! بلاشبہ اللہ تعالیٰ (تمھیں ثواب دینے سے) نہیں تھکتا، لیکن تم عمل کرنے سے اُکتا جاؤ گے۔“ اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کے رسول ﷺ کو سب سے پسندیدہ عمل وہ تھا جس پر اس کا عمل کرنے والا ہمیشگی اختیار کرے۔“

تخریج : ...... صحیح بخاري، کتاب الایمان، باب احب الدین إلی أدومه (۱/ ۴۳) و کتاب التهجد (۳/

[1] صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب ما یذکر من صوم النبی ﷺ وافطاره، حدیث: ۱۹۷۱، ۱۹۷۲۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صیام النبی ﷺ فی غیر رمضان، حدیث: ۱۱۵۷،۱۱۵۸۔

(۱۱۵۱) صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب فضیلۃ العمل الدائم من قیام اللیل وغیرہ (۱/ ۲۲۰۔ ۲۲۱) برقم: ۵۴۲.

☆ مفردات:

عَلَیْکُمْ: عَلٰی حرف جار ہے جو استعلاء، مصاحبت، مجاورۃ، تعلیل، ظرفیت اور استدراک وغیرہ کے لیے آتا ہے۔ عَلَیْكَ: اسم فعل ہے جو اَلْزِمْهُ کے معنی میں آتا ہے، یعنی اپنے اوپر لازم کرلو۔

لَا یَمِلُّ: باب نَصَرَ اور سَمِعَ سے ہے، وہ اکتاتا نہیں، وہ تھکتا نہیں۔

تشریح :......وعندی امرأة: میرے پاس ایک عورت تھی، دیگر روایات میں اس کی صفت بھی بتائی گئی ہے کہ وہ ''حسن الهیئة'' یعنی اچھی حالت والی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ بنو اسد قبیلہ سے تھی۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ خولاء بنت تویت بن حبیب بن اسد بن عبدالعزیٰ تھی۔

میانہ روی بہترین عمل ہے:

❀ ''وہ اعمال اختیار کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔'' یعنی جس عمل پر تم مداومت کرسکو وہ کرو، میانہ روی اور اختصار سے کام لو۔ جس چیز کی طاقت نہ ہو، وہ نہ کرو۔ چوں کہ اس عورت کی عبادت میں یہ ذکر کیا گیا تھا، کہ وہ ساری رات عبادت و ریاضت میں گذارتی ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے ایسے عمل سے منع فرمایا۔ اسی لیے بعض علماء کہتے ہیں کہ ساری رات کا قیام ناپسندیدہ عمل ہے۔

طاقت سے زیادہ عبادت نہیں کرنا چاہیے:

❀ ((لَا یَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰی تَمَلُّوْا .)) ......''اللہ تعالیٰ تمھیں بدلہ دینے سے نہیں اُکتاتا، جب تک تم عمل کرنے سے اُکتا نہ جاؤ۔'' ملال اصل میں بوجھل ہونے اور نفرت کرنے پر بولا جاتا ہے جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنا فضل نہیں ہٹاتا جب تک تم تھک کر اس کی عبادت نہ ترک کردو۔ بعض طرقِ حدیث میں یوں الفاظ ہیں کہ: ((کَلِّفُوْا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا یَمَلُّ مِنَ الثَّوَابِ حَتّٰی تَمَلُّوْا مِنَ الْعَمَلِ .)) [1] ......''یعنی جتنی طاقت ہو اتنا عمل کرو، جب تک تم عمل کرنے سے نہ تھک جاؤ، اللہ تعالیٰ تمھیں اس کی جزا و ثواب دینے سے نہیں اُکتاتا۔''

اس حدیث میں عمل میں میانہ روی پر ترغیب دی گئی ہے، نیز اس سے نبی اکرم ﷺ کی اپنی اُمت پر کمالِ رحمت و رأفت ظاہر ہوتی ہے، کہ انھیں ایسے اعمال کی راہنمائی فرمائی جن میں ان کی کمال اصلاح ہے کہ جو عمل آسانی سے ہو اور جس پر ہمیشگی کرسکو اس کو اپناؤ، کیوں کہ جو عمل اپنا کر ترک کردیا جائے، اس کے زندگی پر نہایت خطرناک

[1] فتح الباری (۱/ ۶۸ تحت رقم الحدیث: ۴۳)۔ تفسیر ابن جریر (۲۳/ ۶۷۸)۔ تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲/ ۳۴۳)

اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، اسی لیے عبادت میں افراط وتفریط سے منع فرمایا۔ عبادت میں اگر کلفت وثقل پایا جائے تو اس سے عبادت سے دُوری اور نفور پیدا ہو جاتا ہے، اسی لیے فرمایا کہ عبادت میں اعتدال اور نشاط کو ملحوظ رکھو۔

نبی کریم ﷺ کو کون سے اعمال پسند تھے؟

۱۵-۴۳ : حَدَّثَنَا أَبُوْ هِشَامٍ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الرِّفَاعِيُّ ، ثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ......

عَـنْ أَبِي صَالِحٍ قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ وَأُمُّ سَلَمَةَ: أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتَا: مَا دِيْمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ .

''ابوصالح فرماتے ہیں کہ اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ اور سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ہاں کون سا عمل زیادہ پسندیدہ تھا؟ تو انھوں نے فرمایا:'' جسے ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔''

تخریج : ...... سنن الترمذي، ابواب الادب (٦/ ٢٨٥٦) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔'' اس کی سند میں الاعمش مدلس راوی ہیں اور انھوں نے بطریق عنعنہ روایت کی ہے۔ لیکن اس حدیث کی اصل صحیح بخاری ومسلم میں موجود ہے۔ دیکھئے: صحيح بخارى، كتاب التهجد، باب من نام عند السحر۔ صحيح مسلم، كتاب صلوٰة المسافرين وقصرها، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل وغيره.

تشریح :...... تھوڑے پر دوام سے ذکر، اطاعت اور اخلاص ومراقبے پر دوام ہوگا، اس کے اثرات اس ذکر کثیر سے اچھے ہوتے ہیں جو ترک کر دیا جائے یا جس میں انقطاع آ جائے۔

نفلی نماز میں دعائیں اور التجائیں:

۱۶-۴۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ ، ثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ ، ثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ......

أَنَّهُ سَمِعَ عَاصِمَ بْنَ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي وَقُمْتُ مَعَهُ، فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ لَا يَمُرُّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ وَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهِ ، يَقُوْلُ فِي رُكُوْعِهِ: سُبْحَانَ

'' عاصم بن حمید فرماتے ہیں میں نے سیّدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ میں ایک رات اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہا، آپ ﷺ نے مسواک کرنے کے بعد وضو کیا اور پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے شروع میں سورۂ بقرہ پڑھی، آپ رحمت والی جس آیت سے گذرتے، وہاں ٹھہر کر اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کرتے اور عذاب کی جس آیت سے بھی گذرتے، وہاں ٹھہر کر اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

ذِيْ الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوْعِهِ وَيَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهِ: سُبْحَانَ ذِيْ الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ . ثُمَّ قَرَأَ آلَ عِمْرَانَ ثُمَّ سُوْرَةً سُوْرَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ .

مانگتے۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا تو اس میں قیام کے برابر ٹھہرے اور رکوع میں یہ دُعا پڑھتے تھے: ((سُبْحَانَ ذِيْ الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ .)) ...... "یعنی پاک ہے اللہ جو بڑا زبردست اور بادشاہی، بڑائی اور عظمت والا ہے۔" پھر رکوع کے برابر ہی سجدہ کرتے اور اس میں بھی یہی دُعا: ((سُبْحَانَ ذِيْ الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ .)) پڑھتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسری رکعت میں) سورۂ آل عمران پڑھی، پھر ایک ایک سورت پڑھتے اور اسی طرح (پہلی رکعت کی طرح) کرتے۔"

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن أبي داؤد، كتاب الصلوٰة، باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده (۱/ ۸۷۳) سنن النسائي، كتاب التطبيق، باب نوع آخر من الذكر في الركوع (۲/ ۱۰۴۸ـ ۱۱۳۱) مسند أحمد بن حنبل (۶/ ۲۴).

راویٔ حدیث عاصم بن حمید السکونی کا مختصر تعارف:

❀ اس حدیث کے راوی عاصم بن حمید السکونی الحمصی تابعی ہیں، انھوں نے سیّدنا معاذ بن جبل، سیّدنا عمر بن خطاب، سیّدنا عوف بن مالک اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے علم حاصل کیا اور ان سے عمرو بن قیس السکونی، ازھر بن سعید وغیرہ نے اکتسابِ فیض کیا۔

امام دارقطنی اور امام ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

❀ عاصم بن حمید کے استاذ سیّدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا تعلق بنو اشجع سے تھا۔ جلیل القدر صحابی رسول ہیں۔ فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ کے علمبرداروں میں سے ایک یہ بھی تھے، ان کے ہاتھ میں بنو اشجع کا جھنڈا تھا۔ [1] آپ رضی اللہ عنہ سنہ ۷۳ ہجری میں فوت ہوئے۔

مفردات:

ذِیُ الْجَبَرُوْتِ: یہ جَبَرَ سے فَعَلُوْت کا وزن ہے، جو غلبہ اور تکبر کے معنوں میں مستعمل ہے۔

اَلْمَلَكُوْت: یہ مَلَكَ سے فَعَلُوْت کا وزن ہے، جو اقتدار اور ملکیت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ بعض

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۴۹۰)۔ مستدرك حاكم (۳/ ۵۴۶)

کہتے ہیں کہ ملک اور ملکوت دونوں ایک ہی ہیں، ملکوت میں تاء مبالغہ کے لیے ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ملک وہ ہے جو ہمیں نظر آتا ہے اور ملکوت وہ ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا بلکہ مخفی ہے۔

اَلْكِبْرِيَاءُ وَالْعَظْمَةُ: یہ دونوں اسم کبر اور عظمت سے ہیں۔ معنوی اعتبار سے یکساں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت کے اظہار میں کمال درجہ کی وصفیت سے متصف ہیں۔

تشریح :...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قاری کو آیات قرآنیہ کے مضامین کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ یعنی عذاب کی آیت پڑھے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگے اور جب آیاتِ رحمت پڑھے تو وہاں رُک کر اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرے۔ جب تسبیح کا حکم آئے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرے اور جب اس سے سوال کرنے کا حکم آئے تو وہاں ٹھہر کر ذاتِ کبریاء سے اپنی حاجات وضروریات کے لیے سوال کرے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

والحمد لله على ذالك

☆............☆............☆

باب نمبر۴۴:

رسول اللہ ﷺ کے اندازِ قراءت کا بیان

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

قِرَاءَ تْ: پڑھنا۔ تلاوت کرنا۔ بعض نسخوں میں بَابٌ فِيْ صِفَةِ قِرَاءَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نقل ہوا ہے۔

اس باب میں نبی کریم ﷺ کے قرآنِ مجید کے تلاوت کرنے کا انداز بیان ہوا ہے کہ آپ کس طرح قرآن پڑھتے تھے۔ تلاوتِ قرآن جہاں ایک عبادت ہے وہاں قلوب واذھان کی تطہیر کا باعث بھی ہے، اسی طرح قرآن کی تلاوت سے ایمان بڑھتا ہے اور یقین کامل ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی قرآن خوانی انتہائی اطمینان، وقار اور متانت وسکونت کا مرقع ہوتی۔ حروف کی ادائیگی بالکل واضح ہوتی، جس سے سننے والوں کو کوئی شبہ نہ ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ کبھی آہستہ آہستہ پڑھتے اور کبھی بلند آواز سے تلاوت فرماتے۔ پیش آمدہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ قرآنِ کریم کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ کرتے، جس میں مد، وقف، اسرار، اعلان اور بعض دفعہ ترجیع بھی معمول تھی۔ اسی وجہ سے علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم کو صحیح مخارج اور صفات کے ساتھ پڑھنا لازمی ہے اور یہ شرعاً واجب ہے۔ واللہ اعلم۔

الفاظ وحروف کو کھول کھول کر پڑھنا:

۴۴-۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ......

عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ أَنَّهُ: سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا.

”یعلی بن مملک فرماتے ہیں میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی قراءت کے متعلق سوال کیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی قراءۃ کھول کھول کر ایک ایک حرف بیان کرنے لگیں۔“

تخریج: ...... یہ حدیث شواہد کی وجہ سے صحیح ہے۔ سنن الترمذي، ابواب فضائل القرآن، باب كيف كان قراءة رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۵/ ۲۹۲۳)۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: ”یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، ہم اسے لیث بن سعد عن ابن ابی ملیکہ عن یعلی بن مملک کے طریق کے علاوہ نہیں جانتے۔“ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ،

باب استحباب الترتیل فی القراءة ٢/ ١٤٦٦ ـ سنن النسائي، کتاب الافتتاح، باب تزیین القرآن بالصوت ٢/ ١٠٢١ ـ اس روایت کی سند میں یعلی بن مملک ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ مقبول ہیں ـ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان سے ابن ابی ملیکہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی ـ'' اس لحاظ سے یہ مجہول ہیں، لیکن ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ سے انھوں نے اُمّ سلمہ سے ترتیل قرآن کے بارے میں روایت کی ہے جو کہ صحیح ہے ـ''

مفردات:

تَنْعَتُ: اَیْ تَصِفُ وہ بیان کرنے لگیں ـ نعت کا اطلاق اچھے وصف پر ہوتا ہے، برے پر نہیں جب کہ لفظ وصف کا اطلاق اچھے اور برے دونوں وصفوں پر ہوتا ہے ـ

مُفَسَّرَةً: فَسْرٌ سے ہے یہ بیان اور وضاحت کے معنی میں ہے یعنی واضح کرکے، ایک ایک کلمہ کرکے پڑھنا ـ

تشــریــح :...... اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حروف کو واضح کرکے پڑھتے تھے کہ سننے والوں کو کوئی شبہ نہیں ہوتا تھا ـ

الفاظ کو کھینچ کر پڑھنا:

٢-٤٤ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، ثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ ، ثَنَا أَبِيْ......

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: مَدًّا .

''امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کس طرح ہوا کرتی تھی؟ تو انھوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت حروف والفاظ کو بڑھا کر لمبا کرکے ہوا کرتی تھی ـ''

تخریج :...... صحیح بخاري، کتاب فضائل القرآن، باب مدّ القراءة (٨/ ٥٠٤٥) سنن أبي داؤد، کتاب الصلوٰة (٢/ ١٤٦٥) سنن النسائي، کتاب الافتتاح (٢/ ١٠١٣) سنن ابن ماجة، کتاب اقامة الصلوٰة (١/ ١٣٥٣) مسند أحمد بن حنبل (٣/ ١١٩، ١٢٧، ١٣١، ١٩٢، ١٩٨، ٢٨٩).

تشــریــح :...... حروف والفاظ کو بڑھا کر لمبا کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کی اصل ہیئت اور شکل وصورت سے ہی بڑھا دیا جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام حروف کو ان کا پورا پورا حق دیا جائے ـ صحیح بخاری میں سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت لمبی لمبی ہوتی، بسم اللہ کو لمبا کرتے، لفظ الرحمٰن کو کھینچ کر پڑھتے، اسی طرح لفظ الرحیم کو لمبا کرکے پڑھتے تھے ـ'' [1] یہ ہر تینوں جگہ مد اصلی ہے جو بقدر ایک الف کے لمبی کی جاتی ہے، ہاں بصورتِ وقف دو اور تین الف کے برابر بھی درست ہے ـ

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب مد القراءة، حدیث: ٥٠٤٦.

اوقافِ رموز اور ترتیل:

٤٤-٣: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْأُمَوِيِّ ، عَنِ ابْنِ جَرِيْجٍ ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ......

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ يَقُوْلُ: ﴿أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ ثُمَّ يَقِفُ: ثُمَّ يَقُوْلُ ﴿أَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ثُمَّ يَقِفُ وَكَانَ يَقْرَأُهَا: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ .

”اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کرتے وقت ہر آیت پر وقف فرماتے تھے۔ ﴿أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ پڑھتے تو وقف فرماتے۔ ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھتے تو وقف فرماتے اور ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (بغیر الف کے مَلِكِ) پڑھتے۔“

تخریج :...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن الترمذي، ابواب القراء ات، باب فی فاتحة الكتاب (٥/ ٢٩٢٧) سنن أبي داؤد، كتاب الحروف والقراء ات (٤/ ٤٠٠١) السنن الكبرىٰ للبيهقي (٢/ ٤٤) مستدرك حاكم (٢/ ٢٣١، ٢٣٢) مسند أحمد بن حنبل (٦/ ٣٠٢)۔ امام البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ارواء الغلیل میں صحیح قرار دیا ہے۔ (٣٤٣)۔

تشریح :...... يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھول کھول کر آیات پڑھتے۔ یعنی اپنی قراءت الگ کر کے پڑھتے، فواصل پر وقف فرماتے۔ تَقْطِيْع کا معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اس کی وضاحت خود حدیث میں ہی آ گئی ہے کہ ﴿أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ پڑھ کر ٹھہرتے، پھر ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھتے۔ پھر ٹھہرتے اور ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پڑھتے۔ یعنی آیات کے خاتمہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقف فرماتے۔

امام بیہقی اور حلیمی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہر آیت پر وقف کرنا سنت ہے۔ [1] صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیات کے سرے پر ٹھہرتے تھے، اگرچہ اس کا تعلق مابعد کلام سے ہی کیوں نہ ہو۔ جو قراء کہتے ہیں کہ جہاں کلام ختم ہو وہاں پر وقف کیا جائے تو ایسے قراء کی اتباع نہ کی جائے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری ضروری ہے، اور اسی میں فضل وکمال ہے۔

رات کی نماز میں قراءت سری یا جہری:

٤٤-٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ ثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ......

[1] شعب الایمان للبیهقی (٤/ ٤٤٣).

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ يَجْهَرُ؟ قَالَتْ: كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ، قَدْ كَانَ رُبَّمَا أَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ، فَقُلْتُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً.

’’عبداللہ بن ابی قیس فرماتے ہیں، میں نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے بارے میں سوال کیا کہ کیا آپ (رات کی نماز میں) قراءت مخفی کرتے تھے یا بلند آواز سے کرتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرح قراءت کرتے تھے۔ کبھی پوشیدہ آواز میں قراءت کرتے اور کبھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ہے کہ اس نے دین کے معاملہ میں بڑی وسعت اور کشادگی فرمائی ہے۔‘‘

تخریج :...... صحیح بخاري، کتاب خلق افعال العباد، (ص: ۱۰۱)۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز نوم الجنب (۱/ ۲۶، برقم: ۲۴۹) سنن الترمذي، ابواب الصلوٰة (۲/ ۴۴۹) وابواب فضائل القرآن (۵/۲۹۲۴) سنن أبي داؤد، کتاب الصلوٰة (۲/ ۱۴۳۷) سنن النسائي، کتاب الغسل (۱/ ۱۹۹) و کتاب قیام اللیل (۳/ ۲۲۴) سنن ابن ماجة، کتاب اقامة الصلوٰة (۱/ ۱۳۵۴) صحیح ابن خزیمة (۱۱۶۰) مسند أحمد بن حنبل (۶/ ۴۷، ۱۳۸۔۱۴۹، ۳۷۳).

تشریح:

❀ یعنی صلوٰۃ اللیل دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ دیگر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جہراً پڑھنا اقویٰ اور انفع ہے کیوں کہ اس طرح توجہ مکمل طور پر قراءت کی طرف ہوتی ہے اور عبادت میں نشاط اور سننے میں بھی کمال حاصل ہوتا ہے۔ نیز بعض اہل خانہ کو بیدار کرنے کا فائدہ بھی حاصل ہوجاتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ عمل ریاء سے پاک ہو۔

❀ ’’اس اللہ کی تعریف جس نے دین کے معاملہ......‘‘ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اس بارے میں کوئی پابندی نہیں لگائی۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا﴾ ...... ’’یعنی اپنی قراءت نہ تو بہت اونچی کرو اور نہ ہی بہت آہستہ، بلکہ اس کے درمیان کا راستہ اختیار کرو۔‘‘

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قراءت سنی جو آہستہ پڑھ رہے تھے اور سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قراءت سنی کہ وہ بلند آواز سے پڑھ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک سے وجہ پوچھی تو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں جس کو سنانا چاہتا ہوں وہ میری حاجت جانتا ہے اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا کہ میں شیطان کو بھگاتا ہوں، سوئے ہوؤں کو بیدار کرتا ہوں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ''اپنی قراءت تھوڑی سی آہستہ آواز میں کرو۔'' اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اپنی قراءت تھوڑی سی اونچی کرو۔'' ❶

نبی اکرم ﷺ بلند آواز سے پڑھتے تھے:

٤٤-٥ : حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ ، ثَنَا وَكِيْعٌ ، ثَنَا مَسْعَرٌ ، عَنْ أَبِيْ الْعَلَاءِ الْعَبْدِيِّ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ......

عَنْ أُمِّ هَانِيءٍ قَالَتْ: كُنْتُ أَسْمَعُ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَأَنَا عَلَى عَرِيْشِيْ .

''سیّدہ اُمّ ھانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر کی چھت پر رات کے وقت نبی اکرم ﷺ کی قراءت سنتی تھی۔''

تخریج :...... یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سنن النسائي، كتاب الافتتاح، باب رفع الصوت بالقرآن (٢/ ١٠١٢) سنن ابن ماجة، كتاب اقامة الصلوٰة، باب فى صلوٰة الليل (٢/ ١٣٤٩) مسند أحمد بن حنبل (٦/ ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٣، ٤٢٤) مستدرك حاكم (٤/ ٥٤) شرح السنة (٤/ ٣٠).

مفردات:

اَلْعَرِيْشُ: السرير. یہ لفظ بستر، چارپائی، چھپر وغیرہ کے لیے مستعمل ہے۔ اَلْعَرِيْشُ هُو البيت الذى يستظل به شِبْهُ الْخَيْمَةِ .

تشریح :...... سیّدہ اُمّ ھانی رضی اللہ عنہا سے ہی سنن نسائی، سنن ابن ماجہ میں روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کی آواز سنتی جب کہ میں اپنے بستر پر لیٹی ہوئی ہوتی۔ آپ ﷺ قرآنِ کریم کو ترجیع کے ساتھ پڑھتے۔ ترجیع کے معنی تحسین کے ہیں اور آواز سے لمبا کرنے اور بڑھانے کے ہیں۔ امام ابن اثیر ''نہایہ فی غریب الحدیث'' میں لکھتے ہیں کہ '' اَلتَّرْجِيْعُ هُوَ تَرْدِيْدُ الْقِرَاءَةِ '' ❷ ترجیع کا معنی قراءت کو دھرانا ہے۔ اسی سے ترجیع الاذان ہے، چوں کہ اس میں بھی شہادت کے کلمات کو دوبارہ لوٹایا جاتا ہے۔

قرآنِ کریم کو خوش ادائی سے پڑھنا:

٤٤-٦ : حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ ، ثَنَا أَبُوْ دَاوٗدَ ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ......

❶ سنن ابی داوٗد، كتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة فى صلاة الليل، حديث: ١٣٢٩ ـ سنن ترمذی (٤٤٧).

❷ النهاية لابن الاثير (٢٠/٤٩٢).

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ يَقُوْلُ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاقَتِهِ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾ [الفتح: ١-٢] قَالَ: فَقَرَأَ وَرَجَّعَ قَالَ: وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ: لَوْ لَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَيَّ لَأَخَذْتُ لَكُمْ فِي ذٰلِكَ الصَّوْتِ أَوْ قَالَ: اللَّحْنِ.

''معاویہ بن قرۃ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے سیّدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے یہ پڑھتے ہوئے سنا: ﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیات دہرا دہرا کر پڑھ رہے تھے۔ معاویہ بن قرۃ کہتے ہیں، اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ لوگ میرے اردگرد جمع ہو جائیں گے، تو میں اسی طرح تم کو قراءت اور تجوید و تحسین سے پڑھ کر سناتا۔''

تخریج :...... صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب این ارکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایه یوم الفتح، و کتاب فضائل القرآن (٨/ ٥٠٤٧) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب ذکر قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الفتح یوم فتح مکة (١/١٣٧ـ ١٣٨، برقم: ٥٤٧) سنن أبي داؤد، کتاب الصلوٰۃ (٢/ ١٤٦٧) مسند أحمد بن حنبل (٤/ ٨٥، ٨٦ و ٥/ ٥٤، ٥٥، ٥٦).

مفردات:

رَجَّعَ ـ رَدَّدَ: اپنی آواز کو دہرانا۔ حلق میں آواز گھمانا اور یہاں مراد ہے ترتیل و تحسین کے ساتھ پڑھنا۔

تشریح :......قرآنِ کریم کو خوش ادائی سے پڑھنا مطلوب ہے۔ سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((زَيِّنُوْا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ .)) ❶...... ''قرآنِ کریم کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔'' یعنی اسے خوش الحانی سے پڑھو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ: ((لِكُلِّ شَيْءٍ حِلْيَةٌ وَحِلْيَةُ الْقُرْآنِ حُسْنُ الصَّوْتِ .)) ❷...... ''ہر چیز کا ایک زیور ہوتا ہے اور قرآنِ کریم کا زیور خوش آوازی ہے۔'' صحیحین میں ہے: ((مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ كَمَا أَذِنَهُ لِنَبِيٍّ حُسْنَ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ .)) ❸...... ''یعنی اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اس طرح نہیں سنتا جتنا کہ اس نبی کی قراءت کو سنتا ہے، جو قرآنِ کریم کو

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، حدیث: ١٤٦٨ـ سنن نسائی (١٠١٦)ـ سنن ابن ماجه (١٣٤٢).

❷ مصنف عبد الرزاق (٤١٧٣)ـ المختارۃ للضیاء المقدسی (٢٤٩٦).

❸ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''الماهر بالقرآن......''، حدیث: ٥٧٤٤ـ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، حدیث: ٧٩٢.

خوش آوازی کے ساتھ جہراً پڑھتا ہے۔'' اسی طرح صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآن .)) ❶ ...... ''جو قرآنِ کریم کو خوش آوازی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔'' بعض نے اس کے معنی یہ کیے ہیں کہ جو قرآن سے غنی ہوا، وہ ہم میں سے نہیں۔ لیکن یہ معنی درست نہیں ہے۔

ایک ضعیف روایت پر تفصیلی کلام:

۴۴۔۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، ثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ الْحُدَّانِيُّ، عَنْ حُسَامِ بْنِ مِصَكٍّ......

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا حَسَنَ الْوَجْهِ، حَسَنَ الصَّوْتِ، وَكَانَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَكَانَ لَا يُرَجِّعُ .

''قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوبصورت چہرہ اور خوش کن آواز دے کر بھیجا ہے، تمہارے نبی بڑے خوبصورت چہرے اور خوش کن آواز والے تھے، لیکن وہ قراءت گانے کے انداز میں نہیں کرتے تھے۔''

تخریج : ...... یہ حدیث مرسل ضعیف ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ''میزان الاعتدال'' ۱/۴۷۷ میں حسام بن مصک کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسام کی منکر روایات میں سے ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ''تقریب'' میں فرماتے ہیں: یہ حسام ضعیف ہے، بلکہ قریب ہے کہ متروک ہو۔ امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت حسام بن مصک کے ترجمہ میں نقل کی ہے اور اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ کوئی شئے نہیں ہے۔ (الکامل لابن عدی: ۲/۸۳۹، ۸۴۰) امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو قتادۃ عن انس کے طریق سے موصول بھی نقل کیا ہے، لیکن فرماتے ہیں کہ ''اس روایت کو عباس البحرانی کے علاوہ کسی نے موصول ذکر نہیں کیا۔'' اور عباس البحرانی صدوق خطا کر جاتا تھا۔ (تقریب) الغرض یہ روایت موصول اور مرسل ہر دو طریق سے حسام پر گھومتی ہے اور یہ قابل حجت نہیں، جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ حسام بن مصک بن ظالم بن شیطان الازدی کے بارے میں محمد بن عوف کہتے ہیں: مطروح الحدیث ہے۔ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کچھ بھی نہیں۔ امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: واھی الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ قوی نہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ضعیف ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کی حدیث بیان کر کے کہتے ہیں: یہ صحیح نہیں۔ امام دارِ قطنی رحمۃ اللہ علیہ اسے متروک کہتے ہیں۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ کثیر الخطا اور فاحش الغلط ہے۔

گھروں میں اونچی آواز سے پڑھنا

۴۴۔۸: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِيْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ......

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالی ﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِجْهَرُوْا بِهٖ﴾، حدیث: ۷۵۲۷.

عَـنِ ابْـنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَـانَتْ قِرَاءَ ةُ الـنَّبِـيِّ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ رُبَـمَا يَسْمَعُهَا مَنْ فِيْ الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِيْ الْبَيْتِ.

”سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت ایسے ہوتی کہ آپ گھر میں تلاوت کرتے تو صحن میں موجود شخص آپ کی آواز سن لیتا۔“

تخریج : ...... یہ حدیث حسن ہے۔ سنن أبي داؤد، کتاب الصلوٰة، باب فی رفع الصوت بالقرأة فی صلوٰة اللیل (۱۳۲۷)۔ مسند أحمد بن حنبل: (۱/ ۲۷۱) شرح السنة: (٤/ ۲۹) صحیح ابن خزیمة: (۲/ ۱۸۸).

تشــریـح و فـوائـد :...... قیام اللیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت درمیانی ہوتی نہ بہت اونچی ہوتی اور نہ انتہائی پوشیدہ۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قیام اللیل میں اکیلا آدمی جہری قرأت کرسکتا ہے، بعض الناس کا خیال ہے کہ قیام اللیل میں اکیلا آدمی جہری قرأت نہیں کرسکتا۔ یہ خیال مذکورہ حدیث کے خلاف ہے۔ واللّٰہ أعلم۔

باب ماجاء فی قراء ۃ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل ہوا۔ والحمد للّٰہ علی ذالك

☆............☆............☆

باب ۴۵:

رسول اللہ ﷺ کی گریہ وزاری کا بیان

(اس باب میں چھ احادیث ہیں)

بُـکَـاءٌ: رونا، اہل لغت کے ہاں اس کا عام معنی ومفہوم تو یہی ہے البتہ یہ لفظ اگر ب کے فتح کے ساتھ مقصورہ پڑھیں گے یعنی بَکیٰ تو اس کا معنٰی ہے ضعیف اورسست آواز کے ساتھ رونا اور اگر ب کے ضمہ کے ساتھ پڑھیں گے تو مقصورہ کے بجائے ممدودہ پڑھیں گے بُکَاء اور اس کا ترجمہ ہوگا کہ بلند آواز سے رونا۔

دنیوی زندگی میں ہنسنا اور رونا، سونا اور جاگنا، کھانا اور پینا وغیرہ انسان کے امور طبعیہ میں داخل ہے جن سے اس دنیائے فانی میں آنے والے ہر شخص کو واسطہ پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل بھی ان امور سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ یہ باب نبی اکرم ﷺ کے رونے اور گریہ زاری کرنے سے متعلق ہے تاکہ اہل اسلام اس امر طبعی میں بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں چھ ایسی احادیث جمع کیں ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کی گریہ زاری کا تذکرہ ہے کہ آپ ﷺ کن کن مواقع پر رو پڑے اور نیز آپ ﷺ کا رونا کن وجوہات کی بناء پر ہوا کرتا تھا۔ سیرت نبی ﷺ کا یہ اچھوتا پہلو اردو میں ایک لکھاری کا موضوعِ سخن بنا اور اس نے ایک کتاب ''رسول اللہ ﷺ کے آنسو'' ترتیب دی، اس کے مقدمہ میں محترم جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر ڈائریکٹر پبلک لائبریریز پنجاب لکھتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام احوال پر نگاہ ڈالی جائے بالخصوص مکی اور مدنی زندگی کے وقائع پر نظر دوڑائی جائے تو احساس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ایک قلب گداز کے حامل تھے۔ زندگی کی سخت جانیوں اور مصائب وشدائد پر آپ ﷺ نے تحمل، بردباری اور حوصلہ مندی کا اظہار فرمایا مگر غم والم کے وہ فطری جذبات گاہے گاہے آنسوؤں کے ستارے بن کر مژگانِ رسول ﷺ پر چمک اٹھے اور کبھی رخ انور پر ڈھلک گئے۔ راتوں کی تنہائی میں اور شدائد کے مقابلے میں آپ ﷺ اپنے مالک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دعاؤں کی صورت میں آنسوؤں کی برسات شروع ہو جاتی ہے۔ مگر یہ کیفیت آہ و بکا یا اس نوعیت کی کسی دوسری منفی شکل کا رخ اختیار نہیں کرتی اور یہی آپ ﷺ کی سیرت کا اعجاز ہے۔''

بکاء کی اقسام وانواع

رونے اور گریہ زاری کی کئی قسمیں ہیں جن میں سے ایک ''نوحہ'' ہے کسی عزیز اور رشتہ دار یا پیارے کی وفات

پر اس کا نام لے کر اور اس کی خوبیوں کا تذکرہ کر کے بلند آواز سے بین کرنا، گریبان پھاڑنا، بال نوچنا، منہ پر طمانچے مارنا، سینہ کوبی کرنا، اسلام نے اسے جاہلیت کی رسم قرار دے کر سختی سے ممنوع قرار دے دیا۔

شمائل ترمذی کے شارحین نے اس باب کے تحت گریہ زاری اور رونے کی بہت سی اقسام کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے بعض نذرِ قارئین ہیں۔

رحمت و رأفت کا رونا:

کسی عزیز کی وفات پر آنسوؤں کا بہ نکلنا ایک فطری عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے نبی اکرم ﷺ اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر بے ساختہ رو پڑے اور فرمایا:

((اِنَّـا بِـفِـرَاقِكَ يَـا اِبْـرَاهِـيْـمُ لَـمَحْزُوْنُوْنَ تَبْكِي الْعَيْنُ وَيَحْزُنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُوْلُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ)) [1]

"ابراہیم! تیری جدائی کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو اور دل میں غم ہے مگر ہم کوئی ایسی بات زبان پر نہ لائیں گے جس سے رب ناراض ہو۔"

اسی طرح صحیح بخاری میں تفصیلاً موجود ہے کہ جب سیدہ زینب کے بیٹے کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ ﷺ نے جب آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو تعجب سے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "دل غمگین ہوتا ہے تو آنکھیں چھلکتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں پر رحمت کرتے ہیں جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔" [2]

شوق ومحبت اور عظمت وجلال پر رونا:

اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال، خشیت الٰہی اور امت کے حالات پر متفکر ہو کر رونا، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ لوگوں سے ثابت ہے حضرت شعیب علیہ السلام کے صحیفہ میں آتا ہے کہ آپ اکثر گریہ زاری کرتے رہتے تھے سیل اشک کسی بھی وقت رواں ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

"اے میرے نبی! کیوں روتے ہو؟ حالانکہ میں نے تمہاری خدمت کے لیے موسیٰ کلیم اللہ (علیہ السلام) کو بھی مامور کر دیا ہے تو حضرت شعیب نے عرض کیا: الہ العالمین! میں کسی ذاتی تکلیف یا رنج والم کی وجہ سے نہیں بلکہ

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ "اِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ"، حديث: ۱۳۰۳۔ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والصيال، حديث: ۲۳۱۵. ولفظ البخاری: "اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزُنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَااِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ".

[2] صحيح بخاری، كتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ "يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ"، حديث: ۱۲۸٤۔ صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت، حديث: ۹۲۳.

تیرے جلال وعظمت کی بناء پر تیرے اشتیاق میں گریہ کرتا ہوں۔ [1]

رونے کی ایک قسم:

بکاءِ فراق ہے جو کسی کی جدائی پر عمل آتی ہے۔ سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اکثر گریہ زاری کرتے رہتے تھے۔ حتی کہ قرآن کریم میں ہے کہ

﴿وَ ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ.... الآية﴾ (یوسف: ۸۴)

''یعنی ان کی آنکھیں گریہ زاری کرکے بوجہ رنج وغم کے سفید ہوچکیں تھیں''

پھر آپ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ.... الآية﴾ (یوسف: ۸۶)

''کہ میں اپنے غم واندوہ کا اظہار اپنے پروردگار کے سامنے کرتا ہوں''

بکاءِ مستعار:

کسی رشتہ دار یا عزیز کی وفات پر اس کے قریبی لوگ غم واندوہ کی وجہ سے حقیقی طور پر روتے ہیں تو انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ ان کے ساتھ رونے میں شریک ہوجاتے ہیں۔ مولانا عبدالحمید سواتی شرح شمائل میں لکھتے ہیں:

''رونے کی ایک قسم مستعار کہلاتی ہے۔ کسی عزیز کی فوتیدگی پر اس کی کوئی عزیزہ غم اندوہ کی وجہ سے حقیقی طور پر روتی ہے تو دوسری عورت اس کے ساتھ رونے میں شریک ہوجاتی ہے یا کم از کم اسے زیادہ سے زیادہ رونے پر آمادہ کرتی ہے۔ اس قسم کا رونا قباحت میں داخل ہے۔ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لیے ماتم اور سینہ کوبی کرنے والے اکثر لوگ بھی اس قبیل سے ہوتے ہیں۔ حیدر آباد دکن کا سالار جنگ بھی شیعہ تھا۔ صاحبِ علم آدمی تھا، کسی زمانہ میں ریاست کا وزیر اعظم بھی رہا، مگر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لیے غم کا اظہار کرنا بھی اس کے لیے ضروری تھا۔ چنانچہ چھوٹے لوگ تو خوب سینہ کوبی کرتے تھے مگر یہ صاحب آہستہ آہستہ سینہ پر ہاتھ مار کر اس کو کارِ خیر اور کارِ ثواب سمجھ کر شامل ہوجاتے تھے۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے لوگ تھے جو لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہوتے تھے۔ ایک مزدور آدمی ماتم بھی کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ ہنسے بھی جا رہا تھا۔ پوچھا بھائی کیا بات ہے؟ کہنے لگا کہ میں تو مزدوری کرنے کے لیے گھر سے نکلا تھا مگر انہوں نے مجھے زبردستی ماتم پر لگا دیا۔ اب مرتا کیا نہ کرتا۔ ڈر کے مارے ماتمی جلوس میں شامل ہوں۔''

ایک رونا اجرت

ایک رونا اجرت پر ہوتا ہے کہ ویسے تو نوحہ کرنے والا کوئی ملتا نہیں، اجرت پر ہی کسی کو رونے پر لگا دینا تاکہ جس پر رویا جا رہا ہے اس کی محبوبیت یا لوگوں میں اس کی قدر و منزلت کا اظہار ہوسکے۔

[1] لم اجده!

رونے کی ایک قسم جھوٹا رونا بھی

رونے کی ایک قسم جھوٹا رونا بھی ہے۔ جرم کرنے کے بعد اپنی بریت ثابت کرنے کے لیے رونا۔ اس قسم کا رونا سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے باپ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے سامنے رویا تھا کہ خود سیدنا یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھنک دیا اوران کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر روتے ہوئے باپ کے حضور پیش ہو گئے قرآن کریم نے ان کے جھوٹ کو یوں بیان کیا ہے:

﴿وَ جَآءُ وْٓ اَبَاھُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ٥ قَالُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ مَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ٥ وَجَآءُوْا عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ .... الآیة﴾ (یوسف : ١٦ تا ١٨)

’’عشاء کے وقت وہ سب اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچے اور کہنے لگے کہ ابا جان ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسف علیہ السلام کو ہم نے اسباب کے پاس چھوڑا پس اسے بھیڑیا کھا گیا، آپ تو ہماری بات نہیں مانیں گے، گو ہم بالکل سچے ہی ہوں۔ اور وہ یوسف علیہ السلام کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے......الخ‘‘

ایک رونا سرور

ایک رونا سرور اور فرحت کے باعث بھی ہوتا ہے جس کا اظہار کسی نعمت کے مل جانے پر ہوتا ہے۔ بے ساختہ آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں۔

الغرض رونے کی کئی ایک اقسام ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں چھ ایسی احادیث نقل کیں ہیں جن میں سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بکاء کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (١) نماز میں اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کی تجلیات کے وقت، (٢) اشتیاق محبت کے ازدیاد کے وقت (٣) قرآن کے سماع کے وقت (۴) اپنی امت پر شفقت و رحمت کی وجہ سے امت کے لیے بخشش و مغفرت کے طلب کرنے کے وقت (۵) اور میت پر رحم و مودت کی وجہ سے اشکبار ہوتے تھے۔

((صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمًا اَبَدًا عَدَدَ خَلْقِ اللّٰهِ وَزِنَةَ عَرْشِ اللّٰهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِ اللّٰهِ))

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبودیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے:

٤٥ـ١ : حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ ، أَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ مُطَرِّفٍ......

وَهُوَ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ۔ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهِ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ.

''سیدنا عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت آیا جب آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینے سے رونے کی آواز اس طرح آتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے جوش مارنے کی آواز ہوتی ہے۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے سنن ابی داؤد، کتاب الصلوة، باب البکاء فی الصلوة (۱/ ۹۰۴)، سنن نسائی، کتاب السھو، باب البکاء فی الصلوة (۳/ ۱۲۱۳)، مسند احمد بن حنبل (۴/ ۲۵)، صحیح ابن خزیمة (۲/ ۵۲) مسند ابی یعلی موصلی (۲/ ۲۵۶ برقم ۱۵۹۶)، مستدرك حاكم (۱/ ۲۶۴)، سنن بیهقی (۲/ ۲۵۱)، شرح السنة (۳/ ۲۴۵)، صحیح ابن حبان (۲/ ۳۷۷).

راویٔ حدیث:

اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن شخیر بن عوف بن کعب الحرشی العامری رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس صحابی رسول کا تعلق اہل بصرہ سے ہے نبی اکرم ﷺ سے بلا واسطہ روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے بیٹے مطرف، ھانی، اور یزید روایت کرتے ہیں۔

☆ مفردات:

اَزِیْزٌ: ابلنے کی آواز

اَلْمِرْجَلُ: ہنڈیا، دیگ نیز ہر وہ برتن جس میں پانی وغیرہ گرم کیا جائے۔ اس کی جمع مراجل آتی ہے۔

عمل میں حسن علم کی وجہ سے ہوتا ہے:

اس حدیث سے نبی اکرم ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے کمال درجہ خوف وخشیت کا اظہار ہوتا ہے اور عبادت میں نہایت خشوع وخضوع معلوم ہوتا ہے صحیح بخاری میں اس کی وجہ منقول ہے کہ وہ آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم تھا جس کی وجہ سے آپ ساری کائنات سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہی ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اِنِّی لَاَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّكُمْ لَهٗ خَشْيَةً)) [1]

''کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں اور (اسی لیے) میں تم سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجه الناس بالعتاب، حدیث: ۶۱۰۱۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب علمه ﷺ بالله تعالیٰ، حدیث: ۲۳۵۶ بلفظ "اِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً".

صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا)) [1]

''اگر تم جان لو وہ کچھ جو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ رونے لگو اور بہت کم ہنسو۔''

سماع قرآن کے وقت رونا

۴۵ـ۳۱۹: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عُبَيْدَةَ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اقْرَأْ عَلَيَّ))، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟ قَالَ: ((إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ)). فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتَّى بَلَغْتُ: ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾ (سورة النساء:۴۱) قَالَ: فَرَأَيْتُ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَهْمِلَانِ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر تو قرآن مجید نازل ہوا ہے پھر بھی کیا میں آپ پر پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں میں کسی دوسرے شخص سے قرآن سننا چاہتا ہوں'' (ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے سورہ نساء پڑھنا شروع کی اور جب ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾ پر پہنچا تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔''

تخریج:...... صحيح بخاری، كتاب التفسير (۸/۴۵۸۲)، و كتاب فضائل القرآن (۸/۵۰۰۵)، صحيح مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب فضل استماع القرآن (۱/۲۴۷ـ۲۴۸).

☆مفردات:

تَهْمِلَانِ: وہ دونوں بہہ رہی تھیں۔ هَمْلٌ کا معنی بہنا اور برسنا ہے۔

تشریح:...... یہ سورۃ نساء کی ۴۱ نمبر آیت ہے مکمل آیت یوں ہے:

﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾

''پس کیا حال ہوگا جس وقت کہ ہر امت میں سے ہم ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر ہم گواہ بنا کر لائیں گے۔''

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ ''لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ......'' حديث: ۶۴۸۵ـ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب توقيره ﷺ......، حديث: ۱۳۵۹.

اس آیت میں قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں امتوں کی پیشی کا ذکر ہے کہ جب لوگ اپنے جرائم کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تو کسی نے اللہ کا راستہ بتایا ہی نہیں تو ہر امت کا نبی گواہی دے گا، پھر ان سب پر نبی کریم ﷺ گواہی دیں گے کہ یا اللہ! یہ سچے ہیں۔ آپ ﷺ یہ گواہی اس قرآن کی وجہ سے دیں گے جو آپ پر نازل ہوا اور جس میں گذشتہ انبیاء اور انکی قوموں کی سرگذشت بیان کی گئی ہے۔ یہ ایک سخت مقام ہوگا۔ اس کا تصور ہی لرزہ براندام کر دینے والا ہے۔ سورۂ نساء میں جب اس اندوہناک منظر کا ذکر آیا تو نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

تنبیه:......مسئلہ حاضر و ناظر

بعض کوتاہ بین لوگ کہتے ہیں کہ گواہی وہی دے سکتا ہے جو سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس لیے یہ لوگ ''شہید'' (گواہ) کے معنی ''حاضر و ناظر'' کے کرتے ہیں اور یوں نبی اکرم کو ''حاضر و ناظر'' باور کراتے ہیں۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ کو ''حاضر ناظر'' سمجھنا، یہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی صفت میں شریک کرنا ہے جو کہ شرک ہے کیونکہ حاضر و ناظر صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ ''شہید'' کے لفظ سے ان کا استدلال اپنے اندر کوئی قوت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ شہادت یقینی علم کی بنیاد پر بھی ہوتی ہے اور قرآن کریم میں بیان کردہ حقائق و واقعات سے زیادہ یقینی علم کس کا ہوسکتا ہے؟ اس یقینی علم کی بنیاد پر خود امت محمدیہ کو بھی قرآن کریم نے ﴿شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (تمام کائنات کے لوگوں پر گواہ) کہا ہے۔ اگر گواہی کے لیے حاضر و ناظر ہونا ضروری ہے تو پھر امتِ محمدیہ کے ہر فرد کو حاضر و ناظر ماننا پڑے گا۔ بہرحال نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ مشرکانہ اور بے بنیاد ہے۔ اعاذنا الله منه .

(دیکھیے تفسیر احسن البیان سورۃ النساء آیت نمبر ۴۱)

صلوۃ کسوف میں گریہ زاری کرنا:

۳۲۰۔۴۵: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، ثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمًا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَتَّى لَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ، ثُمَّ رَكَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ،

''سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک دن سورج گرہن ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ اٹھے اور نماز شروع کی، آپ نے اتنی دیر قیام فرمایا کہ گویا رکوع کرنے کا ارادہ ہی نہیں، اور پھر رکوع اتنا لمبا کیا کہ گویا اس سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں، پھر سر مبارک اٹھایا تو قومہ میں بھی اتنی دیر کھڑے رہے کہ قریب نہیں تھا کہ آپ سجدہ میں جائیں، پھر

ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَسْجُدَ ، ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَسْجُدَ ، ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ ، فَجَعَلَ يَنْفُخُ وَيَبْكِي وَيَقُوْلُ: ((رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِيْ أَنْ لا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيهِمْ؟ رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ؟)) فَلَمَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالَى وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا انْكَسَفَا فَافْزَعُوْا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالَى)).

آپ نے سجدہ کیا تو قریب نہیں تھا کہ سجدہ سے سر مبارک اٹھائیں، پھر آپ نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا تو اتنا طویل جلسہ کیا کہ قریب نہیں تھا کہ آپ دوسرا سجدہ کریں، پھر آپ نے دوسرے سجدہ بھی اتنا طویل کیا کہ قریب نہیں تھا کہ آپ سجدہ سے سر مبارک اٹھائیں۔ آپ اس دوران آہیں بھرتے اور روتے رہے اور فرماتے ''اے میرے پروردگار! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ جب میں ان میں موجود ہوں تو ان کو عذاب نہیں کرے گا؟ اے میرے پروردگار! کیا تو نے وعدہ نہیں کیا کہ جب تک یہ تجھ سے استغفار کرتے رہیں گے تو ان کو عذاب نہیں دے گا؟ اور ہم تجھ سے استغفار کرتے ہیں۔'' جب آپ ﷺ دو رکعتیں پڑھ کر فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا آپ کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: یقیناً سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے انہیں گرہن نہیں لگتا جب یہ گہنا جائیں تو فوراً اللہ تعالیٰ عزوجل کی یاد کی طرف دوڑو۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوۃ ، باب من قال یرکع رکعتین (۱/۱۱۹۳)، سنن نسائی ، کتاب الکسوف ، باب نوع آخر (/۱۴۹۵)، مسند احمد بن حنبل (۲/۱۵۹، ۱۶۳، ۱۸۸، ۱۹۸) صحیح ابن خزیمۃ (۹۰۱، ۱۳۸۹، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳) علامہ احمد شاکر نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے اس میں ایک رکوع کا ذکر ہے حالانکہ متفق علیہ روایات میں ایک سے زائد رکوعات کا ذکر ہے اس بناء پر ایک رکوع والی روایت کو باوجود صحیح السند ہونے کے شاذ کہا جائے گا۔

☆ مفردات:

اِنْكَسَفَ: گہن لگا، باب ضَرَبَ سے ہے۔ **لَمْ يَكَدْ**: قریب نہیں تھا۔ **فَافْزَعُوْا**: مدد مانگنا اور پناہ میں آنا۔ دوڑنا اور جلدی کرنا۔

سورج گرہن بارے غلط عقائد اور ان کا ابطال

ایام جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ زمین میں تغیر وتبدل کی وجہ سے یا کسی فوت ہونے یا کسی کے پیدا ہونے

کی وجہ سے آسمان میں تغیر وتبدل ہوتا ہے اور آفاقی چیزیں مثلاً سورج اور چاند گہنا جاتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اس نہایت غلط اور بے ہودہ عقیدہ کا ابطال کیا اور انہیں یہ تعلیم دی کہ یہ عقیدہ باطل اور غلط ہے بلکہ سورج اور چاند تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کی فرمانبردار ہے نہ تو ان کا کسی دیگر مخلوق پر کوئی غلبہ ہے اور نہ ہی وہ اپنے آپ سے کوئی نقصان دہ اثرات ہٹا سکتے ہیں۔ اتفاقاً جس دن سورج گرہن ہوا اسی دن نبی اکرم ﷺ کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تھا تو یہ بات مشہور ہوگئی کہ چونکہ نبی اکرم ﷺ کا بیٹا فوت ہوا ہے اس لیے سورج گرہن ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے نہایت شدت سے اس کی تردید فرمادی اور ارشاد فرمایا: کہ جب چاند یا سورج گہنا جائے تو نماز پڑھو، ذکر کرو، صدقہ وخیرات کرو اور کثرت سے استغفار کرو۔

سورج گرہن کی نماز کا طریقہ:

کسوف (گرہن) سورج کا ہو یا چاند کا، اس موقع پر دو رکعت پڑھنا مسنون ہے اور اس نماز میں قراءت بالجہر ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صلوۃ خسوف میں قراءت بالجہر کی پھر رکوع کیا پھر رکوع سے اٹھ کر قراءت شروع کردی پھر رکوع کیا اس طرح دو رکعات نماز میں چار رکوع اور چار سجدے کیے۔

چلا چلا کر رونا ممنوع ہے:

۴۵۔۳۲۱: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ عِكْرَمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَةً لَهُ تَقْضِيْ، فَاحْتَضَنَهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَاتَتْ وَهِيَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَصَاحَتْ أُمُّ أَيْمَنَ فَقَالَ: يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَتَبْكِيْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟)) فَقَالَتْ: أَلَسْتُ أَرَاكَ تَبْكِيْ؟ قَالَ: ((إِنِّيْ لَسْتُ أَبْكِيْ إِنَّمَا هِيَ رَحْمَةٌ إِنَّ الْمُؤْمِنَ بِكُلِّ خَيْرٍ عَلٰى كُلِّ حَالٍ إِنَّ نَفْسَهُ تُنْزَعُ مِنْ بَيْنِ جَنْبَيْهِ وَهُوَ

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ایک صاحبزادی قریب المرگ تھی آپ نے اسے پکڑا اور اپنی گود میں اٹھایا تو اسی حالت میں فوت ہوگئی جبکہ وہ آپ کے ہاتھوں میں تھی۔ ام ایمن چلا کر رونے لگیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے روتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: کیا میں آپ کو روتے ہوئے نہیں دیکھ رہی ہوں؟ ارشاد فرمایا: "میں رو نہیں رہا ہوں، یہ تو رحمت کے آنسو ہیں۔ بے شک مومن ہر حال میں خیر میں ہی ہوتا ہے جب اس کے پہلو سے اس کی روح پرواز کرتی ہے تو وہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ

يَحْمَدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ . کی حمد کرتا ہے۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن نسائی ، کتاب الجنائز (۱۸۴۲/٤)، مسند احمد بن حنبل (۲٦۸/۱، ۲۹۷ برقم ۲٤۱۲، ۲۷۰٤)، مسند عبد بن حمید (۵۹۳).

تشریح:...... معلوم ہوا کہ میت پر چلا چلا کر رونا منع ہے۔ پیٹنا، بال نوچنا، گریبان چاک کرنا، سینہ کوبی کرنا، منہ پر طمانچے مارنا اور بین کرنا، رونے کی یہ تمام اقسام قطعی طور پر ممنوع ہیں جیسا کہ ان احادیث میں بڑی شدت سے ایسے رونے سے روکا گیا ہے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دعا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)) ❶

''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو منہ پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی طرح چیخے چلائے۔''

اسی طرح سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی:

((لَعَن رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ)) ❷

''جو نوحہ کرتی ہے اور جو سنتی ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔''

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَنَا بَرِیٌٔ مِمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ)) ❸

''میں اس شخص سے بری اور بیزار ہوں جو (اظہار غم کے لیے) سر منڈوائے اور چلا چلا کر روئے اور اپنے کپڑے پھاڑے۔''

البتہ صرف آنسو بہانا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ایمن کو ارشاد فرمایا کہ میرا رونا تیرے رونے کی طرح نہیں بلکہ یہ رحمت الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں رکھی ہے ایک روایت میں ہے۔

((جَعَلَهَا فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ ، فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ)) ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب لیس منا من ضرب الخدود، حدیث: ۱۲۹۷۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم ضرب الخدود......، حدیث: ۱۰۳.

❷ سنن ابی داوٗد، کتاب الجنائز، باب فی النوح، حدیث: ۳۱۲۸.

❸ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما ینهی من الحلق عند المصیبة، حدیث: ۱۲۹٦ وصحیح مسلم، کتاب الإیمان باب تحریم ضرب الخدود، حدیث: ۱۰٤ (۲۸۸) واللفظ له.

❹ صحیح بخاری، کتاب الجنائز باب قول النبی ﷺ ''يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ اَهْلِهٖ......''، حدیث: ۱۲۸٤۔ صحیح مسلم (۹۲۳).

''کہ یہ رحمت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں رحم والوں پر ہی رحمت کرتا ہے۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات کے وقت یوں ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يُرْضِي الرَّبَّ وَإِنَّا عَلَى فِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمُحْزَنُوْنَ)) [1]

''آنکھ آنسو بہا رہی ہے دل غمگین ہے مگر ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو اچھا لگے۔ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر غمزدہ ہیں۔''

ایک اشکال اور اس کا حل

حدیث الباب میں آپ ﷺ کی بیٹی فوت ہونے کا ذکر ہے کہ وہ چھوٹی عمر میں تھی نبی اکرم ﷺ نے اسے اٹھا کر اپنے سینۂ مبارک سے لگایا پھر اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا تو وہ آپ ﷺ کے سامنے ہی فوت ہو گئیں۔ [2] حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اشکال سے خالی نہیں کیونکہ چھوٹی بیٹی سے مراد اگر نبی کریم ﷺ کی اپنی حقیقی بیٹی مراد ہے تو یہ مشکل ہے کیونکہ اہل سیر اور محدثین نیز تواریخ لکھنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ کی سب بیٹیاں بڑی عمر میں فوت ہوئیں اور اگر آپ ﷺ کی بیٹی کی بیٹی یعنی نواسی مراد ہے تو اس صورت میں آپ ﷺ کی طرف نسبت مجازی ہوگی۔ مگر اس سلسلہ میں ایک واقعہ مسند احمد بن حنبل میں اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو، جو ابو العاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ [3] حالتِ نزع میں لایا گیا۔ مگر یہ بھی مشکل ہے کیونکہ امامہ بنت زینب نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بقید حیات رہیں یہاں تک کہ ان سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے سیّدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد شادی کی۔ لہٰذا مسند احمد بن حنبل والی روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ وہ قریب المرگ ہوگئیں تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت عطا فرما دی۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس روایت میں موت کے متعلق راوی کو وہم ہو گیا ہو۔ لہٰذا اس سے مراد یا تو آپ ﷺ کی کسی بیٹی کا بیٹا ہوسکتا ہے کیونکہ عبداللہ بن عثمان کے متعلق۔ جو کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ ثابت

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ "اِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ"، حدیث: ۱۳۰۳۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبیان، حدیث: ۲۳۱۵۔

[2] سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب فی البکاء علی المیت، حدیث: ۱۸۴۴۔

[3] مسند احمد (۵/۲۰۴۔۲۰۵)۔

ہے کہ وہ آپ ﷺ کی گود میں فوت ہوئے تھے۔ اس موقع پر آپ کے آنسو جاری ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ)) ❶ ''یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔''

مسند بزار میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا کچھ بوجھل ہوا تو انہوں نے اس کو نبی اکرم ﷺ کے پاس حالتِ نزع میں بھیجا۔ ❷ اس کے متعلق اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ لڑکا بچپن میں ہی نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں فوت ہوا۔ اس کا نام محسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھا۔ مگر درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ بھیجنے والی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھی اور ان کی بیٹی حضرت امامہ بنتِ ابی العاص ہی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نبی اکرم ﷺ کی دعا سے صحت یاب کر دیا۔ واللہ اعلم

سیدنا عثمان بن مظعون کی وفات پر رسول اللہ ﷺ کے آنسو:

۳۲۲_۴۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِي أَوْ قَالَ: عَيْنَاهُ تُهْرَاقَانِ.

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا جبکہ وہ فوت ہو چکے تھے آپ ﷺ اس وقت رو رہے تھے۔ یا کہا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الجنائز (۹۸۹/۳)، سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز (۳۱۶۳/۳)، سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز (۱۴۵۶/۱)، مسند احمد بن حنبل (۲۰۶،۵۵،۴۳/۶)، مسند عبد بن حمید [۱۵۲۲].

تشریح و فوائد: ...... اس حدیث سے ثابت ہوا کہ میت کو بوسہ دینا جائز ہے۔ ایمان دار مرنے سے ناپاک نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر حالت میں پاک ہی رہتا ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ جزع وفزع کے بغیر اور آواز اونچی کیے بغیر رونا ممنوع نہیں۔

سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے عظیم المرتبت صحابی بھی ہیں اور آپ کے دودھ شریک بھائی

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ ''یُعَذَّبُ الْمَیِّتُ بِبَعْضِ بُکَاءِ اَهْلِهِ علیه ......''، حدیث: ۱۲۸۴۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت، حدیث: ۹۲۳.

❷ مسند البزار (الکشف: ۸۰۷).

بھی ہیں۔ خاندان قریش میں سے قدیم الاسلام صحابی رسول ہیں کہا جاتا ہے کہ ان سے پہلے صرف تیرہ لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے میں ان کا چودھواں نمبر ہے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حکم سے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور ہجرت کے بعد شعبان ۲ھ میں فوت ہوگئے اور بقیع میں دفن کیے گئے۔ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے لوگوں میں سے سب سے پہلے یہی وفات پا گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات پر رسول اللہ ﷺ کے آنسو:

۴۵۔۳۲۳: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَنَا أَبُوْ عَامِرٍ، ثَنَا فُلَيْحٌ وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: شَهِدْنَا ابْنَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ: ((أَفِيكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ)) فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَنَا، قَالَ: ((انْزِلْ)) فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی کے جنازہ میں حاضر تھے۔ اللہ کے رسول اللہ ﷺ قبر پر تشریف فرما تھے تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے جو آج رات اپنی بیوی کے پاس نہ گیا ہو؟'' تو سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ہاں میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قبر میں اترو۔'' تو وہ قبر میں اترے۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب الجنائز (۱۲۸۵/۳، ۱۳۴۲)، مسند احمد بن حنبل (۱۲۶/۳، ۱۲۸)

تشریح و فوائد:...... حدیث الباب میں جس بیٹی کی وفات اور تدفین کا ذکر ہے وہ نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں جو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ یہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حبالۂ عقد میں آئیں تھیں۔

- رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونا شفقت پدری کی بنا پر تھا۔
- حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے ولی کی موجودگی میں کوئی دوسرا بھی اسے قبر میں اتار سکتا ہے۔ نیز غیر محرم شخص عورت کو اس کی قبر میں اتار سکتا ہے۔ بعض الناس کا خیال ہے کہ غیر محرم شخص عورت کے جنازہ کو کندھا نہیں دے سکتا اور قبر میں نہیں اتار سکتا، لیکن یہ خیال اس حدیث کے خلاف ہے۔
- ((لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ)) ''جس نے گناہ نہ کیا ہو'' مقارفت کا لفظ یہاں پر جماع سے کنایہ ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے قطعاً ذکر کیا ہے کہ اس کا معنی یہی ہے کہ اس نے جماع نہ کیا ہو کیونکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

نبی اکرم ﷺ کے سامنے اتنی دلیری نہیں کر سکتے کہ مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہی نہیں۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر ترجیح دینے میں ایک راز تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس رات اپنی کسی لونڈی سے مجامعت کی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو اشارۃً منع کر دیا، صراحۃ نہیں روکا۔ نبی اکرم ﷺ کو اپنی بیمار کی بیٹی کی موجودگی میں یہ اچھا نہ لگا، اگرچہ شرعی طور پر اس میں کوئی قباحت نہیں اس کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کیا پتہ تھا کہ آج رات ہی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کی گریہ زاری کا بیان مکمل ہوا۔ والحمد للّٰہ علی ذالك

☆............☆............☆

باب نمبر ۴۶:

رسول اللہ ﷺ کے بستر کا بیان

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

فِرَاشٌ: بچھونا، گدا، چٹائی یا کوئی اور چیز جو آرام کرنے کے لیے بطور بستر بچھائی جائے۔ فِرَاشٌ بمعنی مَفْرُوْشٌ ہے جیسے کِتَابٌ بمعنی مَکْتُوْبٌ ہے اس کی جمع فُرُشٌ آتی ہے جیسا کہ کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ آتی ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کے تحت دو حدیثیں پیش کی ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شاہ رسولاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے اس مسئلہ میں بھی اسوۂ رسول اللہ ﷺ کو اپنا لیں۔ واللّٰہ ھو الموفق

نبی کریم ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا:

۴۶۔۳۲۴: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ...... عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: إِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ مِن أَدَمٍ حَشْوُهُ لِيْفٌ.

"ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر مبارک جس پر آپ سوتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔"

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب عیش النبی واصحابه (۱۱/۶۴۵۶) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب التواضع فی اللباس والاقتصاد (۳/۳۸ برقم ۱۶۵۰)

☆ مفردات:

اَدَمٌ: ظَاهِرُ الْجِلْدِ وَبَاطِنُهُ. جلد ﷺ رحمہ اللہ ظاہری و باطنی حصہ اَلْاَدِيْمُ: اَلْجِلْدُ چمڑا، حَشْوُهُ: مَاحُشِيَ بِهِ الشَّيْءُ: بھرائی۔ اَللِّيْفُ: کھجور کے پٹھے

نرم بستر اور گدے کو آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا:

یہ رسول اللہ ﷺ کا زہد وقناعت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ)) [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ "کُنْ فِي الدُّنْيَا......" حدیث: ۶۴۱۶.

''یعنی دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی اجنبی یا مسافر ہوتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کے پیش نظر کیونکہ ہر وقت اخروی نعمتیں ہوتی تھیں اس لیے آپ دنیوی عیش وعشرت کو چنداں اہمیت نہ دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس زہد وقناعت سے عبارت زندگی کو دیکھتے ہوئے کئی مرتبہ آپ کو اعلیٰ قسم کے گدے اور بستر پیش کیے گئے لیکن آپ ﷺ نے ان کو استعمال کرنا پسند نہ کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے پاس انصار کی ایک عورت آئی، اس نے نبی اکرم ﷺ کا بستر دیکھا جو ایک کمبل کی صورت میں چمڑے کو دوہرا کر کے بچھایا ہوا تھا۔ وہ عورت گئی اور مجھے ایک ایسا لحاف بھیجا جس میں اون تھی نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اس کو دیکھا تو فرمایا: ''عائشہ اس کو واپس کر دو۔ اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔'' [1]

مسند احمد بن حنبل اور مسند ابوداود طیالسی میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے جس سے آپ کے پہلو میں نشانات پڑ گئے تو کسی نے کہا: کیا ہم آپ کو کوئی نرم بستر لا دیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا اِنَّمَا اَنَا وَالدُّنْيَا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا)) [2] ''یعنی میرا دنیا سے کیا واسطہ؟ میں اور دنیا اس طرح ہیں جس طرح ایک سوار نے کسی درخت کے نیچے ذرا آرام کیا پھر وہ دن ڈھلے وہاں سے چل پڑا اور اس درخت کو وہاں ہی چھوڑ دیا۔''

اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے بہترین ارشاد ہے جو دین داری کو اپنانے کا واویلا کرتے ہوئے بھی دنیا کے عیش وآرام میں اس قدر غرق ہیں کہ اعلیٰ سے اعلی رہائش، اعلی سے اعلیٰ لباس، اعلیٰ سے اعلیٰ گاڑیاں، اعلیٰ سے اعلیٰ منصبوں پر فائز ہو کر بھی کبھی انہیں نان جویں پر گزارہ کرنا پڑ جائے یا کبھی اعلیٰ بستروں کے بجائے مسجد کی صفوں پر رات گزارنا پڑ جائے تو کہتے ہیں کہ ہماری قدر نہیں کی گئی'' ''ہمیں حیثیت نہیں دی گئی'' ''ہماری توہین کی گئی ہے'' ''کیا ہمیں یتیم اور لاوارث سمجھ رکھا ہے۔'' وغیرہ ذلك من الاقوال . الله اكبر كبيراً!

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ورحم الله عبدا قال آمینا۔

حضور ﷺ کا ٹاٹ کے بستر پر آرام فرمانا:

۴۶۔۳۲۵: حَدَّثَنَا اَبُوْ الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَيْمُوْنٍ......

[1] شعب الإيمان (١٤٤٩)۔ طبقات ابن سعد (١/٤٦٥)۔ (الصحيحة: ٢٤٨٤).

[2] سنن ترمذی، كتاب الزهد، باب (٤٤)، حديث: ٢٣٧٧۔ وقال حسن صحيح. سنن ابن ماجه (٤١٠٩).

أَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ، مَاكَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِكِ؟ قَالَتْ: مِنْ آدَمٍ حَشْوُهُ لِيْفٌ وَسُئِلَتْ حَفْصَةُ: مَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِكِ؟ قَالَتْ: مِسْحًا نَثْنِيْهِ ثَنِيَّتَيْنِ فَيَنَامُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ قُلْتُ: لَوْ ثَنَيْتُهُ أَرْبَعَ ثَنِيَّاتٍ لَكَانَ أَوْطَأُ لَهُ فَثَنَيْنَاهُ لَهُ بِأَرْبَعِ ثَنِيَّاتٍ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: ((مَا فَرَشْتُمْ لِيَ اللَّيْلَةَ؟)) قَالَتْ: قُلْنَا: هُوَ فِرَاشُكَ إِلَّا أَنَّا ثَنَيْنَاهُ بِأَرْبَعِ ثَنِيَّاتٍ، قُلْنَا: هُوَ أَوْطَأُ لَكَ، قَالَ: ((رُدُّوْهُ لِحَالَتِهِ الْأُوْلَى فَإِنَّهُ مَنَعَتْنِيْ وَطَاءَ تُهُ صَلَاتِيَ اللَّيْلَةَ))

''جعفر بن محمد اپنے والد (محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) سے بیان کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا: چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اس طرح ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: ایک ٹاٹ تھا جسے ہم دوہرا کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھا دیتے تھے۔ فرماتی ہیں کہ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس ٹاٹ کی دو تہوں کے بجائے چار تہیں کر لیں تو یہ زیادہ آرام دہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ہم نے اس کی چار تہیں کر دیں۔ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آج رات تم نے میرے لیے کون سا بستر بچھایا تھا؟'' ہم نے کہا: بستر تو وہی تھا جو آپ کا ہے لیکن ہم نے اس کی چار تہیں کر دیں تھیں اور خیال کیا تھا کہ یہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے پہلی حالت میں ہی لوٹا دو۔ اس پر سونے نے مجھے رات کی نماز سے محروم کر دیا۔''

تخریج:...... یہ حدیث سخت ضعیف ہے اس کی سند میں کئی خرابیاں ہیں۔ (۱) اس میں انقطاع ہے کیونکہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۵۸ ھ میں فوت ہوئیں اور محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ۵۴ ھ میں پیدا ہوئے۔ تو ۵۴ ھ میں پیدا ہونے والے محمد بن علی الباقر رحمۃ اللہ علیہ کا سماع حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیسے ہوا۔ (۲) اس سند میں عبداللہ بن میمون راوی متروک الحدیث اور منکر الحدیث ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب میں ذکر کیا ہے۔

باب ماجاء في فراش رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکمل ہوا۔

☆............☆............☆

باب نمبر ۴۷:

رسول اللہ ﷺ کی انکساری کا بیان

(اس باب میں تیرہ احادیث ہیں)

تَــوَاضُــعْ کا معنی عاجزی، انکساری اور فروتنی ہے۔ یہ ایک اچھی اور اعلیٰ صفت ہے اس کے مقابلہ میں غرور و تکبر اور نخوت کی صفت جو انسانوں کے لیے ایک بری اور نکمی صفت ہے۔ نبی اکرم ﷺ ساری کائنات سے اعلیٰ و افضل ترین ہیں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بلند مرتبت آپ ﷺ ہی ہیں۔

خدا سے تو کم ہیں مگر سب سے زیادہ
دو عالم سے اعلیٰ ہمارے نبیؐ ہیں

بلکہ ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ کی تفسیر کے مطابق تو آپ تمام انبیاء و رسل کے امام ہیں۔ الہ العالمین نے آپ ﷺ کو تمام بنی نوع انسان کے لیے خاتم النبیین اور ہادی و راہنما بنا کر بھیجا ہے اور پھر اخلاقیات کے حوالے سے آپ ﷺ ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ کے رفیع مرتبہ پر فائز ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ فرما کر رہتی دنیا تک کے لوگوں میں آپ ﷺ کا تذکرہ اعلیٰ ترین حیثیت سے کر دیا۔ پھر آخرت میں ﴿عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ جیسا عظیم المرتبت رفیع الشان مقام دیا ہے۔ ان تمام تر مراتب عالیہ پر فائز ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی تواضع، انکساری اور فروتنی کا یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخَرَ ، وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخَرَ ، وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ ، وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخَرَ ، وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ حِلَقَ الْجَنَّةِ وَلَا فَخَرَ ، وَ مَعِيَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا فَخَرَ ، وَاَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَلَا فَخَرَ)) [1]

”میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں، قیامت کے دن لوء الحمد (حمد کا جھنڈا) میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ میں ہی سب سے پہلے سفارش کروں گا اور میری سفارش ہی سب سے پہلے قبول کی جائے گی مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے جنت کے دروازوں پر میں ہی

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی ﷺ، حدیث: ۳۶۱۶۔

دستک دوں گا مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، اہل ایمان میں سے فقراء و مساکین میرے ہی ساتھ ہونگے مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کے ہاں پہلے اور آخری لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں گا مگر مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں۔''

بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ)) [1] ''میری تعریف توصیف میں مبالغہ آرائی نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا۔''

کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا۔

نیز فرمایا کہ ((اِنَّمَا اَنَا عَبْدُاللّٰهِ)) میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہوں، مجھ میں الوہیت والی کوئی بات نہیں ہے، خود اللہ تعالیٰ نے سیّد الانبیاء ﷺ کے لیے مقام عبدیت کو پسند فرمایا ہے اسی اس کا ارشاد ہے۔ ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ﴾ اسی طرح سورۃ الکھف کے آغاز میں فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتَابَ﴾ لہٰذا تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو ﴿اِنَّمَا اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ﴾ یہ رسول اللہ ﷺ کا کمال ادب و احترام اور اپنے رب کے حضور کمال انکساری و عاجزی کا اسلوب ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی اکرم ﷺ کے تواضع اور انکساری کے بیان پر ذخیرہ احادیث سے تیرہ احادیث کا انتخاب فرمایا ہے تاکہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والے، آپ کے امتی تواضع اور عاجزی وانکساری کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ معلوم کر سکیں اور اس کے مطابق اپنی زندگی کے شب و روز کا لائحہ عمل مرتب سکیں۔ واللہ ھو الموفق لذالك

آپ ﷺ کی تواضع اور انکساری:

۴۷۔۳۲۶: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ، وَسَعِیْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ، وَغَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا: اَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ......

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:" لَا تَطْرُوْنِيْ کَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ.

''امیر المومنین خلیفۂ ثانی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مجھے میری مدح سرائی میں حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حد سے بڑھا دیا تھا، میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس لیے مجھے تم بھی اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واذکر فی الکتاب مریم......﴾، حدیث: ۳٤٤٥.

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالیٰ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ (٣٤٤٥/٦)

میں تو اللہ کا بندہ ہوں:

نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ متواضع تھے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''بادشاہ نبی'' اور ''عبد نبی'' ہونے کا اختیار دیا تو آپ ﷺ نے نبوت و عبدیت کو پسند کیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''میں تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتا'' ❶ نیز فرمایا: ''میں غلاموں کی طرح کھاتا ہوں اور غلاموں کی طرح ہی بیٹھتا ہوں'' ❷ سیدنا انس رضی اللہ عنہ جو خادم خاص تھے۔ نے اگر کبھی کوئی غیر محتاط کام کر بھی لیا تو آپ ﷺ نے انہیں کبھی نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا۔ اسی طرح کبھی ان سے کوئی کوتاہی ہوگئی تو آپ ﷺ نے کبھی ان سے باز پرس نہیں کی۔ ❸ آپ ﷺ نے اپنے لونڈی اور غلام کو کبھی نہیں مارا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ جب گھر پر خلوت میں ہوتے ہیں تو آپ کیسے ہوتے ہیں؟ فرماتی ہیں: ''آپ ﷺ نہایت نرم دل ہوتے، ہمیشہ مسکراتے رہتے۔'' ❹ آپ ﷺ کبھی بھی اپنی ٹانگیں لمبی کر کے اپنے ساتھیوں کے درمیان نہ بیٹھے آپ ﷺ سے زیادہ خوش اخلاق کوئی نہیں تھا۔ جب بھی کوئی بلاتا آپ ﷺ لبیک کہہ کر جواب دیتے۔ آپ ﷺ گدھے پر بھی سوار ہو جاتے اور اپنے پیچھے کسی کو بیٹھا لیا کرتے ایک مرتبہ قیس بن سعد کی سواری پر بیٹھنے لگے تو فرمایا: ''سواری پر آگے بیٹھو یا میرے ساتھ نہ چلو، واپس ہو جاؤ کیونکہ صاحب الدابۃ اگلے حصے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔'' ❺ ایک دفعہ آپ ﷺ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا تو کسی ساتھی نے کہا: مجھے دیجیے! میں یہ ٹھیک کر دوں تو فرمایا: ''میں تم میں سے کسی چیز میں بھی انفرادیت نہیں چاہتا۔'' ❻ اسی طرح جب آپ ﷺ نجاشی کے وفد کی خدمت کرنے لگے تو صحابہ کرام نے عرض کیا: آپ چھوڑ دیجیے آپ کی جگہ ہم ان کی خدمت اور خاطر و تواضع کریں گے تو آپ نے فرمایا: ''یہ ہمارے ساتھیوں کی خدمت کرتے رہے ہیں اس لیے میں ان کے اکرام کو پسند کرتا ہوں۔'' ایک دفعہ ایک مسلمان نے ((والذی اصطفی محمد علی العالمین)) کہ ''اس ذات کی قسم جس نے محمد (ﷺ) کو تمام جہانوں سے چن لیا'' یہ کہا تو ایک یہودی نے کہا: ((والذی اصطفی موسی علی العالمین)) ''اس ذات کی قسم

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاطعمة، باب الاکل متکئا، حدیث: ٥٣٩٨.

❷ طبقات ابن سعد (٣٨١/١)۔ مسند ابی یعلی (٤٩٢٠).

❸ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء، حدیث: ٦٠٣٨۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ، حدیث: ٢٣٠٩.

❹ سبل الهدی والرشاد (١٢١/٧) بحواله خرائطی۔ طبقات ابن سعد (٣٦٥/١).

❺ مسند احمد (٧/٦).

جس نے موسیٰ (عَلَیْہِ السَّلام) کو تمام جہانوں سے چن لیا'' تو مسلمان نے یہودی کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر پہنچا اور ساری بات بتا دی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو بلا کر حقیقتِ حال دریافت فرمائی۔ اعتراف کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان سے کہا: ''مجھے موسی عَلَیْہِ السَّلام سے بہتر نہ کہو، لوگ جب بے ہوش ہوں گے سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ موسی عَلَیْہِ السَّلام اللہ تعالیٰ کے عرش کے دامن کو پکڑے ہوئے ہوں گے مجھے معلوم نہیں کہ کیا وہ بے ہوش ہی نہیں ہوئے یا بے ہوش تو ہوئے مگر مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے۔'' [1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو منع فرمایا کہ میری تعریف میں مبالغہ آرائی نہ کرو کیونکہ ایسا کرنے والوں نے عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ مگر افسوس کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے برعکس لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں وہ تمام حدود و قیود پھلانگ گئے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔ اعاذ نا اللہ من ذالك

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال تواضع وانکساری کا ایک واقعہ:

۴۷۔ ۳۲۷: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، أَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ، عَنْ حُمَيْدٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَ تْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ: إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً . فَقَالَ: ((اجْلِسِي فِي أَيِّ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ شِئْتِ أَجْلِسْ إِلَيْكِ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی مجھے آپ سے کوئی کام ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینے کے جس راستے پر چاہو بیٹھ جاؤ۔ میں بھی تیرے پاس بیٹھ جاؤں گا۔''

تخریج:...... صحیح بخاری ، کتاب الادب تعلیقا (۶۰۷۲/۱۰) ، صحیح مسلم ، کتاب الفضائل (۱۸۱۳،۱۸۱۲/۸۴/۴)

تشریح فوائد:...... صحیح مسلم میں اس روایت کے ایک طریق میں ہے کہ اس عورت کی عقل میں کچھ کمی تھی۔ اور صحیح بخاری میں اس روایت کے ایک طریق میں ہے کہ انصار کی ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی تھا۔ اس عورت کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال تواضع اور انکساری کا ایک واقعہ معلوم ہوا کہ ایک عورت جو دماغی اور عقلی طور پر کچھ فتور کا شکار تھی اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی کوئی حاجت وضرورت ظاہر کرنے کا ارادہ کیا تو

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب وفات موسی وذکرہ بعد، حدیث: ۳۴۰۸۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام، حدیث: ۲۳۷۳.

آپ بغیر کسی کراہت اور تکلف سے اس سے بات کرنے پر آمادہ ہو گئے نیز اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا کوئی خاص دربار نہ تھا جہاں بیٹھ کر آپ لوگوں کی بات سنتے ہوں یہ بھی کمال تواضع و انکساری کی علامت ہے۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی کمرے یا گھر کے بجائے راستہ اور گلی بازار کا ذکر کیا ہے تاکہ آپ کی تواضع اور فراخدلی میں کوئی شبہ نہ رہے اور کسی اجنبیہ کے ساتھ تنہائی نہ ہو، تاکہ شریر طبیعت کے افراد کو کسی قسم کی شرارت اور شیطنت کرنے کا موقع نہ ملے۔

آپ ﷺ کے تواضع والے اعمال:

۳۲۸۔۴۷: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، عَنْ مُسْلِمٍ الأَعْوَرِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُ الْمَرْضَى وَيَشْهَدُ الْجَنَائِزَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ ، وَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ ، وَكَانَ يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ عَلَى حِمَارٍ مَخْطُوْمٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِيْفٍ وَعَلَيْهِ إِكَافٌ مِنْ لِيْفٍ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مریضوں کی عیادت کرتے تھے، جنازوں میں شرکت کرتے تھے، گدھے پر سوار ہو جاتے تھے غلاموں کی دعوت قبول کر لیتے تھے۔ آپ ﷺ بنو قریظہ کی لڑائی کے دن ایک ایسے گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پٹھوں کی تھی اور اس پر پالان بھی کھجور کی چھال (پٹھوں) کا تھا۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی ، کتاب الجنائز (۱۰۱۷/۳) ، سنن ابن ماجه ، کتاب الزهد (۴۱۷۸/۲)، مستدرك حاكم (۴۶۶/۲) ، مسند ابی دائود طیالسی (ص : ۲۸۵)، شرح السنة (۳۵۶۷/۷)، دلائل النبوة للبیهقی (۲۰۴/۴).

☆ مفردات:

مَخْطُوْمٌ: خَطَمَ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے: لگام ڈالنا۔

لِيْفٌ: کھجور کی چھال

اِكَافٌ: کجاوہ۔ کاٹھی اور پالان

تکلف سے بری ہے حسن ذاتی:

حدیث الباب میں حضور اکرم ﷺ کی تواضع و انکساری کے مختلف نمونے پیش کیے گئے ہیں۔

۱۔ مریضوں کی عیادت کرنا ۲۔ جنازوں میں شرکت کرنا

۳۔ گدھے پر سواری کرنا ۴۔ غلاموں کی دعوت قبول کرنا۔

یہ ایسے اعمال ہیں جنہیں کوئی متواضع اور منکسر المزاج شخص ہی انجام دے سکتا ہے کبر وغرور میں ڈوبے ہوئے آدمی سے ان اعمال کی توقع نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ اعمال فی نفسہ کبر وغرور کو خاک میں ملانے والے ہیں۔ مریض کی عیادت یہ خبر دیتی ہے کہ بڑے لوگ ایسے کاموں کے لے عموماً اپنے مزدوروں اور ملازموں کو بھیج دیتے ہیں تا کہ ان کے غرور و گھمنڈ اور کبر ونخوت پر کوئی حرف نہ آئے۔ مریض کی عیادت خود کرنے کے بجائے اپنے غلام، نوکر یا ملازم کو پھولوں کے دستے دے کر بھیج دیا جاتا ہے اور اپنی دولت کا اظہار کرنے کے ساتھ ہی کچھ تحفے وتحائف بھیج دیے جاتے ہیں۔ جنازوں میں شرکت کے بجائے تعزیتی پیغام بھیج دینا کافی سمجھتے ہیں اور غریب و مسکین لوگوں کی دعوت ناچاہتے ہوئے قبول بھی کرلیں تو اول تو وہاں پہنچتے ہی نہیں اور اگر وہاں پہنچ جائیں تو مختلف قسم کے نازنخرے بکھیرتے رہتے ہیں اور اس غریب کی غربت وافلاس کا خوب مزاق اڑاتے ہیں۔ اعلیٰ قسم کی سواری موجود نہ ہو تو ادنیٰ سواری پر بیٹھنا اپنی توہین خیال کرتے ہیں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ ان تمام تکلفات سے پاک تھے اس طرح کی جھوٹی شان وشوکت آپ ﷺ کے شایان نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ ایک متواضع اور منکسر المزاج شخص کی طرح زندگی کے شب وروز گذارتے تا کہ افرادِ امت کے لیے زندگی گذارنے کا صحیح انداز واسلوب واضح ہو۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما تحب وترضی له۔

آپ ﷺ ادنیٰ دعوت بھی قبول فرما لیتے تھے:

۴۷۔۳۲۹: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوْفِيُّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعَى إِلَى خُبْزِ الشَّعِيْرِ وَالْإِهَالَةِ السَّنِخَةِ فَيُجِيْبُ وَلَقَدْ كَانَ لَهُ دِرْعٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ، فَمَا وَجَدَ مَا يَفُكُّهَا حَتَّى مَاتَ.

''سیدنا انس مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو اگر جو کی روٹی اور پرانی چربی کی طرف بھی دعوت دی جاتی تو آپ ﷺ اسے قبول فرما لیتے، آپ ﷺ کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی مگر آپ ﷺ کے پاس اس کو رہن سے واگزار کروانے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب البیوع (۴/۲۰۶۹) و کتاب الرھن (۵/۲۵۰۸)

☆ مفردات:

اَلْإِهَالَةُ: ہر وہ روغن جو بطور سالن استعمال ہو۔

اَلسَّنِخَةُ: باسی۔ جس کا ذائقہ بدل چکا ہو۔

تشریح و فوائد :......اچھی خوراک، اچھا لباس، عمدہ سواری اور اعلیٰ مکان تو دنیا دار لوگوں کی ترغیبات ہیں، اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین بندے خصوصاً انبیاء و رسل ان چیزوں میں رغبت کے بجائے اخروی زندگی کی بہتری کے لیے تگ و دو کرتے ہیں اور دنیاوی آرام و عیش سے کنارہ کشی اختیار کرنے کو پسند کرتے ہیں۔ نیز اس روایت یہ معلوم ہوا کہ اگر عین المتعامل فیہ حرام نہ ہو تو غیر مسلموں سے بھی معاملہ جائز ہے اور ان سے ادھار لینا بھی جائز ہے نیز اس حدیث سے کفار کے ہاں ہتھیار بطور گروی رکھنا بھی جائز ثابت ہوتا ہے۔

سفر حج میں تواضع اور سادگی:

٤٧ ـ ٣٣٠: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ صَبِيْحٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبَانَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَحْلٍ رَثٍّ. وَعَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ لَا تُسَاوِيْ أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ، فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْهُ حَجًّا لَا رِيَاءَ فِيْهِ وَلَا سُمْعَةَ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے کجاوہ پر حج کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی چادر اوڑھ رکھی تھی جس کی قیمت چار درہم کے برابر بھی نہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس موقع پر) یہ دعا فرمائی: ''اے اللہ! اس حج کو ایسا بنا دے جس میں نہ ریاء ہو اور نہ شہرت ہو۔''

تخریج:...... یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ سنن ابن ماجه، کتاب المناسك (٢/٢٨٩٠) اس سند میں یزید بن ابان الرقاشی ضعیف ہے لیکن اس حدیث کے کئی شواہد ہیں جن میں سے ایک شاہد صحیح ابن خزیمة (٢٨٣٦) میں بشر بن قدامہ کی روایت سے مذکور ہے۔ اسی طرح ایک دوسرا شاہد السنن الکبریٰ للبیهقی (٤/٣٣٣) میں موجود ہے اور تیسرا شاہد ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے المعجم الاوسط للطبرانی میں ہے جیسا کہ حافظ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' (٣/٢٢١) میں ذکر کیا ہے۔

☆ مفردات:

اَلرَّحْلُ: کاٹھی، پلان۔ **اَلرَّثُّ**: پرانا، بوسیدہ، **اَلْقَطِيْفَةُ**: چادر، **اَلرِّيَاءُ**: دکھاوا، **اَلسُّمْعَةُ**: مشہوری

تشریح و فوائد:...... حدیث الباب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع اور انکساری کی ایک مثال دی گئی ہے۔ ہر عبادت میں اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر اعمال قبول نہیں ہوتے۔ حج بھی ایک اہم عبادت ہے جس میں پورے خلوص، عاجزی اور انکساری کا اظہار ہونا چاہیے مگر موجودہ دور میں اکثر لوگ حج پر بڑی ٹھاٹ باٹھ سے جاتے ہیں اور اس موقع پر باقاعدہ دعوتیں ہوتی ہیں بلکہ ان کے لیے علیحدہ طور پر

دعوتی کارڈ چھپوائے جاتے ہیں اور پھر حج پر جانے والے کو دولہے کی طرح سنوار سجا کر مسند پر بٹھایا جاتا ہے اور اس کو سلامیاں (مالی تحفے) دی جاتی ہیں، گلے میں پھولوں کے ہار، نوٹوں کے ہار اور مالا وغیرہ پہنائی جاتی ہے۔ ان تمام چیزوں کا تعلق ریا، سمعۃ اور شہرت سے ہے اور یہ امور اخلاص، للّٰہیت اور تواضع سے خالی ہیں۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ اپنے لیے قیام تعظیمی کو ناپسند کرتے تھے:

۴۷۔ ۳۳۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَا عَفَّانُ، أَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانُوْا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذَالِكَ.

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر محبوب اور پیارا اور کوئی بھی نہ تھا اور وہ جب آپ ﷺ کو دیکھتے تو آپ کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ اس فعل پر آپ ﷺ کی ناپسندیدگی اور ناراضگی کو جانتے تھے۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، کتاب ابواب الادب، باب ماجاء فی کراھیة قیام الرجل للرجل (۵/۲۷۵۴)، الادب المفرد للبخاری (۲/۹۴۶)، مسند احمد بن حنبل (۳/۱۳۲).

تشریح:...... قیام بطور تمثّل حرام ہے جس طرح کہ بڑے لوگوں کا رواج ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [1] ''یعنی جو شخص بھی یہ چاہے کہ لوگ اس کے لیے مورت بن کر کھڑے رہیں تو وہ اپنی جگہ جہنم میں بنا لے۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کے ایک دوسرے کے لیے اٹھنے کو مکروہ کہنے کی سب سے زیادہ قوی دلیل یہی روایت ہے۔ مگر پسندیدہ مسلک اکثر علماء کا یہی ہے کہ یہ قیام جائز ہے اس کی دیگر وجوہات ہیں کہ آپ ﷺ نے جو منع فرمایا ہے وہ فتنے کے ڈر سے تھا کہ کہیں بڑے لوگوں کو ان کی حد سے زیادہ نہ بڑھایا جائے اسی لیے فرمایا: ((لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی الْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَمَ)) [2] ''کہ مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے مسیح بن مریم کو حد سے بڑھا دیا تھا۔'' ورنہ بعض کا بعض کے لیے قیام حرام نہیں ہے۔ کیونکہ قیام بھی حدیث سے ثابت ہے مثلاً حضرت عدی بن حاتم، سیدنا جعفر بن ابی طالب، سیدنا زید بن ثابت، اور سیدنا عکرمہ وغیرھم رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے آپ نے قیام فرمایا: اسی طرح سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کی موجودگی

---

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب الرجل یقول للرجل، یعظمہ بذلك، حدیث: ۵۲۲۹.

[2] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ﴾، حدیث: ۳۴۴۵.

میں اٹھے مگر آپ ﷺ نے انکار نہیں کیا۔ اسی طرح باہر سے آنے والے کے لیے اٹھنے میں تو کوئی حرج ہی نہیں خود نبی اکرم ﷺ بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے اٹھتے تھے۔'' امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''کسی کے لیے قیام علی الاعظام مکروہ ہے اور علی سبیل الاکرام جائز ہے۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اہل علم وفضل جب تشریف لائیں تو ان کے لیے اٹھنا مستحب ہے۔ اس کے متعلق احادیث میں بھی وارد ہے اور اس کے متعلق نہی بھی ثابت نہیں، میں نے اس موضوع پر ایک الگ رسالہ بھی لکھا ہے جس میں کراہت کی احادیث پر کافی ووافی کلام بھی موجود ہے۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''منہی عنہ وہ قیام ہے جس میں کوئی شخص اپنے لیے قیام کو اپنا حق سمجھے۔ اس قسم کی جبری تعظیم حرمت کے ذیل میں آتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شوق، محبت اور اکرام کے لیے از خود کھڑا ہو جائے تو اس کی شریعت اسلامیہ میں گنجائش موجود ہے۔''

اس حوالے سے ہمارا موقف یہ ہے کہ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع کرنی چاہیے۔ صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے ادب واحترام سے حد درجہ واقف تھے اور آپ ﷺ کی تعظیم اور ادب واحترام تمام لوگوں سے بڑھ کر کرتے تھے جب وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے قیام نہیں فرماتے تھے تو ہمیں بھی اس سلسلے میں ان کی اتباع کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

معمولات نبویؐ تواضع وانکساری کا بین ثبوت ہیں:

٤٧ـ ٣٣٢: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ ، ثَنَا جَمِيعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَجْلِيُّ ، ثَنِيْ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيمٍ مِنْ وُلْدِ أَبِيْ هَالَةَ ـ زَوْجِ خَدِيْجَةَ ـ يُكَنَّى أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنِ ابْنٍ لأَبِيْ هَالَةَ ......

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ أَبِيْ هَالَةَ ، وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَشْتَهِيْ أَنْ يَصِفَ لِيْ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا ، يَتَلأَلأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ. قَالَ الْحَسَنُ: فَكَتَمْتُهَا الْحُسَيْنَ

''سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ھند بن ابی ھالۃ سے (رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک) پوچھا کیونکہ وہ اکثر آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے رہتے تھے اور میں بھی چاہتا تھا کہ وہ میرے لیے اس سے کچھ بیان کریں۔ انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ خود شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی شان والے تھے آپ کا رخ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔'' پھر انہوں نے لمبی حدیث بیان کی جو اسی کتاب کے پہلے

زَمَانًا ، ثُمَّ حَدَّثْتُهُ فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي إِلَيْهِ. فَسَأَلَهُ عَمَّ سَأَلْتُهُ عَنْهُ ,وَ وَجَدْتُهُ قَدْ سَأَلَ أَبَاهُ عَنْ مَدْخَلِهِ وَعَنْ مَخْرَجِهِ وَشَكْلِهِ فَلَمْ يَدَعْ مِنْهُ شَيْئًا.

قَالَ الْحُسَيْنُ: فَسَأَلْتُ أَبِي عَنْ دُخُولِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى مَنْزِلِهِ جَزَّأَ دُخُولَهُ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ: جُزْءًا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَجُزْءًا لِأَهْلِهِ، وَجُزْءًا لِنَفْسِهِ، ثُمَّ جَزَّأَ جُزْأَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ، فَيَرُدُّ ذٰلِكَ بِالْخَاصَّةِ عَلَى الْعَامَّةِ، وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا، وَكَانَ مِنْ سِيرَتِهِ فِي جُزْءِ الأُمَّةِ إِيْثَارُ أَهْلِ الْفَضْلِ بِأَذْنِهِ، وَقَسْمُهُ عَلَى قَدْرِ فَضْلِهِمْ فِى الدِّيْنِ، فَمِنْهُمْ ذُوالْحَاجَةِ، وَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَتَيْنِ، وَمِنْهُمْ ذُوالْحَوَائِجِ، فَيَتَشَاغَلُ بِهِمْ۔ وَيَشْغَلُهُمْ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ وَالْأُمَّةَ۔ مِنْ مُسَاءَلَتِهِمْ عَنْهُ وَإِخْبَارِهِمْ بِالَّذِيْ يَنْبَغِي لَهُمْ، وَيَقُوْلُ: لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ). وَأَبْلِغُوْنِي حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيعُ إِبْلَاغَهَا، فَإِنَّهُ مَنْ أَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ إِبْلَاغَهَا ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُذْكَرُ عِنْدَهُ إِلَّا ذٰلِكَ وَلَا يَقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ غَيْرَهُ. يَدْخُلُوْنَ رُوَّادًا وَلَا يَفْتَرِقُوْنَ إِلَّا عَنْ

باب میں گذر چکی ہے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’ایک عرصہ تک میں نے اس حدیث کو اپنے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے چھپائے رکھا اور انہیں بیان نہ کی۔ پھر جب میں نے یہ حدیث انہیں بیان کی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھ پر اس کے جاننے میں سبقت لے گئے ہیں اور دریافت کر چکے تھے۔ نیز میں نے محسوس کیا کہ وہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر آنے جانے اور دیگر طور طریقے کے بارے میں دریافت کر چکے ہیں اور اس بارے میں ان سے کوئی چیز مخفی نہیں رہی۔‘‘ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے والد گرامی (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک میں تشریف لے جانے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ’’نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر تشریف لے جاتے تو اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ (کے ذکر وفکر) کے لیے۔ ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لیے، اور ایک حصہ اپنے کام کاج اور آرام کے لیے۔ پھر وہ حصہ جو اپنے لیے مخصوص فرماتے اسے دو حصوں میں تقسیم کر لیتے۔ کچھ اپنے لیے اور کچھ دیگر لوگوں کے لیے، لوگوں کے حصہ میں خواص کو عوام پر ترجیح دیتے، اور ان سے کوئی چیز مخفی نہ رکھتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ اجازت کے ساتھ اہل فضل وعلم کو ترجیح دیتے اور اس وقت کو بھی دینی فضل وعظمت کے لحاظ سے تقسیم فرما لیتے، بعض لوگ ایک ضرورت والے ہوتے، اور بعض لوگ دو ضرورتوں والے، اور بعض زیادہ ضرورتوں والے ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مشغول رکھتے اور ان تمام

ذَواقٍ ، وَيَخْرُجُوْنَ أَدِلَّةً ـ يَعْنِي عَلَى الْخَيْرِ ـ قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَخْرَجِهِ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِيْهِ ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْزِنُ لِسَانَهُ إِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ ، وَيُؤَلِّفُهُمْ وَلَا يُنَفِّرُهُمْ ، وَيُكْرِمُ كَرِيْمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُوَلِّيْهِ عَلَيْهِمْ ، وَيُحَذِّرُ النَّاسَ وَيَحْتَرِسُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَطْوِيَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ بِشْرَهُ وَخُلُقَهُ. وَيَتَفَقَّدُ أَصْحَابَهُ ، وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقَوِّيْهِ ، وَيُقَبِّحُ الْقَبِيْحَ وَيُوْهِيْهِ ، مُعْتَدِلُ الْأَمْرِ غَيْرُ مُخْتَلِفٍ ، لَا يَغْفُلُ مَخَافَةَ أَنْ يَغْفُلُوْا أَوْ يَمِيْلُوْا ، لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهُ عَتَادٌ ، لَا يُقَصِّرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَاوِزُهُ ، الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ ، أَفْضَلُهُمْ عِنْدَهُ أَعَمُّهُمْ نَصِيْحَةً ، وَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَنْزِلَةً أَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَمُؤَازَرَةً. قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَجْلِسِهِ ، فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْمُ وَلَا يَجْلِسُ إِلَّا عَلَى ذِكْرٍ وَإِذَا انْتَهَى إِلَى قَوْمٍ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ ، وَيَأْمُرُ بِذَلِكَ ، يُعْطِي كُلَّ جُلَسَائِهِ بِنَصِيْبِهِ ، لَا يَحْسِبُ جَلِيْسُهُ أَنَّ أَحَدًا أَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْهُ. مَنْ جَالَسَهُ

امور میں مشغول رہتے جن میں ان لوگوں کی اور عام افرادِ امت کی اصلاح ہوتی، اور نبی اکرم ﷺ ان کو ایسی خبریں دیتے جو ان کے لیے ضروری ہوتیں اور آپ ﷺ حکم فرماتے کہ ”تم میں سے جو لوگ یہاں حاضر ہیں وہ میری بات ان تک پہنچا دیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں، اور جو مجھ تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا اس کی حاجت وضرورت مجھے پہنچاؤ، کیونکہ یقیناً جو شخص امیر یا سلطان تک کسی ایسے شخص کی ضرورت پہنچائے جو خود نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ عزوجل اسے قیامت کے دن ثابت قدم رکھے گا۔“ نبی کریم ﷺ کے ہاں اسی طرح کی باتیں ہوتی تھیں اور آپ کسی سے اس طرح کی باتوں کے علاوہ اور کچھ قبول نہ فرماتے تھے۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس طالب بن کر جاتے اور سیر ہو کر جدا ہوتے نیز خیر و بھلائی کے داعی بن کر نکلتے۔“ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ کے گھر سے نکلنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ (اپنے گھر سے باہر بھی) اپنی زبان مبارک کو فضول باتوں سے محفوظ رکھتے اور صرف با مقصد گفتگو فرماتے، لوگوں کو آپس میں جوڑتے اور ان کو توڑتے نہیں تھے انہیں اپنے سے مانوس کرتے، قوم کے عزت دار اور سردار کی تکریم کرتے اور اسی کو انکے معاملات پر امیر مقرر فرماتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے، اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے ان کو دریافت فرماتے اور ہر اچھی بات کی تحسین فرما کر اسے مزید تقویت دیتے، ہر بری بات کی برائی بیان فرماتے اور اسے زائل کرتے، آپ ﷺ ہر کام میں میانہ روی اختیار فرماتے نہ کہ جلد باز

أَوْ فَاوَضَهُ فِيْ حَاجَةٍ صَابَرَهُ حَتَّى يَكُوْنَ هُوَ) الْمُنْصَرِفَ عَنْهُ ، وَمَنْ سَأَلَهُ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهُ إِلَّا بِهَا أَوْ بِمَيْسُوْرٍ مِنَ الْقَوْلِ ، قَدْ وَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهُ وَخُلُقُهُ فَصَارَ لَهُمْ أَبًا وَصَارُوْا عِنْدَهُ فِي الْحَقِّ سَوَاءً . مَجْلِسُهُ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَحِلْمٍ وَحَيَاءٍ ، وَأَمَانَةٍ وَصَبْرٍ ، لَا تُرْفَعُ فِيْهِ الْأَصْوَاتُ وَلَا تُؤْبَنُ فِي الْحُرُمِ وَلَا تُثْنَى فَلَتَاتُهُ ، مُتَعَادِلِيْنَ ، بَلْ كَانُوْا يَتَفَاضَلُوْنَ) فِيْهِ بِالتَّقْوٰى مُتَوَاضِعِيْنَ ، يُوَقِّرُوْنَ) فِيْهِ الْكَبِيْرَ وَيَرْحَمُوْنَ فِيْهِ الصَّغِيْرَ ، وَيُؤْثِرُوْنَ ذَالْحَاجَةِ وَيَحْفَظُوْنَ الْغَرِيْبَ .

تھے اور کسی وقت بھی اپنے ساتھیوں کی اصلاح سے غافل نہ ہوتے کہ کہیں یہ لوگ امور دین سے غافل نہ ہو جائیں اور کسی دوسری طرف مائل نہ ہو جائیں، آپ ﷺ کے پاس ہر کام کے لیے باقاعدہ اہتمام و انتظام ہوتا ہے، آپ حق کے ارشاد فرمانے میں نہ کوتاہی کرتے اور نہ ہی حد سے تجاوز کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے قریبی افراد انتہائی بہترین افراد ہوتے، آپ کے نزدیک صاحبِ فضیلت وہ ہوتا جو کہ از روئے نصیحت کرنے کے ہر ایک کی بھلائی چاہتا، آپ کے نزدیک بڑے مرتبے والا وہ ہوتا جو مخلوق کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لیتا۔'' سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر میں نے ان سے نبی اکرم ﷺ کی مجلس کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کی نشست و برخاست ہمیشہ ذکر الٰہی پر ہوتی اور مجلس میں پہنچتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے اور دوسرے لوگوں کو بھی اسی طرح کرنے کا حکم دیتے، حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ دیتے۔ مجلس کا کوئی بھی ساتھی یہ نہ سمجھتا کہ آپ ﷺ کے ہاں فلاں شخص اس سے زیادہ باعزت ہے (بلکہ تمام دوستوں کو یکساں عزت دیتے)، جو شخص آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا یا اپنی کوئی حاجت وضرورت پیش کرتا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ بیٹھے رہتے حتیٰ کہ وہ خود چلا جاتا، اگر کوئی آپ ﷺ سے اپنی کسی ضرورت حاجت کا سوال کرتا تو آپ اسے پورا کر دیتے ورنہ نرمی کے ساتھ جواب مرحمت فرماتے، آپ ﷺ کی خندہ روئی اور اخلاق کریمانہ ہر ایک کو احاطہ کیے ہوئے تھے۔ اور آپ ﷺ تمام لوگوں کے لیے باپ کے درجہ پر تھے، حقوق کے لحاظ سے تمام لوگ ﷺ آپ کی نظرِ مبارک میں برابر تھے۔ آپ ﷺ کی صحبتِ پاک علم وحلم، حیاء وشرم اور صبر و امانت کا مرقع ہوتی۔ مجلس میں کوئی بھی اونچی آواز نہ کرتا اور نہ ہی کسی کی بے حرمتی کی جاتی، کسی کی لغزش اور کمزوری کو شہرت نہ دی جاتی، سب لوگ باہم ایک دوسرے پر برابر جانے جاتے، ہاں مجلس پاک میں کسی کی افضلیت ومرتبت تقویٰ کی بنیاد پر ہوتی، شرکاء مجلس ایک دوسرے سے تواضع اور انکساری سے پیش آتے، بڑوں کی عزت اور کم عمر والے لوگوں پر شفقت کی جاتی، آپ ﷺ کے ہمنشین ضرورمندوں کو ترجیح دیتے اور مسافروں کی، اجنبیوں کی خبر گیری اور حفاظت کرتے۔''

تخریج:...... یہ حدیث مع تخریج وفوائد باب ماجاء فی خلق رسول الله ﷺ میں گذر چکی ہے۔ دیکھیے حدیث نمبر ۷۔

آپ ﷺ تھوڑی قیمت والا ہدیہ بھی قبول فرما لیتے تھے:

۴۷۔۳۳۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ ، ثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ، ثَنَا سَعِيْدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ . وَلَوْ دُعِيْتُ عَلَيْهِ لَأَجَبْتُ ."

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: اگر مجھے بکری کا ایک پایہ بھی تحفہ اور ہدیہ میں دیا جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا اور اگر مجھے اس کی طرف دعوت دی جائے تو میں ضرور حاضر ہوں گا۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی ، ابواب الاحکام (۱۳۳۸/۳)، مسند احمد بن حنبل (۲۰۹/۳) من حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ومن حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ صحیح بخاری ، کتاب الھبة ، باب القلیل من الھبة (۲۵۶۸/۵) و کتاب النکاح (۵۱۷۸/۹)، مسند احمد بن حنبل (۴۲۴/۲، ۴۷۹، ۴۸۱، ۵۱۲)

تشریح: ...... یہ رسول اللہ ﷺ کی تواضع اور انکساری کا ایک نمونہ ہے کہ معمولی نعمت کو معمولی خیال کر کے اور حقیر جان کر رد نہیں کرنا چاہیے، دعوت کے لیے کوئی اونچا داعی اور اعلیٰ مدعو الیہ ہونا ضروری نہیں۔ یہ اعلیٰ اخلاق والوں کی عادت ہے جبکہ متکبرین کی عادت یہ ہے کہ وہ معمولی تحائف کو رد کر دیتے ہیں اور اعلیٰ حیثیت کے لوگوں کے علاوہ کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے۔ الا ماشاء اللہ۔

مریضوں کی عیادت کرنا بھی تواضع کا نمونہ ہے:

۴۷۔ ۳۳۴: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ ، ثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ......

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ نِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْزَوْنٍ .

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ نہ خچر پر سوار تھے نہ ترکی گھوڑے پر (بلکہ آپ پیدل تشریف لائے)

تخریج:...... صحیح بخاری ، کتاب المرضی ، باب عیادۃ المریض راکباً و ماشیاً (۵۶۶۴/۱۰)،

☆ **مفردات:**

بَغْلٌ : حَيَوَانٌ مُتَوَلَّدٌ مِنْ حَيَوَانَيْنِ مُخْتَلِفَيِ النَّوْعِ وَأَنَّهُ الْحَيَوَانُ الْاَهْلِيّ الْمُتَوَلَّدُ مِنَ

الْحِمَارِ وَالْفَرَسِ اَوْ بِالْعَكْسِ جَمْعُهُ بِغَالٌ وَالْمُونَّثُ بَغْلَةٌ ، وَالْبَغَّالُ صَاحِبُ الْبَغْلِ: خچر، یہ ایسے حیوان کو کہتے ہیں جو دو مختلف النوع حیوانوں سے متولد ہو۔ اور یہ ایسا گھریلو حیوان ہے جو گدھے اور گھوڑی یا گدھی اور گھوڑے کے اختلاط سے متولد ہو۔ بَغْلٌ کی جمع بِغَالٌ اور مونث بَغْلَةٌ ہے بَغَّالٌ خچر رکھنے والا یا خچروں کا کاروبار کرنے والے کو کہتے ہیں۔ بِرْذَوْنٌ: دَابَّةُ الْحَمْلِ الثَّقِيْلَةِ وَالتُّرْكِيُّ مِنَ الْخَيْلِ۔ ترکی النسل گھوڑا۔

تشریح و فوائد:...... سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ صحیح بخاری میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ میں بیمار ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیدل چل کر میرے پاس تشریف لائے اور میں اس وقت بے ہوش تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرما کر اپنے وضوء کا باقی ماندہ پانی مجھ پر ڈالا تو مجھے ہوش آ گیا...... الحدیث۔ [1] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ مریض کی عیادت کے لیے سوار ہو کر اور پیدل دونوں طرح جایا جا سکتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے تا کہ اللہ تعالیٰ سے بہت بڑا اجر وثواب حاصل کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع اور انکساری بجالائیں۔

بچوں سے شفقت ورحم دلی تواضع کا پرتو ہے:

۴۷ ـ ۳۳۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ، أَنَا أَبُوْ نَعِيْمٍ ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِى الْهَيْثَمِ الْعَطَّارُ قَالَ: ......

سَمِعْتُ يُوْسُفَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: سَمَّانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْسُفَ وَأَقْعَدَنِي فِي حِجْرِهِ وَمَسَحَ عَلَى رَأْسِي .

”سیدنا یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا اور مجھے اپنی گود میں بٹھایا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔“

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (۳۵/۴) اور (۶/۶)، مسند حمیدی (۸۶۹)، المعجم الکبیر للطبرانی (۲۸۵/۲۲)

سیّدنا یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں یہ کم سن صحابی رسول ہیں امام عجلی کو انکی کم سنی سے ہی زعم ہوا کہ یہ تابعی ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے والد سیّدنا عبداللہ بن سلام، سیدنا عثمان، سیدنا علی

[1] صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب عیادة المغمی علیه، حدیث: ۵٦۵۱۔ صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الکلالة، حدیث: ۱٦۱٦.

المرتضٰی اور سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہم سے اکتساب فیض کیا۔ اور ان سے ان کے بیٹے محمد نے اور عون بن عبداللہ، ابن المنکدر، یحییٰ بن ابی الھیثم وغیرہ نے علم کا فیضان حاصل کیا۔ آپ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت میں فوت ہوئے۔

تشریح و فوائد: ......اس حدیث سے بچوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شفقت و رحمت کا اظہار ہو رہا ہے نیز تواضع کا کمال یہی ہے کہ ایسے کم عمر بچوں کو گود میں لینے سے اعراض واستنکاف نہ کیا جائے۔ نیز اس حدیث سے بچوں کا صالحین اور نیک لوگوں کے پاس لے جانا، ان سے نام تجویز کروانا ثابت ہوتا ہے۔

سفر حج میں سادگی اور تواضع:

۴۷۔ ۳۳۶: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ ، ثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيْعُ ، وَهُوَ ابْنُ صَبِيْحٍ ، ثَنَا يَزِيْدُ الرَّقَاشِيُّ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ؛ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلَى رَحْلٍ رَثٍّ وَقَطِيفَةٍ كُنَّا نَرَى ثَمَنَهَا أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ ، فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَالَ: ((لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ لَا سُمْعَةَ فِيهَا وَلَا رِيَاءَ .

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے پھٹے ہوئے پالان پر اور ایک چادر میں حج کیا ہمارے خیال میں اس چادر کی قیمت چار درہم ہوگی آپ جب سواری پر سوار ہو کر سیدھے بیٹھے تو یہ کہا: ((لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ لَا سُمْعَةَ فِيهَا وَلَا رِيَاءَ)) یعنی "اے اللہ! میں ایسے حج کے ارادے سے حاضر ہوں جس میں نہ مشہوری کرنا مقصود ہے اور نہ دکھاوا کرنا۔"

تخریج:...... اس حدیث کی تخریج وتشریح اس باب کی پانچویں حدیث کے تحت گذر چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں حدیث نمبر ۳۳۰.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت پسند تھے:

۴۷۔ ۳۳۷: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، ثَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ ، وَعَاصِمٍ الْأَحْوَلِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلًا خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَّبَ مِنْهُ ثَرِيْدًا عَلَيْهِ دُبَّاءُ ، قَالَ: فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور آپ کی خدمت عالیہ میں ثرید پیش کیا جس میں کدو تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کدو لینے لگے آپ کو کدو بڑا پسند تھا۔ ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں

الـدُّبَّـاءَ وَكَانَ يُحِبُّ الدُّبَّاءَ . قَالَ ثَابِتٌ: فَسَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: فَمَا صُنِعَ لِي طَعَامٌ أَقْدِرُ عَلَى أَنْ يُصْنَعَ فِيهِ دُبَّاءُ إِلَّا صُنِعَ .

نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے: ہر وہ کھانا جس کا تیار کرنا میرے اختیار میں ہوتا تو میں اس میں کدو ضرور ڈالتا۔"

تخريج:...... صحيح بخاری ، كتاب الاطعمة ، باب الدباء ، صحيح مسلم ، كتاب الاشربة ، باب جواز اكل المرق واستحباب اكل اليقطين (۱۴۵/۳ برقم: ۱۶۱۵).

تشریح:...... یہ حدیث اس سے پہلے باب ماجاء فی ادام رسول اللہ ﷺ میں مع تخریج وتشریح گذر چکی ہے۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کی تواضع اور انکساری پر دلالت کے لیے نقل کی گئی کہ آپ ﷺ نے ایک درزی (جو کہ آپ ﷺ کے غلاموں میں سے تھا) کی دعوت قبول کی۔

آپ ﷺ اپنے گھر کے کام کاج خود کرتے تھے:

۴۷۔۳۳۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ......

عَنْ عُمْرَةَ قَالَتْ: قِيْلَ لِعَائِشَةَ: مَاذَا كَانَ يَعْمَلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ: يَفْلِي ثَوْبَهُ وَيَحْلُبُ شَاتَهُ وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ))

"عمرہ فرماتی ہیں کہ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑوں سے جوئیں تلاش کرتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے ذاتی کام بھی خود ہی انجام دیتے تھے۔"

تخریج:...... یہ حدیث مذکورہ سند سے ضعیف ہے لیکن اس کے کئی اور طریق بھی ہیں جن کی وجہ سے اس کی صحت شک وشبہ سے بالاتر ہے مسند احمد بن حنبل (۲۵۶/۶)، الادب المفرد للبخاری (۵۴۱/۱) شرح السنة للبغوی (۳۵۷۰/۷)

تشریح وفوائد: ...... یہ رسول اللہ ﷺ کی انکساری اور تواضع کے مزید نمونے ہیں۔ متکبر آدمی اس طرح کے معمولی کام خود کرنے کے بجائے خادموں اور ملازموں سے کرواتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ آپ ﷺ اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے، اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے۔ [1] مسند احمد بن حنبل کی روایت میں ہے کہ اپنے ڈول کو خود ہی پیوند لگا لیتے تھے۔ [2]

---

[1] الادب المفرد للبخاری (۵۵۰)۔ مسند احمد (۱۰۶/۶).

[2] مسند احمد (۱۰۶/۶)۔ صحيح ابن حبان (۵۶۴۷).

حدیث الباب کی ابتداء میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پہلے بطور تمہید فرمایا: ((كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ)) یعنی آپ ﷺ انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔اس کے بعد اس کی تفصیل وتشریح کر دی کہ کفار کا جو نظریہ ہے کہ نبی کے منصب کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ ایسے کام کرے جو عام لوگ کرتے ہیں اور جس طرح بادشاہ عام معمولات زندگی سے اونچے ہوتے ہیں اور تکبر سے چھوٹے چھوٹے کام خود نہیں کرتے اسی طرح نبی بھی ہونا چاہیے جیسا کہ قرآن کریم نے ان کی بات نقل کی ہے۔

﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ.....﴾

''یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی ضروریات کے لیے چلتا پھرتا ہے؟''

تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکے اس ابہام کو دور کیا کہ آپ ﷺ ایک انسان تھے اور اولاد آدم میں سے تھے۔ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرما دیا لیکن آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرتے بلکہ لوگوں کے معاملات میں ان سے تعاون کرتے،خود بھی تواضع اور انکساری کو اپناتے اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیتے۔آپ ﷺ نے تمام جھوٹی بلندیوں اور شانوں کو ختم کر دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتے ہیں۔

﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ .....﴾

''اے نبی اکرم ﷺ کہہ دیجیے کہ میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں،صرف میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے......''

☆ يَغْلِيْ ثَوْبَهُ: کپڑوں سے جوئیں تلاش کرتے تھے۔اس سے یہ مطلب نہیں نکالا جا سکتا کہ آپ ﷺ کے کپڑوں میں جوئیں ہوتی تھیں بلکہ اس سے مراد زیارتِ تطهر والتنظف مقصود ہے۔

باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل ہوا۔

والحمد للہ علی ذلک

☆............☆............☆

باب نمبر ۴۸:

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کا بیان

(اس باب میں پندرہ احادیث ہیں)

اَلْخُلُقُ وَالْخُلُقُ: یہ لفظ طبیعت، خصلت اور دین و مروت سے عبارت ہے۔ اصل میں خُلق کا لفظ انسان کی باطنی صورت اور اس کے اوصاف و معانی پر بولا جاتا ہے جیسا کہ لفظِ خلق انسان کے ظاہری اوصاف و معانی پر بولا جاتا ہے۔

انسان کے یہ اوصاف اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، اس لیے ان پر ثواب بھی ہوتا ہے اور عذاب بھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اخلاق حسنہ یہی ہیں کہ فضیلت والے امور اپنائے جائیں اور گھٹیا باتیں رد کر دی جائیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اخلاق بارے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے اخلاق قرآن تھے [1] یعنی قرآن کریم میں جو بھی اچھی صفت موجود ہے آپ ﷺ اس سے متصف تھے۔ اور جو بھی بری خصلت اور صفت موجود ہے آپ ﷺ اس سے اجتناب فرماتے تھے۔

اخلاق طبعی اور فطری یا کسبی اور اختیاری؟

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اخلاق طبعی اور فطری ہوتے ہیں یا کسبی اور اختیاری؟ بعض کہتے ہیں کہ اخلاق طبعی، فطری اور جبلی ہوتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ((اِنَّ اللّٰہَ قَسَمَ بَیْنَکُمْ اَخْلَاقَکُمْ کَمَا قَسَمَ اَرْزَاقَکُمْ)) [2] یعنی "یعنی اللہ تعالیٰ نے جیسے تمہارے رزق تمہاری قسمت میں ازل سے لکھ دیے ہیں اسی طرح تمہارے اخلاق بھی اس نے تقسیم کیے ہیں۔" جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کچھ اخلاق جبلی ہوتے ہیں اور کچھ اخلاق کسبی و اختیاری ہوتے ہیں۔ جس طرح اشج عبدالقیس کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: تجھ میں دو خوبیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے ایک حلم و بردباری اور دوسری آہستگی و تاخیر۔" اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ دونوں خوبیاں اور خصلتیں پرانی ہیں یا نئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں! یہ پرانی ہیں۔" تو

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل، حدیث ٧٤٦.

[2] مسند احمد (١/٣٨٧)، مجمع الزوائد (١٠/٩٠).

اس نے کہا: الحمدللہ! میرے وجود میں دو پیدائشی خصائل ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ ❶

امام قرطبی کہتے ہیں: جبلت میں لوگ متفاوت ہیں جس پر اس کی اچھائی غالب ہو تو وہ قابل تعریف ہے ورنہ اسے ریاضت ومحنت کا حکم دیا جائے تا کہ اس کے اخلاق اچھے ہو جائیں۔

نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ ((اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ)) یعنی میری بعثت اس لیے کی گئی ہے تا کہ میں اخلاق کی تکمیل کروں۔'' اس کو امام حاکم نے مستدرک، امام بیہقی نے سنن اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں نقل کیا ہے۔ ❷

اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ دعائے استفتاح میں آپ ﷺ نے یہ دعا بھی فرمائی کہ:

((وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ)) ❸ یعنی ''اے اللہ! مجھے اچھے اخلاق و عادات کی راہنمائی فرما، کیونکہ ان کی طرف راہنمائی صرف تو ہی کر سکتا ہے۔'' نیز صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے ہیں۔ ((اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِيْ)) ❹ ''اے اللہ! جیسے تو نے میری شکل وصورت اچھی بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔'' نیز فرمایا: ((حُسْنُ الْخُلُقِ نِصْفُ الدِّيْنِ)) ❺ ''یعنی اچھا اخلاق آدھا ایمان ہے۔'' صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے: ((اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ إِلَيَّ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا)) ❻ ''مجھے سب سے پیارے وہ ہیں جو اچھے اخلاق و عادات والے ہوں۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ آپ ﷺ کے اخلاق قرآن مجید تھے تو اس میں اس بات کا اشارہ ہے۔ کہ جس طرح قرآن کریم کے معانی لا متناہی اور کثیر وعظیم ہیں اسی طرح آپ ﷺ کے اخلاق بھی نہایت اعلیٰ وعظمت والے اور وسیع ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں ایسی پندرہ احادیث لائے ہیں جن سے نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ پر روشنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اکرم ﷺ کے اخلاق اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ورحم اللہ عبداً قال آمینا۔

---

❶ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحلم، حديث: ٤١٨٧ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ۔ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الامر بالإيمان بالله تعالى ورسوله......، حديث: ١٨ میں یہ مختصراً ''......آہستگی وتاخیر'' تک ہے۔

❷ مسند احمد (٢/٣٩٨)، مستدرك حاكم (٢/٦١٣)۔ سنن كبرى بيهقى (١٠/١٩١).

❸ صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبى ﷺ ودعائه بالليل، حديث: ٧٧١.

❹ مسند احمد (١/٤٠٣، ٦/٦٨).

❺ تاريخ بغداد (١٢/١١).

❻ صحيح بخارى، كتاب فضائل اصحاب النبى ﷺ، باب مناقب عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ، حديث: ٣٧٥٩.

آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی دلجوئی کرتے تھے:

۴۸۔ ۳۳۹: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِىءُ، ثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي أَبُوْ عُثْمَانَ الْوَلِيْدُ بْنُ أَبِي الْوَلِيْدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَارِجَةَ......

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: دَخَلَ نَفَرٌ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَقَالُوْا لَهُ حَدِّثْنَا أَحَادِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَاذَا أُحَدِّثُكُمْ؟ كُنْتُ جَارَهُ، فَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بَعَثَ إِلَيَّ فَكَتَبْتُهُ لَهُ، فَكُنَّا إِذَا ذَكَرْنَا الدُّنْيَا ذَكَرَهَا مَعَنَا، وَإِذَا ذَكَرْنَا الْآخِرَةَ ذَكَرَهَا مَعَنَا، وَإِذَا ذَكَرْنَا الطَّعَامَ ذَكَرَهُ مَعَنَا، فَكُلُّ هٰذَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''خارجہ بن زید بن ثابت سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ چند افراد سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہوں نے استدعا کی کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے کچھ احادیث بیان کریں۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کے سامنے کون کون سی باتیں بیان کروں، میں تو رسول اللہ ﷺ کا ہمسایہ تھا، جس وقت بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی آپ ﷺ مجھے بلا بھیجتے تو میں اس وحی کو لکھ لیتا، جب ہم دنیوی معاملات کی باتیں کرتے تو نبی اکرم ﷺ بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے اور جب ہم اخروی امور کا ذکر کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ اس کے متعلق گفتگو فرماتے، یہ وہ تمام باتیں ہیں جو میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق تمہیں بیان کرتا ہوں۔''

تخریج:...... یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک متروک راوی ہے اور ایک مجہول راوی ہے ابوعثمان ولید بن ابی الولید متروک ہے اور سلیمان بن خارجہ مجہول ہے۔ شرح السنة للبغوی (۳۵۷۳/۷)، طبرانی کبیر (۴۸۸۲/۷) اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ (ص: ۱۷) دلائل النبوة للبیهقی (۳۲۴/۱)

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بیٹے خارجہ بن زید بن ثابت انصاری ہیں انہوں نے اپنے والد اور چچا یزید سے سماع کیا اسی طرح اسامہ بن زید، سہل بن سعد وغیرہ سے علم حاصل کیا، اور ان سے ان کے بیٹے سلیمان نے، دو بھتیجے سعید بن سلیمان بن زید اور قیس بن سعد بن زید وغیرہ نے علم حاصل کیا۔ ابو الزناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خارجہ بن زید فقہائے سبعہ میں سے تھے۔ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ثقہ کثیر الحدیث تھے۔ ابن نمیر اور علی بن عمرو رحمہما اللہ کے مطابق یہ ۹۹ھ میں فوت ہوئے، جبکہ ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا زید بن ثابت بن ضحاک انصاری مدنی رضی اللہ عنہ فقہائے صحابہ میں سے تھے، ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کا شمار کاتبین وحی میں ہوتا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھی قرآن کریم لکھا اور بعد میں بھی ان کو قرآن کریم کے جمع و تدوین کا شرف حاصل ہوا، آپ میراث کے علم میں اتھارٹی سمجھے جاتے تھے۔ آپ سے تقریباً ۱۹۲ احادیث مروی ہیں ۴۵ھ یا ۴۶ھ یا ۴۸ھ میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

برے آدمی سے بھی اچھے انداز سے پیش آنا:

۳۴۰۔۴۸: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَی، ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ الْقُرَظِيِّ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهِ وَحَدِيْثِهِ عَلَى أَشَرِّ الْقَوْمِ يَتَأَلَّفُهُمْ بِذٰلِكَ، فَكَانَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهِ وَحَدِيْثِهِ عَلَيَّ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنِّي خَيْرُ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَا خَيْرٌ أَوْ أَبُوْ بَكْرٍ؟ فَقَالَ: ((أَبُوْبَكْرٍ)) فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَا خَيْرٌ أَمْ عُمَرُ؟ فَقَالَ: ((عُمَرُ)) فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَا خَيْرٌ أَمْ عُثْمَانُ؟ فَقَالَ: ((عُثْمَانُ))، فَلَمَّا سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَصَدَقَنِي فَلَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ سَأَلْتُهُ))

''سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی اپنے پورے روئے انور کے ساتھ اور نرم گفتگو کے ساتھ متوجہ ہوتے تاکہ وہ اس کی وجہ سے الفت و رغبت حاصل کرے، اسی طرح پوری توجہ اور محبت بھری گفتگو میرے ساتھ بھی فرماتے یہاں تک کہ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ میں قوم کا بہترین فرد ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بہتر ہوں یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ابوبکر۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں بہتر ہوں یا عمر رضی اللہ عنہ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمر۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آیا میں بہتر ہوں یا عثمان رضی اللہ عنہ؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہایت ہی سچا جواب مرحمت فرمایا: البتہ مجھے پسند تھا کہ اے کاش میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہ پوچھی ہوتی۔''

تخریج:...... یہ حدیث حسن ہے۔ مجمع الزوائد (۹/۱۵) میں امام ہیثمی نے اس کی نسبت طبرانی کی طرف کی ہے نیز اسے حسن قرار دیا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر طبرانی کی سند میں ابن اسحاق راوی نے بصیغۂ تحدیث روایت کی ہے تو یہ حدیث حسن ہے۔

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

اس حدیث کے راوی سیدنا عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید سھمی رضی اللہ عنہ ہیں جو جلیل القدر صحابی رسول تھے۔ ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں عمان کا عامل مقرر فرمایا۔ یہ لشکروں کی قیادت کرنے والے شہسوار تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جیش ذات السلاسل پر امیر بنایا۔ [1] اللہ تعالیٰ نے مصر جیسا عظیم ملک انہیں کے ہاتھوں فتح کروایا۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر کا عامل بنایا اور پھر تا حیات یہ مصر کے عامل رہے آپ ۴۲ھ میں عید الفطر کی رات اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں فوت ہوئے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے تقریبا ۴۰ احادیث مروی ہیں۔ رضی اللہ عنہ

☆ مفردات:

يُقْبِلُ: اقبال مصدر سے فعل مضارع ہے۔ کسی کی طرف منہ کرنا، پوری طرح متوجہ ہونا۔ اَلْاَشَرَّ: اسم تفضیل ہے باب سمع ونصر وضرب سے۔ بہت برا آدمی۔ يَتَأَلَّفُ: باب تفعل سے فعل مضارع ہے۔ مانوس ہونا، محبت کرنا۔ ظَنَّ: تہمت لگانا، گمان کرنا، یقین کرنا، اس جگہ یقین کے معنی میں ہے۔ وَدِدْتُّ: فعل ماضی معروف سے واحد متکلم کا صیغہ ہے وَدَّيَوَدُّ وَدًّا. وِدًّا وَمَوَدَّةً وَمَوْدُوْدَةً. خواہش کرنا، چاہنا اور محبت کرنا۔

تخریج:...... یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا ایک پرتو بیان ہوا کہ لوگوں میں سے سب سے برے آدمی کے ساتھ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خندہ پیشانی اور توجہ سے گفتگو فرماتے تاکہ اس کا دل نرم ہو اور حق بات قبول کرنے کی طرف مائل ہو کر دین اسلام اور اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال خدمت کرنے والے کو کبھی اف بھی نہ کہا

۴۸۔۳۴۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ، عَنْ ثَابِتٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ أُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ؟ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ؟ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں رہنے کا شرف دس سال تک حاصل رہا۔ آپ نے مجھے کبھی بھی اف تک نہیں کہا اور نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں ایسا کیا اور کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ نہ فرمایا کہ تو

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات السلاسل، حدیث: ۴۳۵۸۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۳۸۴.

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا مَسَسْتُ خَزًّا قَطُّ وَلَا حَرِيْرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ اخلاقی اعتبار سے تمام انسانوں سے بہتر تھے اور میں نے کبھی کوئی ریشم اور ریشمی کپڑا اور کوئی نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو نبی اکرم ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم ہو۔ اور میں نے کبھی بھی کسی قسم کا کستوری اور عطر ایسا نہیں سونگھا جو رسول اللہ ﷺ کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة (۴/۲۰۱۵)، شرح السنة للبغوی (۷/۳۵۵۸) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا آخری حصہ تخریج کیا ہے اور صحیحین میں اس روایت کا ابتدائی حصہ منقول ہے۔ دیکھیے صحیح مسلم، کتاب الفضائل (۴/۸۱ برقم ۱۸۱۴)، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء (۱۰/۶۰۳۸)۔

☆ مفردات:

خَدَمْتُ: فعل ماضی معروف سے واحد متکلم کا صیغہ ہے **خَدْمَةً** اور **خِدْمَةً** سے ہے جس کے معنی تابعداری کرنا، اطاعت کرنا اور خدمت کرنا ہے۔

اُفٍّ: اسم فعل بمعنی الضجر والنکرة ہے یعنی میں بے قرار ہوتا ہوں۔ اور ناپسند کرتا ہوں۔ کبھی کسی کو ذلیل و رسوا کرنے کے موقع پر یہ لفظ استعمال ہوتا ہے یا زجر کرنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ تھوتھو کرنا یا ہائے وائے کرنا۔ تف کرنا۔

قَطُّ: ظرف زمان ہے اور نفی کے ساتھ مختص ہے جیسے **مَا فَعَلْتُ هٰذَا قَطُّ** کہ میں یہ کام کبھی نہیں کیا۔ اس لفظ کو کبھی قَطُّ اور کبھی قُطْ بھی پڑھا جاتا ہے۔ خزّا، ایک کپڑا جو اون اور ریشم ملا کر بنا جاتا ہے نیز خالص ریشمی کپڑے کو بھی خَزّ کہتے ہیں۔ مجمع البحرین میں ہے کہ خَزّ ایک دریائی جانور ہے جس کی اون سے کپڑے بنائے جاتے ہیں۔ **مِسْكٌ**: کستوری، ایسی خوشبو جو غزال (ہرن) کے ناڑو سے نکلتی ہے۔

اخلاقِ عالیہ کی بلندی کا کمال:

حدیث الباب میں رسول اللہ کے اخلاقِ عالیہ کی بلندی کا کمال مذکور ہے نیز خادم کی خاطر داری کا خیال رکھنا، کمالِ برداشت اور حوصلہ، قضاء وقدر کا یقین رکھنا مذکور ہے۔ یہ تمام امور فضائل اخلاق میں سے ہیں جن سے رسول اکرم ﷺ بدرجہ اتم متصف تھے۔ یاد رہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ پر عدم اعتراض ان امور میں تھا جو کہ خدمت اور آداب سے متعلق تھے نہ کہ ان امور میں جو تکالیف شرعیہ سے متعلق ہیں کیونکہ ان پر ترک اعتراض جائز نہیں ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا سیدنا انس رضی اللہ عنہ دس سال تک خدمت اقدس میں رہ کر خلافِ شرع کسی امر کے مرتکب نہیں ہوئے کیونکہ خلاف شرع کام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت اور عدم اعتراض ممکن ہی نہ تھا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی بیان کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح خلقی اعتبار سے سب سے اعلیٰ وارفع صاحبِ سیرت تھے اسی طرح خلقت کے اعتبار سے بھی انتہائی اعلیٰ وارفع اور صاحب صورت تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ایک عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی خوشبو تھا

امام اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ اطہر سے آنے والی خوشبو کسی عطر یا مشک وغیرہ کے باعث نہیں تھی بلکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس کی تھی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ خاکی طیب و مطیب تھا جس راستہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گذر جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے بآسانی اس راستہ پر چل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر لیتا، چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ کے بازاروں میں سے کسی بازار کو تشریف لے جاتے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو پا کر اسی راستہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لیتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی راستے سے گذرے ہیں۔ [1]

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا انس بن مالک کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آیا، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ایک شیشی لائیں اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک جمع کرنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جمع کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواباً عرض کیا: ((نَجْعَلُهُ فِي طِيبِنَا وَهُوَ أَطْيَبُ الطِّيبِ)) ''ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملائیں گے کیونکہ یہ اعلیٰ درجے کی خوشبو ہے۔'' [2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی سے مصافحہ کرتے تو اس شخص کو اپنے ہاتھوں سے سارا دن خوشبو آتی رہتی کہ اس نے دست مبارک کو چھونے کی سعادت حاصل کی ہوئی ہے۔ اور اگر کسی بچے کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر دیتے تو وہ بچہ دوسرے بچوں سے پہچانا جاتا، سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ ''میں نے ظہر کی نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر جانے کے لیے مسجد سے نکلے تو سامنے سے کئی بچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کی ایک گال پر دستِ شفقت پھیرا، جب کہ میرے دونوں رخساروں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو کو پایا، وہ ایسی خوشبو تھی

---

[1] مسند البزار (الكشف: ٢٤٧٨)۔ مسند ابی یعلی (٣٠٤٤).

[2] صحیح مسلم، كتاب الفضائل، باب طيب عرقه ﷺ والتبرك به، حدیث: ٢٣٣١.

گویا کہ ابھی کسی عطر فروش کی ڈبیہ سے ہاتھ نکال کر لگائی گئی ہو۔ ❶

مسند ابی یعلی الموصلی، المعجم الاوسط للطبرانی وغیرہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ آپ میرا تعاون فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں مگر ہاں ایک شیشی لاؤ۔'' وہ لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بازوں سے پسینہ مبارک لے کر اس شیشی میں ڈالا حتیٰ کہ وہ بھر گئی، پھر فرمایا: ''یہ لے جاؤ، اور اپنی بیٹی سے کہنا کہ اس کو بطور خوشبو استعمال کرے چنانچہ جب کبھی وہ اس پسینہ مبارک کو بطور خوشبو استعمال کرتی تو مدینہ منورہ کے تمام گھر اس خوشبو سے مہک جاتے، اسی وجہ سے اس گھر کا نام ہی خوشبو لگانے والوں کا گھر پڑ گیا۔ ❷ ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ))

ناگوار بات کا سامنا کیسے کیا جائے؟

۴۸-۳۴۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ هُوَ الضَّبِّيُّ وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ۔ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَلْمٍ الْعَلَوِيِّ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ رَجُلٌ بِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ قَالَ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكَادُ يُوَاجِهُ أَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ، فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ: ((لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدَعُ هَذِهِ الصُّفْرَةَ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسا شخص آ بیٹھا جس کے کپڑوں پر زرد نشان تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ ایسی تھی کہ کسی ناگوار بات کو منہ در منہ منع نہ فرماتے تھے اس لیے جب وہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: ''کاش تم لوگ اسے کہتے کہ زردی لگانا ترک کر دے۔''

تخریج:...... یہ حدیث ضعیف ہے۔ راوی سلم بن قیس العلوی البصری ضعیف ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی الخلوق للرجال (۴/۸۲ ۴۱) و کتاب الادب (۴/۴۷۸۹)، مسند احمد بن حنبل (۳/۱۳۳، ۱۵۴، ۱۶۰)، الادب المفرد للبخاری [۴۳۸]

☆ مفردات:

صُفْرَةٌ: زعفران۔ صُفْرَةٌ جب اثر کے ساتھ آئے تو اس کا معنیٰ خوشبو ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے۔

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب ریحه صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۲۳۲۹۔

❷ مسند ابی یعلی (۶۱۶۵)۔ معجم الاوسط طبرانی (۳۰۰۵).

مراد یہ ہے کہ اس نے زرد رنگ کی خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ حالانکہ یہ عورتوں کی خوشبو ہے مردوں کے لیے یہ ناپسند کی گئی ہے۔

یَکَادُ: **كَادَ يَكَادُ** سے فعل مضارع، اس کا مصدر **كَوْدًا، مَكَادًا** اور **مَكَادَةً** آتا ہے۔ یہ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ اس کی خبر پر أَنْ بہت کم آتا ہے: فعل کرنے کے قریب ہونا اور نہ کرنا۔ کے معنی میں مستعمل ہے۔ نیز یہ کلام کا صلہ بھی واقعہ ہوتا ہے۔ جیسے **لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا** میں ہے۔

يُوَاجِهُ: منہ در منہ ہونا۔ آمنے سامنے ہونا۔

آپ ﷺ نے کبھی تکلفاً بھی فحش گوئی نہیں کی:

۴۸۔۳۴۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِاللّٰهِ الْجَدَلِيِّ، وَاسْمُهُ عَبْدُ بْنُ عَبْدٍ......

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا، وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ))

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے تو طبعاً بدگو تھے اور نہ ہی تکلفاً بدگو تھے، نہ بازاروں میں شور کرتے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے لیکن درگذر فرما دیتے اور اعراض فرما دیتے تھے۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء في خلق رسول الله ﷺ (۲۰۱۶/۴)، مسند الطیالسی (ص: ۲۱۴) مسند احمد بن حنبل (۱۷۴/۶، ۲۳۶، ۲۴۶).

☆ مفردات:

فَاحِشًا: قبیح، بدخلق، بہت بخیل، **مُتَفَحِّشًا:** بدزبان، یاوہ گو، بے حیاء، علامہ کرمانی کہتے ہیں: **فَاحِشٌ** سے مراد وہ شخص ہے جو **خَلْقَةً** فحش گو ہو اور **مُتَفَحِّشٌ** سے مراد وہ شخص ہے جو خواہ مخواہ فحش گو بنے جیسے مسخرہ اور بھانڈ وغیرہ۔

صَخَّابًا: شور کرنے والا۔ غل غپاڑہ کرنے والا۔

يَعْفُوْ: درگذر کرتے۔ اس کا مصدر **عَفْوًا** ہے جس کے معنی درگذر کرنا، معاف کرنا، سزا کو چھوڑ دینا کے ہیں۔

يَصْفَحُ: اعراض کرتے۔ اس کا مصدر **صَفْحًا** ہے جس کے معنی روگردانی کرنا، اعراض کرنا۔ چھوڑ دینا اور گناہ کو معاف کرنا، کے ہیں۔

آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ کا بیان:

❀ ((لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا)) : آپ ﷺ بے ہودہ گو اور بری بات کا اظہار کرنے والے نہیں تھے۔ یعنی نہ تو آپ ﷺ عادتاً کوئی فحش بات یا عمل کرتے اور نہ ہی تکلفاً، بلکہ بے ہودہ اور فحش امر تو دور کی بات، آپ ﷺ کی زبان مبارک پر کبھی فضول بات بھی نہیں آئی۔

❀ ((وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ)) : اور بازاروں میں بالکل شور وشغب نہ کرتے۔ صَخَّابِ اسی طرح مبالغہ ہے جس طرح ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ کہ ''آپ کا پروردگار بندوں پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا'' یہاں بھی یہی معنی ہونگے کہ آپ ﷺ بالکل شور نہ کرتے۔ یہاں پر بازاروں کی قید اتفاقاً لگائی گئی ہے ورنہ آپ کسی جگہ بھی شور کرنے والے نہیں تھے۔ بازاروں میں چونکہ شور ہی شور ہوتا ہے اس لیے فرمایا کہ وہاں پر بھی شور نہیں کرتے تھے تو دیگر مقامات میں بطریق اولیٰ نہیں کرتے تھے۔

❀ ((وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ)) : اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے برائی کے بدلے میں جو بدلے کا عمل ہوتا ہے درحقیقت وہ برائی نہیں ہوتی بلکہ مشاکلت اور دیکھنے میں ایک جیسی ہونے کی وجہ سے اس کو برائی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ﴾ یعنی برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے تو جو معاف کردے اور درستی کرے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔

❀ ((وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ)) : بلکہ آپ معاف کرتے اور درگذر فرماتے۔ یعنی آپ ﷺ دل سے معاف کردیتے اور بظاہر بھی درگذر فرماتے قرآن کریم میں ہے: ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ﴾ اے نبی ﷺ انھیں معاف کردیجیے اور ان سے درگذر کردیجیے۔

اخلاق عالیہ کی نہایت نادر مثال:

نبی اکرم ﷺ کا اپنے محارب دشمنوں کو اس وقت معاف کردینا ہے جبکہ انہوں نے آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید کردیے اور چہرہ مبارک کو زخمی کردیا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر یہ بات نہایت گراں گذری تو انہوں نے کہا کہ کاش آپ ﷺ ان کے خلاف بددعا کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں لعنت کرنے والا نہیں بنایا گیا بلکہ مجھے داعی اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اے اللہ! میری قوم کو معاف کردے۔ اے الہ! میری قوم کو ہدایت دے دے، کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ [1]

نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا بلکہ اگر آپ ﷺ پر کوئی زیادتی کی گئی تو

[1] شعب الایمان للبیھقی (۱٤٤٧) عن عبد اللہ بن عبید بن عمیر مرسلاً۔

آپ ﷺ نے معاف کر دیا۔

فتح مکہ اور اہل طائف کے واقعات آپ ﷺ کے عفوو درگذر کے روشن باب ہیں بلکہ سیرت نبوی ایسے درخشاں ابواب سے بھری پڑی ہے۔

آپ ﷺ کے اخلاق بلند پایہ ہیں:

امام طبرانی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہود کے ایک بہت بڑے عالم کا واقعہ نقل کیا ہے جس کے ساتھی مسلمان ہو گئے اس نے کہا: آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے تمام دلائل مجھ پر واضح اور روشن ہو گئے۔ میں نے وہ سب کے سب آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر دیکھ لیے اور پہچان لیے تھے مگر دو نشان باقی تھے جن کے متعلق مجھے کوئی خبر نہ مل سکی تو میں ان کو آزما نہ سکا۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ کا حوصلہ، حلم اور بردباری آپ ﷺ کے غصہ پر غالب آ جاتی ہے اور دوسری یہ کہ آپ ﷺ سے جتنی بھی زیادہ جہالت سے کوئی پیش آئے آپ ﷺ کا حوصلہ اور بردباری اتنا ہی بڑھ جاتا ہے۔ تو میں موقع تلاش کرتا رہا کہ آپ (ﷺ) سے میل جول رکھ کر آپ ﷺ کا حوصلہ اور آپ کا غصہ دیکھ سکوں۔ تو میں آپ سے کچھ کھجوریں ادھار پر لے لیں اور قیمت ادا کر دی۔ پھر وقت مقررہ آنے سے دو تین دن پہلے میں آ گیا اور آپ کو آپ ﷺ کی قمیص اور چادر کے اکٹھا ہونے کی جگہ سے پکڑ لیا، اور سخت نظر سے دیکھا، پھر کہا: اے محمد (ﷺ) کیا تو میرا حق ادا نہیں کرے گا؟ عبدالمطلب کی اولاد! تم اسی طرح ادائیگی حقوق میں ٹال مٹول کرتے رہتے ہو۔ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) قریب کھڑے تھے۔ فرمانے لگے: اے اللہ کے دشمن! کیا تو نبی ﷺ کو وہ کچھ کہہ رہا ہے جو میں سن رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے آپ ﷺ کے قریب ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں تجھے تلوار مار کر ختم کر دیتا۔ تو نبی اکرم ﷺ عمر بن خطاب کو نہایت سکون اور نرمی سے مسکراتے ہوئے دیکھنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اے عمر! میں اور یہ تیرے اس رویہ کے علاوہ ایک دوسرے طریقے کے محتاج تھے تیرا یہ کام تھا کہ تو مجھے اچھی ادائیگی کا کہتا اور اس کو اچھی طرح تقاضا کرنے کا کہتا۔ جاؤ اس کو اس کا حق ادا کرو اور اسے اپنے جھگڑے کے عوض میں بیس صاع زیادہ دینا۔'' وہ یہودی عالم کہنے لگا: اے عمر! میں نے تمام علاماتِ نبوت آپ (ﷺ) کے چہرہ مبارک میں دیکھ لی تھیں صرف دو رہ گئی تھیں تو اب میں نے ان دو صفات کو بھی آزما لیا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اب میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے سچے دین ہونے اور محمد ﷺ کے سچے نبی ہونے کا اقرار کرتا ہوں اور اسی پر راضی ہوں۔ [1]

---

[1] مستدرك حاكم (٣/٦٠٤-٦٠٥)۔ صحيح ابن حبان (٢٢٨)۔ معجم كبير طبراني (٥١٤٧)۔ سنن كبرى بيهقى (٦/٢٧٨).

خلق عظیم کا ایک اور واقعہ:

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک اعرابی نے آپ ﷺ کی گردن میں اپنی چادر ڈال کر اپنی طرف کھینچا اور اتنا کھینچا کہ اس کی سخت چادر کے نشانات آپ ﷺ کی گردن پر پڑ گئے۔ وہ کہنے لگا میرے ان اونٹوں پر غلہ لاد کر دو تم اپنے یا اپنے باپ کے مال سے تو نہیں دو گے؟ آپ ﷺ نے دو دفعہ فرمایا: نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور میں تجھے غلہ نہیں دوں گا جب تک تجھ سے قصاص نہ لے لوں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بلا کر کہا اس کے دونوں اونٹوں پر غلہ لاد دو، ایک پر کھجوریں ڈال دو اور دوسرے پر جو ڈال دو۔ [1] صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اس نے آپ کو کھینچا تو آپ ﷺ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور مسکرانے لگے اور پھر دے دینے کا حکم دیا۔ [2] آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ کی عکاسی قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ کر رہی ہے۔ ﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ کہ ”آپ یقیناً بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہیں۔“

مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”خُلُقٍ عَظِيمٍ“ سے مراد اسلام، دین یا قرآن ہے مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس خلق پر ہیں جس کا حکم اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ کو قرآن کریم یا دین اسلام میں دیا ہے۔ یا اس سے مراد وہ تہذیب و شائستگی، نرمی اور شفقت، امانت و صداقت، حلم و کرم اور دیگر اخلاقی خوبیاں ہیں جن میں آپ ﷺ نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھے اور نبوت کے بعد ان میں مزید بلندی اور وسعت آئی، اسی لیے جب امیر المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے اخلاق کی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا: ((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ)) (صحیح مسلم، کتاب المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل و من نام عنہ او مرض) ام المومنین سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب خلق عظیم کے مذکورہ دونوں مفہوموں پر حاوی ہے۔ (دیکھیے: تفسیر احسن البیان۔سورۃ القلم بتصرف)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ﴾

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الحلم واخلاق النبی ﷺ، حدیث: ٤٧٧٥ واسنادہ ضعیف. سند میں ہلال راوی مشہور (مجہول) ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبر، حدیث: ٥٨٠٩۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اعطاء المؤلفۃ حدیث: ١٠٥٧.

آپ ﷺ نے کبھی کسی کو نہیں مارا، سوائے؟:

٤٨ـ٣٤٤: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ ، ثَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا ؛ قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ شَيْئًا قَطُّ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا ضَرَبَ خَادِمًا وَلَا امْرَأَةً .

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا سوائے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے، اور نہ کبھی خادم کو مارا اور نہ بیوی کو مارا تھا۔''

تخریج:...... صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب مباعدته للأثام (٤/٧٩ برقم ١٨١٤)، سنن ابن ماجه، كتاب النكاح (١/١٩٨٤)، سنن دارمی ، كتاب النكاح (٢/٢٢١٨)، مسند احمد بن حنبل (٦/٣٢،٢٢٩، ٢٣٢).

تشریح و فوائد :...... نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی آدمی کو نہیں مارا، البتہ میدان جہاد میں ایسا فرماتے اور کفار کو قتل کرتے جیسا کہ ابی بن خلف کو غزوہ احد میں قتل کیا تھا۔ ❶ اسی طرح حدود وتعزیرات یا دیگر حقوق اللہ میں ضرور احکام الٰہی کی ادائیگی کرتے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ سب سے بدبخت وہ شخص ہے جس کو نبی قتل کرے یا جو نبی کو قتل کرے۔ ❷

آپ ﷺ نے کبھی خادم کو یا کسی عورت کو نہیں مارا، اوپر والی عبارت میں یہ بھی شامل تھے مگر پھر بھی ان کو الگ ذکر کیا کیونکہ زیادہ تر گھریلو جھگڑے پیش آتے رہتے ہیں اور عموماً ان دونوں کو مارنا پیش آجاتا ہے اور کبھی بطور تادیب انہیں کچھ سزا دینا ہی پڑتا ہے تو اس صورت میں اگرچہ یہ جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ نہ مارا جائے۔ اور سرزنش پر اکتفا کیا جائے، یا معاف کردیا جائے۔

اولاد کو بطور تادیب مارنا زیادہ بہتر ہے وہاں معاف کرنا بہتر نہیں کیونکہ اولاد کو کسی نفسانی جوش کی وجہ سے نہیں بلکہ نہایت ضروری ادب سکھانے کے لیے مارا جاتا ہے۔ البتہ بیوی اور خادم کو مارنے میں کبھی نفس کا بھی لحاظ ہو جاتا ہے اس لیے یہاں معافی بہتر ہے۔ واللہ اعلم

حق بات پر کٹتی ہے تو کٹ جائے زبان میری:

٤٨ـ٣٤٥: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ ، ثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عَيَّاضٍ ، عَنْ مَنْصُوْرٍ ، عَنِ

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، حدیث: ٣٦٣٢، ٣٩٥٠.

❷ مسند احمد (١/٤٠٧).

الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَـنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مُـنْـتَـصِـرًا مِـنْ مَظْلَمَةٍ ظُلِمَهَا قَطُّ مَـا لَـمْ يُـنْتَهَكْ مِـنْ مَـحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَـيْءٌ، فَـإِذَا انْتُهِكَ مِـنْ مَـحَارِمِ اللّٰـهِ تَعَالٰى شَيْءٌ، كَانَ مِنْ أَشَدِّهِمْ فِيْ ذٰلِكَ غَـضَبًا وَمَـا خُيِّـرَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ مَأْثَمًا .

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب کبھی بھی آپ ﷺ پر کوئی ظلم وزیادتی ہوئی ہوتو اس کا انتقام اور بدلہ لیتے ہوئے میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا مگر جب اللہ تعالیٰ کے محارم کی ہتک اور بے حرمتی ہوتی تو آپ ﷺ سب سے زیادہ غضب ناک ہو جاتے، اور جب بھی دو باتوں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان بات پسند کر لی بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ (٦/٣٥٦٠)، و کتاب الادب (١٠/٦١٢٦) و کتاب الحدود (١٢/٦٧٨٦)، وصحیح مسلم، کتاب الفضائل (٤/٧٧ برقم ١٨١٣)

☆ مفردات:

مُنْتَصِرًا: اس کا مصدر انتصار ہے جس کے معنی بدلہ لینا، انتقام لینا، اور غائب ہونا کے ہیں۔

مَظْلَمَةٌ اور **مَظْلِمَةٌ:** جو ناحق لیا جائے اور اگر لام کے کسرہ سے ہو تو پھر ستم کے معنی میں ہے۔ ظُلِمَ مجہول کا صیغہ ہے اس کا مصدر ظُلْمٌ یا ظَلْمٌ ہے جس کے معنی کسی چیز کو بے موقع یا بے محل رکھنا، ستم کرنا، زبردستی کرنا، کسی کا حق مار لینا، کے ہیں۔ **یُنْتَهَكُ**: اس کا مصدر اِنْتِهَاكٌ ہے جس کے معنی پھاڑنا، کھینچ کر کاٹ ڈالنا، بے حرمتی کرنا، رسوا کرنا، کے ہیں۔

تشریح:...... رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا حتی کہ آپ ﷺ کو زہر دینے والی یہودیہ عورت پر اپنی ذات کے لیے حد قائم نہیں، البتہ جب اس زہر سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی بعض لوگ متاثر ہوئے تو تب اس عورت پر حد قائم کی گئی اور اس کو قتل کیا گیا۔ [1]

لیکن جب اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کوئی حد توڑی جاتی تو آپ ﷺ انتہائی غضب ناک ہو جاتے اور اس کا انتقام لینے میں آپ کو کوئی چیز بھی مانع نہ ہوتی، اسی طرح کسی آدمی کا حق بھی کسی کو غصب نہ کرنے دیتے۔

اگر کوئی آدمی اللہ کے رسول ﷺ کو ایذاء دے تو جب تک آپ ﷺ ذاتی طور پر اس کو معاف نہ کریں وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کو من حیث الرسول کوئی اذیت دے تو اس حیثیت سے موذئ رسول بہت بڑی سزا کا حقدار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، باب فیمن سقی رجلا سمًّا او اطعمه، حدیث: ٤٥١٠، ٤٥١١

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (التوبہ: ٦١)

نیز فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (الاحزاب: ٥٧)

اگر کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیتا ہے تو اسکی سزا قتل ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' لکھی ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ بہرحال ایسے بدبخت شخص کی سزا قتل ہے اور اس میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔

برے لوگوں کے ساتھ مدارات سے پیش آنا:

٤٨۔ ٣٤٦: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عُرْوَةَ...... عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ: بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ۔ أَوْ قَالَ أَخُو الْعَشِيْرَةِ۔ ثُمَّ أَذِنَ لَهُ فَلَمَّا دَخَلَ فَأَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ؟ فَقَالَ: " يَا عَائِشَةُ: إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ۔ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ۔ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ . "

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے اذن باریابی طلب کیا میں اس وقت آپ ﷺ سے پاس ہی تھی تو آپ نے فرمایا: (یہ) اپنے قبیلے اور خاندان کا برا بیٹا یا بھائی ہے پھر آپ ﷺ نے اسے اذن باریابی مرحمت فرمایا تو اس سے نرم انداز میں گفتگو کی، جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا: آپ نے اس کے متعلق اس قسم کی بات کی پھر بھی اس سے نرم گفتگو کی؟ تو آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! سب سے برا آدمی وہ ہے جس کی شر سے بچنے کے لیے لوگ اس کو ترک کر دیں یا اسے چھوڑ دیں۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یجوز من اغتیاب اھل الفساد (١٠/٦٠٣٢، ٦٠٥٤، ٦١٣١)، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ (٤/٧٣ برقم ٢٠٠٢)

☆ مفردات:

اِسْتَأْذَنَ: اجازت مانگی، اِسْتِئْذَان مصدر ہے جس کے معنی اجازت طلب کرنا کے ہے۔

بِئْسَ: فعل ماضی جامد ہے، کسی کی مذمت اور برائی بیان کرنے کے لیے مستعمل ہے۔ برا۔

أَلَانَ: فعل ماضی ہے نرم اور انداز میں بات کرنا، نرم رویہ سے پیش آنا۔

فُحْشٌ: بدکلامی، برا قول اور برا فعل۔

تشریح وفوائد:

❀ یہ شخص کون تھا؟ اس کے بارے میں شارحین نے دو قول لکھے ہیں ایک یہ کہ یہ شخص عینیہ بن حصن فزاری تھا بعض نے کہا ہے کہ یہ مخرمہ بن نوفل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ دونوں کے ساتھ پیش آیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ابھی تک مسلمان نہ ہوئے ہوں یا صرف ظاہری طور پر مسلمان ہوئے ہوں۔

❀ بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ: یہ اپنے خاندان کا اچھا آدمی نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا تا کہ اس کی حالت ظاہر کی جائے اور لوگ اسے پہچان لیں اور اس سے معاملہ کرنے میں دھوکہ کا شکار نہ ہوں۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ یہ شخص اعلانیہ اپنے فسق و فجور کا ارتکاب کرتا تھا۔ اس کو احمق اور بیوقوف کہا جاتا تھا جیسا کہ قاضی عیاض، علامہ قرطبی اور امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ مگر چونکہ یہ اپنی قوم کا سربراہ تھا اس لیے اس سے نرم گفتگو کی تا کہ اس کی قوم کے لوگ مسلمان ہو جائیں۔

❀ اس حدیث سے لوگوں کے ساتھ مدارات سے پیش آنے کا جواز ملتا ہے مگر اس کی حد یہ ہے کہ اپنے دین میں کسی قسم کی مداہنت اختیار نہ کی جائے کہ دنیا داری کے لیے دین کو ہلکا سمجھ کر اسے قربان کر دیا جائے بلکہ ہر حال میں دین کو اہمیت دی جائے۔

❀ اس شخص کی ایمان کی کمزوری نبی اکرم ﷺ کو معلوم تھی اس لیے صحابۂ کرام کو بھی آپ نے متنبہ کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شخص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مرتد ہو گیا تھا اور اس نے مسلمانوں سے جنگ بھی کی تھی، پھر اسلام کی طرف واپس آ گیا، کچھ جنگوں میں بھی شرکت کی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان سے اس شخص کا رویہ اچھا نہ تھا جیسا کہ صحیح بخاری کتاب التفسیر، سورہ الاعراف کی تفسیر میں ہے۔

❀ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی غرض اور مقصد کے لیے غیبت حلال ہے اسی میں رواۃ پر جرح وغیرہ بھی شامل ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی کریمانہ عادات:

۴۸۔۳۴۷: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، ثَنَا جَمِيعُ بْنُ عُمَيْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وُلْدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيْجَةَ وَيُكَنَّى أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ۔ عَنِ ابْنٍ لِأَبِي هَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما قَالَ......

قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ: سَأَلْتُ أَبِي عَنْ سِيْرَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جُلَسَائِهِ فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الْبِشْرِ، سَهْلَ الْخُلُقِ، لَيِّنَ الْجَانِبِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ، وَلَا صَخَّابٍ وَلَا الْجَانِبِ، لَيْسَ بِفَظٍّ فَحَّاشٍ، وَلَا عَيَّابٍ وَلَا مُشَّاحٍ، يَتَغَافَلُ عَمَّا لَا يَشْتَهِيْ، وَلَا يُؤْيَسُ مِنْهُ رَاجِيْهِ، وَلَا يُخَيِّبُ فِيْهِ، قَدْ تَرَكَ نَفْسَهُ مِنْ ثَلَاثٍ: الْمِرَاءُ وَالْإِكْثَارُ وَمَا لَا يَعْنِيْهِ، وَتَرَكَ النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ: كَانَ لَا يَذُمُّ أَحَدًا وَلَا يَعِيْبُهُ وَلَا يَطْلُبُ عَوْرَتَهُ، وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا فِيْمَا رَجَا ثَوَابَهُ، وَإِذَا تَكَلَّمَ أَطْرَقَ جُلَسَاؤُهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوْسِهِمُ الطَّيْرُ فَإِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوْا، لَا يَتَنَازَعُوْنَ عِنْدَهُ الْحَدِيْثَ، وَمَنْ تَكَلَّمَ عِنْدَهُ أَنْصَتُوْا لَهُ حَتَّى يَفْرُغَ، حَدِيْثُهُمْ عِنْدَهُ حَدِيْثُ أَوَّلِهِمْ، يَضْحَكُ مِمَّا يَضْحَكُوْنَ مِنْهُ وَيَتَعَجَّبُ مِمَّا يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْهُ، وَيَصْبِرُ لِلْغَرِيْبِ عَلَى الْجَفْوَةِ فِيْ مَنْطِقِهِ وَمَسْأَلَتِهِ، حَتَّى إِنْ كَانَ

''سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہم جلیس ساتھیوں کے ساتھ برتاؤ اور سلوک کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہنس مکھ ہوتے، نرم اخلاق والے تھے، نرم طبیعت تھے، تھے، ترش رو اور سخت دل نہ تھے، نہ شور برپا کرتے، نہ بے ہودہ باتیں کرتے، نہ ہی کسی کو عیب لگاتے کرنے والے سخت کلام اور نہ ہی تند خو تھے، نہ تو چلانے والے اور نہ ہی فحش گو اور نہ ہی بخل یا حرص رکھنے والے تھے، جس چیز کی چاہت اور طلب نہ ہوتی اس سے تغافل برتتے، اور آپ سے جو شخص کوئی امید رکھتا اسے مایوس نہ کرتے، اور نہ اسے ناکام لوٹاتے، اپنی ذات مبارک کو تین چیزوں سے پاک رکھا: جھگڑے سے، تکبر سے اور لایعنی باتوں سے، اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا: نہ کسی کی مذمت کرتے اور نہ ہی کسی کا عیب بیان کرتے تھے اور نہ ہی کسی ایسی چیز کی جستجو کرتے تھے کہ جس کے واقع ہونے سے عار آتی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی گفتگو کرتے جس سے ثواب کی امید ہوتی، جب آپ گفتگو فرماتے تو اہل مجلس اپنی گردنیں یوں جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں، اور جب آپ گفتگو کرنے کے بعد خاموشی اختیار کرتے تو تب صحابہ کرام کلام کرتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی بات میں جھگڑا نہ کرتے، اور جب کوئی گفتگو کرتا تو اہل مجلس خاموشی سے اس کی گفتگو سنتے، حتی کہ وہ اپنی بات سے فارغ ہو جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام کی گفتگو ایسے ہوتی جیسا کہ ابھی پہلے شخص کی گفتگو ہے۔ آپ بھی اس بات سے مسکراتے جس سے صحابۂ کرام مسکراتے اور جس بات سے سب تعجب کرتے آپ بھی اس سے تعجب فرماتے، اجنبی اور مسافر کی بدکلامی اور سوال میں بدتمیزی اور ترش روئی پر صبر کرتے، حتیٰ کہ

أَصْحَابُهُ لِيَسْتَجْلِبُوْنَهُمْ وَيَقُوْلُ: إِذَا رَأَيْتُمْ طَالِبَ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَأَرْفِدُوْهُ وَلَا يَقْبَلُ الثَّنَاءَ إِلَّا مِنْ مُكَافِيْءٍ ، وَلَا يَقْطَعُ عَلَى أَحَدٍ حَدِيْثَهُ حَتَّى يَجُوْزَ فَيَقْطَعَهُ بِنَهْيٍ أَوْ قِيَامٍ .

صحابۂ کرام (اس حسن سلوک کو دیکھ کر) خود ایسے سوال کرنے والوں کو آپ کی مجلس میں لے آتے، اور آپ خود فرماتے کہ جب تم کسی حاجتمند کو دیکھو تو اس کی مدد کیا کرو، آپ میانہ روی اختیار کرنے والے سے مدح قبول فرماتے، اور کسی کی گفتگو کو درمیان میں نہ کاٹتے حتیٰ کہ وہ حد سے تجاوز نہ کر جاتا، پس اسے منع فرما کر بات ختم فرما دیتے یا اٹھ کر چلے جاتے۔''

یہ حدیث ضعیف ہے۔اس سے قبل اسی سند سے بالفاظ مختلف حدیث نمبر ۸ میں یہ روایت مع تخریج وفوائد گذر چکی ہے۔اسی طرح آپ ﷺ کی تواضع اور انکساری کی باب میں ساتویں نمبر میں گذر چکی ہے۔

آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں ہے:

۴۸۔۳۴۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، ثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، ثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ......

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يَقُوْلُ: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ: "لَا ."

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے جب بھی کوئی چیز مانگی گئی تو آپ نے کبھی بھی ''لا'' یعنی نہیں کا لفظ نہیں بولا۔''

تخریج:...... صحیح البخاری ، کتاب الادب ، باب حسن الخلق والسخاء (۱۰/۶۰۳۴)، صحیح مسلم، کتاب الفضائل (۴/۱۸۵)

تشریح وفوائد:

❀ رسول اللہ ﷺ نہایت ہی زیادہ سخاوت کرنے والے تھے آپ ﷺ سے جب بھی کوئی دنیوی چیز مانگی جاتی تو عنایت فرما دیتے یا دینے کا وعدہ فرماتے یا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ یہ سائل غنی ہو جائے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا﴾

(بنی اسرائیل: ۲۸)

یعنی ''اگر آپ اللہ تعالیٰ کی مہربانی تلاش کرنے کی غرض سے ان سے اعراض کر لیں تو ان سے اچھی اور نرم بات کیجیے۔'' اس جگہ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عطیہ نہ دیتے ہوئے کبھی نہ نہیں فرمائی، ہاں بطور معذوری آپ نے اگر معذرت کر لی تو یہ درست ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ ﷺ کی معذرت کا ذکر کیا

ہے کہ ﴿قُلۡتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحۡمِلُکُمۡ عَلَیۡهِ﴾ یعنی غزوہ تبوک میں شمولیت کے لیے فقراء لوگ آپ کے پاس آتے کہ آپ ہم سے سواری کا تعاون فرمائیں کہ ہم بھی اس غزوہ میں شمولیت کے ثواب سے محروم نہ رہیں تو آپ ﷺ نے کہا کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں جو کہ میں تمھیں دے سکوں۔

❀ صحیح البخاری و مسلم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔کہ ((کَانَ اَجْوَدُ النَّاسِ وَکَانَ اَجْوَدُ مَا یَکُوْنُ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ...... الخ)) [1] ''آپ ﷺ بڑے سخی تھے اور رمضان المبارک میں تو بہت زیادہ ہی سخی ہو جاتے تھے۔'' سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے اسلام کے نام پر جو چیز بھی مانگی جاتی آپ ﷺ ضرور دیتے ایک آدمی کو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں ہیں لے جاؤ'' وہ شخص جب بکریاں لے کر اپنی قوم کے پاس گیا تو کہنے لگا: محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ انھیں فقیری اور فاقے کا بھی کوئی ڈر نہیں رہتا، اس لیے تم سب مسلمان ہو جاؤ، [2] اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس دنیا لینے آتا تو شام سے پہلے پہلے تمام دنیا سے زیادہ اسے اپنا دین محبوب اور پیارا ہو جاتا۔

❀ یوم حنین میں آپ ﷺ نے غنائم میں سے ایک بڑا حصہ مؤلفۃ القلوب کو عنایت فرمایا تاکہ وہ اسلام سے مالوف و مانوس ہو جائیں تو انصار میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ آپ ہمیں کچھ نہیں دیتے اور جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں انہیں سب کچھ دیے جا رہے ہیں؟ تو جب یہ بات نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچی تو آپ ﷺ نے انصار کو ایک کمرے میں جمع کیا اور فرمایا: کیا تم نے یہ بات کہی ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ! ہم میں سے نوجوانوں اور خفیف عقول والوں، کم سمجھ والوں نے ایسی باتیں کی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے انصار! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں، بھیڑیں، اونٹ اور درہم و دینار لے کر گھر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھروں میں جاؤ؟'' سب نے کہا: یا رسول اللہ! ہم راضی ہیں ہم راضی ہیں۔ [3]

❀ نبی اکرم ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کچھ مال مانگا کہ میں نے جنگ بدر میں اپنا بھی اور عقیل کا بھی فدیہ دیا تھا آپ ﷺ کے پاس اس وقت بحرین سے بڑا مال آیا ہوا تھا تو آپ ﷺ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول الله ﷺ، حدیث: ٦۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب جوده ﷺ، حدیث: ٢٣٠٨.

[2] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائه ﷺ، حدیث: ٢٣١٢.

[3] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبهم، حدیث: ٣١٤٧۔ صحیح مسلم، کتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة قلوبهم، حدیث: ١٠٥٩.

نے فرمایا: ''یہاں سے جتنے دراہم اٹھا سکتے ہو لے جایئے'' انہوں نے بہت سے دراہم کپڑے میں ڈال لیے حتیٰ کہ خود نہ اٹھا سکے تو کہنے لگے مجھے اٹھوا دو۔ فرمایا: ''نہیں، بلکہ جتنا خود اٹھا سکو لے جاؤ'' انہوں نے کچھ درہم کم کیے پھر بھی نہ اٹھا سکے تو پھر اٹھوانے کا کہا مگر آپ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ جتنا خود اٹھا سکو لے جاؤ'' انہوں نے کچھ درہم مزید کم کیے اور اٹھا کر مسجد سے باہر لے گئے۔ نبی اکرم ﷺ ان کو ان کی حرص کی وجہ سے پیچھے سے دیکھتے رہے۔ ❶

❀ نبی اکرم ﷺ کیسے نہایت اعلیٰ سخی نہ ہوتے، آپ تو قرآن کریم کا عملی نمونہ تھے جس میں ہے کہ ﴿وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ (السبا: ۳۹) یعنی جو بھی تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی جگہ اور دے گا اور وہ بہتر رزق دینے والا ہے۔ آپ ﷺ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو فرماتے تھے ((اَنْفِقْ يَا بِلَالُ! وَلَا تَخْشَى مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا)) ❷ ''اے بلال! خرچ کرو، اور عرش والے کے فقیر کر دینے سے نہ ڈرنا'' آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ((لَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْكِيْ فَيُوْكِي اللّٰهُ عَلَيْكِ)) ❸ ''گن گن کر نہ دو، پھر اللہ تعالیٰ بھی (اجر و ثواب) گن گن کر دے گا، ذخیرہ نہ کرو اور جو کچھ ہاتھ میں ہے اس کو نہ روکو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے روک لے گا'' نیز فرمایا: ہر روز صبح صبح دو فرشتے منادی کرتے ہیں ایک کہتا ہے: اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور دے دے، اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ بند کرنے والے اور روکنے والے کو تباہی و بربادی نصیب فرما۔ ❹

آپ ﷺ طبعی طور پر دنیا سے بے رغبت تھے:

۳۴۹۔۴۸: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عِمْرَانَ أَبُوْ الْقَاسِمِ الْقُرَشِيُّ الْمَكِّيُّ، ثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِي شَهْرِ

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مال و دولت خرچ کرنے میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے زیادہ تر آپ رمضان المبارک میں اسکے ختم ہونے تک نہایت ہی سخی

❶ صحیح مسلم، کتاب الجزیة، باب ما اقطع النبی ﷺ من البحرین، حدیث: ۳۱۶۵.

❷ معجم کبیر طبرانی (۱۰۲۰)۔ مسند البزار (الکشف: ۱۹۷۸).

❸ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب التحریض علی الصدقة، حدیث: ۱۴۳۳، ۱۴۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فی الحث علی الانفاق حدیث: ۱۰۲۹۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿فاما من اعطی واتقی ....﴾ حدیث: ۲۴۴۳۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فی المنفق والممسك حدیث: ۱۰۱۰۔

رَمَضَانَ ، حَتَّى يَنْسَلِخَ فَيَأْتِيهِ جِبْرِيلُ فَيَعْرِضَ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ .

ہوتے، جبرئیل امین علیہ السلام آپ کے پاس آتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن کریم کا دور کرتے۔ جب آپ جبرئیل امین علیہ السلام سے ملتے تو آپ مال و دولت خرچ کرنے میں تیز ہوا سے بھی بڑھ جاتے تھے۔"

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی (٦/١) و کتاب الصوم (١٩٠٢) و کتاب بدء الخلق (٣٢٣٠) و کتاب المناقب (٣٥٥٤) و کتاب فضائل القرآن (٤٩٩٧)، وصحیح مسلم، کتاب الفضائل (١٨٠٢/٥٠/٤)

تشریح وفوائد:

❀ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے کیونکہ یہ وصف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت میں تھا، آپ طبعاً تمام لوگوں سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل طور پر متوجہ تھے، جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ آتا فوراً خرچ کر دیتے، خصوصی طور پر رمضان المبارک میں بہت زیادہ سخاوت فرماتے۔

❀ رمضان المبارک، ماہ صیام کے ساتھ ساتھ ماہ قرآن بھی ہے اسی مہینہ میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ چنانچہ آپ اس مہینے میں قرآن کریم کا دور کرتے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے لفظ یہ بھی ہیں: ((فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ)) [1] ایک روایت یوں بھی ہیں کہ ((اِنَّ جِبْرَئِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِيْ بِالْقُرْآنِ)) [2]...... تو یہ معارضت اور مدارست دونوں طرف سے ہوتی ہے کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے اور جرائیل امین علیہ السلام سنتے اور کبھی جبرئیل امین علیہ السلام پڑھتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرماتے۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں۔ ((وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ)) [3] یعنی جبرئیل امین علیہ السلام رمضان المبارک کی ہر رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے حتیٰ کہ ماہ صیام اختتام پذیر ہو جاتا۔ قرآن کریم کا یہ مدارسہ اور معارضہ ہجرت کے بعد تک محدود نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی ہوتا، اگرچہ روزے بعد میں فرض ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مال ذخیرہ نہ کرتے تھے:

٣٥٠ـ٤٨: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ ثَابِتٍ......

---

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ٦.

[2] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، حدیث: ٣٦٢٤.

[3] صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب اجود ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی رمضان، حدیث: ١٩٠٢.

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کسی چیز کو بھی آنے والے دن کے لیے ذخیرہ نہ کرتے تھے۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے سنن ترمذی ، ابواب الذهد ، باب في معيشة النبي ﷺ واهله (٤/٢٣٦٢)، شرح السنة (٣٥٨٤/٧)، صحيح ابن حبان (٩٩/٨ بترتيب ابن بلبان)

تشریح و فوائد:...... یہ حالت ہجرت کے بعد ابتدائی سالوں کی ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات سے نوازا اور مال غنیمت وافر مقدار میں ہاتھ آیا تو آپ ﷺ ازواج مطہرات کو سال بھر کے لیے اناج دے دیتے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے۔ محدثین عظام نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ آپ اس ذخیرہ شدہ اناج سے جہاں اپنے اہل وعیال کو حصہ دیتے وہاں فقیروں اور تنگ دستوں کی مالی معاونت فرماتے، نیز نئے مسلمان ہونے والوں کو اسی سے دیا جاتا، نیز اس مال سے ان لوگوں کی مدد کرتے جو مسلمان ہونے کی وجہ سے مال، اولاد اور بیوی بچوں سے فارغ کر دیے جاتے۔

میرے نام پر خرید لو، ادائیگی کر دوں گا:

٣٥١ـ٤٨: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مُوْسَى بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ الْمَدِيْنِيُّ ، حَدَّثَنِيْ أَبِي عَنْ عَلْقَمَةَ الْمَدِيْنِيِّ ، حَدَّثَنِيْ أَبِيْ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ : أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا عِنْدِيْ شَيْءٌ وَلٰكِنْ ابْتَعْ عَلَيَّ فَإِذَا جَاءَ نِيْ شَيْءٌ قَضَيْتُهُ)) ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ أَعْطَيْتَهُ فَمَا كَلَّفَكَ اللّٰهُ مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ ، فَكَرِهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَ عُمَرَ ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْفِقْ وَلَا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا ، فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ

''امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے کچھ مانگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس کچھ تو نہیں، البتہ میرے نام پر خرید لو، جب میرے پاس مال آئے گا تو میں اسے ادا کر دوں گا۔'' سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے اسے وہ دیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکلّف نہیں بنایا اور نہ ہی وہ آپ کی دسترس اور طاقت میں ہے تو نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو ناپسند فرمایا اس دوران انصار کے ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ خرچ کرتے رہیں اور عرش والے سے تنگدستی کا خوف دل میں نہ لائیں۔ تو آپ ﷺ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُرِفَ فِيْ وَجْهِهِ الْبِشْرُ لِقَوْلِ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ قَالَ: ((بِهٰذَا أُمِرْتُ)).

مسکرانے لگے اور انصاری کی اس بات سے آپ کے چہرے پر خوشی کے اثرات معلوم ہونے لگے پھر آپ نے فرمایا: ''مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔''

تخریج:...... یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند میں موسیٰ بن ابی علقمہ المدینی مجہول ہے۔ ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اخلاق النبی ﷺ (ص:۵۱) میں یحییٰ بن محمد بن حکیم عن ہشام بن سعید کے طریق سے نقل کیا ہے اس سند میں عبداللہ بن شبیب ''وَاہٍ'' اور یحییٰ بن محمد بن حکیم ''لَا یُعْرَفُ'' ہے۔ مسند بزار کی سند میں جیسا کہ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مجمع الزوائد'' (۱۰/ ۲۴۲) میں ذکر کیا ہے اسحاق بن ابراہیم ہے جسے جمہور نے ضعیف کہا ہے جبکہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی توثیق کر کے لکھا ہے کہ ((یُخْطِیُٔ)) یہ خطا کرتا تھا۔ لہٰذا یہ روایت تمام طرق سے (جنہیں ہم نے درج کیا ہے) کمزور ہے۔

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ:

۴۸۔۳۵۲: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، ثَنَا شَرِيْكٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ......

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَأَجْرٍ زُغْبٍ فَأَعْطَانِيْ مِلْءَ كَفِّهِ حُلِيًّا وَذَهَبًا.

''سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تر کھجوروں اور چھوٹی ککڑیوں کا تھال لے کر آئی جن پر ابھی روئی باقی تھی، آپ ﷺ نے مجھے اپنی ہتھیلی بھر کے زیور اور سونا عطا کیا۔''

تخریج:...... یہ حدیث باب في فاكهة رسول الله ﷺ ''میں مع تخریج و مفردات اور فوائد گذر چکی ہے ملاحظہ فرما لیجیے۔

تحفہ کا بدلہ دینا سنت رسول ﷺ ہے:

۴۸۔۳۵۳: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا: أَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا.

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ تحفہ قبول فرماتے اور اس کا بدلہ بھی دیتے تھے۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب الهبة، باب المكافاة فی الهبة (۵/ ۲۵۸۵)

تشریح و فوائد:...... یعنی آپ ﷺ تحفہ کا بدلہ اس سے زیادہ قیمتی یا اس جیسا دیتے۔ نہایہ ابن اثیر رحمہ اللہ میں ہے کہ اَثَابَهُ: مُجَازَاةٌ فِي الْخَيْرِ کو کہتے ہیں کہ جو لی گئی چیز اور تحفہ سے زیادہ ہو۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

وَيُثِيْبُ مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهَا[1] یعنی اصل تحفہ سے بہتر چیز بطور بدل دیتے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی سفر سے آئے اور عار کے ڈر سے کوئی تحفہ دے تو وہ قبول نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ کسی مسلمان کا مال جو اس کی دلی خوشی سے نہ دیا گیا ہو تو وہ حرام ہے۔ اگر ریاء یا مشہوری مقصد ہو تو بھی قبول نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح ہدیہ اور ھبہ میں لوٹ آنا یعنی پھر واپس لے لینا جائز نہیں ہے۔

باب ماجاء في خلق رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مکمل ہوا۔

والحمد لله على ذلك

☆............☆............☆

[1] مصنف ابن ابی شیبة (٥/ ٢٣٠) عن هشام بن عروة معضلاً

باب نمبر ۴۹:

رسول اللہ ﷺ کے حیاء کا بیان

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حیاء کا معنی و مفہوم:

اَلْحَیَاءُ: یہ لفظ بالقصر اور بالمد دونوں طرح مستعمل ہے بالقصر ہو تو اس کے معنی بارش اور تر و تازگی کے ہیں اور اگر بالمد ہو تو اس کے معنی کسی چیز سے منقبض ہونا اور ملامت کے خوف سے چھوڑ دینا، کے ہیں، شرعی اصطلاح میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ ((هُوَ خُلْقٌ يُبْعِثُ عَلَى اِجْتِنَابِ الْقَبِيْحِ وَيَمْنَعُ مِنَ الْقَصِيْرِ فِيْ حَقِّ ذَوِى الْحَقِّ)) یعنی حیاء وہ خلق ہے جو افعالِ قبیحہ سے اجتناب کا باعث ہو اور صاحبِ حق کی تقصیر کرنے سے مانع ہو۔

بعض کہتے ہیں: حیاء وہ خلق ہے جو افعالِ قبیحہ سے اجتناب کا باعث ہو، حسنات کے ارتکاب کا محرک ہو اور صاحبِ حق کے حق کی تقصیر کرنے سے مانع ہو۔

حیاء کی عظمت اور مقام:

اس باب میں نبی اکرم ﷺ کے حیاء کا ذکر خیر ہے شرعی اعتبار سے حیاء ایمان کی نشانی ہے سنن ابن ماجہ میں سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ وَالْإِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ...... الخ)) [1] کہ حیاء ایمان کی نشانی ہے اور ایمان جنت میں (لے جاتا) ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ہی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلْقًا وَاِنَّ خُلْقَ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ)) [2] کہ یقیناً ہر دین کے لیے ایک خلق ہے اور اسلام کا خلق حیاء ہے۔ نیز نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ((اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ)) کہ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔ صحیح بخاری میں سیدنا عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْحَيَاءُ لَا يَاتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ)) [3] کہ حیاء سے خیر و بھلائی ہی پیدا ہوتی ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحياء، حديث: ٤١٨٤.

[2] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحياء، حديث: ٤١٨١.

[3] صحيح بخاری، كتاب الادب، باب الحياء، حديث: ٦١١٧ ـ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان، حديث: ٣٧.

رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ حیاء والے تھے آپ ﷺ کی حیاء کا عالم یہ تھا کہ کسی کے چہرے پر نظریں جما کر گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ اگر اپنی منشا اور خوشی کے خلاف کوئی بات کہنا چاہتے تو اشاروں کنایوں میں کہتے۔ قضائے حاجت کی ضرورت پیش آتی تو لوگوں سے دور کسی میدان وغیرہ میں چلے جاتے اور اس وقت تک کپڑا نہ اٹھاتے جب تک زمین پر بیٹھ نہ جاتے۔ [1]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں دو احادیث نقل کیں ہیں۔

آپ ﷺ کا مقام حیاء:

۴۹۔۳۵۴: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، ثَنَا أَبُوْدَاوُدَ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ أَبِيْ عُتْبَةَ، يُحَدِّثُ......

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا، وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهِ.

''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شرم و حیاء میں کنواری لڑکی سے۔ جو اپنے پردہ میں ہو۔ کہیں زائد بڑھے ہوئے تھے جب نبی اکرم ﷺ کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرہ اقدس سے اسے پہچان لیا جاتا تھا۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ (۳۵۶۲/۶)، و کتاب الادب (۶۱۱۹،۶۱۰۲/۱۰)، صحیح مسلم، کتاب الفضائل (۱۸۰۹/۶۷/۴)

☆مفردات:

اَلْعَذْرَاءُ: دوشیزہ، باکرہ، کنواری، دُرِّ ناسفتہ، اس کی جمع العذاری آتی ہے۔

خِدْرٌ: پردہ، وہ پردہ جو لڑکی کے لیے مکان کے گوشہ میں لگا دیا جائے۔ لڑکی کے لیے مکان کا مخصوص حصہ، شیر کی جھاڑی، رات کی تاریکی۔

تشریح:...... اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا مقامِ حیاء بیان کیا گیا ہے کہ ایک پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ آپ ﷺ باحیاء تھے، کنواری لڑکی میں شرم و حیاء طبعاً موجود ہوتی ہے مگر جو لڑکی کنواری بھی ہو اور پردہ نشین بھی ہو تو ظاہر ہے اس میں حیاء بدرجہ اتم موجود ہوگا اور نبی اکرم ﷺ اس سے بھی زیادہ با حیاء تھے۔ اللهم صلی علی محمد وعلی ال محمد کما تحب و ترضی له.

---

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب الطهارة، باب کیف التکشف عند الحاجة، حدیث: ۱۴۔ سنن ترمذی (۱۴).

آپ ﷺ حیاء کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے:

۴۹ـ۳۵۵: حَـدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ ، ثَنَا وَكِيْعٌ ، أَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَنْصُوْرٍ ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ......

عَنْ مَوْلًى لِعَائِشَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا نَـظَرْتُ إِلَى فَرْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ ـ أَوْ قَالَتْ ـ: مَا رَأَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ .

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کے محلِ شرم پر نظر نہیں کی۔ یا فرمایا کہ میں نے (نبی اکرم ﷺ کی حیاء اور تستّر کی وجہ سے) آپ کی شرم گاہ کو کبھی نہیں دیکھا۔''

تخریج:...... یہ حدیث **ضعیف** ہے۔ سنن ابن ماجه ، کتاب الطهارة ، باب النهی ان يری عورة اخيه (۱/۶۶۲) و کتاب النکاح (۱/۱۹۲۲)، مسند احمد بن حنبل (۶/۹۳، ۱۹۰)، طبقات ابن سعد (۱/۳۸۴) راوی مولی لعائشة مجہول ہے۔ معجم الصغیر میں یہ روایت عن انس عن عائشہ کے طریق سے مروی ہے لیکن اس کی سند میں برکۃ بن محمد الحلبی ہے جو متھم بالوضع ہے۔

باب ماجاء فی حیاء رسول الله ﷺ مکمل ہوا۔

والحمد لله رب العالمين على ذلك

☆............☆............☆

باب نمبر ۵۰:

رسول اللہ ﷺ کے سینگی لگوانے کا بیان

(اس باب میں چھ احادیث ہیں)

اَلْحِجَامَةُ: سینگی لگوانے کے پیشے کو کہتے ہیں یہ لفظ حَجْمٌ سے ماخوذ ہے جس کا معنی اونچائی، بڑھ جانا، چوسنا، اور روکنا ہے۔ حَجَّامٌ سینگی لگانے والے کو کہتے ہیں۔

اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کے سینگی لگوانے کے مختلف واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔ ان سے بتانا یہ مقصود ہے کہ نبی اکرم ﷺ علاج و معالجہ کو توکل کے منافی نہیں سمجھتے تھے کیونکہ خود نبی اکرم ﷺ نے علاج کروایا جبکہ آپ ﷺ توکل علی اللہ کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔

اطباء نے سینگی لگوانے کے بہت سے فوائد ذکر کیے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے یہ قولاً وفعلاً ثابت ہے باب میں پیش آمدہ احادیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں شانوں مبارک اور پشت قدم مبارک پر سینگی لگوائی، نیز سینگی لگوانے پر مزدوری دینے کا ذکر بھی ہے۔ تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ.

سینگی بہترین علاج ہے:

۵۰۔۳۵۶: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ......

عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ؟ فَقَالَ أَنَسٌ: احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. حَجَمَهُ أَبُوْ طَيْبَةَ. فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ أَهْلَهُ فَوَضَعُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ وَقَالَ: ((إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ)). أَوْ ((إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةَ)).

”حمید فرماتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سینگی لگانے والے کی کمائی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی تھی اور آپ ﷺ کو سینگی لگانے والا ابوطیبہ تھا تو آپ ﷺ نے اسے دو صاع غلہ دینے کا حکم فرمایا اور اس کے آقا سے بات بھی کی (جس کی وجہ سے) انہوں نے اس کا کچھ ٹیکس کم کر دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”سینگی لگوانا تمہارا بہترین علاج ہے“ یا یہ فرمایا: ”تمہاری بہترین دوائی سینگی لگوانا ہے۔“

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ذکر الحجام، وکتاب الطب (۱۰/۵۶۹۶)، صحیح

مسلم، کتاب المساقاۃ (٣/ ٦٢ برقم ١٢٠٣)

تشریح وفوائد:

❀ نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں بیشتر مرتبہ سینگی لگوائی، صحیح البخاری ومسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے روزہ کی حالت میں سینگی لگوائی ((اِحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ)) ❶ جبکہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ((اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ)) ❷ یعنی سینگی لگوانے والے اور لگانے والے کا روزہ نہیں رہتا۔ اس روایت کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے کہ سینگی لگانے والے کے حلق میں خون چلے جانے کا امکان ہوتا ہے اور لگوانے والے کے کمزور ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے روزہ کی حالت میں ممانعت کر دی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ جانے کا مسئلہ پہلے تھا بعد میں منسوخ ہو گیا اب سینگی لگوانا روزہ دار کے لیے جائز ہے۔ یہ مؤقف امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی رحمہ اللہ علیہم اور جمہور کا ہے۔ دیکھیے: نیل الاوطار (٣/ ١٧١)، تحفۃ الاحوذی (٣/ ٥٦٣)، المحلی بالآثار لابن حزم (٤/ ٣٣٥).

❀ نبی اکرم ﷺ نے خود سینگی لگوائی، اس کی فضیلت بھی بیان فرمائی مگر آپ نے اس کا حکم نہیں فرمایا، گرم علاقوں میں رہنے والوں کے مزاج گرمی کی وجہ سے بگڑ جاتے ہیں تو ان کے جسم میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے خون میں غلاظت (گاڑھا پن) آجاتا ہے تو ایسے لوگوں کے لیے سینگی لگوانا بڑا مفید ہے جبکہ سرد ممالک اور سرد مزاج کے لوگوں کے لیے "فَصَدْ" مفید ہے۔

❀ ابو طیبہ: طاء کے فتحہ سے ہے ان کا نام نافع ہے اور یہ محیصہ بن مسعود کے مولیٰ ہیں۔

❀ حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ حجام کو اجرت دینا اور اس کا اجرت لینا مباح ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ اسے کسی چیز کے دینے کا حکم نہ فرماتے۔

سینگی لگانے والے کی کمائی درست ہے:

٣٥٧ـ٥٠: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، ثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ، ثَنَا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِي جَمِيْلَةَ......

عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، احْتَجَمَ وَأَمَرَنِي فَأَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ أَجْرَهُ.

"امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سینگی لگوائی اور مجھے (اس کی اجرت دینے کا) حکم فرمایا تو میں نے حجام کو اس کی اجرت ادا کر دی۔"

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الحجامۃ والقیئ للصائم، حدیث: ١٩٣٩.

❷ سنن ابی داوٗد، کتاب الصیام، باب فی الصائم یحتجم، حدیث: ٢٣٦٧ـ٢٣٧١ـ سنن ابن ماجہ (١٦٨٠، ١٦٨١).

تخریج: ...... یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ سنن ابن ماجہ ، کتاب التجارات ، باب کسب الحجام (۲۱۶۳/۲)، مسند احمد بن حنبل (۱/ ۹۰،۱۳٤،۱۳۵).

تشریح و فوائد : ...... سینگی لگانے والے کی کمائی حلال ہے جیسا کہ حدیث الباب سے واضح ہے۔ پیش آمدہ روایت میں اس سے بھی صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ حجام کی کمائی حرام نہیں ہے، اگر یہ حرام ہوتی تو آپ ﷺ سینگی لگانے والے کو اجرت نہ دیتے۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگانے والے کو اجرت دی:

۳۵۸ـ۵۰: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ ، ثَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ ، عَنْ جَابِرٍ ...... عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، أَظُنُّهُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ عَلَى الْأَخْدَعَيْنِ وَبَيْنَ الْكَتِفَيْنِ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ .

”امام شعبی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلا شبہ نبی اکرم ﷺ نے گردن کی رگوں اور کندھوں کے درمیان سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو اجرت دی۔ اگر یہ حرام ہوتی تو آپ سینگی لگانے والے کو اجرت نہ دیتے۔“

تخریج: ...... صحیح بخاری ، کتاب البیوع ، باب ذکر الحجام، وصحیح مسلم ، کتاب الحج .

☆ مفردات:

اَخْدَعَيْنِ: تثنیہ ہے اس کا واحد اَخْدَعٌ ہے گردن کی رگ، گردن کے دونوں پہلوؤں پر دو پوشیدہ رگوں کو اَخْدَعَان کہا جاتا ہے۔

تشریح: ...... سینگی لگانے والے کی کمائی کے بارے میں مختلف روایات مروی ہیں ایک حدیث میں ہے کہ ((كَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيْثٌ)) [1] یعنی سینگی لگانے والے کی کمائی پلید ہے جبکہ صحیحین کی مذکورہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خود اجرت ادا کی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ممانعت اور غیر ممانعت کی احادیث میں اس طرح تطبیق کرتے ہیں کہ اجازت کی روایات غلاموں کے بارے میں ہیں اور ممانعت کی روایات آزاد افراد کے حق میں ہیں۔ چونکہ ابوطیبہ غلام تھے اس لیے انہیں اجرت ادا کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔ جبکہ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حجام کی کمائی ناپسند اس لیے ہے کہ یہ ان کاموں میں سے ہے جن میں بوقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کرنی

[1] صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم ثمن الکلب، حدیث: ۱۵٦۸/٤۱.

چاہیے لہٰذا حجام خود طلب نہ کرے، ہاں اگر کوئی دیدے تو لینا مباح ہے۔ ہمارے نزدیک اس بارے میں جمہور کا موقف اقرب الی الصواب ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ کمائی ایسی ہے جس میں گھٹیا پن ہے لیکن حرام نہیں ہے۔ لہٰذا یہ زجر و نہی تنزیہی ہے۔ واللہ اعلم۔

سینگی لگانے والے سے حسن سلوک:

۳۵۹ـ۵۰: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ ، ثَنَا عَبْدَةُ ، عَنِ ابْنِ أَبِیْ لَیْلَی ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعَا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ ، وَسَأَلَهُ: ((كَمْ خَرَاجُكَ؟)) فَقَالَ: ثَلَاثَةُ آصُعٍ فَوَضَعَ عَنْهُ صَاعًا وَأَعْطَاهُ أَجْرَهُ.

’’سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگانے والے کو بلایا اور سینگی لگوائی اور اس سے پوچھا کہ تیرا روزانہ کا محصول (ٹیکس) کتنا ہے؟ تو اس نے عرض کیا: تین صاع، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کم کروا دیا اور اس کو مزدوری بھی عطا کر دی۔‘‘

تخریج:...... یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے کیونکہ راوی ابن ابی لیلی ضعیف سیء الحفظ ہے۔ البتہ شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔

مسند احمد بن حنبل (۳/۳۵۳)، مستدرك حاكم (۴/۲۱۰)، مصنف ابن ابی شيبه (۴/۳۵۴ برقم ۲۰۹۸۳).

تشریح:...... عرب میں یہ طریقہ رائج تھا کہ غلام کو اس شرط پر چھوڑ دیا جاتا کہ وہ اپنی کمائی کی مقررہ مقدار آقا کو دے اور باقی خود رکھ لے، ایسے غلاموں کو ’’عَبْدٌ مَأْذُوْنٌ‘‘ کہا جاتا۔ شفیق غریباں، سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک سے سفارش کر کے اس کی روزانہ مقررہ مقدار سے ایک صاع کم کروا دیا۔ اللهم صل على محمد وعلى ال محمد كما تحب و ترضى له .

سینگی کن دنوں میں لگوائی جائے:

۳۶۰ـ۵۰: حَدَّثَنَا عَبْدُالْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِیُّ ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ ، ثَنَا هَمَّامٌ ، وَجَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَا: ثَنَا قَتَادَةُ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْتَجِمُ فِی الْأَخْدَعَیْنِ وَالْكَاهِلِ وَكَانَ یَحْتَجِمُ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعِ عَشْرَةَ وَإِحْدَى وَعِشْرِیْنَ.

’’سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں رگوں اور کندھے کی رگوں میں سینگی لگواتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (چاند کی) سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سینگی لگواتے تھے۔‘‘

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی ، ابواب الطب (٢٠٥١/٤) ، مستدرك حاكم (٢١٠/٤)، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے روایت کرنے والے صحیحین کے راویوں میں سے ہیں۔ اور حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے موافقت کی ہے۔ وانظر الصحيحة [٩٠٨]

☆ **مفردات:**

کَاهِلٌ: گردن کے قریب پیٹھ کا بالائی حصہ اس کی جمع کَوَاهِلٌ آتی ہے۔ یعنی دونوں مونڈھوں کے درمیان۔

تشریح و فوائد:...... اس حدیث سے مذکورہ تواریخ میں سینگی لگوانا ثابت ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان تواریخ میں سینگی لگوانا دوسری تواریخ سے بہتر ہے۔ سنن ابی داؤد میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو شخص سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سینگی لگوائے اس کو ہر بیماری سے شفا ہوگی۔'' ❶ سنن ترمذی میں الفاظ یوں ہیں کہ ''سترہ، انیس اور اکیس کو سینگی لگواؤ تا کہ تمہارے خون کا جوش و دباؤ کم ہو جائے اور تم مرنے سے بچ جاؤ۔'' ❷

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ''جمعرات اور پیر کو سینگی لگواؤ اور بدھ، جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو سینگی لگوانے سے احتراز کرو۔'' ❸ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں میں سینگی لگوانے کو مکروہ جانتے تھے اگرچہ حدیث کمزور ہے وہ کہتے ہیں ایک آدمی نے بدھ کے روز سینگی لگوائی تو وہ بیمار ہو گیا کیونکہ اس نے حدیث کو ہلکا سمجھا۔ واللہ اعلم۔

احرام کی حالت میں سینگی لگوانا:

٥٠ـ٣٦١: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ ، أَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِمَلَلٍ عَلَى ظَهْرِ الْقَدَمِ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلا شبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملل مقام پر پاؤں مبارک کی پشت پر سینگی لگوائی جبکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھے ہوئے تھے۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابی داود ، کتاب المناسك ، باب المحرم يحتجم (١٨٣٧/٢)، سنن نسائی کتاب المناسك (٢٨٤٩/٥)

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب متى تستحب الحجامة، حديث: ٣٨٦١.

❷ سنن ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الحجامة، حديث: ٢٠٥٣.

❸ سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب فی ای الایام يحتجم، حديث: ٣٤٨٧.

☆**مفردات:**

اَلْمَلَلُ: مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی جانب سترہ میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔

تشــریح: ...... اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ محرم کے لیے سینگی لگوانا جائز ہے اور اس میں کوئی فدیہ یا کفارہ بھی نہیں ہے۔ بشرطیکہ اس کے ذریعہ کسی ممنوع چیز کا ارتکاب نہ ہو مثلاً خوشبو لگانا، بال کاٹنا، وغیرہ

باب ماجاء فی حجامة رسول اللہ ﷺ مکمل ہوا۔ والحمد للہ علی ذلك حمدا کثیرا

☆............☆............☆

باب نمبر ۵۱:

رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی کا بیان

(اس باب میں تین احادیث ہیں)

اَسْمَاءٌ: نام، اس کا واحد اِسْمٌ ہے۔ یہ ایسا لفظ ہے جو کسی جوہر یا عرض کی تعیین وتمیز کے لیے وضع کیا گیا ہو۔اس کا ہمزہ، ہمزہ وصل ہے۔

اس باب میں نبی اکرم ﷺ کے نو ناموں اور القاب مبارکہ کا ذکر ہے۔جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ باب میں چند احادیث کا ذکر فرماتے ہیں استقصاء اور احصاء مقصود نہیں ہوتا، نبی اکرم ﷺ کے ناموں اور القابات بارے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے تمام یا بیشتر ناموں کا ذکر نہیں ہے۔بعض علماء نے نبی اکرم ﷺ کے اسمائے گرامی علیحدہ تصنیفات میں درج کیے ہیں جیسا کہ حافظ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ((البھجة السنیة فی الاسماء النبویة)) کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا جس میں نبی اکرم ﷺ کے پانچ سو اسمائے گرامی ذکر کیے ہیں۔اسی طرح حافظ ابن عساکر نے اپنی کتاب ''تاریخ دمشق'' میں باب اسماء النبی ﷺ '' قائم کیا اور اس میں نبی اکرم ﷺ کے بہت سے صفاتی اسماء والقاب ذکر کیے ہیں۔اسی طرح ابن دحیۃ نے نبی اکرم ﷺ کے اسماء گرامی کے لیے ایک علیحدہ رسالہ تالیف کیا ہے۔حافظ الحدیث علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ میں آپ ﷺ کے چار سو نام ذکر کیے ہیں۔الغرض سیرت طیبہ کا یہ پہلو ایسا ہے کہ اس پر علمائے اسلام نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ناموں اور القابوں کی کثرت مسمی کی عزت وشرافت پر دلالت کیا کرتی ہے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں حسب عادت بطور نمونہ کے صرف تین احادیث نقل فرمائی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کے نو اسمائے والقاب کا ذکر ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے پانچ نام:

۵۱۔۳۶۲: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِیِّ......

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّ لِی أَسْمَاءً

''سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً میرے کئی نام ہیں، میں محمد

أَنَا مُحَمَّدٌ ، وَأَنَا أَحْمَدُ ، وَأَنَا الْمَاحِيْ ، الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيَّ وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ .

ہوں، احمد ہوں، ماحی (مٹانے والا) ہوں، اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں لوگ میرے قدموں پر اکٹھے کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ (٣٥٣٣/٦) ، ٤٨٩٦/٨)، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ (١٢٤/٤ برقم ١٨٢٨).

راویٔ حدیث:

اس حدیث کے راوی سیدنا جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف القرشی النوفلی رضی اللہ عنہ ہیں جو جلیل القدر صحابی تھے۔ یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ ان سے تقریباً ٦٠ احادیث مروی ہیں ۵۹ ھ میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

تشریح و فوائد :...... ☆ نبی اکرم ﷺ کے مشہور نام دو ہیں۔ ''محمد'' اور ''احمد'' ان میں زیادہ مشہور ''محمد'' ہے۔ یہ نام قرآن کریم میں چار مقامات پر آیا ہے اور ''احمد'' ایک ہی مقام پر آیا، جب عیسیٰ علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں خبر دی کہ ﴿وَيَاتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ رسول اللہ ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے تمام لوگوں سے زیادہ تعریف کرنے والے ہیں اس لیے آپ کا نام ''احمد'' ہے۔ نیز آپ پر مقام محمود میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ایسے کلمات القاء کیے جائیں گے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کہے، اس لیے بھی آپ کا نام ''احمد'' ہے۔

آپ ﷺ کا نام نامی ''محمد'' ہے۔ آپ کی امت ''حمادون'' ہے آپ کے ہاتھ میں قیامت کے روز ''لوء الحمد'' ہوگا اور آپ ''مقام محمود'' پر فائز ہونگے۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت میں پانچ نام ہیں، امام ابن سعد رحمہ اللہ علیہ نے ایک نام ''الخاتم'' بڑھایا ہے [1] جو حقیقت میں ''العاقب'' کے معنی میں ہے۔ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں احمد، محمد، الحاشر، المقفی اور نبی الرحمۃ ہے، [2] سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے۔ [3] مطلب یہ ہے کہ میرے پانچ نام ایسے ہیں جو مجھ سے خاص ہیں اور دوسرے کسی کے لیے نہیں ہیں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان ناموں کو آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لیے موسوم ہونے سے

---

[1] طبقات ابن سعد (١٠٥/١)۔ مسند احمد (١٦١٤٨).
[2] دیکھئے اگلی حدیث۔
[3] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ ﷺ، حدیث: ٢٣٥٥

بچایا ہے یعنی آپ ﷺ سے پہلے کوئی بھی ان سے موسوم نہیں ہوا۔ [1]

آپ ﷺ کے جو نام قرآن کریم میں مذکور ہیں وہ یہ ہیں: الشاهد، المبشر، النذير، المبين، الداعى الى الله، السراج المنير، المذكر، الرحمة، النعمة، الهادى، الشهيد، الامين، المزمل، المدثر۔

حدیث میں آپ ﷺ کا نام متوکل بھی ہے دیگر مشہور نام یہ ہیں: المصطفىٰ، الشفيع، المشفع، الصادق، المصدوق وغير ذالك۔

نبی اکرم ﷺ کے مزید چار نام:

٥١۔٣٦٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْكُوفِيُّ ثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ......

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: لَقِيتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: "أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ، وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ، وَأَنَا الْمُقَفِّي، وَأَنَا الْحَاشِرُ وَنَبِيُّ الْمَلَاحِمِ.

''سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کو مدینہ کے کسی راستہ میں ملا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں نبی رحمت ہوں، میں نبی توبہ ہوں، میں سب سے پیچھے آنے والا ہوں، میں حاشر ہوں اور میں جنگوں کا نبی ہوں۔''

تخریج:...... صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فى اسماءه ﷺ (١٢٦/٤ برقم ١٨٢٧)، عن ابى موسى رضى الله عنه، مسند احمد بن حنبل (٤٠٥/٥) طبقات ابن سعد (١٠٤/١)، صحيح ابن حبان (٧٦/٨).

☆ مفردات:

اَلْمُقَفِّي: **قَفَّي يُقَفِّي** سے اسم فاعل ہے کسی کے پیچھے چلانا اور یہاں معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کو تمام نبیوں کے پیچھے اور آخر میں بھیجا گیا ہے آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اَلْمَلَاحِمُ: **مَلْحَمَةٌ** کی جمع ہے۔ ایسی جنگ کو کہا جاتا ہے جس میں شدید خون ریزی ہوئی ہو۔

تشریح و فوائد:...... اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے مزید چار نام ذکر ہوئے ہیں ان کی تشریح قدرے یوں ہے۔

❀ فرمایا: ''میں نبی رحمت ہوں'' یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ کو مخلوق کے لیے باعث رحمت بنایا ہے ﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ آپ ﷺ خود بھی رحمت ہیں اور آپ کی امت بھی ایک دوسرے پر رحم کرنے والی ہے۔ ﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

---

[1] الشفا لقاضی عیاض (٢٠٦/١، ٢٠٧)

❀ فرمایا: ''میں نبی توبہ ہوں'' یعنی صرف توبہ استغفار کرنے سے میری امت کے گناہ معاف ہو جائیں گے جبکہ سابقہ ادیان وشرائع میں صرف استغفار کافی نہیں تھا بلکہ توبہ کی قبولیت کے لیے بعض دفعہ اعضائے جسمانی سے بعض حصے کاٹنے کا حکم دیا جاتا تھا۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ امت کو نہایت ہی زیادہ استغفار کرنے کا حکم فرماتے تھے اور خود بھی بہت زیادہ استغفار کرتے تھے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: ((وَاللّٰهِ اِنّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ إِلَيْهِ فِيْ الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً)) ❶

❀ فرمایا: ''میں سب سے پیچھے آنے والا ہوں'' کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اب جو شخص بھی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے گا وہ دجال اور کذاب لعین ہے۔

❀ فرمایا: ''میں جنگوں کا نبی ہوں'' یعنی آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی اور دین اسلام کی اشاعت کے لیے جس قدر جہاد کیا ہے اتنا جہاد کسی اور نبی ورسول نے نہیں کیا۔

۳۶۴۔۵۱: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ ، أَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ عَاصِمٍ ، عَنْ زِرٍّ......

عَنْ حُذَيْفَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ .

''زر نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مذکورہ بالا روایت کے ہم معنی روایت بیان کی ہے۔''

باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ مکمل ہوا۔ والحمد للّٰه علی ذلك .

☆............☆............☆

❶ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم واللیلۃ، حدیث: ۶۳۰۷۔

باب نمبر۵۲:

رسول اللہ ﷺ کی گذر بسر کا بیان

(اس باب میں نو احادیث ہیں)

عَیْشٌ: زندگی، گذران، گذر اوقات

اس سے پہلے بھی اس عنوان سے ایک باب گذرا ہے جس میں دو احادیث تھیں دوبارہ یہی عنوان شاید اس لیے لایا گیا ہے کہ اس باب میں ایسی باتیں ہیں جو پہلے باب میں بیان نہیں ہوئیں۔

اس باب میں نبی اکرم ﷺ، آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار، نیز آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے گذر اوقات کا بیان ہے کہ کس طرح وہ فقر و فاقہ میں بھی صبر و استقامت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نو احادیث نقل فرمائی ہیں۔

ردّی کھجوریں بھی پیٹ بھر کر میسر نہ تھیں:

۵۲۔۳۶۵: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، ثَنَا أَبُوْ الْأَحْوَصِ......

عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِیْرٍ یَقُوْلُ: أَلَسْتُمْ فِیْ طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ؟ لَقَدْ رَأَیْتُ نَبِیَّکُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا یَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا یَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ.

''سماک بن حرب سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے: کیا تمہاری مرضی کا کھانا اور پینا میسر نہیں؟ میں نے تو تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کو پیٹ بھر ردی کھجوریں بھی میسر نہیں تھیں۔''

☆مفردات:

اَلدَّقَلُ: ق کے فتح کے ساتھ، ردی کھجور۔

نوٹ :......یہ حدیث اس سے قبل ''باب ماجاء فی صفۃ ادام رسول اللہ ﷺ'' میں دوسرے نمبر پر مع تشریح و توضیح اور تخریج گذر چکی ہے۔

گھر میں ایک ماہ تک چولہا نہیں جلتا تھا:

۵۲۔۳۶۶: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ، ثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِیْهِ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ كُنَّا آلُ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ؛ إِنْ هُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ.

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں: ہم آل محمد ﷺ مہینہ بھر ٹھہرے رہتے، آگ نہ جلاتے، ہمارے پاس صرف کھجوریں اور پانی ہوتا۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب الرقاق (۱۱/۶۴۵۸)، صحیح مسلم، کتاب الذھد (۴/۲۶ برقم ۲۲۸۲)

تشریح و فوائد:...... آگ نہ جلانے کا مطلب یہ ہے کہ پکانے کے لیے کوئی چیز ہوتی ہی نہ تھی جس کے لیے آگ جلانا پڑتی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی گذران کا عالم ہے اور یہ اسلام کے ان ابتدائی سالوں کا بیان ہے جبکہ ریاست مدینہ ابھی ابھی قائم ہوئی تھی، بعدازاں جب فتوحات سے مالِ غنیمت آنے لگا تو رسول اللہ ﷺ اپنے اہل بیت کے لیے ایک سال کا اناج دے دیتے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ ❶ پھر یہ سال بھر کا اناج بھی امہات المومنین کے ذریعے حاجت مندوں، ضرورت مندوں اور نئے مسلمان ہونے والوں تک پہنچ جاتا یا پھر خود رسول اللہ ﷺ مختلف مواقع پر اس میں سے خرچ فرما دیتے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فقر اختیاری تھا اضطراری نہیں تھا اور تاوقت وفات یہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ جب اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے تو آپ ﷺ کی درع (زرہ) ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ ❷

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ازواج النبی آل رسول میں سے ہیں کیونکہ ازواج النبی میں سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں ''كُنَّا آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ''

بھوک کی وجہ سے سیّد کائنات ﷺ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوتے تھے:

۳۶۷۔۵۲: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، ثَنَا سَيَّارٌ، ثَنَا سَهْلُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَنَسٍ......

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ،

''سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے شدت بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے ایک ایک پتھر دکھائے تو رسول اللہ ﷺ نے

❶ صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنة على اهله، حدیث: ۵۳۵۷۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب حکم الفئ، حدیث: ۱۷۵۷.

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب (۸۷)، حدیث: ۴۴۶۷.

فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِهِ عَنْ حَجَرَيْنِ. قال ابو عیسیٰ هذا حديث غريب من حديث ابی طلحة لا نعرفه الا من هذا الوجه و معنی قوله وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ كان احدهم يشد فی بطنه الحجر من الجهد والضعف الذی به من الجوع.

اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے دو پتھر دکھائے۔
امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث ابوطلحہ کی روایت سے غریب ہے، ہم اس کو صرف اسی سند کے ساتھ جانتے ہیں اور ((وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ)) کا معنی ہے کہ وہ لوگ مشقت اور کمزوری جو بھوک کی وجہ سے تھی کہ بنا پر اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔''

تخریج:...... یہ حدیث اس سند کے ساتھ ضعیف ہے، راوی سیار بن حاتم صدوق ہے جس کے بہت سے اوھام ہیں امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی کتاب سلسلة الاحاديث الصحيحة میں (١٦١٥) دو دیگر سندوں سے روایت کیا ہے لیکن ان میں بھی ضعف ہے جبکہ امام البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان تینوں سندوں کو ملا کر یہ حدیث حسن درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

سنن ترمذی ابواب الزهد (٤/٢٣٧١)، اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی الشيخ (ص: ٢٨٨)

سیّدنا ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا ابوطلحہ زید بن سہل الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ ہیں آپ بیعت عقبہ اور بدر سمیت تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ آپ ام سلیم کے خاوند اور خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا تھے۔

تشریح و فوائد:...... عرب کی عموماً اور اہل مدینہ کی خصوصاً یہ عادت تھی کہ بھوک کے وقت آدمی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا اور جس کو زیادہ بھوک ہوتی وہ دو پتھر باندھ لیتا تو اس طرح چلنا پھرنا آسان ہو جاتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بھی زیادہ تھا اور بھوک بھی زیادہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھر باندھے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں وصال سے منع فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ تو وصال فرماتے ہیں؟ فرمایا: ''میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں کھلایا اور پلایا جاتا ہوں۔'' [1] ایک روایت میں ہے کہ ''میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔'' [2] یہ اور اس طرح کی دیگر روایات دیکھ کر

[1] صحيح بخاری، كتاب الصوم، باب الوصال، حديث: ١٩٦١، ١٩٦٢. صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهی عن الوصال، حديث: ١١٠٢.

[2] صحيح بخاری، كتاب الصوم، باب الوصال، حديث: ١٩٦٤، ١٩٦٦ـ صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهی عن الوصال، حديث: ١١٠٣.

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ پتھر والی روایات درست نہیں ہیں۔ بلکہ یہ لفظ حجر کی بجائے حجز ہے جس کے معنی تہبند کے ہیں کیونکہ پتھر کبھی بھوک سے کافی نہیں ہوتے۔ لیکن اس بات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ روزے میں وصال کی وجہ سے بھوک نہ محسوس کرنا، یہ امر وصال کے ساتھ مخصوص ہے ورنہ آپ کو بھوک کا احساس ضرور ہوتا تھا۔ اور زیادہ احساس کے وقت آپ پتھر باندھ لیتے تھے۔

دلائل النبوۃ للبیہقی میں ہے کہ ایک سخت چٹان آ گئی جو خندق کھودنے کے دوران میں ٹوٹ نہیں رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے تھے اور ہم نے تین دنوں سے کچھ چکھا تک نہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گینتی لی اور اس چٹان پر مارا، تو وہ بھربھرا ٹیلہ بن گئی حالانکہ اس چٹان پر گینتیاں کام نہیں کر رہی تھیں جب اس کا ایک تہائی حصہ الگ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! مجھے شام کی چابیاں دی گئیں اور میں اس کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں۔'' پھر دوسری دفعہ مارا، تو دوسری تہائی الگ ہو گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اکبر! مجھے فارس کی چابیاں بھی دی گئیں ہیں اور میں مدائن کا سفید محل اب دیکھ رہا ہوں۔'' پھر گینتی ماری اور بسم اللہ کہا تو فرمایا: ''اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں بھی دے دی گئیں ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔'' [1] اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک کا احساس ہوتا تھا اور آپ نے اس کی وجہ سے دو پتھر بھی پیٹ پر باندھ رکھے تھے۔

ابوالہیثم بن تیہان نے سیّد المساکین صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کی ضیافت کی:

۳۶۸-۵۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، ثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ ، ثَنَا شَيْبَانُ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ ، ثَنَا عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَانِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيهَا أَحَدٌ فَأَتَاهُ أَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ: ((مَا جَاءَ بِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟)) فَقَالَ: خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ وَالتَّسْلِيمِ عَلَيْهِ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ: ((مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ؟)) قَالَ: الْجُوْعُ يَا

''فقیہ امت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں گھر سے باہر نکلے جس وقت آپ کہیں نہیں نکلتے تھے اور نہ آپ کو کوئی شخص اس وقت ملتا تھا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ابوبکر! تجھے کونسی چیز یہاں لے آئی ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے، آپ کا چہرہ مبارک دیکھنے اور آپ کو سلام کہنے نکلا ہوں۔ ابھی زیادہ دیر نہ ٹھہرے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''عمر تمہیں کونسی چیز

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی (۳/۴۴۹)

رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ)) فَانْطَلَقُوْا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيْهَانِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيْرَ النَّخْلِ وَالشَّاءِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَقَالُوْا لِامْرَأَتِهِ: أَيْنَ صَاحِبُكِ؟ فَقَالَتْ: انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ وَلَمْ يَلْبَثُوْا أَنْ جَاءَ أَبُوْ الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِيَّ ﷺ وَيُفَدِّيْهِ بِأَبِيْهِ وَأُمِّهِ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى حَدِيْقَتِهِ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى نَخْلَةٍ فَجَاءَ بِقِنْوٍ فَوَضَعَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَفَلَا تَنَقَّيْتَ لَنَا مِنْ رُطَبِهِ؟)) . فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوْا۔ أَوْ قَالَ تَخَيَّرُوْا۔ مِنْ رُطَبِهِ وَبُسْرِهِ فَأَكَلُوْا وَشَرِبُوْا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هٰذَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيْمِ الَّذِيْ تُسْأَلُوْنَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ وَرُطَبٌ طَيِّبٌ وَمَاءٌ بَارِدٌ)) . فَانْطَلَقَ أَبُوْ الْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَذْبَحَنَّ ذَاتَ دَرٍّ)) . فَذَبَحَ لَهُمْ

لے آئی ہے؟'' عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بھوک نکال لائی ہے۔ فرمایا: بھوک تو میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔'' پھر تینوں ہی ابو الہیثم بن تیہان الانصاری کے گھر کی طرف چلے گئے۔ ابو الہیثم کا کھجوروں کا باغ اور بہت سی بکریاں تھیں مگر ان کے پاس کوئی خادم نہ تھا۔ (جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو) ابوالہیثم گھر میں موجود نہیں تھا۔ آپ نے اس کی بیوی سے پوچھا کہ ''تمہارا خاوند کہاں ہے؟'' تو وہ کہنے لگی: ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ ابوالہیثم پانی کا ایک مشکیزہ اٹھائے ہوئے آ گئے اور مشکیزہ رکھتے ہی رسول اللہ ﷺ سے چمٹ گئے اور کہنے لگے: میرے ماں باپ آپ پر قربان! پھر وہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو ساتھ لے کر باغ میں چلے گئے۔ وہاں اس نے ان کے لیے ایک چٹائی بچھا دی اور خود کھجور کے ایک درخت کی طرف گئے تو وہاں سے ایک خوشہ لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''ان میں تر کھجوریں اتار کر کیوں نہیں لائے ہو؟ پورا خوشہ لے آئے ہو؟'' تو وہ کہنے لگے: یارسول اللہ! میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ آپ اپنی پسند کی تر اور ڈوڈی کھجوریں بھی کھا لیں۔ چنانچہ ان تینوں نے کھجوریں کھائیں اور مشکیزہ سے پانی پیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ ان نعمتوں میں سے ہے جن کے متعلق تم سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا، ٹھنڈے سائے، تر اور پاک عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی۔'' ابوالہیثم ان کے لیے کھانا تیار کرنے کو جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا'' تو اس نے ان کے لیے سال سے کم عمر کی بھیڑ، یا بکری ذبح کی اور (تیار کر کے) ان کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ نے تناول فرما کر ارشاد فرمایا: تمہارے پاس کوئی خادم ہے؟'' عرض کیا نہیں، فرمایا

عَنَاقًا أَوْ جَدْيًا فَأَتَاهُمْ بِهَا فَأَكَلُوْا . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلْ لَكَ خَادِمٌ؟)) قَالَ: لَا قَالَ: ((فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا)) . فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَأْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ فَأَتَاهُ أَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اخْتَرْ مِنْهُمَا)) . فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اخْتَرْ لِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هَذَا فَإِنِّيْ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيْ وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوْفًا)) . فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ: مَا أَنْتَ بِبَالِغٍ . مَا قَالَ فِيْهِ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا أَنْ تَعْتِقَهُ، قَالَ: فَهُوَ عَتِيْقٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيْفَةً إِلَّا وَلَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَبِطَانَةٌ لَا تَأْلُوْهُ خَبَالًا وَمَنْ يُوْقَ بِطَانَةَ السُّوْءِ فَقَدْ وُقِيَ))

''جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو آنا۔'' بعد ازاں نبی اکرم ﷺ کے پاس دو قیدی لائے گئے جن سے زائد ایک بھی نہ تھا۔تو سیدنا ابوالہیثم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس پہنچے، آپ نے ان سے فرمایا: ''ان میں ایک کو پسند کرلو'' تو انہوں نے کہا: آپ خود ہی میرے لیے پسند فرمائیں، فرمایا: ''جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔اسے پکڑلو، کیونکہ میں نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اور اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔''

ابوالہیثم رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے پاس جا کر اس کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد، کہ ''اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنا'' کی خبر دی تو وہ کہنے لگی: تم رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو تب ہی پورا کر سکتے ہو جب کہ تم اسے آزاد کر دو۔ وہ فرمانے لگے: یہ آزاد ہے۔(جب اس کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو ملی تو) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا اور نہ ہی کوئی خلیفہ مقرر کیا ہے مگر اس کے دو قابل اعتماد دوست ہوتے ہیں۔ایک دوست اسے نیکی کا حکم کرتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے اور دوسرا دوست اس کے نقصان میں کمی نہیں کرتا، جو برے دوست سے بچ گیا وہ یقیناً شر سے بچ گیا۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔سنن ترمذی، ابواب الزهد (۳/ ۲۳۷۰) وقال حدیث ''حسن صحیح غریب'' الادب المفرد للبخاری (۱/ ۲۵۶) من اول قوله لابی الهیثم '' وَهَلْ لَكَ مِنْ خَادِمٍ '' الی آخره، سنن ابی داود، کتاب الادب ، باب فی المشورة، مستدرك حاکم (۴/ ۱۴۱)، شعب الایمان (۴/ ۴۶۰۴)

☆ **مفردات:**

اَلنَّخْلُ: اسم جنس ہے کھجور کے درخت کو کہا جاتا ہے۔

اَلشَّاهُ: شَاةٌ کی جمع ہے اس کی جمع شیاہٌ اور تصغیر شُوَیْهَةٌ آتی ہے، بکریاں۔

اِسْتَعْذَبَ: ای طَلَبَ الْمَاءَ الْعَذْبَ، میٹھا پانی تلاش کرنے یا لینے گئے۔ اِسْتِعْذَابٌ سے ہے جس کے معنی میٹھا پانی لانا، پلانا کے ہیں۔

یَذْعِبُهَا: وہ مشکل سے اسے اٹھائے لا رہے تھے۔ زَعْبٌ باب نَصَرَ اور ضَرَبَ سے ہے جس کے معنی بھری ہوئی مشک اٹھانا، کاٹنا، بھرنا، آواز کرنا، کے ہیں۔

یَلْتَزِمُ: التزام سے ہے، گلے سے لگانا، فرط محبت سے چمٹ جانا۔

بِسَاطٌ: بچھونا، فرش، چٹائی وغیرہ، اس کی جمع بُسُطٌ آتی ہے۔

قِنْوٌ اور قُنْوٌ: خوشہ، جو ٹہنی سمیت اتار لیا جائے اور اس میں کچی پکی ہر قسم کی کھجوریں ہوں۔

تَنَقَّیْتَ: تو نے چھانٹا۔ اِنْقَاءٌ سے ہے جس کے معنی صاف کرنا، کچرا نکال دینا۔

ذَاتَ دَرٍّ: دودھ والا جانور۔ **اَلْعِنَاقُ:** بکری کا وہ بچہ جو تقریباً چار ماہ کا ہو جائے۔ **اَلْجَدْیُ:** بکری کا نر بچہ جو ایک سال سے کم عمر ہو۔

اَلْاِسْتِشَارَةُ: اِسْتِخْرَاجُ الرَّأْیِ: مشورہ لینا۔

مُؤْتَمَنٌ: اسم مفعول ہے جس کے معنی امین کے ہیں۔

اِسْتَوْصِ: فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے جس کے معنی وصیت قبول کرنا، کے ہے۔

بِطَانَةٌ: راز، بھید، دلی دوست، مشیر۔

اَلْخَبَالُ: فساد، نقصان، ہلاکت و بربادی، زہر قاتل

وُقِیَ: ای حُفِظَ: بچایا گیا **اَلْوَقْیُ وَالْوَقَایَةُ:** بچانا، نگہداشت کرنا۔

تشریح وفوائد :...... کتبِ احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس طرح کے واقعات متعدد بار رونما ہوئے (جو اپنے مضمون میں قریباً وہی تفصیلات لیے ہوئے ہیں جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت میں ہیں۔)

❀ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے تو انہیں سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ملے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں اس وقت اپنے گھروں سے کیا چیز نکال لائی ہے۔ انہوں نے عرض کیا: بھوک۔ فرمایا: ''قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے بھی یہی چیز نکال لائی ہے......'' [1]

❀ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدید بھوک سے تھے جبکہ گھر میں سے کھانے کے لیے کچھ نہ ملا، ادھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی صبح سے بھوک لگی ہوئی تھی، انہوں سے اپنے گھر سے کھانا

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غیره الی دار......، حدیث: ۲۰۳۸

مانگا تو کچھ نہ ملا، کہنے لگے: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس جاتا ہوں شاید وہاں سے کوئی چیز مل جائے، وہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی حالت دیکھ کر کہا: ابو بکر بھوک سے ہو؟ عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ اتنی دیر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے......''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ دوپہر کے وقت سیدنا ابو بکر کو نظر آئے، عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ کو کس چیز نے اس وقت گھر سے نکالا ہے تو فرمایا: بھوک نے'' عرض کیا: مجھے بھی یہاں بھوک لے آئی ہے۔ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آ گئے ......الخ''...... ❶

مگر یہ فقیری اور تنگ دستی اس لیے ہوتی ہے کہ ان اصحاب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے، وہ اپنے سے زیادہ ضرورت مند حضرات کو دے دیتے تھے۔ بلکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ جو کچھ گھر میں ہوتا، تمام کا تمام اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے، یہ ایثار اور ہمدردی کے وہ نادر نمونے ہیں جو پہلے نبیوں کے اصحاب میں نظر نہیں آتے اور نہ ہی ان نفوسِ قدسیہ وطیبہ کے بعد کہیں ملتے ہیں۔ ان اصحاب کو یہ تربیت سید الفقراء جناب محمد ﷺ سے ملی تھی، جن کی حالت اپنی اختیاری فقیری میں یہ تھی کہ کئی کئی دن بلکہ کئی کئی مہینے گھر میں آگ نہ جلائی جاتی کہ کوئی ایسی چیز ہی میسر نہیں جو آگ پر پکائی جائے۔ کمامر۔

❀ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرے رب نے مجھے یہ بات بتائی کہ اگر چاہو تو میں مکہ کے ریگستان کو سونا بنا دوں؟ تو میں نے عرض کی: ((لَا يَا رَبِّ اَشْبَعُ يَوْمًا وَاَجُوْعُ يَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ وَاِذَا شَبِعْتُ شَكَرْتُكَ وَحَمَدْتُكَ)) ❷ (نہیں، اے رب! بلکہ میں ایک دن سیر ہونا اور ایک دن بھوکا رہنا چاہتا ہوں کہ جب بھوکا ہوں گا تو تیری طرف آہ وزاری کروں گا اور تجھے یاد کروں گا، اور جب سیر ہوں گا تو تیرا شکریہ اور حمد بیان کروں گا۔

امام طبرانی نے بسند حسن روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام کوہِ صفا پر تھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے جبرئیل! قسم ہے اس کی جس نے تجھے حق دے کر میرے پاس بھیجا ہے کہ آلِ محمد کے پاس ایک مٹھی یا ایک لپ ستو بھی نہیں'' یہ کلام ابھی پورا بھی نہ ہوا کہ آسمان سے ایک نہایت خوفناک آواز آئی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت تو نہیں آ گئی؟'' جبریل علیہ السلام نے کہا: نہیں، یہ اسرافیل آ رہے ہیں جو آپ کا کلام سن کر آپ کے پاس آ رہے ہیں۔ اسرافیل پہنچے تو کہنے لگے: اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات

---

❶ مسند ابی یعلی (٢٣٤)۔ مسند البزار (البحر الزخار: ٢١٣) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

❷ سنن ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء في الكفاف والصبر عليه

سن کر مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر بھیجا ہے کہ میں آپ کے ساتھ تہامہ کے پہاڑ سونے، چاندی اور زمرد و یاقوت کے بنا کر چلا دیتا ہوں۔ آپ کی پسند ہے چاہے بادشاہ نبی بنو یا بندے نبی؟ تو جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ اللہ کے لیے تواضع اختیار کیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ کا نبی اور بندہ بننا پسند کروں گا۔'' ❶ اس سے ثابت ہوا کہ غنی شکر گزار سے فقیر صبر کرنے والا بہتر ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ اگر اپنی غریبی و مسکنت بطور جزع وفزع کے اظہار سے نہ کہے تو توکل اور زہد کے منافی نہیں ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت تک جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے تھے، ❷ اور جب فوت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لوہے کی زرہ کچھ جو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن تھی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال کے لیے قرض لیا تھا۔ ❸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب بھی آپ کے پاس مال آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے فوراً تقسیم کر دیتے، اور اللہ کے راستے میں فقراء و مساکین کو دے دیتے، یہی طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کا تھا۔

اس لمبی حدیث سے دیگر مندرجہ ذیل مسائل بھی اخذ ہوتے ہیں۔

❀ سیر ہو کر کھانا درست ہے مگر اتنا جتنا ثابت ہے کہ پیٹ کا ایک تہائی حصہ کھانا، ایک تہائی پینا، اور ایک تہائی حصہ سانس کے لیے خالی چھوڑا جائے۔

❀ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھوک سے مستغنی اور مستثنیٰ نہیں تھے بلکہ انسان ہونے کے ناطے کھانے اور پینے کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔

❀ دوست اور ساتھی کے گھر بلا اطلاع اور بغیر پروگرام کے جایا جا سکتا ہے اور وہاں سے دعوت کھانا درست ہے۔

❀ مشورہ جب طلب کیا جائے تو پوری دیانتداری سے دیا جائے۔

❀ نمازی کو بے نمازی پر ترجیح دی جائے۔

❀ احسان کا بدلہ احسان سے دیا جائے اگر موقع پر موجود نہ ہو تو وعدہ کر لیا جائے یا کسی دوسرے موقع پر دیا جائے۔

---

❶ معجم اوسط طبرانی (٧١٣١).

❷ صحیح بخاری، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی ﷺ واصحابه یأکلو ، حدیث: ٥٤١٤.

❸ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب (٨٧)، حدیث: ٤٤٦٧.

❀ نیکو کار لوگوں کو بیوی کا انتخاب کرتے ہوئے نیک سیرت عورت کا انتخاب کرنا چاہیے جو نیکی کے راہ میں معاون اور مدد ہو۔

❀ ''بطانہ'' دلی دوست جب اچھائی اور نیکی کا کام کہے تو اسے رد نہیں کرنا چاہیے۔ وغیر ذلك .

❀ مالدار شخص کا گھر والوں کی خدمت اور ان کے حوائج ضروریہ کو پورا کرنے کے لیے خود مشقت والا کام کرنا بزرگی اور بڑائی کے منافی نہیں۔

❀ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کا مال ''مالِ غیر دلِ بے رحم'' کی طرح خرچ نہیں کروانا چاہیے بلکہ ان سے ہمدردی اور شفقت کرنی چاہیے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''دیکھو! ہمارے لیے کوئی دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا۔''

بھوک کی وجہ سے پتے کھا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جبڑے زخمی ہو جاتے تھے:

۳۶۹۔۵۲: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ ، حَدَّثَنِيْ أَبِيْ ، عَنْ بَيَانِ بْنِ بِشْرٍ......

حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ: إِنِّيْ لَأَوَّلُ رَجُلٍ هَرَاقَ دَمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ، إِنِّيْ لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، لَقَدْ رَأَيْتَنِيْ أَغْزُوْ فِيْ الْعِصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا نَأْكُلُ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةِ ، حَتّٰى تَقَرَّحَتْ أَشْدَاقُنَا ، وَإِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِيْرُ ، وَأَصْبَحَتْ بَنُوْ أَسَدٍ يُعَزِّرُوْنَنِيْ فِيْ الدِّيْنِ . لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِيْ .

''قیس بن ابو حازم فرماتے ہیں میں نے سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے: بلا شبہ میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں خون بہایا، اور پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیر چلایا، میں خود کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت میں جہاد کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں، ہم جھاڑیوں کے پھل اور کیکر کے پتے کھا کر گذارہ کرتے تھے، یہاں تک کہ ہمارے جبڑے زخمی ہو جاتے، اور ہمارا ہر فرد بکری اور اونٹ کی طرح مینگنیاں کرتا تھا۔ اب بنو اسد دین کے بارے میں مجھ پر طعن کرتے ہیں (اگر یہ سچ ہے تو) تب تو میں خائب و خاسر ہوا! اور میرے تمام اعمال ضائع ہو گئے (مگر ایسے ہرگز نہیں ہو سکتا)۔''

تخریج:...... صحيح بخاری ، كتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب سعد بن ابی وقاص (۷/ ۳۷۲۸)، وكتاب الاطعمة (۹/ ۵۴۱۲)، وكتاب الرقاق (۱۱/ ۶۴۵۳)، صحيح مسلم ، كتاب الزهد (۴/ ۲۳۶۵)

☆ مفردات:

اِهْرَاقٌ: خون بہانا۔ عِصَابَۃٌ: گروہ، آدمیوں اور جانوروں کا گروہ۔ دس سے لے کر چالیس تک آدمیوں کی جماعت کو بھی عِصَابَۃٌ کہا جاتا ہے۔

حُبُلَۃٌ: سمر کا پھل جو لوبیا کے مشابہ ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگلی کانٹے دار درخت کا پھل۔ ببول کا درخت۔

تَقَرَّحَتْ: زخمی ہو گئے، پھٹ گئے۔ اَلْقُرُحُ: زخم، پھٹ۔

اَشْدَاقٌ: شِدْقٌ کی جمع ہے جبڑے، باچھیں۔

یُعَزِّرُوْنَنِیْ: وہ مجھے سکھاتے ہیں، مجھے ملامت کرتے ہیں، میرا عیب بیان کرتے ہیں، عَزْرٌ سے ہے جس کے معنی ملامت کرنا، سزا دینا، تادیب کرنا ہے۔ جب احکام و فرائض کے ساتھ آئے تو اس کے معنی فرائض و احکام سے واقف کرا دینا یا سکھانے کے آتے ہیں۔

تشریح وفوائد:

❀ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تو حسب عادت اہل کوفہ نے سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی سازشیں کیں، انکی جملہ شکایات میں سے ایک شکایت یہ تھی کہ وہ نماز درست نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر کے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ مقرر کر دیا پھر سیدنا سعد بن ابو وقاص کو اپنے پاس بلوا کر فرمایا: ''اے ابو اسحاق! (یہ ان کی کنیت ہے) ان لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نماز درست نہیں پڑھاتے۔'' ابو اسحاق نے جواباً کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تو انکی امامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز کے ساتھ کروایا کرتا تھا۔ اس نماز میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا تھا۔ میں انہیں نماز عشاء پڑھاتا تو پہلی دو رکعتوں میں طویل قرأت کرتا اور آخری دو رکعتوں میں تخفیف کرتا۔'' پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ کوفہ کی جانب ایک آدمی یا کچھ آدمی روانہ کیے۔ انہوں نے جا کر اہل کوفہ سے ایک ایک مسجد میں ان کے متعلق استفسار کیا گیا، تو لوگوں نے ان کی تعریف کی۔ یہاں تک کہ وہ مسجد بنی عبس میں آئے، تو یہاں اسامہ بن قتادۃ نامی شخص، جس کی کنیت ابو سعدہ تھی، نے کہا: ''جب آپ ہم سے پوچھ ہی رہے ہیں، تو بات یہ ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ فوجی دستے کے ساتھ نہیں جاتے، تقسیم میں مساوات کا خیال نہیں رکھتے، اور فیصلہ میں انصاف نہیں کرتے۔'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لیکن میں تو اللہ تعالیٰ کی قسم! ضرور تین دعائیں کروں گا! اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے اور ریا اور دکھلاوے کے لیے کھڑا ہوا ہے، تو اس کی عمر دراز کر دے، اس کے افلاس کو طویل کر دے اور اس کو فتنوں

میں مبتلا کر دے۔'' اس کے بعد جب کبھی اس شخص سے اس کا حال پوچھا جاتا تو وہ کہتا: فتنہ میں مبتلا بوڑھا ہوں، مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ چکی ہے۔'' [1]

یہ وہ واقعہ ہے جس کی بنا پر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے وہ ارشاد فرمایا جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شمائل'' میں درج کیا ہے۔

❀ ''میں پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کی راہ میں خون بہایا'' یہ بھی ایک واقعہ ہے جو ابن اسحاق نے مغازی میں بیان کیا ہے کہ ''ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین انتہائی پوشیدہ طور پر گھاٹیوں میں چھپ چھپا کر نماز پڑھا کرتے تھے ایک دفعہ مسلمانوں کی ایک جماعت مکہ کی ایک گھاٹی میں مصروف عبادت تھی کہ ان پر مشرکین نے اچانک حملہ کر دیا۔ سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کے قریب ہی اونٹ کا ایک جبڑا پڑا ہوا تھا۔انہوں نے یہی اٹھا کر ان پر ہلہ بول دیا، اور سات مشرکوں کے سر پھوڑ دیے۔'' [2] سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کا اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

❀ ''میں پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر چلایا۔'' اکثر اہل السیر والمغازی بیان کرتے ہیں کہ دورِ اسلام میں لڑی جانے والی سب سے پہلی جنگ ''ابواء'' ہے۔ یہ مدینہ منورہ آنے سے بارہویں ماہ کے آخر میں پیش آئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال قریش کے کسی قافلے پر حملہ کرنے کا تھا۔ ابن عائذ نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ''ابواء'' پہنچے تو عبیدہ بن الحارث کو ایک لشکر دے کر بھیجا اور اس کو ایک سفید جھنڈا بھی دیا، یہ پہلا جھنڈا تھا جو اسلام میں باندھا گیا۔ یہ لشکر مہاجرین کے ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ جب قریب کے قافلے سے مڈبھیڑ ہوئی تو ابوسفیان، جو قافلہ قریش کا امیر تھا۔ نے تیراندازی کا حکم دیا۔ اس دوران سب سے پہلے مسلمانوں کی طرف سے سیّدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ نے تیر چلائے۔ [3] حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابواء میں جنگ (قتل و غارت) نہیں ہوئی۔ جبکہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنگ (قتل و غارت) کا نہ ہونا رمیٔ سعد رضی اللہ عنہ کے منافی نہیں ہے۔

حدیث الباب میں سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کا اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

❀ ''میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ صحابہ کی جماعت............'' ایسا واقعہ ۸ھ ''غزوہ خبط'' میں پیش آیا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی زیرامارت تین سو مہاجرین و انصار کو مدینہ منورہ سے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام والمأموم، حدیث: ۷۵۵.

[2] سیرۃ ابن ھشام (ص: ۱۲۰).

[3] سبل الھدی والرشاد (۱۰/٤)، روض الانف (۳۱/۳).

پانچ دن کی مسافت پر سمندر کے کنارے قبیلہ جہینہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان مجاہدین کو توشے کا ایک ایک تھیلا دیا تھا، جس میں سے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ان کو ایک ایک چلو دیتے تھے پھر اس سے بھی کم کر دیا یہاں تک کہ ایک کھجور دیتے، جب یہ کھجوریں بھی ختم ہوگئیں تو درختوں کے پتے اور جھاڑیوں کے پھل کھانے تک نوبت پہنچی۔ اس طرح کی سخت غذا سے ان کے جبڑے پھٹ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف ان کے ہاتھ ایک بہت بڑی مچھلی لگی جسے وہ مہینہ بھر یا نصف ماہ تک کھاتے رہے۔ اس مچھلی کی ایک پسلی رکھی گئی جس کے نیچے سے ایک اونٹ مع اپنے سوار کے گذر سکتا تھا اس مچھلی کو ''عنبر'' کہتے ہیں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں موجود تھے۔ بعض نے کہا کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی مراد وہ غزوہ ہے جب وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہو کر جنگ کرتے اور ہمارا کھانا صرف حبلہ درخت کے پتے ہوتے۔ [1]

حدیث الباب میں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کا اشارہ اسی طرف ہے۔ واللہ اعلم۔ نیز حدیث الباب کا ترجمۃ الباب بھی یہی ٹکڑا ہے۔

صحابۂ کرام کی گذر و بسر کا بیان:

۵۲۔۳۷۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، ثَنَا عَمْرُوْ بْنُ عِيسَى ......

أَبُوْ نَعَامَةَ الْعَدَوِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ عُمَيْرٍ وَشُوَيْسًا أَبَا الرُّقَادِ قَالَا: بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ، وَقَالَ: انْطَلِقْ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِيْ أَقْصَى بِلَادِ الْعَرَبِ وَأَدْنَى بِلَادِ أَرْضِ الْعَجَمِ، فَاقْبِلُوْا حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِالمِرْبَدِ وَجَدُوْا هٰذَا الْكَذَّانَ فَقَالُوْا: مَا هٰذِهٖ؟ قَالُوْا: هٰذِهِ الْبَصْرَةُ، فَسَارُوْا حَتَّى إِذَا بَلَغُوْا حِيَالَ الْجِسْرِ الصَّغِيْرِ فَقَالُوْا: هٰهُنَا أُمِرْتُمْ فَنَزَلُوْا فَذَكَرُوْا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ، قَالَ: فَقَالَ عُتْبَةُ بْنُ عَزْوَانَ: لَقَدْ

''ابو نعامہ عدوی کہتے ہیں کہ میں نے خالد بن عمیر اور ابو الرقاد شویس سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو (ایک لشکر پر امیر مقرر کر کے) بھیجا اور فرمایا: ''تم اور تمہارے ساتھی سر زمین عرب کی انتہا اور سرزمین عجم کے قریب تک جاؤ (جب وہاں پہنچو) تو وہاں قیام کرنا، یہ تمام لوگ وہاں پہنچے، جب مقام مربد میں پہنچے تو وہاں انہوں نے سنگ مرمر پایا تو پوچھا یہ کونسی جگہ ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ بصرہ ہے، تو وہ اور چلتے گئے حتیٰ کہ (دجلہ کے) چھوٹے پل کے پاس پہنچ گئے تو کہنے لگے: اسی مقام پر تمہیں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ انہوں نے وہیں پڑاؤ کیا۔ پھر انہوں نے لمبی حدیث

[1] صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب ما کان النبی ﷺ واصحابہ یأکلون، حدیث: ۵۴۱۲

رَأَيْتَنِيْ وَإِنِّيْ لَسَابِعُ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتَّى تَقَرَّحَتْ أَشْدَاقُنَا، فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَقَسَمْتُهَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدٍ، فَمَا مِنَّا مِنْ أُولَئِكَ السَّبْعَةِ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ أَمِيْرُ مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ وَسَتُجَرِّبُوْنَ الْأُمَرَاءَ بَعْدَنَا۔"

بیان کی۔ راوی کہتا ہے: پھر عتبۃ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتواں شخص تھا، ہمارا کھانا صرف درختوں کے پتے تھے جن کے کھانے سے ہمارے جبڑے پھٹ گئے تھے۔ مجھے گری ہوئی ایک چادر ملی جس کو میں نے اپنے اور سعد کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کر لیا۔ اب ہم ان ساتوں میں سے ہر کوئی کسی نہ کسی علاقے کا (امیر) گورنر بن گیا ہے، اور تم عنقریب ہمارے بعد آنے والے امراء کا تجربہ کر لو گے۔''

تخریج: ...... یہ روایت مذکورہ قصہ کے ساتھ ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ابونعامہ عمرو بن عیسی ثقہ راوی تھے لیکن بعد میں مختلط ہو گئے البتہ سیدنا عتبہ بن غزوان کا یہ اصل خطبہ صحیح مسلم میں مروی ہے ضعف صرف امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے بھیجنے کے واقعہ میں ہے۔ واللہ اعلم۔ دیکھیے: مسند احمد بن حنبل (٤/١٧٤)، و (٥/٦١)، سنن ابن ماجه، كتاب الزهد (٢/٤١٥٦) مختصراً، صحيح مسلم، كتاب الزهد و الرقائق (٤/١٤ برقم ٢٢٧٨، ٢٢٧٩)

☆ **مفردات:**

اَلْاَقْصٰی: **اَلْاَبْعَدُ،** اسم تفضیل ہے اسکی جمع اقاص، قصوی آتی ہے، بہت دور، انتہا۔

اَلْاَدْنٰی: **اَلْاَقْرَبُ:** اسم تفضیل ہے اس کی جمع اَدَانٌ اور اَدْنُوْنَ آتی ہے، بہت ہی قریب

مِـرْبَـدٌ: **رَبَدٌ** سے اسم ظرف ہے جو ٹھہرنا اور باندھنا کے معنی میں مستعمل ہے، ہر وہ جگہ جہاں اونٹوں اور بکریوں کو باندھا جاتا ہے۔ البتہ یہاں مراد بصرہ کے قریب ایک بستی اور مقام کا نام ہے۔

اَلْکَذَّان: سنگ مرمر: سفید اور نرم پتھر۔

تشریح و فوائد: ...... جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا کہ یزدجرد نے عجم سے فوجی امداد منگوائی ہے اور وہ عرب پر بصرہ کے راستے حملہ آور ہونا چاہتی ہے تو امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تین سو مجاہدین اسلام کا ایک لشکر سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت روانہ فرمایا اور حکم دیا...... پھر راویوں نے تمام واقعہ مفصل طور پر بیان کیا۔ چونکہ وہ واقعات اس باب سے متعلق نہیں اس لیے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو چھوڑ دیا اور اصل مقصود بیان فرما دیا کہ ہم پر تنگ دستی اور تکلیف و مصائب کے وہ دور بھی آئے کہ ہم درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ اور آج یہ عالم ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی علاقے کا حاکم اور سربراہ ہے اور عنقریب تم ہمارے بعد کے حکام کو آزما کر دیکھو گے کہ وہ ہماری طرح نہ ہوں گے یعنی جو عدالت و امانت اور زہد و قناعت ہم

اصحابِ رسول ﷺ میں ہے وہ ان حکام میں نہیں ہوگا۔ اور یہ بات تجربہ نے ثابت کردی کہ ایسا ہی ہوا۔

تیس دن تک کھانے کو کوئی چیز میسر نہ ہوئی:

۵۲۔۳۷۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، ثَنَا رُوْحُ بْنُ أَسْلَمَ أَبُوْ حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ، ثَنَا ثَابِتٌ......

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ أُخِفْتُ فِيْ اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ وَلَقَدْ أُوْذِيتُ فِيْ اللّٰهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُوْنَ مِنْ بَيْنَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَا لِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُوْكَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيْهِ إِبْطُ بِلَالٍ."

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنا ڈرایا گیا کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا، اور مجھے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جتنی تکلیفیں دی گئیں اتنی کسی اور کو نہیں دی گئیں۔ مجھ پر تیس تیس دن رات ایسے گذرے تھے کہ میرے اور بلال کے پاس اتنا کھانا نہ ہوتا جو کوئی جاندار کھا سکے بجز اس تھوڑے سے کھانے کے، جو بلال کی بغل میں چھپا ہوا ہوتا تھا۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب صفة القيامة والرقائق والورع (۲۴۷۲/۴)، سنن ابن ماجه، المقدمه (۱۱۵/۱)، صحيح ابن حبان (۱۸۲/۸)

☆مفردات:

اُخِفْتُ: میں ڈرایا گیا ہوں، دھمکایا گیا ہوں۔ اِخَافَةٌ سے ہے جس کے معنی ڈرانا، دھمکانا، خوف دلانا، گھبراہٹ میں ڈالنا ہے۔ اُوْذِيْتُ: میں تکلیف دیا گیا ہوں۔ اذی سے ہے جس کے معنی اذیت دینا، تکلیف دینا ہے۔ يُوَارِیْ: يُخْفِيْ پوشیدہ کرنا، چھپانا۔ اِبْطٌ اور اِبِطٌ: بغل۔

تشریح وفوائد:

❀ نبی اکرم ﷺ نے جب تبلیغ اسلام شروع کی تو آپ ﷺ کو ہر ممکن طریقے سے ڈرایا گیا، آپ کے قتل تک کی سازشیں کی گئیں اور معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا مگر آپ ﷺ دعوتِ توحید دینے سے باز نہ آئے۔ پھر آپ ﷺ کے اصحاب کو مختلف قسم کی اذیتیں دی گئیں حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں ہجرت کا حکم دیا اور خود بھی مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور وہاں کی ابتدائی زندگی بھی نہایت تنگدستی اور صعوبت کی تھی بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے جب فتوحات کا دروازہ کھولا تو آسانیاں پیدا ہوگئیں ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾

❀ حدیث الباب سے نبی اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے گذر و بسر کی حالت واضح ہو رہی ہے۔ کہ کئی

کئی دن تک کھانے کی کوئی شیٔ میسر نہ ہوتی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر گوشت اور روٹی اکٹھے نہیں ہوئے:

۵۲۔۳۷۲: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنْبَأَ عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، ثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، ثَنَا قَتَادَةُ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْتَمِعْ عِنْدَهُ غَدَاءٌ وَلَا عَشَاءٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ إِلَّا عَلَى ضَفَفٍ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: قَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ كَثْرَةُ الْأَيْدِيْ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر کبھی صبح اور شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت اکٹھا نہیں دیکھا گیا مگر جبکہ اور لوگ (مثلاً مہمان وغیرہ) ساتھ شامل ہوں عبداللہ کہتے ہیں: بعض محدثین کے نزدیک ضَفَفٌ کا معنی ہاتھوں کا زیادہ ہونا ہے۔

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔مسند احمد بن حنبل (۳/ ۲۷۰)، صحیح ابن حبان (۸/ ۹۳۔۹۲)، طبقات ابن سعد (۱/ ۴۰۴)، اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی الشیخ (ص: ۳۰۰) وذکرہ الهیثمی فی المجمع (۵/ ۲۰) وقال: رواہ احمد وابو یعلی ورجالهما رجال الصحیح۔

☆ مفردات:

اَلْغَدَاءُ: صبح کا کھانا۔ **اَلْعَشَاءُ:** شام کا کھانا۔

تشریح: ...... مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے لیے اس کھانے کا اہتمام نہیں کیا ہاں جب کوئی مہمان وغیرہ آجاتے تو ان کے لیے جو کھانا تیار کیا جاتا، اس میں سے ہی مہمان کے ساتھ تناول فرما لیتے۔

آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر میسر نہ تھی:

۵۲۔۳۷۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِيْ فُدَيْكٍ، ثَنَا ابْنَ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدَبٍ......

عَنْ نُوْفَلِ بْنِ إِيَّاسٍ الْهُذَلِيِّ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَنَا جَلِيسًا، وَكَانَ نِعْمَ الْجَلِيسِ؛ وَإِنَّهُ انْقَلَبَ بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ، حَتَّى إِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ وَدَخَلَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ، وَأُتِيْنَا بِصَحْفَةٍ فِيهَا

''نوفل بن ایاس ہذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے ہم نشین تھے اور وہ ایک بہترین نیک ہم نشین تھے ایک دن وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے، وہ اندر تشریف لے گئے اور غسل فرما کر باہر آئے، پھر ہمارے سامنے ایک بڑا پیالہ رکھا گیا جس میں روٹی اور گوشت تھا،

خُبْزٌ وَلَحْمٌ، فَلَمَّا وُضِعَتْ بَكَى عَبْدُالرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ مَا يُبْكِيْكَ؟ فَقَالَ: هَلَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ وَأَهْلُ بَيْتِهِ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ، فَلَا أَرَانَا أُخِّرْنَا إِلَّا لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَنَا.

جب وہ رکھ دیا گیا تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ میں نے عرض کیا: ابومحمد! کونسی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے آپ پر گریہ طاری ہوا، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے مگر انہوں نے اوران کے اہل وعیال نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں جس لیے پیچھے چھوڑا گیا ہے اس میں ہماری بہتری نہیں ہے۔''

تخریج:...... یہ روایت ضعیف ہے۔ حلیة الاولیاء (۱/۹۹۔۱۰۰)، مجمع الزوائد (۱۰/۳۱۲)، راوی نوفل بن ایاس مجہول ہے۔

☆ **مفردات:**

اَلْجَلِيْسُ: ہم نشین۔ **اُتِيْنَا:** ہمارے لیے لایا گیا۔ **اِتْيَانٌ** مصدر ہے جس کا معنی حاضر کرنا، لانا ہے۔ فعل مجہول ہے۔ **صَحْفَةٌ:** بڑا پیالہ، کاسہ، جس سے پانچ آدمی سیر ہو جائیں۔

اُخِّرْنَا: ہمیں مؤخر کیا گیا، ہمیں مہلت دی گئی **تَأْخِيْرٌ** مصدر ہے جس کے معنی پیچھے کرنا، مہلت دینا ہے۔

باب ماجاء فی عیش رسول اللہ ﷺ مکمل ہوا۔ والحمد للہ علی ذلک.

☆............☆............☆

باب نمبر۵۳:

رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک کا بیان

(اس باب میں چھ احادیث ہیں)

سِنٌّ: دانت، درانتی یا کنگھی وغیرہ کا دندانہ، عمر، ریڑھ کی ہڈیوں کا کنارہ، اس کی جمع اَسْنَان آتی ہے۔ عرب لوگ کہتے ہیں هُوَ حَدِيْثُ السِّنِّ وہ نئی عمر کا ہے۔ هُوَ كَبِيْرُ السِّنِّ وہ بڑی عمر کا ہے وہ بوڑھا ہے۔ هُوَ سِنُّ فُلَانٍ، وہ فلان کا ہم عمر ہے۔

اس باب میں نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک کا ذکر ہے۔ کتب احادیث اور کتب سیر میں اس بارے میں تین روایات منقول ہیں پہلی یہ کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ برس تھی۔ دوسری یہ کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک پینسٹھ برس تھی۔ اور تیسری روایت یہ کہ عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔ آخری قول ہی زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہی روایت کی ہے۔ اور اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہی روایت کی ہے۔ [1]

سالوں کی تعیین کے ساتھ آپ ﷺ کی عمر مبارک:

۵۳۔۳۷۴: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، ثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، ثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، ثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحَى إِلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ.

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ (بعثت کے بعد) تیرہ برس مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور دس برس مدینہ منورہ میں گذارے، اور تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔''

تخریج: ...... صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار (۳۹۰۲/۷) صحیح مسلم، کتاب الفضائل (۸۲۷/٤)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفاة النبی ﷺ، حدیث: ٤٤٦٤۔٤٤٦٥. عن ابن عباس وعائشة رضی اللہ عنہم۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کم سن النبی ﷺ یوم قبض، حدیث: ٢٣٤٨۔٢٣٥٢. عن انس وعائشة وابن عباس ومعاوية رضی الله عنهم اجمعين.

تشریح: ...... مکہ مکرمہ ٹھہرنے کے متعلق بعض روایات میں تیرہ سال اور بعض میں دس سال منقول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی وحی کے بعد کچھ عرصہ فترۃ وحی رہی یعنی وحی بند رہی، یہ مدت تقریباً دواڑھائی سال کی ہے تو جنہوں نے تیرہ سال بتائے انہوں نے فترۃ کی مدت شامل کی اور کسر کا اعتبار نہ کیا، اور جنہوں نے دس سال بیان کی انہوں نے فترۃ کی مدت شامل نہ کی، بعض نے پندرہ سال بھی کہا ہے تو انہوں نے اس میں وہ عرصہ بھی شامل کیا جس آپ ﷺ نے صرف آواز سنی یا نور اور روشنی دیکھی مگر براہِ راست فرشتے کو نہیں دیکھا۔

پھر آپ ﷺ دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔ میرک کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی عمر بارے تین روایات ہیں ایک ساٹھ سال کی، ایک پینسٹھ سال کی اور ایک تریسٹھ سال کی۔ یہ آخری زیادہ مشہور ہے۔ ساٹھ سال والی روایت اور تریسٹھ سال والی روایت کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ کسر کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اور پینسٹھ سال والی روایت میں سال ولادت اور سال وفات کو شامل کر کے ذکر کیا گیا۔

مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کے قیام کا عرصہ بالاتفاق دس سال ہے۔

آپ ﷺ نے تریسٹھ برس کی عمر پائی:

۳۷۵ـ۵۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ......

عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ: أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَخْطُبُ يَقُوْلُ. مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ، وَأَبُوْبَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَأَنَا ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ سنةَ.

”جریر کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما تریسٹھ تریسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے، اور میں بھی تریسٹھ برس کی عمر کو پہنچ چکا ہوں۔“

تخریج: ...... صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قدر عمرہ و اقامۃ بمکۃ (۴/ ۱۲۰ برقم ۸۲۷)

سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیدنا امیر معاویہ بن ابوسفیان بن صخر بن حرب جلیل القدر صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے کاتبین وحی میں سے تھے۔ عقل و دانش اور فصاحت و بلاغت میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کے گورنر اور نہایت ذی شان خلیفہ تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ المسلمین سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت اسلامیہ ان کے حوالے کر دی۔ آپ بیس سال تک ملک شام کے گورنر رہے اور تقریباً بیس سال تک بلا شرکت غیر خلیفۃ المسلمین رہے۔ آپ ۶۰ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ کر

گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

تشــریــح: .... سیدنا امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی خواہش تھی کہ وہ بھی تریسٹھ برس کی عمر میں فوت ہو جائیں مگر ایسا نہ ہوا بلکہ انہوں نے ۸۰ یا ۸۷ یا ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۸۲ یا ۸۸ سال اور حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۶۳ یا ۶۵ یا ۷۰ یا ۵۸ سال (باختلاف روایات) کی عمر میں فوت ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی تریسٹھ بہاریں دیکھیں:

۳۷۶۔۵۳: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْبَصْرِيُّ ، ثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ.......

عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ سَنَةً.

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔''

تخریج:...... صحیح بخاری ، کتاب المناقب ، باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و کتاب المغازی (۴۴۶۶/۷)، صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب قدر عمرہ واقامتہ بمکۃ والمدینۃ (۱۱۵/۴ برقم ۲۰۱۸)

تشــریــح: .... یہ حدیث پہلی اور دوسری حدیث کی تائید کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ برس ہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینسٹھ برس تھی؟

۳۷۷۔۵۳: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ ، قَالَا: ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ، عَنْ خَالِدِ الْخَذَّاءِ ، حَدَّثَنِيْ عَمَّارٌ۔ مَوْلَى بَنِيْ هَاشِمٍ۔ قَالَ.......

سَمِعْتُ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّيْنَ.

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

تخریج:...... صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب کم اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ والمدینۃ (۱۲۲/۴ برقم ۲۸۲۷)

تشــریــح: .... اس روایت اور تریسٹھ سال والی روایت میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ تریسٹھ سال میں سال ولادت اور سال وفات شامل کیا گیا تو پینسٹھ برس عمر بنتی ہے ورنہ صحیح قول تریسٹھ برس کا ہی ہے۔

۳۷۸۔۵۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبَانٍ قَالَا: ثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ ، حَدَّثَنِيْ

أَبِی ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنْ دَغْفَلِ بْنِ حَنْظَلَةَ: أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّيْنَ . قال ابو عيسى: دغفل لانعرف له سماعا من النبى صلى الله عليه وسلم وكان موجودا فى زمان النبى صلى الله عليه وسلم .

''دغفل بن حنظلة رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔امام ترمذی فرماتے ہیں: ہمیں دغفل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع معلوم نہیں، البتہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے۔

تخریج:...... یہ روایت صحیح ہے۔دلائل النبوة (۷/ ۲٤٠)، اسد الغابة (۲/ ۱٦٠) ، مسند ابی یعلی الموصلی (۳/ ۲۳۳ برقم ۱٥٧۲).

سیّدنا دغفل بن حنظلہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی دغفل بن حنظلة بن زید بن عبدة الشیبانی الذهلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو نسب کے ماہر تھے ان کا نام حجر، جبکہ دغفل لقب ہے ان کی صحبت میں اختلاف ہے صحیح بات یہی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے لیکن رؤیت اور سماعت ثابت نہیں۔ایسے حضرات کو مؤرخین اور اہل المصطلح ''مُخَضْرَمُوْنَ'' کہتے ہیں۔آپ ۷۰ھ کو فوت ہوئے۔

وضاحت وتشریح کے لیے ملاحظہ فرمائیں اسی باب کی حدیث نمبر۱

مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال اقامت پذیر رہے:

۳۷۹۔۵۳: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَى الْأَنْصَارِیُّ ، ثَنَا مَعْنٌ ، ثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِی عَبْدِالرَّحْمَنِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ ، وَلَا بِالْقَصِيْرِ ، وَلَا بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ ، وَلَا بِالْآدَمِ ، وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ ، وَلَا بِالسَّبِطِ ، بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ ، وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو زیادہ دراز قامت تھے اور نہ ہی پست قامت تھے، رنگ مبارک نہ بہت زیادہ سفید تھا نہ ہی زیادہ گندمی، بال مبارک نہ ہی زیادہ گھنگریالے تھے نہ ہی بالکل سیدھے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا: (بعثت کے بعد) دس سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے ساٹھ برس کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو

سِنِيْـنَ ، وَتَـوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْـنَ سَـنَةً ، وَلَيْـسَ فِى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ .

فوت کیا، آپ ﷺ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

تخریج:...... صحیح بخاری و مسلم۔ مکمل تخریج اور تشریح حدیث نمبر ا کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

۵۳۔۳۸۰: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ......

عَـنْ رَبِيْـعَةَ بْـنِ أَبِىْ عَبْدِالرَّحْمَنِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ۔ نَحْوَهُ .

''ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا حدیث کی طرح روایت کی ہے۔

فائدہ :...... تفصیل حدیث نمبر ا کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

الحمد لله! باب ماجاء في سن رسول الله ﷺ مکمل ہوا۔

☆............☆............☆

باب نمبر ۵۴:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کا بیان

(اس باب میں چودہ احادیث ہیں)

وَفَاةٌ: واؤ کے فتح کے ساتھ یہ لفظ موت کے معنی میں آتا ہے۔ "وَفٰی" (بالتخفیف) پورا کرنے کو کہتے ہیں، عرب لوگ کہتے ہیں: "وَفٰی فلانًا" یعنی فلان کو اس کا حق دے دیا گیا۔ وَفٰی فَلَانٌ ای تَمَّ اَجَلَهٗ: اس نے اپنی مدت پوری کر لی، اپنا وقت مقررہ پورا کر لیا۔

نبی اکرم ﷺ کی سیرت و خصائل اور شمائل کے متعلق احادیث گذشتہ باب "باب سن رسول اللہ ﷺ" کے ساتھ مکمل ہو چکیں ہیں اب یہاں سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سید الانبیاء ﷺ کے متعلقات کا بیان فرماتے ہیں یہ تین ابواب ہیں باب وفاۃ النبی ﷺ، باب میراث رسول اللہ ﷺ اور باب ماجاء فی رؤیۃ رسول اللہ ﷺ فی المنام۔ یہ تینوں ابواب اپنے مضامین کے اعتبار سے مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں مختلف فیہ ہیں۔ تفصیل ان شاء اللہ اپنے اپنے مقام پر ذکر کی جائے گی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں چودہ احادیث ذکر کی ہیں۔

ہر ذی روح کے لیے پیدائش کی طرح موت بھی ایک طبعی امر ہے بمصداق ارشاد باری تعالیٰ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (ال عمران: ۱۸۵) خواہ وہ انسان ہو یا جن چرند و پرند ہو یا چوپائے۔ اشرف المخلوقات میں سے ہر نیک و بد، نبی و ولی، ادنی و اعلی موت جیسے طبعی امر سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ کائنات ارضی کے انتظامات پر مامور فرشتے بھی بالآخر موت کی آغوش میں چلے جائیں گے ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ (الرحمن: ۲۷) کہ زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔ صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بارے میں جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ وہ بھی اسی طرح واقعہ ہوئی جس طرح ایک عام آدمی پر موت واقعہ ہوتی ہے کہ روح مبارک جسم مبارک سے الگ ہو گئی۔ کیونکہ جب تک جاندار کی روح اس کے جسم میں موجود رہتی ہے۔ یہ حیات ہے اور جب روح جسم سے الگ ہو جاتی ہے تو جاندار کی وفات یا موت واقعہ ہو جاتی ہے۔ عام لفظوں میں موت کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ ((هُوَ اِنْفِكَاكُ الرُّوْحِ مِنَ الْجَسَدِ)) کہ روح کا جسم سے الگ ہو جانا" تاہم بعض علماء کا خیال ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام خاص طور پر خاتم الانبیاء جناب محمد

رسول اللہ ﷺ کی موت اسی طرح نہیں ہوئی کہ آپ کی روح کو جسم سے علیحدہ کر دیا گیا ہو بلکہ یہ ((اِنْقِبَاضُ الرُّوْحِ مِنَ الْجَسَدِ)) کہ روح جسم سے الگ نہیں ہوئی بلکہ منقبض کر کے قلب کے کسی خانہ میں بند کر دی گئی ہے۔ چونکہ انقباض روح کے ذریعے وارد ہونے والی موت کی صورت میں زندگی کے کچھ باقیات بھی رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا جب نبی اکرم ﷺ کو قبر میں اتارا گیا تو آپ اسی طرح حیات تھے جس طرح اس دنیا میں حیات تھے۔ مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ نصرۃ العلوم شرح شمائل ترمذی (۶۱۲/۲) میں فرماتے ہیں: ''یہ موقف سابقین میں سے ابوبکر العربی، اورمتاخرین میں سے مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرھم اصحاب دیوبند کا ہے۔'' یہ موقف معنوی اعتبار سے بریلی کے موقف کی ترجمانی کرتا ہے۔ اسی بات سے اصحاب دیوبند کے دونظریاتی گروہ بن گئے ایک دیوبند حیاتی اور دوسرے دیوبند مماتی پہلے گروہ کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اب بھی بقید حیات دنیویہ ہیں جب کہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ایسا سمجھنا نصوص صریحہ قرآن و حدیث اور اہل سنت کے مسلمات کے خلاف ہے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ ''مسئلہ حیات النبی ﷺ ادلہ شریعہ کی روشنی میں'' از شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تقریب'' (ص:۷) میں لکھتے ہیں:

''اس افسوسناک خلفشار کی ابتداء ایک تقریر سے ہوئی جو ایک جید دیوبندی عالم۔ صاحب علم وعرفان مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری دام مجدہ نے حنفیہ کرام ملتان کے ایک جلسہ میں فرمائی، جس پر ان کے رفقائے مذہب نے نہ صرف کہ اس وقت ہی ہنگامہ بپا کر دیا بلکہ بعد میں بھی فتویٰ بازی اور مضامین سازی کی مہم چلا دی۔ حتیٰ کہ خود مدرسہ دیوبند اور اس کے رسالہ ''دارالعلوم'' نے اس میں کافی دلچسپی لی۔''

ہمارا موقف انقباضی اور انفکا کی ہر دو طرح کی آلائشوں سے پاک ہے کہ عام انسانوں کی طرح نبی اکرم ﷺ بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور اس کے لیے لفظ ''موت'' جو عربی کے علاوہ اردو زبان میں اپنی واضح غیر متشابہ دلالت رکھتا ہے، کتاب وسنت میں بھی موجود ہے اور اقوال صحابہ وتابعین میں بھی رسول اللہ ﷺ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ((فافهم وتدبر ان كنت من العاقلين)) کوئی عقلمند بتائے کہ اگر آنحضرت ﷺ کی حیات بعد الممات کو، حیات دنیوی تسلیم کیا جائے تو بریلوی مکتبہ فکر پھر کیوں اس مسئلہ میں مطعون ہے وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ''آپ ﷺ اور دیگر انبیاء پر ایک آن کے لیے موت آتی ہے۔ اس کے بعد روحانی اور جسمانی لحاظ سے ان کو حقیقی زندگی اور ابدی حیات حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے ان کا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ ازواج کو نکاح ثانی کی اجازت نہیں۔'' فتاوی رضویہ از مولوی احمد رضا خاں (۶۱۰/۱)

حافظ ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ ''قصیدہ نونیہ'' (ص:۱۴۱) میں کیا خوب فرماتے ہیں۔

لو كان حيا في الضريح حياته قبل الممات بغير ما فرقان

مـاكان تحت الارض بل من فوقها — والـلـه هذى سنة الرحـمـن
اتـراه تـحـت الارض حيا ثم لا — يـفتيهـم بشـرايع الايـمـان
ويـريـح امـنـه مـن الارء — والـخـلف العظيم وسائر البهتان
ام كـان حيـاء عـاجزاً عن نطقـه — وعـن الـجـواب لسـائل لهفـان
وعن الحراك فما الحياة الملات قد — اثبتـمـوهـا اوضحـوا ببيـان

''اگر نبی اکرم ﷺ کی حیات بعد الممات، حیات دنیویہ ہے تو آپ ﷺ زمین کے نیچے کی بجائے عادتِ الٰہی کے مطابق اس کے اوپر رہتے، آپ ﷺ زمین کے نیچے بقیدِ حیات ہوں اور فتویٰ نہ دیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اختلاف سے اور ان پر بہتان سے نہ بچائیں؟ نیز اپنی امت کو آراء الرجال سے محفوظ نہ رکھیں؟ اگر دنیوی زندگی کی طرح زندہ ہوتے تو سوال کا جواب نہ دیتے؟ یا بولنے سے قاصر ہوتے؟ نیز اگر حرکت کرنے سے عاجز ہیں تو پھر زندگی نہ رہی، جسے آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔''

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ (مسئلہ حیات النبی ﷺ ص:۲۴۔۲۵ میں) فرماتے ہیں:

''دنیوی زندگی ماننے کی صورت میں اس قسم کے سینکڑوں عقلی سوال آپ پر عائد ہوں گے اور اسلامی تاریخ ایک لاینحل معمہ ہو کر رہ جائے گی۔ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت، سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی صلح، مختار بن عبید ثقفی کی عیاریاں، حرہ کا فتنہ، مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی نبوت ایسے حوادث، لیکن کہیں بھی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ آنحضرت ﷺ مداخلت فرمائیں۔ مسجد کے ایک خادم کی موت پر حضرت بے قرار ہوں اور قبر پر نماز جنازہ ادا فرمائیں اور سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان ذوالنورین اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین کی شہادت پر تعزیت کے لیے بھی تشریف نہ لائیں۔ عقل منداور ذہین لوگ آپ سے دریافت کریں گے کہ آخر یہ کیوں ہے؟''

مولانا سلفی رحمہ اللہ (ص:۲۵) پر ان ''حیاتی'' لوگوں سے مزید فرماتے ہیں:

''یہ سمجھ نہیں آیا کہ انبیاء علیہم السلام اور اہل اللہ کے حق میں ہم موت سے گھبراتے کیوں ہیں؟ موت کوئی بری چیز نہیں، نطفہ سے شروع ہو کر قبض روح، طفولیت، صبا، مراہقت، شباب، کہولت، شیخوخیت زندگی کے مختلف مراتب ہیں۔ ان میں پسندیدہ اور ناپسندیدہ عوارض ہیں۔ مگر انبیاء، صلحاء، اہل اللہ سب کو اس راہ سے گزرنا ہے۔ اس لیے کسی کے لیے ان میں سے کوئی منزل نہ تو خوشگوار ہے نہ موجب توہین۔ زندگی بہرحال ان منازل ہی سے تعبیر ہے۔ قرآن عزیز نے فرمایا: ﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملك: ۲) یعنی موت وحیات اسی دارالابتلاء کی منازل

ہیں جن سے ہر انسان کو گذرنا ہے۔ دنیوی زندگی سے آخرت تک پہنچنے کے لیے موت ایک پل ہے جسے سب کو عبور کرنا ہے۔ اس میں نہ تحقیر ہے نہ اہانت، اگر موت کوئی بری چیز ہے تو انبیاء اور صلحاء پر اسے ایک آن کے لیے بھی نہیں آنا چاہیے اور اگر واقعی آخرت کے سفر کی یہ بھی ایک منزل ہے تو اس کے لیے پیچ وتاب کھانے کی ضرورت نہیں۔ اسے اسی قانون سے آنا چاہیے جو ساری کائنات کے لیے اس کے خالق نے تجویز فرمایا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ((لَعَلِّیْ لَا اَلْقَاكَ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا)) [1] شاید میں تمہیں آئندہ نہ مل سکوں۔ اس طرح ایک خاتون سے فرمایا: ((اِنْ لَمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَابَكْرٍ)) [2] ''اگر میں زندہ نہ رہا تو تم (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا'' سورہ نصر کے نزول پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غم ہوا کہ آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ آپ رو دیے۔ آنحضرت ﷺ نے کچھ سنا اور ایک لمحہ کے لیے بھی اسے ناپسند نہیں کیا۔ [3] تاریخ، سیرت اور سنت کے دفاتر موت کے حوادث سے بھرپور ہیں۔ پھر معلوم نہیں ہم لوگ اس کے ذکر سے لرزہ براندام کیوں ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے تذکرہ سے از دیوبند تا بریلی ارتعاش کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ احادیث کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی وفات، موت، تجہیز وتکفین اور تدفین کے عنوان موجود ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے گھبراہٹ کیوں ہوتی ہے؟ بعض امہات المومنین نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سر کے بال کٹوا دیے اس لیے کہ اب ان کی ضرورت نہیں [4] کیونکہ حضرت انتقال فرما چکے، اسے موت کہیے، وصال کہیے آنحضرت ﷺ کو خلوت گزین فرمائیے، کوئی عنوان اختیار فرمائیے، حقیقت یہ ہے کہ جسم اور روح کا دنیوی پیوند ٹوٹ چکا ہے۔ یہی موت ہے جو برزخی احوال اور قبر کی زندگی کے منافی نہیں۔ بلکہ اس منزل تک پہنچنے کا ایک صحیح ذریعہ ہے...... مگر موت سے انکار اہل علم سے ایک شرمناک سانحہ ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کا آخری دیدار:

۵۴۔۳۸۱: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا،

[1] مجمع الزوائد (۱/۴۴۵)۔ مسند احمد (۲۱۰۴۰).

[2] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ ''لو کنت متخذا خلیلاً'' حدیث: ۳۶۵۹۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۳۸۶.

[3] صحیح بخاری.

[4] صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة، حدیث: ۳۲۰.

ثَنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: آخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشْفِ السِّتَارَةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَنَظَرْتُ إِلَى وَجْهِهِ كَأَنَّهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَكَادَ النَّاسُ أَنْ يَضْطَرِبُوْا فَأَشَارَ إِلَى النَّاسِ اَنِ اثْبُتُوا وَاَبُوْبَكْرٍ يَؤُمُّهُمْ وَأَلْقَى السِّجْفَ وَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آخری نظر جس سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ سوموار کا دن تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھایا تو میں نے آپ کے چہرہ انور کو دیکھا گویا کہ وہ قرآن کریم کا ورق تھا۔لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے قریب تھا کہ لوگ اپنی جگہوں سے حرکت کر جائیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہوں پر ٹھہرے رہو اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی امامت کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردے کو نیچے گرایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دن کے آخر میں وفات پا گئے۔''

تخریج:...... صحیح بخاری ، کتاب الاذان ، باب اهل العلم و الفضل احق بالامامة باب نمبر ٤٦ برقم ٦٧٩، صحیح مسلم ، کتاب الصلوة (١/٩٩ برقم ٣١٥)

☆ **مفردات:**

اَلسِّتَارَةَ: پردہ، وہ پردہ جو دروازوں پر لٹکایا جائے۔وَرَقَةُ مُصْحَفٍ: قرآن کا ورقہ ، مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوبصورت، صاف ستھرا اور روشن تھا، محبوب اور قابل تعظیم تھا۔اَلسِّجْفَ: پردہ، اس کی جمع سجوف اور اسجاف آتی ہے۔

تشریح و فوائد :......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن سوموار ہے، نیز اس روایت کے ظاہری معنی سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے آخر میں فوت ہوئے حالانکہ دیگر صحیح روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات چاشت کے وقت بتائی گئی ہے جو کہ پورے دن کا آخری حصہ نہیں بلکہ اول حصہ ہے البتہ یہ دن کے اول نصف کا دوسرا حصہ ضرور ہے۔اس قسم کے اطلاقات عربی زبان میں اکثر پائے جاتے ہیں۔لہذا یہاں بیان کردہ آخریت سے مراد دن کے اول نصف کا آخری حصہ ہے۔ واللہ اعلم۔

وفات کے وقت نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا:

٥٤-٣٨٢: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ ، ثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ مُسْنِدَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِيْ أَوْ قَالَتْ: إِلَى حِجْرِيْ فَدَعَا بَطَسْتٍ لِيَبُوْلَ فِيْهِ، ثُمَّ بَالَ فَمَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے کی طرف یا فرمایا کہ گود میں ٹیک لگائے ہوئے تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کرنے کے لیے ایک برتن منگوایا، پھر آپ نے اس میں پیشاب کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات واقع ہوگئی۔''

تخریج:...... صحیح البخاری، کتاب الوصایا (٢٧٤١/٥)، وکتاب المغازی (٤٤٥٩/٧)، صحیح مسلم، کتاب الوصیة (١٩/٣ برقم ١٢٥٧)

☆ **مفردات:**

مُسْنَدَةٌ: اَسْنَدَ يُسْنِدُ: إِلَى شَيْءٍ. کسی کو ٹیک لگانا۔ **اَلْحِجْر**: گود۔ **طَسْتٌ**: تھال

تشریح:...... اس روایت سے ظاہر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھے ہوئے فوت ہوئے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ((تُوُفِّيَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ بَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ)) [1] وفی روایة ((بَيْنَ حَاقِنِيْ وَذَاقِنِيْ)) [2] یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں میری باری کے دن میرے دل اور سینے کے درمیان، ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ میرے گلے اور ٹھوڑی کے درمیان فوت ہوئے۔ مستدرک حاکم اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک وفات کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا [3] مگر اس روایت کی کوئی سند صحیح نہیں۔ کما قال الحافظ.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری لمحات میں اپنے ہاتھ تر کر کے اپنے چہرۂ انور پر پھیر رہے تھے:

٥٤۔٣٨٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُوْسَى بْنِ سَرْجِسَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ، وَعِنْدَهُ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ، وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ، ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پر موت کی حالت طاری تھی اور آپ کے پاس ایک پیالہ پڑا ہوا تھا جس میں پانی تھا۔ آپ اپنا دست مبارک پیالہ میں ڈالتے پھر پانی سے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاته، حدیث: ٤٤٥١.

[2] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاته، حدیث: ٤٤٣٨.

[3] طبقات ابن سعد (٢٦٢/٢).

بِالْمَاءِ ثُمَّ يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ أَعِنِّیْ عَلَی مُنْكَرَاتِ)) أَوْ قَالَ: "عَلَی سَكَرَاتِ الْمَوْتِ."

چہرۂ انور صاف کرتے اور فرماتے: ''اے اللہ! موت کی سختیوں میں'' یا فرمایا ''موت کی بے ہوشیوں میں میری مدد فرما''

تخریج:...... یہ حدیث ضعیف ہے۔اس کی سند میں راوی موسیٰ بن سرجس مستور ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الجنائز، باب فی التشدید عند الموت (۹۷۸/۳)، سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب فی ذکر مرض رسول اللہ ﷺ (۱۶۲۳/۱)، مسند احمد بن حنبل (۶۴/۴، ۷۰، ۷۷، ۱۵۱)، طبقات ابن سعد (۲۵۸/۲) محدث العصر شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ مختصر الشمائل میں فرماتے ہیں: اس کی سند میں جہالت ہے (ص:۱۹۵)

☆ **مفردات:**

اَلْقَدَح: پیالہ، **مُنْكَرَاتِ الْمَوْت**: موت کی سختیاں۔ امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ حالت درجات کی بلندی ہے۔

تشریح: ...... معلوم ہوا کہ ایسی سخت حالت میں اسی طرح کرنا چاہیے اگر مریض خود نہ کر سکے تو اس کے پاس والے کریں تاکہ اس سے اس کی تکلیف کم ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی شدت مرض:

۵۴-۳۸۴: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ، ثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَعِيْلَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَ: لَا أَغْبِطُ أَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِیْ رَأَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قال ابو عيسى: سالت ابا زرعة فقلت له من عبدالرحمن بن العلاء هذا قال هو عبدالرحمن بن علاء بن لجلاج.

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے نبی اکرم ﷺ کی وفات پر شدت تکلیف کا مشاہدہ کرنے کے بعد کسی شخص کی موت کی آسانی پر رشک نہیں ہوا۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابوزرعہ سے دریافت کیا کہ یہ عبدالرحمان بن علاء کون شخص ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ عبدالرحمٰن بن علاء بن لجلاج ہیں۔''

تخریج:...... سنن ترمذی کی سند سے یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس میں عبدالرحمان بن العلاء بن اللجلاج ہے جسے امام ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا۔ گویا یہ مجہول ہے لیکن سنن نسائی میں یہ روایت دوسری سند سے مروی ہے اسی طرح صحیح بخاری میں بھی ہے دیکھیے: سنن ترمذی، ابواب الجنائز (۹۷۹/۳)، سنن نسائی، کتاب الجنائز

(١٨٢٩/٤)، صحیح البخاری ، کتاب المغازی (٤٤٤٦/٧)

☆مفردات:

لَا اَغبِطُ: میں رشک نہیں کرتی ہوں۔ اَلْغُبْطَةُ: خوشی، رشک۔ رشک کے معنی دوسرے کے مال و جاہ کی خواہش اور آرزو کرنا، اس کے زوال کی اس سے خواہش نہ کرکے۔ اور اگر دوسرے سے زوال کی خواہش کرکے اپنے لیے آرزو کر جائے تو یہ حسد ہے۔

تشریح: ...... یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ شدت آپ ﷺ کی موت میں نہیں تھی بلکہ شدت موت سے قبل آنے والے بخار اور بیماری کی تھی مثلاً بے ہوشی، اپنے آپ پر پانی ڈالنا، کثرت غش کا غالب آنا۔ تو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا موت سے قبل اگر کسی کو زیادہ تکلیف نہ ہوتی تو اس پر رشک نہ کرتیں، اور اس تکلیف کے نہ ہونے کو میت کے اعزاز و اکرام اور نیکی و صالحیت میں شمار نہ کرتیں۔

انبیاء کا جس جگہ انتقال ہوتا ہے اسی جگہ وہ مدفون ہوتے ہیں:

٥٤۔٣٨٥: حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، ثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِى بَكْرٍ۔ هُوَ ابْنُ الْمُلَيْكِيِّ۔ عَنِ ابْنِ أَبِى مُلَيْكَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوْا فِى دَفْنِهِ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا نَسِيْتُهُ قَالَ: ((مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا فِى الْمَوْضِعِ الَّذِى يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيْهِ))، فَدَفَنُوْهُ فِىْ مَوْضِعِ فِرَاشِهِ .

”ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ کے دفن کرنے کی جگہ بارے مختلف آراء پیدا ہو گئیں۔ تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بات سنی ہے جسے میں بھولا نہیں (بلکہ اچھی طرح یاد ہے) آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ”انبیاء کی وفات وہیں ہوتی ہیں جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ ﷺ کو اسی جگہ دفن کیا جہاں آپ ﷺ کا بستر تھا۔“

تخریج:...... یہ حدیث اپنے دیگر طرق کے ساتھ صحیح ہے۔ شمائل ترمذی کی سند میں عبدالرحمان بن ابی بکر الملیکی ضعیف الحفظ ہے۔ سنن ترمذی، ابواب الجنائز (١٠١٨/٣)، سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز (١٦٢٨/١)، مسند احمد بن حنبل (٨/١)، طبقات ابن سعد (٢٩٢/٢، ٢٩٣) فتح الباری (٦٣١/١).

تشریح: ...... عرب کے لوگ انبیاء علیہم السلام کی تجہیز و تکفین اور تدفین سے نابلد تھے کیونکہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام

کے بعد سرزمین عرب میں کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ بلکہ آپ ﷺ سے پہلے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کو تقریباً چھ صدیاں ہو چکیں تھیں تو آپ ﷺ کے صحابہ کے درمیان یہ اختلاف ہوا کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے۔ بعض روایات میں اس اختلاف کی تفصیلات بھی مذکور ہیں کہ بعض نے کہا آپ ﷺ کو آپ کے وطن مالوف مکہ مکرمہ میں دفن کیا جائے کہ وہاں بیت اللہ الحرام بھی ہے بعض نے کہا بیت المقدس میں تدفین کی جائے کہ وہاں بہت سے انبیاء کی قبور ہیں۔ بعض نے مدینہ کے قبرستان بقیع میں تدفین کا مشورہ دیا۔ اسی دوران سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث بیان کی جو باب میں مذکور ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی تدفین آپ ﷺ کے بستر والی جگہ پر کی گئی جو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تھی۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بوسہ دیا:

٥٤ـ٣٨٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ، وَسَوَّارُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا: أَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مُوْسَى بْنِ أَبِيْ عَائِشَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ رضي الله عنهما ؛ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا مَاتَ.

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یقیناً سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی وفات کے بعد بوسہ دیا۔''

تخریج:...... صحيح بخاری، كتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ (٧/٤٤٥٦)

تشــریـــح: ...... سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بوسہ آپ ﷺ کی اتباع میں ہی دیا ہے کیونکہ سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو بوسہ دیا، اور آپ ﷺ کے آنسوان کے چہرے پر گرے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ میت کو بوسہ دینا اور اس پر فطری آنسو بہانا جائز ہے۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کو خراج عقیدت:

٥٤ـ٣٨٧: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، ثَنَا مَرْحُوْمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الْعَطَّارُ، عَنْ أَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ بَابَنُوْسٍ......

عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَبَابَكْرٍ رضي الله عنهما دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ فَوَضَعَ فَمَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى سَاعِدَيْهِ وَقَالَ: وَانَبِيَّاهُ وَاصفِيَّاهُ

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یقیناً سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان پر داخل ہوئے اور اپنا لب رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کے درمیان رکھا، اور اپنے ہاتھ نبی اکرم ﷺ کی کلائیوں پر رکھے، اور

وَاخَلِيْلَاهُ.

فرمایا: ہائے اللہ کے نبی، ہائے اللہ کے مخلص ترین ساتھی، ہائے اللہ کے مخلص ترین دوست۔‘‘

تخریج: ...... یہ حدیث حسن ہے۔ مسند احمد بن حنبل (٢٢٠،٣١/٦)، طبقات ابن سعد (٢٦٥/٢)، مسند ابی یعلی موصلی (٥٤/١ برقم ٤٤)

☆مفردات:

اَلسَّاعِدُ: کلائی۔

وَانَبِيَّاهُ: واوَ بالالف ”وَا“ یہ حرف نداء ہے جو مصیبت اور رنج وغم میں کسی کے لیے بولا جاتا ہے۔

اَلصَّفِيُّ: مخلص ترین ساتھی

خَلِيْلٌ: ایسا دوست جو انتہائی مخلص ہو۔ دلی دوست یہ خلّةٌ سے مشتق ہے ہر وہ محبت جو دل کو غیر سے مستغنی کر دے، مراد وہ دوست ہے جس کو اپنی کامل محبت کے لیے چن لیا ہو۔

تشریح و فوائد: ...... سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مذکورہ کلمات بطور قلق واضطراب نہیں کہے، بلکہ آہستہ آواز سے کہے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ جزع وفزع اور قلق واضطراب ممنوع ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ اگر نوحہ اور ندبہ نہ ہو تو میت کے اوصاف گننا منع نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کی وفات سے ہر چیز تاریک ہوگئی:

٣٨٨-٥٤: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ...... عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَلَمَّا نَفَضْنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْدِيْ وَإِنَّا لَفِيْ دَفْنِهِ حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا.

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب (ہجرت کے موقع پر) مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مدینہ کی ہر شیء روشن تھی اور جس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو ہر شی (غم کی وجہ سے) تاریک تھی۔ ہم نے ابھی ہاتھوں سے خاک نہ جھاڑی تھی اور دفن میں مشغول تھے کہ اسی دوران ہی ہم نے اپنے دلوں کو پہلے سے اجنبی محسوس کیا۔“

تخریج: ...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ (٣٦١٨/٥)، سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز (١٦٣١/١)، مسند احمد بن حنبل (٢٢١/٣، ٢٦٨)، صحیح ابن حبان (٢١٨/٨)، مستدرك حاكم (٥٧/٣) امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث صحیح مسلم کے روایت کرنے والوں نے روایت کی ہے۔ اور

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کی ہے۔ طبقات ابن سعد (۲/ ۲۷۴)

تشریح وفوائد:

❀ یعنی نبی اکرم ﷺ کی آمد کی خوشی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مدینہ کی ہر شیء روشن نظر آتی تھی اور جب دس سال بعد آپ ﷺ نے آخرت کے لیے رختِ سفر باندھا تو آپ ﷺ کی جدائی کے غم کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ہر چیز تاریک نظر آتی تھی۔ ان پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ اگلی روایات میں جانثاران مصطفیٰ کی پریشانی کے مذید احوال مذکور ہیں۔

❀ حَتَّى اَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے یہ کلمہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے دلوں میں وہ کیفیت اور نرمی محسوس نہیں کر رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ہوتی تھی۔ بعض بد باطن شیعہ حضرات نے یہاں سے یہ دلیل لی ہے کہ (نعوذ باللہ) صحابہ تمام کے تمام مرتد ہو گئے تھے۔ یہ خیال باطل ہے حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے دلوں میں وہ کیف وسرور اور نرمی، جو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں محسوس کرتے تھے، اب آپ ﷺ کی جدائی اور مفارقت کی وجہ سے مفقود ہوگئی، پھر جب ان کی طبائع سنبھل گئیں تو تمام معاملات درست ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ سوموار کے دن فوت ہوئے:

۵۴۔۳۸۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، ثَنَا عَامِرُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ...... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ.

”ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات سوموار کے دن ہوئی۔“

تخریج:...... یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ شمائل کی سند میں عامر بن صالح متروک الحدیث ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت دو سندوں سے نقل کی ہے لیکن دونوں مرسل ہیں۔ لیکن اس سند کے علاوہ دیگر سندوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری، کتاب الجنائز (۲/ ۱۳۸۷) میں تفصیلی روایت ہے۔ اسی طرح مسند احمد (۶/ ۴۵، ۱۱۸، ۱۳۲) میں بھی ہے اور اس روایت کا ایک شاہد سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سنن نسائی کتاب الجنائز (۴/ ۱۸۴) میں مروی ہے۔

تشریح و فوائد:...... نبی اکرم ﷺ کا یوم وفات تمام علماء تاریخ اور محدثین کے ہاں سوموار ہے اس پر سب کا اتفاق ہے۔ البتہ تاریخ وفات میں تاریخ پیدائش کی طرح اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر کے نزدیک آپ ﷺ کی وفات ۱۲۔ ربیع الاول کو ہوئی، یہی قول صحیح اور راجح ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کو بدھ کی رات قبر مبارک میں اُتارا گیا:

۵۴۔۳۹۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِی عُمَرَ، ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ......

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَثْنَيْنِ، فَمَكَثَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَيْلَةَ الثَّلَاثَاءِ وَدُفِنَ مِنَ اللَّيْلِ. وَقَالَ سُفْيَانُ وَغَيْرُهُ: يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِيْ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ.

’’جعفر بن محمد اپنے والد (محمد الباقر) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سوموار کے دن فوت ہوئے۔ آپ ﷺ کا جسد مبارک سوموار اور منگل کی رات تک (لوگوں کے درمیان) رہا اور پھر رات کو تدفین عمل میں آئی۔ راوی سفیان بن عینیہ اور دیگر فرماتے ہیں: ہم نے رات کے آخری حصہ میں پھاؤڑوں کی آواز سنی۔‘‘

تخریج:...... یہ روایت سند کے اعتبار سے مرسل ہے۔ اگرچہ متن صحیح ہے۔ طبقات ابن سعد (۲/۲۷۳)، مسند احمد بن حنبل (۶/۶۲)

تشریح و فوائد :...... نبی اکرم ﷺ کی تدفین میں تاخیر اس لیے کی گئی کہ آپ ﷺ کی وفات میں فجأۃ تھی تو وفات کے یقینی وقوع کے انتظار میں، نیز اس عظیم مصیبت اور بہت بڑی آزمائش نے مسلمانوں کے ذہنوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ کچھ بولنے سے عاجز ہو گئے، کچھ بالکل بیہوش ہو گئے اور بعض نے تو آپ ﷺ کی وفات میں شک کیا۔ اس کے علاوہ نماز جنازہ کا طریقہ اور اس پر صرف ہونے والا وقت بھی تاخیر کی ایک وجہ ہے۔ علاوہ ازیں اجتماعی معاملات میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لیے آپ ﷺ کے جانشین کا تقرر بھی ضروری تھا۔ ان تمام معاملات کو سلجھانے کے بعد جسدِ اطہر کو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں سپرد خاک کیا گیا۔

منگل کے دن تدفین والی روایت ضعیف ہے:

۵۴۔۳۹۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِی نَمْرٍ......

عَنْ أَبِیْ سَلْمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاثْنَيْنِ وَدُفِنَ يَوْمَ الثَّلَاثَاءِ. قَالَ ابو عيسىٰ: هذا حديث غريب.

’’ابو سلمہ بن عبدالرحمان بن عوف فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سوموار کو فوت ہوئے اور منگل کے روز دفن کیے گئے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔‘‘

تخریج:...... یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ یہ مرسل ہے ابو سلمہ بن عبدالرحمان بن عوف تابعی ہیں اور صحابی کے واسطہ کے بغیر

روایت کرتے ہیں محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بلکہ یہ حدیث ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی متقدم حدیث کے منافی ہونے کی وجہ سے منکر ہے۔ اس لیے تطبیق کی ضرورت نہیں (مختصر الشمائل ص: ۱۹۸) نیز دیکھیے طبقات ابن سعد (۵۸۲/۲)

سکرات الموت میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امامت کا حکم دیا:

۵۴۔۳۹۲: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، أَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: ثَنَا سَلْمَةُ بْنُ نُبَيْطٍ، أَخْبَرَنَا عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ نُبَيْطِ بْنِ شَرِيْطٍ......

عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ؛ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: أُغْمِيَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ. فَأَفَاقَ. فَقَالَ: ((حَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟)) فَقَالُوْا: نَعَمْ. فَقَالَ: ((مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ. وَمُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ)) أَوْ قَالَ: ((بِالنَّاسِ)) قَالَ: ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ، فَأَفَاقَ، فَقَالَ: ((حَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟)) فَقَالُوْا: نَعَمْ. فَقَالَ: ((مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ. وَمُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)). فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبِي رَجُلٌ أَسِيْفٌ إِذَا قَامَ ذٰلِكَ الْمُقَامَ بَكَى فَلَا يَسْتَطِيْعُ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَهُ قَالَ: ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ: فَأَفَاقَ، فَقَالَ: ((مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ. وَمُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)). فَإِنَّ كُنَّ صَوَاحِبُ أَوْ صَوَاحِبَاتُ يُوْسُفَ)) قَالَ، فَأُمِرَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ. وَأُمِرَ أَبُوْ بَكْرٍ فَصَلَّى بِالنَّاسِ.

''صحابی رسول سالم بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی بیماری میں غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو فرمایا: ''کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: جی ہاں، فرمایا: ''بلال کو حکم دو کہ وہ اذان کہیں، اور ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا: ''کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟'' عرض کیا گیا: جی ہاں۔ فرمایا: ''بلال کو حکم دو کہ وہ اذان کہے اور ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر بیہوشی طاری ہوگئی اور جب افاقہ ہوا تو فرمایا: ''کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟'' عرض کیا گیا: جی ہاں۔ فرمایا: ''بلال کو حکم دو کہ وہ اذان کہے اور ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والد رقیق القلب ہیں، جب وہ آپ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو رونے لگیں گے اور نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھیں گے۔ آپ کسی اور کو حکم فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر بے ہوشی طاری ہوگئی، جب افاقہ ہوا تو فرمایا: ''بلال کو حکم دو کہ وہ اذان کہے اور ابوبکر کو حکم دو

ثُــمَّ إِنَّ رَسُــوْلَ الــلّٰـهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ وَجَدَ خِفَّةً، فَقَالَ: ((انْظُرُوْا لِي مَنْ أَتَّكِي عَلَيْهِ)) فَجَاءَ تْ بَرِيرَةُ وَرَجُلٌ آخَـرُ، فَاتَّكَأَ عَلَيْهِمَا. فَلَمَّا رَآهُ أَبُوبَكْرٍ، ذَهَبَ لِيَنْكُصَ. فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ، أَنْ يَثْبُتَ مَكَانَهُ. حَتَّى قَضَى أَبُوْبَكْرٍ صَلَاتَهُ. ثُمَّ إِنَّ رَسُـوْلَ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِـضَ فَـقَالَ عُمَرُ: وَاللّٰهِ لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَـذْكُـرُ أَنَّ رَسُـوْلَ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ قُبِضَ إِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هٰذَا. قَالَ: وَكَانَ النَّاسُ أُمِّيِّينَ لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَـهُ فَـأَمْسَكَ النَّاسُ، فَقَالُوْا: يَا سَـالِـمُ انْطَلِقْ إِلَى صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْعُهُ، فَأَتَيْتُ أَبَـابَـكْـرٍ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتَيْتُهُ أَبْكِي دَهِشًـا، فَـلَمَّا رَآنِي قَالَ: أَقُبِضَ رَسُوْلُ الـلّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: إِنَّ عُـمَـرَ يَـقُـوْلُ: لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ إِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هٰذَا، فَقَالَ لِيْ: انْـطَلِقْ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَجَاءَ هُوَ وَالنَّاسُ قَـدْ دَخَـلُوْا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْرِجُوْا لِـيْ فَـأَفْرَجُوْا لَهُ فَجَاءَ حَتَّى أَكَبَّ عَلَيْهِ

کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم تو ان عورتوں کی طرح ہو جو یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھیں۔'' چنانچہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تو انہوں نے اذان کہی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود میں کچھ افاقہ اور کچھ ہلکا پن محسوس کیا تو فرمایا: ''کوئی آدمی دیکھو! جس پر میں ٹیک لگاؤں۔'' تو بریرہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ) اور دوسرا شخص آیا۔ آپ ان دونوں پر ٹیک لگا کر نکلے۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو واپس پیچھے مڑنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر ہی رہو۔ یہاں تک کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پوری کر لی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ ''جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے تو میں اپنی اس تلوار سے اس کی گردن اتار دوں گا۔'' راوی بیان کرتا ہے کہ اکثر لوگ امی تھے اور اس سے پہلے ان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات پر سب خاموش ہو گئے پھر بعض لوگوں نے سالم رضی اللہ عنہ کو کہا: جاؤ! اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو بلا لاؤ۔ سالم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دہشت کے مارے روتا ہوا پہنچا وہ اس وقت مسجد میں تھے۔ جب انہوں نے مجھے آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا، کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے؟ میں نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے نہیں سننا چاہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ جو ایسا کہے گا میں اپنی اس تلوار

وَمَسَّهُ، فَقَالَ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ﴾ (سورة الزمر: ٣٩) ثُمَّ قَالُوْا: يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَعَلِمُوْا أَنْ قَدْ صَدَقَ، قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَيُصَلَّى عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالُوْا: وَكَيْفَ؟ قَالَ: يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَدْعُوْنَ، ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ، ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَدْعُوْنَ، ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ حَتَّى يَدْخُلَ النَّاسُ، قَالُوْا: يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، أَيُدْفَنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالُوْا: أَيْنَ؟ قَالَ: فِيْ الْمَكَانِ الَّذِيْ قَبَضَ اللّٰهُ فِيْهِ رُوْحَهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوْحَهُ إِلَّا فِيْ مَكَانٍ طَيِّبٍ فَعَلِمُوْا أَنَّ قَدْ صَدَقَ، ثُمَّ أَمَرَ أَنْ يُغَسِّلَهُ بَنُوْ أَبِيْهِ وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَتَشَاوَرُوْنَ فَقَالُوْا: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِيْ هَذَا الْأَمْرِ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: مِنَّا أَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيْرٌ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: مَنْ لَهُ مِثْلُ هَذِهِ الثَّلَاثَةِ؟ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِيْ الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا.

سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے فرمانے لگے چلو چلتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے ہمراہ چل پڑا۔ جب آپ تشریف لائے تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر جمع ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا: لوگو! مجھے راستہ دو، چنانچہ لوگوں نے آپ کے لیے راستہ خالی کر دیا۔ آپ آئے ور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوا (بوسہ دیا) اور یہ آیت پڑھی ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ﴾ (سورة الزمر: ٣٩) بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ لوگ بھی فوت ہونے والے ہیں۔ لوگوں نے کہا: اے رسول اللہ کے ساتھی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں؟ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ لوگوں کو یقین آ گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر لوگ کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ بھی پڑھیں گے؟ فرمایا: ہاں۔ تو انہوں نے عرض کیا: کیسے؟ فرمایا: ایک جماعت حجرہ کے اندر جائے، وہ تکبیر کہے، دعا کرے اور آپ پر درود پڑھ کر باہر آ جائے، پھر دوسری جماعت داخل ہو، وہ تکبیر کہے، درود پڑھے اور دعا کر کے باہر آ جائے۔ اس طرح سب لوگ نماز جنازہ پڑھیں۔ پھر لوگوں نے پوچھا: اے صاحب رسول! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا جائے گا؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا کس جگہ؟ فرمایا: اسی جگہ جہاں آپ کی روح قبض کی گئی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو پاکیزہ جگہ پر ہی قبض کیا ہے۔ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔ پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی غسل دیں۔ اس دوران میں مہاجرین جمع

مَنْ هُمَا؟ قَالَ: ثُمَّ بَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعُوْهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ بَيْعَةً حَسَنَةً جَمِيْلَةً.

ہو کر (امر خلافت کے بارے میں) مشورہ کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: آؤ! اپنے انصاری بھائیوں کے......

...... پاس بھی چلیں تا کہ انہیں بھی اس معاملہ میں اپنے ساتھ شریک کر لیں۔ (جب ان کے پاس گئے) تو انہوں نے کہا: ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ اس کے جواب میں سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کون شخص ہے جو ان تین فضائل سے متصف ہو (جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں بیان کر دیا ہے) (۱) دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے (۲) جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھی سے فرمایا، خوف نہ کھاؤ (۳) بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ دونوں کون تھے؟ راوی بیان کرتا ہے پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر دوسرے لوگوں نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر نہایت اچھی اور خوش اسلوبی سے بیعت کی۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلوة والسنة فيها، باب ماجاء فی صلوة رسول الله ﷺ فی مرضه، صحیح ابن خزيمة (۳/ ۲۰، ۵۹)، المعجم الكبير للطبرانی (۷/ ۵۶ برقم ۶۳۶۷)، حلية الاولياء (۱/ ۳۷۱)، دلائل النبوة (۷/ ۲۵۹)، السنن الكبرى للنسائی، كتاب الوفاة (۴۲، ۴۳)

سیّدنا سالم بن عبید اشجعی رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا سالم بن عبید اشجعی رضی اللہ عنہ ہیں اہل صفہ میں سے تھے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست ''تشمیت العاطس'' والی روایت بیان کی [1] علاوہ ازیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے اکتساب فیض کرنے والوں میں خالد بن عرفجہ، ھلال بن بساط، نبیط بن شریط کے نام ملتے ہیں۔ سنن اربعہ اور صحیح مسلم کے رجال میں سے ہیں۔

☆ مفردات:

أُغْمِيَ: عَلَى الْمَرِيْضِ اى عُرِضَ لَهُ مَا اَفْقَدَهُ الْحِسّ، بے ہوش ہو جانا۔

اَفَاقَ: مِنْ مَرضه اى رَجَعَ إِلَى صِحَّتِهِ، ہوش میں آنا۔

أَسِيْفٌ: حَزِيْنٌ، سَرِيْعُ الْحَزْنِ لِدِقَّةَ قَلْبِهِ، غمگین۔

صَوَاحِبَاتُ يُوْسُفَ: اَىْ مِثْلُهُنَّ فِىْ اِظْهَارِ خِلَافِ مَايَبْطُن.

بَرِيْرَةٌ: هِىَ مَوْلَاةٌ لِعَائِشَةَ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔

لِيَنْكُصُ: نَكَصَ سے ہے جس کے معنی لوٹنا، پیچھے ہٹنا ہے۔

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی تشمیت العاطس، حدیث: ۵۰۳۱۔ سنن ترمذی (۲۷۴۰)

اُمِّیِّیْنَ: ای لَایَقْرَؤُنَ وَلَا یَکْتُبُوْنَ نِسْبَۃٌ إِلَی الْأُمِّ. ان پڑھ۔

دَھِشًا: مُتَحَیِّرًا. حیران اور دہشت زدہ۔

اَکَبَّ: جھکنا اِکْبَابٌ سے ہے جھک پڑنا۔

تشریح وفوائد:

❀ اُغْمِیَ عَلَیْهِ: نبی اکرم ﷺ اپنی آخری بیماری میں بار بار بے ہوش ہو جاتے، یہ ضعف بدن کی وجہ سے تھا نہ کہ محض بے ہوشی؛ کیونکہ آپ ﷺ سخت بخار کی وجہ سے زیادہ ہی کمزور ہو گئے تھے۔

❀ فَاِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ: وجہ شبہ یہ ہے کہ عزیز مصر کی عورت زلیخا نے عورتوں کو مہمان نوازی کے طور پر دعوت دی مگر اس کی نیت اس سے زائد تھی اور وہ یہ کہ ان کو یوسف علیہ السلام کا حسن دیکھایا جائے تا کہ وہ اس کو یوسف علیہ السلام کے ساتھ محبت کرنے پر معذور سمجھیں اور اس کو ملامت کرنا ترک کر دیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد محترم سے امامت کو ہٹانے کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ غمگین ہیں اس لیے مقتدیوں کو قرأت کی آواز نہیں سنا سکیں گے کیونکہ وہ دوران قرأت رو پڑیں گے مگر درحقیقت ان کے دل میں اس سے زائد مقصد بھی تھا اور وہ یہ کہ لوگ ان سے نحوست پکڑیں گے کیونکہ جو بھی آپ ﷺ کی جگہ پر کھڑا ہو گا لوگ اسے اچھا نہیں سمجھیں گے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی روایات میں اس کی صراحت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ [1]

❀ وَاُمِرَ اَبُوْبَکْرٍ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ: اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تو انہوں نے نماز پڑھائی، علامہ دمیاطی کہتے ہیں کہ اس دوران میں کل سترہ نماز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائیں۔

❀ فَجَاءَتْ بَرِیْرَۃُ وَرَجُلٌ آخَرُ: بریرہ اور ایک دوسرا آدمی آئے...... صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں دو آدمیوں کا ذکر ہے۔ ایک سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی طرح ایک روایت میں سیدنا عباس کے ساتھ فضل بن عباس کا ذکر آتا ہے دیگر روایات میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر آتا ہے ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ تمام لوگ باری باری آپ ﷺ کے ساتھ جاتے رہے اور متعدد دفعہ آپ ﷺ باہر نکلے۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، حدیث: ٤٤٤٥ ۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استخلاف الامام، حدیث: ٩٣/٤١٨.

[2] دیکھئے: فتح الباری (٢/٢٦٢).

❀ حدیث الباب سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کمال علم وفضل اور کتاب اللہ اور سنت رسول کے علم کی گہرائی معلوم ہوتی ہے نیز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حوصلہ، ضبط اور بردباری کا پتہ چلتا ہے۔

❀ اس حدیث سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ عام طریقہ کے مطابق باجماعت ادا نہیں کی گئی تھی بلکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق دس دس افراد نے حجرہ مبارک میں داخل ہو کر حمد وثنا اور درود پڑھا اور دعا کی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحات میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دردناک الفاظ:

۵۴۔۳۹۳: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ ثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ شَيْخٌ بَاهِلِيٌّ قَدِيْمٌ بَصَرِيٌّ ، ثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ؛ قَالَ: لَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ رضي الله عنها وَاكَرْبَاهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا كَرْبَ عَلَى أَبِيْكِ بَعْدَ الْيَوْمِ. إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ أَبِيْكِ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ مِنْهُ أَحَدًا. الْمُوَافَاةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الوفات میں سخت تکلیف برداشت فرما رہے تھے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: ہائے میرے باپ کی تکلیف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آج کے بعد تیرے والد کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ یقیناً تیرے باپ پر وہ وقت آ گیا جو کسی ایک کو نہیں چھوڑتا۔ اب قیامت کے دن ہی ملاقات ہوگی۔“

تخریج: ...... یہ حدیث اس سند سے صحیح نہیں ہے۔ البتہ صحیح بخاری میں دوسری سند سے مروی ہے دیکھیے صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفاته (٤٤٦٢/٧)

☆ **مفردات:**

كَرْبٌ: مصیبت، تکلیف۔

اَلْمُوَافَاةُ: ای الملاقاة. ملنا۔

تشریح: ...... کیونکہ یہ سب تکالیف اس وجہ سے ہیں کہ جسم اور روح کا آپس میں تعلق موجود ہے اور جب یہ تعلق ٹوٹ جائے گا تو تکلیف حسی ختم ہو جائے گی۔

میری اُمت کو میری وفات کا غم آل واولاد سے زیادہ ہے:

۵۴۔۳۹۴: حَدَّثَنَا أَبُوْ الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ، وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ بَارِقٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي أَبَا أُمِّي سِمَاكَ بْنَ الْوَلِيْدِ، يُحَدِّثُ......

أَنَّـهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما يُحَدِّثُ أَنَّـهُ سَـمِـعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّمَ يَقُوْلُ: ((مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطَانِ مِنْ أُمَّتِي أَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِـمَا الْجَنَّةَ))، فَقَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا فَـمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: ((وَمَـنْ كَـانَ يَا مُوَفَّقَةُ)). قَالَتْ: فَـمَـنْ لَـمْ يَـكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ قَـالَ: ((فَـأَنَا فَرَطُ أُمَّتِي لَنْ يُصَابُوْا بِمِثْلِي)).))

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے جس شخص کے دو نابالغ بچے فوت ہو جائیں، اللہ تعالیٰ اس کو ان دونوں کے بدلہ میں جنت میں داخل کرے گا۔'' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں: اللہ کے رسول! آپ کی اُمت میں سے جس کا ایک بچہ فوت ہو جائے؟ فرمایا: ''ہاں! جس کا ایک بچہ بھی فوت ہو جائے۔ اے وہ خاتون جس کو اچھی بات کی توفیق نصیب ہوئی۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر عرض کیا: اور جس کا ایک بھی نابالغ بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ فرمایا: ''میں اپنی امت کے ہر اس شخص کا پیش رو (سفارش کندہ) ہوں گا جنھوں نے میری جدائی کے صدمہ جیسا کوئی بھی صدمہ دنیا میں نہیں پایا۔''

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن ترمذی، کتاب الجنائز، باب فی ثواب من قدم ولداً (۱۰۶۲/۳)، مسند احمد بن حنبل (۳۳٤/۱)، المعجم الکبیر للطبرانی (۱۵۳/۱۲)، تاریخ بغداد (۲۰۸/۱۲)، واخرج البخاری مایؤیده معناً فی کتاب الجنائز (۱۲٤۹/۳).

تشریح: ...... اصل میں فَرَطٌ اس کو کہتے ہیں جو لشکر سے آگے جا کر ان کے ٹھہرنے کا سامان مہیا کرتا ہے ایک حدیث میں ہے ((أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ)) [1] کہ میں حوض پر تمہارے لیے وہاں پانی پلانے کا انتظام کرنے والا ہوں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بچپن میں فوت ہو جانے والے بچے اپنے مسلمان والدین کی سفارش کریں گے، نیز ثابت ہوا کہ چھوٹی عمر کے بچوں کی وفات پر صبر کرنا دخولِ جنت کا سبب ہے۔

باب ماجاء فی وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل ہوا۔ والحمد للّٰہ علی ذالک

☆............☆............☆

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، حدیث: ٦٥٧٥۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۲۲۸۹، ۲۲۹۷.

باب نمبر ۵۵:

رسول اللہ ﷺ کی وراثت کا بیان

(اس باب میں سات احادیث ہیں)

میراث: ترکہ، میت کا چھوڑا ہوا مال، خواہ وہ کسی صورت میں ہو۔

اس باب میں نبی اکرم ﷺ کے ترکہ کا بیان ہے یعنی کہ نبی اکرم ﷺ کی وراثت علمی و مالی ہونے یا نہ ہونے کا بیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مالی وراثت کے بارے میں صحیح حدیث ہے ((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)) [1] کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں تمام اہل السنۃ متفق ہیں۔ اس کے برخلاف اہل التشیع نے اس بارے میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ نبی کی وراثت آگے اس کی اولاد کو بھی پہنچتی ہے اس موقف کی دلیل کے طور پر وہ قرآن کریم کی بعض آیات بھی پیش کرتے ہیں جو ﴿كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا الْبَاطِلُ﴾ کے مصداق ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں سات احادیث نقل فرمائی ہیں جن سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی مالی وراثت نہیں ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ کا ترکہ:

۵۵۔۳۹۵: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، ثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ......

أَخِيْ جُوَيْرِيَةَ۔ لَهُ صُحْبَةٌ۔ قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَةً وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً۔

"ام المومنین سیدہ جویریۃ رضی اللہ عنہا کے بھائی صحابی رسول عمرو بن الحارث (المصطلقی) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے کچھ اسلحہ، ایک خچر اور کچھ زمین چھوڑی تھی جس کو آپ ﷺ نے صدقہ کر دیا تھا۔"

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا وقول النبی ﷺ وصیة الرجل مکتوبة عنده (۲۷۳۹/۵) و کتاب الجهاد (۲۹۱۲،۲۸۷۳) و کتاب الخمس (۳۰۹۸) و کتاب المغازی (۴۴۶۱).

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ "لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ" حدیث: ۶۷۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب قول النبی ﷺ "لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ"، حدیث: ۱۷۵۸.

سیّدنا عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عمرو بن الحارث بن ابی ضرار الخزاعی المصطلقی رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے والد حارث اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے ان سے روایت کرنے والوں میں ان کا غلام دینار، ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، اور ابو وائل وغیرھم کے نام آتے ہیں۔ اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت لی ہے۔

تشریح و فوائد : ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ((نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ)) [1] یعنی ہم انبیاء کی جماعتیں ہیں، ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس باب کی حدیث میں جو فرمایا کہ ((جَعَلَهَا صَدَقَةً)) بظاہر یہ ضمیر زمین کی طرف جاتی ہے۔ باقی جو چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑیں وہ خود بخود صدقہ کی ذیل میں آ جاتی ہیں۔

صحیح بخاری میں عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ ختن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درہم چھوڑے نہ دینار، نہ لونڈی نہ غلام، نہ کوئی اور دنیا کی چیز صرف ایک خچر (جس کا نام "دلدل" تھا) اور ہتھیار تھے اور زمین کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کر دیا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی [2] رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یعنی "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آمدنی صدقہ کر دی تھی۔ یعنی اس کو بصورت وقف صدقہ کر دیا تھا۔" [3] باقی گھر کا سامان، تو وہ امہات المومنین کا تھا۔ کپڑے نہ ہونے کے برابر تھے ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

بعض اصحاب السیر نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس اونٹنیاں، سات بکریاں بھی تھیں۔ تو یہ سب مال صدقے کا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک نہیں تھا۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالعۂ وراثت:

۵۵-۳۹۶: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی، ثَنَا أَبُوْ الْوَلِیْدِ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلٰی أَبِیْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہما فَقَالَتْ: مَنْ یَرِثُكَ: قَالَ: أَهْلِیْ وَوَلَدِیْ. قَالَتْ: فَمَا لِیْ لَا

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور فرمانے لگیں: آپ کا وارث کون بنے گا؟ انہوں نے فرمایا: میرے اہل اور

---

1. صحیح بخاری و صحیح مسلم (حوالہ سابق). لیکن اس میں "نَحْنُ مَعَاشَرُ الْاَنْبِیَاءِ" کے الفاظ نہیں ہیں واللہ اعلم!
2. صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا، حدیث: ۲۷۳۹.
3. فتح الباری (۱۸۵/٤).

أَرِثُ أَبِی؟ فَقَالَ أَبُوْبَکْرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ((لَا نُوْرَثُ)). وَلٰکِنِّیْ أَعُوْلُ مَنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْلُهُ وَأُنْفِقُ عَلَى مَنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُنْفِقُ عَلَیْهِ.

اولاد۔ فرمانے لگیں: تو پھر میں اپنے باپ کی وراثت کیوں نہیں؟ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔'' لیکن میں ان کی کفالت کروں گا جن کی کفالت رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ اور میں اس پر خرچ کروں گا جس پر اللہ کے رسول اللہ ﷺ خرچ کیا کرتے تھے۔''

تخریج: ...... یہ حدیث دیگر طرق کے ساتھ صحیح ہے۔ سنن ترمذی، ابواب السیر، باب فی ترکۃ رسول اللہ ﷺ (۱۶۰۸/۴)، مسند احمد بن حنبل (۱۰/۱)

☆ **مفردات:**

اَعُوْلُ: عَالَ یَعُوْلُ سے ہے میں عیالداری کروں گا۔ میں کفالت کروں گا۔

تشریح و فوائد :...... انبیاء کی وراثت مالی اس لیے ختم کی گئی تاکہ ان کے ورثاء ان کے مرنے کی تمنا نہ کریں۔ اور تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ انبیاء دنیا کے دلدادہ ہیں اور مال جمع کرتے ہیں، نیز تاکہ دیگر لوگ بھی ان کی دیکھا دیکھی مال جمع نہ کرنے لگیں۔ نیز کہیں لوگ یہ بھی نہ سمجھنے لگیں کہ انبیاء کا فقر اختیاری نہیں بلکہ اضطراری ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سمجھتیں تھیں کہ انبیاء کا معاملہ بھی دیگر لوگوں کی طرح ہی ہے اور وہ انبیاء کے اس عمومی حکم سے آپ کے حکم کی تخصیص سمجھتی تھیں انہوں نے خیال کیا کہ آپ ﷺ کی زمین سے منافع کا یہی حکم ہے کہ اسے تقسیم کیا جائے۔ بلکہ ان کا ارادہ تھا کہ وراثت کے مسئلہ میں انبیاء اور غیر انبیاء کا حکم آیات واحادیث کے مطلق ہونے کی وجہ سے ایک ہی ہے۔ تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا کہ عمومی حکم سے انبیاء کا حکم مستثنیٰ ہے۔

نبی کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے:

۳۹۷۔۵۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، ثَنَا یَحْیَى بْنُ کَثِیْرٍ الْعَنْبَرِیُّ۔ أَبُوْ غَسَّانَ۔ ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ......

عَنْ أَبِی الْبَخْتَرِیِّ، أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِیًّا جَاءَ إِلَى عُمَرَ یَخْتَصِمَانِ؛ یَقُوْلُ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَنْتَ کَذَا أَنْتَ کَذَا، فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَیْرِ و

''ابوالبختری رحمہ اللہ فرماتے ہیں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ دونوں اپنا جھگڑا لے کر امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، دونوں ہی ایک دوسرے پر بے نظمی کا الزام لگا رہے تھے کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طلحہ،

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدٍ رضی اللہ عنہم : أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ أَسَمِعْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ((كُلُّ مَالِ نَبِيٍّ صَدَقَةٌ إِلَّا مَا أَطْعَمَهُ، إِنَّا لَا نُوْرَثُ))۔ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ.

زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد رضی اللہ عنہم سے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''نبی کا تمام مال صدقہ ہوتا ہے مگر وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل کو کھلا دیا۔ یقیناً ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔ اس حدیث میں ایک لمبا واقعہ بھی ہے۔''

ابو البختری سعید بن فیروز رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی ابوالبختری سعید بن فیروز ابن ابی عمران الطائی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں انہوں نے اپنے والد، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابن عمر اور سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہم اجمعین سے اکتساب فیض کیا۔ ان سے علم حاصل کرنے والوں میں عمرو بن مرۃ، عبدالعلی بن عامر، عطاء بن السائب وغیرھم کے نام ملتے ہیں۔ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ''ثقۃ ثبت'' کہا ہے، امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ثقہ صدوق'' کہا یہ اہل کوفہ کے افاضل میں سے تھے ۸۳ھ میں جماجم میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

تخریج: ...... یہ روایت اپنے شواہد کے وجہ سے حسن ہے۔ شمائل کی سند میں انقطاع ہے۔ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج (۲۹۷۵/۳)، مسند احمد بن حنبل (۱/۴).

حدیث الباب میں اس تنازعہ کا تذکرہ ہے جو حضرت سیدنا عباس اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان زمین اور باغات کی تولیت کے بارے میں تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کو ان اموال کی تولیت سپرد کی تھی جن اموال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں اپنے اہل خانہ کے لیے، مساکین اور غرباء کے لیے توشہ حاصل کرتے تھے۔ تاہم ان حضرات کے مزاج مختلف ہونے کی وجہ سے اس زمین پر باغات سے حاصل ہونے والی آمدنی کے خرچ کرنے بارے دونوں کا اختلاف رہتا تھا جس کا حدیث میں تذکرہ ہے۔

حدیث الباب میں جس لمبے واقعے کی طرف اشارہ ہے اس کی تفصیل حدیث نمبر ۴۰۰ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

انبیاء کرام کسی کو وارث نہیں بناتے:

۳۹۸۔۵۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، ثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيْسَى، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا : أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ))

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم (انبیاء کی جماعت) کسی کو وارث نہیں بناتے، جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر وکتاب الفرائض (۱۲/۶۷۲۷)، صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر (۳/۵۱ برقم ۱۳۷۹)

نوٹ :......اس مضمون کی حدیث پہلے بھی گذر چکی ہے۔ دیکھیے اس باب کی حدیث نمبرا۔

میرے ورثاء میرے ترکہ میں درہم و دینار تقسیم نہ کریں:

۳۹۹ـ۵۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُالرَّحْمَانِ بْنُ مَهْدِيٍّ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا يُقَسِّمُ وَرَثَتِی دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِی وَمَئُونَةِ عَامِلِی فَهُوَ صَدَقَةٌ)).

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''میرے ورثاء درہم و دینار تقسیم نہ کریں میرے ترکہ میں سے میری بیویوں اور عامل کا خرچہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہے۔''

تخریج:...... صحیح بخاری کتاب الوصایا باب نفقة القیم للوقف (۵/۲۷۷۶)، صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر (۳/۵۵ برقم ۱۳۸۲)

☆مفردات:

مُؤْنَةٌ: مان یمون سے ہے گذارے کا خرچہ۔ امام فراء کہتے ہیں یہ ((أَيْـنٌ)) سے جس کا معنی تھکاوٹ اور محنت ومشقت کا خرچہ ہے۔

تشریح: ...... اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی وراثت نہیں ہوتی بلکہ ترکہ کے اموال سے اہل خانہ کے ضروری اخراجات کے بعد جو باقی بچے، وہ صدقہ تصور ہوگا۔

سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے اختلاف کا فیصلہ:

۴۰۰ـ۵۵: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، ثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَطَلْحَةُ وَسَعْدٌ وَجَاءَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَخْتَصِمَانِ فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ: أَنْشُدُكُمْ بِالَّذِيْ بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ

''مالک بن اوس بن حدثان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو وہاں سیدنا عبدالرحمان بن عوف، سیدنا طلحہ اور سیدنا سعد رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آ گئے۔ اتنے میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی آپس میں جھگڑا کرتے ہوئے وہاں پہنچے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا:

السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ؟)) فَقَالُوْا: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ. وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ.

"میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم رسول اللہ ﷺ کا ارشاد جانتے ہو کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ہم (انبیاء کی جماعت) کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" ان حضرات نے جواب دیا، جی ہاں۔ اس حدیث میں ایک لمبا قصہ بھی مذکور ہے۔

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب الجهاد (٦/٢٩٠٤) و کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر (٤٠٣٣) مطولا وصحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب حدیث بنی النضیر حکم الفیء (٣/٤٩ برقم ١٣٧٩، ٧٧١٣).

سیّدنا ابوسعید مالک بن اوس کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی سیدنا ابوسعید مالک بن اوس بن الحدثان بن سعد بن یربوع المدنی ہیں۔ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان کو شرفِ صحابیت حاصل نہیں ہے۔

سیّدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا عباس، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر وغیرھم رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں ان سے اکتساب فیض کرنے والوں میں امام زہری، محمد بن عمرو بن عطاء، عکرمہ بن خالد وغیرھم کے نام ملتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض لوگ انہیں صحابی کہتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں۔ اسی طرح امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کا صحابی ہونا صحیح نہیں ہے۔ امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۹۲ھ میں وفات پا گئے۔

تشریح: ...... یہ مضمون گذشتہ احادیث میں بھی بیان ہو چکا ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طویل واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ صحیحین میں موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما، بنی نضیر کا جو مال فئی تھا اس کے بارے میں امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جھگڑا لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر کبار اصحابِ رسول ﷺ کو بھی بلا لیا، گفتگو شروع ہوئی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما آپس میں جھگڑنے لگے اور ایک دوسرے کے خلاف سخت الفاظ استعمال کرنے لگے۔ جن اصحاب کو امیر المومنین نے بلایا تھا وہ کہنے لگے: امیر المومنین ان کے درمیان آپ خود فیصلہ فرما دیجیے اور روز روز کا جھگڑا ختم کر دیجیے۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث بیان کی جو متن میں ہے۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس مال فئی کو اپنے رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص کیا تھا اور کسی ایک کو نہیں دیا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اس مال میں سے اپنے اہل خانہ کے لیے سال بھر کا خرچہ رکھتے اور جو باقی بچتا اسے فی سبیل اللہ کے لیے جمع کر دیتے۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور انہوں نے بھی ایسے ہی کیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ پھر سیدنا عمر، علی

اور عباس رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا تھا؟ تو انہوں نے کہا: ہاں درست ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا: پھر جب میرا دور آیا تو میں نے بھی وہی کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے، تم دونوں کی بات ایک ہی تھی کہ وہ مال ہمارے حوالہ کیا جائے تو میں نے تمہیں کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''ہمارے ترکہ تقسیم نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' پھر میں نے مناسب سمجھا کہ وہ مال تمہارے حوالے کر دوں تو میں نے تمہیں پوچھا تھا: کیا اگر میں اس مال کو تمہارے سپرد کر دوں تو تم بھی اسی طرح کرو گے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے آئے ہیں اور میں کر رہا ہوں؟ تو تم نے کہا تھا۔ ٹھیک ہے ہمارے حوالے کر دو۔ تو میں نے وہ مال تمہارے حوالے کر دیا تھا۔ اب پھر تم میرے پاس جھگڑا لے آئے ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں میں تا قیامت اس کے علاوہ کوئی دوسرا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر تم اس مال کی تولیت سے عاجز آ گئے ہو تو مال میرے حوالے کر دو۔ میں خود ہی اس کا انتظام وانصرام کر لوں گا۔ [1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں کوئی درہم و دینار اور مویشی نہ تھے:

۴۰۱۔۵۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ......

عَنْ عَائِشَةَ؛ قَالَتْ: مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيْرًا. قَالَ: وَأَشُكُّ فِي الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ.

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا، نہ کوئی بکری اور نہ کوئی اونٹ چھوڑا، راوی کہتا ہے۔ مجھے غلام اور لونڈی کے بارے میں شک ہے۔

تخریج: ...... صحیح مسلم، الوصیة، باب ترك الوصیة لمن لیس له شيء یوصی به (۳/۱۸ برقم ۱۲۵۶).

تشریح: ...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی عدم وراثت کے بارے میں درہم و دینار کا تذکرہ تو اسی باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گذشتہ روایت میں گذر چکا ہے، اب اس روایت میں بکری اور اونٹ کا ذکر بھی آ گیا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی وراثت آگے چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

باب ماجاء فی میراث رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مکمل ہوا۔ والحمد لله علی ذالك.

☆............☆............☆

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، حدیث: ۳۰۹۴۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب حکم الفیء، حدیث: ۱۷۵۷.

باب نمبر ۵۶:

رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا بیان

(اس باب میں دس احادیث ہیں)

رُؤيَةٌ: دیکھنا (آنکھ سے یا دل سے) رَاءَ ةً، رَايَةٌ یا رِئيَانٌ کا معنی گمان کرنا، خیال کرنا، دیکھنا ہے۔

اَلْمَنَامُ: خواب، نینداس کی جمع منامات آتی ہے۔

اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جو احادیث نقل فرمائی ہیں ان سے یہ راہنمائی ملتی ہے کہ اگر کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھتا ہے تو اس کی کیا حقیقت ہے؟ احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایسا شخص واقعی نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے خواب میں آنا محض خیال باطل نہیں ہوتا۔ تاہم یہ بات اور ہے کہ ایسی خواب کی تعبیر کیا ہوگی؟ یاد رہے کہ خواب کی تعبیر کرنا ایک نہایت ہی باریک دقیق فن ہے جو ہر کسی کا کام نہیں ((لِكُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ)) ہر فن کے آدمی اس کے اسرار و رموز کو بہتر سمجھتے ہیں نبی اکرم ﷺ کی حالت نیند میں زیارت اہل ایمان کے لیے ایک بشارت عظمیٰ کی مانند ہے لیکن دیکھا گیا ہے کہ بعض فاسد العقیدہ، مشرک اور بدعتی لوگ بھی نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان کو بڑی شفقت اور محبت سے ملے اور انعام و اکرام سے نوازا وغیر ذلک۔ تو ایسے خواب خود خواب دیکھنے والے آدمی میں کسی نقص یا کوتاہی، جو اصلاح طلب ہوتی ہے پر دلالت کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ اپنے اعمال کی اصلاح کر لیں۔ اسی طرح کسی غیر مسلم کو کبھی یہ زیارت ہوسکتی ہے جیسا کہ ایک سابق ہندو کرشن لال جو اسلام لانے کے بعد غازی احمد کے نام سے معروف ہوئے۔ ان کی کتاب ((من الظلمات الی النور)) میں لکھا ہے کہ وہ اسلام لانے سے قبل سخت قسم کے ہندو تھے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ان کا مطالعہ کافی تھا لیکن دل میں کئی طرح کے اشکال تھے کہ ایک دن انہیں خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوگئی جو انکی ہدایت کا ذریعہ بن گئی اور آپ ﷺ سے عالم رویاء میں ملاقات کے بعد ان کے دل میں اطمینان اور سکون پیدا ہوگیا......

اسی طرح کے واقعات کئی لوگوں کو پیش آئے جن سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنی اصلاح کر لیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیطان میری شکل اختیار کر کے خواب میں نہیں آ سکتا:

٤٠٢ـ٥٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ......

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي)).

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل وصورت میں متمثل نہیں ہوسکتا۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النمام صحیح مسلم کتاب الرویاء.

تشریح: ...... شیطان ہر شخص کی صورت اختیار کر کے خواب میں لوگوں کو دھوکہ دے سکتا ہے مگر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت اختیار کر کے خواب میں آنے پر قدرت نہیں ہے لہٰذا جو شخص عالم رویاء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے وہ یقین رکھے کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھا ہے۔

شیطان میری شکل وصورت میں متشکل نہیں ہوسکتا:

٤٠٣ـ٥٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَصَوَّرُ)) أَوْ قَالَ: ((لَا يَتَشَبَّهُ بِي)).

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے بلا شبہ مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل وصورت میں متشکل نہیں ہو سکتا۔'' (راوی کو شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ((يَتَصَوَّرُ)) کہا یا ((يَتَشَبَّهُ)) کا لفظ استعمال کیا)

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحیح مسلم، کتاب الرویاء (٤/١١ برقم ١٧٧٥).

تشریح و فوائد: ...... یعنی جس شخص نے مجھے دیکھا درحقیقت اس نے میری ظاہری سیرت اور صورت دیکھ لی کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف طریقوں سے دیکھے تو یہ دیکھنا اس کی اپنی حالت کے اعتبار سے ہے مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش دیکھ رہا ہے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری اور

اتباع سنت کا اشارہ ہے اور اگر غصہ اور ناراضگی میں دیکھ رہا ہے تو یہ عدم اطاعت کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا:

٥٥-٤٠٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، ثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيْفَةَ......

عَنْ أَبِى مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ رَآنِى فِى الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِى)).

"سیدنا ابو مالک اشجعی اپنے والد (طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا ہے۔"

قال ابو عيسى: وابو مالك هذا هو سعد بن طارق بن اشيم و طارق بن اشيم هو من اصحاب النبى ﷺ وقدروى عن النبى ﷺ احاديث))

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو مالک سے مراد سعد بن طارق بن اشیم ہیں طارق بن اشیم صحابیٔ رسول تھے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ سے چند احادیث روایت کی ہیں۔

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (٣/٤٧٢، ٦/٣٩٤)، طبرانی کبیر (٨/٣٢٦)، مصنف ابن ابی شیبہ (٦/١٧٤ برقم ٣٠٤٦٦)

سیدنا طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

اس حدیث کے راوی طارق بن اشیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین سے روایت کرتے ہیں ان سے انکا بیٹا ابو مالک روایت کرتا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ان سے صرف انکے بیٹے ابو مالک سعد بیان کرتے ہیں۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ طارق بن اشیم کے صحابی ہونے میں نظر ہے۔

نوٹ :......اس حدیث کا مضمون بھی پہلی دو حدیثوں کے مطابق ہی ہے۔

خلف بن خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں:

٥٥-٤٠٥: قَالَ أَبُوْ عِيْسَى: سَمِعْتُ عَلِىَّ بْنَ حُجْرٍ يَقُوْلُ: قَالَ خَلَفُ بْنُ خَلِيْفَةَ: رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ. صَاحِبَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا غُلَامٌ صَغِيْرٌ))

"امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے علی بن حجر سے سنا وہ فرماتے تھے خلف بن خلیفہ نے فرمایا میں نے صحابی رسول عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کو دیکھا میں اس وقت چھوٹی عمر کا بچہ تھا۔"

توضیح: ...... گذشتہ حدیث کی سند میں خلف بن خلیفہ ایک راوی ہیں۔ اس سند کو امام ترمذی اس لیے لائے ہیں تا کہ خلف بن خلیفہ کا تابعی ہونا بیان کیا جائے۔

سیّدنا حسن رضی اللہ عنہما کی نبی اکرم ﷺ سے مشابہت:

۵۵۔۴۰۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ، ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي......

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُنِي." قَالَ أَبِي: فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ: قَدْ رَأَيْتُهُ فَذَكَرْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقُلْتُ: شَبَّهْتَهُ بِهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ كَانَ يُشْبِهُهُ.

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا ہے۔ کیونکہ شیطان میری شکل وصورت اختیار نہیں کرسکتا۔'' راوی کلیب کہتے ہیں میں نے یہ حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بیان کی اور کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے پھر میں سیدنا حسن بن علی کا ذکر کیا کہ میں نے اللہ کے نبی کو ان کے مشابہ پایا ہے تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ واقعی نبی اکرم ﷺ کے مشابہ ہیں۔

تخریج:...... یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد بن حنبل (۲/۲۳۲، ۲۴۲)، مستدرك حاكم (۴/۳۹۳) وقال صحيح الاسناد و وافقه الذهبی، فتح البارى (۱۲/۴۰۰) وقال اسناده جيد۔

تشریح:...... اس حدیث کا مضمون بھی سابقہ حدیثوں کے موافق ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ راوی کلیب نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے مشابہ پایا۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مشابہت کی تصدیق بعض دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک خواب دیکھنے والے نے بیان کیا:

۵۵۔۴۰۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَوْفُ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ......

عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ۔ وَكَانَ يَكْتُبُ الْمَصَاحِفَ۔ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''یزید الفارسی۔ جو مصحف (قرآن کریم) لکھا کرتے تھے۔ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، تو میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔

فِی النَّوْمِ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يَقُوْلُ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَتَشَبَّهَ بِیْ فَمَنْ رَآنِیْ فِی النَّوْمِ فَقَدْ رَآنِیْ)) ، هَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَنْعُتَ هَذَا الرَّجُلَ الَّذِیْ رَأَيْتَهُ فِی النَّوْمِ؟ قَالَ: نَعَمْ ، أَنْعُتُ لَكَ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ ، جِسْمُهُ وَلَحْمُهُ أَسْمَرُ إِلَى الْبَيَاضِ ، أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ ، حَسَنُ الضَّحِكِ ، جَمِيْلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ ، قَدْ مَلَأَتْ لِحْيَتُهُ مَا بَيْنَ هَذِهِ إِلَى هَذِهِ قَدْ مَلَأَتْ نَحْرَهُ ، قَالَ عَوْفٌ: لَا أَدْرِیْ مَا كَانَ مَعَ هَذَا النَّعْتِ ، قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ رَأَيْتَهُ فِی الْيَقَظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعُتَهُ فَوْقَ هَذَا)) . قال ابو عيسى ويزيد الفارسی هو يزيد بن هرمز وهو اقدم من يزيد الرقاشی وروى يزيد الفارسی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ احاديث و يزيد الرقاشی لم يدرك ابن عباس وهو يزيد بن ابان الرقاشی وهو يروی عن انس بن مالك ويزيد الفارسی ويزيد الرقاشی كلاهما من اهل البصرة وعوف بن ابی جميلة هو عوف الاعرابی))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ''شیطان کی طاقت نہیں کہ وہ میری مشابہت اختیار کرے، جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تو مجھے اس شخص کا حلیہ بیان کرسکتا ہے جس کو تو نے خواب میں دیکھا؟ میں نے کہا: ہاں! میں آپ کو اس کا حلیہ بیان کرتا ہوں کہ وہ جسم اور قامت کے لحاظ سے دو مردوں کے درمیان ہیں۔ ان کا رنگ سفیدی مائل گندمی ہے۔ آنکھیں سرمگیں ہیں۔ دانت بڑے خوبصورت ہیں۔ چہرے کی گولائی بڑی خوبصورت ہے۔ داڑھی گھنی ہے جو سینے تک پھیلی ہوئی ہے۔ (یزید کے شاگرد) عوف کہتے ہیں: مجھے یاد نہیں رہا کہ انہوں نے مزید کون سی صفات بیان کیں۔ تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب کے بجائے بیداری میں بھی دیکھتے تو اس سے زیادہ حلیہ مبارک بیان نہ کر سکتے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یزید الفارسی سے مراد یزید بن ھرمز ہے اور یہ یزید الرقاشی سے متقدم ہیں۔ یزید فارسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ چند احادیث روایت کی ہیں۔ جبکہ یزید الرقاشی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور یہ دونوں یزید بصریٰ کے رہنے والے تھے اور عوف بن ابی جمیلہ سے مراد عوف الاعرابی ہے۔

تخریج:...... یہ حدیث حسن ہے۔ مسند احمد حنبل (۱/۳۶۱،۳۶۲) ، مصنف ابن ابی شیبہ (۶/۱۷۴ برقم ۳۰۴۶۸)

نضر بن شمیل کا سماع یزید الفارسی سے ثابت ہے:

٤٠٨-٥٥: حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ الْبَلْخِيُّ، ثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ: قَالَ عَوْفُ الْأَعْرَابِيُّ: أَنَا أَكْبَرُ مِنْ قَتَادَةَ.

''امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ابو داود سلیمان بن سلم بلخی، ثنا النضر بن شمیل کے طریقے سے فرماتے ہیں کہ عوف الاعرابی نے کہا: میں قتادہ سے بڑا ہوں۔

امام ترمذی نے گذشتہ حدیث کی سند میں آنے والے راوی عوف بن ابی جمیلہ کا بیان نقل کیا کہ وہ عمر میں قتادہ سے بڑے ہیں مراد یہ بیان کرنا ہے کہ میں نے واقعی یزید الفارسی سے سماع کیا ہے۔

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقتاً مجھے ہی دیکھا:

٤٠٩-٥٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِيْ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ: قَالَ أَبُوْ سَلْمَةَ......

قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ رَآنِي- يَعْنِيْ فِيْ النَّوْمِ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ".

''سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقتاً مجھے دیکھا ہے۔

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب التعبیر باب من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام (١٢/٦٩٩٦)، صحیح مسلم، کتاب الرویاء (٤/٢٢٦٧، ١٧٧٦).

مومن کے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں:

٤١٠-٥٥: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ، أَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، ثَنَا ثَابِتٌ......

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ رَآنِيْ فِيْ النَّوْمِ فَقَدْ رَآنِيْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِيْ)). وَقَالَ: ((وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا ہے، بلا شبہ شیطان میری شکل و صورت اختیار نہیں کرسکتا۔'' اور فرمایا: ''مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔''

تخریج:...... صحیح بخاری، کتاب التعبیر (١٢/٦٩٩٤)، صحیح مسلم، کتاب الرویاء (٤/١٧٧٣، ١٧٧٥)۔

تشریح و فوائد : .... رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت سے متعلق شمائل ترمذی کے آخری باب کی یہ آخری روایت ہے جو سابقہ احادیث کا مضمون ہی بیان کرتی ہے کہ جس نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا، اس نے آپ ﷺ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان لعین کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شکل و صورت اختیار کر سکے۔ حدیث کے آخری جزء میں ہے کہ مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے مطلب یہ ہے کہ نیک اور صالح آدمی کا خواب سچا ہوتا ہے جس طرح نبوت کے ابتدائی چھ ماہ میں رسول اللہ ﷺ کو سچے خواب آتے تھے۔ زمانہ نبوت کی تقسیم کی جائے تو تئیس سالہ دورِ نبوت کی ۴۶ ششماہیاں بنتی ہیں جن میں سے پہلے چھ ماہ کا زمانہ نبوت رویاء صالحہ وصادقہ پر مشتمل تھا۔ واللہ اعلم۔

٥٥-٤١١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكَ: إِذَا ابْتُلِيْتَ بِالْقَضَاءِ فَعَلَيْكَ بِالْأَثَرِ .

''سیّدنا عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: جب تجھے عہدۂ قضا کی آزمائش میں ڈالا جائے تو تم اثر (حدیث) پر عمل کرنا لازم پکڑو۔''

فوائد و تشریح : ....عہدۂ قضا یعنی کسی کو قاضی یا جج بنا دیا جانا بہت بڑی آزمائش ہے کہ حق وسچ پر فیصلہ کرے تو امراء وسلاطین کے ہاں مطعون ٹھہرے اور اگر امراء وسلاطین کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم بن جائے۔ ایسی پیچیدہ صورتِ حال میں آثارِ نبوی وآثارِ صحابہ کو لازم پکڑنا نجات کا ذریعہ ہے۔

٥٥-٤١٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: هٰذَا الْحَدِيْثُ دِيْنٌ ، فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ .

''امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث نبی اکرم ﷺ کا دین ہے۔ تو دیکھا کرو کہ تم یہ دین کس سے حاصل کرتے ہو؟

تخریج : ...... روایت کی سند صحیح ہے۔ صحیح مسلم، مقدمه باب بیان ان الاسناد من الدین۔

تشریح و فوائد : ....امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الشمائل المحمدیہ'' کو اس روایت پر ختم کیا ہے جو سند کی اہمیت وافادیت پر مشتمل ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ کوئی حدیث سند کے بغیر قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اسی کی وجہ سے یہ دین آج تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے اگر سند کا نظام نہ ہوتا تو شاید یہ دین بھی سابقہ ادیان کی طرح تغیر وتبدل کا شکار ہو گیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ محدثین کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے کہ انہوں نے سند کے نظام پر بے حد محنتیں فرمائیں اور آج بلاشبہ ہزاروں نہیں لاکھوں رجال حدیث کی زندگیاں محفوظ ہو گئیں۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے کہ ''اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ ، وَلَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ'' (صحیح

مسلم: ۱/۱۵) ''سند دین میں سے ہے۔ اگر سند نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔''

یہاں شمائل ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کی شرح کا اختتام ہو رہا ہے، اس موقع پر میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے یہ بابرکت اور سعید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کے بعد میں ان تمام احباب کا شکرگزار ہوں جو اس کام میں کسی بھی طرح میرے معاون بنے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت پر عمل کرنے والا بنا دے اور اس کتاب کی شرح کو محشر کی ہولناک گھڑی میں ہمارے لیے ذریعہ نجات بنا دے۔

ورحم اللہ عبداً قال آمیناً

راقم الحروف

ابو احمد منیر احمد وقار بن نذیر احمد رحمانی

استاذ الحدیث جامع اُم حبیبہؓ للبنات

لاہور۔ پاکستان

۱۰۔جنوری ۲۰۰۹ء

❀❀❀❀